وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

3

یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

مکتبہ قدوسیہ
اردو بازار لاہور پاکستان

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (القرآن)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسالہ

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا ہدایت اللہ ندوی

جلد سوم

مکتبہ قدوسیہ
غزنی سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

ہجرت کا دسواں سال ۱۵

حجتہ الوداع ۲۹

کتاب الشمائل

سابقہ انبیاء کی بشارات اور پیش گوئیاں ۴۶۳

رسول اکرم ﷺ کے معجزات کا دیگر انبیاء کرام کے معجزات سے تقابل اور آنحضور ﷺ کے خصوصی اعجازات

ہجرت کا دسواں سال

رسول اللہ ﷺ کا حضرت خالدؓ بن ولید کو تبلیغ کے لئے روانہ کرنا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو ربیع الآخر یا جمادی اولیٰ ۱۰ھ میں علاقہ نجران میں بنی حارث بن کعب کی طرف روانہ کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کو لڑائی سے قبل تین بار اسلام کی طرف بلائیں اگر وہ اسلام کی دعوت قبول کر لیں تو ان کا اسلام قبول کر لو اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو ان سے جنگ کرو۔

چنانچہ حضرت خالدؓ وہاں پہنچے تو قافلوں کو ہر سمت بھیج دیا وہ اسلام کی دعوت پیش کرتے تھے اور کہتے تھے اے لوگو! اسلام قبول کر لو' سلامت رہو گے۔ چنانچہ لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور حضرت خالدؓ ان کو رسول اللہ ﷺ کے حسب فرمان اسلام اور کتاب و سنت کی تعلیم دینے لگے' پھر رسول اللہ ﷺ کو حضرت خالدؓ بن ولید نے مکتوب تحریر کیا۔

مکتوب خالدؓ : بسم اللہ الرحمان الرحیم' برائے محمد نبی' رسول اللہ ﷺ منجانب خالد بن ولید' السلام علیکم یارسول اللہ ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' میں آپ کے پاس اللہ کی حمد وثنا کا تحفہ ارسال کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں' امابعد! یارسول اللہ! آپ نے مجھے بنی حارث بن کعب کی طرف روانہ فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ جب میں ان کے پاس پہنچوں تو تین روز تک جنگ نہ کروں اور ان کو اسلام کی طرف بلاؤں اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو میں ان کا اسلام قبول کر لوں اور ان کو اسلام کے مسائل اور کتاب و سنت کی تعلیم دوں' اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو ان سے جنگ کروں۔

میں ان کے پاس پہنچا ان کو متواتر تین روز تک اسلام کی دعوت پیش کی جیسا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا اور ان کی طرف قافلے روانہ کئے' اے بنی حارث! مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور لڑائی سے باز رہے۔ اب میں ان میں مقیم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانے کا کہتا ہوں اور ممنوع امور سے منع کرتا ہوں۔ ان کو اسلامی احکام اور سنت رسول کی تعلیم دیتا ہوں تاوقتیکہ رسول اللہ ﷺ اس مکتوب کا جواب تحریر فرمائیں۔ السلام علیک یارسول اللہ ﷺ ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

مکتوب نبوی ﷺ : نبی علیہ السلام نے اس مکتوب کا جواب تحریر فرمایا' بسم اللہ الرحمان الرحیم' محمدؐ نبی رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنام خالد بن ولیدؓ سلام علیک' میں تیری طرف اللہ کی حمد وثنا کا ہدیہ ارسال کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں امابعد! تیرا دستی مکتوب تیرے قاصد سے موصول ہوا' آگاہ ہوا کہ بنی حارث قبل از جنگ مسلمان ہو چکے ہیں اور دعوت اسلام قبول کر چکے ہیں توحید و رسالت کا اقرار کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ہدایت سے نوازا ہے ان کو بشارت سنا اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرا اور میرے پاس چلا آ' اور تیرے ہمراہ ان کا ایک وفد بھی آئے۔ والسلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت خالدؓ آئے اور اپنے ہمراہ بنی حارث کا ایک وفد لائے۔ جن میں قیس

بن حصین ذوالغصہ' یزید بن عبدالمدان' یزید بن محجل' عبداللہ بن قراد زیادی' شداد بن عبیداللہ قنانی' اور عمرو بن عبداللہ ضبابی شامل تھے۔

فال کا قصہ : جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ نے ان کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں گویا کہ وہ ہندی لوگ ہیں' بتایا گیا کہ یارسول اللہ! یہ بنی حارث بن کعب ہیں۔ جب انہوں نے آنے کے بعد سلام عرض کیا اور توحید و رسالت کا اقرار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بھی توحید و رسالت کا اعتراف کرتا ہوں۔ پھر آپ نے پوچھا تم وہ لوگ ہو جب پرندوں سے فال پکڑتے ہو تو روانہ ہوتے ہو اور آگے چلتے ہو؟ یہ سن کر وہ خاموش رہے اور کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ آپ نے یہ تین بار پوچھا اور چوتھی بار پوچھا تو یزید بن عبدالمدان نے چار بار کہا جی ہاں! ہم وہی لوگ ہیں جب فال پکڑتے ہیں تو آگے بڑھتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر خالدؓ نے یہ تحریر نہ کیا ہوتا کہ تم لوگ بغیر لڑائی کے مسلمان ہو چکے ہو تو میں تمہارے سروں کو پاؤں کے نیچے پھینک دیتا۔

پھر یزید بن عبدالمدان نے عرض کیا' واللہ! ہم اپنے اسلام قبول کرنے پر' آپ کے اور خالدؓ کے شکر گزار نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم کس کے شکر گزار ہو؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ! ہم اس خدا کے شکر گزار ہیں جس نے آپ کے ذریعہ ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے۔ پھر آپ نے پوچھا' تم جاہلیت کے دور میں کیونکر دشمن پر غالب آجاتے تھے تو انہوں نے کہا ہم کسی پر غالب نہ آتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ارے' تم اپنے مدمقابل پر غالب آجاتے تھے تو انہوں نے اعتراف کیا یارسول اللہ! ہم اپنے مخالف پر فتح حاصل کر لیتے تھے' ہم اتفاق و اتحاد سے رہتے تھے اور انتشار و خلفشار سے بچتے تھے' اور کسی پر جارحانہ حملہ نہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے اور قیس بن حصین کو ان کا امیر مقرر کر دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ یہ وفد آخر شوال یا آغاز ذی قعد میں اپنے وطن واپس لوٹا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کی زیر امارت ایک وفد ان کی طرف بھیجا کہ ان کو دینی مسائل سمجھائے' سنت رسول کی تعلیم دے اور اہم ارکان اسلام سے آگاہ کرے اور ان سے زکوٰۃ وصول کرے اور ان کو ایک مکتوب تحریر کر کے دیا جس میں آپ نے ان سے عہد لیا اور اپنے احکام کا حکم دیا۔ اس مکتوب کو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے اور ہم نے وفد ملوک حمیر' میں اس کو بہ سند بیہقی بیان کیا ہے۔ جو بیان ابن اسحاق نے بلاسند نقل کیا ہے اس کی مانند امام نسائی نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا امراء کو اہل یمن کی طرف بھیجنا : امام بخاری نے "ابو موسیٰ اور معاذ بن جبل کو حج وداع سے قبل یمن کی طرف بھیجنے" کے عنوان کے تحت ابو بردہ سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا اور ہر ایک کو ایک صوبہ میں بھیجا (اور یمن کے کل دو صوبے ہیں) پھر آپ نے فرمایا لوگوں پر آسانی کرنا' مشکل میں نہ ڈالنا خوش رکھنا' نفرت نہ دلانا اور ایک روایت میں ہے۔ باہم ایک دوسرے کی بات ماننا اور اختلاف نہ کرنا' پھر ہر ایک ان میں سے اپنے کام کی

طرف روانہ ہو گیا اور ان میں سے جو کوئی اپنے علاقہ کا دورہ کرتے کرتے اپنے ساتھی کے قریب آجاتا تو اس سے ملاقات کرتا اور اس کو سلام عرض کرتا۔

مرتد کا قتل : ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت معاذؓ اپنے علاقے کا دورہ کرتے کرتے حضرت ابو موسیٰؓ کے قریب پہنچ گئے۔ ایک خچر پر سوار ہو کر ان کے پاس آئے' وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس جمع تھے۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے معاذ نے پوچھا' اے ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس! یہ کون شخص ہے؟ بتایا یہ شخص مسلمان ہونے کے بعد پھر کافر ہو گیا تو معاذ نے کہا' میں خچر پر سے نہ اتروں گا جب تک وہ قتل نہ کیا جائے گا۔ ابو موسیٰ نے کہا اس کو قتل کرنے کے لئے ہی لایا گیا ہے۔ آپ نیچے اترو' اس نے کہا میں نہیں اترنے کا جب تک وہ قتل نہ کیا جائے۔ آخر حضرت ابو موسیٰ نے حکم دیا' وہ قتل کیا گیا پھر حضرت معاذؓ خچر سے اترے۔

تلاوت : اس نے پوچھا اے عبداللہ! تم قرآن کی تلاوت کس طرح کرتے ہو؟ انہوں نے کہا' میں تو تھوڑا تھوڑا ہر وقت پڑھتا رہتا ہوں پھر حضرت ابو موسیٰ نے پوچھا جناب معاذ! آپ کس طرح تلاوت کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا میں تو ایسا کرتا ہوں شروع رات میں سو جاتا ہوں اور پھر نیند لے کر اٹھتا ہوں اور جتنا قرآن اللہ نے میری قسمت میں رکھا ہے۔ اس کی تلاوت کرتا ہوں' میں سوتا بھی ثواب کی نیت سے ہوں جیسے قیام بھی ثواب کی نیت سے کرتا ہوں۔ اس سند کے ساتھ امام بخاری منفرد ہے۔

ہر مسکر حرام ہے : امام بخاری (اسحاق' خالد' شیبانی' سعید بن ابی بردہ' ابو بردہ) حضرت ابو موسیٰ اشعری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی طرف مبعوث کیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وہاں کی شرابوں کے بارے پوچھا جو وہاں تیار ہوتی ہیں' آپؐ نے پوچھا کون سی شراب؟ تو بتایا "بتع اور مزر" (میں نے ابو بردہ سے پوچھا بتع کیا ہے؟ بتایا شہد کا نبیذ اور مزر ہے جو کا نبیذ) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شراب نشہ پیدا کرے حرام ہے۔ اس روایت کو جریر اور عبدالواحد نے شیبانی از ابو بردہ بیان کیا ہے اور امام مسلم نے سعید بن ابی بردہ سے نقل کیا ہے۔

امام بخاری (حبان' عبداللہ' زکریا بن ابی اسحاق' یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی' ابو معبد غلام ابن عباس) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو جب یمن کی طرف بھیجا تو انہیں کہا' تیری عنقریب اہل کتاب سے ملاقات ہو گی جب تو ان کے پاس پہنچے تو پہلے ان کو یہ کہہ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تب ان سے کہہ' اللہ نے ان پر شب و روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ یہ بھی مان لیں' تب ان سے کہہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو سرمایہ داروں سے لے کر محتاجوں کو دی جائے گی۔ اگر وہ یہ بھی مان لیں تب ایسا کر کہ زکوٰۃ میں عمدہ عمدہ مال مت لے اور مظلوم کی بددعا سے بچ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا (وہ سیدھی اللہ کے پاس پہنچتی ہے) اس روایت کو اصحاب سنن نے بھی متعدد اسناد سے بیان کیا ہے)

امام احمد (ابو المغیرہ' صفوان' راشد بن سعد' عاصم بن حمید سکونی) حضرت معاذ بن جبلؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یمن کی طرف روانہ کیا اور آپ ان کے ہمراہ وصیت کرتے ہوئے چلے۔ رسول اللہ ﷺ پیدل تھے اور معاذ سوار تھے' جب وصیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! شاید تیری اس سال کے بعد مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے' شاید تو میری اسی مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرے۔ یہ سن کر معاذؓ رسول اللہ ﷺ کے فراق کے غم میں رو پڑے۔ پھر آپ نے مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا' میرے قریب تر متقی لوگ ہیں' جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔

رونا : مذکور بالا روایت کو امام احمد نے ابو المغیرہ کی بجائے ابو الیمان سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے (لاتبک یا معاذ للبکاء اوان البکاء من الشیطان) اے معاذ! مت رو رونے کے اوقات ہوتے ہیں اور رونا شیطان سے ہے۔

امام احمد (ابو المغیرہ' صفوان' ابو زیاد یحییٰ بن عبید غسانی' یزید بن قطیب) حضرت معاذؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن روانہ کیا اور فرمایا ممکن ہے تو میری قبر اور مسجد کے پاس سے گزرے' میں نے تجھے نرم دل قوم کی طرف بھیجا ہے وہ دو بار حق پر جہاد کریں گے' مطیع اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر مخالف اور نافرمان لوگوں سے جہاد کر' پھر یہ لوگ اسلام کی طرف رجوع کریں گے یہاں تک کہ بیوی اپنے شوہر' بیٹا اپنے باپ' بھائی اپنے بھائی سے سبقت اور جلدی کرے گا۔ پس تو سکون اور سکاسک قبائل کے درمیان قیام کر۔

پیشین گوئی حج سے ۸۱ روز بعد : اس حدیث میں یہ اشارہ اور اس بات کی طرف ایما ہے کہ بعد ازیں معاذؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملاقات نہ کر سکیں گے اور یہ پیشین گوئی صحیح واقع ہوئی کیونکہ معاذ حجتہ الوداع تک یمن میں مقیم رہے پھر حج سے اکاسی روز بعد آپ ﷺ وفات پا گئے۔

رفع اشکال : باقی رہی وہ حدیث جو امام احمد بیان کرتے ہیں (وکیع' اعمش' ابو ظبیان) معاذؓ سے کہ جب وہ یمن سے واپس آئے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے یمن میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں حکم دیتا کہ ایک انسان دوسرے کو سجدہ کرے تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اس روایت کو امام احمد (ابن نمیر' اعمش' ابو ظبیان' یکے از انصار) حضرت معاذ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یمن سے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! (پھر مذکور بالا روایت بیان کی ہے)

اس حدیث کا دارومدار ایک مبہم راوی پر ہے اور ایسا راوی ناقابل حجت ہوتا ہے۔ حالانکہ معتبر راویوں نے اس کی مخالفت بھی کی ہے۔ ان سے مروی ہے کہ جب معاذ شام سے واپس آئے۔

اسی طرح یہ روایت امام احمد (ابراہیم بن مہدی' اسماعیل بن عیاش' عبدالرحمان بن ابی حسین' شہر بن حوشب) حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جنت کی کلید' لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے۔

امام احمد (وکیع' سفیان' حبیب بن ابی ثابت' میمون بن ابی شبیب) حضرت معاذؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا اے معاذ! بدی کے بعد نیکی کر' وہ اس کو نامہ اعمال سے مٹا دے گی اور حسن اخلاق کے ساتھ لوگوں سے پیش آ۔

رفع شک : وکیع کا بیان ہے کہ میں نے اس روایت کو اپنی کتاب میں "عن معاذ" کی بجائے "عن ابی ذر" پایا ہے اور یہ میرا پہلا سماع ہے اور میرے استاذ سفیان نے ایک بار کہا "عن معاذ"

وصیت کی درخواست : امام احمد (اسماعیل' لیث' حبیب بن ابی ثابت' میمون بن ابی شبیب) حضرت معاذؓ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جہاں بھی ہو اللہ سے ڈر' عرض کیا "اور" فرمایا بدی کے بعد نیکی کر' وہ اس بدی کو ختم کر دے گی عرض کیا "اور" فرمایا لوگوں سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آ۔

مزید توثیق : اس روایت کو امام ترمذی نے جامع میں (محمود بن غیلان از وکیع از سفیان ثوری از حبیب) بیان کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔ "اطراف" میں ہمارے شیخ مزی نے کہا ہے کہ (فضیل بن سلیمان نے از لیث بن ابی سلیم از اعمش از حبیب) اس کی متابعت کی ہے۔

دس باتوں کی وصیت : امام احمد (ابوالیمان' اسماعیل بن عیاش' صفوان بن عمرو' عبدالرحمان بن جبیر بن نفیر حضرمی) حضرت معاذ بن جبلؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی' (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا خواہ تجھے قتل کر دیا جائے اور جلا دیا جائے (۲) اور اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا خواہ وہ تجھے حکم دیں کہ تو اپنے مال و دولت اور اہل و عیال سے دستبردار ہو جا (۳) دانستہ فرض نماز ترک نہ کر کیونکہ دانستہ فرض نماز کا تارک اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے محروم ہو جاتا ہے (۴) شراب نہ پی کیونکہ یہ ہر بے حیائی کی چوٹی ہے (۵) گناہ سے بچنا' کیونکہ گناہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوتا ہے (۶) میدان جنگ سے فرار نہ کرنا خواہ سب ہلاک ہو جائیں (۷) تیری رہائش گاہ میں وبائی امراض نمودار ہو جائیں تو وہیں رہنا (۸) اپنے اہل و عیال پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کر (۹) اپنے اہل و عیال پر تادیب و تنبیہہ کی خاطر لاٹھی مت اٹھا (۱۰) اللہ کی خاطر ان سے محبت کرنا۔

نزاکت : امام احمد (یونس' بقیہ' سری بن ینعم' شریح' مسروق) حضرت معاذ بن جبلؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمایا آرام و آسائش اور نزاکت سے بچ' کیونکہ اللہ کے بندے آرام و آرائش اور نزاکت پسند نہیں ہوتے۔

امام احمد (سلیمان بن داؤد ہاشمی' ابوبکر بن عیاش' عاصم' ابووائل) حضرت معاذؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف روانہ کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں ہر بالغ سے ایک دینار جزیہ لوں یا اس کے مساوی معافری پارچہ جات اور مجھے حکم دیا کہ ہر چالیس گائے پر ایک مسنہ لوں اور ہر تیس گائے پر ایک سال کا بچھڑا اور مجھے حکم دیا کہ بارانی پیداوار سے عشر اور دسواں حصہ لوں اور آبپاشی والی پیداوار سے بیسواں حصہ لوں۔

اس روایت کو امام ابوداؤد' ابومعاویہ سے اور امام نسائی نے (محمد بن اسحاق از اعمش) اسی طرح بیان کیا ہے

اور اس روایت کو اصحاب سنن اربعہ نے متعدد اسناد سے (از اعمش از ابووائل از مسروق از معاذؓ) بیان کیا ہے۔
امام احمد (معاویہ' عمرو اور ہارون بن معروف' عبداللہ بن وھب' حیوہ' یزید بن ابی حبیب' سلمہ بن اسامہ' یحیٰی بن حکم) حضرت معاذؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اہل یمن سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا مجھے حکم دیا کہ میں ہر تیس گائے پر تبیع لوں یعنی گئو سالہ --- (ہارون نے بیان کیا کہ تبیع ہے جذع یعنی ایک برس کا) --- اور ہر چالیس گائے پر مسنہ۔

اہل یمن نے مجھے مشورہ دیا کہ ہر دھاکے کی درمیانی تعداد پر بھی زکوٰۃ لوں' یعنی چالیس اور پچاس کے درمیانی مال پر اس طرح ۶۰ اور ۷۰ کے مابین ۸۰ اور ۹۰ کے درمیان' میں نے اس بات سے انکار کر دیا اور ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے دریافت کروں گا۔ چنانچہ میں آیا اور رسول اللہ ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا میں ہر تیس گائے پر ایک تبیع لوں اور ہر چالیس پر ایک مسنہ اور ہر ساٹھ پر دو تبیع اور ستر پر ایک مسنہ ایک تبیعہ اور ایک سو دس پر دو مسنہ اور ایک تبیعہ اور ایک سو بیس پر تین مسنہ یا چار تبیعہ۔ اور مجھے حکم دیا کہ دھاکے کے درمیانی حصہ پر زکوٰۃ نہ لوں سوائے اس کے کہ وہ مسنہ اور جذع کی حد تک پہنچ جائے اور اس کا خیال ہے کہ اوقاص اور دھائیوں کے درمیان اکائیں پر زکوٰۃ نہ لوں اس میں زکوٰۃ فرض نہیں۔

رفع اشکال : یہ روایت امام احمد کی منفرد روایات میں سے ہے اور اس میں وضاحت ہے کہ حضرت معاذؓ یمن جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے مگر صحیح بات یہی ہے کہ یمن جانے کے بعد انہوں نے نبی علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔ (کما تقدم)

سفارش : عبدالرزاق' ابی بن کعب بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل حسین و جمیل جوان تھے اور فیاض تھے۔ اپنی قوم کے بہترین جوانوں میں سے تھے جو مانگو سو حاضر' وہ اس قدر مقروض ہو گئے کہ دیوالیہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا' کہ قرض خواہوں سے معذرت کریں' آپ نے ان سے بات چیت کی مگر انہوں نے قرض میں کچھ کمی نہ کی۔ اگر کسی کی سفارش سے کسی کا قرض معاف ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ کی سفارش سے معاذ کا قرض ضرور معاف ہو جاتا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو بلایا اور انہوں نے اپنا مال و متاع فروخت کیا اور رقم قرض خواہوں میں تقسیم کر دی۔ اس طرح حضرت معاذ بالکل تہی دست اور قلاش ہو گئے۔

مال زکوٰۃ میں تجارت : رسول اللہ ﷺ نے حج کا عزم کیا تو حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مال زکوٰۃ سے تجارت کی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں یمن سے آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا' میری بات مانو اور یہ مال ابوبکرؓ کے سپرد کر دو' اگر وہ یہ مال تمہیں عطا کر دیں تو قبول کر لو۔ یہ سن کر معاذ نے کہا میں ان کے سپرد نہ کروں گا۔ مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے میرا نقصان پورا کرنے کے لئے امیر بنا کر بھیجا تھا۔ جب یہ نہ مانے تو حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا' معاذ کو پیغام بھیجیں اور بلا کر کچھ مال اس سے لے لیں اور کچھ اس کو چھوڑ دیں تو حضرت

ابوبکرؓ نے کہا میں تو ایسا کرنے کا نہیں' رسول اللہ ﷺ نے اس کو' اس کا نقصان پورا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ میں اس سے کچھ نہ لوں گا۔

خواب : صبح ہوئی تو حضرت معاذؓ' حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے آپ کے مشورہ پر عمل کرنا ہی ہو گا۔ میں نے گذشتہ رات خواب میں دیکھا ہے (بروایت عبدالرزاق راوی) کہ مجھے آگ کی طرف گھسیٹا جا رہا ہے اور آپ میری کمر کو پکڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ معمولی چیز کوڑا تک بھی حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں لے آئے اور حلفاً عرض کیا کہ میں نے کوئی چیز بھی نہیں چھپائی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ مال تیرا ہے' میں اس سے کچھ نہ لوں گا۔

وقت روانگی پر بحث : اس روایت کو امام ابوثور نے معمر' زہری' عبدالرحمان بن کعب بن مالک سے بیان کیا ہے اس کو مفصل بیان کرنے کے بعد کہا کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ نے ان کو اہل یمن پر امیر بنا کر بھیجا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں واپس آئے' پھر شام چلے گئے۔ حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو عتاب بن اسید امیر مکہ کے پاس چھوڑ دیا تھا کہ اہل مکہ کو تعلیم دیں نیز وہ غزوہ تبوک ۹ھ میں بھی شامل ہوئے ہیں۔ قرین قیاس بات یہی ہے کہ آپؐ نے ان کو بعد ازیں یمن کی طرف روانہ کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

فیاضی : حضرت معاذؓ کے خواب کی تائید میں حافظ بیہقی (اعمش' ابوائل) عبداللہ سے بیان کرتے ہیں' ان کے یمن سے درآمدہ مال میں غلام بھی شامل تھے۔ حضرت معاذؓ ان غلاموں کو بھی حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے آئے لیکن انہوں نے سارا مال واپس کر دیا تو غلاموں کو بھی واپس لے آئے۔ جب حضرت معاذؓ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ غلام بھی آپ کے ہمراہ نماز پڑھنے لگے' نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے پوچھا تم کس کی نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کی' تو آپؐ نے کہا تم اللہ کے لئے آزاد ہو' چنانچہ ان کو آزاد چھوڑ دیا۔

روایت اجتہاد : امام احمد (محمد بن جعفر' شعبہ' ابوعون' حارث بن عمرو بن برادر مغیرہ بن شعبہ' معاذ کے حمصی تلامذہ) حضرت معاذؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے یمن روانہ کیا تو پوچھا' اگر کوئی قضیہ اور مقدمہ درپیش ہوا تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا میں قرآن کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے پوچھا اگر وہ قرآن میں نہ موجود ہوا تو کیا کرو گے؟ عرض کیا سنت رسول کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے پھر پوچھا وہ سنت رسول میں بھی موجود نہ ہوا تو کیا کرو گے؟ میں نے کہا میں اجتہاد کروں گا اور میں اس میں کوئی فروگذاشت نہ کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے میرے سینہ پر دست مبارک مار کر کہا خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے فرستادہ اور قاصد کو ایسی بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسولؐ راضی ہے۔

سند پر بحث : امام احمد نے اس روایت کو (وکیع از عفان از شعبہ) مذکور بالا سند اور متن کے ساتھ بھی بیان کیا ہے۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے بھی شعبہ سے نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس روایت کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں۔ اس کو امام ابن ماجہ

نے ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے لیکن وہ محمد بن سعد بن حسان کی سند سے ہے (جو کہ مصلوب اور کذاب راوی ہے) اور یہ کذاب راوی' عیاذ بن بشر کی معرفت عبدالرحمان از معاذ اس طرح بیان کرتا ہے۔

کافر بھائی کی وراثت کا مسئلہ : امام احمد (محمد بن جعفر اور یحیٰی بن سعید' شعبہ' عمرو بن ابی حکیم' عبداللہ بن بریدہ' یحیٰی بن معمر) ابوالاسود دئلی سے بیان کرتے ہیں کہ معاذؓ یمن میں تھے اور لوگوں نے آپ کے پاس مسئلہ پیش کیا کہ یہودی "لاولد" مرگیا ہے اور اس کا بھائی مسلمان ہے تو معاذؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اسلام بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔ پس حضرت معاذ نے مسلمان کو یہودی بھائی کا وارث قرار دے دیا۔ اس روایت کو ابوداؤد نے ابن بریدہ سے بیان کیا ہے۔

یہ مسلک معاویہ بن ابی سفیان سے منقول ہے۔ اور سلف کے ایک گروہ نے یہ مسلک یحیٰی بن معمر قاضی سے بھی بیان کیا ہے اور اسحاق بن راھویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ جمہور ان کے اس مسلک کے خلاف ہیں ان میں ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین بھی شامل ہیں۔ ان کی حجت اور دلیل صحیحین کی وہ روایت ہے جو حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافر' مسلمان کا وارث نہ ہوگا اور (اسی طرح) مسلمان کافر کا وارث نہ ہوگا۔

غرضیکہ حضرت معاذؓ نبی علیہ السلام کی طرف سے یمن میں قاضی اور جج تھے' جنگوں میں حکمران اور سپہ سالار تھے' مال زکوٰۃ کے محصل تھے' آپ کے پاس مال زکوٰۃ جمع کیا جاتا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس کو مذکور بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے اور پانچ وقت نماز کے امام تھے جیسا کہ امام بخاری نے (سلیمان بن حرب' شعبہ' حبیب بن ابی ثابت' سعید بن جبیر) عمرو بن میمون سے بیان کیا ہے کہ معاذؓ یمن آئے تو نماز فجر میں واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا (۴/۱۲۵) (اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا) سورہ نساء تلاوت کی تو ایک آدمی نے کہا ابراہیم کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔ (انفرد بہ البخاری)

نبی علیہ السلام کا حضرت علیؓ اور حضرت خالدؓ کو یمن کی طرف بھیجنا : امام بخاری (احمد بن عثمان' شریح بن مسلمہ' ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق' ابوہ یوسف' ابواسحاق) حضرت براء بن عازب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خالد بن ولید کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے بعد ازاں حضرت خالدؓ کی بجائے حضرت علیؓ کو مقرر کر دیا اور فرمایا اے علی! خالدؓ کے رفقاء کو کہہ کہ جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ رہنا چاہتا ہے وہ تیرے ساتھ (یمن میں) رہ جائے اور جو شخص آنا چاہتا ہے وہ واپس لوٹ آئے اور میں ان لوگوں میں تھا جو حضرت علیؓ کے ساتھ یمن میں تھے اور میں نے مال غنیمت میں سے کئی اوقیہ چاندی حاصل کی۔ (انفرد بہ البخاری من ھذا الوجہ)

امام بخاری (محمد بن بشار' روح بن عبادہ' علی بن سوید بن منجوف' عبداللہ بن بریدہ) حضرت بریدہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس مال غنیمت میں سے "خمس" پانچواں حصہ وصول کرنے کے لئے بھیجا ہے اور میں حضرت علیؓ سے بغض رکھتا تھا اور حضرت علیؓ نے صبح کو غسل کیا تو میں نے خالدؓ کو کہا اس کو دیکھتے نہیں۔ (اس نے کیا کیا ہے) جب ہم نبی علیہ السلام کی خدمت میں

حاضر ہوئے تو میں نے یہ بات آپ کے گوش گزار کی' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بریدہ! تو علی سے دشمنی رکھتا ہے۔ عرض کیا جی ہاں! تو آپؐ نے فرمایا علیؓ سے دشمنی مت رکھ۔ ان کا "خمس" میں اس سے زیادہ حصہ ہے۔ (انفرد بہ البخاری و مسلم)

بغض علیؓ : امام احمد (یحییٰ بن سعید' عبدالجلیل (کا بیان ہے کہ میں حلقہ درس میں پہنچا وہاں ابو مجلز اور بریدہ کے دو بیٹے موجود تھے)' عبداللہ بن بریدہ) حضرت ابو بریدہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ سے ایسا شدید بغض و عناد رکھتا تھا جو اور کسی سے نہ رکھتا تھا۔ اور ایک قریشی سے میری محبت و الفت محض اس بنا پر تھی کہ وہ حضرت علیؓ سے بغض و عداوت رکھتا تھا۔ اس قریشی کو لشکر کا امیر مقرر کر کے بھیج دیا گیا اور میں اس کے بغض علی کی وجہ سے ہی' لشکر میں شامل ہو گیا (ہم نے جہاد کیا) اور کچھ قیدی گرفتار کئے۔ امیر لشکر نے رسول اللہ ﷺ کو خط تحریر کیا کہ مال غنیمت سے خمس وصول کرنے کے لئے کسی کو روانہ فرمایئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ہمارے پاس بھیجا اور قیدیوں میں ایک لونڈی' جو سب سے خوبصورت تھی' حضرت علیؓ نے خمس لیا اور اس لونڈی کو خمس سے اپنے لئے رکھ لیا چنانچہ وہ صبح کو غسل کر کے باہر آئے اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا تو پوچھا اے ابوالحسن! یہ کیا ہے'؟ تو بتایا کہ کیا تم نے وہ لونڈی نہیں دیکھی' جو مال غنیمت میں تھی۔ میں نے مال غنیمت تقسیم کیا اور اس سے خمس لیا اور وہ لونڈی خمس میں آئی' پھر وہ اہل بیت کے حصہ میں آئی' بعد ازاں وہ آل علی کے حصہ میں آئی اور میں اس سے ہم بستر ہوا۔

پھر اسی آدمی یعنی امیر لشکر نے نبی علیہ السلام کو خط تحریر کیا اور میں --- ابو بریدہ --- نے کہا یہ خط دے کر مجھے بھیج دیجئے' اس نے مجھے بطور تصدیق کنندہ بھیج دیا۔ میں مدینہ پہنچ کر' نبی علیہ السلام کو خط پڑھ کر سنانے لگا اور کہنے لگا کہ اس نے درست تحریر کیا ہے' پھر رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ اور مکتوب دونوں پکڑ کر کہا' کیا تو علیؓ سے بغض و عداوت رکھتا ہے؟ عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا تو علیؓ سے بغض و عناد نہ رکھ۔ اگر تو اس سے محبت کرتا ہے تو اس سے مزید محبت کر۔ اس ذات گرامی کی قسم' جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے' خمس میں آل علیؓ کا حصہ اس لونڈی سے زیادہ ہے۔

ابو بریدہ کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد' مجھے علیؓ سے کوئی زیادہ محبوب اور پیارا نہ تھا۔ عبداللہ بن ابی بریدہ کا بیان ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی معبود نہیں کہ اس حدیث میں میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان میرے والد کے علاوہ کوئی اور راوی حائل نہیں۔

اس سند میں عبدالجلیل بن عطیہ الفقیہ ابوصالح المصری منفرد ہے ابن معین اور ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ اور امام بخاری کا قول ہے کہ حدیث میں وہم کرتا ہے۔ (انما یھم فی الشئی)

ابن شاس کی علیؓ سے رنجش : محمد بن اسحاق (ابان بن صالح' عبداللہ بن نیار اسلمی' اپنے ماموں) عمرو بن شاس اسلمی (جو صلح حدیبیہ میں شامل تھا) سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ اس لشکر میں شامل تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تھا اور حضرت علیؓ نے مجھ سے کچھ بے مروتی اور بدسلوکی کی اور میرے دل میں ان کے خلاف بُغض پیدا ہو گیا۔ جب میں مدینہ میں آیا تو میں مدینہ کی ہر مجلس

میں علیؓ کا گلہ کرتا اور ہر ملاقاتی سے علیؓ کا شکوہ کرتا۔

میں ایک روز آیا اور نبی علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے جب آپ نے مجھے دیکھا کہ میں آپ کی آنکھوں کی طرف نگاہ کئے ہوئے ہوں تو آپ نے مجھ پر نظر ڈالی یہاں تک کہ میں آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا واللہ! اے عمرو بن شاس! تو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میں اللہ کے رسولؐ کو اذیت دینے سے اللہ اور اسلام کی پناہ چاہتا ہوں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھے ہی اذیت دی۔

اس روایت کو حافظ بیہقی نے ایک اور سند (ابن اسحاق' ابان بن فضل بن مقعل بن سنان' عبداللہ بن نیار' عمرو بن شاس) سے بیان کیا ہے اور روایت کو بالمعنی ذکر کیا ہے۔

ہمدان کا مسلمان ہونا : حافظ بیہقی (محمد بن عبداللہ الحافظ' ابو اسحاق المولی' عبیدہ بن ابو السفر' ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق' ابوہ' ابی اسحاق) حضرت براءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت خالدؓ بن ولید کی زیر امارت لشکر میں جہاد کے لئے گیا ہم نے وہاں چھ ماہ گزارے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے کفار کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور انہوں نے اس کو قبول نہ کیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خالدؓ کو (مع لشکر) واپس بھیج دے' سوائے اس شخص کے جو خالدؓ کے ہمراہ ہو اور علیؓ کے لشکر میں رہنا چاہتا ہے۔ اس کو علیؓ اپنے ساتھ رکھ لے۔ حضرت براءؓ کا بیان ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت علیؓ کے ہمراہ رہے۔ جب ہم دشمن کے قریب ہوئے تو وہ بھی ہماری طرف آیا۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور ہمیں نماز "خوف" پڑھائی' پھر ہمیں ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا' پھر آپؓ نے آگے بڑھ کر ان کو رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا تو پورا ہمدان قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو حضرت علیؓ نے (بذریعہ مکتوب) ان کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع دی جب رسول اللہ ﷺ نے مکتوب پڑھا تو سجدہ ریز ہو گئے' پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دعا فرمائی' ہمدان پر سلامتی ہو' ہمدان پر سلامتی ہو۔ اس روایت کو امام بخاری نے ایک اور سند سے ابراہیم بن یوسف سے مختصر بیان کیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کی حضرت علیؓ پر نکتہ چینی : حافظ بیہقی (ابوالحسین محمد بن فضل القطان' ابو سہل بن زیاد قطان' اسماعیل بن ابی اویس' اپنے بھائی سے' سلیمان بن بلال' سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ' اپنی پھوپھی زینب بنت کعب بن عجرہ) حضرت ابو سعید خدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا' میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ جب علیؓ نے زکوۃ میں اونٹ وصول کئے تو ہم نے درخواست کی کہ ہم زکوۃ والے اونٹوں پر سوار ہو جائیں اور اپنی سواریوں کو ستا لینے دیں کہ ہم اپنی سواریوں میں کمزوری محسوس کر رہے تھے تو علیؓ نے صاف انکار کر کے فرمایا تمہارا ان میں اسی قدر حصہ ہے۔ جس قدر باقی مسلمانوں کا جب زکوۃ کی وصولی سے فارغ ہو گئے تو ہم پر ایک شخص کو اپنا نائب امیر مقرر کر کے یمن سے واپس چلے آئے اور رفتار تیز کر کے موسم حج کو پا لیا۔ جب حج سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھیوں کی طرف چلے جاؤ حتی کہ تم اپنا منصب اختیار کرو۔

حضرت ابوسعید کا بیان ہے کہ ہم نے آپ کے نائب امیر کو وہی درخواست پیش کی جس کو علیؓ نے منظور نہ کیا تھا' اس نے درخواست کو منظور کر لیا۔ جب حضرت علیؓ واپس آئے اور معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے اونٹوں پر سواری ہوئی ہے اور سوار ہونے کے اثرات اور نشانات دیکھے تو نائب امیر کو آگے بلوایا اور اس کو ملامت کی۔ میں نے دل میں کہا بخدا' اگر میں مدینہ پہنچا تو یہ قصہ رسول اللہ ﷺ کو ضرور بتاؤں گا۔ اور اس بے جا سختی و تنگی اور بخیلی پر رسول اللہ ﷺ کو لازماً آگاہ کروں گا۔

حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ جب ہم مدینہ واپس آئے تو میں صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا کہ میں نے جس بات پر قسم کھائی تھی وہ بات آپ کے گوش گزار کروں۔ راستہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہو گئی جو رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آ رہے تھے' مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور مجھے مرحبا کہا اور باہمی خیر و عافیت دریافت کی اور انہوں نے پوچھا کب آئے؟ عرض کیا گذشتہ رات آیا تھا پھر وہ بھی میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس چلے آئے۔ اندر گئے تو آپؐ کو بتایا یہ ہے --- دروازہ پر --- سعد بن مالک ابن شہید۔ آپؐ نے فرمایا اس کو اندر آنے کی اجازت دو۔ میں اندر گیا تو میں نے سلام عرض کیا آپ نے مجھے سلام کا جواب دیا پھر میرے اور میرے اہل و عیال کی خیریت دریافت کی اور خوب اچھی طرح خیریت دریافت کی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! ہم نے علیؓ سے بہت سختی' غلط معاشرت بدسلوکی اور تنگی و بخیلی برداشت کی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے متانت اور سنجیدگی کا اظہار فرمایا اور میں حضرت علیؓ کی بدسلوکیاں گنوانے لگا۔ میں نے ابھی اپنی بات ختم نہ کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے میری ران پر مار کر کہا (جبکہ میں آپ کے قریب ہی بیٹھا تھا) اے سعد بن مالک' ابن شہید! اپنے بھائی علی کی بابت بعض اعتراضات چھوڑ دو' واللہ! مجھے معلوم ہے کہ اس نے اللہ کی راہ میں اچھا کام انجام دیا ہے۔

تو میں نے اپنے دل میں کہا اے سعد! تیری ماں تجھے گم پائے! کیا میں آج صبح سے ہی غیر شعوری طور پر رسول اللہ ﷺ کے غیر پسندیدہ امور میں غلطاں ہوں۔ واللہ! میں کبھی بھی عیاں اور نہاں ان کی بدگوئی نہ کروں گا۔ یہ سند جید ہے' امام نسائی کی شرط پر ہے اور صحاح ستہ میں نہیں ہے۔

بلا اجازت سرکاری مال کیوں استعمال کیا : یونس (محمد بن اسحاق' یحییٰ بن عبداللہ بن ابی عمر) یزید بن طلحہ بن یزید بن رکانہ سے بیان کرتے ہیں کہ یمن میں' جو لشکر حضرت علیؓ کے ماتحت تھا وہ ان سے ناراض ہو گیا۔ کیونکہ جب وہ واپس آ رہے تھے تو ایک آدمی کو ان پر اپنا نائب مقرر کر دیا اور خود جلدی سے رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے۔ نائب امیر نے ہر آدمی کو ایک ایک "حلہ" (کپڑوں کا جوڑا) دے دیا جب وہ مکہ کے قریب ہوئے تو حضرت علیؓ ان کی ملاقات کے لئے آئے اور ان سب نے "حلے" پہنے ہوئے تھے یہ دیکھ کر انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نائب امیر نے عطا کئے ہیں تو علیؓ نے اس سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آمد سے قبل تم نے یہ ان کو کیوں دیئے؟ رسول اللہ ﷺ جو چاہتے کرتے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ان سے سب کپڑے اتروا لئے۔

یہ لوگ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت علیؓ کا شکوہ کیا۔ اہل یمن نے آپؐ سے

مصالحت کر لی تھی اور آپ نے حضرت علیؓ کو عائد کردہ جزیہ وصول کرنے کیلئے بھیجا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت حافظ بیہقی کی روایت سے فہم کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حضرت علیؓ حج کی خاطر ان سے قبل چلے گئے تھے اور اپنے ہمراہ قربانی کے جانور لے گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے احرام کے موافق احرام باندھا تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ وہ احرام کی حالت میں رہیں --- اور براء کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس ھدی ہے اور میں قارنی ہوں۔

غرضیکہ جب مال زکوٰۃ کے اونٹوں پر سواری کرنے سے منع کرنے کے باعث اور لباس کے اتروانے کے باعث (جو نائب امیر نے ان کو دے دیا تھا) بکثرت نکتہ چینی اور اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی (اور حضرت علیؓ اس معاملہ میں محض معذور اور مجبور تھے لیکن حاجیوں میں اس نکتہ چینی کی شہرت ہو چکی تھی) تو اس لئے جب رسول اللہ ﷺ حج سے فارغ ہو کر واپس مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور غدیر خم میں پہنچ کر لوگوں کو خطاب فرمایا اور حضرت علیؓ کے دامن کو پاک فرمایا' ان کی قدر و منزلت کو بلند کیا اور ان کے فضائل سے آگاہ کیا تاکہ لوگوں کے دل و دماغ میں جو اعتراضات سما چکے ہیں ان کا ازالہ کریں' غدیر خم کا واقعہ ان شاء اللہ بر محل بیان ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ پر نکتہ چینی : امام بخاری (قتیبہ' عبدالواحد' عمارہ بن قعقاع بن شبرمہ' عبدالرحمان بن ابی نعیم) حضرت ابو سعید خدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس حضرت علیؓ نے یمن سے پختہ چمڑے میں باندھ کر سونے کی ایک ڈلی بھیجی جو مٹی سے صاف نہ کی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ سونا چار آدمیوں عیینہ بن بدر' اقرع بن حابس' زید الخیل اور علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل میں بانٹ دیا تو کسی صحابی نے کہا' ہم تو اس سونے کے ان سے زیادہ حقدار تھے۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے امین اور قابل اعتبار نہیں سمجھتے؟ حالانکہ میں اس ذات کا امین ہوں جو آسمانوں پر ہے' صبح و شام مجھ کو آسمان پر سے وحی آتی ہے۔

حضرت ابو سعید کا بیان ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا' اندر گھسی ہوئی آنکھوں والا پھولے ہوئے رخسار والا' اٹھی ہوئی پیشانی والا' گھنی داڑھی والا' سرمنڈا' تہد اوپر اٹھائے ہوئے اس نے کہا یا رسول اللہ! اللہ سے ڈرو! تو آپؐ نے فرمایا' افسوس' تجھ پر افسوس' کیا میں سب لوگوں سے زیادہ' اللہ سے ڈرنے کا اہل نہیں ہوں؟ جب وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا تو خالدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا نہ' شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ خالدؓ نے عرض کیا' بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کی زبان پر وہ بات ہوتی ہے جو دل میں نہیں ہوتی' جن کا دل اور زبان ہم آہنگ نہیں ہوتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مجھے یہ حکم نہیں ہوا کہ میں لوگوں کے دلوں پر نقب لگاؤں اور ان کے پیٹ چیروں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو پیٹھ پھیر کر جاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو بڑے مزے سے (یا بکثرت) پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جیسا کہ تیر جانور کے پار نکل جاتا ہے۔ (اور اس میں خون وغیرہ کا کچھ نشان نہیں ہوتا) میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے فرمایا اگر میں

نے ان کو پالیا تو ثمود کی قوم کی طرح بالکل نیست و نابود کروں گا۔

اس روایت کو امام بخاری نے صحیح میں متعدد مقامات پر بیان کیا ہے اور امام مسلم نے مسلم شریف میں کتاب الزکوۃ میں متعدد طرق سے عمارہ بن قعقاع سے بیان کیا ہے۔

حضرت علیؓ کے لئے قوت فیصلہ کی دعا : امام احمد (یحییٰ، اعمش، عمرو بن مرہ، ابوالبختری) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن میں بھیجا اور میں بالکل نوخیز اور نوعمر ہی تھا۔ عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے ایسی قوم کے پاس بھیج رہے ہیں جن میں اختلافات رونما ہوں گے اور مجھے (اختلافات میں) فیصلہ کرنے کا کوئی علم و تجربہ نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری زبان کو قوت فیصلہ سے نوازے گا اور تیرے دل کو مضبوط کرے گا۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے فریقین کے فیصلہ میں کبھی تردد اور تذبذب سے کام نہیں لیا۔ اس روایت کو ابن ماجہ نے اعمش سے بیان کیا ہے۔

فیصلہ کا دستور : امام احمد (اسود بن عامر، شریک، سماک، حنش) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا تو عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس روانہ کر رہے ہیں جو مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اور میں نوخیز ہوں، مجھے فیصلہ کرنے کا کوئی تجربہ نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ کر دعا کی الٰہی! اس کی زبان کو حق پر ثبات بخش اور اس کے دل کو ہدایت میسر کر۔ سنو! اے علی! جب فریقین تیرے پاس آکر بیٹھ جائیں تو فریقین کی بات سنے بغیر فیصلہ نہ کر جب تم نے اس اصول پر عمل کیا تو فیصلہ واضح ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ بعد ازیں مجھے فیصلہ میں اختلاف رونما نہ ہوا اور مجھے فیصلہ میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ نیز اس روایت کو امام احمد اور ابوداؤد نے متعدد طرق سے شریک سے بیان کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے زائدہ سے اور یہ دونوں راوی سماک بن حرب از حنش بن معتمر (یا ابن ربیعہ کنانی کوفی) از علی بیان کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ کے فیصلہ پر رسول اللہ ﷺ کا تبصرہ : امام احمد (سفیان بن عینہ، اجلح، شعبی، عبداللہ بن ابی الخلیل) حضرت زید بن ارقمؓ سے بیان کرتے ہیں کہ کئی مردوں نے ایک طہر میں ایک لونڈی سے اختلاط کیا تو علی نے دو کو کہا تم اس فعل پر رضامند تھے تو انہوں نے کہا جی نہیں! پھر باقی دو کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ تمہارا دل اس فعل سے خوش تھا تو انہوں نے کہا جی نہیں پھر آپ نے فرمایا تم بدمزاج اور ایک دوسرے کے مخالف شریک ہو۔ پھر آپ نے فرمایا میں تمہارے درمیان قرعہ ڈالوں گا جس کا قرعہ نکل آیا میں اس کو دو تہائی دیت کا تاوان ڈال دوں گا اور بچہ اس کے سپرد کر دوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں بھی وہی فیصلہ جانتا ہوں جو علیؓ نے کیا ہے۔

انساب میں قرعہ اندازی سے فیصلہ : امام احمد (شریح بن نعمان، ہشیم، اجلح، شعبی، ابوالخلیل) حضرت زید بن ارقم سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس جب آپ یمن میں تھے تین آدمی آئے جو ایک بچہ میں شریک تھے تو حضرت علیؓ نے قرعہ ڈالا۔ جس کے نام قرعہ نکلا اس کو دو تہائی دیت کا ضامن ٹھہرا لیا اور بچہ اس

کے سپرد کر دیا۔ حضرت زید بن ارقم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ اس قدر مسکرائے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔

اس روایت کو ابوداؤد نے (مسدد از یحیٰ قطان) اور نسائی نے (علی بن حجر از علی بن مسہر) بیان کیا ہے اور یہ دونوں (اجلح بن عبداللہ از عامر شعبی از عبداللہ بن خلیل' نسائی نے ایک روایت میں عبداللہ ابی الخلیل بیان کیا ہے) زید بن ارقم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک یمنی آیا اس نے بتایا کہ حضرت علیؓ کے پاس تین شخص آئے ان کا ایک بچہ کے بارے اختلاف تھا وہ سب ایک طہر میں ہی ایک لونڈی سے ہم بستر ہوئے تھے پھر اس نے مذکور بالا قصہ بیان کیا اور اس نے کہا کہ نبی علیہ السلام ہنس پڑے۔

اس روایت کو امام ابوداؤد اور نسائی نے (شعبہ از سلمہ بن کہیل از شعبی از ابی الخلیل یا ابن الخلیل' از علیؓ) مرسل بیان کیا ہے' مرفوع نہیں۔ نیز اس روایت کو امام احمد (عبدالرزاق' سفیان ثوری' اجلح' شعبی' عبدخیر) زید بن ارقم سے بھی حسب سابق بیان کرتے ہیں۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی بھی حنش بن اصرم سے اور ابن ماجہ اسحاق بن منصور سے اور یہ دونوں (عبدالرزاق از سفیان ثوری از صالح ہمدانی از شعبی از عبد خیر) از زید بن ارقم بھی بیان کرتے ہیں۔

ہمارے شیخ مزی نے "اطراف" میں بیان کیا ہے کہ ممکن ہے یہ عبد خیر عبداللہ بن الخلیل ہی ہو' لیکن راوی نے اس کا نام ضبط نہیں کیا' میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں بنا بریں یہ قول حدیث کو تقویت بخشتا ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو یہ سند اس کی بہترین متابعت ہے۔ لیکن اجلح بن عبداللہ کندی کچھ مجروح راوی ہے۔

"انساب" میں قرعہ اندازی امام احمد کا قول ہے اور یہ مسلک ان کے "افراد" اور مختارات میں سے ہے۔

حضرت علیؓ کا فیصلہ بحال کیا : امام احمد (ابوسعید' اسرائیل' سماک' حنش) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا اور ہم ایک قوم کے پاس پہنچے جنہوں نے شیر کے شکار کے لئے ایک گڑھا کھودا ہوا تھا وہ گڑھا دیکھنے کی غرض سے باہمی دھکم دھکا کرنے لگے' یکایک ایک آدمی اس میں گرنے لگا اس نے دوسرے کو پکڑا اس نے تیسرے کو پکڑا اور اس نے چوتھے کو پکڑا بالآخر چاروں اس میں گر پڑے اور شیر نے ان کو زخمی کر دیا اور ایک آدمی نے شیر پر برچھے سے حملہ کیا اور اس کو ہلاک کر دیا اور یہ چاروں زخموں کی تاب نہ لا کر مر گئے۔ چنانچہ پہلے مقتول کے وارث' دوسرے مقتول کے وارثوں کے پاس گئے' باتوں باتوں میں انہوں نے لڑائی کے لئے اسلحہ نکال لیا اور لڑنے کو تیار تھے کہ حضرت علیؓ ان کے پاس آ گئے اور ان کو کہا' کیا تم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی لڑنا چاہتے ہو' میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اگر تم پسند کرو تو فبہا ورنہ میں ایک کو دوسرے سے روکوں گا۔ یہاں تک کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جاؤ اور آپؐ ہی تمہارے درمیان فیصلہ فرما دیں گے۔ اور جو شخص ان کے فیصلہ کے بعد تجاوز کرے' اس کا کوئی حق نہ ہوگا۔

جن لوگوں نے گڑھا کھودا تھا ان کے قبائل سے چوتھائی دیت' تہائی دیت' آدھی دیت اور پوری دیت

جمع کرو۔ پہلے گرنے والے کو چوتھائی دیت ملے گی کیونکہ وہ خود ہلاک ہوا ہے اور دوسرے کو ایک تہائی دیت تیسرے کو آدھی دیت اور چوتھے کو کامل ملے گی۔ انہوں نے اس فیصلہ پر ناراضگی کا اظہار کیا تو وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ مقام ابراہیم کے پاس تشریف فرما تھے' انہوں نے سارا قصہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا تمہارے درمیان میں خود فیصلہ کروں گا۔ لوگوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! علیؓ نے ہمارا فیصلہ کیا تھا اور انہوں نے سارا قصہ سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ امام احمد نے (وکیع' حماد بن سلمہ' سماک بن حرب' حنش) علیؓ سے بھی یہی بیان کیا ہے۔

حجتہ الوداع

وجہ تسمیہ : حجتہ الوداع کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ آخری حج تھا۔

اور حجتہ الاسلام اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے یہی ایک حج فرمایا گو قبل از ہجرت آپ ﷺ نے متعدد حج کئے' بعض قبل از بعثت اور بعض بعد از بعثت۔

اور حجتہ البلاغ اس ناطے سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جملہ مسائل حج قول اور فعل گفتار اور کردار کے آئینہ میں دکھا دیئے اور اسلام کے سب اصول و فروع بتا دیئے' تو عرفات میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (۵/۳)**

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر دیا' اور میں نے تم پر اپنا انعام اور احسان پورا کر دیا' اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا۔"

آئندہ اوراق میں ہم ان شاء اللہ رسول اللہ ﷺ کا کامل حج بیان کریں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ کرامؒ کے مابین اختلافی مسائل کو اس طرح سے حل کرنے کی کوشش کریں گے جو دل و دماغ کے اطمینان اور سکون کا باعث ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے مناسک حج اور مسائل ہر دور میں موضوع بحث رہے ہیں' متقدم اور متاخر سب اہل علم نے اس پر خامہ فرسائی کی ہے۔ حافظ ابن حزمؒ نے بھی حجتہ الوداع کے موضوع پر ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جو بہت عمدہ اور قابل قدر ہے۔ مگر اس میں بعض اوہام ہیں' ہم انشاء اللہ ان کے رفع کرنے کی کوشش کریں گے۔ نبی علیہ السلام نے ہجرت کے بعد تین عمرے اور صرف ایک حج بمع عمرہ ادا کیا۔ بخاری اور مسلم میں حضرت انسؓ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے ذی قعدہ میں کئے بجز اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے تین عمرے کئے' ایک شوال میں دو ذی قعد میں۔ اور مسند احمد میں عمرو بن شعیب کی سند سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین عمرے کئے اور سب ذی قعد میں تھے۔

امام احمد (ابو النضر' داؤد عطار' عمرو' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

چار عمرے کئے۔ ۱۔ عمرہ حدیبیہ ۲۔ عمرہ قضا ۳۔ عمرہ جعرانہ ۴۔ عمرہ بمع حج' ابوداؤد' نسائی اور ترمذی میں بھی مذکور ہے اور امام ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا ہے۔

۶ھ میں عمرہ حدیبیہ جس کی ادائیگی میں مشرکین حائل ہو گئے۔ ۲۔ اگلے سال عمرہ قضا گذشتہ سال کے عمرہ کی قضا اور قصاص' اسے "عمرہ قضیہ" بھی کہتے ہیں کہ کفار کے ساتھ ایک فیصلہ کے تحت ہوا' ۳۔ عمرہ جعرانہ طائف سے واپسی کے بعد' جہاں غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا' ۴۔ عمرہ' حج کے ہمراہ۔

مکہ میں صرف ایک حج؟ : امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انیس غزوات کئے اور ہجرت کے بعد صرف ایک حج کیا۔

ابو اسحاق کا بیان ہے کہ ایک حج مکہ میں کیا' یہ بالکل بعید از خیال اور وہم ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام بعد از بعثت ہر سال موسم حج میں آتے اور لوگوں کو دعوت توحید پیش کرتے اور یہ فرماتے کہ قریش توحید کی تبلیغ میں حائل اور مانع ہیں۔ کوئی ہے جو مجھے پناہ دے کہ میں تبلیغ کر سکوں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انصار کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا اور متواتر تین سال جمرہ عقبہ کے پاس اجتماع ہوتا رہا۔ بالاخر ایک فیصلہ کے تحت آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

۱۰ھ میں : مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ۹ سال کے قیام کے دوران کوئی حج نہیں کیا' پھر آپؐ نے حج کا اعلان فرمایا تو مدینہ منورہ میں بے شمار لوگ جمع ہو گئے۔ چنانچہ جب ذی قعدہ پانچ یا چار یوم باقی تھا آپ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا۔ (بیہقی)

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ذی قعد ۱۰ھ میں حج کے لئے تیار ہوئے اور لوگوں کو بھی حج کے لئے تیار ہونے کا ارشاد فرمایا' اور مجھے عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے والد کی معرفت ام المومنین حضرت عائشہؓ سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ۲۵ ذی قعد کو حج کے لئے روانہ ہوئے (یہ سند جید ہے)

موطا میں امام مالکؒ' یحییٰ بن سعید انصاری سے عروہؒ کی معرفت حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہم صرف حج کی خاطر ۲۵ ذیقعد کو روانہ ہوئے' یہ روایت صحیحین' سنن نسائی ابن ماجہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں متعدد طرق سے (از یحییٰ انصاری از عمرہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذکور ہے۔

کس روز روانہ ہوئے : امام بخاری' حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سر کے بال درست کئے' تیل لگایا' چادر اور تہہ باندھی اور ماسوائے زعفرانی لباس کے کسی کپڑے کے استعمال سے منع نہیں فرمایا۔ آپ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اور ذوالحلیفہ کے "بیداء" مقام میں ناقہ پر سوار ہوئے اور یہ ۲۵ ذیقعد کا واقعہ ہے۔ اور مکہ مکرمہ میں پانچ ذوالحج کو پہنچے۔

دن کا تعین : اگر ۲۵ کی صبح کو ذوالحلیفہ میں قیام مراد ہو تو ابن حزمؒ کا دعویٰ درست ہے کہ آپؐ جمعرات کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے' اور جمعہ کی رات ذوالحلیفہ میں بسر کی اور صبح بروز جمعہ ۲۵ ذی قعد کو آپ

ﷺ ذوالحلیفہ میں تھے۔ اگر حضرت ابن عباسؓ کا مقصد ۲۵ ذی قعد کو رسول اللہ ﷺ کا مدینے سے روانہ ہونا ثابت ہو' جیسا کہ حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ ۲۵ ذیقعد کو مدینے سے روانہ ہوئے تو امام ابن حزمؒ کا خیال بعید از فہم اور ناقابل تسلیم ہے۔ ذی قعد اگر پورے تیس یوم کا ہو تو آپؐ کی روانگی لامحالہ جمعہ کے روز ہوگی اور یہ یاد رہے کہ مدینہ سے آپ ﷺ کی روانگی بروز جمعہ دشوار ہے کیونکہ (۱) امام بخاری (موسیٰ بن اسماعیل' وہیب' ایوب' ابوقلابہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہم نے چار رکعت نماز ظہر مدینہ منورہ میں پڑھی اور ذوالحلیفہ میں نماز عصر قصر کی' پھر آپؐ نے وہاں رات بسر کی' صبح بروز جمعہ آپ ﷺ ذوالحلیفہ میں بیداء کے مقام پر اونٹنی پر سوار ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد حج اور عمرے کا احرام باندھا۔

(۲) مسلم اور نسائی میں (قتیبہ حماد بن زید' ایوب' ابوقلابہ) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں نماز ظہر چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں نماز عصر دوگانہ ادا کی۔

(۳) امام احمد (عبدالرحمٰن' سفیان ثوریؒ' محمد بن منکدر و ابراہیم بن میسرہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر مدینہ میں پوری پڑھی اور ذوالحلیفہ میں نماز قصر کی۔ بخاری میں یہ روایت ابونعیم کی معرفت سفیان ثوری سے مذکور ہے۔ مسلم شریف' ابوداؤد اور سنن نسائی میں یہ روایت (سفیان بن عیینہ سے محمد بن منکدر اور ابراہیم بن میسرہ) کی معرفت حضرت انسؓ سے منقول ہے۔

(۴) امام احمد (محمد بن بکر' ابن جریج' محمد بن منذر) حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھائی اور عصر ذوالحلیفہ میں قصر کی' اور رات ذوالحلیفہ میں ہی بسر کی' صبح ہوئی' پھر آپ سوار ہوئے اور احرام باندھا۔

(۵) امام احمد (یعقوب' ابوہ' محمد بن اسحاق' محمد بن منذر تیمی) حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چار رکعت نماز ظہر مدینہ منورہ میں پڑھائی پھر ذوالحلیفہ میں عصر قصر کی بغیر کسی خوف و خطرہ کے' امام احمد کی یہ دونوں اسناد شرط بخاری کی حامل ہیں۔

ان متعدد روایات کے موجب آپ ﷺ کا مدینہ سے بروز جمعہ روانہ ہونا نہایت مشکل اور دشوار امر ہے۔ اور بروز جمعرات بھی آپؐ کی روانگی جیسا کہ امام ابن حزمؒ کا خیال ہے' دشواری سے خالی نہیں' کیونکہ وہ ۲۴ ذی قعد کو پڑتی ہے اور یہ تواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ یکم ذوالحج کو جمعرات تھی اور نو ذوالحجہ کو جمعہ تھا۔ بالفرض اگر آپؐ کی روانگی مدینہ سے ۲۴ ذی قعد بروز خمیس ہو تو لازماً اس ماہ کی (جمعہ' ہفتہ' اتوار' سوموار' منگل اور بدھ) کی چھ راتیں باقی ہوں گی' حالانکہ حضرت ابن عباس' حضرت عائشہؓ اور حضرت جابرؓ سے ثابت ہے کہ آپؐ کی روانگی کے وقت ذی قعد کی پانچ راتیں باقی تھیں' لہٰذا ثابت ہو گیا کہ آپؐ کی روانگی مدینہ سے بروز ہفتہ ہوئی۔

دراصل راوی کو اس بات میں غلط فہمی ہوئی کہ ذی قعد پورے تیس یوم کا تھا جیسا کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ذی قعد کی پانچ یا چار رات باقی رہتے روانگی ہوئی لیکن اتفاق سے ذی قعد بدھ کو ختم ہو گیا اور

جمعرات کو ذوالحجہ کا چاند نظر آیا۔ واللہ اعلم۔

مدینہ سے روانگی کا راستہ : بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ مدینہ سے جانب مکہ شجرہ کے راستے روانہ ہوتے اور معرس کے راہ واپس لوٹتے (یعنی) مکہ کی طرف جاتے تھے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے تھے اور جب واپس لوٹتے تو ذوالحلیفہ میں وادی کے درمیان نماز پڑھتے اور پھر صبح تک وہیں قیام فرماتے تفرد البخاری من ھذا الوجہ۔

کس حالت میں : حافظ ابوبکر بزار (عمرو بن مالک' یزید بن زریع' ہشام' عروہ' ثابت' ثمامہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خستہ کجاوے پر سوار ہو کر حج کا سفر کیا جس کے نیچے ایک چادر تھی اور آپؐ نے فرمایا حج ہے بغیر ریا اور نمود کے۔ امام بخاری اور حافظ بزار نے (محمد بن ابی بکر مقدمی' یزید بن زریع' عروہ' ثابت) ثمامہ سے بیان کیا ہے کہ انسؓ نے بوسیدہ کجاوے پر حج کا سفر کیا اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کجاوے پر حج کا سفر فرمایا۔ امام بخاری اور بزار نے اس روایت کو معلق بیان کیا ہے اور حافظ بیہقی نے سنن میں اس کو پوری سند سے بیان کیا ہے۔

حافظ ابو یعلی (علی بن جعد' ربیع بن صبیح' یزید بن ابان رقاشی) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خستہ کجاوے پر حج کا سفر کیا اور نیچے ایک معمولی چادر تھی جو چادر درہم سے بھی کم قیمت کی تھی اور فرمایا کہ حج بغیر کسی قسم کی ریاکاری کے ہے۔ امام ابن ماجہ نے وکیع سے اور شمائل میں امام ترمذی نے ابوداؤد طیالسی اور سفیان ثوری سے مذکورہ حدیث ربیع بن صبیح کی معرفت یزید بن ابان رقاشی سے بیان کی ہے اور اکثر ائمہ کے نزدیک یزید رقاشی کی حدیث غیر مقبول ہے بس یہ سند ضعیف ہے۔

امام احمد (ہاشم' اسحاق بن سعید بن عمرو بن عاص) سعید بن عمرو سے بیان کرتے ہیں میں ابن عمر کے ہمراہ تھا کہ ہمارے قریب سے ایک یمنی قافلہ گزرا ان کے کجاوے چرمی تھے اور اونٹوں کی مہاریں چھیل کی تھیں۔ عبداللہ بن عمر نے ان کو دیکھ کر فرمایا جو شخص حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کی رفقا سفر کی کیفیت اور حالت دیکھنا چاہتا ہے وہ اس قافلے کو دیکھ لے۔ امام ابوداؤد نے بھی یہ روایت ہناد از وکیع از اسحاق بن سعید بیان کی ہے۔

حافظ بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ ابوطاہر فقیہ ابو زکریا بن ابی اسحاق بن حسن' ابوسعید بن ابی عمرو' ابوالعباس اصم' محمد بن عبداللہ بن حکم' سعید بن بشیر قرشی' عبداللہ بن حکیم کنانی یمنی) بشر بن قدامہ ضبابی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو میدان عرفات میں قصوا اونٹنی پر سوار دیکھا پالان کے نیچے ایک بولانی چادر تھی آپؐ دعا فرما رہے تھے الٰہی یہ حج بغیر ریا اور نمود کے قبول فرما۔ لوگ کہہ رہے تھے "آپ رسول اللہ ہیں"

حج میں خدمت گار : امام احمد' عباد بن عبداللہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں تھے' عرج میں آئے تو رسول اللہ ﷺ سواری سے اتر کر بیٹھ گئے۔ آپ کے پہلو میں حضرت عائشہؓ بیٹھ گئیں اور میں حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا ساز و سامان ایک ہی اونٹ پر تھا جو حضرت ابوبکرؓ کے غلام کے سپرد تھا۔ حضرت

ابوبکر اس کے انتظار میں تھے' وہ آیا تو اونٹ ندارد' آپ نے پوچھا اونٹ کہاں ہے اس نے کہا گذشتہ رات سے لاپتہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تیرے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا اور وہ بھی گم ہو گیا۔ آپ اسے زدوکوب کرنے لگے اور رسول اللہ ﷺ مسکرا کر فرما رہے تھے' اس محرم اور حاجی کو دیکھو کیا کر رہا ہے۔ یہ روایت ابوداؤد اور سنن ابی ماجہ میں بھی ہے۔

پیدل حج : مسند ابوبکر بزار میں ہے کہ (اسماعیل بن حفص' یحیٰی بن یمان' حمزہ زیات' حمران بن رعین' ابوالطفیل) **حضرت ابوسعید سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ نے مدینہ سے مکہ تک پیدل سفر کیا کمر پر پٹکے باندھے ہوئے تھے اور تیز رفتار چل رہے تھے۔**

یہ حدیث منکر ہے اس کی سند ضعیف ہے حمزہ زیات اور اس کا شیخ حمران دونوں متروک ہیں اور یہ روایت صرف اسی سند سے مروی ہے۔ حافظ بزار فرماتے ہیں اگر حدیث صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمرے کے سفر میں تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک حج کیا اس میں آپؐ سوار تھے اور بعض پیدل تھے۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی عمرہ بھی پیدل نہیں کیا۔ آپؐ کے حج اور عمرہ کے حالات اور کوائف الم نشرح ہیں' مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں بلکہ یہ حدیث شاذ اور منکر ہے۔

ظہر کے بعد سفر : پہلے بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھیں پھر آپ ذوالحلیفہ کی وادی عقیق میں سوار ہو کر تشریف لائے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور وہاں عصر کی نماز قصر کی' پھر وہاں آپ نے رات بسر کی اور فجر کی نماز پڑھا کر فرمایا کہ آج رات احرام کے بارے وحی آئی ہے جیسا کہ امام احمد نے ابن عمر سے نقل کیا ہے (انک ببطحاء مبارکة) اور صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے (صل فی ھذا الوادی المبارک وقل عمرة فی حجة)

رات کو وحی نازل ہوئی کہ اس مبارک میدان میں نماز پڑھیئے' یہ بات آپؐ نے فجر کی نماز کے بعد بتائی' ظاہر ہے کہ اب صرف ظہر کی نماز کا وقت آئے گا' چنانچہ آپؐ نے وہاں ظہر کی نماز پڑھی اور "عمرة فی حجة" کہا یعنی عمرہ حج کے سمیت' یہ روایت حج قران پر بہترین دلیل ہے۔ چنانچہ آپ ایک ایک کر کے نو حرم کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمان الٰہی کے مطابق وہیں ٹھہرے اور نماز پڑھی۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز ادا کی' پھر اونٹ کو اشعار کیا' کوہان کے نیچے معمولی سا چیرا دے دیا' پھر سوار ہو کر لبیک کہا۔

اسی طرح امام احمد' حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر پڑھ کر سوار ہوئے پھر بیداء پر تلبیہ کہا۔ ابوداؤد' نسائی میں بھی مذکور ہے۔

امام ابن حزم کا گمان ہے : کہ ذوالحلیفہ سے روانگی پہلے پہر' ظہر سے قبل ہوئی جو محولہ بالا روایات کی رو سے درست نہیں۔ مگر ان کی تائید میں (امام بخاری' ایوب' گمنام راوی) حضرت انسؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح تک قیام فرمایا' پھر سوار ہو کر مقام بیداء پر حج اور عمرہ کا تلبیہ کہا لیکن اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے شاید ابوقلابہ ہو' واللہ اعلم۔ نیز نماز ظہر کا بیان نہ ہونا' اس کے عدم وجود کو مستلزم

نہیں۔ (ندوی)

خوشبو لگانا : امام مسلم' محمد بن منتشر کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی پھر آپؐ تمام بیویوں کے ہاں تشریف لے گئے' پھر آپؐ نے احرام باندھا اور آپؐ سے خوشبو کی مہک آرہی تھی' امام بخاریؒ نے بھی محمد بن منتشر سے یہ بیان نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ظن : مسلم میں محمد بن منتشر سے مذکور ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ خوشبو استعمال کرنے کے بعد احرام باندھنے کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے فرمایا میں خوشبو لگا کر احرام باندھنا پسند نہیں کرتا' البتہ مجھے بدبودار تیل لگانا خوشبو دار سے زیادہ پسند ہے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگائی پھر آپ ایک ایک کر کے سب بیویوں کے پاس تشریف لے گئے' بعد ازاں آپؐ نے احرام باندھا' یعنی بیویوں کے پاس جانے سے قبل خوشبو لگائی پھر ضروری غسل سے فراغت کے بعد بھی عطر استعمال کیا اور احرام باندھنے کے وقت بھی غسل کیا جیسا کہ ترمذی اور نسائی میں حضرت زیدؓ بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھنے کے لئے لباس اتارا اور غسل کیا۔

احرام کے لئے غسل اور خوشبو : امام احمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احرام باندھنا چاہتے تو خطمی وغیرہ سے سر دھوتے اور تیل بھی استعمال کرتے۔ امام شافعیؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو احرام کا لباس پہننے کے وقت بھی خوشبو لگائی اور احرام اتارنے کے وقت بھی۔ عروہ بن زبیر' آپ کے بھانجے کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا کون سی خوشبو' تو فرمایا نہایت اعلیٰ خوشبو' رواہ مسلم و اخرجہ البخاری۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی اور احرام کھولنے کے وقت بھی طواف افاضہ سے قبل۔ اور مسلم میں ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے اور کھولنے کے وقت حجۃ الوداع میں اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگائی۔ نیز مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے **طیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی ھاتین الحرمہ حین احرم والحلہ قبل ان یطوف بالبیت**

مسلم شریف میں دیگر سند سے مذکور ہے حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے سے قبل اور قربانی کے دن قبل از طواف افاضہ بھی خوشبو لگائی۔ اور مسلم شریف میں مسروق تابعیؒ حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں تلبیہ کہنے کے وقت خوشبو کی چمک دیکھ رہی تھی' اور ایک روایت میں ہے' **کانی انظر الی وبیص المسک فی مفرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو محرم (متفق علیہ)**

ابوداؤد طیالسی حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ احرام کی حالت میں' میں نے رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں خوشبو کی چمک دیکھی۔ امام احمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ ﷺ کے بالوں میں احرام سے کئی دن بعد خوشبو کی چمک دیکھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر سے حمیدی کی مسند میں ہے کہ احرام سے تین روز بعد آنحضور ﷺ کے بالوں میں چمک دیکھی۔

ان جملہ احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد از غسل خوشبو استعمال فرمائی۔ اگر غسل سے قبل استعمال فرمائی ہوتی تو خوشبو کا نام نشان بھی باقی نہ رہتا۔ خصوصاً تین روز کے بعد۔

کراہت : سلف صالحین کے ایک طائفہ کا خیال ہے اور ان میں حضرت ابن عمرؓ کا بھی شمار ہے کہ احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانا مکروہ ہے۔ بایں ہمہ' سنن بیہقی میں' ابن عمرؓ سے نقل ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے احرام باندھنے کے وقت رسول اللہ ﷺ کو بہت اعلیٰ خوشبو لگائی۔ (ھذا سند غریب عزیز المخرج)

بالوں کا چپکانا : رسول اللہ ﷺ نے سر کے بالوں کو چپکا لیا کہ گرد و غبار سے محفوظ رہیں اور خوشبو بھی برقرار رہے۔ امام مالکؒ نے بذریعہ نافع' ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت حفصہ ؓ نے عرض کیا' یارسول اللہ! لوگ عمرے کا احرام کھول چکے ہیں اور آپ نے نہیں کھولا تو فرمایا "میں نے سر کے بال چپکا لئے ہیں اور قربانی کے جانور کو قلادہ ڈال دیا ہے' چنانچہ میں قربانی کے بعد احرام کھولوں گا۔"

سنن بیہقی میں نہایت عمدہ سند سے حضرت ابن عمرؓ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سر کے بال شہد سے چپکائے' پھر ذوالحلیفہ میں قربانی کو قلادہ ڈالا اور کوہان چیر کر زخمی کر کے اشعار کیا۔

قران : متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرے کے ساتھ حج کا احرام باندھا اور قربانی اپنے ساتھ ذوالحلیفہ سے لے گئے۔

اشعار اور قلادہ : مسلم اور سنن اربعہ میں قتادہ ابوحسان کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی والی اونٹنی کو کوہان کی دائیں جانب چیر کر خون صاف کیا اور اسے جوتوں کا ہار ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک قربانی کا اشعار اور قلادہ خود نبی کریمؐ نے اپنے دست مبارک سے ڈالا۔ اور باقی قربانیوں کا اشعار اور قلادہ کسی اور نے ڈالا' کیونکہ آپؐ نے سو (یا قریباً سو) اونٹ کی قربانی کی۔ اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹ قربان کئے اور باقی ماندہ حضرت علی ؓ نے ذبح کئے۔

قربانی کے جانور : حدیث جابرؓ میں ہے کہ حضرت علی ؓ یمن سے رسول اللہ ﷺ کے لئے قربانی کے جانور لائے تھے اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی ؓ کو اپنے قربانی کے اونٹوں میں شریک کیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی نے ۱۰ ذوالحجہ کو سو اونٹ قربان کیا۔ کچھ ذوالحلیفہ سے ہی آپؐ کے ہمراہ تھے اور کچھ راستہ میں خریدے۔

کس مقام پر تلبیہ کہا : بخاری شریف میں حضرت عمر ؓ سے مذکور ہے کہ وادی عقیق میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ آیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور عمرہ کے ہمراہ حج کی نیت کرو۔ مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ شروع کرنے کا باب باندھ کر امام

بخاری نے ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ کہا۔ ترمذی، نسائی اور ابوداؤد میں بھی یہ حدیث مذکور ہے متفق علیہ روایت میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ تمہارا یہ مقام بیداء جس کے بارے تم رسول اللہ ﷺ پر افترا کرتے ہو سنو! رسول اللہ ﷺ نے تلبیہ مسجد کے پاس ہی سے شروع کیا۔

مگر ایک متفق علیہ روایت میں مذکور ہے جو (امام مالکؒ، سعید مقبری، عبید بن جریج) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تلبیہ تب کہا جب آپؐ کی سواری کھڑی ہوئی۔

اما الا ھلال فانی لم ار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یھل حتی تنبعث بہ راحلتہٗ

اختلاف کا سبب : امام احمدؒ (یعقوب، ابوہ، ابن اسحاق، خصیف بن عبدالرحمٰن جزری) **سعید بن جبیرؒ** سے بیان کرتے ہیں، میں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا جناب ابوالعباس! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ ﷺ کے تلبیہ شروع کرنے کے بارے تعجب خیز اختلاف ہے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا وجہ اختلاف خوب جانتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ہی حج کیا، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ سے حج کے لئے روانہ ہوئے تو مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز کے بعد ہی حج کے لئے تلبیہ کہا، آس پاس کے لوگوں نے سنا اور یاد رکھا۔ پھر اونٹنی پر سوار ہو کر تلبیہ کہا کچھ لوگوں نے یہ سنا کیونکہ لوگ قافلہ در قافلہ آرہے تھے ان کو یہی یاد رہا کہ سوار ہونے کے بعد ہی تلبیہ کہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر چلے اور بیداء کی بلندی پر پہنچے تو تلبیہ کہا جن لوگوں نے یہ دیکھا انہوں نے یہی بیان کیا۔

خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد ہی حج کی نیت کرلی تھی۔ اور تلبیہ کہا اور سوار ہو کر بھی تلبیہ کہا، بیداء کی بلندی پر چڑھ کر بھی تلبیہ کہا۔

تبصرہ : نسائی اور ترمذی نے قتیبہ، عبدالسلام بن حرب، خصیف جزری سے مذکورہ بالا سند سے بیان کیا ہے اور امام ترمذی کہتے ہیں ہمارے علم میں خصیف سے سوائے عبدالسلام کے کسی نے بیان نہیں کیا (ترمذی مع تحفہ ص ۸۱ ج ۲) حالانکہ مذکورہ بالا سند میں خصیف سے ابن اسحاق نے بیان کیا ہے اور امام بیہقی نے بھی اس سند سے بیان کر کے کہا ہے کہ خصیف جزری غیر قوی ہے اور واقدی نے بھی اس کو ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں مگر واقدی کی متابعت چنداں مفید نہیں، کیونکہ اس بارے میں جو روایات حضرت عمرو غیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں ان کی سندیں قوی اور مضبوط ہیں۔ واللہ اعلم۔

محاکمہ : امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو یہ مختلف احادیث میں نہایت اعلیٰ تطبیق ہوتی اور باہمی متضاد احادیث کی عمدہ توجیہہ علاوہ ازیں ابن عباس اور ابن عمرؓ سے اس کے برعکس بھی مروی ہے (جب رسول اللہ ﷺ کو سواری لے کر کھڑی ہوتی تو تلبیہ کہتے) امام بخاریؒ محمد بن منکدر کے حوالہ سے حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ پہنچ کر، عصر قصر کی، پھر وہیں رات بسر کی اور صبح ہو گئی، پھر جب سواری پر سوار ہوئے اور سواری کھڑی ہو گئی تو تلبیہ کہا۔ یہ روایت صحاح ستہ میں محمد بن منکدر اور ابراہیم بن میسرہ کی معرفت متعدد طرق سے حضرت انسؓ سے

منقول ہے۔ نیز بخاری و مسلم میں عبید بن جریج ابن عمرؓ کی معرفت مذکور ہے اما الا هلال فانی لم ار رسول الله صلی الله علیه وسلم یهل حتی تنبعث به راحلته اور بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ میں سوار ہوئے' جب سواری کھڑی ہو گئی تو آپؐ نے تلبیہ کہا۔

"جو شخص اس وقت لبیک کہے جب کہ اس کی سواری اس کو لے کر کھڑی ہو جائے" کے عنوان کے ذیل امام بخاریؒ نے (صالح از نافع از ابن عمرؓ) بیان کیا ہے کہ جب سواری آپ کو لے کر کھڑی ہو گئی تو تلبیہ کہا۔ مسلم اور نسائی میں بھی یہ روایت مذکور ہے اور مسلم میں (از عبیداللہ از نافع از ابن عمرؓ) مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پائے دان میں پیر مبارک رکھا اور سواری کھڑی ہو گئی تو تلبیہ کہا۔

قبلہ رو ہو کر تلبیہ کہنے : کی سرخی قائم کر کے امام بخاری نے (از ابو معمر از عبدالوارث از ایوب) از نافع بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب صبح کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھ چکتے تو سواری کو تیار کئے جانے کا حکم دیتے۔ وہ تیار کر دی جاتی تو سوار ہوتے جب وہ آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تو قبلہ رو کھڑے ہو کر تلبیہ کہتے اور حرم میں پہنچنے تک برابر تلبیہ کہتے رہتے اور پھر سکوت اختیار کرتے۔

ذی طویٰ' آبار زاہر' میں پہنچ کر رات بسر کرتے پھر صبح کی نماز کے بعد غسل کرتے اور ابن عمرؓ کہتے رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا ہے۔ مسلم اور سنن ابوداؤد میں بھی یہ روایت مذکور ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کا دستور : امام بخاری' فلیح از نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ ہوتے تو سادہ تیل استعمال کرتے اور مسجد ذوالحلیفہ میں (پہنچ کر) نماز پڑھتے' پھر سوار ہوتے جب سواری کھڑی ہو جاتی تو احرام کا اعلان کرتے اور فرماتے' میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ مسلم شریف میں سالم از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ یہ بیداء مقام ہے جس کے بارے تم رسول اللہ ﷺ سے غلط بات منسوب کرتے ہو' واللہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر اس درخت کے پاس تلبیہ کہا۔ اس روایت اور سابقہ روایات کا متفقہ مفہوم یہ ہے کہ مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھا سواری پر سوار ہونے کے بعد' مقام بیداء پر پہنچنے سے قبل۔

مدینہ سے روانگی : بخاری شریف میں کریب از ابن عباسؓ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ روانہ ہونے سے قبل بالوں کو کنگھی سے آراستہ کیا' تیل ڈالا' لباس بدلا' چادر اوڑھی' تہمد باندھا اور زعفرانی رنگ کے بغیر' کسی رنگین کپڑے پہننے کی ممانعت نہیں فرمائی۔ پھر آپؐ بمع صحابہؓ ذوالحلیفہ چلے آئے' وہیں صبح ہوئی۔ پھر سوار ہو کر بیداء مقام پر چلے آئے سب نے تلبیہ کہا' قبل ازیں قربانی کے جانور کو قلادہ ڈالا۔ یہ سفر ماہ ذی قعد کے ختم ہونے سے پانچ روز قبل ہوا "مکہ پہنچ کر" آپؐ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا' پھر صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے' قربانی ساتھ ہونے کی وجہ سے آپؐ نے احرام نہیں اتارا۔ کوہ حجون کے پاس آپؐ احرام کی حالت میں ہی مکہ میں مقیم رہے اور طواف کے بعد بیت اللہ میں نہیں آئے' پھر عرفات سے واپسی کے بعد ہی بیت اللہ میں تشریف لائے۔ اور جن لوگوں کے پاس قربانیاں نہ تھیں آپؐ نے ان کو طواف اور سعی صفا مروہ کے بعد سر کے بال کٹوا کر حلال ہونے اور احرام اتارنے کا حکم فرمایا' مباشرت'

خوشبو دار اور سلے لباس کو مباح قرار دیا۔

بیداء پر تلبیہ کہنا : مسند احمد میں ابو حسان اعرج مسلم بن عبداللہ بصری' ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز کے بعد اپنی قربانی کو اشعار کیا' کوہان کو دائیں جانب سے چیر کر خون صاف کیا اور اس کو جوتیوں کا قلادہ پہنایا' پھر سواری پر سوار ہو کر بیداء مقام پر آئے تو حج کیلئے تلبیہ کہا۔

مسند احمد' صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں ابن عباس سے متعدد اسناد سے یہ مروی ہے کہ جب سواری اٹھ کھڑی ہوئی تو آپؐ نے تلبیہ کہا۔ خصیف جزری کی مذکور بالا روایت سے حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت زیادہ صحیح اور قوی ہے۔ اسی طرح وہ روایات جن میں یہ وضاحت ہے کہ آپؐ نے سوار ہو کر تلبیہ کہا۔ دیگر روایات سے مقدم اور راجح ہیں۔ ایسے ہی حضرت انسؓ کی روایت اور مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت "ان رسول اللّٰہ اھل حین استوت بہ راحلتہ" تمام معارض اور مناقشات سے مبرا ہے۔ واللہ اعلم۔ بخاری شریف میں بھی از عطا از جابرؓ مروی ہے کہ ذوالحلیفہ میں جب سواری اٹھ کھڑی ہوئی تو آپؐ نے تلبیہ کہا۔

منکر روایت : ابوداؤد اور بیہقی میں (محمد بن اسحاق بن یسار جو روایت عائشہ بنتؓ سعد کے ذریعہ) سعد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب "فرع" کے راستے سفر شروع کرتے تو سوار ہو کر تلبیہ کہتے اور جب کوئی اور راہ اختیار فرماتے تو بیداء کی بلندی پر تلبیہ کہتے۔ وہ بالکل غریب اور منکر ہے' واللہ اعلم۔

خلاصہ : ان سب روایات سے یقیناً یا کم از کم گمان غالب کے طور پر واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز اور سوار ہونے کے بعد قبلہ رخ ہو کر احرام باندھا۔

رسول اللہ ﷺ کے احرام کے بارے اختلاف : بخاری و مسلم مسند احمد ابن ماجہ اور سنن نسائی میں قریباً سولہ اسناد سے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کی خاطر احرام باندھا۔

عمرہ نہیں کیا : وہ حدیث جو مسند احمد میں عروہ از حضرت عائشہؓ مذکور ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص حج سے قبل عمرہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ عمرہ کر لے لیکن رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا اور عمرہ نہیں کیا" بالکل غریب ہے' امام احمد اس میں متفرد ہیں گو اس کی سند کچھ بہتر ہے' مگر اس میں "لم یعتمر" عمرہ نہیں کیا کا اضافہ بالکل منکر اور غریب ہے "لم یعتمر" سے مراد اگر یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے حج سے قبل اور حج کے ساتھ عمرہ نہیں کیا تو یہ مقصد "مفرد حج" کے قائلین کا ہے' اگر اس سے یہ مراد ہو کہ آپؐ نے قطعاً عمرہ نہیں کیا نہ قبل از حج نہ بعد از حج تو میرے علم میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں' نیز یہ حضرت عائشہؓ کے صحیح قول کے مخالف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی قعد میں چار عمرے کئے ماسوئی اس عمرے کے جو حج کے ساتھ کیا۔ واللہ اعلم۔

منکر روایت : اسی طرح درج ذیل روایت بھی منکر ہے جو امام احمدؒ (روح' صالح بن ابی الاخضر' ابن شہاب' عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرے کا

احرام باندھا اور اپنے ہمراہ قربانی لے گئے اور کچھ لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا اور ان کے ہمراہ قربانیاں تھیں۔ اور بعض نے عمرے کا احرام باندھا اور ان کے ساتھ قربانیوں کے جانور نہ تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں عمرے کا احرام باندھا اور میرے ہمراہ قربانی کا جانور نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لے آئے تو فرمایا جس شخص نے عمرے کا احرام باندھا تھا اور اس کے پاس قربانی کا جانور ہے وہ بیت اللہ شریف کا طواف کرے' صفا مروہ کی سعی کرے' احرام کو بدستور برقرار رکھے' قربانی کے دن' قربانی ذبح کرنے کے بعد احرام اتارے۔ اور جس نے عمرے کا احرام باندھا' قربانی اس کے ہمراہ نہیں وہ طواف اور سعی کے بعد احرام اتارے' پھر ۸ ذی الحج کو حج کا احرام باندھے اور قربانی کرے جس شخص کو قربانی کی استطاعت نہ ہو وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات اپنے وطن پہنچ کر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حج پہلے کیا جس کے فوت ہونے کا خطرہ تھا اور بعد میں عمرہ کیا۔ اس حدیث شریف میں امام احمد متفرد ہیں اور اس کا یہ آخری فقرہ منکر ہے صالح بن ابی الاخضر کا امام زہری کے اعلیٰ تلامذہ میں شمار نہیں' خصوصاً اس کے جب مخالف کوئی بیان کرے۔ جیسے اس روایت میں ہے۔

علاوہ ازیں **"فقدم رسول اللّٰہ الحج الذی یخاف فوتہ واخر العمرۃ"** کے ابتدائی الفاظ **"اھل بالحج والعمرۃ"** کے متضاد ہیں۔

حج اور عمرہ دونوں کا معاً ایک ساتھ احرام باندھنے کا اگر مطلب یہ ہو کہ ارکان حج سے فراغت کے بعد عمرہ کیا جیسے کہ مفرد حج کے قائلین کا مسلک ہے تو یہ حدیث ہمارے اس موضوع اور مبحث سے متعلق ہے' اگر اس سے یہ مراد ہو کہ احرام کے بعد عمرہ بالکل موخر اور ملتوی کر دیا تو اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اگر اس کا مقصد یہ ہو کہ عمرے کے اجزائے ترکیبی "طواف اور سعی صفا مروہ" حج کے اعمال میں شامل ہے تو یہ حج قران کے قائلین کا مسلک ہے اور یہ لوگ "مفرد حج" کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے صرف حج کے ارکان ادا کئے۔ گو دل میں عمرے کی نیت بھی تھی۔ کیونکہ جس راوی سے مفرد حج کی روایت منقول ہے اس سے قران کی روایت بھی مذکور ہے' واللہ اعلم۔

مفرد تھے یہ روایت حضرت جابرؓ : (۱) امام احمد (ابو معاویہ' اعمش' ابوسفیان) حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔

(۲) حافظ بیہقی نے امام حاکم وغیرہ (اصم' احمد بن عبدالجبار' ابو معاویہ' اعمش' ابوسفیان) جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا' اس کے ہمراہ عمرے کی نیت نہ تھی۔ اس میں **"لیس معہ عمرۃ"** کا اضافہ بالکل عجیب و غریب ہے اور امام احمدؒ کی مذکورہ بالا روایت زیادہ محفوظ ہے' واللہ اعلم۔

(۳) مسلم شریف میں (جعفر بن محمد' ابوہ محمد) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے حج کا احرام باندھا اور عمرے کا کوئی ذکر نہ تھا۔

(۴) ابن ماجہ میں (ہشام بن عمار' دراوردی حاتم بن اسماعیل' جعفر بن محمد' محمد) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اکیلے حج کی نیت کی یہ سند عمدہ ہے۔

(۵) امام احمد (عبدالوہاب ثقفی، حبیب معلم، عطا) حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے حج کا احرام باندھا ماسوائے نبی علیہ السلام اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے کسی کے پاس قربانی کا جانور نہ تھا۔ (وھو فی البخاری)

مفرد تھے بہ روایت حضرت ابن عمرؓ : امام احمد (اسماعیل بن محمد) کی معرفت عباد بن عباد سے، اور امام مسلم (عبداللہ بن عون کی معرفت عباد بن عباد، عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر، نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔ حافظ ابوبکر بزار (حسن بن عبدالعزیز و محمد بن مسکین، بشر بن بکر، سعید بن عبدالعزیز بن زید بن اسلم) حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا تلبیہ کہا۔ یعنی مفرد حج کیا، یہ سند جید ہے اور سنن میں مذکور نہیں۔

مفرد تھے بروایت حضرت ابن عباسؓ : امام بیہقی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا اور ۴ ذی الحج کو مکہ پہنچے اور بطحا میں فجر کی نماز پڑھائی۔

مسلم شریف میں ابوحسان از ابن عباس طویل حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ جب بیداء مقام پر سواری رسول اللہ ﷺ کو لے کر کھڑی ہوگئی تو حج کا تلبیہ کہا۔

خلفا مفرد حج کیا کرتے تھے : امام دار قطنی عبدالرحمٰن بن اسود کے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ حج کیا، سب نے مفرد حج کیا۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے خلفاء کا فعل اس لئے یہاں بیان کیا ہے کہ یہ لوگ ہر کام نص کی روشنی میں کیا کرتے تھے۔

امام دار قطنی (ابوعبیداللہ القاسم بن اسماعیل و محمد بن مخلد، علی بن محمد بن معاویہ رزاز، عبداللہ بن نافع، عبداللہ بن عمر، نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عتابؓ بن اسید کو امیر حج مقرر کیا اس نے مفرد حج کیا، پھر ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا تو انہوں نے بھی مفرد حج کیا۔ پھر ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے خود حج کیا تو مفرد حج کیا پھر آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی مفرد حج کیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود حج کیا تو مفرد کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ نامزد ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا تو انہوں نے بھی مفرد حج کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو مفرد کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے تو آپ نے حضرت ابن عباسؓ کو امیر حج مقرر کیا، حضرت ابن عباسؓ نے بھی مفرد حج کیا۔

اس سند میں عبداللہ بن عمرؓ، عمری نافع کا تلمیذ ضعیف ہے، مگر بقول امام بیہقی صحیح سند سے اس کا شاہد موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ متمتع تھے : مسند احمد میں امام زہری، عبداللہ بن عمرؓ کا بیان سالم بن عبداللہ سے ذکر

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع میں حج کے ساتھ عمرے کو ملا کر تمتع کا تلبیہ کہا اور قربانی ذوالحلیفہ سے آپؐ کے ہمراہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے عمرے کا پھر حج کا تلبیہ کہا۔ بعض صحابہ کرامؓ کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے اور بعض کے ساتھ نہ تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ مکہ پہنچے تو آپؐ نے خطاب فرمایا جس حاجی کے ہمراہ قربانی ہے وہ حج سے قبل احرام نہ اتارے۔ اور جس کے پاس قربانی نہیں وہ عمرہ کر کے یعنی بیت اللہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کے بعد سر کے بال کٹوا کر احرام اتار دے پھر ۸ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے اور قربانی کرے۔ اور جس کو قربانی کی استطاعت نہ ہو وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات وطن واپس آکر۔

رسول اللہ ﷺ نے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف شروع کیا' پہلے حجر اسود کو مس کیا پھر پہلے تین چکر دوڑ کر لگائے اور چار چکر عام رفتار سے' پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی' پھر صفا مروہ کی سعی کی' پھر حج تک احرام نہ اتارا۔ قربانی کے دن' قربانی کرنے کے بعد طواف افاضہ کیا اور جس حاجی کے ہمراہ قربانی تھی اس نے بھی اسی طرح حج کے اعمال اور ارکان ادا کئے۔

امام احمد بواسطہ امام زہری' عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ ایک ساتھ ادا کر کے تمتع کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا کیا' جس طرح امام زہریؒ نے مذکور بالا روایت سالم بن عبداللہ کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کی ہے۔ اسی طرح یہ حدیث بخاری' مسلم' ابوداؤد اور سنن نسائی میں متعدد اسناد سے عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے۔

حل اشکال : اس حدیث سے "مفرد حج" مراد لینا بھی مشکل ہے کیونکہ اس میں عمرے کا ذکر ہے' خواہ وہ قبل از حج ہو یا بعد از حج۔ اور "تمتع" مراد لینا بھی دشوار ہے کیونکہ عمرے کے بعد' آپؐ نے احرام نہیں اتارا جیسا کہ حج تمتع کرنے والا اتار دیتا ہے۔ اور جس کا خیال یہ ہو کہ آپؐ نے احرام اس وجہ سے نہیں اتارا کہ آپؐ کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے جیسا کہ حدیث حفصہ رضی اللہ عنہا سے مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "فلا احل حتی انحر" میں قربانی ذبح کر کے احرام اتاروں گا۔ تو یہ بھی اشکال سے خالی نہیں کیونکہ حج قران کے بارے میں جو روایات مروی ہیں ان میں کسی ضعیف سے ضعیف تر روایت میں بھی یہ مذکور نہیں کہ آپؐ نے عمرے سے فراغت کے بعد فوراً حج کا احرام باندھا ہو۔

مسند احمد کی مذکور بالا روایت "تمتع رسول اللّٰہ فی حجة الوداع بالعمرة الی الحج" یعنی حجتہ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے حج کے ساتھ عمرہ ملا کر تمتع کیا" سے اصطلاحی تمتع مراد لینا مشکل ہے کیونکہ آپؐ نے سعی صفا مروہ کے بعد احرام نہیں اتارا اگر اس سے لغوی تمتع یعنی "حج قران" مراد ہو تو البتہ یہ درست ہے۔

اسی طرح مسند احمد کی مذکور بالا روایت میں "بداء رسول اللّٰہ فاھل بالعمرة ثم اھل بالحج" یعنی رسول اللہ ﷺ نے پہلے عمرے کا پھر حج کا تلبیہ کہا' کا مطلب اگر یہ ہو کہ آپؐ نے تلبیہ میں پہلے عمرے کا لفظ ادا کیا پھر حج کا یعنی لبیک اللّٰھم عمرة و حجًا" کہا تو یہ آسان فہم ہے اور حج قران کے منافی بھی نہیں۔ اگر اس

سے یہ مراد ہو کہ پہلے آپؐ نے عمرہ کا تلبیہ کہا تو پھر قبل از طواف عمرے اور حج دونوں کا تلبیہ کہا تو اس مفہوم سے بھی حج قران متصور ہوتا ہے۔

اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ آپؐ نے عمرے سے فراغت کے بعد قبل از "یوم ترویہ" حج کا احرام باندھ لیا ہو تو اس کا کوئی بھی قائل نہیں اور جو شخص اس بات کا دعویٰ دار ہو' اس کا دعویٰ مردود ہے کہ یہ بات کہیں منقول نہیں' نیز "حدیث قران" کے بھی خلاف ہے۔

غلط فہمی کے اسباب : مذکور بالا حدیث مسند احمد از ابن عمر کا پس منظر ایک اور سند سے یوں مروی ہے کہ جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا' اس وقت ابن عمرؓ نے حج کا ارادہ کیا' تو ان سے کسی صاحبزادے نے کہا "امسال جنگ کا خطرہ درپیش ہے اگر آپ حج ملتوی کر دیں تو بہتر ہے۔" یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا "رسول اللہ ﷺ نے جس طرح حدیبیہ میں کیا تھا' میں بھی اسی طرح کروں گا۔" چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے ذوالحلیفہ سے عمرے کا احرام باندھا جب بیداء کی چوٹی پر چڑھے تو فرمایا "عمرہ یا حج کی ادائیگی میں کسی مانع کا حائل ہونا اور محصور ہو جانا یکساں امر ہے کوئی فرق نہیں" اور حج کے احرام کی بھی نیت کرلی اور راوی نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا کہ پہلے عمرے کا تلبیہ کہا پھر حج کا بھی تلبیہ کہا اور اس نے اسی طرح بیان کر دیا۔ حالانکہ حضرت ابن عمرؓ کا منشا اس تشبیہ سے صرف عمرہ یا حج سے محصور ہونے تک تھا۔

مفصل بیان : عبداللہ بن وہب' امام مالکؒ وغیرہ' نافع سے بیان کرتے ہیں کہ حجاج کے محاصرہ اور جنگ و جدال کے دوران حضرت ابن عمرؓ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے تو فرمایا اگر میں مکہ مکرمہ نہ جا سکا تو رسول اللہ ﷺ کی حدیبیہ والی سنت پر عمل کروں گا۔ چنانچہ ذوالحلیفہ میں عمرے کا احرام باندھا اور بیداء مقام پر پہنچ کر اپنے رفقا سے کہا حج یا عمرہ سے محصور ہو جانا یکساں امر ہے کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا میں آپ کے سامنے عمرے کے ہمراہ حج کی نیت بھی کرتا ہوں' پھر بیت اللہ پہنچ کر طواف کیا اور صفا مروہ کی سعی کی یعنی صرف ایک بار طواف کیا سات چکر لگائیں' حج اور عمرہ کے لئے صرف ایک ہی سعی پر اکتفا کیا۔ پھر حج کے بعد قربانی کی' یہ روایت صحیحین باختلاف سند نافع سے مذکور ہے۔

مسند عبدالرزاق میں بھی نافع سے اسی طرح مذکور ہے۔ اور اس کے آخر میں یہ اضافہ منقول ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔" بخاری میں لیث از نافع مذکور ہے کہ ۷۳ھ میں جب حجاج نے حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور اس دوران حضرت ابن عمرؓ نے حج کا ارادہ کیا تو احباب نے کہا جنگ کا خطرہ ہے اندیشہ ہے کہ آپ بیت اللہ نہ پہنچ سکیں گے تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی سنت بہترین نمونہ ہے' ہم وہی کریں گے جو رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں کیا تھا۔

سنو! میں نے عمرے کا احرام باندھ لیا ہے' پھر بیداء مقام پر تشریف لائے تو فرمایا حج یا عمرہ بات ایک ہی ہے اب میں عمرے کے ساتھ حج کی نیت کا اضافہ کرتا ہوں پھر قدید سے قربانی خریدی' پھر عید کے روز حج کے بعد قربانی ذبح کر کے سر منڈایا اور احرام اتارا۔ حج اور عمرے کے لئے صرف ایک طواف اور ایک ہی بار صفا مروہ

کی سعی پر اکتفا کیا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی پر اکتفا کیا تھا۔

امام بخاری' نافع سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عبداللہ نے عرض کیا امسال لڑائی کا اندیشہ ہے آپ بیت اللہ میں نہیں جاسکیں گے سفر نہ کریں تو بہتر ہے۔ چنانچہ ابن عمرؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نیز پہلے پہلے بہ غرض حج تمتع' عمرے کا احرام باندھنے پھر رکاوٹ کے خطرہ سے حج کی نیت کر کے قارن ہو جانے میں حج تمتع کی افضلیت کے قائلین کے لئے بین دلیل ہے۔

تمتع : بخاری اور مسلم میں حضرت عمران ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود اور قرآن پاک کے زمانہ نزول میں ہم نے حج تمتع کیا' اب اپنی مرضی سے کوئی جو چاہے کرے۔ اس تمتع سے مراد انتفاع اور فائدہ ہے جس کا قران اور تمتع دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی سفر ایک عمل دو۔ یہ مفہوم مسلم شریف کی روایت سے واضح ہے۔ جو حضرت عمرانؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی سفر میں "حج اور عمرے" کو جمع فرمایا۔ بیشتر اسلاف حج قران پر تمتع کا بھی اطلاق کرتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ بمقام عسفان تمتع کے بارے حضرت علی ؓ اور حضرت عثمانؓ کے مابین نزاع پیدا ہوا۔ حضرت علی ؓ نے کہا جو عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے آپ کا اس سے منع کرنے کا کیا مقصد ہے۔ پھر حضرت علی ؓ نے بعد ازیں حج اور عمرہ دونوں کی نیت کر لی۔

اور مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ نے حضرت عثمان ؓ سے کہا کہ جناب آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تمتع کیا تھا یعنی حج اور عمرہ۔ ایک ساتھ ایک سفر میں کیا تھا تو حضرت عثمان ؓ نے کہا ہاں! کیا تھا مگر ہم اس وقت خائف تھے۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے' مقام حدیبیہ میں کفار نے آپ کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روک دیا' اب اگر کوئی میرے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو تو میں بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوں گا' رسول اللہ ﷺ کی سیرت بہترین نمونہ ہے۔

سنو! میں نے عمرہ کے ہمراہ حج کی بھی نیت کر لی ہے۔ چنانچہ آپ بیت اللہ میں آئے تو عمرہ اور حج کیلئے ایک طواف اور ایک دفعہ سعی کی' صرف ایک بار سات چکر لگائے' رواہ مسلم عن ایوب۔

اقتدا : محصور ہونے کی صورت میں احرام اتار دینا' حج اور عمرہ کے لئے صرف ایک طواف کرنا اور صفا مروہ کے درمیان صرف ایک مرتبہ سات چکر لگانے پر اکتفا کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی آپ کی مطاع اور مقتدا تھی' کیونکہ پہلے آپ نے تمتع بھی کر لی اور قارن ہو گئے۔ کیونکہ حج یا عمرے سے رکاوٹ کا مسئلہ بالکل یکساں ہے کوئی امتیاز نہیں۔ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو حج اور عمرے کے لئے صرف ایک طواف اور ایک بار صفا مروہ کے سات چکر پر اکتفا کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار یہی ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ سے حج قران کی روایت بھی مروی ہے اور نسائی میں نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حج قران کیا اور ایک طواف (اور سعی پر) اکتفا کیا۔ "ان ابن عمر قرن الحج والعمرۃ فطاف طوافا واحدا"

غلط فہمی کی نشان دہی : دراصل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پیش نظر' صرف رکاوٹ کی صورت میں احرام اتار دینا ایک طواف اور ایک سعی پر اکتفا کرتا تھا۔ مگر راوی نے غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے عمرے کا احرام باندھا پھر قبل از طواف حج کی بھی نیت کر لی۔ حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ مقصد نہ تھا' واللہ اعلم۔

رفع تضاد : حضرت ابن عباسؓ سے مسند کی روایت (**اهل رسول الله بعمرة**) کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرے کا تلبیہ کہا۔ ابوداؤد طیالسیؒ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت (**اهل رسول الله بالحج**) کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا تلبیہ کہا۔

دونوں روایات کو صحیح تسلیم کریں تو حج قران کا ثبوت بہم پہنچتا ہے اگر توقف کریں اور کسی کو راجح مرجوح قرار نہ دیں تو دونوں ناقابل دلیل۔ اگر مسند کی عمرہ والی روایت کو راجح قرار دیں اور حضرت ابن عباسؓ کی مسلم میں یہ روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا تلبیہ کہا "**اهل بالحج**" بھی ملحوظ خاطر رہے تو یہ اضافہ حج قران کی صحت کا بین ثبوت ہو گا۔

مسلم شریف میں مجاہد' حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عمرہ ہے۔ ہم نے اس کا مزید فائدہ حاصل کیا ہے۔ جس کے پاس قربانی نہ ہو وہ احرام اتار دے' اب قیامت تک عمرہ حج میں ضم ہو چکا ہے۔ بخاری و مسلم میں ابوجمرہ نصر بن عمران بصری ۱۲۴ھ کا بیان ہے کہ میں نے حج تمتع کیا اور لوگوں نے مجھے منع کیا پھر میں نے ابن عباسؓ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے مجھے تمتع کرنے کا فتویٰ دیا۔ پھر میں نے خواب میں دیکھا گویا کوئی صاحب کہہ رہے ہیں حج مبرور ہے اور تمتع مقبول ہے۔ میں نے یہ خواب ابن عباسؓ کے گوش گزار کیا تو ابن عباسؓ نے نعرہ تکبیر کے بعد کہا یہ ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔

قعنبی وغیرہ' امام زہری سے' امام مالکؒ کی معرفت بیان کرتے ہیں کہ جس سال حضرت امیر معاویہؓ نے حج کیا' محمد بن عبداللہ بن حارث بن نوفل نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ضحاک بن قیس کا تمتع اور حج کے ہمراہ عمرہ ملانے کے بارے مذاکرہ سنا۔ ضحاک نے کہا تمتع تو ایک جاہل اور لاعلم انسان ہی کر سکتا ہے تو سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا "اے برادر زادہ! تم نے غلط کہا۔ تو ضحاک نے جواب دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا' سنو! یہ رسول اللہ ﷺ نے خود کیا اور ہم نے بھی آپؐ کے ہمراہ کیا۔ رواہ النسائی والترمذی وقال صحیح۔

حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بھی تمتع ہے : مسند عبدالرزاق میں ہے غنیم بن قیس نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے حج تمتع کے بارے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا میں نے یہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کیا تھا اور جناب امیر معاویہؓ اس وقت مکہ میں بحالت کفر مقیم تھے۔ مسلم شریف میں غنیم بن قیس سے منقول ہے کہ میں نے حج تمتع کے بارے حضرت سعدؓ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے تمتع اس وقت کیا جب کہ امیر معاویہؓ مکہ میں کافر تھے۔

یعنی لفظ تمتع کا اطلاق عام ہے اس سے مراد صرف اصطلاحی تمتع ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق اشہر حج میں عمرے پر بھی ہوتا ہے کیونکہ قبل از حج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمرہ کیا جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس عمرہ سے مراد عمرہ قضا ہے۔ باقی رہا عمرہ جعرانہ تو اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے اور مروی ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بال کسی عمرہ میں قینچی سے کترے تھے اور لامحالہ یہ واقعہ عمرۂ جعرانہ کا ہی ہے' واللہ اعلم۔

نبی علیہ السلام قارن تھے : صحیح بخاری اور سنن بیہقی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وادی عقیق میں فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھ اور عمرے کو حج میں شامل کر اور عمرہ تاحیات حج میں ضم ہو چکا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ صبی بن معبد عیسائی تھا' مسلمان ہو کر اس نے جہاد کا ارادہ کیا تو کسی نے کہا' پہلے حج کر لو۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اسے حج اور عمرہ ایک ساتھ کرنے کا مشورہ دیا' وہ حج اور عمرے کا تلبیہ کہتا ہوا زیدؓ بن صوحان ۳۶ھ اور سلمانؓ بن ربیعہ ۳۶ھ کے پاس سے گزرا تو وہ آپس میں کہنے لگے "یہ اپنی سواری سے بھی زیادہ احمق ہے۔" یہ بات اسے ناگوار گزری تو اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا سنت رسول کی آپ کو توفیق ملی اور رہنمائی میسر ہوئی۔

ابووائل' صبی بن معبد سے بیان کرتے ہیں پہلے میں عیسائی تھا' پھر مسلمان ہوا اور حج قران کیا' زید بن صوحان رضی اللہ عنہ اور سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے میرا تلبیہ سن کر کہا' یہ اپنے اونٹ سے بھی زیادہ نادان ہے۔ مجھے ان کی یہ بات ناگوار گزری تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شکوہ کیا۔ آپؓ نے ان کو سخت سست کہا اور ڈانٹ پلائی اور مجھے فرمایا' تجھے سنت نبوی کی راہنمائی میسر ہوئی ہے۔ ابووائل کہتے ہیں مسروق اور میں نے ابن معبد سے کئی بار یہ واقعہ دریافت کیا۔ (ابوداوٗد' نسائی' ابن ماجہ)

کتاب الحج میں امام نسائی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' واللہ میں آپ کو تمتع یعنی حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ملا کر کرنے سے منع کیا کرتا تھا' یہ کتاب اللہ میں مذکور ہے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول ہے۔ (اسناد جید)

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی روایات : مسند احمد میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کی وادی عسفان میں ملاقات ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع یا عمرے کو حج کے ساتھ جمع کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جو کام رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اس سے آپ کیوں منع کرتے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا یہ باتیں چھوڑ دو۔

۲۔ صحیحین میں سعید بن مسیب سے مذکور ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کا عسفان میں اختلاف رائے پیدا ہوا تو حضرت علیؓ نے کہا آپ کا مقصد' سوائے سنت رسول سے منع کرنے کے اور کچھ نہیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر بضد رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھ لیا۔

۳۔ امام بخاری' مروان بن حکم سے بیان کرتے ہیں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے پاس آیا' حضرت

عثمانؓ قران سے منع فرما رہے تھے' جب حضرت علیؓ نے ان کا وتیرہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہا اور فرمایا میں کسی شخص کی رائے سے سنت رسول اللہ ﷺ کو ترک نہیں کر سکتا۔ رواہ النسائی۔

۴۔ مسند احمد میں عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج قران سے منع فرمایا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے کہا آپ ایسی ویسی باتیں کرتے ہی رہتے ہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا' آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ قران کیا تھا' تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا "بالکل یاد ہے مگر ہم اس وقت خائف تھے۔" یہ جواب' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات کا اعتراف ہے' نیز یہ بات واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے موافق حج کی نیت کی تھی' رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ قربانی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو احرام باقی رکھنے کا حکم فرمایا اور اپنی قربانیوں میں شریک فرمایا۔

۵۔ موطا میں امام مالکؒ کا بیان ہے کہ مقداد بن اسود' سقیا میں حضرت علیؓ کے پاس گئے دیکھا تو وہ اپنے اونٹوں کو آٹا اور چارہ کھلا رہے ہیں' ان سے عرض کیا کہ حضرت عثمانؓ لوگوں کو حج قران سے منع فرما رہے ہیں' چنانچہ حضرت علیؓ آٹے اور چارے سے آلودہ ہاتھوں کے ساتھ فوراً حضرت عثمانؓ کے پاس چلے آئے اور کہا آپ لوگوں کو قران سے منع فرما رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا' یہ میری رائے اور تجویز ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ "لبیک اللّٰھم لبیک بحجة وعمرة" کہتے ہوئے غضبناک ہو کر واپس چلے آئے۔

۶۔ سنن ابوداؤد میں براء بن عازب کا بیان ہے کہ میں حضرت علیؓ کے ہمراہ یمن میں تھا' حضرت علیؓ حجۃ الوداع میں آئے تو وہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیسے نیت کی تھی؟ عرض کیا میں نے آپ کی نیت کے مطابق نیت کی تھی' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں اور میں قارن ہوں۔

حافظ بیہقی نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے کہ یہ الفاظ حضرت جابرؓ کی طویل حدیث میں مذکور نہیں' ان کی بیان کردہ علت غلط ہے کہ یہ الفاظ اس میں مذکور ہیں جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔

۷۔ صحیح ابن حبان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے اور میں یمن سے' میں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام کے موافق احرام باندھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں نے حج اور عمرے دونوں کا تلبیہ کہا ہے۔

قران کے بارے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت : مسند احمد میں بکر بن عبداللہ مزنی' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہتے ہوئے سنا۔ بکر کہتے ہیں میں نے یہ بات حضرت ابن عمرؓ سے بیان کی تو آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ پھر میں نے حضرت انسؓ کو اس بات سے آگاہ کیا تو آپ نے کہا ہمیں نادان' اور کم سن بچے سمجھتے ہو' میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہتے سنا ہے' یہی روایت صحیحین میں بکر مزنی سے' حمید' ہشیم اور حبیب بن شھید بیان کرتے ہیں۔ مسند احمد میں ثابت بنانی' انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے

عمرہ اور حج دونوں کا تلبیہ کہا۔

حافظ ابوبکر بزار (حسن بن قزعہ' سفیان بن حبیب' اشعث بن مالک' حسن بصری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام نے حج اور عمرے کا تلبیہ کہا' مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرے سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا احرام اتار دو' وہ سن کر ٹھٹک گئے تو رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا احرام کھول دو' اگر میرے ہمراہ قربانی کے جانور نہ ہوتے تو میں بھی احرام اتار دیتا' چنانچہ سب نے احرام اتار دیئے۔ بقول حافظ بزار حسن بصری سے یہ صرف اشعث ہی روایت کرتے ہیں۔

امام احمد (یحییٰ کی معرفت حمید بن تیرویہ الطویل سے) بیان کرتے ہیں میں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرے کا تلبیہ کہا' یہ ثلاثی سند شیخین کی شرط کی حامل ہے مگر صحاح ستہ میں مذکور نہیں۔ البتہ مسلم میں (یحییٰ بن یحییٰ' ہشیم' یحییٰ بن اسحاق' عبدالعزیز بن صہیب' حمید طویل) حضرت انسؓ سے منقول ہے' نیز مسند احمد میں (معمر بن یسر' عبداللہ' حمید طویل) حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے۔

مسند بزار میں (محمد بن مثنیٰ' عبدالوہاب' ایوب' ابوقلابہ' انس) (سلمہ بن شبیب' عبدالرزاق' معمر' ایوب' ابوقلابہ حمید طویل) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں ابو طلحہ کا ردیف تھا اور ابو طلحہ کے گھٹنے نبی علیہ السلام کے گھٹنوں کو چھو رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ حج اور عمرے کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔

حافظ بزار کہتے ہیں "وھو یلبی" میں ھو کا مرجع ابو طلحہ ہے رسول کریمؐ نہیں۔ یعنی تلبیہ ابو طلحہ نے کہا اور آپؐ نے اس کو منع نہیں کیا' یہ تاویل نہایت کمزور اور لایعنی ہے' کیونکہ انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے (جس میں ایسی تاویل کی گنجائش نہیں) نیز ضمیر کا مرجع قریب تر ہوتا ہے اور اس مقام میں یہ نہایت عمدہ اور قوی دلیل ہے' واللہ اعلم۔ اور سالم بن ابی جعد کی روایت میں اس تاویل کی واضح تردید موجود ہے۔

حافظ ابوبکر بزار (حسن بن عبدالعزیز جروی' محمد بن مسکین' بشر بن بکر' سعید بن عبدالعزیز تنوخی' زید بن اسلم) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حج اور عمرے کا تلبیہ کہا۔ یہ سند صحیح ہے اور شرط بخاری کی حامل ہے۔ امام بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابوبکر احمد بن حسن قاضی' ابوالعباس محمد بن یعقوب' عباس بن ولید بن یزید' ولید بن یزید' شعیب بن عبدالعزیز) زید بن اسلم وغیرہ سے بیان کرتے ہیں کہ کسی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے احرام کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا۔ پھر آئندہ سال اس نے ابن عمر سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم نے گزشتہ سال نہیں پوچھا تھا' اس نے کہا پوچھا تھا لیکن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قارن تھے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' انس کم سن تھے۔ برہنہ سر خواتین کے پاس بلا اجازت آتے جاتے رہتے تھے' اور میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پاس کھڑا تھا اس کی جگالی کی لعاب میرے جسم پر ٹپک رہی تھی۔ میں نے اس حالت میں آپؐ کو حج کا تلبیہ کہتے سنا۔

امام احمد (یحییٰ بن آدم' شریک' منصور' سالم بن ابی جعد) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حج اور عمرے کی نیت کر کے "لبیک بحجۃ وعمرۃ معًا" کہا۔

امام احمد (عفان' ابو عوانہ' عثمان بن مغیرہ' سالم بن الجعد) سعد غلام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ذوالحلیفہ میں آئے تو آپ نے کہا میں قران کرنا چاہتا ہوں جو قران کرنا چاہتا ہے وہ میری طرح لبیک بحجة وعمرة معًا کہے۔

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں مجھے انس رضی اللہ عنہ نے بتایا واللہ میرے پاؤں رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک کو چھو رہے تھے اور آپؐ نے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہا' یہ روایت حافظ بزار کی بے جا تاویل کی نہایت عمدہ تردید ہے۔

حافظ ابوبکر بزار (یحییٰ بن حبیب بن عربی' معتمر بن سلیمان تیمی' سلیمان تیمی) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ سنا' یہ حدیث سلیمان تیمی سے صرف معتمر ہی بیان کرتا ہے اور معتمر سے صرف یحییٰ کا ہی سماع ہے وهو على شرط الصحيح ولم يخرجوه

امام احمد بذریعہ سوید بن حجیر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں ابو طلحہ کا ردیف تھا اور ابو طلحہ کا گھٹنا رسول اللہ ﷺ کے گھٹنے کو قریباً چھو رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ حج اور عمرے کا تلبیہ کہہ رہے تھے' یہ روایت بھی حافظ بزار کی بے جا اور غلط تاویل کی بہ صراحت تردید ہے۔

۱۳۔ امام احمد بذریعہ عبداللہ بن زید ابوقلابہ جرمی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ردیف تھا اور ابو طلحہؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور میرا پیر رسول اللہ ﷺ کے پائےدان کو چھو رہا تھا' میں نے آپ ﷺ کا تلبیہ سنا' آپ ﷺ حج اور عمرے کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔

حافظ بزار بواسطہ علی بن زید بن جدعان' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہا۔ امام احمد قتادہ بن دعامہ سدوسی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج کئے؟ تو انہوں نے کہا ایک حج' چار عمرے۔ ان میں سے چوتھا عمرہ حج کے ہمراہ کیا' متفق علیہ۔

امام احمد مصعب بن سلیم زبیری کے حوالہ سے حضرت انسؓ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرے کا تلبیہ کہا۔ امام احمد یحییٰ بن اسحاق حضرمی وغیرہ سے حضرت انسؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا حج اور عمرے کا تلبیہ سنا۔ آپؐ کہہ رہے تھے لبيك عمرة وحجًا۔

۱۸۔ امام احمد ابو اسماعیل سے حضرت انسؓ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ ہم مدینہ سے صرف حج کا تلبیہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے مکہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو عمرہ میں تبدیل کر دیں (اور حلال ہو جائیں) جو بات مجھے اب معلوم ہوئی ہے پہلے معلوم ہو جاتی تو میں عمرے پر اکتفا کر کے احرام اتار دیتا لیکن میرے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں اور میں قارن ہوں' نسائی میں ہے "سمعت رسول اللّٰہ یلبی بهما" امام احمد' ابوقدامہ حنفی' محمد بن عبید نامی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا رسول اللہ ﷺ نے کون سا تلبیہ کہا! فرمایا میں نے سات مرتبہ سنا' آپؐ حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہہ رہے تھے "اسناد جید قوی"

صحیح ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قارن تھے اور صحابہؓ بھی۔

تنبیہہ : امام بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ کے بعض طرق بیان کر کے نکتہ چینی کی ہے کہ دراصل اس میں اشتباہ اور مغالطہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لاحق ہوا ہے دیگر راویوں کو نہیں۔ نیز احتمال ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ قران کا تلبیہ کسی کو بتا رہے ہوں نہ کہ خود کہہ رہے ہوں' واللہ اعلم۔ اور قران کی جو روایات انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں' ان کا ثبوت محل نظر ہے۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض خود محل نظر اور ناقابل التفات ہے بلکہ اس بحث کا نظرانداز کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس سے متواتر روایات میں بھی صحابی کے حافظہ اور یادداشت میں احتمال اور شکوک کو پیدا ہونا لازم آتا ہے' اور ایسے شکوک پیدا کرنا بے شمار خطرات کا موجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قران کے بارے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت : امام بیہقیؒ (ابوالحسین بن شبران' علی بن حسین مصری' ابوغسان مالک بن یحییٰ' یزید بن ہارون' زکریا بن ابی زائدہ' ابواسحاق) براء بن عازبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین عمرے کئے اور یہ سب ذی قعد میں تھے' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اسے خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے ان میں سے ایک عمرہ حج کے ہمراہ تھا۔

امام بیہقی کہتے ہیں یہ سند محفوظ نہیں' میں (ابن کثیر) کہتا ہوں یہ حضرت عائشہؓ سے صحیح سند سے بھی مروی ہے' جو عنقریب بیان ہو گی۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ کی روایت : امام دار قطنی نے اپنے متعدد اساتذہ سے (احمد بن یحییٰ صوفی کی معرفت' زید بن حباب' سفیان ثوری' جعفر صادق' محمد باقر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے تین حج کئے دو قبل از ہجرت اور ایک حج (بعد از ہجرت) جس کے ہمراہ عمرہ بھی فرمایا۔

سند پر تبصرہ : امام ترمذیؒ نے اس روایت کو (عبداللہ بن ابی زیاد از زید بن حباب) از سفیان ثوری بیان کر کے کہا ہے کہ یہ غریب ہے اور سفیان ثوری سے صرف زید بن حباب ہی بیان کرتا ہے۔ اور میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابومحمد دارمی م ۲۵۵ھ کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس میں یہ روایت عبداللہ بن ابی زیاد سے نقل کی ہے۔ میں نے امام بخاریؒ سے اس روایت کے بارے معلوم کیا تو اس کو غیر معروف کہا۔ میرے خیال میں امام بخاریؒ نے اس کو محفوظ نہیں سمجھا اور فرمایا یہ روایت سفیان ثوریؒ از ابی اسحاق از مجاہد مرسل مذکور ہے۔

امام بیہقی نے سنن کبیر میں نقل کیا ہے کہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بارے امام بخاریؒ سے دریافت کیا تو امام صاحب نے کہا یہ حدیث غلط ہے۔ اور ثوریؒ سے مرسل مروی ہے اور زید بن حباب جب روایت بیان کرتا ہے تو بسا اوقات خطا کرتا ہے۔ امام ابن ماجہؒ نے اس حدیث کو (قاسم بن محمد بن عباد مہلبی' عبداللہ بن داؤد خریبی) سفیان ثوریؒ سے بیان کیا ہے کہ یہ سند امام ترمذی' بیہقی اور امام بخاریؒ کی عقابی نگاہوں سے اوجھل رہی۔ بنابریں انہوں نے زید بن حباب کو منفرد کہا' حالانکہ وہ منفرد نہیں۔ واللہ اعلم۔

امام ترمذیؒ (ابن ابی عمر، ابو معاویہ، حجاج ابو الزبیر) حضرت جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرے کو ملا کر ادا کیا اور ان کیلئے صرف ایک ہی طواف کیا' یہ حدیث حسن (ایک نسخہ میں ہے) صحیح ہے۔ صحیح ابن حبان میں جابرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کے لئے صرف ایک ہی طواف کیا۔ بقول امام ابن کثیرؒ حجاج بن ارطاۃ اکثر ائمہ کے نزدیک مجروح ہے' لیکن مسند بزار میں یہ روایت (عبدالرحمان بن عثمان بن خیثم از ابو الزبیر) از جابر بھی مروی ہے (لہٰذا اس ضعف کا جبر ہو گیا)

ابو طلحہ زید بن سہل انصاری : امام احمد (ابو معاویہ، حجاج بن ارطاۃ، حسن سعد) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو طلحہ انصاری نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج قران کیا' اور ابن ماجہ میں یہ روایت (از علی بن محمد از ابو معاویہ از حجاج) مذکور ہے۔ حجاج میں ضعف ہے' واللہ اعلم۔

سراقہ بن مالک : مسند احمد میں سراقہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمرہ حج میں تا قیامت ضم ہو چکا ہے۔

سعد بن ابی وقاص کی روایت : امام مالکؒ' محمد بن عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے سعد بن ابی وقاصؓ اور ضحاک بن قیس کا مذاکرہ سنا جس سال امیر معاویہؓ نے حج کیا اور قران سے منع کیا تو ضحاک بن قیس م ۶۵ھ نے کہا قران تو جاہل اور مسائل سے ناواقف انسان ہی کرتا ہے' حضرت سعدؓ نے کہا یا ابن اخی! اے بھتیجے! تم نے یہ غلط کہا' تو ضحاک نے کہا کہ حضرت عمرؓ بھی اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ پھر سعد نے کہا قران رسول اللہ ﷺ نے کیا اور ہم نے بھی آپؐ کے ہمراہ قران کیا۔ امام نسائی اور ترمذیؒ نے اسے قتیبہ کی معرفت امام مالکؒ سے بیان کیا ہے اور ترمذیؒ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

امام احمد (یحییٰ بن سعید، سلیمان تیمی) غنیم سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے قران کے بارے سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے قران اس وقت کیا' جب معاویہ مکہ میں بہ حالت کفر مقیم تھے۔ امام مسلمؒ نے بھی غنیم بن قیس اور سعد بن ابی وقاصؓ کا سوال و جواب ذکر کیا ہے اور مسند عبدالرزاق میں بھی یہ مذکور ہے۔

ابن ابی اوفی کی روایت : امام طبرانی نے عبداللہ بن ابی اوفی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کو ملا کر کیا' آپ کو معلوم تھا کہ آئندہ آپ حج نہیں کر سکیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت : امام احمد (ابو النضر، داؤد قطان، عمرو بن دینار، عکرمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے (جن کی تفصیل یوں ہے) (۱) عمرہ حدیبیہ' (۲) عمرہ قضا (۳) عمرہ جعرانہ (۴) عمرہ حج کے ہمراہ۔

یہ روایت عمرو بن دینار سے ابو داؤد' ابن ماجہ اور ترمذی میں داؤد بن عبدالرحمٰن عطار مکی م ۱۷۵ھ بھی ذکر کرتے ہیں اور امام ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے نیز امام ترمذی نے یہ روایت بذریعہ سفیان بن عیینہ' عمرو بن دینار سے مرسل بھی بیان کیا ہے۔ حافظ بیہقی نے یہ روایت (ابو الحسن علی بن عبدالعزیز بغوی' حسن بن ربیع' شہاب بن عباد) داؤد بن عبدالرحمٰن عطار سے بیان کی ہے اور اس میں ہے "الرابعة التی قرنها

مع عمرة" امام ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بغوی م ۲۸۷ھ فرماتے ہیں یہ جملہ ابن عباسؓ سے صرف داؤد بن عبدالرحمٰن عطار مکی م ۱۷۵ھ ہی بیان کرتے ہیں۔

امام بخاریؒ' داؤد بن عبدالرحمٰن کے بارے فرماتے ہیں وہ صدوق اور راست باز ہے مگر بسا اوقات اسے وہم ہو جاتا ہے۔ نیز گذشتہ بیان ہو چکا ہے کہ امام بخاریؒ نے بواسطہ ابن عباسؓ حضرت عمر فاروق ؓ سے نقل کیا میں نے ذوالحلیفہ کی وادی عقیق میں رسول اللہ ﷺ سے سنا میرے پاس فرشتہ آیا ہے' اس نے مجھے کہا ہے "اس مبارک میدان میں نماز پڑھ اور عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر ادا کرو" واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی روایت : بخاری اور مسلم میں سالم از ابن عمرؓ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں تمتع یعنی قران اصطلاحی کیا اور ذوالحلیفہ سے اپنے ہمراہ قربانی کے جانور لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے عمرہ کا تلبیہ کہا پھر حج کی بھی نیت باندھ لی اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد آپؐ نے احرام نہیں اتارا یعنی آپؐ نے تمتع اصطلاحی نہیں کیا بلکہ آپؐ قارن تھے' اس لحاظ سے حج اور عمرے کیلئے صرف ایک سعی پر اکتفا کیا' جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے۔

حافظ ابو یعلی موصلی (ابو خیثمہ' یحییٰ بن یمان' سفیان ثوریؒ' عبیداللہ' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قارن ہونے کے بنا پر صرف ایک ہی طواف اور سعی پر اکتفا کیا۔ اور راستے سے قربانی کے جانور بھی خریدے۔ یہ سند عمدہ ہے اور سب راوی ثقہ ہیں۔ یحییٰ بن یمان م ۱۸۹ھ گو صحیح مسلم کے راویوں میں سے ہے مگر اس کی وہ روایات جو ثوری سے مروی ہوتی ہیں وہ مخدوش اور سخت منکر ہوتی ہیں' واللہ اعلم۔ حضرت ابن عمر ؓ سے مفرد حج کی جو روایات مذکور ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے ارکان جدا ادا کئے' مفرد اصطلاحی مراد نہیں کہ پہلے حج کیا پھر ذوالحجہ میں عمرہ کیا جیسا کہ امام شافعیؒ از امام مالکؒ بذریعہ صدقہ بن یسار ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے قبل از حج عمرہ کرنا اور قربانی ہمراہ لے جانا بہ نسبت حج کے بعد ماہ ذوالحج میں عمرہ کرنے سے محبوب اور پسند ہے۔

عبداللہ بن عمرو کی روایت کے متن اور سند میں ضعف : امام احمد (ابواحمد زبیری' یونس بن حارث ثقفی' عمرو بن شعیب' ربیعہ) جدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج قران کیا' اس اندیشے کے پیش نظر کہ بیت اللہ میں داخل نہ ہو سکیں اور فرمایا حج نہ ہو سکا تو عمرہ ہی ہو جائے گا۔

یہ حدیث سند اور متن دونوں لحاظ سے ضعیف ہے' امام احمد' یحییٰ بن معین اور امام نسائی نے یونس ثقفی کو مضطرب الحدیث اور ضعیف قرار دیا ہے۔

تعجب خیز : اور یہ الفاظ "انما قرن خشية ان يصد عن البيت وقال ان لم يكن حجة فعمرة" کہ آپ نے حج قران اس خطرہ سے کیا مبادا آپؐ کو بیت اللہ میں جانے سے رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ بتایئے! آپ کو بیت اللہ سے کون روک سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی اشاعت کے لئے راہ ہموار کر دی۔ مکہ شریف فتح ہو گیا گذشتہ سال منیٰ میں منادی ہوئی کہ آئندہ کوئی مشرک حج کو نہ آئے نہ کوئی ننگا طواف کرے' مزید برآں آپؐ کے ہمراہ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرامؓ کا جم غفیر تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ شریف سے روک دیئے جانے کے خطرے کا قول امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول (اجل ولکنا کنا خائفین) "مگر ہم اس وقت خوف و خطرہ سے دوچار تھے" سے زیادہ تعجب خیز نہیں جو آپ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے قول "کہ ہم نے عہد رسالتؐ میں قران کیا تھا" کے جواب میں فرمایا تھا۔ معلوم نہیں یہ خطرہ آنحضرت ﷺ کو کس طرف سے لاحق تھا۔ دراصل یہ بات صحابی اور غیر معصوم سے روایت کے ضمن میں آئی ہے۔ وہ روایت صحیح ہے اور یہ ضمنی بات ایک غیر معصوم کی اپنی رائے ہے وہی اس کا ذمہ دار ہے۔ اور کسی کے لئے حجت نہیں اور نہ ہی اس سے صحیح حدیث کو رد کرنا جائز ہے' واللہ اعلم۔

عمران بن حصین کی روایت : امام احمد (محمد بن جعفر حجاج' شعبہ' حمید بن ہلال) مطرف بن عبداللہ بن شخیر سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے عمرانؓ بن حصین نے کہا میں تجھے ایک حدیث بتاتا ہوں' ممکن ہے اللہ تعالیٰ تیرے لئے اس سے نفع کا سامان پیدا کرے' سنو! رسول اللہ ﷺ نے حج قران کیا پھر آخر دم تک نہ اس سے منع فرمایا اور نہ ہی قرآن پاک میں اس کی حرمت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ مجھے سلام کہتے (اور دعا دیتے) جب میں نے ایک مرض کا علاج کئی اور داغ دینے سے شروع کیا تو آپؐ نے سلام ترک کر دیا۔ جب میں نے یہ طریقہ علاج ترک کر دیا تو آپؐ نے پھر سلام اور دعا دینا شروع کر دیا۔ یہ روایت مسلم بخاری اور نسائی میں متعدد اسناد سے مروی ہے اور امام دار قطنی نے مذکور سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

ہرماس بن زیاد باہلیؓ : عبداللہ بن امام احمد' ہرماس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں' میں اپنے والد کا ردیف تھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اونٹ پر سوار "لبیک بحجة وعمرة معًا" کہتے سنا یعنی آپ قارن تھے۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ کی روایت : امام احمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے احرام کیوں نہیں اتارا' فرمایا میرے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں۔ میں قربانی ذبح کرنے کے بعد ہی احرام اتار دوں گا' یہ روایت بواسطہ ابن عمرؓ از حفصہ رضی اللہ عنہا متعدد اسناد سے باختلاف الفاظ مروی ہے جس میں قران کی صراحت ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت : امام بخاری' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سب حجتہ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے اور سب نے عمرے کا تلبیہ کہا' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس قربانی کا جانور ہے وہ عمرے کے ساتھ حج کا بھی تلبیہ کہہ لے پھر وہ ان دونوں سے فراغت کے بعد حلال ہو۔ چنانچہ میں مکہ پہنچی اور عمرے کی ادائیگی سے قبل ہی ایام سے ہو گئی' میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا' سر کے بال کھول کر' کنگھی کر لو' عمرہ ترک کر کے حج کا احرام باندھ لو' چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کی' جب میں حج سے فارغ ہوئی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھائی عبدالرحمٰن کے ہمراہ (عمرہ کے احرام کے لئے) تنعیم روانہ کیا اور میں عمرے سے فارغ ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عمرہ تیرے اس عمرہ کی بجائے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا وہ لوگ طواف اور سعی کے بعد

حلال ہو گئے' پھر ان لوگوں نے منیٰ میں قربانی سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ کا طواف اور سعی کی' اور جن لوگوں نے عمرے اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا' انہوں نے صرف ایک ہی طواف (اور سعی پر اکتفا) کیا۔ مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مذکور ہے کہ حجتہ الوداع میں ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے میں نے عمرے کا تلبیہ کہا اور میرے ہمراہ قربانی کا جانور نہ تھا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس قربانی ہے وہ عمرے کے ساتھ حج کا تلبیہ کہے' پھر ان دونوں سے فارغ ہو کر حلال ہو۔

مقصد : یہ حدیث بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس کے پاس قربانی کا جانور ہے وہ حج اور عمرے کا اکٹھا احرام باندھیں اور یہ واضح ہے کہ آپؐ کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے' چنانچہ آپؐ نے سب سے اول اس حکم کی تعمیل کی کیونکہ مقرر اور خطاب کرنے والا بھی اپنے خطاب اور تقریر کے عام مفہوم میں داخل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جن لوگوں نے حج اور عمرہ اکٹھا ادا کیا' ان سب نے صفا مروہ کا ایک ہی بار (سات مرتبہ) چکر لگایا اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا مروہ کا ایک بار ہی سات مرتبہ چکر لگایا لہٰذا واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قران کیا۔ اور مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ قربانی کے جانور رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور فراخدست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تھے' اور رسول اللہ ﷺ حج اور عمرے سے فراغت کے بعد ہی حلال ہوئے اور متمتع نہ تھے۔

نیز حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عمرہ کی درخواست کی کہ سب لوگ حج اور عمرہ دو عبادتیں کر کے واپس ہوں گے' اور میں صرف ایک ہی عبادت (حج) کر کے واپس جاؤں لہٰذا آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کے ہمراہ بھیجا' چنانچہ تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کیا اور یہ بات کہیں بھی مذکور نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے بعد عمرہ کیا ہو' لہٰذا آپ مفرد نہ تھے' تو واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ قارن تھے' کیونکہ سب صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؐ نے حجتہ الوداع میں عمرہ بھی ادا فرمایا۔

حافظ بیہقیؒ نے حضرت براءؓ بن عازب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین عمرے کئے اور سب ماہ ذیقعد میں تھے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اسے خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے تھے' ایک عمرہ حجتہ الوداع کے ہمراہ تھا۔ خلافیات میں امام بیہقی نے بیان کیا ہے' مجاہد کہتے ہیں ابن عمرؓ سے دریافت ہوا' رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کئے ہیں تو کہا دو عمرے' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابن عمر کو خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے ہمراہ عمرہ کے علاوہ تین عمرے کئے تھے۔ امام بیہقی کہتے ہیں اس کی سند میں کوئی ایسی بات نہیں صرف یہ سند مرسل ہے۔ کیونکہ بعض محدثین کے نزدیک مجاہد م ۱۰۳ھ کا عائشہ رضی اللہ عنہا ۵۸ھ سے سماع ثابت نہیں۔ امام شعبہ بھی سماع کے منکر ہیں' لیکن امام بخاری اور مسلم نے ان سے سماع کو ثابت کیا ہے' واللہ اعلم۔

قاسم بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عروہ بن زبیر وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ حجتہ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے اور تنعیم سے عمرہ صرف حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا نے کیا پھر سب نے وادی محصب میں رات بسر کی۔ اور فجر کی نماز مکہ شریف میں پڑھی۔ پھر مدینہ روانہ ہوئے۔ یہ ایسے اہم دلائل ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے بعد عمرہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی صحابی سے یہ منقول ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کے درمیان احرام نہیں اتارا اور نہ ہی یہ کسی سے مروی ہے کہ آپؐ نے عمرے کے بعد حلق یا قصر کیا ہو بلکہ برابر احرام کی حالت میں رہے اور نہ ہی یہ منقول ہے کہ آپؐ نے منیٰ جانے سے قبل احرام باندھا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمتع نہیں کیا اور سب اہل علم کا اتفاق ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجتہ الوداع کے سال عمرہ کیا' حج اور عمرہ کے درمیان احرام نہیں اتارا' اور نہ ہی حج کا نیا احرام باندھا اور نہ ہی حج کے بعد عمرہ کیا' یہ ایسے قوی دلائل ہیں جن کا جواب میسر نہیں' واللہ اعلم۔ نیز حج قران کی روایات مثبت ہیں۔ حج افراد اور تمتع کی روایات میں نہ اس کی نفی ہے نہ اس کا بیان ہی ہے۔ پس یہ مثبت روایات منفی روایات پر مقدم ہوں گی۔ جیسا کہ علم اصول میں مذکور ہے۔

ایک اور دلیل : صحیح ابن حبان میں اور حجتہ الوداع میں ابن حزم نے (لیث بن سعد' یزید بن ابی حبیب' اسلم) ابو عمران سے بیان کیا ہے کہ میں نے ام سلمہ ام المومنین کی خدمت میں عرض کیا۔ میں نے اب تک حج نہیں کیا' فرمایئے! پہلے عمرہ کروں یا حج؟ فرمایا جس سے چاہو آغاز کرو۔ ابو عمران کہتے ہیں پھر میں نے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا سا جواب دیا' پھر میں نے یہ ساری بات ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گوش گزار کی تو آپ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا' اے آل محمد! جو شخص تم سے حج کرے وہ حج کے ہمراہ عمرہ بھی کرے۔

مناقشہ : صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مفرد تھے' پھر بعینہ ان صحابہؓ یا دیگر چند صحابہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپؐ قارن تھے۔ تو اس کی تطبیق یوں ہے کہ جس صحابیؓ سے حج افراد منقول ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ آپؐ نے حج کے ارکان مستقل علیحدہ ادا کئے اور عمرہ اس میں بطور نیت' وقت اور عمل کے داخل تھا۔ اسی بات کے پیش نظر آپؐ نے حج اور عمرہ دونوں میں ایک طواف اور بار صفا مروہ کے سات چکر پر اکتفا کیا۔ جیسا کہ جمہورؒ کا مسلک ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے کہ قارن کو دو طواف اور دو دفعہ سعی کرنی چاہئے کیونکہ حضرت علی ؓ سے ایک روایت میں ایسا ہی منقول ہے مگر ان کی طرف اس روایت کی نسبت محل نظر ہے۔ باقی رہا جن صحابہ کرامؓ سے تمتع منقول ہے' ان سے قران بھی مذکور ہے۔

تو اس کا مطلب ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسلاف کے ہاں تمتع کا مفہوم نہایت وسیع ہے جس کا اطلاق وہ حج تمتع' قران بلکہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے پر بھی کرتے ہیں' جیسا کہ سعد بن ابی وقاص کی روایت میں ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تمتع کیا اور یہ امیر معاویہ اس وقت مکہ میں غیر مسلم تھے اور تمتع سے مراد یہاں حدیبیہ اور قضاء کا عمرہ مراد ہے۔ کیونکہ عمرہ جعرانہ کے وقت جو فتح مکہ کے بعد ہوا آپ مسلمان تھے۔

مسند ابوداؤد طیالسی میں (ہشام از قتادہ صفوان بن خالد ابی شیخ ہنائی) سے مذکور ہے کہ امیر معاویہؓ نے چند صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چیتوں کی کھالوں کے زین پوش پر سوار ہونے سے منع فرمایا تھا تو سب نے اثبات میں جواب دیا اور امیر معاویہ نے خود بھی اس بات کی شہادت دی۔ پھر ان سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سونا پہننے سے منع فرمایا تھا' ماسوی معمولی سونے کے تو سب نے تصدیق کی۔ بعد ازاں کہا کیا آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج قران سے منع فرمایا تھا' سب نے کہا بالکل نہیں تو امیر معاویہؓ نے کہا "واللہ انہا لمعھن" واللہ قران بھی مذکور اشیا کی طرح ممنوع ہے۔

امام احمد (عفان' ہمام' قتادہ) ابو شیخ ہنائی سے بیان کرتے ہیں کہ میں امیر معاویہؓ کے پاس چند صحابہ کرامؓ کے ہمراہ موجود تھا۔ امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا' خدارا بتایئے! کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چیتوں کی کھالوں پر سوار ہونے سے منع فرمایا تھا؟ سب نے "ہاں" میں جواب دیا' پھر پوچھا! کیا آپ کے علم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونا پہننے سے منع فرمایا تھا بجز معمولی ریزوں کے سب نے ہاں میں جواب دیا اور تصدیق کی۔ بعد ازاں پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ یعنی حج تمتع سے منع فرمایا تھا؟ سب نے نفی میں جواب دیا۔

امام احمد (محمد بن جعفر' سعید' قتادہ) ابو شیخ ہنائی سے بیان کرتے ہیں کہ چند صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں' میں بھی امیر معاویہؓ کے ہاں حاضر تھا' امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چیتوں کی کھالوں پر سوار ہونے سے منع فرمایا تھا' سب نے کہا ٹھیک ہے' پھر پوچھا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے۔ سب نے تصدیق کی' پھر پوچھا کیا آپ واقف ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیم وزر کے برتنوں میں خورد و نوش سے منع فرمایا ہے۔ سب نے بیک آواز درست کہا' بعد ازاں پوچھا' کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قران سے منع فرمایا ہے' سب نے کہا بالکل نہیں۔ تو امیر معاویہؓ نے کہا واللہ قران بھی مذکورہ اشیاء کی طرح ممنوع ہے (قتادہ سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا ہے) لیکن آپ بھول گئے ہیں' اسی طرح اشعث بن نزار' سعید بن عروبہ اور ہمام نے بھی قتادہ سے نقل کیا ہے۔

ابو شیخ ہنائی سے مطرو راق' بیہس بن فہدان نے بھی متعہ حج کے بارے ممانعت بیان کی ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں بھی یہ مذکور ہے۔ اس حدیث کی سند جید اور عمدہ ہے۔

غلط فہمی : اور یہ ہنائی کی امیر معاویہؓ سے قران اور متعہ حج کی ممانعت کی روایت عجیب سمجھی گئی ہے۔ امیر معاویہؓ سے مذکورہ بالا روایات میں جو قران اور متعہ حج کی ممانعت بیان کی گئی ہے۔ شاید اصل حدیث میں مطلق متعہ سے ممانعت مذکور ہو اور راوی نے اس کو تمتع حج سمجھ لیا ہو۔ اور دراصل یہ عورتوں سے متعہ کے بارے میں ہو۔ یا قران سے مراد ۲-۳ اکٹھی کھجوریں اٹھا کر کھانے سے منع فرمایا ہو' جیسا کہ حدیث ابن عمر میں ہے (نہی عن القران الا ان یستاذن احدکم صاحبہ) اور راوی کو "حج قران" سے ممانعت کی غلط فہمی ہو گئی ہو۔

یا امیر معاویہؓ نے اس ممانعت کو بصیغہ مجہول بیان کیا ہو کہ فلاں فلاں چیزیں ممنوع ہیں۔ اور راوی نے اس کو بصیغہ معروف سمجھ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف غلطی سے منسوب کر دیا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے : حج قران اور تمتع کی ممانعت حضرت عمرؓ سے مروی ہے اور یہ ممانعت بھی ان سے قطعی اور حتمی طور پر منقول نہیں' جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے بلکہ وہ اسلئے منع فرمایا کرتے تھے کہ حج اور عمرہ کیلئے جدا جدا سفر اختیار کیا جائے تاکہ بیت اللہ شریف کی زیارت بار بار اور بکثرت ہو۔

اتباع سنت : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرامؓ بہت مرعوب اور ہیبت زدہ تھے' عموماً آپ کی مخالفت کی جرات نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اختلاف کر لیتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا' آپ کے والد تو اس بات سے منع کرتے ہیں۔ ابن عمر جواب میں کہتے ہیں' مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تم پر آسمان سے پتھر برسنے لگیں۔ سنو! رسول اللہ ﷺ نے یہ فعل خود کیا ہے۔ "**ابسنة رسول الله تتبع ام سنة عمر بن خطاب**" کیا سنت رسولؐ کی پیروی کی جائے گی یا عمر بن خطاب کی بات کی۔"

اسی طرح حضرت عثمانؓ بھی قران سے منع فرمایا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی مخالفت کی' اور فرمایا میں کسی شخص کی رائے کی خاطر سنت رسولؐ ترک نہیں کر سکتا۔

حضرت عمرانؓ بن حصین سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہم نے تمتع کیا بعد ازاں نہ قرآن شریف میں اس کی حرمت نازل ہوئی اور نہ ہی وفات تک رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

صحیح مسلم میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے منقول ہے کہ آپ نے امیر معاویہؓ کے حج تمتع سے انکار کا سختی سے نوٹس لیا' اور فرمایا ہم نے اس وقت تمتع کیا جب یہ مکہ میں غیر مسلم تھے۔

محاکمہ : امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ گذشتہ بیان شدہ روایات سے بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام قارن تھے' آپ کے وصال اور حجتہ الوداع کے درمیان صرف اکاسی یوم کا فرق تھا' اور ہزارہا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپؐ کے مناسک حج کو دیکھا اور سنا' اگر آپؐ نے حج قران سے منع فرمایا ہوتا' تو بیشتر صحابہ کرامؓ آپؐ سے نقل کرتے۔ ان وجوہات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے محفوظ اور صحیح طور پر منقول نہیں' واللہ اعلم۔

امام ابوداؤد (احمد بن صالح' ابن وہب' حیوہ' ابو عیسیٰ خراسانی' عبداللہ بن قاسم خراسانی) سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شہادت دی کہ میں نے مرض الموت میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قبل از حج عمرہ سے منع فرما رہے تھے۔ یہ سند محل نظر ہے اور علت سے خالی نہیں' اگر اس صحابی سے مراد امیر معاویہؓ ہو تو اس پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا احرام مطلق تھا : رسول اللہ ﷺ نے ابتداء میں مطلق احرام باندھا تھا' حج اور عمرے کی کوئی تعین نہیں کی' بعد میں اس کو معین فرمایا۔ امام شافعیؒ سے اس کی افضلیت منقول ہے' لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

امام شافعیؒ (سفیان' ابن طاؤس' ابراہیم بن میسرہ' ہشام بن حجیر) طاؤس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

مدینہ سے روانہ ہوئے حج اور عمرے کی تعیین نہیں فرمائی بلکہ آپؐ آسمانی فیصلہ کے منتظر تھے۔ چنانچہ صفا اور مروہ کے درمیان آپؐ پر وحی نازل ہوئی تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے خطاب فرمایا جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ عمرے کی نیت کر لے۔ نیز آپ نے فرمایا اگر یہ بات مجھے پہلے معلوم ہو جاتی تو میں قربانی کے جانور اپنے ہمراہ نہ لاتا لیکن اب میرے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں اور میں سر کے بال خوب چپکا چکا ہوں' میں قربانی ذبح کرنے کے بعد ہی احرام اتاروں گا۔ اسی اثنا میں سراقہ بن مالک نے سوال کیا' یارسول اللہ ﷺ! کیا عمرہ حج کے ساتھ صرف اس سال ہی کے لئے ملحق ہوا ہے یا ہمیشہ کے لئے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تاقیامت' عمرہ حج میں ضم ہو چکا ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم نے کیا تلبیہ کہا' تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپؐ کے تلبیہ کے موافق۔

یہ طاؤس کی مرسل روایت ہے اس میں نہایت غرابت اور عجوبہ پن ہے۔ امام شافعی کا دستور یہ ہے کہ وہ مرسل روایت کو بغیر کسی تائید کے قبول نہیں کرتے الا یہ کہ وہ بڑے تابعیوں سے منقول ہو' کیونکہ وہ عموماً صحابہ کرامؓ سے ہی مرسل بیان کرتے ہیں۔ اور یہ مذکور بالا مرسل روایت اس قبیل سے نہیں بلکہ یہ تمام گذشتہ روایات کے مخالف ہے۔ افراد' تمتع اور قران کی احادیث سب مسند اور مرفوع ہیں' لہٰذا یہ اس مرسل روایت سے مقدم اور راجح ہیں' دیگر یہ مرسل روایت مخفی ہے اور وہ مثبت اور یہ مسلم ہے کہ مثبت منفی سے مقدم ہوتا ہے اگر دونوں مساوی اور یکساں ہوں اور یہاں بات دگرگوں ہے کہ مرفوع روایت صحیح ہے اور مرسل انقطاع سند کی وجہ سے ناقابل حجت ہے۔ واللہ اعلم۔

حافظ بیہقی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حج اور عمرے کا ذکر کئے بغیر ہی تلبیہ کہہ رہے تھے۔ جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے احرام اتارنے کا حکم فرمایا' جب منیٰ سے کوچ کا وقت آیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ایام کی حالت ہو گئی چنانچہ آپؐ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تو ہمیں سفر سے روکے گی' بھلا تم نے طواف افاضہ کر لیا تھا؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا چلو کوچ کرو۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے عمرہ نہیں کیا' تو آپؐ نے فرمایا جاؤ تنعیم سے عمرے کا احرام باندھ آؤ' چنانچہ ان کے ہمراہ عبدالرحمٰن گئے (عمرہ سے فارغ ہو کر واپس آئے) تو حضرت عائشہ کہتی ہیں ہم رسول اللہ ﷺ سے رات کو اس وقت ملے جب آپؐ چل رہے تھے۔

امام بخاریؒ نے بھی محمد یعنی ابن یحییٰ ذھلی کے واسطہ سے محاضر بن موقع سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے اور صرف حج کا ہی تذکرہ تھا یہ حدیث حضرت عائشہؓ کی سابقہ بیان شدہ روایات کے زیادہ مشابہ ہے لیکن مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج اور عمرہ کا نام لئے بغیر روانہ ہوئے۔ اسود کی معرفت حضرت عائشہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ "ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے اور ہمارا خیال صرف حج کا تھا۔" یہ روایت سب سے درست اور ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک روایت میں اسی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ منقول ہے "ہم حج اور عمرے کے نام لئے بغیر تلبیہ کہہ رہے تھے" یعنی تلبیہ مطلق کہہ رہے تھے، حج اور عمرے کا نام لئے بغیر گو احرام باندھنے کے وقت اس کی نیت کی تھی۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ (لبیک اللّٰھم حجا وعمرۃ) حج اور عمرے کا تلبیہ کہہ رہے تھے اور باقی لوگ بھی بلند آواز سے حج اور عمرے کا نعرہ لگا رہے تھے۔

مسلم شریف کی وہ روایت جو حضرت جابرؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آئے اور بلند آواز سے حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے، کی مطابقت حج قران سے ذرا دشوار ہے۔ واللہ اعلم۔

تلبیہ کا بیان اور عبادت : امام شافعی، امام مالک، نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ ہے۔ **لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لا شریک لک**

اے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں موجود ہوں، بیشک ہر طرح کی تعریف اور احسان تیرا ہی ہے۔ حکومت اور بادشاہت تیرا ہی حق ہے۔ کوئی تیرا شریک نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس میں یہ اضافہ بھی کرتے تھے۔

لبیک لک وسعدیک والخیر فی یدیک لبیک والرغباء الیک والعمل

تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، عبادت میں تیری موافقت کرتا ہوں، خیر و برکت تیرے دست قدرت میں ہے، میں حاضر اور موجود ہوں، تیری طرف میری توجہ اور رغبت ہے اور عمل بھی تیرے لئے ہے۔

ایک روایت میں نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے یہ تلبیہ نبی علیہ السلام سے اخذ کیا۔

مسلم شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ تلبیہ سنا۔

لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک۔

ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد ذوالحلیفہ کے پاس دو رکعت پڑھتے اور سوار ہو کر مذکور بالا تلبیہ کہتے۔ نیز ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ تلبیہ پڑھتے۔

لبیک اللّٰھم لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک لبیک والرغباء الیک والعمل۔

بخاری شریف میں از ابو عطیہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھے نبی کا تلبیہ خوب یاد ہے، ابو عطیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ تلبیہ سنا۔

لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک

(رواہ امام احمد ایضاً وابوداؤد طیالسی)

حافظ بیہقی رسول اللہ ﷺ کے تلبیہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ اضافہ بھی نقل کرتے ہیں (لبیک الہ الحق) یہ سنن نسائی اور ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے۔ بقول امام نسائی بعض نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے

اور بعض نے مرسل۔

امام شافعی مجاہد سے مرسل بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام تلبیہ کہہ رہے تھے' چنانچہ ایک روز آپؐ عظیم انبوہ اور ہجوم کے ساتھ تھے' گویا آپؐ کو یہ منظر پسند آیا۔ اور تلبیہ میں یہ اضافہ فرمایا **لبیک ان العیش عیش الآخرۃ** خدایا' میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں' زندگی واقعی' آخرت کی زندگی ہے۔ اس حدیث کے راوی ابن جریج کا بیان ہے کہ یہ عرفات کے روز کا واقعہ ہے۔

حافظ بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں خطبہ ارشاد فرمایا اور (**لبیک اللّٰھم لبیک**) کہا اور اس میں مزید یہ فرمایا (**انما الخیر خیر الآخرۃ**) خیر و خوبی صرف آخرت کی زندگی میں ہی ہے۔

بلند آواز سے : امام احمد' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا ارشاد فرمایا ہے اور یہ حج کے شعائر اور رسومات و عبادات سے ہے یہ سنن بیہقی میں بھی مذکور ہے۔ مسند عبدالرزاق میں زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا' صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمائیے بلند آواز سے تلبیہ کہیں یہ حج کا شعار ہے۔ یہ ابن ماجہ اور شیخ ابوالحجاج مزی کی کتاب "الاعراف" میں بھی مذکور ہے۔ مسند احمد میں زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جبرائیل آیا ہے اس نے کہا ہے صحابہ کرامؓ کو حکم دیجئے تلبیہ بلند آواز سے کہیں یہ سنن اربعہ میں بھی مذکور ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

امام احمد' ابن جریج سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر محمد بن عمرو بن حزم نے یہ تحریر ارسال کی کہ عبدالملک بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام از خلاد بن سائب از سائب بن خلاد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بتایا کہ آپ صحابہ کرامؓ کو بلند آواز سے تلبیہ کہنے کی تلقین کریں' شیخ ابوالحجاج مزی نے یہ روایت اطراف میں بیان کی ہے۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ : امام احمد (یحییٰ بن سعید کی معرفت جعفر صادق از محمد باقر) بیان کرتے ہیں کہ میری ملاقات بنی سلمہ کے محلے میں جابر بن عبداللہ سے ہوئی' ہم نے ان سے حجۃ الوداع کے بارے دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں نو سالہ قیام کے دوران حج نہ کیا' پھر ۱۰ھ میں حج کا اعلان فرمایا' چنانچہ ایک جم غفیر اور کثیر لوگ مدینہ منورہ میں جمع ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں حج ادا کریں۔

روانگی : رسول اللہ ﷺ ذی قعد کے پانچ دن باقی رہتے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے' ہم بھی آپؐ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

زچہ : ذوالحلیفہ میں آئے تو اسما بنت عمیس کے ہاں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے اس نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا اب کیسے کروں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غسل کرکے احرام باندھ لو۔

تلبیہ : رسول اللہ ﷺ نے ناقہ پر سوار ہو کر لبیک کہا' **لبیک اللّٰھم لبیک' لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک** لوگ اس تلبیہ میں کمی بیشی کر رہے تھے اور نبی علیہ السلام

یہ سب سن کر خاموش تھے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کے آگے پیچھے دائیں بائیں جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی پیادہ اور سوار لوگوں کا عظیم ہجوم اور جم غفیر نظر آتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما تھے وحی نازل ہو رہی تھی رسول اللہ ﷺ اس کے معنی اور مفہوم سے خوب آگاہ تھے جو آپؐ فرماتے اور کرتے ہم ان کی اقتدا اور اتباع کرتے۔

نیت : ہم روانہ ہوئے تو حج ہی کا عزم و ارادہ تھا' بیت اللہ میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' تو حجر اسود کا بوسہ لیا اور استلام کیا' پھر طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور آخری چار میں حسب معمول چلتے رہے' طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر آئے اور "**واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ**" تلاوت کیا۔ اور اس کے پیچھے دوگانہ ادا فرمایا' پہلی رکعت میں سورت اخلاص اور دوسری میں الکافرون تلاوت کی۔

سعی : پھر حجر اسود کا بوسہ لے کر کوہ صفا پر تشریف لائے اور "**ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ**" پڑھ کر فرمایا ہم بھی اس سے آغاز کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا فرمائی۔

چنانچہ آپؐ کوہ صفا پر چڑھے اور بیت اللہ نظر آیا تو دعا کی

"**لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر' لا الہ الا اللّٰہ وحدہ انجز وعدہ وصدق وعدہ وھزم الاحزاب وحدہ**"

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک اور اسی کی حمد وثنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ صرف وہ اکیلا الہ ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور وعدہ سچا کر دکھایا اور اس نے تمام قبائل کو شکست دی۔

پھر رسول اللہ ﷺ کوہ صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چل پڑے' جب بالکل ہموار زمین پر آئے تو رمل اور تیز رفتار سے چلے جب مروہ کی چڑھائی شروع ہوئی تو آہستہ ہو گئے پھر مروہ پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف نظر کی تو کوہ صفا والی دعائیں پڑھیں۔ جب مروہ کے پاس ساتواں چکر ہوا تو فرمایا لوگو! سنو! مجھے اب معلوم ہوا ہے پہلے معلوم ہوتا تو میں قربانی کے جانور ہمراہ نہ لاتا اور عمرہ کر کے احرام اتار دیتا' چنانچہ جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ صرف عمرہ کر کے احرام کھول دے چنانچہ ایسے لوگوں نے احرام اتار دیئے۔

عمرہ حج میں : سراقہ بن مالک نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایام حج میں یہ عمرہ کی رخصت صرف اسی سال کے لئے مخصوص ہے یا قیامت تک۔ آپ ﷺ نے تشبیک اور انگلیوں میں انگلیاں داخل کرتے ہوئے تین بار فرمایا' قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں ضم ہو چکا ہے۔

حضرت علیؓ یمن سے آئے اور قربانی کے جانور ہمراہ لائے اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بھی قربانی کے جانور تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے احرام اتار کر نیا رنگین لباس بدل لیا اور آنکھوں میں کاجل لگا لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا' تو فرمایا ابا جی نے مجھے اجازت دی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پوچھنے کے لئے چلا آیا کہ آپ کو فاطمہؓ کے خلاف ابھاروں اور غصہ دلاؤں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واقعی اس نے سچ کہا ہے میں نے اسے اجازت دی تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

پوچھا تم نے کون سا احرام باندھا' تو آپ نے عرض کیا میں نے وہ احرام باندھا جو اللہ کے رسول نے باندھا اور میرے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں۔ تو آپ نے فرمایا احرام مت اتارو۔

حضرت علی اور آنحضرت ﷺ کی قربانی کے جانور ایک سو تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ٦٣ قربانیاں ذبح کیں اور باقی ماندہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ پھر آپ نے ہر قربانی سے ایک ایک بوٹی جمع کروائی' پکا کر دونوں نے گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں نے یہاں قربانی کی ہے اور منیٰ کا سارا میدان قربان گاہ ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ عرفات میں ٹھہرے اور فرمایا میں نے یہاں قیام کیا ہے اور عرفات کا سارا میدان قیام گاہ ہے' پھر مزدلفہ میں رات بسر کی اور فرمایا مزدلفہ کا سارا میدان رات بھر کرنے کا مقام اور موقف ہے۔

امام احمدؒ نے اس روایت کا آخری حصہ نہایت مختصر بیان کیا ہے۔ امام مسلم نے اس کو مناسک میں مفصل بیان کیا ہے کہ عمرہ سے جب لوگ فارغ ہوئے تو ترویہ (آٹھ ذی حج) کے روز لوگ حج کا احرام باندھ کر منیٰ میں آئے اور رسول اللہ ﷺ بھی سوار ہو کر میدان منیٰ میں تشریف لائے وہاں ظہر' عصر' مغرب' عشا اور نو ذی حج کی فجر پڑھی۔ نمرہ مقام میں خیمہ نصب کرنے کا حکم فرمایا اور طلوع آفتاب کے بعد آپ منیٰ سے روانہ ہوئے۔ قریش کا خیال تھا کہ آپؐ مشعر الحرام میں قیام فرمائیں گے۔ مگر رسول اللہ ﷺ مسلسل چلتے رہے اور میدان عرفات کے پاس پہنچ گئے' وہاں خیمہ میں فروکش ہوئے' زوال کے بعد قصوا پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے' اور خطاب فرمایا

خطبہ : ان دماء کم واموالکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا' فی بلدکم هذا۔

تمہارا خون اور مال ایک دوسرے پر حرام اور قابل احترام ہے جیسے کہ آج کا دن تمہارے لئے اس مہینہ میں اس بلد میں محترم ہے۔

الا کل شئی من امر الجاهلیة تحت قدمی موضوع' ودماء الجاهلیة موضوعة وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعة بن الحارث کان مسترضعًا فی بنی سعد فقتله هذیل' وربا الجاهلیة موضوع واول ربا اضعه من ربانا ربا العباس بن عبدالمطلب فانه موضوع کله' واتقوا الله فی النساء فانکم اخذتموهن بامانة الله واستحللتم فروجهن لکلمة الله ولکم علیهن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرهونه فان فعلن ذالک فاضربوهن ضربا غیر مبرح ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف' وقد ترکت فیکم ما لم تضلوا بعده ان اعتصمتم به کتاب الله وانتم تسئلون عنی فیما انتم قائلون قالوا ' نشهد انک قد بلغت ونصحت وادیت فقال باصبعه السبابة یرفعها الی السماء وینکتها الی الناس اللّٰهم اشهد ثلاث مرات۔

"سنو! جاہلی دور کی تمام رسومات میرے پاؤں تلے روندی جا چکی ہیں۔ جاہلی زمانہ کے تمام قتل معاف اور کالعدم ہیں سب سے پہلے میں اپنے خاندان میں سے ربیعہ بن حارث کے بیٹے (مسمی آدم یا تمام) کا خون معاف اور ساقط کرتا ہوں جو بنی سعد میں پرورش پا رہا تھا' اور اس کو ہذیل قبیلے نے قتل کر ڈالا' جاہلیت کے

وقت کے تمام سود ختم اور ناقابل گرفت ہیں سب سے پہلا سود میں اپنے خاندان میں سے چچا عباس کا ختم کرتا ہوں' وہ بالکل معاف ہے۔

عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو اللہ سے اقرار کر کے قبول کیا ہے' اللہ تعالیٰ کے حکم اور فرمان سے تم ان کے اجسام کو حلال سمجھتے ہو۔ شوہروں کا عورتوں پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کو غیر مرد سے پامال نہ کریں' اگر وہ ایسا کریں تو انہیں دھول دھپہ اور سرزنش کرو' اور بیویوں کا شوہروں پر حق یہ ہے کہ ان کو رواج کے مطابق معروف طریقہ سے کھلاؤ اور پہناؤ' میں تم میں اللہ کی کتاب چھوڑے جا رہا ہوں' اگر اس کو تھامے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔

میری نسبت تم سے سوال ہو گا' تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچایا' خیر خواہی کی اور اپنا فرض سرانجام دیا۔

پھر آپؐ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر اور لوگوں کی طرف جھکا کر تین بار کہا اے اللہ! گواہ رہنا۔

موقف : خطبہ کے بعد اذان ہوئی پھر ظہر اور عصر قصر کر کے ایک ساتھ ادا کی' دو اقامتوں کے ساتھ اور ان کے درمیان کوئی نفل نوافل نہیں پڑھے۔ پھر ناقہ پر سوار ہو کر موقف میں تشریف لے آئے اور "کوہ ہائے عظیم" کے پاس پہنچے' جبل مشاۃ آپؐ کے روبرو تھا قبلہ رو ہو کر "دعا و تضرع" میں غروب آفتاب تک مشغول رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سواری کے پیچھے بٹھا کر عرفات سے واپس ہوئے' اور اونٹنی کی مہار اس قدر کھینچے ہوئے تھے کہ اس کا سر کجاوے کو چھو رہا تھا' اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرماتے اے لوگو! سکون' سکون۔ راستہ میں جب کسی پہاڑ کی چڑھائی آتی تو مہار ذرا ڈھیلی کر دیتے اور سواری آرام سے پہاڑ پر چڑھ جاتی۔

مزدلفہ : پھر مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشا ایک اذان اور دو اقامت سے ایک ساتھ پڑھی' درمیان میں کوئی نماز نہیں پڑھی' پھر آپؐ لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرمایا۔ صبح پوری طرح واضح ہو گئی تو اذان اور اقامت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھائی' پھر سوار ہو کر مشعر حرام کے مقام پر قبلہ رخ ہو کر' تکبیر و تہلیل اور تحمید میں مصروف رہے پھر قبل از طلوع فضل بن عباس کو پیچھے بٹھا کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

عملی تبلیغ : فضل بن عباس جو گورے چٹے حسین و جمیل اور خوشنما بالوں والے نوجوان تھے۔ ایک خاتون کو دیکھنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک فضل کے چہرے پر رکھ دیا اور فضل نے اپنا رخ دوسری طرف تبدیل کر لیا' تو رسول اللہ ﷺ نے پھر اپنا ہاتھ فضل کے چہرے پر رکھ دیا۔

وادی محسر : جب وادی محسر میں پہنچے تو سواری کو تیز کر دیا اور درمیانی راہ پر چلے جو "جمرہ کبریٰ" پر جا نکلتا ہے اور درخت سے متصل جمرہ کے پاس تشریف لائے اور سات چھوٹی کنکریاں ماریں' ہر کنکر کے ساتھ تکبیر کہتے رہے۔

قربانی : پھر آپؐ قربان گاہ کی طرف تشریف لے آئے اور اپنے دست مبارک سے تریسٹھ قربانی کے جانور

ذبح فرمائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانی میں شریک بنایا۔ تو اس نے باقی ماندہ قربانیاں ذبح کیں۔ پھر ہر جانور سے ایک ایک بوٹی لینے کا ارشاد فرمایا' وہ پک کر تیار ہو گئیں تو آنحضور ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گوشت کھایا اور شوربا پیا۔

طواف افاضہ : پھر آپؐ سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لے آئے' طواف افاضہ کیا اور نماز ظہر پڑھی' پھر آپؐ بنی مطلب کے پاس آئے جو زمزم کوئیں سے پانی نکال نکال کر لوگوں کو پلا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے بنی عبدالمطلب! خوب کھینچو اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے کام میں بے جا مداخلت کریں گے تو میں خود بھی تمہارے ساتھ پانی نکالتا۔ پھر ان لوگوں نے ڈول میں پانی نکال کر آپؐ کو پیش کیا اور آپؐ نے نوش فرمایا۔

صحیح مسلم شریف میں یہ روایت عمر بن حفص از حفص از جعفر مذکور ہے اور اس میں ابی سنان کا قصہ بھی منقول ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے یہاں قربانی ذبح کی ہے اور منیٰ کا پورا میدان قربان گاہ ہے۔ اور اپنی اپنی رہائش گاہوں اور رحال میں بھی قربانی ذبح کر لو۔ میں نے عرفات میں یہاں قیام کیا ہے اور عرفات کا پورا میدان قیام گاہ ہے۔ مزدلفہ میں' میں نے یہاں قیام کیا ہے اور مزدلفہ کا سارا میدان قیام گاہ اور رات بسر کرنے کا مقام ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں بھی یعقوب بن ابراہیم کی معرفت یحییٰ بن سعید قطان از جعفر مروی ہے۔ نیز ابوداؤد اور نسائی میں متعدد راوی از حاتم بن اسماعیل از جعفر بھی منقول ہے۔

مدینہ کے راستہ پر مساجد : وہ مسجدیں جو مدینہ منورہ کے راستوں پر ہیں اور وہ مقامات جن میں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی کون کون سے ہیں۔

مذکور بالا عنوان کے تحت امام ابن کثیرؒ م ۷۷۴ھ نے امام بخاریؒ کی طویل حدیث درج کر کے فرمایا ہے کہ آج کل ان مقامات میں سے اکثر و بیشتر غیر معروف ہیں' کیونکہ ان مقامات میں سے اکثر کے نام تبدیل ہو چکے ہیں اور ان کے باشندے سابقہ ناموں سے بالکل بے خبر ہیں۔

امام بخاریؒ نے ان مقامات کے نام اس غرض سے یہاں بیان کئے ہیں کہ شاید کوئی تلاش و جستجو سے ان ناموں تک رسائی حاصل کر چکے' یا امام بخاری م ۲۵٦ھ کے عہد میں یہ نام معلوم ہوں گے' واللہ اعلم۔

مکہ میں : امام بخاریؒ نافع کی معرفت حضرت ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام رات بھر ذی طویٰ میں رہے' یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے' اور ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے' اور مسلم شریف میں "یہاں تک کہ صبح ہو گئی" کے علاوہ "یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھی" بھی مذکور ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مکہ جاتے تو ذی طویٰ میں رات بسر کرتے' یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور غسل کرتے پھر دن چڑھے مکہ داخل ہوتے اور بیان کرتے تھے کہ نبی علیہ السلام اسی طرح کرتے تھے۔ متفق علیہ روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب حرم کے قریب پہنچ جاتے تو تلبیہ موقوف کر دیتے اور رات بھر مقام ذی طویٰ میں رہتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذی طویٰ جو حدود حرم کے متصل ہے پہنچ کر تلبیہ سے رک جاتے

کہ منزل مقصود تک رسائی ہو چکی ہے وہیں رات بسر کی اور فجر کی نماز وہاں طویل پہاڑ کے دو نشیبی حصوں کے درمیان پڑھی۔ پھر مکہ شریف میں داخل ہونے کی خاطر غسل فرمایا' پھر دن چڑھے سوار ہو کر بطحا کے بلند درے اور ثنیہ علیا سے مکہ میں علانیہ داخل ہوئے کہ لوگ آپؐ کے شرف دیدار سے فیض یاب ہوں اور اسی طرح آپؐ ثنیہ علیا سے فتح مکہ کے روز داخل ہوئے۔

امام مالک اور عبیداللہ بن عمرؓ بذریعہ نافع' حضرت ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ثنیہ علیا سے داخل ہوئے اور ثنیہ سفلی سے (مدینہ منورہ کے لئے) روانہ ہوئے۔

نیز صحیحین میں (ہشام بن عروہ از ربیعہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ مذکور ہے۔

جب کعبہ نظر آیا : مسند شافعی میں بواسطہ سعید بن سالم ابن جریج کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نگاہ مبارک بیت اللہ پر پڑی' تو دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور یہ "درج ذیل دعا" پڑھی' بقول امام بیہقی یہ سند منقطع ہے۔ (سفیان ثوری از ابوسعید شامی از مکحول) مرسل روایت اس کی شاہد ہے۔

اللّٰھم انت السلام ومنک السلام فحینا ربنا بالسلام' اللّٰھم زد ھذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومھابة وبرا وزد من حجه اواعتمره تکریما وتشریفا وتعظیما وبرا۔

یااللہ' تیرا نام سلام ہے' اور تیری طرف سے سلامتی ہے اور ہمیں پروردگار سلامتی کی زندگی بخش۔ اے اللہ! بیت اللہ کی عزت' عظمت' حرمت' ہیبت اور بزرگی میں اور زیادہ اضافہ فرمادے' اور جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کی بھی بزرگی' شرافت' عظمت اور بڑائی میں مزید اضافہ کردے۔"

رفع یدین : امام شافعی (سعید بن سالم' ابن جریج' مقسم) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے نماز میں رفع یدین کیا' بیت اللہ کو دیکھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے' صفا' مروہ' عرفات' مزدلفہ اور دو جمروں کے پاس بھی اور میت پر (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے۔ امام بیہقی (محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ' حکم' مقسم و نافع باترتیب) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے مذکور بالا روایت بدون ذکر میت مرفوع اور موقوف دونوں طرح بیان کرتے ہیں' اس سند میں ابن ابی لیلیٰ کمزور راوی ہے۔

بیت اللہ میں داخلہ : امام بیہقی ابن جریج کی معرفت عطا بن ابی رباح سے بیان کرتے ہیں کہ محرم جس دروازے سے چاہے داخل ہو (کوئی مضائقہ نہیں) نبی علیہ السلام باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور صفا کی طرف باب بنی مخزوم سے باہر تشریف لائے۔ یہ مرسل روایت جید ہے۔ امام بیہقی نے باب بنی شیبہ سے کعبہ میں داخل ہونے کے استحباب پر درج ذیل حدیث سے استدلال لیا ہے۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ بنی جرہم کے بعد بیت اللہ کی عمارت خستہ ہو کر گر گئی تو قریش نے اس کی تعمیر کی' حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو نزاع پیدا ہو گیا بالآخر اس بات پر اتفاق رائے ہوا کہ جو شخص باب بنی شیبہ سے پہلے اندر آئے وہی حجر اسود نصب کرے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس دروازہ سے سب سے پہلے تشریف لائے' پھر آپؐ نے ایک چادر پھیلانے کا حکم فرمایا اور اس کے وسط میں حجر اسود رکھ دیا اور جملہ قبائل کے سربرآوردہ اشخاص کو چادر اوپر اٹھانے کا ارشاد فرمایا' سب نے چادر اوپر اٹھائی

اور رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود اٹھا کر دیوار میں نصب فرما دیا۔

ہم نے یہ واقعہ (تعمیر کعبہ قبل از بعثت) کے باب میں مفصل بیان کیا ہے اور اس روایت سے باب بنی شیبہ سے بیت اللہ میں داخل ہونے کے استحباب پر استدلال لینا محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

اول طواف : امام بخاریؒ بذریعہ عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں تشریف لائے تو پہلے وضو کیا' پھر طواف اور صرف عمرے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ احرام برقرار رکھا (ثم لم تکن عمرہ) پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی اسی طرح حج کیا۔

عروہ کہتے ہیں پھر میں نے اپنے والد زبیرؓ کے ہمراہ حج کیا' انہوں نے پہلے طواف کیا' انصارؓ اور مہاجرینؓ کو بھی میں نے ایسا کرتے دیکھا۔ اور مجھے میری والدہ اسماءؓ نے بتایا کہ میں نے' میری ہمشیرہ اور زبیر وغیرہ نے عمرے کا احرام باندھا' جب حجر اسود کا استلام کیا تو (عمرے کے بعد) احرام اتار دیا۔

طواف کا طریقہ : حضرت جابرؓ کی روایت کے مطابق' بیت اللہ میں داخل ہوئے تو پہلے حجر اسود کا بوسہ لیا' پھر ابتدائی تین چکروں میں رمل کیا یعنی قریب قریب قدم رکھ کر' کندھے مٹکا کر' مردانہ وار چلے' اور باقی چار چکروں میں آہستہ آہستہ چلے۔

بوسہ : امام بخاریؒ نے عابس بن ربیعہ کی معرفت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے کر کہا' میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے' نفع اور نقصان میں تیرا کوئی دخل نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تیرا کبھی بوسہ نہ لیتا۔ مسلم شریف میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ یہ بوسہ اور خطاب بیک وقت تھا۔

تفصیل : مسند احمد میں ابراہیم بن عابس کے حوالے سے مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے خطاب کیا اور بعد ازاں بوسہ دیا۔ واللہ اعلم۔ امام احمد (وکیع و یحییٰ' ہشام بن عروہ' عروہ بن زبیر) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے حجر اسود کو خطاب کر کے کہا' واللہ میں خوب جانتا ہوں **انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلک ماقبلتک۔** اور بوسہ لیا مگر عروہ اور عمرؓ کے درمیان انقطاع ہے۔

امام بخاریؒ (محمد بن جعفر بن ابی کثیر از زید بن اسلم عن ابیہ کے حوالہ سے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے حجر اسود کو خطاب کر کے کہا واللہ مجھے خوب علم ہے کہ تو ایک (بے ضرر) پتھر ہے' سود و زیاں تیرے بس کی بات نہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تیرا بوسہ قطعاً نہ لیتا اور بوسہ لیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا اب رمل سے کیا واسطہ ہے' اس وقت ہم نے مشرکین کے سامنے اپنے زور بازو کے اظہار کی خاطر کیا تھا' اب وہ نیست و نابود ہو چکے ہیں۔ پھر از خود کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے' اسے نظر انداز کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطاب کے بعد بوسہ لیا۔

امام بخاریؒ' زید بن اسلم سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو حجر اسود کا بوسہ لیتے دیکھا اور کہا **(لولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلک ماقبلتک)**

صحیح مسلم شریف میں (عمرو بن دینار از زہری از سالم از عبداللہ) منقول ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کا بوسہ لیا' پھر سود و زیاں والا مقولہ کہا (وھذا صریح فی ان التقبیل مقدم علی القول فاللہ اعلم) اس میں صراحتاً" منقول ہے کہ خطاب سے قبل بوسہ لیا۔

مذکورہ بالا روایت مسند احمد اور صحیح مسلم شریف میں نافع از ابن عمر نیز مسلم میں عاصم احول از عبداللہ بن سرجس اور ابراہیم بن عبدالاعلیٰ از سوید بن غفلہ مذکور ہے کہ ان سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بوسہ لیتے اور یہ فقرہ کہتے دیکھا۔

مسند احمد میں سعید بن جبیر از ابن عباس رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود پر سر جھکا کر (بوسہ لیا) اور مذکور بالا جملہ کہہ کر کہا (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) رسول اللہ ﷺ کی سیرت تمہارے لئے بہترین نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔ (یہ سند مضبوط ہے)

سجدہ : مسند ابوداؤد طیالسی میں جعفر بن عثمان قرشی مکی سے مذکور ہے کہ میں نے محمد بن عباد بن جعفر کو حجر اسود کا بوسہ لیتے دیکھا اور پھر اس پر سر خم کر کے سجدہ کیا اور کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بوسہ لیتے اور سر خم کرتے دیکھا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی طرح بوسہ لیتے اور سجدہ کرتے دیکھا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں نے نبی علیہ السلام کو بوسہ لیتے نہ دیکھا ہوتا تو بوسہ نہ لیتا۔ یہ سند حسن ہے' ماسوائے امام نسائی کے' کسی نے اس کو ابن عباس از عمر بیان نہیں کیا اور مسند احمد میں یعلی بن امیہ از عمر رضی اللہ عنہ مذکور ہے' اور مسند ابو یعلی موصلی میں ہشام بن حشیش از عمر منقول ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں (مسند امیر المومنین عمر) میں ہم نے اس حدیث کے تمام طرق جمع کیے ہیں اور اس پر مفصل بحث کی ہے۔ واللہ الحمد۔

الغرض : یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ متعدد طرق سے مروی ہے جو اکثر محدثین کے نزدیک قطعی اور یقینی علم کی موجب ہے' لیکن ان روایات میں یہ وضاحت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود پر سجدہ کیا بجز ابوداؤد طیالسی کی روایت از جعفر بن عثمان کے اور یہ صراحتاً" مرفوع نہیں۔

لیکن امام بیہقی نے (ابو عاصم نبیل) جعفر بن عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے محمد بن عباد بن جعفر کو حجر اسود کا بوسہ لیتے دیکھا۔ اور اس پر سر خم کر کے سجدہ کیا' اور اس نے کہا میں نے تیرے ماموں ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بوسہ اور اس پر سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا بوسہ لیتے اور اس پر سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے' چنانچہ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔

امام بیہقی (ابوالحسن علی بن احمد بن عبدال' طبرانی' ابوالزنباع' یحییٰ بن سلیمان جعفی' یحییٰ بن یمان' سفیان' عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود پر سجدہ کرتے دیکھا۔

بقول امام طبرانی سفیان مذکور سے سوائے یحییٰ بن یمان م ۱۸۹ھ کے کسی نے بیان نہیں کیا۔ اور تہذیب (ج ۱۱ ص ۳۰۶) میں ہے لیس بحجۃ اذا خولف' قال ابن عدی عامۃ ما یرویہ غیر محفوظ و قال یعقوب

بن شیبة یحیی بن یمان ثقة' احد اصحاب سفیان و ھو یخطی کثیرا فی حدیثه

نرالی حجت : امام بخاریؒ زبیر بن عربی سے بیان کرتے ہیں کہ کسی یمنی نے حضرت ابن عمرؓ سے حجر اسود کے بوسہ اور استلام کے بارے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو استلام کرتے اور بوسہ لیتے دیکھا ہے۔

اس نے کہا (ارائت ان زحمت ارائت ان غلبت) فرمایئے اگر اژدہام ہو جائے اور میں مغلوب اور عاجز آ جاؤں تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ ارائت اور عجز کا سوال یمن میں چھوڑ آؤ۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو استلام کرتے اور بوسہ لیتے دیکھا ہے۔

بخاری میں نافع از ابن عمر مذکور ہے کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود کا بوسہ لیتے دیکھا ہے میں نے ہجوم اور بھیڑ میں بھی کبھی اس کا بوسہ ترک نہیں کیا۔

نافع سے عبید اللہ نے پوچھا کیا ابن عمرؓ حجر اسود اور رکن یمانی کے مابین آہستہ چلتے تھے؟ تو نافع نے کہا آہستہ اس لئے چلتے تھے کہ بوسہ لینے میں آسانی اور سہولت ہو۔

رکن یمانی اور حجر اسود : ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ نبی علیہ السلام طواف کے ہر چکر میں رکن یمانی کو چھوتے اور حجر اسود کا بوسہ لیتے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو استلام اور چھوتے دیکھا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام دونوں شامی ارکان استلام اس وجہ سے نہیں کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی اصل بنیادوں پر قائم نہ تھے۔

امام بخاریؒ نے ابوالشعثاء کا مقولہ بیان کیا ہے (ومن یتقی شیئا من البیت) کعبہ کے کسی رکن سے کون پرہیز کرتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ چاروں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ دونوں شامی ارکان کا استلام نہ کیا جائے تو حضرت امیر معاویہؓ م ۶۰ھ نے فرمایا "کعبہ کی کوئی چیز متروک نہیں۔" عبد اللہ بن زبیر ش ۷۳ھ سب ارکان کو بوسہ دیا کرتے تھے (رواہ البخاری) کیونکہ کعبہ اصل بنیادوں پر تعمیر ہو چکا تھا۔ مسلم شریف میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ کسی "چیز" کو استلام کرتے نہیں دیکھا۔

حضرت ابن عمرؓ کی سابقہ روایت حضرت ابن عباسؓ کے اس مشاہدہ کے بالکل موافق ہے کہ رسول اللہ ﷺ دونوں شامی ارکان کو اس وجہ سے نہیں چھوتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل بنیادوں سے ہٹے ہوئے تھے۔ کیونکہ قریش نے مال و دولت کی کمی کے باعث حطیم کا یہ حصہ کعبہ شریف کی عمارت سے خارج کر دیا تھا۔

جدید تعمیر کی آرزو : نبی علیہ السلام کی آرزو یہ تھی کہ اگر آپؐ کو کعبۃ اللہ کی تعمیر کا موقع ملتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل بنیادوں پر عمارت تعمیر کرتے' لیکن نبی علیہ السلام کو قوم کی اسلام سے تازہ وابستگی اور کفر سے نو بنو علیحدگی سے خطرہ لاحق تھا کہ مبادا ان کے دل اس سے نفرت کریں۔ حضرت عبد اللہ

بن زبیر کی امارت اور خلافت کا دور آیا تو آپؓ نے کعبہ کو مسمار کر کے رسول اللہ ﷺ کی آرزو کے مطابق تعمیر کروایا۔ جس طرح کہ ان کی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا۔ اگر حضرت ابن زبیرؓ کعبۃ اللہ کی عمارت کی تجدید کے بعد جملہ ارکان کا استلام کیا کرتے تھے تو یہ ایک عمدہ عمل ہے' واللہ ابن زبیرؓ سے یہی متوقع ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ السلام ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کیا کرتے تھے۔

دعا : امام نسائی نے عبداللہ بن سائب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھا کرتے تھے **ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار (ابوداؤد)**

امام ترمذی' طبرانی اور اسحاق بن راہویہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد حرام میں تشریف لائے تو حجر اسود کا استلام کر کے اپنے دائیں پہلو روانہ ہوئے' تین چکروں میں رمل کیا اور باقی چار میں حسب معمول چلتے رہے۔ پھر طواف ختم کر کے مقام ابراہیم کے پاس "**واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى**" پڑھا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی' پھر حجر اسود کا استلام کر کے کوہ صفا کی طرف چلے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

رمل کا بیان : امام بخاریؒ بواسطہ سالم حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے اور حجر اسود کا استلام کیا تو طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں تیز دوڑے۔ (مسلم' نسائی) بخاری شریف میں بواسطہ نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حج یا عمرے کا طواف کرتے تو طواف قدوم کے تین چکروں میں تیز چلتے اور باقی چار میں آہستہ' پھر دو رکعت نماز کے بعد صفا مروہ کی سعی کرتے (رواہ مسلم)

بخاری شریف میں (عبیداللہ از نافع از ابن عمرؓ) مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلا طواف کرتے تو تین چکروں میں تیز دوڑتے اور چار میں آرام سے چلتے اور صفا مروہ کے ہموار میدان میں دوڑتے۔

مسلم میں ہے (**رمل رسول الله صلى الله عليه وسلم من الحجر الى الحجر ثلاثا و مشى اربعا**)

نیز مسلم شریف میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے (**ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رمل ثلاثة اشواط من الحجر الى الحجر**)

مسند احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ اور بیہقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اب کندھے برہنہ کر کے رمل اور تیز رفتاری کی کیا ضرورت ہے' اسلام کی راہ ہموار ہو چکی ہے' کفر برباد ہو چکا ہے مگر بایں ہمیں ہم وہی عمل کریں گے جو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کرتے رہے۔

آیا رمل مسنون نہیں : یہ جملہ روایات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع کے اس خیال کی تردید کرتی ہیں کہ رمل سنت نہیں۔ اور بات دراصل یہ ہے کہ عمرہ قضا کے وقت مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو طعنہ دیا تھا کہ یثرب کے بخار نے ان کو کمزور اور نحیف و نزار کر دیا ہے چل پھر نہیں سکتے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین چکروں میں رمل کرنے کا ارشاد فرمایا اور باقی چار میں محض ان پر

شفقت کی خاطر رمل سے منع فرمایا۔ لہٰذا حضرت ابن عباسؓ حجۃ الوداع میں رمل کے واقع ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ صحیح سند سے رمل ثابت ہے بلکہ رمل کی تکمیل بھی منقول ہے کہ حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین بھی کمزوری کا طعنہ رفع ہونے کے باوصف' آہستہ نہیں چلے۔ طرفہ یہ کہ' خود حضرت ابن عباسؓ سے صحیح حدیث سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ جعرانہ میں اضطباع کے ساتھ رمل کیا۔ یہ یاد رہے کہ عمرہ جعرانہ فتح مکہ کے بعد ہوا' جب کسی قسم کا خوف و خطرہ باقی نہ تھا۔ سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ صحابہؓ اور رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ کیا' اور طواف میں اضطباع کی حالت میں رمل لیا۔

اضطباع : یہ ہے کہ احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اوپر' آگے اور پیچھے سے ڈال لیتے۔ حجۃ الوداع میں اضطباع کے بارے یعلیٰ بن امیہ از امیہ منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اضطباع کی حالت میں بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا ہے۔ ابوداؤد اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سبز رنگ کی چادر سے اضطباع کیا ہوا تھا' نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ آپؐ نے حجۃ الوداع میں رمل کیا۔

پہلے طواف میں سوار تھے یا پیادہ : طواف قدوم کے بارے ایک سوال ہے' آیا آپؐ نے سوار ہو کر کیا یا پیدل چل کر' اس بارے دو قسم کی متعارض روایات مروی ہیں ہم انشاء اللہ ایسے انداز سے بیان کریں گے کہ التباس اور تعارض رفع ہو جائے اور تطبیق کی صورت سامنے آجائے' وباللہ التوفیق۔

امام بخاریؒ نے عبیداللہ بن عبداللہ کے حوالہ سے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اور چھڑی سے حجر اسود کا استلام کیا (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

امام ترمذیؒ نے عکرمہ از ابن عباسؓ سے حسن صحیح حدیث نقل کی ہے۔ **طاف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علٰی راحلتہ فاذا انتھٰی الی الرکن اشار الیہ**

اللہ اکبر : بخاری شریف میں خالد از عکرمہ از ابن عباسؓ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر طواف کیا حجر اسود کے محاذ میں آتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا' مبادا لوگوں کو دقت ہو اور حجر اسود کا استلام کیا۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ حجۃ الوداع میں آپؐ نے تین طواف کئے (۱) طواف قدوم (۲) طواف افاضہ اور (۳) طواف وداع۔ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے طواف افاضہ اور طواف وداع دونوں سوار ہو کر کئے ہوں یا ان میں سے ایک۔ باقی رہا طواف قدوم تو یہ رسول اللہ ﷺ نے پیدل ہی کیا امام شافعیؒ نے بھی یہی بیان فرمایا ہے' واللہ اعلم۔

کیونکہ سنن کبیر میں امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ ہم دن چڑھے بیت اللہ میں داخل ہوئے' نبی علیہ السلام نے مسجد کے دروازے پر سواری بٹھائی۔ اور مسجد میں داخل ہو کر حجر اسود کا

استلام کیا اور فرط محبت سے آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ پھر آپؐ نے طواف کے تین چکروں میں رمل کیا اور چار میں آہستہ چلے' طواف سے فارغ ہو کر حجر اسود کو بوسہ دیا' اور اس پر ہاتھ رکھا' پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے مبارک پر پھیر لیا (ہذا اسناد جید)

باقی رہی حدیث ابوداؤد جو (مسعود از خالد بن عبداللہ از یزید بن ابی زیاد از عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے آپ بیمار تھے سوار ہو کر طواف کیا حجر اسود کے برابر آتے تو چھڑی سے استلام کرتے' طواف سے فارغ ہوئے تو نیچے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی' اس روایت میں یزید منفرد ہے اور ضعیف ہے۔ نیز اس میں حجتہ الوداع کا تذکرہ بھی نہیں اور نہ ہی اس میں طواف قدوم کا بیان ہے اور مسلم شریف میں حضرت ابن عباس کی صحیح روایت میں بھی یہ بات مذکور نہیں۔

دوبارہ بوسہ : طواف کے بعد دو رکعت نماز سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا بوسہ لینا صحیح مسلم میں حدیث جابرؓ میں مذکور ہے کہ دو رکعت پڑھ کر پھر حجر اسود کا استلام کیا۔

ہاتھ کا بوسہ : صحیح مسلم شریف میں نافع سے مذکور ہے کہ میں نے ابن عمرؓ کو حجر اسود کا ہاتھ سے استلام کرتے ہوئے دیکھا' اور پھر آپؐ نے ہاتھ چوما اور فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کا بوسہ لیتے دیکھا ہے ترک نہیں کیا۔ ممکن ہے حضرت ابن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو کسی طواف میں دیکھا ہو یا آخری استلام میں آپؐ کو دیکھا ہو' یا ابن عمر رضی اللہ عنہ ضعف اور کمزوری کی بنا پر حجر اسود تک نہ پہنچ سکے ہوں۔ یا بھیڑ کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے ہوں کہ کسی کو اذیت نہ ہو۔

مسند احمد میں (وکیع' سفیان) ابو یعفور عبدی کا بیان ہے کہ حجاج کے زمانہ میں' میں نے کسی شیخ سے سنا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمر! تم طاقتور انسان ہو' حجر اسود پر مزاحمت مت کرو کہ کمزور آدمی کی تکلیف کا باعث ہو۔ اگر خالی جگہ ہو تو استلام کرو ورنہ اس کے مقابل ہو کر استلام کر' اور اللہ اکبر کہہ۔ یہ سند عمدہ ہے مگر اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والا مبہم اور گمنام راوی ہے' بظاہر یہ ثقہ معلوم ہوتا ہے۔

امام شافعی (سفیان بن عیینہ' ابو یعفور عبدی) وقدان م ۱۴۰ھ سے بیان کرتے ہیں' جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے میں نے خزاعی شیخ سے سنا جو امیر مکہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا اے ابو حفص! تو طاقتور آدمی ہے' حجر اسود پر مزاحمت نہ کر' کمزور آدمی کو تکلیف ہوتی ہے' اگر خالی جگہ ہو تو اسے بوسہ دے ورنہ اس کے مقابل ہو کر (ہاتھ سے اشارہ کر کے) اللہ اکبر کہہ اور گزر جا۔

سفیان کہتے ہیں یہ خزاعی شیخ عبدالرحمٰن بن حارث ہیں حجاج نے ان کو واپسی پر امیر مکہ مقرر کر دیا تھا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ جلیل القدر عالم اور عالی مقام امام تھے' اور چوتھے کاتب قرآن تھے جن کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی کتابت کے لئے مامور کیا تھا اور قرآن پاک کے یہ نسخے اطراف عالم میں روانہ کئے تھے اور ان پر جمہور کا اجماع ہے۔

سعی صفا مروہ : مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے طواف کے بعد دو رکعت سے فارغ ہو کر حجر

اسود کا بوسہ لیا پھر صفا کی جانب آئے، صفا کے قریب ہوئے تو ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ پڑھ کر فرمایا جس مقام کو اللہ تعالیٰ نے پہلے بیان فرمایا ہے میں بھی اس سے ابتدا کرتا ہوں، چنانچہ آپؐ کوہ صفا کی چوٹی پر اس قدر بلند ہوئے کہ کعبہ نظر آیا قبلہ رخ ہو کر پڑھا، لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شئی قدیر لا الہ الا اللّٰہ، انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ، اور دعا کی، اور سہ بار یہ دعا کی۔ پھر آپؐ اتر کر ہموار میدان میں آئے تو تیز چلے اور جب چڑھائی آئی تو آہستہ ہو گئے، اور کوہ مروہ پر چڑھ کر کعبہ کی طرف نگاہ کی، اور یہاں بھی کوہ صفا والی دعائیں دھرائیں۔

امام احمدؒ، یعلی بن امیہ از امیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نجرانی چادر میں اضطباع کئے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے دیکھا۔ امام احمدؒ، حبیبہ بنت ابی تجزاۃ سے نقل کرتے ہیں میں قریشی خواتین کے ہمراہ حسین کے گھر آئی اور نبی علیہ السلام صفا مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے۔ تیز چلنے کی وجہ سے آپؐ کی تہمک گھوم رہی تھی اور صحابہ کرامؓ کو تلقین فرما رہے تھے، خوب چلو، اللہ تعالیٰ نے سعی فرض کی ہے۔ دوسری سند میں اس خاتون کے الفاظ ہیں لوگ آگے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے تھے اور سعی کی وجہ سے آپؐ کے گھٹنے نظر آ رہے تھے اور تہمد گھوم رہی تھی۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے "اسعوا فان اللّٰہ کتب علیکم السعی"

شیبہ بن عثمان کی ام ولد سے منقول ہے کہ اس نے نبی علیہ السلام کو صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے دیکھا، اور آپ ﷺ فرما رہے تھے یہ میدان دوڑ کر طے کیا جائے۔ (رواہ النسائی)

سعی : سے مراد یہاں تیز دوڑنا اور بھاگنا نہیں بلکہ صفا اور مروہ کے درمیان مطلق آمدورفت مراد ہے، تیز دوڑنا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر آرام و راحت اور سکون سے بھی چلے اوور رمل نہ کرے تو بھی کافی ہے۔ یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے لا نعرف بینھم اختلافًا فی ذالک، امام ترمذی نے یہ اہل علم سے نقل کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے کثیر بن جمہال سے بیان کیا ہے میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو صفا، مروہ کے درمیان آہستہ چلتے دیکھ کر عرض کیا آپ صفا مروہ کے درمیان سکون سے چل رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اگر میں تیز چلوں تو بھی درست ہے کہ میں نے یہاں رسول اللہ ﷺ کو تیز چلتے دیکھا ہے۔ اگر آرام سے چلوں تو بھی روا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سکون و اطمینان سے بھی چلتے دیکھا ہے۔ علاوہ ازیں میں ایک کمزور اور ناتواں بوڑھا شخص ہوں، امام ترمذیؒ نے اس کو حسن صحیح کہا ہے، ابوداؤد، نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کو دو حالتوں میں دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو رمل کے بغیر بالکل سکون سے چلتے دیکھا اور دوسری بار، صفا مروہ کے درمیان بعض حصہ میں سعی اور تیز رفتاری کی حالت میں دیکھا اور کچھ میں عام حالت میں سکون سے چلتے دیکھا۔ اور اس دوسری حالت کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت سے ہوتی ہے کہ صفا مروہ کے درمیان رسول اللہ ﷺ سعی کرتے اور تیز رفتار چلتے تھے۔ حدیث جابرؓ میں ہے کہ کوہ صفا سے اتر کر جب رسول اللہ ﷺ ہموار مقام پر آتے تو رمل کرتے اور جب مروہ کی چڑھائی آتی تو آہستہ رفتار سے چلتے۔ سب اہل علم نے صفا مروہ کے

درمیان سعی کرنے والے پر مستحب قرار دیا ہے کہ وہ ہر چکر میں سعی کرے یعنی دو سبز ستونوں کے درمیان۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا وہم : امام موصوف "حجۃ الوداع" میں فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کوہ صفا کی طرف آئے اور (ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ) پڑھ کر فرمایا جس مقام کا اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا ہے، ہم بھی اسی سے آغاز کرتے ہیں چنانچہ آپؐ نے صفا مروہ کے درمیان اونٹ پر سوار ہو کر، سات چکر لگائے، تین دوڑ کر اور چار آہستہ۔ ان کے اس قول سے کسی کا اتفاق نہیں اور نہ کسی نے اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر تین چکر دوڑ کر لگائے اور باقی عام رفتار سے۔ ایسی فحش غلطی کے باوصف اس کی دلیل بیان نہیں کی، بلکہ جب استدلال کا موقع آیا تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہمیں صفا اور مروہ کے درمیان چکروں میں رمل کی تعداد کہیں منصوص نہیں ملی، لیکن متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (ہذا لفظہ)

اگر ان کا مطلب پہلے تین چکروں میں رمل پر اتفاق رائے ہے تو یہ بالکل صحیح نہیں بلکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، پھر ان کا یہ مقصد کہ صرف پہلے تین چکروں میں رمل متفق علیہ ہے تو یہ بھی ان کے دعویٰ کے لئے کچھ مفید مطلب نہیں کیونکہ جس طرح پہلے تین چکروں میں رمل کے استحباب پر اتفاق رائے ہے، اسی طرح باقی چار میں بھی رمل کے استحباب پر اتفاق ہے۔ لہٰذا امام ابن حزم کا صرف پہلے تین چکروں میں رمل کے استحباب کا مسلک اہل علم کے خلاف ہے، واللہ اعلم۔

سواری پر : باقی رہا امام ابن حزمؒ کا یہ خیال کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا مروہ کے درمیان سوار ہو کر چکر لگائے۔ تو سنئے! حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہموار میدان میں سعی فرماتے تھے، اور ترمذی شریف میں ان سے مروی ہے۔ اگر میں سعی کروں اور تیز رفتار چلوں تو بھی درست ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سعی کرتے اور تیز رفتار چلتے دیکھا ہے۔ اگر آرام سے پیدل چلوں تو بھی ٹھیک ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آرام سے چلتے دیکھا ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جب آپؐ وادی کے ہموار مقام میں آتے تو رمل اور سعی کرتے، جب چڑھائی آتی آرام سے چلتے اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صفا پر چڑھے اور بیت اللہ نظر آیا۔ اور حبیبہؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی تیز رفتاری کی وجہ سے آپؐ کی تہمد گھوم رہی تھی۔

علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے دروازے پر اونٹ بٹھایا اور طواف کیا، اور پھر کہیں یہ مذکور نہیں کہ آپ صفا کی جانب جاتے ہوئے اونٹ پر سوار ہوئے۔ ان دلائل کا تقاضہ ہے کہ آپؐ نے صفا اور مروہ کے درمیان پیدل سعی فرمائی۔

اشکال : لیکن صحیح مسلم شریف میں محمد بن بکر از ابن جریج از ابوالزبیر منقول ہے کہ جابر بن عبداللہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں کعبہ کا طواف سوار ہو کر کیا، اور صفا مروہ کے درمیان بھی آپؐ نے سوار ہو کر سعی کی کہ لوگ آپؐ کا دیدار کر سکیں۔ اور مسائل پوچھ سکیں (اور یہ بھی خیال رہے) کہ رسول اللہ ﷺ اور قارن صحابہ کرامؓ نے صفا مروہ کے درمیان صرف ایک بار ہی سات چکر لگائے۔

مسلم شریف میں یہ روایت محمد بن بکر کے علاوہ علی بن مسہر' عیسیٰ ابن یونس اور یحییٰ بن سعید قطان بھی ابن جریج سے بیان کرتے ہیں لیکن ان میں صفا مروہ کا ذکر نہیں۔ اور ابوداؤد میں (احمد بن حنبل' یحییٰ بن سعید قطان' ابن جریج) ابوالزبیر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع میں سواری پر کعبہ کا طواف کیا' اور صفا مروہ کے درمیان بھی اسی پر سعی کی۔ اور سنن نسائی میں بھی یہ روایت یحییٰ اور سعید از ابن جریج مروی ہے اور ابن جریج کی یہ روایت محفوظ ہے۔

ان روایات کی تطبیق نہایت دشوار ہے کیونکہ حضرت جابر سے باقی راوی یہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صفا مروہ کے درمیان پیدل تھے۔ ممکن ہے ابوالزبیر از جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں "صفا مروہ میں سوار ہو کر سعی کرنے" کے الفاظ کسی راوی کی طرف سے مدرج ہوں اور اس نے از خود ان الفاظ کا اضافہ کیا ہو۔ یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا مروہ کے درمیان سعی' پیدل شروع کی ہو' اور اژدہام ہونے کے باعث سوار ہو گئے ہوں' جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

امام ابن حزمؒ کو یہ تسلیم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف قدوم پیدل کیا اور "طواف میں سوار ہونے کو" مابعد پر حمل کرتے ہیں۔ اور اس بات کے دعویدار ہیں کہ آپؐ صفا مروہ میں سعی کے دوران سوار تھے' کیونکہ آپ ﷺ کے صفا مروہ کے درمیان سعی ایک بار ہی فرمائی ہے۔

قول جابر رضی اللہ عنہ "حتی اذا انصبت قدماہ فی الوادی رمل" جب ہموار میدان میں قدم پڑے تو رمل شروع کیا' سوار ہونے کی صورت میں درست اور راست ہے کیونکہ اونٹ جب ہموار جگہ سے آئے گا تو اس کے قدم بھی لازماً ساتھ ہی آئیں گے' ایسے ہی رمل کا مفہوم درست ہے کہ اونٹ نے اپنے سوار سمیت رمل کیا' (رمل الدابۃ براکبھا) مگر یہ مفہوم اور مطلب قرین قیاس نہیں' واللہ اعلم۔

مفصل : امام ابوداؤد' ابوعاصم غنوی کی معرفت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ عامر بن واثلہ بکریؓ م ۱۰۰ھ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے طواف میں رمل کیا اور یہ سنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بات کچھ صحیح ہے اور کچھ غلط۔ میں نے عرض کیا' ذرا تفصیل سے بیان فرمائیے' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا' صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمل کیا اور یہ سنت نہیں' کیونکہ قریش نے صلح حدیبیہ کے دوران کہا تھا کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ وہ فقر و فاقہ سے خود بخود ہلاک ہو جائیں گے۔

چنانچہ جب حدیبیہ میں آئندہ سال عمرہ کرنے پر صلح ہوئی اور تین روز مکہ میں قیام کی بات طے ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے مطابق مکہ میں عمرہ کے لئے تشریف لائے تو مشرکین مکہ' کوہ قیقعان پر بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کعبہ کے گرد پہلے تین چکر میں رمل کرو یعنی خوب کندھے مٹکا کر قریب قریب قدم رکھ کر پہلوانوں کی طرح اکڑ کر چلو' کہ کفار کو ہماری قوت و شوکت کا اندازہ ہو جائے اور یہ سنت نہیں (محض ایک وقتی اور ہنگامی حکم تھا)

میں نے پھر پوچھا' لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان سوار ہو کر سعی کی اور

یہ سنت ہے' تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس میں بھی صحیح اور غلط کی آمیزش ہے میں نے کہا وہ کیسے' تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا صحیح ہے' کہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر صفا مروہ کی سعی کی' اور یہ سنت نہیں کہ آج کل کے حکام کی طرح پبلک کو رسول اللہ ﷺ کی ملاقات سے روکا نہیں جاتا تھا اور نہ ہی آپؐ کی خاطر راستہ میں آمدورفت بند کی جاتی تھی' لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر سعی فرمائی' کہ سب لوگ آپؐ کا کلام سن سکیں' اور دیدار سے محفوظ ہو سکیں اور نبی علیہ السلام کو بھی دقت نہ ہو۔

مسلم شریف میں جریری کی معرفت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا' آیا! صفا مروہ کے درمیان سوار ہو کر سعی کرنا سنت ہے' لوگ اسے سنت سمجھتے ہیں' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا (صدقوا وکذبوا) صحیح بھی ہے اور غلط بھی۔ پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ کعبہ میں تشریف لائے تو ہر طرف سے لوگ امنڈ آئے' حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے نکل آئیں' اس قدر ہجوم ہو گیا کہ آپؐ کو پیدل چلنا دوبھر ہو گیا تو آپؐ سوار ہو گئے (اور دستور یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات سے کسی کو منع نہیں کیا جاتا تھا اور نہ ہی آپؐ کی خاطر لوگوں کو راستہ سے ہٹایا جاتا تھا) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا صفا مروہ کے درمیان پیدل چلنا اور سعی کرنا افضل ہے' واللہ اعلم۔

یہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں جن کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابتدا میں سوار نہ تھے' ہجوم کے وقت سوار ہوئے۔ امام مسلم کی وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ ابو الطفیلؓ نے ابن عباسؓ سے کہا مجھے خیال آتا ہے کہ میں نے (حج کے دوران) رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بتایئے وہ کیسے' تو ابو الطفیل رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپؐ کو مروہ کے پاس ناقہ پر سوار دیکھا ہے اور خوب ہجوم تھا' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا واقعی وہ رسول اللہ ﷺ تھے' دستور تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات سے لوگوں کو مار کر ہٹایا نہیں جاتا تھا اور نہ کسی پر جبر کیا جاتا تھا۔ امام مسلم اس میں منفرد ہیں' نیز اس میں یہ بھی مذکور نہیں کہ آپؐ نے صفا مروہ کے درمیان سوار ہو کر سعی کی اور نہ ہی اس میں حجتہ الوداع کا ذکر ہے۔

بالفرض یہ حجتہ الوداع کا واقعہ بھی ہو تو ممکن ہے' نبی علیہ السلام سعی سے فراغت کے بعد اور لوگوں کو خطاب کے بعد سوار ہوئے ہوں' اور بدستور سوار ہو کر ہی ابطح میں تشریف لے گئے ہوں' اور اس وقت ابو الطفیلؓ نے آپؐ کو دیکھا ہو (جو اس وقت آٹھ سال کے کم سن بچے تھے)

قارن ایک سعی کرے یا دو : امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ علمائے عراق امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب اور امام ثوریؒ کا مذہب ہے کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے اور یہ حضرت علی' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم' مجاہدؒ اور شعبیؒ سے بھی مروی ہے۔ ان کی دلیل حضرت جابرؓ کی طویل حدیث ہے جس میں ہے کہ آپؐ نے صفا مروہ کی سعی پیدل کی اور یہ مذکور بالا حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر سعی کی' یعنی دو بار سعی ثابت ہوئی' ایک بار پیدل اور ایک بار سوار ہو کر' نیز مسند سعید بن منصور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھا مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ایک دفعہ عمرہ کی وجہ سے طواف اور سعی کی' اور پھر حج کے لئے علیحدہ طواف اور صفا مروہ کی سعی کی' اور فرمایا میں

نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ (بیہقی' دار قطنی' نسائی فی خصائص علی)

حدیث علی رضی اللہ عنہ : امام بیہقی (ابوبکر بن حارث فقیہ' علی بن عمر حافظ' ابو محمد بن سعد' محمد بن زنبور' فضیل بن عیاض' منصور' ابراہیم' مالک بن حارث یا منصور بن مالک بن حارث) ابوالنصر سے بیان کرتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی' میرا احرام صرف حج کا تھا اور وہ قارن تھے' میں نے عرض کیا میں آپ کی طرح قارن ہو سکتا ہوں' تو آپ نے فرمایا اگر عمرے کی نیت بھی کر لو تو قارن ہو سکتے ہو' پھر پوچھا نیت کیسے کروں فرمایا غسل کر کے ایک ساتھ حج اور عمرے کی نیت کر لو' پھر حج اور عمرے کے لئے دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرو' اور احرام باندھنے سے جو چیز حرام ہو چکی ہے وہ قربانی سے قبل حلال نہ ہو گی۔

منصور کہتے ہیں میں نے یہ حدیث مجاہد م ۱۰۳ھ سے بیان کی' تو آپ نے فرمایا ہم تو قران میں ایک ہی طواف کیا کرتے تھے' اور اب ایسا نہیں کرتے۔ حافظ بیہقی کہتے ہیں منصور سے سفیان بن عینیہ' سفیان ثوری اور شعبہ نے بھی بیان کیا ہے' مگر اس میں سعی کا ذکر نہیں' اور ابونصر راوی مجہول ہے' بالفرض یہ روایت درست بھی ہو تو احتمال ہے کہ اس سے مراد طواف قدوم اور طواف زیارت ہو۔

علاوہ ازیں یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع اور موقوف دونوں طرح سے منقول ہے' متعدد اسناد سے مروی ہے اور ان اسناد کا دارومدار حسن بن عمارہ حفص بن ابی داؤد' عیسیٰ بن عبداللہ' حماد بن عبدالرحمٰن پر ہے' یہ سب کے سب ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث میں اس کے برعکس منقول ہے۔ بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ اس نے حج اور عمرے کا احرام باندھا اور قارن ہوا۔ حج اور عمرے کے لئے صرف ایک طواف اور سعی پر اکتفا کیا اور کہا رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا کیا تھا۔

سنن بیہقی' ابن ماجہ اور ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حج اور عمرے کی نیت ایک ساتھ کرے اور قارن ہو' وہ حج اور عمرے دونوں کے لئے ایک طواف اور ایک سعی پر اکتفا کرے۔ امام ترمذیؒ نے اس کو حسن غریب کہا ہے' بقول امام ابن کثیرؒ یہ سند شرائط مسلم کی حامل ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ نے (قربانی نہ ہونے کے باعث) عمرے کا احرام باندھا' جب ایام سے ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق عمرے کے ساتھ حج کی بھی نیت کر لی اور قارن ہو گئیں تو منیٰ سے واپسی کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے مطالبہ کیا کہ مجھے عمرے کی اجازت فرما دیں تو رسول اللہ ﷺ نے محض خاطرداری کے لئے اسے عمرے کی اجازت دے دی۔

امام شافعی (مسلم بن خالد زنجی' ابن جریج) عطاء سے مرسل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا (طوافک بالبیت وبین الصفا والمروۃ یکفیک لحجک وعمرتک) کہ آپ کے حج اور عمرے کے لئے صرف ایک بار کعبہ کا طواف اور ایک بار صفا مروہ کی سعی کافی ہے۔

درحقیقت یہ روایت موصول ہے کہ امام شافعیؒ نے (ابن عیینہ' ابن ابی نجیح' عطاء) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موصول بیان کی ہے۔ امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں بعض اوقات سفیان از عطاء از عائشہ رضی اللہ

عنہا سے بیان کرتے ہیں اور کبھی از عطاء مرسل بیان کرتے ہیں۔ امام بیہقی کہتے ہیں ابن ابی عمر نے سفیان بن عیینہ سے یہ روایت موصول بیان کی ہے اور مسلم میں بھی (وہیب' ابن طاؤس' ابن عباس' عباس) حضرت عائشہؓ سے بھی موصول بیان کی ہے۔

نیز مسلم میں ابن جریج کے حوالے سے ابوالزبیر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ خیمہ میں تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کو روتے دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ سب لوگ احرام اتار چکے ہیں اور میں اسی حالت میں ہوں سب طواف کر چکے ہیں اور میں محروم ہوں تو آپؐ نے فرمایا یہ حیض' حوا کی بیٹیوں کا مقدر ہے (افسوس کا مقام نہیں) غسل کر کے حج کی نیت کر لو' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی۔ جب میں ایام سے فارغ ہو گئی تو آپؐ نے فرمایا کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر لو تو تم حج اور عمرے سے فارغ ہو جاؤ گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ عمرے کے بارے میرے دل میں کچھ وسوسہ سا ہے کہ میں نے حج کے بعد صرف ایک بار ہی طواف کیا ہے تو آپؐ نے عبدالرحمٰنؓ کو کہا ان کو تنعیم سے عمرے کے لئے احرام بندھوا لاؤ۔ اور مسلم میں ابن جریج از ابوالزبیر از جابر مروی ہے کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ نے صفا مروہ کے درمیان ایک دفعہ ہی سات چکر لگائے۔

احناف : کے ہاں رسول اللہ ﷺ اور جن صحابہؓ کے پاس قربانی کے جانور تھے وہ قارن تھے۔

امام شافعیؒ (ابراہیم بن محمد' جعفر بن محمد' محمد بن علی زین العابدین) حضرت علی ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔ بقول امام شافعیؒ بعض لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے اور اس کی دلیل حضرت علی سے مروی ایک ضعیف روایت ہے۔ جعفرؒ کہتے ہیں ہمارا یہ مسلک حضرت علیؓ سے ایک مرفوع روایت میں مذکور ہے۔

سعی سواری کے بغیر؟ : امام ابوداؤد (ہارون بن عبداللہ و محمد بن رافع' ابوعاصم' معروف بن خربوز مکی) ابوالطفیل سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کا طواف سواری پر کیا۔ چھڑی سے حجر اسود کا استلام کرتے اور بوسہ لیتے۔ اور صرف محمد بن رافع سے مذکور ہے کہ پھر صفا مروہ پر پہنچے اور سواری پر سات چکر لگائے۔ مسلم میں یہ روایت ابوداؤد طیالسی' معروف بن خربوز سے بیان کرتے ہیں' مگر اس میں محمد بن رافع کا مذکور بالا اضافہ مروی نہیں' اسی طرح عبیداللہ بن موسیٰ بھی معروف سے بغیر اس اضافہ کے بیان کرتے ہیں۔ نیز امام بیہقی یزید بن مالک کے حوالے سے ابوالطفیلؓ سے یہ نقل کرتے ہیں مگر اس میں بھی محمد بن رافع کا یہ اضافہ مذکور نہیں' واللہ اعلم۔

کہاں سوار تھے؟ : امام بیہقی (ابوبکر بن حسن و ابوزکریا بن ابی اسحاق' ابوجعفر محمد بن علی بن رحیم' احمد بن حازم' عبیداللہ بن موسیٰ و جعفر بن عون' ایمن بن نابل) قدامہ بن عبداللہ بن عمار سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صفا اور مروہ کے درمیان اونٹ پر سوار سعی کرتے دیکھا (الی آخرہ)

امام بیہقی کہتے ہیں عبیداللہ بن موسیٰ اور جعفر بن عون' ایمن سے یہی الفاظ نقل کرتے ہیں' مگر ایمن

سے متعدد لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے روز آپؐ نے سوار ہو کر رمی کی' احتمال ہے کہ یہ دونوں روایات صحیح ہوں۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں مسند احمد میں (وکیع' قران بن تمام' ابو قرہ موسیٰ بن طارف قاضی یمن' ابواحمد محمد بن عبداللہ زبیری' و معتمر بن سلیمان (یہ سب) ایمن میں نابل از قدامہ بن عبداللہ بن عمار کلابی سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو قربانی کے روز ناقہ پر سوار رمی جمار کرتے دیکھا (آخر حدیث تک)

امام ترمذی (احمد بن منیع از مروان بن معاویہ از ایمن) از قدامہ یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نیز نسائی اور ابن ماجہ میں بھی از وکیع از ایمن مذکور ہے ایمن بن نابل حبشی' ابوعمران' مکی مقیم عسقلان مولیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ثقہ اور جلیل القدر ہیں اور بخاری کے رجال اور راویوں میں سے ہیں' خلافت مہدی تک بقید حیات تھے۔

صفا مروہ کے درمیان سات چکر ہیں ۱۴ نہیں : اکابر شوافع سے منقول ہے کہ صفا مروہ کے درمیان آمدورفت سے ایک چکر مکمل ہوتا ہے' صفا سے شروع ہو کر صفا پر ختم ہوتا ہے' مسلم میں جابرؓ کی روایت کو سعی کے آخر میں مروہ کے پاس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا جو اب معلوم ہوا ہے تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا' اس نامعقول قول کی تردید ہے۔ نیز حدیث جابر میں امام احمد سے منقول ہے کہ جب مروہ کے پاس ساتواں چکر ہوا تو آپؐ نے خطاب فرمایا اور احرام کے مسائل بتائے۔

حج فسخ کر کے عمرہ کی نیت درست ہے؟ : اکثر صحابہ کرامؓ سے منقول ہے کہ جس کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے اس نے حج کی نیت فسخ کر کے عمرے کی نیت کر لی۔

علماء کا اس امر میں اختلاف ہے آیا نیت تبدیل کر لینا درست ہے یا نہیں۔ امام مالکؒ' امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نیت تبدیل کر لینا صحابہؓ کا خاصہ تھا' بعد ازاں یہ "جواز فسخ" منسوخ ہو گیا' کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ کا قول مذکور ہے حج کی نیت تبدیل کر کے عمرہ کی نیت کر لینا صرف صحابہؓ کیلئے مخصوص تھا۔ لیکن امام احمدؒ نے اس کی تردید کی ہے کہ یہ تبدیل نیت صحابہؓ کے ساتھ مختص نہ تھی' بلکہ غیر صحابہ بھی حج کی نیت فسخ کر کے عمرے کی نیت کر سکتا ہے اور یہ مسئلہ گیارہ صحابہؓ سے مروی ہے اب فرمائیے! حضرت ابوذرؓ کے اس قول کی ان گیارہ کے بالمقابل کیا حیثیت ہے؟

فتویٰ ابن عباسؓ : ابن عباسؓ فرماتے ہیں جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو' اس پر حج کی نیت ترک کرنا واجب ہے بلکہ وہ عمرے کے بعد شرعاً حلال ہو جائے گا' اور اسکا احرام ختم ہو جائے گا' یعنی قربانی کا جانور ہمراہ رکھنے والا قارن ہو گا' اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ متمتع ہو گا' واللہ اعلم۔

صحیح بخاری شریف میں عطاء از جابرؓ اور طاؤس از عباسؓ مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام بمع صحابہ کرامؓ چار ذی حج کی صبح مکہ مکرمہ میں صرف حج کا تلبیہ کہتے ہوئے وارد ہوئے سعی صفا مروہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے احرام اتار دینے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ہم نے یہ حج کا احرام عمرہ میں تبدیل کر دیا اور عورتوں سے مقاربت کو بھی روا رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان زبان زد عام ہو گیا تو حضرت جابرؓ نے کہا ہم منیٰ اس حالت میں جائیں

گے کہ ہم غسل جنابت کرنے والے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا میں نے بعض لوگوں کی ایسی ویسی باتیں سنی ہیں خبردار' سنو! واللہ میں تم سب سے زیادہ نیک اور پارسا ہوں' اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف و خشیت رکھتا ہوں' اگر یہ بات مجھے پہلے معلوم ہو جاتی تو میں قربانی کے جانور ہمراہ نہ لاتا' میرے ساتھ قربانی کے جانور ہوتے تو میں بھی احرام اتار دیتا۔ یہ بات سن کر سراقہ نے کہا' یارسول اللہ ﷺ یہ ہمارے لئے مخصوص ہے یا سب کے لئے ہمیشہ تک' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب کے لئے ہمیش ہمیش تک۔

مسلم شریف میں ابوالزبیر' حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مفرد حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سرف مقام میں ایام سے ہو گئیں۔ جب ہم مکہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے خطاب فرمایا' جس حاجی کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ احرام اتار دے ہم نے دریافت کیا "حل ماذا" احرام اتار کر کس قدر حلال ہوں' آپؐ نے فرمایا پورے کے پورے حلال ہو جاؤ' چنانچہ ہم نے ہم بستری کی' خوشبو استعمال کی اور لباس بدلا' صرف عرفات میں حاضر ہونے سے چار روز قبل۔ ان احادیث میں یہ وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجتہ الوداع میں چار ذی حج بروز اتوار دن چڑھے چاشت کے وقت مکہ مکرمہ میں تشریف لائے کیونکہ یکم ذوالحج بروز جمعرات تھی کہ یوم عرفہ جمعہ کے روز تھا جیسا کہ حضرت عمرؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے۔

چار ذوالحج اتوار کے روز رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو عمرہ سے فارغ ہو کر فرمایا' جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ لازماً احرام اتار دے' چنانچہ ایسے لوگوں نے احرام کھول دیا اور بعض لوگ ان میں سے اس وجہ سے دل گرفتہ اور غمناک تھے کہ قربانی نہ ہونے کی بناء پر وہ رسول اللہ ﷺ کی عملی متابعت اور پیروی سے محروم رہے' رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ تم اس قدر رنجیدہ ہو گے تو میں بھی قربانی ہمراہ نہ لاتا' اور عمرہ کر کے احرام اتار دیتا اور حج تمتع کرتا۔

قران افضل ہے؟ : اس سے معلوم ہوا کہ تمتع قران سے افضل ہے جیسا کہ امام احمد کا مسلک ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ قارن تھے مگر حج تمتع افضل ہے' کہ رسول اللہ ﷺ نے تمتع نہ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا۔ دراصل رسول اللہ ﷺ کا تاسف اور اظہار افسوس تمتع کے ترک پر نہ تھا کہ وہ قران سے افضل ہے بلکہ آپؐ اس وجہ سے فکرمند تھے کہ میں احرام سے ہوں اور ان کو (جو قربانی نہیں رکھتے) احرام اتارنے کا حکم دے رہا ہوں۔ یہ راز جب امام احمد پر منکشف ہوا تو آپ نے فرمایا جو حاجی قربانی نہ رکھتا ہو اس کے لئے تمتع افضل ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اور جس کے ہمراہ قربانی ہو' اس کے لئے قران افضل ہے جیسا کہ حجتہ الوداع میں ہوا۔

منیٰ روانہ ہونے سے قبل تک ابطح میں مقیم رہے : عمرہ اور خطاب سے فارغ ہو کر آپؐ مکہ کے مشرق میں بمقام ابطح فروکش ہوئے' اتوار' سوموار' منگل' بدھ اور جمعرات کی صبح کی نماز تک آپؐ وہیں مقیم رہے' دریں اثنا کعبہ میں تشریف نہ لائے۔ امام بخاری نے (**باب من لم یقرب الکعبۃ ولم یطف**

حتی یخرج الی عرفۃ و یرجع بعد الطواف الاول) میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ پہنچ کر عمرہ کیا (ابطح میں مقیم رہے) اور میدان عرفات میں قیام کے بعد کعبہ میں طواف افاضہ کے لئے آئے (انفرو بہ البخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آمد : رسول اللہ ﷺ بحالت احرام بیرون مکہ ابطح میں مقیم تھے کہ حضرت علیؓ یمن سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ کو (دیگر خواتین ازواج مطہرات وغیرہ کی طرح جن کے ہمراہ قربانی کے جانور نہ تھے) احرام کی حالت میں نہ دیکھ کر پوچھا آپ کو کس نے احرام کھولنے کی اجازت دی ہے؟ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے ابا جی نے فرمایا ہے۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو آپ پر برافروختہ کرنے کی خاطر بتایا کہ فاطمہ احرام اتار کر سرمہ لگا کر نیا رنگین لباس زیب تن کیا ہوا ہے' اور وہ کہہ رہی ہے کہ آپ نے ان کو احرام کھولنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تین بار تصدیق کر کے پوچھا تم نے احرام کیسے باندھا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپؐ کے موافق۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں' لہٰذا تم احرام نہ اتارنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو جانور یمن سے لائے اور رسول اللہ ﷺ جو مدینہ منورہ سے لائے اور راستہ میں خرید فرمائے وہ سب ایک سو جانور تھے ان میں رسول اللہ ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں شریک تھے۔ اور یہ بات غلط ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو جحفہ میں ملے تھے' جیسا کہ طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے مذکور ہے' واللہ اعلم۔

ابو موسیٰ اشعریؓ متمتع تھے : حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یمن سے آئے۔ قربانی نہ ہونے کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حج کی نیت فسخ کر دی اور عمرہ کر کے حلال ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ اسی معمول کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفرد حج کرنے کا اظہار کیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے یہ فتویٰ ترک کر دیا۔

دوگانہ : امام احمد ابو جحیفہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا' انگلیاں کانوں میں ڈالے دائیں بائیں چہرہ پھیر رہے تھے اور نبی علیہ السلام اپنے سرخ چرمی خیمہ میں فروکش تھے پھر بلال رضی اللہ عنہ نے ابطح میں آپ کے مصلّیٰ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا۔ آپؐ نے دھاری دار سرخ حلہ پہنے جماعت کرائی اور آپؐ کے سترہ کے سامنے سے گدھے کتے اور خواتین گزر رہی تھیں' گویا کہ میں اب آپ کی پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

ابو جحیفہ سے اور سند سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر دو دو رکعت پڑھائی اور مدینہ واپسی تک برابر دوگانہ پڑھتے رہے۔ امام احمد ابو جحیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اول وقت بطحا میں وضو کر کے نماز ظہر دوگانہ پڑھائی اور آپؐ کے سامنے نیزے کا سترہ تھا' سترے کے سامنے سے گدھے اور عورتیں گزر رہی تھیں' نماز کے بعد لوگ آپؐ کے دست مبارک کو اپنے چہروں پر پھیرنے لگے' پھر میں نے بھی آپؐ کا دست مبارک اپنے چہرے پر رکھا' وہ برف سے یخ اور کستوری سے زیادہ

خوشبودار تھا۔

یوم ترویہ : آٹھ ذوالحج بروز خمیس فجر کی نماز بطحا میں پڑھائی اس دن کا نام یوم ترویہ کے علاوہ یوم منیٰ بھی ہے' کیونکہ اس روز حاجی منیٰ میں جاتے ہیں اور سات ذوالحج کا نام "یوم زینت" ہے کہ اس روز لوگ اپنی قربانیوں کو ہار سنگھار کرتے ہیں' واللہ اعلم۔

منیٰ کی طرف کس وقت روانہ ہوئے : امام بیہقی حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ذوالحج کو حاجیوں سے خطاب فرمایا اور مسائل حج سے آگاہ فرمایا پھر منیٰ کی جانب قبل از زوال (یا بعد از زوال) روانہ ہوئے۔ اور منیٰ جانے سے قبل ابطح میں ہی' متمتع حاجیوں نے احرام باندھا جب منیٰ روانہ ہوئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں آئے عمرہ کے بعد احرام اتار دیا' یہاں تک کہ ترویہ کے روز روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ کی طرف پشت فرمائی تو حج کا تلبیہ اور لبیک کی صدا لگائی (ذکرہ البخاری تعلیقاً مجزوماً)

مسلم شریف میں بذریعہ ابوالزبیر جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب ہم نے عمرہ کے بعد احرام اتار دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم منیٰ کی طرف روانہ ہونے کے وقت احرام باندھ لیں' چنانچہ ہم نے ابطح مقام سے تلبیہ شروع کیا۔ عبید بن جریج کہتے ہیں میں نے ابن عمرؓ سے عرض کیا' مکہ شریف میں عام لوگ ذوالحج کا چاند دیکھتے ہی تلبیہ کہنا شروع کر دیتے ہیں اور آپ ترویہ کے روز تلبیہ کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے منیٰ کی طرف روانہ ہوتے وقت تلبیہ کہا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں عطاء سے دریافت ہوا مکہ میں مقیم کب تلبیہ کہے تو انہوں نے کہا ابن عمرؓ ترویہ کے روز جب نماز پڑھتے اور سوار ہوتے تو تلبیہ کہتے۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ جب عمرہ سے فارغ ہو کر احرام اتار دیتے تو آٹھ تاریخ کو منیٰ کی طرف سوار ہو کر تلبیہ کہتے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ سے نماز ظہر کے بعد احرام باندھ کر تلبیہ کہا' لیکن آٹھ تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر ابطح میں نہیں پڑھی بلکہ منیٰ میں پڑھی' یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

آٹھ کو ظہر کہاں پڑھے : امام بخاریؒ نے "ترویہ کے روز ظہر کہاں پڑھے" باب باندھ کر عبدالعزیز بن رفیع سے بیان کیا ہے' میں نے انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ترویہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کہاں پڑھی تھی' تو آپ نے فرمایا "منیٰ میں" پھر پوچھا کوچ کے روز عصر کہاں پڑھی تھی فرمایا ابطح میں پھر آپ نے بطور نصیحت کہا جہاں حاکم وقت نماز پڑھتے ہیں تم بھی وہیں پڑھو (اختلاف مت کرو) عبدالعزیز سے دوسری روایت میں ہے کہ منیٰ جاتے ہوئے ترویہ کے روز میری ملاقات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہوئی' آپ گدھے پر سوار تھے۔ میں نے سوال کیا' رسول اللہ ﷺ نے آج نماز ظہر کہاں پڑھی تھی تو آپ نے فرمایا دیکھو! جہاں حکام پڑھتے ہیں وہیں پڑھو۔

امام احمد' حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھیں۔

مسند احمد' ابو داؤد اور ترمذی شریف میں ابن عباس سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ تاریخ کو ظہر منیٰ میں پڑھی اور عرفہ کے روز ۹ تاریخ کو فجر بھی منیٰ میں پڑھی۔ اور ترمذی میں (عطاء از ابن عباس) مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں ظہر' عصر' مغرب' عشا اور فجر کی نماز پڑھائی' پھر عرفات روانہ ہوئے۔

امام احمدؒ نے کسی صحابی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آٹھ تاریخ کو منیٰ روانہ ہوئے اور حضرت بلالؓ کپڑے کا چھاتہ بنا کر آپؐ پر سایہ کیئے ہوئے تھے۔ امام شافعیؒ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابطح سے زوال کے بعد منیٰ کی جانب روانہ ہوئے لیکن ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھائیں' پھر ۹ تاریخ کو دن چڑھے عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔

منبر پر خطبہ؟ : عرفات میں "منبر پر خطبہ" کا باب باندھ کر امام ابوداؤد نے (ہناد' ابن ابی زائدہ' سفیان بن عیینہ' زید بن اسلم' ایک نمری) اس کے والد یا چچا سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفات میں منبر پر دیکھا یہ سند ضعیف ہے کہ اس میں ایک راوی مبہم ہے یاد رہے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قصویٰ ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ دیا۔

نیز امام ابوداؤد نے (مسدد' عبداللہ بن داؤد' سلمیٰ بن نبیط' یکے از قبیلہ خود) نبیط سے بیان کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو عرفات میں سرخ اونٹ پر خطبہ دیتے دیکھا ہے اس میں بھی ایک راوی مبہم ہے' لیکن اس کی شاہد حضرت جابرؓ کی مذکور بالا روایت ہے۔ امام ابوداؤد نے خالد بن عدا سے بیان کیا ہے میں نے عرفات میں عرفہ کے روز' رسول اللہ ﷺ کو اونٹ کی رکابوں پر کھڑے خطبہ دیتے دیکھا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مذکور ہے کہ میں نے عرفات میں رسول اللہ ﷺ کا یہ خطبہ سنا' جس حاجی کے پاس جوتا نہ ہو' وہ موزے پہن سکتا ہے اور جس کے پاس تہمد نہ ہو وہ شلوار پہن سکتا ہے۔

بلند آواز سے بات دہرانا : محمد بن اسحاق' عباد بن عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ عرفات میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ ربیعہ بن امیہ بن خلف بلند آواز سے لوگوں کو سنا رہا تھا۔

محمد بن اسحاق' عمرو بن خارجہ سے بیان کرتا ہے کہ عتاب اسید نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی ضرورت کے لئے بھیجا' میں نے وہ پیغام پہنچا دیا تو پھر میں آپؐ کی سواری کے پاس کھڑا ہو گیا' سواری کی جگالی کی لعاب میرے سر پر گر رہی تھی' اور آپؐ فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے' لہٰذا کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں' اولاد بیوی کے خاوند کی ہے اور زانی کی سزا سنگساری ہے' جو شخص اپنے باپ سے نسب توڑ کر کسی اور سے جوڑے یا غلام اپنے آقا سے تعلق توڑے تو ایسے افراد پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے اس کی عبادت نامقبول ہے۔ ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو (قتادہ' شہر بن حوشب بن حوشب' عبدالرحمٰن بن غنم) عمرو بن خارجہ سے نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ بقول امام ابن کثیرؒ اس میں قتادہ سے اختلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر کہنا : امام بخاریؒ نے اس عنوان کے تحت محمد بن

ابی بکر ثقفی سے بیان کیا ہے کہ میں اور انس رضی اللہ عنہ منیٰ سے عرفات جا رہے تھے میں نے ان سے پوچھا اس روز آپ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کس طرح تلبیہ کہتے تھے تو آپ نے بتایا بعض تلبیہ کہہ رہے تھے اور بعض تکبیریں کہہ رہے تھے۔ کسی پر کوئی اعتراض نہ تھا۔

عرفہ میں ظہر' عصر ایک ساتھ پڑھنا : امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان ۸۶ھ نے حجاج بن یوسف ۹۵ھ کو ایک مکتوب ارسال کیا کہ مسائل حج میں عبداللہ بن عمر کی اقتدا کرے۔ سالم ۱۰۵ھ کہتے ہیں عرفہ کے روز میں زوال کے بعد ابن عمر ۷۴ھ کے ساتھ حجاج کی قیام گاہ پر آیا۔ آپ نے فرمایا کہاں ہو حجاج خیمہ سے باہر آیا تو ابن عمرؓ نے فرمایا "چلو" اس نے کہا ابھی؟ آپ نے فرمایا بالکل' تو حجاج نے کہا' بس ذرا ٹھہریئے میں غسل کر لوں۔ ابن عمرؓ سواری سے اتر پڑے' حجاج نہا کر باہر آیا تو وہ میرے اور ابن عمرؓ کے درمیان چلنے لگا۔ میں نے کہا آج سنت رسولؐ پر عمل درکار ہو تو خطبہ مختصر کیجئے' اور فوراً میدان عرفات میں چلے آیئے۔ یہ سن کر ابن عمرؓ نے کہا سالم نے صحیح کہا ہے۔

امام بخاریؒ نے بذریعہ زہری از سالم نقل کیا ہے کہ حجاج نے (جس سال ابن زبیر کو شہید کیا) حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا عرفہ کے روز آپ کا کیا دستور ہے؟ تو سالم نے کہا اگر سنت پر عمل مقصود ہو تو عرفہ کے روز نماز اول وقت پڑھیئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے سالم کی تصدیق کی کہ سنت یہی ہے کہ وہ لوگ ظہر اور عصر ایک ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ زہری نے سالم سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے بھی یہ کیا ہے تو سالم نے کہا سنت سے مراد سنت رسول ہی تو ہے۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۹ تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد منیٰ سے روانہ ہوئے اور نمرہ میں فروکش ہوئے ظہر کا وقت آیا تو اول وقت ظہر اور عصر ایک ساتھ ادا کی۔ حضرت جابرؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ "حضرت بلالؓ نے اذان کہی پھر اقامت کہی اور رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی' حضرت بلالؓ نے پھر اقامت کہی تو رسول اللہ ﷺ نے عصر پڑھائی' ظہر اور عصر کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔" اس بات سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے پہلے خطبہ دیا پھر نماز پڑھائی۔ امام شافعیؒ نے حجۃ الوداع میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے عرفات میں پہلا خطبہ دیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے دوسرا خطبہ شروع کیا اور بلالؓ نے اذان شروع کی' اذان کے بعد بلالؓ نے تکبیر کہی اور رسول اللہ ﷺ نے ظہر پڑھائی' پھر تکبیر کے بعد عصر پڑھائی۔

امام مسلمؒ نے حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر عرفات کے موقف میں آئے ناقہ کا شکم صخرات کی جانب کیا اور "جبل مشاۃ" کو سامنے کر کے قبلہ رخ ہوئے۔

روزہ : امام بخاریؒ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ ﷺ کے روزے کے بارے شک ہوا تو میں نے آپؐ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ موقف میں ارسال کیا' وہ آپؐ نے لوگوں کے سامنے پی لیا۔ امام بخاریؒ نے ام فضل بنت حارث سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو نبی علیہ السلام کے روزے کے بارے تردد ہوا تو میں نے آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا' آپؐ اونٹ پر سوار تھے'

آپؐ نے وہ نوش فرمالیا۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں یہ ام فضل' حضرت میمونہ ام المومنین کی ہمشیرہ ہیں دودھ کے ارسال کا واقعہ ایک ہی ہے اور دودھ کے ارسال کی نسبت ام فضل زوجہ عباسؓ کی طرف درست ہے کہ دودھ ان کا تھا نیز ممکن ہے دونوں نے علیحدہ علیحدہ دودھ بھیجا ہو۔ واللہ اعلم۔

امام احمدؒ سعید بن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ عرفات میں' میں ابن عباسؓ کے پاس آیا۔ آپ انار کھا رہے تھے' اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں روزہ نہیں رکھا' ام فضل نے دودھ ارسال کیا اور آپؐ نے پی لیا۔ امام احمدؒ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ عرفات کے روز رسول اللہ ﷺ کے روزے کے بارے شک ہوا تو ام فضلؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ ارسال کیا اور آپؐ نے نوش فرمالیا۔ امام احمد عطاء سے بیان کرتے ہیں کہ عرفہ کے روز ابن عباس ؓ نے فضل بن عباسؓ کو کھانے کی دعوت دی تو فضل نے کہا میں روزے سے ہوں' تو ابن عباسؓ نے کہا روزہ مت رکھو' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے روز دودھ نوش فرمایا تھا لہٰذا تم بھی روزہ نہ رکھو کہ دینی مسائل میں لوگ آپ کو مقتدا اور نمونہ سمجھتے ہیں۔

دوران حج موت : امام بخاری ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ میں سواری پر سوار تھے ایک حاجی سواری سے گر کر مرگیا تو آپؐ نے فرمایا بیری کے پتوں کو جوشا کر گرم پانی سے غسل دو' دو کپڑوں میں کفن دو' خوشبو نہ لگاؤ اور سر ننگا رکھو کہ محشر کے روز وہ تلبیہ کی صدا لگاتا ہوا اٹھے گا۔

قیام عرفہ : امام نسائی نے عبدالرحمٰن بن یعمر دیلی سے بیان کیا ہے کہ چند نجدیوں نے رسول اللہ ﷺ سے حج کی بابت دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا (الحج عرفة) قیام عرفات کا نام حج ہے' مزدلفہ کی رات ختم ہونے سے قبل جس نے عرفات میں قیام کرلیا' اس کا حج ہو گیا (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

امام نسائی' یزید بن شیبان سے بیان کرتے ہیں کہ ہم عرفات میں رسول اللہ ﷺ کے جائے قیام سے بہت دور ٹھہرے ہوئے تھے ہمارے پاس زید بن مربع انصاری تشریف لائے اور فرمایا کہ میں آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں کہ تم عرفات میں اپنے اپنے مقام پر ٹھہرے رہو' تم اپنے باپ ابراہیم کی وراثت پر قائم ہو' زید بن مربع انصاری سے صرف یہی ایک روایت مروی ہے' ابوداؤد ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ میں نے اس جگہ قیام کیا ہے' میدان عرفات سب کا سب قیام گاہ ہے۔ موطا امام مالک میں ہے عرفہ وادی میں قیام نہ کرو۔

روزہ نہ رکھنے کی اہمیت : رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں روزہ نہیں رکھا تو معلوم ہوا کہ یوم عرفہ کا روزہ نہ رکھنا افضل ہے کہ اس سے دعا اور گریہ زاری سے تقویت حاصل ہوتی ہے اور میدان عرفات کے روز یہی اہم مقصد ہے' اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے روز روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

امام احمد عکرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ ؓ کی قیام گاہ پر حاضر ہوا اور عرفات میں عرفہ کے

روز' روزہ رکھنے کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے روز روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے' یہ ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے۔

امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ و ابوسعید بن ابی عمرو' ابوالعباس محمد بن یعقوب' ابواسامہ کلبی' حسن بن ربیع' حارث بن عبید' حوشب بن عقیل' مہدی ہجری' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے روز روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حارث بن عبید نے سند اسی طرح بیان کی ہے مگر محفوظ عکرمہ از ابوہریرہ ہے۔ صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان سے عرفات میں روزے کی بابت دریافت ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کیا' آپؐ نے روزہ نہیں رکھا اور شیخین کے ہمراہ بھی حج کیا' انہوں نے بھی روزہ نہیں رکھا اور میں بھی روزہ نہیں رکھتا اور اب میں نہ روزے سے روکتا ہوں اور نہ روزے کی اجازت دیتا ہوں۔

دعا یوم عرفہ : امام مالکؒ نے زیاد بن ابی زیاد مولیٰ حضرت ابن عباس کی معرفت طلحہ بن عبیداللہ بن کریز سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یوم عرفہ کی تمام دعاؤں سے بہتر دعا یہ ہے جو میری اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کی دعا ہے **لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر** بقول امام بیہقی یہ روایت مرسل ہے' امام مالک نے اسے دوسری سند سے موصول بیان کیا ہے مگر یہ سند ضعیف ہے۔ مسند احمد اور ترمذی میں (عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اور ابوعبداللہ بن مندہ سے از نافع) ابن عمرؓ سے بھی مذکور بالا دعا مروی ہے' طبرانی میں از خلیفہ از علیؓ بھی یہ دعا مرفوعاً مذکور ہے۔

مسند احمد میں حضرت زبیرؓ بن عوام سے مذکور ہے کہ میں نے عرفہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے "درج ذیل" آیت سنی **شھد اللّٰہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ اولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم وانا علیٰ ذالک من الشاھدین یارب**۔ امام ترمذی نے دعوات میں خلیفہ بن حصین کی معرفت علی ؓ سے بیان کیا ہے کہ موقف میں عرفہ کے روز رسول اللہ ﷺ کی اکثر دعا یہ تھی۔

اللّٰھم لک الحمد کالذی نقول وخیر مما نقول' اللّٰھم لک صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی ولک رب تراثی اعوذبک من عذاب القبر وسوسۃ الصدر وشتات الامر' اللّٰھم اعوذبک من شر ما تھب بہ الریح

الٰہی! تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے' اس حمد و ثنا کی مانند جو ہم کہہ رہے ہیں اور اس سے بھی بہتر' یااللہ! تیرے ہی لئے میری نماز اور میری عبادت ہے اور میرا مرنا اور جینا ہے اور تو ہی میرا وارث اور مالک ہے' میں عذاب قبر' دل کے وسوسوں اور پراگندہ امور سے تیری پناہ چاہتا ہوں' اے اللہ! میں اس شر سے جو آندھی لے کر آئے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ امام ترمذی نے اسکو غریب کہا ہے اور اسکی سند قوی نہیں۔

امام بیہقی نے (موسیٰ بن عبیدہ از برادر خود عبداللہ بن عبیدہ) حضرت علی ؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میری اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کی عرفہ کے روز عرفات میں اکثر دعا یہ ہے

لا الہ الا اللّٰہ وحدہ' لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر۔ اللّٰھم اجعل فی

بصری نورا وفی سمعی نورا وفی قلبی نور اللّٰھم اشرح لی صدری ویسر لی امری، اللّٰھم انی اعوذبک من وسواس الصدر وشتات الامر وشر فتنۃ القبر وشر مایلج فی اللیل وشر مایلج فی النھار وشر ماتھب بہ الریح۔ وشر بوائق الدھر۔

اس سند میں موسیٰ بن عبیدہ متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے' اس کے بھائی عبیداللہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں۔

مناسک میں طبرانی نے از عطاء بن ابی رباح از حضرت ابن عباسؓ بیان کیا ہے کہ حجتہ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے یہ دعا بھی ہے

اللّٰھم انک تسمع کلامی وتریٰ مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفیٰ علیک شئی من امری، انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنبہ، اسئلک مسئالۃ المسکین وابتھل الیک ابتھال الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبۃ وفاضت لک عبرتہ وذلی لک جسدہ ورغم لک انفہ، اللّٰھم لا تجعلنی بدعائک رب شقیا وکن بی رؤفا رحیما فیاخیر المسؤلین ویاخیر المعطین۔

الٰہی! تو میرا کلام سنتا ہے اور میرا مکان دیکھتا ہے اور تو میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور میری کوئی بات تجھ سے مخفی نہیں۔ میں معذور' محتاج' فریادی' پناہ کا طالب' خوفزدہ' ہراساں' ہوں۔ اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرنے والا ہوں' میں تجھ سے مسکین کی طرح سائل ہوں اور ایک فرومایہ ذلیل کی طرح تیری طرف دست سوال دراز کرتا ہوں اور میں ستم رسیدہ خوفزدہ کی پکار کی طرح تجھے پکارتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے خم ہے اور آنسو تیرے لئے رواں دواں ہیں اور جسم تیرے لئے پست اور ذلیل ہے اور ناک خاک آلود ہے' الٰہی! میرے رب! مجھے دعا کی قبولیت سے محروم نہ کر' اور مجھ پر مہربان نہایت رحم کرنے والا ہو جا' اے تمام مسئولوں اور جن سے سوال کیا جاتا ہے بہتر' اے تمام دینے والوں سے افضل۔

امام احمد' حضرت اسامہؓ بن زید سے بیان کرتے ہیں کہ عرفات میں' میں نبی علیہ السلام کا ردیف تھا' آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اس اثنا میں سواری کی گردن جھکی اور مہار گر پڑی' آپؐ نے ایک ہاتھ سے مہار تھامی اور دوسرا ہاتھ دعا کے لئے اٹھا ہوا تھا (نسائی)

امام بیہقی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفات میں دعا مانگتے دیکھا' مانگت مسکین کی طرح آپؐ کے ہاتھ سینے کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔

قبولیت دعا : مسند طیالسی میں عباس بن مرداس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے روز' پچھلے پہر اپنی امت کے لئے مغفرت و رحمت کی دعا فرمائی' خوب الحاح و اصرار سے سوال کیا' تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی میں نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے' ماسوائے آپس کے ظلم و تعدی کے یعنی حقوق اللہ میں معاف کر چکا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے گزارش کی' یارب! تو مظلوم کی حق تلفی کا بہترین مداوا اپنی طرف سے عمدہ بدلہ دے کر کر سکتا ہے' اور ظالم کو معاف کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔

مزدلفہ کی صبح رسول اللہ ﷺ نے اسی دعا کا اعادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمالی اور اعلان کر دیا کہ میں نے ان کو بخش دیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ خلاف معمول مسکرائے ہیں (کیا وجہ ہے؟) تو آپؐ نے فرمایا میں ابلیس ملعون کی جزع فزع دیکھ کر مسکرایا ہوں۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے بارے میرے دعا قبول فرمالی ہے تو وہ افسوس و حسرت اور ہلاکت کا اظہار کرنے لگا اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔

امام ابوداؤد نے یہ روایت عباس بن مرداس سے مختصر بیان کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ نیز ابن جریر نے تفسیر میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

ابوالقاسم طبرانی' عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے روز فرمایا

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر آج احسان کیا ہے ماسوائے آپس کے مظالم کے سب کچھ معاف کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے تمہارے محسن اور نیک کی بدولت بدکار کو معاف کر دیا ہے اور نیک شخص نے جو مانگا اسے عطا کیا' اللہ کا نام لیتے ہوئے واپس چلو۔"

جب مزدلفہ میں آئے تو فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تمہارے نیک افراد کو بخش دیا ہے اور نیک لوگوں کی سفارش' بدکاروں کے حق میں قبول فرمالی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت کا نزول ہوا وہ سب پر محیط ہو گئی' پھر روئے زمین پر پھیل گئی جس نے دست درازی اور زبان درازی سے احتراز کیا اس پر چھا گئی۔"

ابلیس اور اس کے معاون کوہ عرفات پر بیٹھے' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا منظر دیکھ رہے تھے' جب اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت کا نزول ہوا تو وہ واویلا کرنے لگے کہ ہم ان کو مغفرت کے خطرے سے بھگاتے رہے ہائے افسوس!!! اب ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو چکی ہے' لہٰذا وہ حسرت و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے یہاں سے ادھر ادھر ہو گئے۔

عرفات میں وحی : امام احمدؒ نے طارق بن شہاب سے بیان کیا ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا' جناب امیر المومنین! آپ ایک آیت قرآن شریف میں تلاوت کرتے ہیں' وہ اگر یہود پر نازل ہوتی تو اس دن کا جشن مناتے۔ آپ نے پوچھا' وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے عرض کیا **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر کس روز اور کس وقت نازل ہوئی تھی' یہ بروز جمعہ اور عرفہ کے دن پچھلے پہر نازل ہوئی۔ (بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی)

عرفات سے واپسی : حضرت جابرؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات میں رہے جب سورج غروب ہو گیا اور زردی بھی ختم ہو گئی اور غروب ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ رہا تو حضرت اسامہ کو پیچھے بٹھا کر عرفات سے چل پڑے۔ سواری کی مہار اپنی طرف اس قدر کھینچ لی کہ اس کا سر کجاوے کے قریب آگیا اور اپنے دائیں ہاتھ کے اشارے کے ساتھ فرماتے جاتے تھے اے لوگو! اطمینان سے چلو السکینۃ السکینۃ۔ جب کسی پہاڑ کی چڑھائی پر پہنچتے' اونٹنی کی مہار قدرے ڈھیلی چھوڑ دیتے کہ باسانی چڑھ جائے۔

چنانچہ اسی رفتار سے مزدلفہ پہنچ گئے۔ وہاں ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ مغرب اور عشا ایک ساتھ پڑھیں' اور ان کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

باب السیر اذا دفع من عرفہ : عرفہ سے واپسی کے وقت چلنے کی رفتار میں امام بخاریؒ نے عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے' کہ میری موجودگی میں' حضرت اسامہؓ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں عرفات سے کس رفتار سے واپس آئے تو اسامہ ؓ نے کہا (**کان یسیر العنق فاذا وجد فجوۃ نصی**) اعتدال اور درمیانہ روی سے چلتے رہے جب راستہ کشادہ پاتے تو ذرا رفتار تیز کر دیتے (احمد ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ) امام احمد' حضرت اسامہ بن زید ؓ سے بیان کرتے ہیں عرفات سے واپسی کے وقت میں رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا' آپ نے جب تیز رفتار ہجوم دیکھا تو فرمایا' اے لوگو! اطمینان سے چلو' آہستگی اختیار کرو' تیز رفتاری نیکی نہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب راستہ میں ہجوم ہو جاتا تو درمیانی رفتار سے چلتے' جب فراخ راستہ پاتے تو تیز چلتے۔ پھر مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشا ایک ساتھ ادا کرتے۔

مسند احمد' نسائی اور مسلم شریف میں حضرت اسامہ ؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے واپس لوٹے تو میں آپؐ کا ردیف تھا آپؐ سواری کی مہار اس قدر کھینچ رہے تھے کہ اس کا سر کجاوے کو چھو رہا تھا اور فرماتے تھے **علیکم السکینۃ والو' قار فان البر لیس فی ایضاع الابل۔**

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں آپؐ درمیانی اور معتدل رفتار سے چلتے رہے تاآنکہ مزدلفہ پہنچ گئے اور ایک روایت میں ہے (**فلم ترفع راحلته رجلها عادیة حتی بلغ جمعا**) دوڑ کر سفر طے نہیں کیا۔

راستہ میں ضرورت کے لئے اترنا : مسند احمد میں حضرت اسامہ ؓ سے منقول ہے کہ عرفہ کے روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپؐ شعب میں داخل ہوئے' نیچے اتر کر پیشاب سے فارغ ہوئے' وضو کر کے سوار ہو گئے اور نماز نہیں پڑھی۔

امام احمد اور نسائی نے از کریب از ابن عباسؓ از اسامہؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا' راستہ میں شعب کے اندر رسول اللہ ﷺ نے اتر کر پیشاب کیا میں نے ہلکا سا وضو کروایا اور عرض کیا' نماز تو فرمایا نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔ پھر مزدلفہ پہنچ کر نماز مغرب پڑھی' پھر کجاوے اتار کر عشا پڑھی۔ امام ابوالحجاج مزی نے اطراف میں کہا ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباسؓ کے واسطہ کے بغیر صحیح ہے۔

امام بخاریؒ نے (موسیٰ بن عقبہ از کریب از اسامہ) بیان کیا ہے' امام مسلم اور نسائی نے بھی سند اسی طرح بیان کی ہے۔ نیز امام مسلم نے موسیٰ بن عقبہ کے شاگردوں (ابراہیم اور محمد) سے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔ امام بخاریؒ نے (از اسماعیل بن جعفر از محمد بن ابی حرملہ از کریب از اسامہ) بھی روایت بیان کی ہے۔ امام مسلم نے بھی اسماعیل بن جعفر کے متعدد تلامذہ سے یہ روایت اسی طرح بیان کی ہے۔

ذرا تفصیل : امام احمد (وکیع' عمرو بن ذر' مجاہد) حضرت اسامہ بن زید سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے عرفات سے سواری کے پیچھے بٹھایا تو صحابہ کرامؓ نے کہا اسامہ رسول اللہ ﷺ کے معمولات سے آگاہ کریں گے تو میں نے بتایا رسول اللہ ﷺ نے سواری کی مہار اس طرح کھینچ لی کہ اس کا سر کجاوے کو

چھونے لگا یا چھونے کے قریب تھا آپؐ نے لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا' آرام سے' آرام سے' آرام سے۔ پھر مزدلفہ سے روانگی کے وقت فضل بن عباس کو سواری کے پیچھے بٹھایا تو صحابہؓ نے کہا' فضل ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اعمال سے مطلع کریں گے۔ چنانچہ حضرت فضل نے کہا رسول اللہ ﷺ کل کی طرح آرام و سکون سے چلتے رہے وادی محسر پہنچ کر تیز رفتار ہوئے تا آنکہ وادی محسر طے ہو گئی۔

سکون : امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے رسول اللہ ﷺ عرفہ کے روز روانہ ہوئے تو لوگوں کا شوروغل اور سواریوں کی مار پیٹ کی آواز سن کر کوڑے کے اشارے سے فرمایا "اے لوگو! اطمینان سے چلو' سرعت اور تیز رفتاری نیکی نہیں۔" امام احمد از مقسم از حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب عرفات سے روانہ ہوئے تو لوگوں نے سواریاں دوڑانی شروع کر دیں' رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی کے ذریعہ اعلان کر دیا' اے لوگو! سواریاں دوڑانا نیکی نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں اعلان کے بعد کسی نے بھی مزدلفہ تک سواری تیز رفتار نہیں چلائی۔ رسول اللہ ﷺ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان ماسوائے ضروری حاجت اور پیشاب کے نہیں اترے۔

عجب اتباع : امام احمدؒ' انس بن سیرین سے بیان کرتے ہیں کہ عرفات میں' میں حضرت ابن عمرؓ کے ہمراہ تھا۔ زوال کے بعد وہ اور امام نماز کے لئے آئے' میں بھی ساتھ تھا ظہر اور عصر پڑھی' پھر وقوف عرفات کے بعد روانہ ہوئے' تو مازمین سے پہلے ایک تنگ مقام میں آئے تو سواری کو بٹھا دیا ہم نے سواریاں بٹھا دیں اور ہمارا خیال تھا کہ آپؐ نماز پڑھیں گے تو آپؐ کے خادم نے کہا نماز نہیں پڑھیں گے' دراصل بات یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اس جگہ رفع حاجت کے لئے آئے تھے' لہٰذا وہ یہاں رفع حاجت کے لئے اترے ہیں۔

دو اقامت : امام بخاری سالم بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشا دو اقامت کے ساتھ پڑھی' ان کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی اور ان کے بعد بھی مسلم شریف میں ہے (صلی المغرب والعشاء بالمزدلفة جمیعًا)

نیز امام مسلم نے عبیداللہ بن ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشا جمع کی۔ ان کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی' مغرب تین رکعت اور عشا دو رکعت۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ کا تاحیات یہ معمول رہا۔

ایک اقامت : مسلم میں (شعبہ' حکم اور سلمہ بن کھیل) سعید بن جبیر سے بیان ہے کہ انہوں نے مغرب اور عشا مزدلفہ میں ایک اقامت کے ساتھ پڑھی۔ پھر انہوں نے بتایا کہ ابن عمرؓ نے بھی ایسی ہی نماز پڑھی اور ابن عمرؓ سے یہ حدیث نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا تھا۔

امام مسلم (سفیان ثوریؒ' سلمہ' سعید بن جبیر) حضرت ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب تین رکعت اور عشا دو رکعت ایک تکبیر کے ساتھ پڑھی۔ امام مسلم (ابوبکر بن ابی شیبہ' عبداللہ بن جبیر' اسماعیل بن ابی خالد' ابی اسحاق) سعید بن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ ہم مزدلفہ میں حضرت ابن

عمرؓ کے ہمراہ آئے' مغرب اور عشا صرف ایک اقامت سے پڑھائی۔ نیز بخاری' مسلم اور نسائی میں عدی بن ثابت سے عبداللہ بن یزید خطمی کی معرفت بیان ہے کہ ابویزید انصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں مغرب اور عشا دونوں نمازیں مزدلفہ میں ایک ساتھ پڑھیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان : "باب من اذن و اقام لکل واحدۃ منہا" میں امام بخاریؒ ' عبدالرحمٰن بن یزید سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حج کیا تو ہم مزدلفہ میں عشا کی اذان کے وقت یا اس کے قریب پہنچے تو انہوں نے کسی کو ارشاد فرمایا تو اس نے اذان اور اقامت کہی اس کے بعد انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی' اور اس کے بعد دو رکعت اور پڑھیں' پھر اس کے بعد اپنا کھانا منگوایا اور تناول فرمایا' پھر آپ کے ارشاد سے میرا غالب خیال ہے کسی نے اذان اور اقامت کہی (بقول عمرو بن خالد یہ شک زہیر سے صادر ہوا ہے) پھر انہوں نے عشا کی دو رکعتیں قصر کر کے پڑھیں۔ پھر جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت ابن مسعودؓ نے کہا' نبی علیہ السلام آج کے دن اس وقت اس جگہ میں ماسوائے اس نماز کے کوئی نماز نہ پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مزدلفہ میں دو نمازیں اپنے وقت پر نہیں پڑھی جاتیں' مغرب کی نماز لوگوں کے مزدلفہ میں آنے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور نماز فجر فوراً جس وقت فجر طلوع ہوتی ہے پڑھ لی جاتی ہے اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

"نماز فجر فوراً طلوع فجر ہوتے ہی پڑھ لی" یہ الفاظ بخاری میں وارد حدیث (حفص بن عمرو' عمرو بن غیاث' اعمش' عمارہ' عبدالرحمٰن) ابن مسعودؓ سے زیادہ واضح ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خلاف معمول صرف دو نمازیں پڑھتے دیکھا ہے' مغرب عشا کے ساتھ اور فجر قبل از وقت **(صلوٰۃ الفجر قبل میقاتھا)**

مسلم شریف میں مروی حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشا کی نماز کے بعد لیٹ گئے' فجر ہوئی تو فجر کی نماز اذان اور اقامت کے بعد فوراً پڑھ لی۔

عروہ طائی : امام احمدؒ شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے عروہ مضرس طائی نے بتایا کہ میں نے مزدلفہ میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا میں جبل طی سے حاضر ہوا ہوں میں نے خود کو تھکا دیا ہے اور سواری کو دبلا پتلا کر دیا ہے' واللہ میں نے ہر پہاڑ پر وقوف کیا ہے۔ کیا میرا حج ہو گیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا جو شخص ہماری اس فجر کی نماز میں شریک ہوا اور اس نے یہاں وقوف کیا' اور قبل ازیں وہ دن یا رات کے کسی حصہ میں عرفات میں وقوف کر چکا ہے اس کا حج ہو گیا۔ یہ روایت سنن اربعہ میں شعبی از عروہ مذکور ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے کمزور اور ضعیف اہل خانہ کو رات ہی کو مزدلفہ سے لوگوں کے ہجوم سے قبل ہی منیٰ روانہ کر دیا۔ "**باب من قدم ضعفۃ اھلہ باللیل فیقفون بالمزدلفۃ ویدعون ویقدم اذا غاب القمر**" کے تحت امام بخاری نے سالم بن عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ ابن عمرؓ اپنے کمزور اہل و عیال کو قبل از وقت روانہ کر دیتے' وہ مزدلفہ میں قیام کرتے اور ذکر و اذکار میں مصروف رہتے پھر امام کی روانگی سے قبل ہی

منیٰ چلے جاتے بعض ان میں سے فجر کی نماز کے وقت آتے اور بعض بعد میں اور رمی جمار کرتے' ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ رخصت عطا فرمائی ہے۔

عکرمہ' حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ سے رات کو ہی بھیج دیا تھا اور ایک روایت میں ہے میں ان لوگوں میں سے تھا جن کو رسول اللہ ﷺ نے رات کو ہی مزدلفہ سے اپنے کمزور لوگوں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ امام احمد' ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آل عبدالمطلب کے بچوں کو اونٹوں کے ہمراہ (قبل از فجر) روانہ کر دیا' ہمارے رانوں پر تھپک کر فرمایا' دیکھو! طلوع آفتاب سے قبل رمی نہ کرنا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ کسی نے بھی طلوع آفتاب سے قبل رمی جمار نہیں کی۔ امام ابی داؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس رویت کو بھی ابن عباسؓ سے متعدد اسناد سے نقل کیا ہے۔

نیز امام ابی داؤد ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کمزور اور ضعیف اہل و عیال کو رات کو ہی منیٰ روانہ کر دیتے اور ان کو تاکید کرتے طلوع آفتاب سے قبل رمی جمار نہ کریں۔

غلس میں رمی : امام بخاریؒ از ابن جریج از عبداللہ مولیٰ اسماء بنت ابی بکر بیان کرتے ہیں وہ مزدلفہ میں نماز پڑھتی رہیں کچھ دیر بعد پوچھا چاند غروب ہو گیا ہے نفی میں جواب ملا تو پھر نماز میں مصروف ہو گئیں' پھر پوچھا چاند غروب ہو گیا ہے' اثبات میں جواب ملا' تو فرمایا کوچ کرو' ہم منیٰ پہنچے تو آپ نے رمی کی اور فجر کی نماز بعد میں ادا کی۔ میں نے عرض کیا ابھی اندھیرا ہی ہے' تو حضرت اسماء نے کہا! بیٹا! رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے لئے اس کی اجازت دی ہے۔ حضرت اسماء کا طلوع آفتاب سے قبل رمی کرنا اس نص پر موقوف ہو تو ان کی روایت ابن عباسؓ کی روایت سے مقدم اور راجح ہے' کہ اس روایت کی سند ابن عباس کی سند سے بہتر ہے۔ یہ توجیہہ بھی ممکن ہے کہ بچوں اور خواتین میں تفاوت ہے کہ خواتین کو کمزوری کے علاوہ پردہ کی بھی ضرورت لاحق ہوتی ہے' اسی وجہ سے ان کو تاریکی میں رمی کی اجازت ہے۔ اگر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے از خود بغیر کسی نص کے توقیف کے رمی کی ہو تو ابن عباسؓ کی روایت اسماء کے اس فعل سے مقدم ہو گی۔

ہماری پہلی توجیہہ کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت اسماء نے رات کو رمی کی تو دریافت ہوا کہ ہم نے رمی تو رات کی تاریکی ہی میں کر لی! تو حضرت اسماء نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایسے ہی رات کو رمی کیا کرتی تھیں۔

متفق علیہ روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے جو کہ کمزور تھیں مزدلفہ کی رات نبی علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ مجھے لوگوں کے ہجوم سے قبل ہی منیٰ روانہ کر دیں' آپؐ نے انہیں اجازت دے دی تو وہ پہلے ہی منیٰ چلی آئیں اور ہم مزدلفہ ہی میں مقیم رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہی منیٰ آئے میں بھی سودہ رضی اللہ عنہا کی طرح رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگ لیتی تو یہ مجھے بہت بہتر ہوتا۔

امام ابوداؤد' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو رات ہی منیٰ بھیج دیا' وہ قبل از فجر رمی کر کے طواف افاضہ کے لئے چلی آئیں اس رات رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تھے (وھو اسناد جید قوی رجالہ ثقات)

مزدلفہ میں تلبیہ : امام مسلم' عبدالرحمٰن بن یزید سے بیان کرتے ہیں کہ مزدلفہ میں ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے تو آپؓ نے فرمایا میں نے مزدلفہ میں نبی علیہ السلام کو (جن میں سورہ بقرہ نازل ہوئی) لبیک اللّٰھم لبیک کہتے سنا ہے۔

قیام مزدلفہ' قبل از طلوع روانگی اور وادی محسر میں تیز رفتاری : فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام (۲/۱۹۸) جابرؓ کا بیان ہے فجر طلوع ہوئی تو آپؐ نے اذان اور اقامت کے بعد نماز پڑھائی' پھر سوار ہو کر مشعر حرام کے پاس چلے آئے' اور قبلہ رخ ہو کر دعا اور تکبیر و تہلیل میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ کافی اجالا ہو گیا' پھر فضلؓ بن عباسؓ کو پیچھے بٹھا کر طلوع آفتاب سے قبل ہی روانہ ہوئے۔ امام بخاریؒ عمرو بن میمون سے بیان کرتے ہیں کہ مزدلفہ میں' میں نے حضرت ابن عمرؓ کے ہمراہ فجر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ نے فرمایا' مشرکین طلوع آفتاب کے بعد یہاں سے روانہ کرتے تھے اور "اے کوہ ثبیر! دھوپ سے چمک جا" کہا کرتے تھے۔ نبی علیہ السلام طلوع آفتاب سے قبل ہی یہاں سے روانہ ہوئے۔

تلبیہ رمی جمار تک : امام بخاریؒ عبدالرحمٰن بن یزید سے بیان کرتے ہیں کہ میں مزدلفہ میں عبداللہ بن مسعود کے ہمراہ تھا۔ آپ نے مغرب اور عشا دو اذان اور دو اقامت کہہ کر پڑھیں۔ اور اس کے اثنا میں کھانا کھایا پھر فجر طلوع ہوئی تو فجر کی نماز پڑھی (اس قدر اول وقت میں پڑھی) بعض کہہ رہے تھے کہ فجر طلوع ہو چکی ہے۔ اور بعض کہہ رہے تھے ابھی نہیں۔ پھر ابن مسعودؓ نے کہا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مزدلفہ میں دو نمازیں بروقت نہیں پڑھی جاتیں (۱) مغرب عشا کے وقت جب لوگ مزدلفہ پہنچ جائیں (۲) فجر فوراً طلوع فجر کے وقت' پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ اجالا ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ اور کہا امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اگر آپ یہاں سے روانہ ہو جائیں تو سنت پر عمل پیرا ہوں گے۔

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں ادھر ابن مسعودؓ یہ بات کہہ رہے تھے ادھر امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روانگی کا اعلان کر دیا' پھر تلبیہ کہتے ہوئے جمرہ عقبہ کے پاس آئے اور رمی کی۔

خطاب : امام بیہقی مرسل اور مرفوع دونوں طرح مسور بن مخرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں حمد و ثنا کے بعد خطاب فرمایا۔

مشرک اور بت پرست لوگ عرفات سے غروب سے قبل سورج انسان کے قامت کے برابر کھڑا ہوتا تھا تو روانہ ہو جاتے تھے ہم ان کے برعکس عمل کریں گے (اور غروب کے وقت روانہ ہوں گے) اسی طرح مزدلفہ سے اتنا ہی سورج چڑھے روانہ ہوتے تھے' ہمارا عمل یہاں بھی ان کے خلاف ہو گا (اور طلوع سے قبل روانہ ہوں گے) امام احمد' حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ سے طلوع آفتاب سے قبل روانہ ہوئے۔ امام بخاریؒ' حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ عرفہ سے مزدلفہ تک رسول

اللہ ﷺ کا ردیف اسامہؓ تھا اور مزدلفہ سے منیٰ تک فضل بن عباس رضی اللہ عنہ۔ دونوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ عقبہ کی رمی تک لبیک کہتے رہے۔

مسلم شریف میں ردیف رسول فضل بن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ کی شام اور مزدلفہ کی صبح لوگوں کو تلقین کر رہے تھے (علیکم السکینۃ) آہستہ چلو' اور خود بھی رسول اللہ ﷺ اپنی سواری کو تیز رفتاری سے روکے ہوئے میدان محسر میں آئے (تو ذرا تیز چلے) نیز فرمایا کہ رمی کے لئے کنکریاں اٹھالو اور جمرہ عقبہ تک آپؐ تلبیہ کہتے رہے۔

محسر میں تیز چلنا : اسی عنوان کے تحت امام بیہقی نے بذریعہ محمد باقر' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب محسر میں داخل ہوئے تو سواری کو تیز چلایا۔ (مسلم)

نیز امام بیہقی نے بذریعہ ابی الزبیر' حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ سے واپسی کے دوران آہستہ چل رہے تھے اور لوگوں کو اس بات کی تلقین کر رہے تھے وادی محسر میں پہنچ کر رفتار تیز کی اور خذف کے برابر کنکریاں مارنے کا ارشاد فرمایا۔

فائدہ : خذف اس کنکری کو کہتے ہیں جو انگوٹھے پر رکھ کر انگشت شہادت سے پھینکی جائے' یعنی چنے سے کچھ بڑی۔ نیز فرمایا مجھ سے مسائل حج دریافت کر لو شاید میں تمہیں امسال کے بعد نہ دیکھ سکوں۔

امام بیہقی نے بذریعہ عبیداللہ بن ابی رافع' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قصہ ذرا مختصر بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وادی محسر میں سواری تیز دوڑائی اور فضل کو ردیف بنا کر جمرہ عقبہ تک آئے اور رمی کی۔

مفصل واقعہ : امام احمدؒ نے (سند میں معمولی تغیر سے یہ حصہ) بذریعہ عبیداللہ بن رافع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذرا مفصل بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں وقوف فرما کر کہا' میدان عرفات سب کا سب موقف اور قیام گاہ ہے' اور سورج غروب ہونے کے بعد اسامہؓ کو ردیف بنا کر عرفات سے واپس ہوئے درمیانی رفتار سے چلتے رہے۔ اور تیز رفتار لوگوں کو اطمینان و وقار سے چلنے کی تلقین کرتے رہے مزدلفہ میں مغرب اور عشا دونوں باجماعت ایک ساتھ پڑھیں فجر تک یہیں قیام فرمایا پھر "قزح" میں پہنچ کر فرمایا یہ موقف ہے اور میدان مزدلفہ سارا ہی موقف اور ٹھہرنے کی جگہ ہے' پھر آپ اعتدال سے چلتے رہے وادی محسر کو تیز رفتاری سے طے کیا۔

پھر ایک نوخیز خثعمی خاتون نے دریافت کیا کہ میرے والد نہایت بوڑھے ہیں اور ان پر حج فرض ہے کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں' آپؐ نے فرمایا ہاں! والد کی طرف سے حج کرو۔ فضل رضی اللہ عنہ اسے تکنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا رخ تبدیل کر دیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور! آپؐ نے فضل کا رخ کیوں تبدیل کیا؟ تو آپؐ نے فرمایا' میں نے نوخیز لڑکی اور نوجوان لڑکے کی آنکھوں کو دو چار ہوتے دیکھا تو مجھے ان پر شیطانی حملہ کا خطرہ ہوا۔ پھر ایک حاجی نے پوچھا میں قربانی سے قبل سر منڈا چکا ہوں کیا حکم ہے! فرمایا اب قربانی کرو' "تقدیم تاخیر میں میں کوئی گناہ نہیں۔" پھر دوسرے حاجی نے دریافت کیا یا رسول اللہ! میں حلق

سے قبل طواف افاضہ کر چکا ہوں' آپؐ نے کہا' اب حجامت بنوا لو کوئی مضائقہ نہیں۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں تشریف لائے' طواف افاضہ کیا اور چاہ زمزم کے پاس آکر فرمایا اے فرزندان عبدالمطلب! پانی پلانے کے منصب کو خوب سرانجام دو' مجھے لوگوں کی دخل اندازی اور ان کے بے جا ہجوم کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچنے میں تعاون کرتا۔

یہ قصہ باختلاف سند ابوداؤد شریف میں ابن ماجہ اور ترمذی نے بھی بیان کیا ہے۔ اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف اسی سند سے مذکور ہے۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں اس قصہ کی جزئیات کے صحاح ستہ وغیرہ میں بیشتر شواہد موجود ہیں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مذکور نہیں۔

وادی محسر میں تیز گامی : امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وادی محسر میں تیز رفتار چلنے سے انکار نقل کیا ہے کہ یہ گنواروں اور دیہاتیوں کا فعل تھا۔ پھر اس کی تردید کی ہے کہ مثبت' منفی سے مقدم ہوتا ہے' ایجاب سلب سے راجح ہوتا ہے' امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے ایضاع اور تیز گامی کا انکار ثابت ہی نہیں' واللہ اعلم۔ یہ سرعت اور تیز رفتاری متعدد صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی صحیح طریق سے منقول ہے۔ امام بیہقی نے مسور بن مخرمہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وادی محسر میں سواری تیز دوڑاتے ہوئے یہ شعر گنگنا رہے تھے۔

☆

☆

تلبیہ کب تک کہا : اسامہ اور فضل ردیفان رسول اللہ ﷺ' متعدد صحابہ کرامؓ سے بیان ہو چکا ہے کہ جمرہ عقبہ کی رمی تک رسول اللہ ﷺ تلبیہ کہتے رہے۔ امام بیہقی نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو غور سے دیکھا تو آپؐ نے جمرہ عقبہ کو پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ ترک کر دیا۔

آخری کنکری تک تلبیہ : امام بیہقی نے امام ابن خزیمہ کی معرفت فضل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں عرفات سے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ واپس آیا' آپؐ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہتے رہے اور ہر کنکری اللہ اکبر کہہ کر مارتے رہے' پھر آخری کنکری مار کر تلبیہ ترک کیا۔ یہ اضافہ نہایت عجیب ہے اور فضل کی مشہور روایات میں بالکل مذکور نہیں' گو امام ابن خزیمہ نے اس کو پسند کیا ہے۔

امام ابن خزیمہ نے ابان بن صالح کی معرفت عکرمہ سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عرفات سے واپس آیا۔ آپ نے جمرہ عقبہ کی آخری کنکری مار کر تلبیہ ترک کیا' میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو فرمایا میں نے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی طرح تلبیہ کہتے سنا ہے' اور آپ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا۔ ابوالعالیہ فضل رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ دس ذوالحج قربانی کے روز صبح کو مجھے رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں چننے کا ارشاد فرمایا میں نے حذف کے برابر کنکریاں اٹھائیں' آپؐ نے ان کو ہاتھ میں لے کر فرمایا ایسی کنکریوں سے رمی کرو' دین میں غلو اور مبالغہ آرائی سے پرہیز کرو' گزشتہ اقوام کو غلو اور تجاوز نے ہی تباہ کیا ہے۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وادی محسر میں پہنچے تو سواری کو تیز کر دیا پھر اس درمیانے راستہ سے تشریف لائے جو جمرہ عقبہ پر جا پہنچتا ہے' پھر سات کنکریاں بطن وادی سے ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے رہے۔

چاشت کے وقت : امام بخاریؒ نے تعلیقاً" حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے روز چاشت کے وقت رمی کی اور باقی ایام میں زوال کے بعد امام مسلم نے اس معلق روایت کو ابن جریج از ابوالزبیر مسند بیان کیا۔

مقام رمی : صحیحین میں عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ کو وادی کے نشیب سے رمی کرتے دیکھا تو عرض کیا لوگ وادی کے اوپر سے رمی کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا وحدہ لاشریک لہ کی قسم یہ اس ذات مبارک کے رمی کرنے کی جگہ ہے جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔ امام بخاریؒ نے اور سند سے بیان کیا ہے کہ ابن مسعودؓ جمرہ عقبہ کے پاس آئے منیٰ کو دائیں طرف اور کعبہ کو بائیں طرف کر کے سات کنکریاں ماریں اور فرمایا ایسے ہی اس ذات گرامی نے رمی کی جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔

تکبیر کہہ کر کنکری مارنا : امام بخاریؒ نے "جمرہ کو سات کنکری اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہنا" عنوان مقرر کر کے بیان کیا ہے کہ یہ ابن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے۔ اس عنوان کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے کہ اس نے نشیب وادی سے جمرہ کو سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کر بتایا کہ خدائے وحدہ لاشریک کی قسم! جس ذات گرامی پر سورہ بقرہ نازل ہوئی اس نے یہیں سے رمی کی تھی۔ نیز مسلم شریف میں ابوالزبیر اور محمد باقر کا بیان ہے کہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرہ کو سات کنکریاں ماریں' ہر کنکری اللہ اکبر کہہ کر مارتے تھے اور وہ کنکر خذف کے برابر تھی۔

سوار ہو کر کنکری مارنا : امام احمد (یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ' حجاج بن ارطاۃ' ابوالقاسم مقسم) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے روز جمرہ عقبہ کی رمی' سوار ہو کر کی۔

امام ترمذی نے احمد بن منیع کی معرفت یحییٰ بن زکریا سے یہ روایت بیان کر کے حسن کہا ہے۔

اور امام ابن ماجہ نے (ابن ابی شیبہ از ابوخالد احمر کی معرفت حجاج بن ارطاۃ) سے یہ روایت بیان کی ہے۔

امام احمد' ابوداؤد ابن ماجہ اور بیہقی نے ام جندب ازدیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بطن وادی میں سواری پر رمی کرتے دیکھا ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہہ رہے تھے۔ ایک صاحب نے آپؐ پر پیچھے سے سایہ کر رکھا تھا' میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں تو معلوم ہوا کہ فضل بن عباس ہیں۔ لوگوں کا اژدہام دیکھ کر آپؐ نے فرمایا ایک دوسرے کو تکلیف نہ دے۔ جب رمی کرو تو خذف کے برابر کنکری سے رمی کرو۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپؐ کو جمرہ عقبہ کے پاس سوار دیکھا' آپؐ کی انگلیوں میں پتھر کی کنکری تھی۔ آپؐ نے رمی کی اور وہاں ٹھہرے نہیں۔ ابن ماجہ میں ہے کہ آپؐ خچر پر سوار تھے' یہ خچر پر سواری کی تصریح نہایت عجب چیز ہے۔

مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قربانی کے روز سواری پر جمرہ کی رمی کرتے دیکھا اور آپؐ فرما رہے تھے مجھ سے مسائل حج دریافت کر لو شاید میں اب کے بعد حج نہ کر سکوں۔ مسلم شریف میں ام حصین سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حجتہ الوداع کیا اور آپؐ کو قربانی کے روز جمرہ عقبہ کی رمی کر کے سواری پر لوٹتے دیکھا' آپؐ فرما رہے تھے **لتاخذوا مناسکم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذہ۔**

ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجتہ الوداع کیا' اسامہؓ اور بلالؓ آپ کے ہمراہ تھے' ایک نبی علیہ السلام کی ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھا اور دوسرا سورج کی تمازت کی وجہ سے آپ پر کپڑا تانے ہوئے تھا' یہاں تک کہ آپؐ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی۔

امام احمد ایمن بن نابل کی معرفت قدامہ بن عبداللہ کلابی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قربانی کے روز' بطن وادی میں صہبا ناقہ پر سوار جمرہ عقبہ کو رمی کرتے دیکھا۔ آج کل کے حکمرانوں کی طرح' آپؐ کے سامنے سے کسی کو نہ مارا جاتا تھا اور نہ ہٹایا جاتا تھا اور نہ راستہ بند کیا جاتا تھا۔ یہ روایت نسائی ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

ایام تشریق میں رمی : امام احمد نافع سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے روز سواری پر جمرہ عقبہ کی رمی کرتے تھے اور باقی ایام میں پیدل۔ ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان ایام میں رمی کے لئے پیدل ہی آتے جاتے تھے۔

رمی کے بعد : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمی کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے قربانیاں کیں اور باقی ماندہ ۳۷ قربانیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کیں اور آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانیوں میں شریک و سہیم بنا لیا تھا' پھر قربانی کے ہر جانور سے ایک ایک بوٹی اکٹھی کرنے کا حکم دیا پکنے کے بعد دونوں حضرات نے وہ سالن کھایا اور شوربا پیا۔

معجزانہ خطاب : امام احمد نے کسی صحابی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطاب فرمایا' مہاجرین کو قبلہ کی دائیں جانب اور انصار کو بائیں جانب بیٹھنے کا ارشاد فرمایا اور باقی ماندہ کو ان کے گردونواح۔ ان کو مسائل حج بتائے' اللہ تعالیٰ نے اہل منیٰ کی قوت سماعت اس قدر تیز کر دی کہ وہ اپنے اپنے خیموں میں آپؐ کا خطبہ سن رہے تھے صحابی کا بیان ہے کہ میں نے آپؐ سے سنا (**ارموا الجمرۃ بمثل حصیٰ الخذف**)

امام احمد' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطاب فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم منیٰ کے میدان میں فروکش تھے صحابہ کرام کی سماعت اس قدر تیز تھی کہ اپنے اپنے خیموں میں بیٹھے رسول اللہ ﷺ کا خطاب سن رہے تھے۔

عمر کے مطابق قربانی : حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قربانیوں کی تعداد یک صد تھی۔ اکثر قربانیاں رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے ہمراہ لائے تھے اور کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے۔ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان میں شریک کر لیا تھا۔ بقول امام ابن حبان وغیرہ نبی علیہ السلام نے اپنی عمر مبارک کی

مناسبت سے اپنے دست مبارک سے ۶۳ قربانیاں ذبح فرمائیں۔

امام احمدؒ نے مقسم کی معرفت حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج میں یک صد قربانی ذبح فرمائی۔ ان میں سے ۶۰ جانور اپنے دست مبارک سے اور باقی ماندہ آپؐ کے ارشاد سے کسی نے ذبح کئے' ہر قربانی سے ایک ایک بوٹی جمع کی پکایا کھایا اور شوربا پیا۔ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ نے ستر جانور قربان کئے ان میں ابوجہل کا وہ اونٹ بھی شامل تھا جو جنگ بدر میں بطور غنیمت آیا تھا۔

اجرت : امام احمد' بذریعہ مجاہد بن جبیر' حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے سو اونٹ ذبح فرمائے' ۳۰ ان میں سے اپنے دست مبارک سے ذبح کئے اور باقی ماندہ کو حضرت علیؓ کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا' ان کا گوشت چمڑا اور پالان لوگوں میں تقسیم کر دیں' اور قصاب کو ذبح کرنے کی اجرت اس میں سے نہ دیں۔ نیز فرمایا ہر جانور سے ایک ایک بوٹی جمع کر کے پکاؤ کہ ہم گوشت کھائیں اور شوربا پئیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے حسب حکم پکایا (پھر دونوں نے کھایا)

متفق علیہ روایت میں ابن ابی لیلیٰ کی معرفت حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اونٹ ذبح کرنے کا حکم کیا اور انکے پالان چمڑے اور گوشت تقسیم کرنے کا بھی حکم فرمایا (نیز تاکید فرمائی) کہ قصاب کو اس میں سے بطور اجرت نہ دو بلکہ فرمایا اس کی اجرت ہم اپنی جیب سے دیں گے۔

ابوداؤد میں عرفہ بن حارث کندی سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا' آپؐ کے پاس قربانی کا اونٹ لایا گیا تو فرمایا علیؓ کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ آئے تو آپؐ نے فرمایا نیزے کا نچلا حصہ تھامو اور خود اوپر والا حصہ پکڑا پھر دونوں نے اونٹ کو نیزے سے ذبح کیا۔ ذبح سے فارغ ہو کر آپؐ خچر پر سوار ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ردیف بنایا۔ امام ابوداؤد اس حدیث میں منفرد ہیں۔ اس کی سند اور متن میں غرابت اور انوکھا پن ہے۔ واللہ اعلم۔ امام احمد نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ قربانی کے روز رسول اللہ ﷺ نے جمرہ عقبہ کو رمی کی' پھر قربانی ذبح کی اور سر منڈایا۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ : کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کی جانب سے قربانی دی اور منیٰ میں اپنی طرف سے بھی ایک گائے ذبح فرمائی اور دو چت کبرے مینڈھوں کی قربانی دی۔

سر کیسے منڈوایا؟ : مسند احمد' مسلم اور بخاری میں سالم اور نافع' حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں سر منڈایا۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہؓ نے حلق کروایا اور بعض صحابہؓ نے بال کٹوائے۔

مسلم شریف میں یحییٰ بن حصین کا اپنی دادی سے یہ بیان مذکور ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے سر منڈانے والوں کے لئے سہ بار رحمت کی دعا فرمائی' اور بال کٹوانے والوں کیلئے ایک بار۔

مسلم شریف میں یہ روایت حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔

مسلم شریف میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ عقبہ کو رمی کر کے واپس اپنی قیام گاہ میں تشریف لائے اور قربانی کی' پھر حجام کو سر کی دائیں طرف اشارہ کر کے فرمایا' پہلے یہ' پھر بالیاں

حصہ ' پھر تمام موئے مبارک لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ ایک روایت میں ہے کہ داہنے حصے کے بال لوگوں میں دو دو ایک ایک کر کے تقسیم کر دیئے اور بائیں حصے کے تمام بال ابو طلحہ کو عنایت کر دیئے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ دائیں حصہ کے بال ابو طلحہ کو دیئے اور بائیں حصہ کے بال اس کو لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے دیئے۔

امام احمد حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حجام رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک مونڈ رہا ہے اور لوگ آپکے گرد حلقہ بنائے کھڑے ہیں کہ کوئی بال نیچے گرنے نہ پائے۔ (انفرد بہ احمد)

احرام اتار کر : لباس تبدیل فرمایا' طوائف افاضہ سے پہلے رمی اور قربانی کے بعد خوشبو لگائی۔

امام بخاریؒ (محمد بن ابی بکر کی معرفت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ان دو ہاتھوں سے خوشبو لگائی' جب آپؐ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا اور طواف افاضہ سے قبل احرام اتارتے وقت۔ یہ بیان کر کے حضرت عائشہؓ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ کیفیت بیان کی اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ خوشبو میں کستوری کی آمیزش تھی۔

یہ روایت امام نسائی' امام شافعی' اور عبدالرزاق سے مسند میں عروہ اور سالم از عائشہ مذکور ہے۔

نیز صحیحین اور مسلم شریف میں عروہ' قاسم اور عروہ از عائشہ سے بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں خوشبو کا نام ذریرہ بتایا ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ' حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد محرم پر بجز مباشرت کے ہر چیز جو احرام کی وجہ سے حرام تھی حلال ہو جاتی ہے اور طواف افاضہ کے بعد مباشرت بھی۔ ایک آدمی نے سوال کیا' جناب خوشبو بھی تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کستوری لگاتے دیکھا ہے' کیا یہ خوشبو نہیں؟

احرام کھولنا کیا طواف افاضہ کے ساتھ مشروط ہے؟ : سنن ابی داؤد "باب الافاضہ فی الحج" میں حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے قربانی کی رات رسول اللہ ﷺ کا قیام میرے ہاں تھا' وہب بن زمعہ اور ایک اموی قمیض پہنے ہوئے آئے' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا' تم نے طواف افاضہ کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا جی نہیں! تو آپؐ نے فرمایا قمیض اتار دو' چنانچہ انہوں نے اپنی اپنی قمیض اتار دی' تو وہبؓ نے دریافت کیا' رسول اللہ ﷺ یہ کیوں ممنوع ہے! تو آپؐ نے فرمایا' قربانی کے روز' جمرہ عقبہ کی رمی اور قربانی کے بعد' اگر ہو تو احرام کی وجہ سے جو چیز حرام ہو' بجز مباشرت کے وہ حلال اور مباح ہو جاتی ہے تاوقتیکہ تم طواف افاضہ سے فارغ ہو جاؤ۔ رمی کے بعد تم نے طواف افاضہ نہ کیا ہو تو تم پہلے کی طرح محرم ہی ہو' یہاں تک کہ تم طواف کر لو۔

امام بیہقیؒ یہ مذکور بالا قصہ ذکر کرنے کے بعد ابو عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ کا یہ بیان بھی نقل کرتے ہیں کہ مجھے ام قیس بنت محصن نے بتایا کہ قربانی کے روز پچھلے پہر میرے بھائی عکاشہ' چند اپنے اسدی رفقا کے ہمراہ قمیض پہن کر باہر گئے' پھر قمیض اتار کر ہاتھوں میں لئے ہوئے واپس چلے آئے۔ میں نے سبب دریافت کیا تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کا وہی فرمان سنایا جو آپؐ نے وہب بن زمعہ اور اس کے رفیق کو فرمایا

تھا۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے (متروک ہے) ہمارے علم میں اس پر عمل کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اہل علم نے اس پر عمل نہ ہونے کے یہ وجوہ بیان کئے۔ (۱) بقول امام منذری اس کی سند میں ابن اسحاق ہے۔ (۲) قمیضیں عطر میں بسی ہوئی تھیں۔ ان کا مباشرت میں ملوث ہونے کا خطرہ تھا' اس وجہ سے قمیضیں اتارنے کا حکم فرمایا۔ (۳) فرصت ہوتے ہوئے طواف افاضہ میں تاخیر کرنے کے باعث تادیباً احرام کے اعادہ کا حکم فرمایا۔ (ندوی)

طواف افاضہ : مسلم شریف میں حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ سے سوار ہو کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور وہیں ظہر پڑھی' پھر فرزندان عبدالمطلب کے پاس تشریف لائے۔ وہ زمزم کا پانی کھینچ کر پلا رہے تھے' آپؐ نے فرمایا' خوب کھینچو' مجھے عوام کے امڈ آنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ مل کر پانی نکالتا' چنانچہ انہوں نے آپکی خدمت میں ڈول پیش کیا' آپؐ نے اس سے نوش فرمایا۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ طواف کے لئے قبل از زوال روانہ ہوئے' طواف سے فارغ ہو کر وہاں ظہر پڑھی۔ اور مسلم شریف میں نافع از ابن عمرؓ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ طواف افاضہ کے بعد واپس چلے آئے اور ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔

حدیث جابرؓ اور حدیث ابن عمرؓ میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر مکہ میں ادا کی اور منیٰ چلے آئے۔ اور منیٰ میں آپؐ نے لوگوں کو منتظر پایا' پھر ان کو بھی ظہر کی نماز باجماعت پڑھا دی' واللہ اعلم۔ ظہر کی نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ کی واپسی منیٰ میں ممکن ہے کیونکہ گرمی کا موسم تھا اور دن طویل تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے پہلے پہر متعدد امور سرانجام دیئے کہ مزدلفہ سے اجالا ہوئے طلوع آفتاب سے قبل ہی روانہ ہوئے' منیٰ میں پہنچ کر جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں' پھر ۶۳ اونٹ ذبح کئے اور حضرت علیؓ نے ۳۷' پھر ہر قربانی سے بوٹی بوٹی جمع کر کے سالن پکایا' پھر اسے تناول فرمایا' پھر سر منڈا کر خوشبو لگائی۔

ان متعدد امور سے فراغت کے بعد منیٰ سے سوار ہو کر کعبہ میں تشریف لائے اور اسی روز ایک عظیم خطاب فرمایا۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ جانے سے قبل خطاب فرمایا تھا یا واپسی کے بعد' واللہ اعلم۔ غرضیکہ رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر بیت اللہ پہنچے اور سواری پر بیت اللہ کا طواف کیا' صفا مروہ کی سعی نہیں کی جیسے کہ حدیث جابرؓ اور حدیث عائشہؓ سے ثابت ہے۔ پھر زمزم کا پانی پیا' اور زمزم کے پانی کا نبیذ بھی۔

ان روایات سے یہ بات آشکارا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھی اور یہ احتمال بھی ہے کہ آپؐ نے ظہر آخر وقت میں' منیٰ میں بھی صحابہؓ کو باجماعت پڑھائی ہو۔ ان متعارض بیانات اور متضاد روایات کے باعث امام ابن حزمؒ واقعی دوٹوک فیصلہ کرنے میں بے بس اور قاصر رہے۔

سنن ابی داوٗد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے روز پچھلے پہر (**حین علی الظهر**) نماز ظہر کے وقت طواف کیا پھر منیٰ واپس چلے آئے' ایام تشریق وہیں گزارے' زوال

کے بعد رمی کیا کرتے تھے' پھر ہر جمرے کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ آپؐ نے مکہ میں ظہر پڑھی اور دونوں کی یادداشت اور حفظ و ضبط حضرت ابن عمر سے زیادہ قوی ہے۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں یہ بات غلط ہے کہ عائشہؓ کی روایت میں یہ تصریح نہیں کہ آپؐ نے مکہ میں نماز ظہر پڑھی۔ بلکہ اگر روایت میں "حتٰی صلی الظهر" کے الفاظ محفوظ ہوں تو احتمال ہے کہ آپؐ نے مکہ میں ظہر پڑھی ہو' اگر روایت میں "حین صلی الظهر" کے الفاظ محفوظ ہوں (اور یہی قرین قیاس ہے) تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ نے منیٰ سے روانگی کے قبل ہی منیٰ میں ظہر پڑھ لی۔

اندریں حال روایت حضرت عائشہؓ' روایت حضرت جابرؓ کے بالکل متضاد اور مخالف ہے کیونکہ حدیث سے واضح ہے کہ آپؐ نے مکہ روانگی سے قبل ہی منیٰ میں ظہر پڑھ لی۔ اور حدیث جابرؓ سے صاف عیاں ہے کہ نماز سے قبل بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے اور ظہر مکہ میں پڑھی۔

طواف زیارت رات کو : امام بخاریؒ نے (ابوالزبیر از عائشہؓ و ابن عباسؓ) معلق بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات تک طواف زیارت موخر کیا۔ یہ معلق روایت سنن اربعہ میں (یحییٰ بن سعید' عبدالرحمٰن بن مہدی' فرج بن میمون' سفیان ثوری' ابوالزبیر) حضرت عائشہؓ و حضرت ابن عباسؓ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے روز رات تک طواف موخر کیا اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ نیز امام احمد (محمد بن عبداللہ' سفیان' ابوالزبیر) حضرت عائشہؓ و حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو طواف زیارت کیا (زار لیلًا)

رات کو طواف کرنے کی روایت اگر "بعد از زوال" پر محمول ہو گویا کہ پچھلے پہر آپؐ نے طواف کیا تو یہ درست ہے' اگر "بعد از غروب" پر محمول ہو تو یہ بعید از قیاس ہے اور ان صحیح روایات کے خلاف ہے جن میں بہ صراحت مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روز روشن میں قربانی کے روز طواف کیا اور زمزم کا پانی پیا۔

رات کو طواف : باقی رہا رات کو طواف تو وہ طواف وداع تھا' بعض راوی طواف وداع کو "زیارت" سے بھی تعبیر کرتے ہیں' یا فرض طوافوں کے علاوہ اس سے مطلق طواف زیارت مراد ہو۔

ہر شب طواف : منیٰ میں قیام کے دوران رسول اللہ ﷺ ہر شب بیت اللہ تشریف لایا کرتے تھے' یہ بھی بعید از حقیقت ہے' واللہ اعلم۔ امام بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو طواف کی اجازت دی' چنانچہ وہ دوپہر کے وقت بیت اللہ کا طواف افاضہ کرنے آئے اور خود رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کے ہمراہ رات کو طواف کیا' یہ بھی بعید از فہم ہے۔ مگر عروہ بن زبیر اور طاؤس اس کے قائل ہیں کہ آپؐ نے رات کو طواف کیا۔

صحیح روایات سے یہی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے روز دن کے وقت طواف کیا اور یہی جمہور کا مسلک ہے' قرین قیاس یہ ہے کہ زوال سے قبل ہی طواف کیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ زوال کے بعد ہو' واللہ اعلم۔ غرض یہ کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور سوار ہو کر بیت اللہ ﷺ کا طواف کیا'

پھر زمزم کے پاس آئے اور فرزندان عبدالمطلب لوگوں کو پانی پلا رہے تھے' آپ نے پانی کا ایک ڈول لیا' کچھ پیا اور کچھ اپنے اوپر انڈیل لیا۔

سبیل : مسلم شریف میں بکر بن عبداللہ مزنی کا بیان ہے کہ میں نے بیت اللہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے ہوئے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر تشریف لائے' اسامہؓ ردیف تھا ہم نے آپؐ کی خدمت میں نبیذ "کھجور کا شربت" پیش کیا' چنانچہ آپؐ نے خود پیا اور باقی ماندہ اسامہؓ کو دیا اور فرمایا خوب خوب ایسی ہی "مہمانی" کرو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں (ہم حجاج کرام کو نبیذ پیش کرتے ہیں) ہم رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک پر اضافہ نہیں کرنا چاہتے۔

ایک دیہاتی نے ابن عباسؓ سے کہا کیا وجہ ہے کہ اموی تو دودھ اور شہد پلاتے ہیں اور تم صرف نبیذ یعنی کھجور کے شربت پر اکتفا کرتے ہو کیا یہ تنگ دستی کی وجہ سے یا بخل کے باعث۔

ابن عباسؓ نے فرمایا' جناب! بخل اور تہی دستی کی کوئی بات نہیں' بات دراصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسامہؓ کو ردیف بنائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے' آپؐ نے پانی طلب فرمایا' ہم نے نبیذ یعنی کھجور کا شربت پیش کیا' آپؐ نے نوش فرما کر کہا بہت اچھا' اسی طرح پلاؤ۔ یہ ہے حقیقت

بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سقایہ اور سبیل پر تشریف لائے' پانی طلب فرمایا تو حضرت عباسؓ نے فضل سے کہا جاؤ اپنی والدہ سے پانی لے آؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بلا تکلف یہی پلاؤ۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ اس میں ہاتھ مارتے رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "تکلف نہ کرو' یہی پلاؤ" چنانچہ آپؐ نے نوش فرما لیا۔ پھر چاہ زمزم کے پاس تشریف لائے تو فرزندان عبدالمطلب لوگوں کو پانی پلانے میں مصروف تھے۔ آپؐ نے فرمایا اس کار خیر کو سرانجام دیتے رہو۔ تم نیک کام کر رہے ہو' اگر لوگوں کے امڈ آنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی کندھے پر رسی رکھ کے' پانی نکالتا۔

عاصم' شعبی کی معرفت حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زمزم کا پانی پیش کیا آپؐ نے کھڑے ہی پی لیا۔ عاصم کہتے ہیں عکرمہ نے حلفاً کہا' کہ رسول اللہ ﷺ اس روز شتر پر سوار تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ناقہ پر سوار تھے۔

امام احمد عکرمہ از ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر طواف کیا اور حجر اسود کا چھڑی سے استلام کیا' پھر سقایہ اور پانی کے سبیل پر تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا۔ انتظامیہ نے کہا' اس پانی میں لوگ میلے کچیلے ہاتھ مارتے رہتے ہیں' ہم گھر سے پانی لے آتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تکلف کی کوئی ضرورت نہیں' اسی سے پلاؤ۔ ابوداؤد میں اسی روایت اور سند سے بیان ہے۔

امام احمد' ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زمزم پر تشریف لائے' ہم نے ڈول میں پانی پیش کیا آپؐ نے نوش فرما لیا' پھر اس ڈول میں اپنی کلی ڈال دی اور چاہ زمزم میں انڈیل دیا اور فرمایا لوگوں کے ہجوم کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی اپنے ہاتھوں سے خود پانی کھینچتا۔ (انفرد به احمد واسناده علٰی شرط مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ سعی نہیں کی بلکہ پہلی سعی پر اکتفا فرمایا : صحیح مسلم شریف میں جابر بن عبداللہ کا قول ہے کہ نبی علیہ السلام اور قارن صحابہ کرامؓ نے صرف ایک بار صفا مروہ کی سعی کی۔ نیز مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا --- یاد رہے کہ حضرت عائشہؓ عمرے پر حج کی نیت کا اضافہ کر کے قارن ہو چکی تھیں --- حج اور عمرے کے لئے صرف ایک طواف اور ایک بار سعی صفا مروہ کافی ہے۔

حنابلہ : امام احمدؒ کے اصحاب و اتباع کے نزدیک حضرت جابرؓ کا مذکور بالا قول قارن و متمتع دونوں کے لئے عام ہے۔ اور امام احمدؒ سے صراحت سے منقول ہے کہ متمتع کو ایک ہی طواف کافی ہے اور یہ قول غریب ہے اور اس کی دلیل حدیث کا عمومی مفہوم ہے۔ واللہ اعلم۔

ائمہ ثلاثہ : احناف' شوافع اور مالکیوں کے نزدیک متمتع کے لئے دو طواف اور دو سعی ضروری ہیں بلکہ احناف نے تو قارن کے لئے بھی دو طواف اور دو سعی ضروری قرار دی ہیں اور وہ اس مسئلہ میں منفرد ہیں' یہ مسئلہ حضرت علیؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً دو طرح سے منقول ہے اور گذشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ ان روایات کی اسناد ضعیف ہیں مگر یہ صحیح روایات کے خلاف ہیں۔ واللہ اعلم۔

ظہر کے بعد منیٰ میں : حدیث جابرؓ کے مطابق رسول اللہ ﷺ مکہ میں ظہر نماز ادا کر کے منیٰ واپس چلے آئے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کے بیان کے موافق واپسی کے بعد ظہر منیٰ میں پڑھی (رواهما مسلم) ان روایات کی تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ اور منیٰ دونوں مقام پر ہی ظہر پڑھی' واللہ اعلم۔ ان صحیح روایات میں تعارض کی بنا پر امام ابن حزمؒ نے اس میں توقف کیا ہے اور دو ٹوک فیصلہ نہیں کر سکے۔

ابوداؤد کی روایت قاسم از حضرت عائشہؓ افاض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من آخر یومہ حین صلی الظہر ثم رجع الی منی الخ' سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے روز رسول اللہ ﷺ زوال کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے جو حضرت ابن عمرؓ کی روایت کے قطعاً منافی ہے اور جابرؓ کی روایت کے منافی ہونا محل نظر ہے' واللہ اعلم۔

خطاب : منیٰ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عظیم اور وقیع خطاب فرمایا' متعدد احادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ امام بخاریؒ نے "ایام منیٰ میں خطبہ" کے باب کے ذیل میں عکرمہ از ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے روز خطاب فرمایا' اے لوگو! یہ کون سا دن ہے' حاضرین نے عرض کیا قابل احترام دن' پھر پوچھا یہ کون سا شہر ہے' حاجیوں نے کہا' عزیز اور ذی وقار شہر' پھر دریافت فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے' سامعین نے کہا حرمت والا مہینہ' پھر آپؐ نے سہ بار فرمایا تمہارا جان و مال اور عزت و آبرو ایک دوسرے کے لئے اسی طرح قابل احترام ہے جس طرح یہ دن اس شہر اور اس مہینہ میں قابل عزت و احترام ہے۔ پھر آپؐ نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا' الٰہی! میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا' خدایا! میں تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے چکا۔

بقول حضرت ابن عباسؓ یہ دراصل امت محمدیہؐ کو وصیت تھی کہ حاضر اور موجود' غیر حاضر اور غائب کو اسلام کی تبلیغ و تلقین کرے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد مرتد نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی ہلاکت کے درپے ہو (رواہ الترمذی و قال حسن صحیح)

امام بخاریؒ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے روز خطاب فرمایا کیا معلوم ہے یہ کون سا دن ہے' حاضرین نے جواب دیا' اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے' پھر آپؐ خاموش رہے' حاضرین سمجھے کہ آپؐ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے' پھر آپؐ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟ حاضرین نے کہا' کیوں نہیں' بیشک قربانی کا دن ہے۔

پھر ارشاد ہوا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا "اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔" ہمارا خیال تھا کہ آپ اس مہینے کا کوئی اور نام تجویز کریں گے۔ معمولی خاموشی کے بعد آپ نے فرمایا کیا یہ ذوالحج نہیں؟ عرض کیا کیوں نہیں' (بالکل ذوالحج ہے)

پھر آپؐ نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے' سامعین نے کہا' اللہ اور اس کا رسول ہم سے زیادہ جانتا ہے آپؐ چپ رہے' حاضرین کا خیال تھا آپؐ اس کا نام تبدیل کریں گے' پھر آپؐ نے فرمایا کیا یہ "بلد حرام" نہیں' عرض کیا کیوں نہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا تمہارا مال و جان ایک دوسرے پر اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن اس ماہ میں اور اس قابل احترام شہر میں محترم ہے۔

سنو! کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا سب نے تصدیق و تائید کی' پھر آپؐ نے فرمایا' الٰہی! گواہ رہنا' **اللّٰھم اشھد** مزید فرمایا حاضر' غیر حاضر کو بتا دے' بہت سے غائب سامع سے زیادہ یادداشت رکھتے ہیں۔ میرے بعد مرتد نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔

مسلم شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر آپؐ نے دوچت کبرے مینڈھے ذبح کیے اور بکریوں کا ایک ریوڑ حاضرین میں تقسیم فرمایا۔ مسند احمد میں حضرت ابوبکرہؓ سے بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا' بیشک زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلی ہیئت پر آگیا ہے جیسے آفرینش عالم کے وقت تھا۔ سنو! سال بارہ ماہ کا ہے' اس میں چار ماہ قابل احترام ہیں تین پے درپے' ذی قعد' ذی حج اور محرم چوتھا رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے (بعد ازاں حدیث میں وہی سوال جواب مذکور ہیں جو بخاری کی روایت میں منقول ہیں)

مسند احمد' ابوداؤد اور نسائی میں یہ روایت محمد بن سیرین از ابوبکرہ مروی ہے اس سند میں انقطاع ہے کیونکہ مسلم اور بخاری میں یہ روایت محمد بن سیرین از عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ مذکور ہے۔ امام بخاریؒ نے یہی سوال و جواب متعدد مقامات پر محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر از ابن عمر نقل کئے ہیں۔

مقام خطاب : امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع میں قربانی کے روز جمرات کے درمیان کھڑے ہو کر یہ خطاب فرمایا' یہ حج اکبر کا دن ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الٰہی! گواہ رہیو! اور لوگوں کو الوداعی نصیحت فرمانے لگے لہٰذا سامعین نے کہا یہ حجتہ الوداع ہے' ابوداؤد

اور ابن ماجہ میں یہ پوری سند سے مذکور ہے۔ آپؐ کا جمرات کے پاس کھڑے ہو کر خطاب فرمانا ممکن ہے' جمرہ عقبہ کو رمی کے بعد اور طواف افاضہ سے قبل ہو' اور یہ بھی احتمال ہے کہ طواف افاضہ کے بعد دوسرے روز رمی جمرات کے بعد خطاب فرمایا ہو' لیکن پہلے احتمال کی تائید امام نسائی کی مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔

یحییٰ بن حصین اپنی دادی ام حصین سے نقل کرتے ہیں کہ حجتہ الوداع میں' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کی مہار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کپڑا تان کر سایہ کئے ہوئے ہیں' جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد آپؐ نے طویل خطبہ ارشاد فرمایا' اس کے اثنا میں فرمایا اگر سیاہ فام نکٹہ غلام بھی تمہارا امیر مقرر کر دیا جائے جو تمہاری قیادت اور زعامت قرآن پاک کے مطابق کرے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔ خطبہ کے دوران سوال جواب کا واقعہ مسند احمد میں ابوصالح ذکوان از جابرؓ بھی مذکور ہے۔ نیز ابن ابی شیبہ نے بھی یہ بیان کیا ہے' اور حضرت جابرؓ سے محمد باقر نے بھی بیان کیا' امام احمد اور امام ابن ماجہ نے از ابوصالح از ابی ہریرہؓ اور ابی سعید خدری نقل کیا ہے۔ مسند احمد اور سنن نسائی میں بلال بن یساف از سلمہ اشجعی مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع میں فرمایا' اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ۔ ناحق کسی کو قتل نہ کرو' زنا نہ کرو' چوری نہ کرو۔

خطاب حجتہ الوداع : امام ابن حزمؒ نے اسامہ بن شریک سے نقل کیا ہے کہ حجتہ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے دوران خطاب فرمایا اپنی والدہ والد' بہن بھائی اور درجہ بدرجہ تمام رشتہ داروں سے حسن سلوک اور تواضع سے پیش آؤ۔ کچھ لوگوں نے یہ آکر پوچھا کہ ہمارے ہاں بنو یربوع مقیم ہیں تو آپؐ نے فرمایا کوئی بھی کسی پر ظلم و تعدی نہ کرے۔ پھر کسی نے پوچھا' بھول کر کنکریاں نہیں مار سکا تو آپؐ نے فرمایا اب مار لو کوئی حرج نہیں۔ پھر کسی نے پوچھا' یارسول اللہ! طواف افاضہ نہیں کر سکا تو فرمایا اب کر لو کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر ایک صاحب نے دریافت کیا' ذبح کرنے سے قبل سر منڈا چکا ہوں' فرمایا ذبح کر لو' اس تقدیم و تاخیر میں کوئی حرج نہیں' کوئی سائل بھی پوچھتا' آپؐ فرماتے اب کر لو کوئی حرج نہیں۔

پھر فرمایا اس تقدیم و تاخیر میں کوئی گناہ نہیں بس وہ مقروض گنہگار ہے' جس نے قرضہ نہ ادا کیا اور فرمایا بجز بڑھاپے کے اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج پیدا کیا ہے۔ صحیحین' مسند احمد اور سنن نسائی میں قیس اور ابوزرعہ' جریرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا لوگوں کو خاموش کراؤ' پھر خطبہ کے دوران فرمایا **لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض۔**

امام نسائی سلیمان بن عمرو کے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حجتہ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا یہ کون سا روز ہے' حاضرین نے جواب دیا حج اکبر کا روز' پھر آپؐ نے فرمایا **فان دماءکم و اموالکم وعرضکم بینکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا' فی بلدکم ھذا' ولا یجنی جان علی والدہ**

اور فرمایا شیطان اب تمہارے علاقے میں اپنی پرستش سے مایوس ہو چکا ہے' اب اس کی طاعت و پرستش بعض معمولی اور حقیر سے کاموں میں ہوگی' وہ اسی پر قانع اور خوش ہوگا۔ سنو! جاہلی دور کا سود اور

بیاج معاف ہے' صرف اصل سرمایہ وصول کرنے کا حق ہے کہ سرمایہ دار اور مقروض دونوں میں سے کسی پر ظلم نہ ہو۔

قربانی کے روز خطاب : کے عنوان کے تحت امام ابوداؤد نے ہرماس بن زیاد باہلی سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منیٰ میں قربانی کے روز عضبا اونٹنی پر سوار خطاب کرتے دیکھا۔

ثلاثی سند : امام احمد (عکرمہ بن عمار' ہرماس) سے نقل کرتے ہیں کہ میں اپنے والد زیاد کے پیچھے سوار تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قربانی کے روز منیٰ میں عضبا ناقہ پر سوار خطاب کرتے دیکھا۔

امام ابو داؤد اور امام احمدؒ نے یہ خطبہ سلیم بن عامر کلاعی کی معرفت حضرت ابوامامہؓ سے بھی نقل کیا ہے کہ میں نے عید قربانی کے روز رسول اللہ ﷺ کا خطاب سنا۔ آپؐ سواری کی رکابوں پر کھڑے نہایت بلند آواز سے فرما رہے تھے کیا تم سنتے نہیں؟ ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیا ذمہ داری سونپنا چاہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا "اپنے رب اور پروردگار کی عبادت کرو' پانچ وقت نماز ادا کرو' ماہ رمضان کے روزے رکھو' امیر کی اطاعت کرو' اس راہ پر چلے تو سیدھے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

سلیم کلاعی کہتے ہیں میں نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کی عمر اس وقت کتنی تھی فرمایا تیس سال۔

امام احمد شرحبیل بن مسلم خولانی کی معرفت حضرت ابو امامہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا خطاب حجتہ الوداع میں سنا' کہ اللہ تعالیٰ نے ہر وارث اور حقدار کا حصہ مقرر کر دیا ہے' چنانچہ وارث کے لئے کوئی وصیت روا نہیں' اولاد صاحب فراش اور شوہر کی ہے' زانی کا نصیب ناکامی اور سنگ ساری ہے اور ان کے اعمال کا حساب اللہ کے ہاتھ میں ہے' اور جو شخص اپنا نسبی تعلق غیر سے جوڑے یا غلام اپنے آقاؤں سے موالات کا انکار کرے' ان پر تاقیامت اللہ کی لعنت ہے۔ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ نہ کرے' دریافت ہوا یا رسول اللہ' کھانا و اناج بھی' فرمایا یہی تو ہمارا بہترین سرمایہ ہے' عاریتاً لی ہوئی چیز واپس ہو گی' دودھیل جانور جو بطور تحفہ دیا جاتا ہے' دودھ کے بعد واپس ہو گا' قرضہ واجب الادا ہے اور ضامن ذمہ دار ہے۔

قربانی کے روز کب خطاب ہو : کے عنوان کے تحت امام ابوداؤد نے رافع بن عمر مزنی سے بیان کیا ہے کہ منیٰ میں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو ضحیٰ کے وقت دن چڑھے سواری پر خطاب کرتے سنا' حضرت علیؓ آپؐ کا خطاب دہرا رہے تھے' سامعین بعض بیٹھے تھے اور بعض کھڑے تھے۔ (رواہ النسائی ایضاً)

امام احمد' عامر مزنی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں سواری پر خطاب فرمایا' آپؐ کے کندھوں پر سرخ چادر تھی' ایک بدوی آپؐ کا کلام لوگوں تک پہنچا رہا تھا' میں آپکے اس قدر قریب ہو گیا کہ آپکے پاؤں اور تسمہ کے درمیان ہاتھ ڈال دیا اور پاؤں کی ٹھنڈک اور برودت سے محظوظ ہوا۔

امام خطبہ میں کیا بیان کرے : کے باب کے ذیل میں امام ابوداؤد' عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطاب فرمایا' اور قدرۃ" ہماری قوت سماعت اس قدر تیز تھی کہ ہم اپنی قیام گاہ میں ہی بیٹھے آپؐ کا خطاب سن رہے تھے۔ آپ نے مناسک حج اور قربانی کے مسائل بتائے

حتیٰ کہ کنکری مارنے کا طریقہ اور کنکری کا نمونہ بھی بتایا' پھر آپؐ نے مہاجرین کو مسجد کے سامنے اور انصار کو مسجد کے پیچھے فروکش ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ اور باقی ماندہ لوگ ان کے گرد و نواح فروکش ہوئے۔ (رواہ احمد والنسائی)

صحیحین میں حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے روز خطاب فرمایا اور متعدد سوالات کے جوابات دیئے۔ نیز متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے قربانی کے روز کسی بھی عمل میں تقدیم و تاخیر کے بارے دریافت ہوا تو آپؐ نے تقدیم و تاخیر کی پرواہ کئے بغیر فرمایا اب کرلو کوئی گناہ نہیں۔

منیٰ میں رسول اللہ ﷺ کہاں فروکش ہوئے : مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں مسجد خیف کے مقام پر قیام پذیر ہوئے' مہاجرین کو داہنے اور انصار کو بائیں طرف قیام کا حکم فرمایا اور بقایا لوگوں کو ان کے گردونواح۔ امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپؐ کے لئے کوئی مکان تعمیر کردیں' آپ اس کے سایہ میں آرام فرمائیں' فرمایا بالکل نہیں' منیٰ میں پہلے آنے والے کا حق فائق ہے۔ امام ابوداؤد' حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں ہمارا تجارتی سامان مکہ مکرمہ میں ہوتا تھا ہم سے کوئی ایک (مال کی حفاظت کے لئے) مکہ میں رات بسر کرتا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ ہی میں شب و روز بسر کرتے (انفرد بہ ابوداؤد)

امام ابوداؤد ابنِ عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے حجاج کو پانی کی فراہمی کے لئے مکہ میں رات بسر کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمادی' متفق علیہ۔

منیٰ میں دوگانہ : متفق علیہ روایت میں ابن مسعودؓ اور حارثہ بن وہبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں صحابہ کرامؓ کو دوگانہ پڑھایا کرتے تھے' مالکی وغیرہ اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ منیٰ میں قصر کا سبب حج ہے۔ اور جن لوگوں کا گمان ہے کہ رسول اللہؐ سفر کی وجہ سے قصر کرتے رہے اور مکی باشندوں کو منیٰ میں پوری نماز پڑھنے کا حکم فرماتے رہے' ان کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ دراصل پوری نماز پڑھنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوران فرمایا تھا' واللہ اعلم۔

ایام تشریق میں رمی : امام ابوداؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف افاضہ کے بعد ۱۱ تا ۱۳ منیٰ میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد ہر جمرے کو سات کنکریاں مارتے' ہر کنکری اللہ اکبر کہہ کر مارتے۔ پہلے اور دوسرے جمرے کو کنکریاں مارنے کے بعد بڑی دیر تک وہیں کھڑے انکساری اور آہ و زاری کرتے اور تیسرے جمرے کے بعد دعا کیلئے قیام نہ کرتے۔ (انفرد بہ ابوداؤد)

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے اسی طرح ان کا اپنا رمی جمار کا طریقہ بیان کرکے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے' وبرہ بن عبدالرحمٰن م۔۱۱۶ھ نے ان کا دو جمروں کے پاس قیام کا اندازہ سورہ بقرہ کی تلاوت کے موافق کیا ہے اور ابو مجلز م۔۱۰۶ھ نے سورۃ یوسف کی تلاوت کے موافق کیا ہے۔ (ذکرھما البیہقی)

رخصت : امام احمد (سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن ابی بکر بن محمد، ابوہ، ابی البداح بن عدی، ابوہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو ایک دن کے ناغہ سے رمی کرنے کی اجازت فرمائی۔

امام احمد (عبدالرحمٰن، مالک، عبداللہ بن ابی بکر، ابوہ، ابی البداح بن عاصم بن عدی، ابوہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو منیٰ میں رات بسر کرنے سے مستثنٰی فرمایا کہ وہ قربانی کے روز رمی کریں۔ پھر ۱۱ کو رمی کریں یا ۱۲ کو اکٹھی دو دن کی، پھر ۱۳ کو رمی کریں۔

سنن اربعہ میں امام مالکؒ اور سفیان کی دونوں روایات مذکور ہیں، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن صحیح ہے۔ اور امام مالکؒ کی سند سفیان کی سند سے اصح اور شک سے بالاتر ہے کیونکہ سفیان کی سند سے یہ بات متبادر ہے کہ ابوالبدح کا حقیقی والد عدی ہے جب کہ عدی دادا ہے اور امام مالکؒ کی سند اس شک سے مبرا ہے۔

کس روز خطاب ہوا : کے عنوان کے تحت امام ابوداؤد نے بنی بکر کے دو صحابہ سے بیان کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایام تشریق کے واسط (یعنی بارہ کو) منیٰ میں خطاب کرتے دیکھا ہے اور آپؐ سوار تھے۔

امام ابوداؤد نے سرا بنت نبہان سے مختصر نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "یوم الرؤس" میں فرمایا یہ کون سا دن ہے، عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کیا یہ ایام تشریق کا درمیانی دن نہیں (یعنی ۱۲ ذوالحج) امام احمد نے ابو حرہ رقاشی حنیفہ کے چچا سے یہ خطبہ نہایت طویل بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ناقہ کی مہار ۱۲ ذوالحج کو میرے ہاتھ میں تھی، میں لوگوں کے ہجوم کو ہٹا رہا تھا۔

آپؐ نے فرمایا اے لوگو! تم جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے اور کون سا دن ہے اور کون سا شہر ہے، سب نے کہا یہ معزز ماہ کا قابل احترام دن اور محترم شہر ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری جان و مال اور عزت و آبرو آپس میں ایک دوسرے پر محترم ہے جیسے کہ تاقیامت یہ دن، اس ماہ اور اس شہر میں واجب الاحترام ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا سنو! تم زندہ رہو گے، خبردار! کسی پر ظلم و تعدی نہ کرنا، کسی پر جور و جفامت کرنا، کسی پر ظلم و ستم سے باز رہنا، کسی مسلمان کا مال و دولت دوسرے کیلئے اس کی رضا اور خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

سنو! جاہلی دور کے تمام قتل، قرضہ جات پر سود، اور بری رسومات قیامت تک کے لئے میرے پاؤں تلے پامال اور روندی جا چکی ہیں۔ سب سے پہلے میں عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون بہا معاف کرتا ہوں جو بنی سعد میں شیر خوار بچہ پرورش پا رہا تھا، ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ جاہلی دور کے تمام قرضوں پر سود بالکل ختم ہے اور سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں، اب صرف مقروض سے اصل سرمایہ ہی قابل وصول ہے، کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہو گی۔

سنو! زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصل حالت پر آ چکا ہے، پھر آپؐ نے یہ آیت (۹/۳۶) تلاوت فرمائی کہ خدا کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں کتاب اللہ میں ابتدائے عالم سے چار ان میں سے حرمت والے مہینے ہیں ان میں کسی پر ظلم و تعدی مت کرو، میرے بعد مرتد نہ ہونا کہ ایک دوسرے کے دشمن بن کر قتل کرنے لگو، شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی اس کی پوجا اور پرستش کریں، لیکن وہ تمہیں آپس میں لڑا

بھڑا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالے گا۔

عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو' وہ تمہارے پاس قیدی ہیں ان کو اپنے جسم و جان پر دسترس نہیں (وہ تمہارے رحم و کرم پر ہیں) بیویوں کا شوہروں پر حق ہے' اسی طرح شوہروں کا بیویوں پر یہ حق ہے کہ ان کے بستر کو غیر مرد سے آلودہ نہ کریں' اور کسی ناگوار شخص کو گھسنے نہ دیں' اگر تم (مردوں) کو ان سے نافرمانی کا خطرہ ہو تو ان کو سمجھاؤ بجھاؤ' اگر باز آجائیں تو درست ورنہ ان سے علیحدگی اختیار کر لو' زن و شوئی سے باز رہو' اور ان کو معمولی زدوکوب کرو۔ رواج کے مطابق تمہارے ذمہ ان کا نان و نفقہ ہے' تم نے ان کو خدا کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اور اللہ کے فرمان سے تم ان سے لطف اندوز ہوتے ہو۔ سنو! جس کے پاس کسی کی امانت ہے وہ اس کے مالک تک پہنچا دے۔

پھر آپؐ نے ہاتھ پھیلا کر فرمایا' کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا' کیا میں وعظ و ارشاد کا فریضہ سرانجام دے چکا ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا حاضر غیر حاضر کو بتا دے کہ بہت سے غیر حاضر سامعین سے زیادہ یادداشت اور فہم و فراست کے مالک ہوتے ہیں۔

بقول حمید' حسن بصریؒ نے یہ فقرہ سن کر فرمایا واللہ! صحابہ کرامؓ نے خوب تبلیغ کی' اور ایسی اقوام تک یہ پیغام پہنچایا کہ وہ اس کی بدولت سعادت مند ہوئے۔

یوم الرؤس : امام ابن حزم کہتے ہیں کہ اہل مکہ کے نزدیک بلا اختلاف یوم الرؤس قربانی کے دوسرے روز کا نام ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ وہ ایام تشریق کا درمیانی دن ہے۔

نیز یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں اوسط افضل و اشرف کے معنی میں ہو جیسے کہ "**وكذالك جعلناكم امة وسطا**" میں ہے۔ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ توجیہہ دور کی کوڑی ہے (اور درست وہی ہے جو پہلے بیان کر چکے ہیں' یعنی ۱۲ تاریخ' واللہ اعلم)

پیغام مرگ : حافظ ابوبکر بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایام تشریق کے درمیانی روز بمقام منیٰ حجتہ الوداع میں رسول اللہ ﷺ پر سورۃ النصر (انا جاء نصر الله) الخ' نازل ہوئی تو آپؐ سمجھ گئے کہ اب دنیا سے کوچ کا وقت قریب ہے' چنانچہ آپؐ نے سواری پر پالان ڈالنے کا حکم فرمایا' پھر سوار ہو کر میدان عقبہ میں تشریف لائے اور لوگ بھی گرد و نواح سے آپ کی طرف چلے آئے' آپؐ نے حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا' اے لوگو! جاہلی دور کا ہر قتل معاف ہے' سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں وہ بنی لیث میں پرورش پا رہا تھا کہ اسے ہذیل نے قتل کر ڈالا۔

جاہلی دور کا ہر سود اور ربا معاف ہے' اور میں سب سے پہلے عباسؓ کا سود معاف کرتا ہوں۔

اے لوگو! زمانہ پھر پھرا کر ابتدائے آفرینش کی حالت پر آچکا ہے "سال میں" بارہ ماہ ہوتے ہیں چار ماہ ان سے حرمت والے ہیں رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے اور تین ماہ مسلسل ذی قعدہ' ذوالحج اور محرم یہ بہترین سیدھا راہ ہے' ان میں کسی پر ظلم و ستم نہ کرو (۹/۳۶) یہ مہینوں کا تقدم و تاخر کفر میں اور ترقی ہے' اس سے کافر گمراہی میں پڑتے ہیں' اس مہینے کو ایک برس تو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال

اسے حرام رکھتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی تعداد پوری کر لیں جنہیں اللہ نے عزت دی ہے یعنی ایک سال محرم کو صفر قرار دے لیتے ہیں دوسرے سال صفر کو محرم گردانتے ہیں' یہی نسئی کا مفہوم ہے۔

اے لوگو! جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اسے واپس لوٹا دے اور شیطان اب مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری قلمرو میں اس کی پوجا کی جائے اب وہ تم سے معمولی اور حقیر گناہوں سے ہی خوش ہو جائے گا' چنانچہ دین کے معاملہ میں معمولی گناہوں سے بھی ہوشیار رہو۔

اے لوگو! تمہاری بیویاں تمہارے پاس اسیر ہیں' تم نے ان کو اللہ تعالیٰ سے امانت کے طور پر قبول کیا ہے اور اللہ کے ارشاد سے تم ان سے محظوظ ہوتے ہو۔ شوہروں کے بیویوں پر اور بیویوں کے شوہروں پر حقوق ہیں' شوہروں کا بیویوں پر یہ حق ہے کہ وہ غیر مرد سے تمہارے بستر کو محفوظ رکھیں اور نیک امور میں تمہاری نافرمانی نہ کریں اگر وہ ان امور کی پابندی کریں تو تم انہی برا بھلا نہ کہو' شوہروں کے ذمہ رواج کے موافق نان و نفقہ ہے اگر سرزنش کرنے کی ضرورت پیش آئے تو معمولی اور ہلکی پھلکی ضرب لگاؤ۔ کسی کے مال پر قبضہ اور تصرف اس کی رضامندی کے بغیر روا نہیں۔

اے لوگو! میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز --- کتاب اللہ --- چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اس پر عمل پیرا ہو گئے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ سنو! اس پر عمل کرو۔ اے لوگو! یہ کون سا دن ہے' عرض کیا حرمت والا دن' پھر پوچھا یہ کون سا شہر ہے' حاضرین نے عرض کیا محترم شہر ہے' پھر پوچھا یہ کون سا ماہ ہے' عرض کیا واجب الاحترام مہینہ ہے' آپؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال و جان اور عزت و آبرو کو آپس میں تم پر ایسے واجب الاحترام بنایا ہے جیسے کہ یہ دن اس ماہ اور اس شہر میں قابل احترام ہے۔

سنو! حاضر غیر حاضر کو یہ تعلیمات پہنچا دے' میرے بعد کوئی نبی نہیں' تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ پھر آپؐ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا الٰہی! گواہ رہیو۔

امام بخاریؒ نے ایک معلق روایت بصیغہ مجہول بیان کی ہے کہ ابو حسان' حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر شب منیٰ سے بیت اللہ کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔

امام بیہقی ابن عرعرہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے معاذ بن ہشام نے ایک کتاب عطا کی' جس کا اسے اپنے والد سے سماع حاصل تھا' اس میں قتادہ کا ابو حسان م ۱۳۰ھ کی معرفت ابن عباسؓ کا یہ بیان مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تک منیٰ میں مقیم رہے' ہر رات بیت اللہ کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ امام بیہقی کہتے ہیں ابو حسان کی موافقت کسی راوی نے بھی نہیں کی۔

امام بیہقی کا بیان ہے کہ ثوریؒ نے "جامع" میں طاؤس از ابن عباس ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات منیٰ سے بیت اللہ کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے یہ روایت مرسل ہے۔

ایام کے نام : ٦ ذوالحج کو "یوم الزینت" کہتے ہیں کہ اس روز حاجی اونٹوں اور سواریوں کو ہار سنگھار کرتے ہیں۔ ۷ ذوالحج کو "یوم الترویہ" کہتے ہیں کہ اس روز وہ پانی فراہم کرتے ہیں جو منیٰ میں قیام کے دوران کام آتا ہے۔ ۸ ذوالحج کو "یوم منیٰ" کہتے ہیں کہ اس روز وہ ابطح اور محصب سے چل کر منیٰ کی طرف سفر

کرتے ہیں۔ ۹ ذوالحج کو "یوم عرفہ" کہتے ہیں کہ اس روز حاجی عرفات میں قیام کرتے ہیں۔ ۱۰ ذوالحج کو "یوم النحر' یوم اضحیٰ" اور حج اکبر کا دن کہتے ہیں۔

۱۱ ذوالحج ایام تشریق کے پہلے روز کو یوم القر کہتے ہیں کہ یہ روز قرار اور سکون سے بسر کرتے ہیں' اور "یوم الرؤس" اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس روز حجاج قربانیوں کے سر اور مغز کھاتے ہیں۔ ۱۲ ذوالحج کو "نفر اول" کا دن کہتے ہیں کہ اس روز منیٰ سے واپس آنا جائز ہے اور بعض اس کو "یوم الردس" بھی کہتے ہیں۔ ۱۳ ذوالحج کو "نفر آخر" کا روز کہتے ہیں پھر جس نے دو دن کے اندر کوچ کرنے میں جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو شخص تاخر کرے (۱۳ کو واپس آئے) تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ (۲/۲۰۳)

واپسی میں نماز ظہر : ایام تشریق کے آخری روز بروز منگل ۱۳ ذوالحج کو رسول اللہ ﷺ رفقا سمیت منیٰ سے واپس تشریف لائے اور وادی محصب جو مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے پہنچ کر نماز عصر پڑھی' جیسے کہ امام بخاریؒ نے عبدالعزیز بن رفیع کے ایک سوال کا جواب (جو انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ذوالحج کو ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی اور ۱۳ ذوالحج کو عصر کی نماز محصب میں ادا کی۔

بطحا میں پڑاؤ مسنون ہے : امام بخاریؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر و عصر "مغرب" اور عشا محصب میں پڑھ کر کچھ دیر آرام فرمایا' پھر بیت اللہ میں طواف وداع کے لئے چلے آئے۔ امام بخاریؒ نے خالد بن حارث سے نقل کیا کہ عبداللہ سے محصب میں اترنے کے بارے میں دریافت ہوا تو کہا مجھے عبیداللہ نے نافع کی معرفت بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عمرؓ محصب میں نازل ہوئے۔ نافع نے مزید بتایا ہے کہ ابن عمرؓ وہاں ظہر عصر نماز پڑھا کرتے تھے (مغرب کے بارے کچھ وثوق سے یاد نہیں) بقول خالد عشا آپؐ نے یقیناً وہاں پڑھی' پھر معمولی دیر آنکھ جھپکی۔ حضرت ابن عمرؓ یہ طریقہ کار رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔

مسند احمد میں (عبداللہ عن نافع عن ابن عمرؓ) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء ثلاثہ محصب میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ ابن ماجہ اور ترمذی میں (عبدالرق از عبیداللہ بن عمر از نافع از ابن عمر) منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء ثلاثہ ابطح میں قیام کرتے تھے' بقول ترمذی یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' ابی رافع اور ابن عباسؓ کی روایات بھی مذکور ہیں۔

مسلم میں (عبدالرزاق از معمر از ایوب از نافع از ابن عمرؓ) مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابطح میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ نیز مسلم میں (صخر بن جویریہ از نافع از ابن عمرؓ) بیان ہے کہ وہ محصب میں نزول فرمایا کرتے تھے اور ۱۳ ذوالحج کو ظہر عصر محصب میں پڑھا کرتے تھے' بقول نافع یہ فعل رسول اللہ ﷺ اور خلفا سے بھی منقول ہے۔ مسند احمد میں (ایوب' حمید از بکر بن عبداللہ از ابن عمرؓ) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر عصر مغرب اور عشا وادی بطحا میں پڑھی' پھر کچھ دیر آرام فرمایا بعد ازاں طواف وداع کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے' حضرت ابن عمرؓ بھی اسی پر عمل پیرا تھے۔ (رواہ ابوداؤد عن امام احمد)

بخاری میں (اوزاعی از زہری از ابی سلمہ) حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں

فرمایا کہ کل ہم خیف بنی کنانہ یعنی محصب میں قیام پذیر ہوں گے جہاں کفار نے کفر کی حمایت میں حلف اٹھایا تھا' اور مسلم میں بھی اوزاعی سے اسی طرح مروی ہے۔

امام احمدؒ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ کل ۱۳ تاریخ کو کہاں فروکش ہوں گے' تو آپؐ نے فرمایا کیا عقیل نے کوئی مکان چھوڑا بھی ہے (جہاں ہم قیام کریں یا سب فروخت کر دیئے ہیں) پھر فرمایا ان شاء اللہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں قیام پذیر ہوں گے جہاں بنو کنانہ نے کفرو شرک کی حمایت میں قریش کا تعاون حاصل کیا تھا کہ وہ خاندان بنی عبدالمطلب سے شادی بیاہ اور ہمہ قسم کا بائیکاٹ جاری رکھیں گے جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد نہ کردیں' پھر آپؐ نے فرمایا مسلم اور کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ نبی ﷺ نے محصب اور خیف بنی کنانہ میں کفار قریش کو ذلیل و رسوا کرنے کی خاطر قیام فرمایا تھا کہ اسی مقام پر کفار قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب سے مقاطعہ کی دستاویز تیار کی تھی۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ میں بھی انکی رسوائی اور خواری کی خاطر یہاں قیام فرمایا تھا' لہٰذا منیٰ کے بعد محصب میں قیام مسنون اور مرغوب عمل ہے اور بعض اہل علم کا یہی مسلک ہے۔

محصب میں قیام مسنون نہیں : امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ محصب میں اس وجہ سے مقیم ہوئے کہ وہاں سے سفر آسان تھا' یہ قیام مسنون امر نہیں جس کا دل چاہے یہاں قیام کرے اور جس کا دل نہ چاہے نہ قیام کرے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ محصب میں اترنا کچھ ضروری نہیں یہاں رسول اللہ ﷺ محض اتفاقاً اترے تھے۔

امام ابوداوٗد' احمد بن حنبل (عثمان بن شیبہ' مسدد' سفیان' صالح بن کیسان) سلیمان بن یسار سے نافع کا بیان نقل کرتے ہیں کہ (وہ رسول اللہ ﷺ کے سامان سفر کا محافظ تھا) رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابطح میں قیام کا حکم نہیں فرمایا تھا مگر وہاں خیمہ نصب تھا آپؐ وہاں اتر پڑے' یہی روایت امام مسلم نے قتیبہ' ابوبکر اور زہیر کی معرفت سفیان سے بیان کی ہے۔

الغرض یہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے محصب میں نزول پر متفق ہیں۔ مگر اس بات پر اختلاف ہے کہ نبی علیہ السلام کا نزول وہاں اتفاقاً تھا کہ یہاں سے سفر آسان ہے' یا قصد ارادہ سے قیام پذیر ہوئے' یہی قول موزوں اور قرین قیاس ہے کہ قبل ازیں حجاج کرام طواف وداع کے بغیر ہی اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو جاتے تھے۔ مگر اب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر حاجی کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہو۔

رسول اللہ ﷺ زوال متصل ہی منیٰ سے روانہ ہوئے اس قلیل وقت میں اتنے جم غفیر کا طواف وداع کر کے' سفر ذرا دشوار امر تھا' لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے نواح میں رات بسر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ محصب کے علاوہ کوئی مقام مناسب نہ تھا۔ جہاں کفار قریش نے بنی کنانہ سے مل کر معاہدہ کیا تھا کہ جب تک بنی ہاشم اور مطلب رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد نہ کریں' ہم ان سے معاشی اور سماجی بائیکاٹ جاری رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس معاہدہ کو ناکام بنایا اور ان کو خائب و خاسر اور رسوا اور ذلیل کیا۔ دین کو بلند

اور اپنا بول بالا کیا' نبی علیہ السلام کی نصرت اور معاونت فرمائی دین اسلام کو مکمل کیا صراط مستقیم کی وضاحت کی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ حج کیا ان کو آداب حج اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ فرمایا۔ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر قیام فرمایا جہاں کفار قریش نے ظلم و تعدی اور بائیکاٹ پر ظالمانہ معاہدہ کیا۔

محصب میں رسول اللہ ﷺ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشا پڑھی اور تھوڑی دیر وہاں آنکھ جھپکی۔

تنعیم : رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ہمراہ تنعیم سے عمرہ کی خاطر روانہ کیا' وہ عمرہ سے فارغ ہو کر واپس چلی آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف کوچ کا حکم فرمایا' جیسا کہ ابو داؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کیا۔ عمرے سے فارغ ہو کر آئی اور رسول اللہ ﷺ ابطح میں میری آمد کے منتظر تھے۔ چنانچہ آپؐ نے لوگوں کو سفر کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے طواف کے بعد مدینہ کو روانہ ہوئے۔

امام ابوداؤد نے ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ میں منیٰ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محصب میں آئی' پھر میں عمرہ کے لئے چلی گئی' عمرہ سے فارغ ہو کر سحری کے وقت واپس آئی رسول اللہ ﷺ نے کوچ کا اعلان فرمایا' چنانچہ آپؐ نے فجر کی نماز سے قبل طواف وداع کر لیا' پھر مدینہ منورہ کا رخ کیا (رواہ البخاری)

فجر کی نماز : بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز بیت اللہ میں پڑھی اور ایک رکعت میں سورۃ طور پوری تلاوت فرمائی' کیونکہ بخاری میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے طبع کی ناسازی کا اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا سوار ہو کر طواف کر لو' چنانچہ میں نے طواف شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے ایک طرف فجر کی جماعت کرا رہے تھے اور سورت طور تلاوت فرما رہے تھے۔ بخاری شریف میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر کا ارادہ فرمایا اور میں نے ابھی طواف نہیں کیا تھا' تو آپؐ نے فرمایا جب فجر کی جماعت ہو تو سوار ہو کر طواف کر لینا۔

غلطی : امام احمد (ابو معاویہ' ہشام' عروہ' زینب بنت ابی سلمہؓ) حضرت ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ "قربانی کے روز" فجر کی نماز میں ہمارے پاس مکہ میں آجانا۔ یہ سند صحیحین کی شرط کی حامل ہے مگر کسی مصنف نے بھی اس کو بیان نہیں کیا۔ ممکن ہے لفظ "یوم النحر" کی راوی سے غلطی ہو یا کاتب کی سہل انگاری ہو اور اصل یہ "یوم النفر" ہے جس کی تائید امام بخاری کی مذکور بالا روایت سے ہوتی ہے' واللہ اعلم۔

ملتزم : غرضیکہ رسول اللہ ﷺ نماز اور طواف سے فارغ ہو کر ملتزم سے چمٹے اور دعا فرمائی۔

امام ثوری (مثنیٰ بن صباح' عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ) نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا

رخ انور اور سینہ مبارک ملتزم کے ساتھ مس کرتے دیکھا' اس میں مثنیٰ راوی ضعیف ہے۔

روانگی : رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ کے زیریں راستہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے' جیسا کہ حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ معلٰی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور مسفلہ کی جانب سے (مدینہ کے لیے) روانہ ہوئے۔ (متفق علیہ) بخاری شریف میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ثنیہ علیا سے (جو بطحا کی جانب ہے) وارد ہوئے اور ثنیہ سفلی سے روانہ ہوئے۔ ایک اور روایت میں ہے کداء سے (جو ثنیہ علیا کی جانب ہے) داخل ہوئے اور کدی سے باہر روانہ ہوئے۔

غلطی : امام احمد (محمد بن فضیل' اجلح بن عبداللہ' ابی الزبیر) حضرت جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کے قریب نماز پڑھے بغیر' مکہ سے روانہ ہوئے اور مکہ سے ۹ میل کی مسافت پر مقام سرف میں نماز پڑھی۔ یہ روایت نہایت غریب ہے اور اجلح راوی مشتبہ ہے' ممکن ہے یہ حجۃ الوداع کا واقعہ نہ ہو' کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد' رسول اللہ ﷺ نے طواف وداع کیا تو بتایئے؟ مغرب تک سفر کیوں ملتوی کیا۔ الا یہ کہ امام ابن حزم کا یہ دعویٰ صحیح ہو کہ نبی علیہ السلام طواف وداع کے بعد محصب واپس چلے آئے اور دلیل کے طور پر صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب وہ تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ سے فارغ ہو کر آئیں تو ان کی محصب واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے مکہ کی طرف آتے ہوئے راستہ میں ملاقات ہوئی۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ کا یہ خیال کہ آپ ﷺ طواف وداع کے بعد محصب چلے آئے درست نہیں' ملاحظہ ہو زاد المعاد (ج ۱' ص ۲۳۹)

واپسی کے وقت ذی طویٰ میں صبح تک قیام؟ : امام بخاریؒ نے (باب من نزل بذی طوی اذا رجع من مكة) کے تحت (محمد بن عیسیٰ' حماد بن زید' ایوب' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ وہ مکہ آتے وقت ذی طویٰ میں رات بسر کرتے اور دن چڑھے بیت اللہ میں آتے اور واپسی کے وقت بھی ذی طویٰ میں آتے اور رات کو صبح تک قیام کرتے اور بقول ابن عمرؓ رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی دستور تھا۔

یہ معلق روایت صحیحین میں موصول بھی مذکور ہے لیکن (یاد رہے) کہ اس روایت میں واپسی کے وقت ذی طویٰ میں رات بسر کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں' واللہ اعلم۔

آب زمزم لانا : سنن ترمذی معہ تحفہ ج ۲ ص ۱۲۳ میں ہے کہ حضرت عائشہؓ آب زمزم لایا کرتی تھیں اور بیان کیا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہمراہ آب زمزم لاتے تھے۔ (یہ حدیث غریب ہے)

دعا : امام بخاریؒ نافع از ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جہاد حج اور عمرے کے سفر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو سہ بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھتے۔

لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شئی قدیر' آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللّٰہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔

غدیر خم : حجۃ الوداع سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے جحفہ کے قریب غدیر خم میں بروز اتوار ۱۸ ذوالحج

ھ کو پیڑ کے نیچے عظیم خطاب فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت بیان فرمائی' اور ان پر عائد کردہ جور و جفا تنگ ظرفی اور بخل کے الزامات کا ازالہ فرمایا اور آپ کو حق بجانب قرار دیا۔

مفسر قرآن اور مورخ دوران امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ۳۱۰ھ نے غدیر خم کے واقعہ کی روایات بلاتمیز ۲ جلدوں میں جمع کی ہیں۔ اسی طرح امام ابن عساکر م ۵۷۱ھ نے بھی اس خطبہ کے سلسلہ میں متعدد روایات بیان کی ہیں' ہم انشاء اللہ ان روایات میں صحیح کو ضعیف سے ممتاز کریں گے اور حق و باطل کو واضح بیان کریں گے۔ نیز اس بات کی بھی صراحت کریں گے کہ شیعہ حضرات کو اس واقعہ کی روایات سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

۱۔ محمد بن اسحاق' یزید بن طلحہ سے بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مع رفقا یمن سے تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ سے بعجلت ملاقات کی خاطر کسی کو امیر کارواں نامزد کر کے فوراً مکہ چلے آئے' امیر کارواں نے سرکاری پارچات میں سے سب کو ایک ایک جوڑا پہنایا' مکہ کے قریب پہنچے تو حضرت علیؓ ان کے استقبال کے لئے آئے' اور وہ نیا لباس پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے امیر کارواں کو سخت سست کہا تو اس نے عرض کیا میرا خیال تھا کہ وہ لوگوں میں خوش پوش اور وقیع نظر آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا افسوس ہے رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہونے سے قبل ہی اتار دو' چنانچہ اس نے تمام لباس اتروا کر' سرکاری مال میں جمع کر دیئے تو پورے لشکر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔

۲۔ محمد بن اسحاق (سلیمان بن محمد بن کعب بن عجرہ کی پھوپھی زینت بنت کعب زوجہ ابوسعید خدریؓ کی معرفت) حضرت ابوسعید خدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علیؓ کا شکوہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے دوران فرمایا' لوگو! علیؓ کا شکوہ نہ کرو وہ احکام الٰہی میں کھرا اور سخت ہے (امام احمد)

۳۔ امام احمد' بریدہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں علی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت بر سرپیکار تھا' انہوں نے تنگ ظرفی اور بے مروتی کا مظاہرہ کیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو علی رضی اللہ عنہ کی بے مروتی کا شکوہ کیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو رہا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بریدہ! کیا میں مسلمانوں کی جان سے ان کو عزیز اور پیارا نہیں؟ میں نے عرض کیا' کیوں نہیں یارسول اللہ! پھر آپؐ نے فرمایا "میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔" (رواہ النسائی) یہ سند عمدہ اور قوی ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

۴۔ سنن نسائی میں ابوالطفیل کی معرفت زید بن ارقم سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حجۃ الوداع سے واپسی کے دوران غدیر خم میں فروکش ہوئے آپؐ نے درختوں کے نیچے صفائی کا حکم فرمایا۔

پھر آپؐ نے فرمایا مجھے منصب نبوت عطا ہوا' میں نے وہ فریضہ سرانجام دیا' میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ چلا ہوں' قرآن پاک اور اہل بیت۔ غور کرو' تم میرے بعد ان میں جانشینی کے حقوق کیسے ادا کرتے ہو' کتاب اللہ اور اہل بیت کا تاقیامت آپس میں چولی دامن کا واسطہ ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ اور ولی ہے میں ہر مسلمان کا ولی ہوں' پھر آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا' میں جس کا ولی ہوں علی

اس کا ولی ہے الٰہی! جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو دوست سمجھے تو اسے دوست بنا اور جو ان سے عداوت کرے تو اس سے عداوت رکھ۔

ابوالطفیل کہتے ہیں میں نے زید بن ارقم سے پوچھا آپ نے یہ مقولہ رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا' تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا جو لوگ درختوں کے نیچے تھے سب نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور یہ بات اپنے کانوں سے سنی' امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۵۔ امام ابن ماجہ براء بن عازب سے بیان کرتے ہیں کہ حجتہ الوداع سے واپسی کے دوران ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے' آپؐ راستہ میں ایک مقام پر فروکش ہوئے' آپؐ نے ہنگامی اعلان کے بعد حضرت علیؓ کا بازو پکڑ کر فرمایا کیا میں ہر مومن سے اس کی جان پر اس سے زیادہ تصرف کا حقدار نہیں تو سب نے بیک آواز کہا' کیوں نہیں' پھر فرمایا' علی اس کا دوست ہے میں جس کا دوست ہوں' پھر دعا فرمائی:

اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ (رواہ عبدالرزاق)

۶۔ حافظ ابو۔علی موصلی اور حسن بن سفیان' براءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حجتہ الوداع میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب غدیر خم کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ کے لئے دو پیڑوں کے نیچے صفائی کر دی گئی' پھر ہنگامی اجلاس کا اعلان ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو اپنے پہلو میں کھڑے کر کے فرمایا کیا میرا سب مسلمانوں کی جانوں پر ان سے زیادہ حق نہیں' سب نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا یہ ——علیؓ—— اس شخص کا دوست اور عزیز ہے جس کا میں دوست ہوں' الٰہی! جو شخص اسے عزیز سمجھے تو اس سے پیار کر' اور جو شخص اسے دشمن سمجھے تو اس سے عداوت رکھ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مبارک باد دی زہے زہ و شرف! آپ ہر مسلمان مرد و زن کے مولیٰ اور دوست ہیں۔

اس سند میں زید بن علی اور ابو ہارون عبدی دونوں ضعیف راوی ہیں اور دوسری سند میں ابو اسحاق سبیعی کا تلمیذ موسیٰ بن عثمان حضرمی بھی نہایت ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔

۷۔ امام احمد (ابن نمیر' عبدالملک' ابی عبدالرحیم الکندی' زاذان) ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسجد کے صحن میں سنا' وہ لوگوں سے حلفاً پوچھ رہے تھے' کہ غدیر خم میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کون کون تھے' اور آپؐ نے کیا فرمایا تھا' تو بارہ صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کلمات سنے تھے۔ (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) انفرد بہ احمد' ابوعبدالرحیم غیر معروف راوی ہے۔

۸۔ مسند احمد میں (عبداللہ بن امام احمد' علی بن حکیم ازدی' شریک' ابواسحاق) سعید بن وہب اور زید بن یثیع سے مذکور ہے کہ مسجد کے صحن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں جو فرمایا وہ جس نے سنا ہو وہ کھڑا ہو کر بتائے' چنانچہ سعید کی سمت سے چھ صحابہ کھڑے ہوئے اور زید کی جانب سے بھی چھ' سب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں فرمایا تھا:

الیس اللّٰہ اولٰی بالمؤمنین من انفسھم‘ قالوا بلٰی‘ قال اللّٰھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ‘ اللّٰھم وال من والاہ‘ وعاد من عادہ۔

بقول عبداللہ بن امام احمد مذکور بالا ابواسحاق عمرو ذی امر سے یہ الفاظ مزید نقل کرتے ہیں: **وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔**

۹۔ نیز عبداللہ بن امام احمد مذکور بالا متن حدیث زید بن ارقم سے بھی بیان کرتے ہیں۔

۱۰۔ خصائص علی رضی اللہ عنہ میں امام نسائی (حسین بن حرب‘ فضل بن موسیٰ‘ اعمش‘ ابی اسحاق) سعید بن وہب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ کے صحن میں کہا‘ خدارا بتایئے کس نے رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم میں یہ کلمات سنے تھے:

اللّٰہ ولی المؤمنین ومن کنت ولیہ فھذا ولیہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ‘ وانصر من نصرہ

ابی اسحاق سے شیبہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے‘ نیز نسائی میں (اسرائیل از ابی اسحاق از عمرو ذی امر) بھی یہ روایت مذکور ہے۔

۱۱۔ امام ابن جریر (احمد بن منصور‘ عبدالرزاق‘ اسرائیل‘ ابی اسحاق‘ زید بن وہب اور عبد خیر) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی روایت بیان کرتے ہیں۔

نیز امام ابن جریر (احمد بن منصور‘ عبیداللہ بن موسیٰ شیعہ ثقہ‘ فطر بن خلیفہ‘ ابی اسحاق‘ زید بن وہب) زید بن یثیع اور عمرو ذی امر سے بھی مذکور بالا متن بیان کرتے ہیں۔

۱۲۔ عبداللہ بن امام احمد (عبیداللہ بن عمر قواریری‘ یونس بن ارقم‘ یزید بن ابی زیاد) عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے بیان کرتے ہیں میرا چشم دید واقعہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے مسجد کے صحن میں خدا کا واسطہ دے کر پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم میں جس نے (**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**) سنا ہو وہ کھڑا ہو کر بتائے ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں بارہ بدریوں نے اٹھ کر کہا (گویا میری نگاہ میں اب بھی ان کا تصور موجود ہے) ہم اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں فرمایا تھا (**الست اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجی امھاتھم**) عرض کیا کیوں نہیں بالکل درست ہے‘ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ‘ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ‘ اسنادہ ضعیف غریب۔**

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے عبید بن ابی الولید قیسی اور عبدالاعلیٰ بن عامر تغلبی وغیرہ بھی یہ واقعہ نقل کرتے ہیں مگر اس میں یہ اضافہ بھی ہے‘ کہ تین آدمی نہ کھڑے ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بددعا دی اور ان کو آپ کی بددعا لگی۔

۱۳۔ امام ابن جریر (احمد بن منصور اور ابن ابی عاصم از سلیمان غلابی از ابی عامر عقدی از کثیر بن زید از محمد بن عمر بن علی) از علی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں درخت کے پاس دوران خطبہ فرمایا (**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**) اور بعض نے حضرت علیؓ سے یہ روایت منقطع بیان کی ہے۔

۱۴۔ (اسماعیل بن عمر بجلی (ایک ضعیف راوی) مسعر‘ طلحہ بن مصرف) عمیرہ بن سعد سے بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بر سر منبر صحابہ کرامؓ سے پوچھ رہے تھے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم میں حدیث ولایت کے بارے کچھ سنا ہو وہ کھڑا ہو کر بتائے چنانچہ بارہ صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر کہا ہم نے یہ دیکھا اور رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے (**من كنت مولاه فعلى مولاه اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاده**) ان صحابہ میں حضرت ابو ہریرہؓ' حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت انس بن مالکؓ بھی موجود تھے۔

نیز طلحہ بن مصرف سے ایک ثقہ راوی ہانی بن ایوب نے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔

۱۵۔ عبداللہ بن امام احمد (حجاج بن اشاعر' شبابہ' نعیم بن حکیم' ابو مریم اور ایک جلیس علی) علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں قیام کے روز فرمایا (**من كنت مولاه فعلى مولاه**) اور بعض نے اس میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں (**وال من والاه وعاد من عاده**) امام ابوداؤد نے اسی سند سے حدیث مخدج بیان کی۔

۱۶۔ امام احمد (حسین بن محمد اور ابو نعیم' فطن' ابو الطفیل) سے بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ کے صحن میں لوگوں کو اکٹھا کر کے پوچھا خدارا بتائیے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم میں ولایت کے بارے کیا سنا تھا' چنانچہ بہت سے لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے پوچھا تھا کیا تم جانتے ہو کہ مسلمانوں پر میرا حق ان کی جانوں سے زیادہ ہے سب نے کہا جی ہاں! یارسول اللہ پھر آپ نے فرمایا میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے' الٰہی! جو شخص علی سے محبت رکھتا ہے تو بھی اسے محبوب بنا اور جو شخص علیؓ سے عداوت رکھتا ہے تو بھی اسے دشمن جان۔

ابو الطفیل کہتے ہیں میرے دل میں اس کے بارے کچھ تعجب اور شبہ سا پیدا ہوا تو میں نے زید بن ارقم سے پوچھا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا (**من كنت مولاه فعلى مولاه**) تو زید نے کہا تعجب کی بات ہے' میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ کلام سنا تھا۔

امام ترمذی اور نسائی نے بھی ابو الطفیل کی معرفت زید بن ارقم سے یہ روایت بیان کی ہے اور ابن جریر نے بھی یحییٰ بن جعدہ کی معرفت زید بن ارقم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

۱۷۔ امام احمد (عفان' ابو عوانہ' مغیرہ' ابو عبید) میمون ابی عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم سے سنا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ وادی خم میں ٹھہرے آپؐ نے ظہر کی نماز کے بعد خطاب فرمایا (اور درخت پر کپڑا تان کر رسول اللہ ﷺ کے لئے سایہ کا انتظام کیا گیا تھا) **الستم تعلمون انى اولى بكل مومن من نفسه** سب نے کہا کیوں نہیں۔ آپ کا واقعی حق زیادہ ہے' پھر آپؐ نے فرمایا۔ **من كنت مولاه فان عليا مولاه اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاداه**۔

نیز امام احمد (از غنزر از شعبہ از میمون) از زید بھی یہ روایت مذکور ہے' یہ سند عمدہ ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور امام ترمذی نے اسی سند سے میراث میں ایک حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۸۔ امام احمد (یحییٰ بن آدم' حنش بن حارث اشجعی) رباح بن حارث سے بیان کرتے ہیں کہ مسجد کوفہ کے صحن میں آکر چند لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "السلام علیک یامولانا" اے آقا آپ پر سلام ہو' آپ نے فرمایا تم

لوگ عرب ہو میں آپ کا آقا کیسے ہو سکتا ہوں' تو انھوں نے کہا ہم نے غدیر خم میں رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ **من كنت مولاه فهذا مولاه۔**

رباح بن حارث کہتے ہیں وہ جانے لگے تو میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔ ان سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا ہم انصاری لوگ ہیں اور ان میں ابوایوب انصاری بھی تھے۔ امام احمد نے حنش عن رباح سے بھی یہ بیان کیا ہے۔

۱۹۔ ابن جریر (احمد بن عثمان ابوالجوزاء' محمد بن خالد بن عثمہ' موسیٰ بن یعقوب زمعی (**وهو صدوق**) مہاجر بن مسمار) عائشہ بنت سعد سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے والد سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے جحفہ کے روز علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر خطاب فرمایا' اے لوگو! میں تمہارا ولی اور دوست ہوں' سامعین نے کہا بالکل بالکل' پھر آپ ؐ نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھا کر فرمایا یہ میرا دوست ہے اور میرا پیغام رساں ہے' اللہ تعالیٰ اس کے دوستوں کا دوست ہے اور اس کے دشمنوں کا دشمن ہے۔ بقول امام ذہبی یہ حدیث حسن غریب ہے۔ امام ابن جریر نے یہ روایت (یعقوب بن جعفر بن ابی کبیر از مہاجر بن مسمار) بھی بیان کی ہے' اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ وہاں ٹھہر گئے' بعد میں آنے والے وہاں پہنچ گئے اور آگے جانے والوں کو واپس آنے کا حکم دیا اور خطاب فرمایا۔

۲۰۔ "غدیر خم" مرتبہ امام ابن جریر طبری کے جز اول میں ہے (محمود بن عوف طائی' عبیداللہ بن موسیٰ' اسماعیل بن کشیط' جمیل بن عمارہ' سالم بن عبداللہ بن عمر) (بقول ابن جریر روایت میں از عمر ہے مگر میری کتاب میں یہ مذکور نہیں) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور آپ ؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا: **من كنت مولاه فهذا مولاه اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاده** (امام ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت میں نے امام ابن جریر طبری کے مخطوطہ میں دیکھی ہے)

یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے اور اسکی سند ضعیف ہے' بقول امام بخاریؒ جمیل مجروح راوی ہے۔

۲۱۔ مطلب بن زیاد' عبداللہ بن محمد بن عقیل سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا' ہم غدیر خم میں قیام پذیر تھے' رسول اللہ ﷺ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا (**من كنت مولاه فعلي مولاه**) امام ذہبی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے' نیز جابر بن عبداللہ سے روایت ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بھی نقل کرتے ہیں۔

۲۲۔ امام احمد (یحییٰ بن آدم' ابن ابی بکیر' ابواحمد زبیری' اسرائیل' ابی اسحاق' حبشی بن جنادہ' بقول یحییٰ حبشی حجۃ الوداع میں موجود تھا) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی میرا ہے اور میں اس کا ہوں' میں خود اپنا پیغام دوں گا' یا میرا پیغام رسان علی ہو گا' اور ابن ابی بکیر کے الفاظ یہ ہیں "**لا يقضى عنى دينى الا انا اوعلى**" نیز امام نسائی (احمد بن سلیمان' یحییٰ بن آدم' اسرائیل از ابی اسحاق از حبشی) بھی بیان کرتے ہیں۔

امام احمد (زبیری' اسوہ بن عامر' یحییٰ بن آدم' شریک' ابی اسحاق' حبشی بن جنادہ) سے مذکور بالا روایت کی مثل بیان کرتے ہیں' شریک کہتے ہیں' میں نے ابواسحاق سے دریافت کیا' حبشیؓ سے آپ نے کہاں سنا تھا تو اس

نے کہا' بمقام جبانہ سبیع وہ گھوڑے پر سوار ہماری مجلس میں معمولی دیر کے لئے رکے تھے۔

امام ابن ماجہ' ابن ابی شیبہ (سوید بن سعید' اسماعیل بن موسیٰ) از شریک بیان کرتے ہیں' امام ترمذی بھی اسماعیل بن موسیٰ کی معرفت شریک سے بیان کرتے ہیں۔ اور ترمذی نے اسکو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

سلیمان بن قرم (ایک متروک راوی) ابواسحاق' حبش بن جنادہ سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۳۔ حافظ ابو یعلی موصلی (ابوبکر بن ابی شیبہ' شریک' ابویزید داؤد بن یزید اودی) یزید سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ مسجد میں تشریف لائے اور لوگ آپ کے پاس چلے آئے' ایک نوجوان نے خدا کا واسطہ دے کر پوچھا' کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کلمات سنے ہیں (**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عادہ**) تو آپ نے فرمایا بالکل سنے ہیں۔ نیز امام ابن جریر طبری بھی (ابی کریب' شاذان' شریک) سے بیان کرتے ہیں۔ اور امام ابن جریر طبری (ادریس اور داؤد پسران یزید اودی از یزید اودی از ابوہریرہؓ) بھی یہ واقعہ نقل کرتے ہیں۔

یوم غدیر خم کا روزہ : باقی رہی وہ حدیث جو (ضمرہ' ابن شوذب' مطروراق' شہر بن حوشب) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر یہ جملہ کہا (**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**) تو اللہ تعالیٰ نے **الیوم اکملت لکم دینکم** آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں ۱۸ ذوالحج ۱۰ھ غدیر خم میں قیام کا روز ہے جو شخص اس دن روزہ رکھے اسے ساٹھ ماہ یعنی پانچ سال کے روزوں کا اجر ملے گا۔

یہ روایت منکر بلکہ جھوٹ کا پلندہ ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت کہ آیت اکملت ۔۔۔ بروز جمعہ عرفہ میں نازل ہوئی تھی' کے خلاف ہے۔ اسی طرح ۱۸ ذوالحج ہجری ۱۰ غدیر خم کا روزہ جو ساٹھ ماہ کے روزوں کے برابر ہے' بھی غلط اور باطل ہے' کیونکہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ماہ رمضان کے روزے دس ماہ کے روزوں کے مساوی ہیں تو پھر بتایئے! ایک روز کا روزہ ساٹھ ماہ کے روزوں کے مساوی کیونکر ممکن ہے' امام ذہبی نے ساٹھ ماہ والی روایت کو نہایت منکر کہا ہے۔

(حبشون خلال اور احمد بن عبداللہ بن احمد نیری (**کلاھما صدوق**) از علی بن سعید رملی) از ضمرہ بھی یہ روایت مروی ہے۔ نیز یہ حدیث حضرت عمرؓ' حضرت مالکؓ بن حویرث' حضرت انسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے نہایت کمزور اور واہیات اسناد سے مروی ہے۔

تبصرہ : اس حدیث کے ابتدائی کلمات (**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**) تو یقیناً رسول اللہ ﷺ کے فرمودات میں سے ہیں اور "**اللّٰھم وال من والاہ**" کا اضافہ بھی مضبوط سند سے مروی ہے۔

باقی رہا روزے کا مسئلہ تو یہ بالکل صحیح نہیں اور نہ ہی آیت اکملت غدیر خم کے روز نازل ہوئی بلکہ یہ تو یوم غدیر خم سے کئی روز قبل یوم عرفہ میں نازل ہو چکی تھی۔

اکرام مسلم : امام طبرانی (علی بن اسحاق اصبہانی' علی بن محمد مقدمی' محمد بن عمر بن علی مقدمی' علی بن محمد بن یوسف بن شبان بن ماہ بن مسمع' سہل بن حنیف' سہل بن مالک براد کعب بن مالک' ابیہ' جدہ) بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع

سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بر سر منبر حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! ابوبکرؓ نے مجھے کبھی رنجیدہ نہیں کیا تم اس کی قدر و منزلت کا خیال رکھو۔

اے لوگو! میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوف اور اولین مہاجرین سے خوش ہوں، تم ان سے علو اور بلند رتبہ کا خیال رکھو۔ اے لوگو! مجھے صحابہ کرامؓ سسرال اور احباب کے بارے تم سے کوئی تکلیف نہ پہنچے کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان پر ظلم و ستم کا مواخذہ نہ کرے۔

اے لوگو! تم مسلمانوں پر زبان درازی نہ کرو، جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اچھا کہو۔

قبر اطہر کی زیارت کے آداب : حج سے قبل یا بعد مدینہ منورہ آئے تو مسجد نبوی میں نماز ادا کرے کہ اس میں ایک نماز دیگر مساجد سے ہزار نماز سے بہتر ہے بجز بیت اللہ شریف کے۔ شدِ رحال اور ثواب کی خاطر عزم سفر صرف مسجد نبویؐ کعبتہ اللہ اور بیت المقدس کیلئے روا ہے (مسلم بخاری بروایت ابی ہریرہؓ وغیرھم)

مسجد نبویؐ اور مسجد حرام رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں اس قدر وسیع نہ تھی۔ حضرات خلفائے راشدینؓ اور دیگر فرمانرواؤں نے ان کی توسیع کی یہ توسیع شدہ رقبہ فضیلت وغیرہ میں اصل مسجد کے برابر ہے **حکم الزیادۃ حکم المزید**۔ پھر رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر صلوٰۃ و سلام پڑھے۔ ابوداؤد شریف وغیرہ میں ہے جو شخص بھی کسی وقت مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وقت مجھ میں روح لوٹا دیتا ہے اور میں جواب دیتا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے تو (**السلام علیک یارسول اللّٰہ السلام علیک یا ابابکر السلام علیک یاابت**) کہتے، دیگر صحابہ کرامؓ کا بھی یہی دستور تھا۔

امام مالکؒ، شافعیؒ اور امام احمد کے مطابق روضہ اطہر کی طرف منہ کر کے صلوٰۃ و سلام پڑھے، اور بقول امام ابوحنیفہؒ کعبہ رخ ہو کر صلوٰۃ و سلام کہے۔ (یہاں تک) کہ بعض احناف کا قول ہے کہ قبر شریف کی طرف پشت کرے، اور بعض کہتے ہیں کہ روضہ اطہر کو بائیں جانب کر کے پڑھے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قبر اطہر کو نہ چھوئے، نہ بوسہ دے، نہ طواف کرے، اور نہ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے۔

صلوٰۃ و سلام میں رسول اللہ ﷺ کی یہ صفات و نعت بیان کرنا درست ہے۔ مثلاً **السلام علیک یارسول اللّٰہ۔ السلام علیک یانبی اللّٰہ، السلام علیک یا خیرۃ اللّٰہ من خلقہ یااکرم الخلق علی اللّٰہ یاامام المتقین**۔

قبر نبوی پر دعاء : صلوٰۃ و سلام کے علاوہ روضہ اطہر کی طرف رخ کر کے دعا نہ مانگے کہ باتفاق ائمہ یہ ممنوع اور حرام ہے۔ امام مالکؒ اسے نہایت کریہہ کہتے ہیں، اور ان کی طرف درج ذیل قول منسوب کرنا سراسر بہتان اور جھوٹ ہے کہ خلیفہ منصور کو روضہ اطہر کی طرف منہ کر کے دعا مانگنے کو کہا تھا۔ دعا کے وقت قبر شریف کی طرف رخ کرنا بدعت ہے، کسی صحابی سے یہ منقول نہیں کہ وہ قبر شریف کی طرف رخ کر کے دعا کرتے تھے وہ سب کعبہ رخ ہو کر مسجد میں دعا کیا کرتے تھے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے کہ

میری قبر کی عبادت نہ ہو۔

اے مسلمانو! تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور تم جہاں ہو صلوۃ و سلام پڑھو کہ تمہارا صلوۃ و سلام مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ فرمایا جمعرات اور جمعہ کو بکثرت درود شریف پڑھو' تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' یہ کیونکر ممکن ہے آپ کا جسد اطہر بوسیدہ ہو چکا ہو گا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کے جسموں کو زمین کے اندر بوسیدہ ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ اور فرمایا قریب سے صلوۃ و سلام میں خود سنتا ہوں اور دور سے مجھے ملائکہ کے ذریعہ پہنچا دیا جاتا ہے۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپؐ کی قبر شریف بھی کھلی چھوڑ دی جاتی۔

نبی علیہ السلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جس کمرے میں فوت ہوئے وہیں دفن ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ اور دیگر ازواج مطہرات کے کمرے مسجد نبویؐ سے باہر تھے۔ ولید بن عبدالملک م۔۹۶ھ کے عہد خلافت میں یہ کمرے مسجد نبویؐ میں شامل کئے گئے۔ اس وقت عمر بن عبدالعزیزؒ م۔۱۰۱ھ مدینہ منورہ کے حاکم اعلیٰ تھے۔ قبر اطہر کی عمارت کی اس طرح تعمیر کی گئی کہ اس کی طرف کوئی رخ کر کے نماز نہ پڑھ سکے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو (مسلم عن ابی مرثد غنوی)

ہجرت کا ۱۱واں سال : اس سال کا آغاز ہوا' حجتہ الوداع سے رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے۔ اس سال چند عظیم واقعات رونما ہوئے۔ من جملہ ان کے رسول اللہ ﷺ کا سانحہ وصال ہے۔ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو زوال پذیر دنیا سے حیات جاوداں اور ابدی نعمت کی طرف منتقل فرما دیا۔ جنت کے اعلیٰ و ارفع مقام میں جس سے افضل کوئی مقام نہیں جیسا کہ قرآن (۴/۹۳) میں ہے "اور البتہ آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے اور آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔" یہ سانحہ ارتحال' پیغام رسالت کی مکمل ادائیگی کے بعد پیش آیا۔ جس کی تبلیغ کے لئے آپ مامور تھے۔ امت کی خیر خواہی' اس کی بھلائی کی طرف راہ نمائی' دنیا و آخرت کے نقصان دہ امور سے آگاہی کے بعد یہ حادثہ فاجعہ رونما ہوا۔

وفات کی خبر : قبل ازیں ہم حضرت عمرؓ کی متفق علیہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ آیت **الیوم اکملت لکم دینکم** الخ' (۵/۳) بروز جمعہ عرفہ میں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی اور عمدہ سند سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ رو پڑے پوچھا گیا کیونکر رو رہے ہیں؟ تو بتایا کہ ہر کمالے را زوالے' کہ ہر کمال کے بعد زوال ہوتا ہے گویا کہ حضرت عمرؓ اس سے رسول اللہ ﷺ کی وفات سمجھ گئے تھے۔ اس کی طرف حضرت جابرؓ کی حدیث مسلم میں اشارہ موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرہ عقبہ کے پاس فرمایا تھا' مجھ سے مسائل حج سیکھ لو شاید میں آئندہ سال حج نہ کر سکوں۔

پیشتر ازیں ہم حافظ بزار اور حافظ بیہقی کی روایت ابن عمر بیان کر چکے ہیں کہ ایام تشریق کے وسط میں

سورہ اذا جاء نصر اللّٰہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ یہ آخری حج ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے "ناقہ قصواء" پر پالان ڈالنے کا حکم فرمایا اس پر پالان ڈالا گیا۔ پھر راوی نے آپ کے خطاب کو بیان کیا۔ ایسے ہی حضرت عمرؓ نے جب ابن عباسؓ سے اکثر صحابہ کرام کی موجودگی میں سورہ اذا جاء نصراللّٰہ (۱۱۰/۱) کی تفسیر دریافت کی، ابن عباسؓ کی فضیلت و برتری اور علمی دسترس پر آگاہ کرنے کے لئے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو، ابن عباسؓ کے مشائخ بدر کے ساتھ بٹھانے اور ان کو اعلیٰ مقام پر فائز کرنے پر ملامت کی تھی حضرت عمرؓ نے کہا اس کی وجہ آپ کو معلوم ہو جائے گی۔ پھر حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے ابن عباس کی موجودگی میں سورہ اذا جاء نصراللّٰہ (۱۱۰/۱) کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فتح سے ہمکنار کر دیا تو اس نے حکم دیا ہے کہ ہم اس کی حمد و ثنا بیان کریں اور مغفرت طلب کریں، پھر آپؓ نے ابن عباس سے پوچھا آپ کیا کہتے ہیں تو ابن عباسؓ نے بتایا یہ رسول اللہ ﷺ کی اجل کا بیان ہے، آپ کو موت سے باخبر کیا گیا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی اس کی تفسیر یہی جانتا ہوں۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس سورہ کی تفسیر میں ہم نے متعدد وجوہ سے حضرت ابن عباسؓ کے قول کی تائید بیان کی ہے۔ اگرچہ وہ صحابہ کرام کی تفسیر کے منافی اور مخالف نہیں۔

اسی طرح امام احمد (وکیع، ابن ابی ذئب، صالح مولی توامہ) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہراتؓ کے ہمراہ حج کیا تو فرمایا صرف یہی حج ہے پھر چٹائی نشین ہو جاؤ۔ اس سند میں امام احمد منفرد ہیں ابوداؤد میں عمدہ سند سے مروی ہے۔

غرضیکہ صحابہ کرام کو اس سال آپ کی وفات کے بارے کچھ آگاہی ہو گئی تھی۔ آئندہ صفحات میں ہم یہ سانحہ بیان کریں گے اور اس کے متعلق احادیث و آثار بیان کر دیں گے، وباللہ المستعان۔ قبل ازیں ہم یہاں وہ حالات بیان کریں گے جو ائمہ کرام، محمد بن اسحاق، ابن جریر طبری اور حافظ بیہقی نے درج کئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج کئے، کتنے غزوات کئے اور کتنے لشکر روانہ کئے اور کن بادشاہوں کی طرف خطوط ارسال کئے یہ ہم مختصر بیان کریں گے پھر وفات کا سانحہ بیان کریں گے۔

کتنے حج اور عمرے کئے : صحیحین میں ابواسحاق سبیعی، حضرت زیدؓ بن ارقم سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۹ غزوات کئے اور ہجرت کے بعد صرف ایک حج کیا۔ ابواسحاق کا بیان ہے کہ ایک حج مکہ میں بھی کیا۔ (زید بن حباب، سفیان ثوری، جعفر بن محمد، ابوہ) حضرت جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف تین حج کئے دو قبل از ہجرت اور ایک بعد از ہجرت، جس کے ساتھ عمرہ بھی کیا اور ۶۳ یا ۶۶ قربانی کے جانور ہمراہ لائے اور ایک سو کی تکمیل کے لیے باقی ماندہ جانور حضرت علیؓ یمن سے لائے اور قبل ازیں ہم صحیحین میں مذکور متعدد صحابہ جن میں حضرت انسؓ بھی موجود ہیں سے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے۔ عمرہ حدیبیہ، عمرہ قضا، عمرہ جعرانہ، عمرہ مع حج۔

غزوات : باقی رہا غزوات، تو امام بخاری نے حضرت سلمہؓ بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سات غزوات کئے اور زید بن حارثہ کے ہمراہ نو غزوات کئے۔ رسول اللہ ﷺ دن کو

ہمارے امیر نامزد فرما دیتے تھے۔ متفق علیہ روایت میں (زید از سلمہ) مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سات غزوات کئے اور ان جنگوں میں جن میں دستے روانہ کرتے تھے تو جنگیں لڑیں بعض میں حضرت ابوبکرؓ امیر تھے اور بعض میں اسامہ بن زید۔ صحیح بخاری میں حدیث اسرائیل از ابواسحاق از براء میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۵ غزوت کئے۔ شعبہ کی متفق علیہ روایت از ابواسحاق از براء میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۹ غزوات کئے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سترہ میں شامل ہوا پہلے کا نام عشیر ہے یا عسیر۔

امام مسلم (محمد بن حنبل، معتمر، کہمس بن حسن) ابن بریدہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سولہ جنگیں کیں۔ امام مسلم (حسین بن واقد، عبداللہ بن بریدہ) بریدہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ۱۹ انیس غزوہ کئے اور آٹھ میں لڑائی ہوئی۔ اور اسی سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چوبیس دفعہ لشکر روانہ کئے، لڑائی صرف (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) مریسیع (۵) خیبر (۶) مکہ (۷) حنین میں ہوئی۔

صحیح مسلم میں حدیث ابوالزبیر از جابر میں مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے اکیس غزوات کئے میں ان کے ہمراہ انیس میں شامل ہوا بدر اور احد میں نہ شریک ہوا مجھے والد نے روک دیا تھا جب والد احد میں شہید ہو گئے تو پھر میں کسی جنگ میں غائب نہیں رہا۔ عبدالرزاق (معمر، زہری) سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اٹھارہ غزوات کئے، معمر کہتے ہیں ایک بار جو بیس غزوات بیان کئے معلوم نہیں یہ وہم تھا یا بعد میں سماع تھا۔ حضرت قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انیس غزوات کئے آٹھ میں لڑائی ہوئی اور چوبیس بار لشکر روانہ کیا۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے تمام غزوات اور سریہ ۴۳ ہوئے۔

معمولی تفصیل مع تاریخ : عروہ بن زبیر (امام زہری، موسیٰ بن عقبہ) محمد بن اسحاق وغیرہ علماء مغازی کا بیان ہے کہ جنگ بدر رمضان ۲ھ میں ہوئی۔ جنگ احد شوال ۳ھ میں ہوئی، جنگ خندق اور بنی قریظہ شوال ۴ یا ۵ھ میں ہوئی، جنگ بنی مصطلق مریسیع شعبان ۵ھ میں جنگ خیبر صفر ۷ھ میں یا ۶ھ میں، اور تحقیق یہ ہے کہ ۶ھ کے آخری ایام اور ۷ھ کے ابتدائی ایام تھے۔ فتح مکہ رمضان ۸ھ، جنگ ہوازن میں طائف کا محاصرہ کیا، شوال اور بعض ایام ذوالحج میں ۸ھ اور ۸ھ میں امیر حج عتاب بن اسید تھا امیر مکہ، اور ۹ھ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر حج تھے اور ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے خود حج ادا فرمایا۔

۲۷ غزوات : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس ستائیس غزوات کئے۔ ۱۔ ودان اس کو "ابوا" بھی کہتے ہیں، ۲۔ بواط رضویٰ کے نواح میں، ۳۔ عشیرہ ینبع میں، ۴۔ بدر اول کرز بن جابر کے تعاقب میں، ۵۔ بدر جس میں رؤسائے قریش قتل ہوئے، ۶۔ بنی سلیم کے پانی کے چشموں پر، ۷۔ سویق ابوسفیان بن حرب کی وجہ سے، ۸۔ غطفان اور ذی امر بھی اس کا نام ہے، ۹۔ نجران، معدن حجاز میں، ۱۰۔ احد، ۱۱۔ حمراء الاسد، ۱۲۔ بنی نضیر، ۱۳۔ ذات الرقاع، ۱۴۔ بدر اخریٰ، ۱۵۔ دومتہ الجندل، ۱۶۔ خندق، ۱۷۔ بنی قریظہ، ۱۸۔ بنی لحیان حذیل کے ساتھ، ۱۹۔ ذی قرد، ۲۰۔ بنی مصطلق خزاعہ کے ساتھ، ۲۱۔ حدیبیہ جنگ کا قصد نہ تھا مشرکین نے محض اپنی انا سے روکا، ۲۲۔ خیبر، ۲۳۔ عمرہ قضا، ۲۴۔ فتح مکہ، ۲۵۔ حنین، ۲۶۔ طائف،

۷۔ تبوک۔ ان میں سے لڑائی صرف نو میں ہوئی۔ ا۔ بدر' ۲۔ احد' ۳۔ خندق' ۴۔ قریظہ' ۵۔ بنی مصطلق' ۶۔ خیبر' ۷۔ فتح مکہ' ۸۔ حنین' ۹۔ طائف۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ قبل ازیں مفصل بیان ہو چکے ہیں۔ وللہ الحمد۔

۳۸ لشکر : امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام چھوٹے بڑے ۳۸ لشکر روانہ فرمائے' ہم اس کی تفصیل قبل ازیں بیان کر چکے ہیں اور اب ان کا مختصر خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق (۱) حضرت عبیدہؓ بن حارث کو ثنیہ مرہ کے اسفل کی طرف روانہ کیا (۲) حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کو عیص کے نواح میں ساحل کی طرف (۳) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو جرار کی طرف روانہ کیا (۴) حضرت عبداللہؓ بن جحش کو بجیلہ کی طرف (۵) حضرت زیدؓ بن حارثہ کو قردہ کی جانب (۶) حضرت محمدؓ بن سلمہ کو کعب بن اشرف کی طرف (۷) حضرت مرثدؓ بن ابی مرثد کو رجیع کی طرف (۸) حضرت منذرؓ بن عمرو کو بیئر معونہ کی طرف (۹) حضرت ابو عبیدہؓ کو ذی قصہ کی جانب (۱۰) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بنی عامر کے علاقہ کی طرف (۱۱) حضرت علیؓ کو یمن کی طرف (۱۲) حضرت غالبؓ بن عبداللہ کلبی کو کدید کی طرف' انہوں نے بنی ملوح پر شب خون مارا اور چند لوگوں کو قتل کیا اور ان کے مویشی بھگا لائے۔ وہ لوگ مویشیوں کی طلب میں پیچھے آئے تو ان کے درمیان ایک وادی کا سیلاب حائل ہو گیا اور حارث بن مالک بن برصاء کو گرفتار کر لائے۔ (۱۳) حضرت علیؓ کو فدک کی طرف روانہ کیا۔ (۱۴) حضرت ابو العوجاء سلمیؓ کو بنی سلیم کی طرف بھیجا اور سارے کام آئے۔ (۱۵) حضرت عکاشہؓ کو غمرہ کی طرف بھیجا (۱۶) حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد کو نجد میں بنی اسد کے چشمہ "قطن" کی طرف بھیجا (۱۷) حضرت محمد بن مسلمہؓ کو ہوازن کے علاقہ قرطاء میں بھیجا (۱۸) حضرت بشیرؓ بن سعد کو فدک میں بنی مرہ کی طرف (۱۹) حضرت بشیرؓ بن سعد کو حنین کے نواح میں بھی بھیجا (۲۰) حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بنی سلیم کے علاقہ جموم کی طرف روانہ کیا (۲۱) نیز انہیں کو بنی خشین کے علاقہ جذام کی طرف بھی بھیجا' بقول ابن ہشام یہ حسمی کا علاقہ ہے۔

سریہ زید کے روانہ کرنے کا سبب : ابن اسحاق وغیرہ کے مطابق اس لشکر کے روانہ کرنے کا باعث یہ تھا کہ حضرت دحیہ کلبیؓ رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی بنام قیصر روم پہنچا کر واپس آ رہے تھے' ان کے پاس قیصر روم کے عطا کردہ عطیہ جات تھے۔ جب بنی جذام کے علاقہ شنار میں پہنچے تو بنی جذام کے ملیح خاندان کے باپ بیٹا' عوص بن ھنید نے ان سے سب کچھ چھین لیا ان کے ایک مسلمان قبیلہ نے جو سامان چھینا گیا تھا۔ ان سے لے کر دحیہ بن خلیفہ کو واپس لوٹا دیا۔

جب دحیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو ان کو سارا ماجرا سنایا' ھنید اور اس کے بیٹے عوص کے قتل کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کو لشکر دے کر روانہ کر دیا۔ وہ "اولاج" کے راستہ پر گئے اور حرہ کے نواح سے "ماقض" پر حملہ آور ہوئے' لوگوں کو گرفتار کر لیا اور مال مویشی لوٹ لیا۔ ھنید اور اس کے بیٹے عوص کو تہ تیغ کر دیا نیز بنی احنف کے دو آدمی اور بنی خصیب کا ایک آدمی قتل کر ڈالا بعد ازیں کچھ لوگ رفاعہ بن زید کے پاس جمع ہوئے اس کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب موصول ہو چکا تھا اس نے یہ

مکتوب گرامی لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو کچھ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور حضرت زیدؓ بن حارثہ اسی واقعہ سے لاعلم تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی طرف مسلسل تین روز کے سفر کے بعد پہنچے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رقاعہ کا خط پیش کیا اور آپ نے اس خط کو برملا لوگوں کے سامنے پڑھنے کا حکم فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ خط سن کر سہ بار فرمایا میں ان مقتولوں کے بارے کیا کروں؟

تو ابو زید بن عمرو نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے گرفتار شدہ لوگوں کو رہا فرما دیجئے اور مقتولوں کا خون معاف ہے۔ چنانچہ ان کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو روانہ کر دیا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ زید بن حارثہ میرا کہا نہ مانیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو تلوار بطور علامت دے دی۔ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر چلے۔ زید اور اس کے لشکر کو ملے۔ ان کے پاس "فیفاء الفحلتین" میں مال مویشی اور اسیران جنگ موجود تھے۔ حضرت علیؓ نے زید بن حارثہ سے جو کچھ اس نے لوٹا تھا سب کچھ واپس کر دیا۔ اور کوئی چیز بھی باقی نہ رکھی۔

حزن بن ابی دھنہ ماموی رسول اللہ ﷺ ام قرفہ اور اس کی بیٹی : (۲۲) حضرت زیدؓ بن حارثہ کو وادی قریٰ میں بنی فزارہ کی طرف لشکر دے کر روانہ کیا۔ اس کے چند رفقاء صحابہ کرام شہید ہو گئے اور خود زخموں سے چور تھا جب واپس مدینہ لوٹے تو قسم کھائی کہ جب تک ان سے جنگ نہ کرے گا غسل نہ کرے گا۔ صحت یاب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو دوبارہ وادی القریٰ کی طرف فوج دے کر روانہ کر دیا چنانچہ زید نے وادی القریٰ میں لوگوں کو تہ تیغ کیا اور ام قرفہ فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر زوجہ مالک بن حذیفہ بن بدر اور اس کی بیٹی کو گرفتار کر لیا۔ (ام قرفہ ایک خاندانی عورت تھی اور عزت و شرافت میں ضرب المثل تھی) زیدؓ نے قیس بن مسحر یعمری کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا اس نے ام قرفہ کو قتل کر دیا اور لڑکی کو زندہ چھوڑ دیا اور وہ سلمہ بن اکوع کے پاس تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے بطور ہبہ طلب کر لی۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماموں حزن بن ابی وھب کو ہبہ کر دی اور اس کے شکم سے عبدالرحمان بن حزن پیدا ہوئے۔

(۲۳) حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو دو دفعہ خیبر کی طرف فوج دے کر روانہ کیا۔ ان کے لشکر میں عبداللہ بن انیس بھی شامل تھا۔ یہ خیبر کے نواح میں پہنچے' وہاں یسیر بن رزام "غطفان" کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر اکسا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہ نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی ترغیب دی۔ چنانچہ وہ ان کے ہمراہ "بمع چند یہودی رفقا" روانہ ہو پڑا۔ خیبر سے چھ میل کے فاصلہ پر "قرقرہ" میں پہنچے تو یسیر اپنی روانگی پر نادم اور پشیمان ہوا' عبداللہ بن انیس اس کی پشیمانی کو سمجھ گئے کہ وہ ہاتھ میں تلوار لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن انیس نے تلوار سے اس کا پاؤں کاٹ دیا اور اس نے عبداللہ کے سر پر عصا مار کر زخمی کر دیا۔ پھر مسلمانوں نے یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف ایک یہودی فرار ہو کر بچا۔ چنانچہ جب یہ سریہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے سر پر لعاب دہن ڈالا اور وہ شفایاب ہو گیا۔

(۲۴) امام ابن کثیر فرماتے ہیں دوسری دفعہ خیبر کی طرف روانگی کھجوروں کے تخمینہ لگانے کی غرض سے تھی' واللہ اعلم۔ (۲۵) حضرت عبداللہؓ بن عتیک کو بمع رفقاء خیبر کی طرف روانہ کیا اور ان لوگوں نے ابو رافع یہودی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (۲۶) حضرت عبداللہؓ بن انیس کو خالد بن سفیان بن نبیح کے قتل کے لئے بھیجا۔ اس نے "عرنہ" میں اس کو تہ تیغ کر دیا۔ ۵ھ کے حالات میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ (۲۷) حضرت زیدؓ بن حارثہ' حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو شام کے علاقہ موتہ میں لشکر دے کر روانہ کیا۔ یہ سب وہاں شہید ہو گئے۔ حضرت کعبؓ بن عمیر کو فوج کا دستہ دے کر شام کے علاقہ "ذات اطلاع" کی طرف روانہ کیا وہ سب شہید ہو گئے۔ حضرت عیینۃؓ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کو تمیم کے خاندان بنی عنبر کی طرف ایک دستہ دے کر روانہ کیا' اس نے ان پر حملہ کیا' چند کو قتل کیا اور کچھ کو گرفتار کر لیا۔ پھر ان کا وفد اپنے اسیروں کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے بعض کو آزاد کر دیا اور بعض سے فدیہ وصول کیا۔

"مرداس کی شہادت اور کلمہ توحید کی عظمت" : نیز حضرت غالبؓ بن عبداللہ کو بنی مرہ کے علاقہ کی طرف معہ رفقاء روانہ کیا اس میں بنی مرہ کا حلیف' مرداس بن نعیک حرقی جہنی شہید ہو گیا۔ اس کو اسامہ بن زید اور ایک انصاری نے شہید کیا' وہ اس طرح کہ جب ان دونوں نے اس پر تلوار اٹھائی تو اس نے "لا الہ الا اللہ" پڑھ لیا۔ واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو بہت ملامت کی انہوں نے معذرت کی کہ اس نے محض اپنے بچاؤ کی خاطر کلمہ توحید پڑھا تو آپ نے حضرت اسامہؓ کو کہا "کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا" آپؐ بار بار اسامہ کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے "روز قیامت کلمہ توحید کے مقابلے میں تیرا کون مددگار ہو گا؟" اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں آپ کے بارہا دہرانے سے میں اس قدر پشیمان کہ میری یہ تمنا ہوئی کہ میں اس سے قبل مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

حضرت عمرو بن عاص کی نفسیات : حضرت عمروؓ بن عاص کو بنی عذرہ کے علاقہ "ذات السلاسل" کی طرف روانہ کیا' شام کے خلاف اہل عرب سے مدد طلب کرنے کی خاطر۔ اس وجہ سے کہ عاص کی والدہ "بلی" قبیلہ میں سے تھی' اس ناطہ کے باعث ان کا وہاں جانا سودمند تھا۔ جب ان کے چشمہ "سلسل" کے پاس پہنچے تو ان سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کمک طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک امدادی دستہ روانہ کر دیا۔ اس دستہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوعبیدہ ان کے سپہ سالار تھے۔ جب یہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو ان سب کے امیر حضرت عمروؓ بن عاص ہوئے کہ انہوں نے کہا' تم میری اعانت و نصرت کے لئے آئے ہو۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ نے کچھ مزاحمت نہ کی کہ وہ نرم مزاج اور دنیاوی امور میں خوش خلق انسان تھے' وہ ان کے تابع اور مطیع ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عمروؓ بن عاص سب کو نماز پڑھاتے اور یہ لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔

واپسی پر حضرت عمروؓ نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عائشہؓ' پھر پوچھا مردوں میں سے' تو آپ نے فرمایا اس کا والد ابوبکر صدیقؓ

حضرت عبداللہؓ بن ابی حدرد کو قبل از فتح مکہ ایک دستہ دے کر "اضم" خاندان کی طرف روانہ کیا اس دستہ میں محلم بن جثامہ بھی شامل تھے اس کا طویل قصہ واقعات ۷ھ میں بیان ہو چکا ہے۔ نیز ان کو "غابہ" کی طرف بھی دستہ دے کر روانہ کیا۔

دستار بندی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے ایک معتبر اور ثقہ راوی نے عطاء بن ابی رباح سے یہ قصہ سنایا کہ ایک بصری نے حضرت ابن عمرؓ سے عمامہ باندھتے وقت' اس کے پشت پر "پھین" چھوڑنے کے بارے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میں ان شاء اللہ یہ مسئلہ تمہیں بتاؤں گا۔ سنو! میں مسجد نبوی میں دسواں آدمی تھا وہاں' ابوبکر صدیق' عمر فاروق' عثمان غنی' علی ---- خلفاء اربعہ ---- عبدالرحمان بن عوف' ابن مسعود' معاذ بن جبل' حذیفہ بن یمان اور ابوسعید خدری رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے کہ ایک نوخیز انصاری آیا اور سلام عرض کر کے بیٹھ گیا پھر اس نے پوچھا یارسول اللہؐ! کون سا مسلمان افضل ہے تو آپ نے فرمایا' سب سے خوش اخلاق' اس نے پھر پوچھا کون سا مسلمان دانشمند ہے تو آپ نے فرمایا موت کو زیادہ یاد رکھنے والا۔ قبل از موت اس کی تیاری کرنے والا' سنو! یہ لوگ دانشور ہیں۔ پھر وہ چپ ہو کر بیٹھ گیا پھر آپؐ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا اے مہاجرو! جب تم میں پانچ عادتیں نفوذ کر جائیں تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اور میں بھی اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کا زمانہ پاؤ جس قوم میں (۱) بدکاری اس قدر پھیل جائے کہ وہ اس کے سامنے مغلوب اور بے بس ہو جائیں تو اس قوم میں طاعون کی وباء پھیل جاتی ہے اور جسم میں ایسے درد پیدا ہو جاتے ہیں جن کا پہلی قوموں میں نام و نشان تک نہ تھا۔ (۲) ماپ اور تول میں کمی' قحط سالی' روزی کے حصول میں محنت شاقہ اور حکومت کے جور و جفا کا باعث ہوتی ہے۔ (۳) زکوٰۃ کی عدم ادیگی' بر موقع بارش کی بندش کا سبب ہوتی ہے چوپایہ نہ ہوں تو بالکل بارش نہ برسے۔ (۴) جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑتے ہیں تو ان پر اجنبی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے جو ان کا سب کچھ مال و دولت چھین لیتا ہے۔ (۵) حکمران کتاب اللہ کے موافق فیصلہ نہ کریں اور احکام الٰہی کی تلافی نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان میں باہمی نزاع اور اختلاف پیدا کر دیتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمان بن عوف ؓ کو "سریہ" کے لئے تیاری کا حکم دیا جس پر ان کا امیر مقرر کیا تھا وہ ایک سوتی کپڑے کا سیاہ عمامہ پہنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو قریب بلا کر' عمامہ کھول دیا پھر آپ نے ان کی دستار بندی کی اور پشت پر قریباً چار انگشت دامن چھوڑ دیا پھر فرمایا اے ابن عوف! اسی طرح دستار بندی ہو۔ یہ احسن اور طرہ دار ہے۔ پھر آپ نے بلال ؓ کو کہا انہیں علم سپرد کر دے۔ علم حوالے کر دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حمد و ثنا اور درود پڑھا اور فرمایا اے ابن عوف! علم پکڑ لو اور اللہ کے راہ میں جنگ جہاد کرو' اللہ کے منکر کو تہ تیغ کرو' ظلم و تشدد نہ کرو' عہد کی خلاف ورزی نہ کرو' ناک کان کاٹ کر لاش کی ہیئت نہ بگاڑو' بچے کو قتل نہ کرو' یہ ہے اللہ تعالیٰ کا عہد اور تمہارے نبی کی سیرت' پھر عبدالرحمان بن عوف ؓ نے علم لیا اور بقول ابن ہشام دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کو قریباً تین سو کے دستہ میں "سیف البحر" کی طرف روانہ کیا اور کھجوروں کا

ایک تھیلا دیا اور اسی سفر میں دیو ہیکل مچھلی کا واقعہ رونما ہوا۔ جس کو سمندر نے باہر پھینک دیا تھا۔ اس کو وہ لوگ مہینہ بھر کھاتے رہے اور خوب فربہ ہو گئے اور مچھلی کے کچھ ٹکڑے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے اور آپ نے اسے تناول فرمایا جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

تعاقب : ابن ہشام نے تعاقب کیا ہے کہ محمد بن اسحاق نے یہاں بعض دستوں اور قافلوں کی روانگی کا ذکر نہیں کیا۔ (وہ یہ ہیں)

عمرو بن امیہ ضمری اور جبار بن صخر کو حضرت خبیب بن عدی اور ان کے رفقاء کے قتل کے بعد' ابوسفیان کے قتل کے لئے روانہ کیا لیکن وہ اسے قتل نہ کر سکے۔ بلکہ کسی اور کو قتل کر کے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو سولی سے اتار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حارث بن سوید بن صامت کو قتل کرنے کا حکم دیا جیسا کہ گذشتہ بیان ہو چکا ہے تو ابو عفک یکے از بنی عمرو بن عوف کا نفاق واضح ہو گیا اس نے حارث کا مرثیہ کہا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی مذمت بیان کی۔

لقد عشت دهرًا وما أن أرى☆من الناس دارا ولا مجمعا
أبر عهوداً وأوفى لمن☆يعاقد فيهم اذا ما دعا
من أولاد قيلة في جمعهم☆يهد الجبال و لم يخضع
فصدّعهم راكب جاءهم☆حلال حرام لشتى معا
فلو أن بالعز صدقتم☆أو الملك تابعتم تبعا

(میں نے کافی زندگی بسر کی ہے۔ میں نے لوگوں میں سے کسی کا گھر اور محفل نہیں دیکھی۔ جو عہد کے سچے اور پکے ہوں جس سے وہ معاہدہ کریں جب معاہدہ کی دعوت دے۔ اولاد قیلہ سے اپنی مجلس میں وہ پہاڑوں کو گرا دیتا ہے اور خود نہیں جھکتا۔ پس ان میں ایک سوار نے تفرقہ ڈال دیا ہے جو حلال حرام اکٹھا لے کر آیا ہے مختلف امور کے لئے۔ پس اگر تم صاحب عزت یا حکمران کی تصدیق کرتے تو تابعداروں کے تابع ہوتے)

یہ مرثیہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "من بهذ الخبيث" میری خاطر اس خبیث کا کون کام تمام کرے گا۔ تو سالم بن عمیر یکے از بکائین نے یہ پیشکش قبول کی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو اس کی طرف روانہ کر دیا اور اس نے ابو عفک کو قتل کر دیا تو امامہ مریدیہ نے اس بارے کہا۔

تكذب دين الله والمرء احمدا☆لعمرو الذى أمناك بئس الذى يمنى
حباك حنيف آخر الليل طعنة☆أبا عفك خذها على كبر السن

(تو اللہ کے دین اور احمد مرسل کی تکذیب کرتا ہے اس شخص کی زندگی کی قسم جس نے تمہیں بے جا آرزو دلائی اور اس نے بری آرزو دلائی۔ حنیف مسلم نے رات کے آخری حصہ میں تجھے نیزے کا تحفہ دیا۔ اے ابو عفک پیرانہ سالی میں اس کو وصول کر)

(۳) ابو عفک کے قتل کے بعد عصماء بنت مروان یکے از بنی امیہ بن زید زوجہ یزید بن زید خطمی جو اسلام اور اہل اسلام کی ہجو کیا کرتی تھی' نے نفاق کا اظہار کر کے کہا۔

بأست بنی مالك والنبیت وعوف وباست بنی الخزرج

أطعتم أتاوی من غیركم فلا من مراد ولا مذحج

ترجونه بعد قتل الرءوس كما یرتجی ورق المنضج

ألا آنف یبتغی غرة فیقطع من أمل المرتجي

(بنی مالک بنی نبیت، بنی عوف اور بنی خزرج کے چوتڑوں میں تم نے پردیسی کی اطاعت قبول کی، نہ مراد قبیلہ سے ہے اور نہ مذحج سے۔ رؤسائے قبیلہ کے قتل کے بعد تم اس سے امیدوار ہو جیسا کہ خزاں رسیدہ پتے سے امید ہوتی ہے۔ کیا کوئی سردار نہیں جو اس کی غفلت کا منتظر ہو اور امیدوار کی امید قطع کر کے رکھ دے)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر اسلام نے اس کے جواب میں کہا

بنو وائل وبنو واقف☆وخطمة دون بنی الخزرج

متی ما دعت سفها ویحها☆بعولتها والمنایا تجی

فهزت فتی ماجداً عرفه☆كریم المدخل والمخرج

فضرجها من نجیع الدماء☆بعید الهدو فلم یحرج

(بنی وائل، بنی واقف اور خطمہ قبیلہ نے علاوہ بنی خزرج کے۔ جب سفاہت سے انہوں نے اپنے خاوندوں کو بلایا اور موتیں ان کی امید میں تھیں۔ اس نے معزز نوخیز کو رغبت دلا دی ہے جو نجیب الطرفین اور اعلیٰ والدین کی اولاد ہے۔ اس جفاکش نے اس کو تازہ خون میں لت پت کر دیا اور کوئی تنگی محسوس نہ کی)

عصماء بنت مروان کے ہجویہ اشعار کا رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا **"الا آخذلی من ابنة مروان"** کیا کوئی بنت مروان پر میری خاطر گرفت کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش کو عمیر بن عدی خطمی نے سن لیا اور اسی رات اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صبح کو اس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمیر! تو نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے۔ تو اس نے پوچھا کیا اس کے قتل کے بارے مجھ سے کچھ باز پرس ہو گی تو آپ نے فرمایا **"لا ینتطح فیہا غزان"** اس میں دو بھیڑیں بھی نہ لڑیں گی، کچھ نہ ہو گا۔

چنانچہ عمیر اپنے قبیلہ خطمہ میں چلا گیا۔ وہ اس عورت کے قتل کا ایک دوسرے پر الزام لگا رہے تھے، اس کے پانچ بیٹے تھے، یہ صورت حال دیکھ کر عمیر نے کہا میں نے اس عورت کو موت کے گھاٹ اتارا ہے، تم سب میرے بارے کچھ تدبیر کر لو اور مہلت نہ دو۔ اور یہ پہلا دن تھا جس میں قبیلہ خطمہ کے اندر اسلام کا بول بالا ہوا چنانچہ اسلام کی سربلندی کی وجہ سے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک دستہ روانہ کیا جس نے ثمامہ بن اثال حنفی کو گرفتار کر لیا قبل ازیں یہ مفصل بیان ہو چکا ہے۔ بقول ابن ہشام، اس کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کیونکہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نہایت کم کھانا کھایا تھا۔ جب وہ مدینہ سے مکہ مکرمہ عمرے کی غرض سے آیا اور اس نے تلبیہ کہا تو مکہ کے باشندوں نے اس کو منع کیا، اس

نے ان کو سختی سے جواب دیا اور یمامہ سے غلہ بند کر دینے کی دھمکی دی۔ جب وہ یمامہ میں واپس پہنچا تو اس نے یمامہ کا غلہ روک لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکتوب تحریر کیا پھر اس نے غلہ کی رسد بحال کی۔ بنی حنیفہ میں سے کسی شاعر نے کہا۔

☆

(ہمارے قبیلہ سے وہ شخص ہے جس نے احرام باندھ کر مکہ میں تلبیہ کہا حرمت والے مہینوں میں ابوسفیان کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے)

علقمہ بن مجزز مدلجی کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بھائی وقاص کا بدلہ لینے کے لئے روانہ کیا جب وہ "ذی قرد" میں قتل ہوا کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے قاتلوں کے تعاقب کے پیچھے جانے کی اجازت طلب کی تھی۔ آپ نے اس کو اجازت مرحمت فرمادی اور اس کو امیر قافلہ نامزد کر دیا۔

ظرافت : جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے چند لوگوں کو پیش قدمی کی اجازت دے دی اور عبداللہ بن حذافہؓ کو ان کا امیر مقرر کر دیا وہ خوش طبع اور ظریف انسان تھے' آگ جلا کر اس میں لوگوں کو کود جانے کا حکم دیا۔ بعض نے اس میں کود جانے کا عزم کر لیا تو اس نے کہا میں تو ہنسی مذاق کر رہا تھا' رسول اللہ ﷺ کو جب اس قصہ کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا جو شخص خدا کی معصیت کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو۔ یہ حدیث ابن ہشام نے اپنی سند سے ابوسعید خدریؓ سے نقل کی ہے۔

حلال جانور کا بول : بجیلہ قبیلہ کے قیس خاندان کے لوگ مدینہ منورہ میں آئے اور ان کو آب و ہوا موافق نہ آئی اور اس کو مضر صحت پایا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا کہ وہ اونٹوں کے پاس چلے جائیں' ان کا دودھ اور پیشاب نوش کریں چنانچہ وہ شفایاب ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کے غلام "یسار" چرواہے کو ذبح کر کے آنکھوں میں کانٹے چبھو دیئے اور دودھیل اونٹنیاں اپنے ہمراہ لے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے کرز بن جابرؓ کو مع چند صحابہ ان کی تلاش میں روانہ کیا وہ ان "احسان فراموش" لوگوں کو گرفتار کر کے لے آئے اور رسول اللہ ﷺ اس وقت غزوہ ذی قرد ۷ھ میں واپس تشریف لائے تھے۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ صادر فرمایا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں۔

نکتہ : یہ مقتولین اگر وہی ہیں' جو حضرت انسؓ کی متفق علیہ روایت میں مذکور ہیں کہ آٹھ افراد عکل یا عرینہ قبیلہ کے مدینہ میں آئے۔ متبادر یہی مفہوم ہے کہ وہ وہی لوگ ہیں جن کا مفصل قصہ بیان ہو چکا ہے۔ اگر علاوہ ازیں کوئی اور ہوں "تو خدا معلوم" ہم --- ابن کثیر --- نے تو یہاں وہی بیان کیا ہے جو ابن ہشام نے ذکر کیا ہے' واللہ اعلم۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کا دو مرتبہ جنگ کو جانا' بقول ابو عمرو مدنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا اور حضرت خالدؓ کو ایک دوسرے لشکر میں اور یہ ہدایت فرمائی کہ اگر تم یکجا ہو تو امیر علیؓ ہوں گے۔ ابن ہشام نے کہا ہے کہ ابن اسحاق نے خالد بن ولید کی روانگی بیان کی ہے اور اس کو "بعوث و سرایا" کی تعداد ۳۸ میں شمار نہیں کیا۔ پس مناسب یہ ہے کہ ان دستوں کی تعداد ۳۸ کی بجائے ۳۹

ہو۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو شام کی طرف روانہ کیا اور ان کو حکم دیا کہ فلسطین کے علاقہ میں سے بلقاء اور الروم کی سرحدوں کو اپنے لشکر سے پامال کر دیں۔ چنانچہ لوگ تیار ہوئے اور "پہلے مہاجرین" بالاستیعاب ہمراہ تھے۔ بقول ابن ہشام' یہ آخری لشکر تھا جو رسول اللہ ﷺ نے روانہ فرمایا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر اسامہ بن زید کو نامزد کیا اور عوام نے اس کی امارت پر نکتہ چینی کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے اس کی امارت پر حرف گیری کی ہے تو تعجب خیز نہیں کیونکہ قبل ازیں تم اس کے والد کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو' واللہ' وہ امارت کے لائق تھا اور مجھے سب سے محبوب تھا اور یہ اسامہ مجھے اس کے بعد سب سے محبوب ہے۔ (رواہ الترمذی از مالک)

پہلے مہاجرین میں سے اکثر بڑے بڑے اور بیشتر انصار اس لشکر میں شمولیت فرما چکے تھے اور ان بڑوں میں سے حضرت عمرؓ ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کا حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شمار کرنا غلطی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سخت بیمار تھے اور حضرت اسامہؓ کا لشکر جرف میں فروکش تھا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز کا امام مقرر کر دیا تھا۔ (کما سیاتی) پس حضرت ابوبکرؓ امام ہوتے ہوئے لشکر میں کیونکر رہ سکتے ہیں۔ بالفرض اگر وہ لشکر میں شمولیت کر ہی چکے تھے تو نبی علیہ السلام نے ان کو نماز کے لئے جو ارکان اسلام میں سے اہم رکن ہے' مستثنیٰ اور نامزد کر دیا تھا۔ آنحضور ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اسامہ سے خارج کروانے کی درخواست کی تو انہوں نے ابوبکر صدیقؓ کے پاس ان کو رہنے کی اجازت مرحمت کر دی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اسامہؓ کے لشکر کو روانہ فرما دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بارے آیات و احادیث

بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ (۳۹/۳۰) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے نہیں دیا۔ پھر کیا اگر آپ مر گئے تو وہ رہ جائیں گے۔ ہر ایک جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی سے آزمانے کے لئے جانچتے ہیں۔ (۳۴-۲۱/۳۵) اور محمد تو ایک رسول ہیں۔ اس سے پہلے بہت رسول گزرے پھر کیا وہ اگر مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (۳/۱۴۴) (یہ آیت حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے روز تلاوت کی تھی۔ حاضرین نے سنا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا انہوں نے یہ آیت آج ہی سنی ہے) جب اللہ کی مدد اور فتح آچکی اور آپ نے لوگوں کو' اللہ کے دین میں' جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیا تو اپنے رب کی' حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے معافی مانگئے' بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (۱-۱۱۰/۳) بقول حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ یہ رسول اللہ ﷺ کی اجل کا بیان ہے جو آپ کو بتا دیا گیا۔

حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ سورہ نصر حجتہ الوداع میں ایام تشریق کے وسط کے روز نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے کہ اب رحلت کا وقت ہے۔ چنانچہ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں لوگوں کو اوامر و نواہی سے آگاہ کیا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمی جمار کرتے دیکھا پھر آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا مجھ سے مسائل حج سیکھ لو' شاید اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو بتایا کہ جبرائیلؑ ہر سال مجھ سے قرآن کا ایک بار دور کیا کرتا تھا اور امسال اس نے دو دفعہ دور کیا ہے' مجھے اپنی اجل کا وقت قریب معلوم ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں' دس یوم اعتکاف کیا کرتے تھے اور وفات کے سال آپ نے بیس یوم اعتکاف کیا ہر رمضان میں جبرائیلؑ ایک بار آپ کو قرآن سنایا کرتے تھے اور وفات کے سال دوبار دور کیا۔

مرض موت کا آغاز کیسے ہوا؟

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجتہ الوداع سے ذوالحج میں واپس تشریف لائے۔ ذوالحج کے باقی ماندہ ایام محرم' صفر مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو شام کی طرف روانہ کیا لوگ ابھی مدینہ کے باہر جرف میں فروکش تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا "مرض موت" شروع ہو گیا۔ ماہ صفر کے آخری ایام میں یا ربیع الاول کے آغاز میں۔ میرے علم کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو آغاز مرض اس طرح ہوا کہ آپ آدھی رات "بقیع الغرقد" (مدینہ کا قبرستان) تشریف لے گئے ان کے لئے استغفار و مغفرت کی دعا کی' پھر واپس چلے آئے۔ صبح ہوئی تو اسی روز آپ کو تکلیف شروع ہو گئی۔

دنیا کے خزانوں اور حیات جاودانی کی فرمائش : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ (عبداللہ بن جعفر' عبید بن جبر مولی حکم' عبداللہ بن عمرو بن عاص) ابو مویہجہ مولی رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے آدھی رات اٹھا کر فرمایا اے ابو مویہجہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس "بقیع" قبرستان والوں کے لئے مغفرت کی دعا کروں میرے ہمراہ چلو۔ چنانچہ میں آپ کے ہمراہ ہو لیا جب آپ ان کے درمیان پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا السلام علیکم اے قبرستان والو! تمہارے حالات بہتر اور خوشگوار ہوں' زندہ لوگوں کی نسبت کہ دنیا میں تاریک رات کے ٹکڑوں اور گوشوں کی طرح فتنے یکے بعد دیگرے آ رہے ہیں۔ دوسرا' پہلے سے بدتر ہو گا پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا مجھے دنیا کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اس میں سدا رہنے اور پھر جنت میں جانے کا اختیار دیا گیا ہے کہ موت اور حیات جاوداں میں سے جس کو چاہوں پسند کر لوں۔

وہ کہتا ہے کہ میں نے گذارش کی میرے ماں باپ آپ پر صدقے' دنیا کے خزانوں کی چابیاں' سدا رہنے اور جنت کو پسند فرما لیجئے۔ آپ نے فرمایا بالکل نہیں' اے ابو مویہجہ میں نے موت اور جنت کو پسند کر لیا

ہے پھر آپ قبرستان بقیع کے لئے استغفار کے بعد واپس تشریف لے آئے پھر آپ کو اس مرض کا آغاز ہوا جس سے آپ کی وفات ہوئی۔

یہ روایت صحاح ستہ میں نہیں۔ امام احمد نے (یعقوب بن ابراہیم از ابراہیم از محمد بن اسحاق) بیان کی ہے۔

امام احمد (ابوالنضر، حکم بن فضیل، یعلی بن عطاء، عبید بن جبیر) ابو مویہبہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم موصول ہوا کہ قبرستان بقیع کے لئے آپ دعا مغفرت کریں چنانچہ آپؐ نے تین بار مغفرت کی دعا کی۔ تیسری بار رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ سواری پر زین ڈالو' پھر آپ سوار ہوئے اور میں آپ کے ہمراہ پیدل تھا آپ قبرستان میں پہنچ کر سواری سے اترے اور میں نے سواری کو تھام لیا اور آپ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا' زندہ لوگوں کی نسبت تمہاری حالت خوشگوار ہے کہ دنیا میں تاریک رات کے گوشوں کی طرح یکے بعد دیگرے فتنے آ رہے ہیں۔ دوسرا پہلے سے بدتر ہو گا' تمہاری حالت زندہ لوگوں کی نسبت خوشگوار ہے۔ پھر آپ نے واپس لوٹ کر فرمایا اے ابو مویہبہ مجھے امت کی فتوحات میں سدا رہنے اور جنت میں داخلہ یا لقاء الٰہی اور موت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے تو میں نے عرض کیا "بابی انت وامی" سدا رہنے کو پسند فرمالیجئے' تو آپ نے فرمایا واللہ! مشیت ایزدی سے ساری دنیا بھی لوٹا دی جائے تو میں پھر بھی قبول نہ کروں' میں نے تو لقاء الٰہی اور موت کو پسند کر لیا ہے۔ بعد ازیں آپ سات یا آٹھ روز زندہ رہنے کے بعد فوت ہوئے۔

عبدالرزاق (معمر' ابن طاؤس) طاؤس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دشمن پر رعب سے میری مدد کی گئی ہے مجھے دنیا کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ مجھے امت کی فتوحات دیکھنے کیلئے حیات جاوداں یا فوری موت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے۔ میں نے فوری اور بعجلت موت کو پسند کر لیا ہے۔ بقول بیہقی یہ حدیث مرسل ہے۔ اور حدیث ابو مویہبہ کی شاہد ہے۔

امام ابن اسحاق (یعقوب بن عتبہ' زہری' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ' ابن مسعود) عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقیع سے واپس آئے اور میں سر درد میں مبتلا' ہائے سر پھٹا جاتا ہے' کہہ رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ اے عائشہ! ہائے میرا سر گیا۔ مزید فرمایا اگر تم پہلے فوت ہو جاؤ گی تو کوئی ضرر نہ ہو گا' میں تمہاری تیمارداری کروں گا' کفن پہناؤں گا' نماز جنازہ پڑھوں گا' دفن کروں گا تو حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا واللہ! مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کفن دفن کے بعد میرے ہی گھر میں کسی بیوی کے ساتھ رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور سو گئے۔ آپ اس درد اور تکلیف کے باوجود بدستور بیویوں کے پاس منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے سب بیویوں کو بلا کر ان سے اجازت طلب کی کہ وہ میرے (حضرت عائشہؓ کے) گھر میں بیماری کے ایام گزاریں' سب نے بخوشی اجازت دے دی تو رسول اللہ ﷺ دو آدمیوں پر سہارا لئے ہوئے گھر سے باہر آئے' آپ کے پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے اور میرے گھر میں تشریف لائے۔ عبیداللہ راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس کو سنائی تو انہوں نے کہا معلوم ہے دوسرا شخص کون تھا؟ وہ حضرت علی

تھے۔

بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' ابن اسحاق' یعقوب بن عتبہ' زہری' عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر آئے آپ کو سر درد تھا اور مجھے بھی سر درد لاحق تھا۔ میں نے کہا ہائے سر پھٹا جاتا ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ اے عائشہ! ہائے میرا سر گیا۔ مزید فرمایا اگر تم پہلے فوت ہو جاؤ گی تو میں تمہاری تیمارداری کروں گا' کفن پہناؤں گا' نماز جنازہ پڑھوں گا' دفن کروں گا تو حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا واللہ! مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کفن دفن کے بعد میرے ہی گھر میں کسی بیوی کے ساتھ رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور سو گئے۔ آپ اس درد اور تکلیف کے باوجود بدستور بیویوں کے پاس منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں آپ ٹھہرے۔

مرض کی شدت اور علاج : سب خاندان حضرت میمونہؓ کے گھر میں جمع ہو گیا تو حضرت عباسؓ نے کہا معلوم ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کو ذات الجنب کا عارضہ ہے۔ آؤ ہم آپ کو دوا دیں چنانچہ آپ کو دوا دی گئی۔ بعد ازاں آپ کو افاقہ ہوا تو پوچھا کس نے دوا دی ہے بتایا آپ کے چچا عباس کو اندیشہ لاحق ہوا کہ آپ ذات الجنب میں مبتلا ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شیطانی مرض ہے' اللہ تعالیٰ مجھ پر شیطان مسلط نہ کرے گا۔ چچا عباس کے علاوہ سب کو دوائی پلائی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سب کو دوائی پلائی گئی یہاں تک حضرت میمونہ روزہ دار تھیں ان کو بھی پلائی گئی پھر آپ نے سب ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ میرے (عائشہ) گھر میں علاج ہو۔ سب نے بخوشی اجازت دے دی تو آپ عباسؓ اور ایک دوسرے شخص کے سہارے سے میمونہ کے گھر سے نکلے اور آپ کے قدم مبارک زمین پر گھسیٹ رہے تھے۔ عبیداللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بتایا دوسرے آدمی حضرت علیؓ تھے۔

امام بخاری (سعید بن عفیر' لیث' عقیل' ابن شہاب' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا مرض بڑھ گیا اور درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے سب بیویوں سے اجازت طلب کی کہ آپ کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اجازت دے دی اور آپ دو شخصوں کے کندھوں پر سہارا لے کر آئے۔ ایک عباسؓ اور دوسرا اور کوئی تھا۔ عبیداللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا اس شخص کو بھی جانتے ہو جس کا حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے وہ علیؓ تھے۔

بخار کا غسل سے علاج : حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں جب نبی علیہ السلام میرے ہاں تشریف لے آئے اور آپ کا درد زیادہ ہی تھا' فرمایا مجھ پر سات مشکیں پانی کی بھری ہوئی ڈال دو۔ (شاید مجھے تسکین ہو اور) کچھ لوگوں کو نصیحت کر دوں چنانچہ ہم نے آپ کو حفصہؓ زوجہ رسول اللہ ﷺ کے لگن میں بٹھا کر ان مشکوں سے پانی ڈالنا شروع کیا (اور ڈالتے گئے) یہاں تک کہ خود ہی اشارہ کیا کہ بس (اب تم) نہلا چکیں پھر آپ لوگوں کے پاس گئے اور ان کو نماز پڑھا کر خطبہ سنایا (یہ روایت صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر درج ہے

اور امام مسلم نے بھی زہری سے بیان کی ہے)

امام بخاری حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرض موت میں پوچھا کرتے کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ میں کل کس کے ہاں ہوں گا؟ مقصد تھا کہ حضرت عائشہؓ کی باری کب آئے گی' چنانچہ سب ازواج مطہرات نے آپ کو اجازت دے دی کہ جہاں چاہیں مرض کے ایام بسر کریں۔ آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں آئے اور وفات تک وہیں رہے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس روز فوت ہوئے جب دستور کے مطابق میری باری تھی اور آپ کا سر مبارک میرے سینے اور وگدگی کے درمیان تھا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر مسواک کرتے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ کا اس طرف دھیان ہوا تو میں نے عبدالرحمان کو کہا یہ مسواک مجھے دو۔ چنانچہ میں نے وہ دانتوں سے نرم کر کے رسول اللہ ﷺ کے پیش کر دی' آپ نے میرے سینہ پر ٹیک لگا کر وہ مسواک کی۔ انفرد بہ البخاری۔

امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری دگدگی اور ٹھوڑی کے درمیان فوت ہوئے' میں نبی ﷺ پر موت کی شدت کے بعد کسی کی شدت موت کو ناگوار نہیں سمجھتی۔

امام بخاری حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب تکلیف ہوتی تو معوذات کو پڑھ کر دم کر لیتے تھے اور اپنے بدن پر ہاتھ پھیر لیتے تھے اور جب زیادہ تکلیف ہوتی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر آپ پر دم کرتی اور آپ ہی کا ہاتھ آپ کے بدن پر مل دیتی تھی۔

متفق علیہ روایت میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سب ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کے پاس اکٹھی ہو گئیں۔ حضرت فاطمہ بھی آئیں' ان کی چال اور چلنے کی وضع رسول اللہ ﷺ کی طرح تھی۔ فاطمہؓ تشریف لائیں تو رسول اللہ ﷺ نے مرحبا اور خوش آمدید کہا اور اپنے دائیں یا بائیں پہلو بٹھا لیا پھر آپ نے ان سے سرگوشی کی تو آپ رو پڑیں پھر سرگوشی کی تو ہنس پڑیں۔ میں نے فاطمہؓ سے کہا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو راز کیلئے مختص فرمایا ہے اور آپ روتی ہیں جب اٹھ کر جانے لگیں تو میں نے عرض کیا بتائیے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کیا راز بتایا تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشانہ کروں گی۔ جب رسول کریمؐ وفات پا گئے تو میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ میں آپ پر اپنے حق کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں' آپ ضرور بتائیں تو حضرت فاطمہؓ نے کہا اب میں وہ راز فاش کرتی ہوں کہ پہلی دفعہ سرگوشی میں بتایا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن کا ایک بار دور کیا کرتے تھے' ام سال دو دفعہ دور کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ میرے قرب اجل کی علامت ہے' تو تقویٰ کو شعار بنا اور صبر کر' میں تمہارے کے لئے بہت اچھا سلف اور پیش رو ہوں۔ یہ سن کر میں آبدیدہ ہو گئی پھر آپ نے مجھے رازدارانہ طریق سے بتایا کیا تو راضی نہیں کہ مسلمان خواتین یا امت محمدیہ کی خواتین کی سردار ہو۔

امام بخاری (علی بن عبداللہ' یحیٰ بن سعید قطان' سفیان ثوری' موسیٰ بن ابی عائشہؓ' عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کی بیماری میں آپ کے منہ میں دوا ڈالی اور آپ نے اشارہ

سے کہا کہ منہ میں دوا نہ ڈالو۔ ہم نے یہ سمجھا کہ مریض کو دوا بری معلوم ہوا ہی کرتی ہے۔ کچھ پروا نہ کی۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا کیا میں نے تم کو زبردستی دوا پلانے سے منع نہیں کیا تھا ہم نے عرض کیا ہم تو عام مریضوں جیسی کراہت سمجھتے تھے۔ آپ نے غصہ سے فرمایا گھر میں کوئی ایسا باقی نہ رہے جس کو اسی طرح میرے روبرو دوا نہ پلائی جائے سوائے عباسؓ کے کہ وہ تم میں شامل نہ تھے۔ یہ روایت (ابن ابی الزناد از ہشام از عروہ از عائشہ) بھی مروی ہے۔

امام بخاری (یونس ایلی' زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرض موت میں فرمایا کرتے تھے اے عائشہؓ! میں نے خیبر میں جو زہریلا کھانا کھایا تھا' میں اس کا زہر ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں' اب تو اس زہر کے اثر سے میری رگ جان کٹنے کو ہے۔

یہ روایت امام بخاری نے معلق بیان کی ہے اور حافظ بیہقی نے اس کی سند بیان کی ہے۔ (حاکم' ابوبکر بن محمد ابن احمد بن یحییٰ اشقد' یوسف بن موسیٰ' احمد بن صالح' عنبسہ' یونس بن یزید ایلی' زہری)

ابن مسعود کا مقولہ : حافظ بیہقی' ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر میں نو بار حلف اٹھا کر کہوں کہ رسول اللہ ﷺ قتل ہوئے اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک دفعہ ہی حلف اٹھا کر کہوں کہ رسول اللہ ﷺ قتل نہیں ہوئے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ نے آپ کو نبوت اور شہادت سے سرفراز فرمایا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ مرض موت میں رسول اللہ ﷺ کی مزاج پرسی کر کے واپس آئے تو لوگوں نے پوچھا جناب ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ کا مزاج معلیٰ کیسا ہے؟ بتایا بحمداللہ ٹھیک ہے۔ پھر حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا واللہ! آپ تین روز بعد مقہور و تابع ہوں گے۔ میں واللہ! سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اسی مرض میں فوت ہو جائیں گے۔ موت کے وقت بنی عبدالمطلب کے چہروں کے اطوار میں خوب پہچانتا ہوں' چلو! رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور امر خلافت کے بارے آپ سے دریافت کریں' اگر خلافت ہمارے خاندان میں ہوئی تو ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا' بصورت دیگر آپ ہمارے بارے وصیت فرما دیں گے تو حضرت علیؓ نے کہا واللہ! اگر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات دریافت کر لی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرما دیا تو پھر لوگ یہ حق ہمیں کبھی نہ دیں گے اور میں تو واللہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے سوال نہ کروں گا' انفرد بہ البخاری۔

جمعرات کا دن : امام بخاری (قتیبہ' سفیان' سلیمان) سعید بن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا خمیس کا دن کس قدر تعجب خیز ہے۔ خمیس --- جمعرات --- کے دن رسول اللہ ﷺ کی مرض میں شدت پیدا ہو گئی' اور آپ نے فرمایا میرے پاس لاؤ --- قلم و قرطاس --- میں ایک نوشت تحریر کرا دوں تم بعد ازیں کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ سن کر حاضرین میں نزاع (اور شوروغل) پیدا ہو گیا --- نبیؑ کی موجودگی میں نزاع مناسب ہے --- پھر وہ باہمی کہنے لگے' آپ کی کیا کیفیت ہے' کیا بے حواسی کے عالم میں ہیں؟ خود آپؐ سے پوچھ لو جب پوچھنے لگے تو آپ نے فرمایا مجھ سے بات نہ کرو' مجھے آرام کرنے دو' چھوڑ کر میرے پاس سے چلے جاؤ' جس بات کی طرف تم مجھے بلاتے ہو' میں اس سے بہتر حالت میں ہوں پھر آپ نے

تین وصیتیں فرمائیں۔ (۱) مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے جلا وطن کر دو۔ (۲) وفدوں اور سفیروں کا اسی طرح اہتمام اور احترام کرو جیسے میرا دستور تھا اور تیسری وصیت راوی نے بتائی نہیں یا سہو ہو گیا۔ (امام مسلم نے بھی یہ روایت سفیان سے بیان کی ہے)

امام بخاری (علی بن عبداللہ' عبدالرزاق' معمر' زہری' عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو گھر میں بہت آدمی موجود تھے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا قلم و قرطاس لاؤ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ بعض نے کہا' آنحضورؐ کو درد کی شدت ہے' ہمارے پاس قرآن موجود ہے' ہمیں اللہ کی کتاب ہی کافی ہے۔ حاضرین میں اختلاف پیدا ہو گیا اور باہمی جھگڑنے لگے' بعض کہتے تھے کہ قلم و قرطاس لاؤ' رسول اللہ ﷺ نوشت تحریر کروا دیں گے جس کے بعد ضلالت و گمراہی میں نہ پھنسو گے۔ بعض کچھ اور کہہ رہے تھے جب شور و غل اور جھگڑا بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا (یہاں سے) چلے جاؤ۔

عبیداللہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ شوروغل اور اختلاف برپا ہونے کی وجہ سے نوشت اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان حائل ہو جانا سب سے بڑی مصیبت کی بات ہے۔

یہ روایت امام مسلم نے محمد بن رافع اور عبد بن حمید کی معرفت عبدالرزاق سے اسی طرح بیان کی ہے اور امام بخاری نے اس کو متعدد مقامات پر معمر اور یونس از زہری بیان کیا ہے۔

کیا تحریر کروانا چاہتے تھے : اس روایت سے بعض نادان اور غبی' شیعہ وغیرہ اہل بدعت کو شبہ اور وہم پیدا ہو گیا ہے' ہر کوئی اس بات کا مدعی ہے کہ نبی علیہ السلام وہی تحریر کروانا چاہتے تھے جو ان اہل بدعت کا مدعا اور مقصد ہے۔ یہ ہے وطیرہ مشتبہ باتوں کے اپنانے محکم اور نص کو ترک کرنے کا۔

اہل سنت' محکم اور نص پر عمل کرتے ہیں' مشتبہ اور چیستان سے نفرت کرتے ہیں' یہی راسخ اور علم میں بڑی پائے گاہ رکھنے والے لوگوں کا طریقہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے۔ اس معرکہ آراء میدان میں اکثر گمراہ اور غالی فرقوں کے قدم پھسل کر جادۂ حق سے دور جا پڑے ہیں۔ اہل سنت کا تو مسلک ہی اتباع حق ہے' وہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور حق بات کے ساتھ پیوستہ رہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت : نبی علیہ السلام جو تحریر کروانا چاہتے تھے اس کی وضاحت اور صراحت متعدد صحیح احادیث میں بیان ہو چکی ہے۔ امام احمد (مومل' نافع' ابن عمرو' ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مرض موت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر اور اس کے بیٹے کو بلاؤ تاکہ کوئی طالع آزما ابوبکر کے معاملہ میں حرص نہ کرے اور کوئی آرزو مند اس کی خام تمنا نہ کرے۔ پھر آپ نے دو دفعہ فرمایا اللہ تعالیٰ اور مومن صحابہ "غیر" کی خلافت کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا واقعی اللہ تعالیٰ اور مومنوں نے حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ خلافت کے دعویدار کا انکار کیا۔ انفرد بہ احمد من ھذا الوجہ

امام احمد (ابو معاویہ' عبدالرحمان بن ابی بکر قرشی' ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مرض جب شدت اختیار کر گیا تو آپ نے عبدالرحمان بن ابی بکر کو فرمایا مونڈھے کی چوڑی ہڈی یا

تختی لاؤ میں اس میں "تحریر" لکھ دوں کہ کسی کو اختلاف کی گنجائش نہ رہے۔ جب عبدالرحمان اس کے لانے کے لئے اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر! اللہ اور مومن تمہاری خلافت کے بارے اختلاف سے بالاتر ہیں' انفرد بہ احمہ من ھذالوجہ ایضاً۔

امام بخاری حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا ارادہ تھا کہ ابوبکر اور اس کے بیٹے کو پیغام ارسال کروں اور اس سے عہد کروں مبادا کوئی ڈینگ مارے یا کوئی طالع آزما آرزو کرے پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے یا فرمایا مومن اس کا انکار کرتے ہیں یا اللہ انکار کرتا ہے اور مومن انکار کرتے ہیں کہ (حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ) کوئی اور خلیفہ بنے۔

ایک خاتون کا آنا اور خلافت کا مسئلہ : جبیر بن مطعم کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ کوئی عورت آپ کے پاس آئی اور آپ نے اس کو دوبارہ آنے کو کہا' تو اس نے پوچھا فرمایئے' میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں ---گویا اس کا مطلب تھا کہ آپ فوت ہو جائیں --- تو آپ نے فرمایا میں نہ ہوں تو ابوبکر کے پاس چلی آنا۔ اس روایت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرض موت کا واقعہ ہے۔

پانچ روز قبل از وفات : خمیس کے روز وفات سے پانچ یوم قبل آپ نے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا اس میں ابوبکر صدیق کی سب صحابہ پر فضیلت و منقبت بیان کی اور آپ کو امامت کا منصب تفویض کیا اور اس خطبہ سے قبل رسول اللہ ﷺ نے پانی سے بھری ہوئی سات مشکوں سے غسل فرمایا اور نماز پڑھائی اور ان کو خطاب فرمایا جیسا کہ حدیث حضرت عائشہؓ میں بیان ہو چکا ہے۔

اس کے متعلقہ روایات : بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' ابن اسحاق' زہری) ایوب بن بشیر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر سات کنوؤں کی سات مشکوں کا پانی بہاؤ کہ میں غسل کر کے لوگوں کو نصیحت کروں۔ غسل سے فارغ ہو کر آپ برسر منبر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد شہدائے احد کا تذکرہ کیا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ پھر فرمایا اے گروہ مہاجرین! تم میں اضافہ ہو رہا ہے اور انصار میں اضافہ نہیں ہو رہا' وہ اپنی اصل ہیئت پر ہیں۔ وہ میرے محرم راز اور دوست ہیں جن کے پاس میں نے پناہ لی۔ ان کے اچھے کی عزت کرو اور برے سے درگزر کرو۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت میں سے ایک کو اختیار دینے کا ارشاد فرمایا ہے۔ پس اس نے آخرت اور لقاء الٰہی کو پسند کر لیا ہے۔ سامعین میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات کو تاڑ گئے اور بے ساختہ اشکبار ہو گئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ کی ہر قیمت پر حفاظت کریں گے بلکہ جان' مال اور اولاد کا نذرانہ پیش کریں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! صبرو استقلال کا دامن نہ چھوٹے۔ دیکھو! یہ جو مسجد کے صحن میں دروازے کھلتے ہیں ان سب کو بند کر دو' ماسوائے ابوبکرؓ کے دریچہ کے' وہ رفاقت و مصاحبت میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ یہ روایت مرسل ہے اس کے شواہد بیشتر موجود ہیں۔

واقدی (فردہ بن زبیر بن طوسا' عائشہ بنت سعد' ام ذر) حضرت ام سلمہ زوجہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے

کہ رسول اللہ ﷺ سر پر پٹی باندھے ہوئے گھر سے باہر آئے اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے تو لوگ منبر کے گرد و پیش جمع ہو گئے اور آپ کو گھیر لیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے' میں اب حوض پر کھڑا ہوا ہوں پھر آپ نے تشہد اور خطبہ مسنونہ کے بعد سب سے اول شہدائے احد کے لئے استغفار کیا اور فرمایا بے شک ایک بندے کو دنیا میں سدا رہنے یا اخروی نعمتوں کو پسند کرنے کے درمیان اختیار دیا گیا ہے اس نے "ماعنداللہ" اخروی نعمتوں کو پسند کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ اشکبار ہو گئے' ہم نے ان کے رونے اور آبدیدہ ہونے پر تعجب کا اظہار کیا اور آپ نے فرمایا ہم آپ پر مال باپ اور جان و مال قربان کر دیں گے۔ اس تمثیل میں "مختار" رسول اللہؐ ہی تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حالات سے' ہم سے زیادہ باخبر تھے اور رسول اللہ ﷺ ابوبکر کو کہنے لگے وقار و سکون سے رہو۔

روایت ابوسعیدؓ کی اسناد : (۱) امام احمد (ابوعامر عقدی' فلیح' سالم ابی النضر' بشر بن سعید) حضرت ابوسعید خدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا **ان اللّٰہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ماعنداللّٰہ فاختار ذلک العبد ماعنداللّٰہ فبکی ابوبکر قال فجعنا لبکائہ ان یخییر رسول اللّٰہ عن عبد فکان رسول اللّٰہ ھوالمخیر وکان ابوبکر اعلمنا بہ** (اس کا ترجمہ پہلی روایت کے مطابق ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مصاحبت و رفاقت مال و دولت کے خرچ کرنے میں ابوبکرؓ کا مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے۔ اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ لیکن اسلامی خلت و دوستی اور اس کی محبت کافی ہے۔ مسجد میں کھلنے والے دریچوں میں سے ماسوائے ابوبکرؓ کے دریچہ کے سب بند کر دیئے جائیں۔ امام بخاری نے بھی ابوعامر عقدی سے یہ روایت بیان کی ہے۔

(۲) امام احمد (یونس' فلیح' سالم بن ابی نضر' عبید بن حسنین اور بشر بن سعید) ابوسعید خدری۔

(۳) مسلم اور بخاری (فلیح اور مالک بن انس' سالم' بشیر بن سعید اور عبید بن حسنین) ابوسعید خدری۔

(۴) امام احمد (ابوالولید' ہشام' ابوعوانہ' عبدالملک' ابن ابی معلی' ابوہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز دوران خطبہ فرمایا کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں حسب خواہش رہنے یا لقاالٰہی "موت" کے درمیان اختیار دیا' اس نے ملاقات الٰہی کو موت کو پسند کر لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ تو صحابہ کرامؓ نے کہا' اس شیخ کا بلاوجہ رونا تعجب خیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو محض ایک بندے کا ذکر فرمایا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حیات جاوداں یا ملاقات رب کے درمیان اختیار دیا اور اس نے لقاء الٰہی کو پسند کر لیا۔ (بعد ازیں آشکارا ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو خوب سمجھ گئے تھے) حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا ہم آپ پر مال و دولت اور اولاد قربان کر دیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ابن ابی قحافہ کا رفاقت اور دولت صرف کرنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ ممنون ہوں اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابن ابی قحافہ کو بناتا' لیکن محبت و اخوت اور اسلامی دوستی ہی کافی ہے۔ (دوبارہ فرمایا) بے شک تمہارا صاحب --- رسول اللہ ﷺ --- اللہ عزوجل کا خلیل ہے۔ امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں۔ سند میں "ابن ابی معلیٰ" کی بجائے ابوسعید بن معلیٰ درست ہے' واللہ اعلم۔

وفات سے ۵ روز قبل بروز جمعرات : حافظ بیہقی (اسحاق بن ابراہیم' ابن راھویہ' زکریا بن عدی' عبیداللہ بن عمرورقی' زید بن ابی انیسہ' عمرو بن مرہ' عبداللہ بن حارث) حضرت جندبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ وفات سے پانچ روز قبل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ میں سے (بعض) میرے بھائی اور دوست تھے' اب میں ہر دوست کی دوستی سے برات کا اظہار کرتا ہوں۔ اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا مگر مجھے تو خدا نے خلیل بنالیا ہے جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ سابقہ اقوام اپنے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتے تھے' تم نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد اور عبادت خانہ نہ بناؤ۔ میں تمہیں اس فعل سے روکتا ہوں۔ (امام مسلم نے بھی ابن راھویہ سے یہ روایت بیان کی ہے)

وفات سے ۵ روز قبل کا خطاب بروز جمعرات تھا' جو حضرت ابن عباسؓ نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور یہ خطاب ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ امام بیہقی (ابوالحسن علی بن مقری' حسن بن محمد بن اسحاق' ابن ابی عوانہ اسفرائنی یوسف بن یعقوب صاحب المتخرج کا بیٹا' محمد بن ابی بکر' وھب بن جریر' ابوہ' یعلی بن حکیم' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرض وفات میں سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا' ابوبکرؓ سے زیادہ اپنی جان اور مال سے مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں اور میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا لیکن اسلامی خلت و دوستی افضل ہے۔ میری طرف سے ہر کھڑکی کو جو اس مسجد میں ہے بند کردو سوائے ابوبکرؓ کی کھڑکی کے۔

خلافت کی طرف اشارہ : یہ روایت امام بخاری نے (عبیداللہ بن محمد جعفی' وھب بن جریر بن حازم' جریر بن حازم) بیان کی ہے اور "سدوا عنی کل خوخه الی المسجد غیر خوخه ابی بکر" میں خلافت کی طرف اشارہ ہے کہ وہاں سے نماز کی جماعت کے لئے آسکیں۔

یہ روایت امام بخاری نے ابن عباس سے بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض موت میں سر پر چکنی پٹی باندھے' کندھوں پر چادر لپیٹے ہوئے گھر سے تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں انصار کی بابت وصیتیں تھیں اور روایت کے آخر میں بیان کیا کہ رسول اللہؐ کا منبر پر یہ آخری خطاب تھا' پھر رسول اللہؐ کی وفات ہو گئی۔

دوران خطبہ لوگوں کا اعتراف : ابن عباس سے غریب سند اور غریب الفاظ سے مروی ہے کہ امام بیہقی نے (علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید صفار' ابن ابی قماش --- محمد بن عیسیٰ --- موسیٰ بن اسماعیل ابو عمران جبلی' معن بن عیسیٰ قزاز' حارث بن عبدالملک بن عبداللہ بن اناس لیثی' قاسم بن یزید بن عبداللہ بن قسیط' ابوہ' عطاء' ابن عباس) حضرت فضلؓ بن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ کو سخت بخار تھا اور سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا اے فضل! میرا ہاتھ تھام لو' میں نے ہاتھ پکڑ لیا اور آپ منبر پر تشریف فرما ہو گئے پھر آپ نے فرمایا' اے فضل! منادی کردے' میں نے حسب دستور منادی کی تو لوگ اکٹھے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا امابعد! تم میں سے میرے وداع ہونے کا وقت قریب آگیا ہے تم مجھے اس مقام پر نہ دیکھو گے --- میں سمجھتا ہوں کہ علاوہ ازیں مجھے بے نیاز

کرنے والا کوئی نہیں کہ میں اس کو تم میں کھڑا کر دوں --- یہ عبارت مبہم ہے یا علاوہ ازیں سے مراد ابوبکر ہوں۔ (ندوی) --- سنو! میں نے جس کو پشت پر کوڑے برسائے ہیں وہ مجھ سے بدلہ لے لے' جس کا میں نے مال چھینا ہے یہ میرا مال موجود ہے وہ لے لے' جس کو میں نے گالی گلوچ دی ہے وہ بھی مجھ سے عوض لے لے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ مجھے رسول اللہؐ کی طرف سے دشمنی کا خطرہ ہے۔ سنو! دل میں دشمنی رکھنا میری عادت اور خصلت نہیں' مجھے سب سے پیارا وہ شخص ہے جو مجھ سے اپنا حق لے لے یا معاف کر دے میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح حاضر ہوں کہ کسی کا میرے ذمہ کوئی حق نہ ہو۔ یہ سن کر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا یارسول اللہ! میرے آپ کے ذمہ تین درہم ہیں تو آپ نے فرمایا میں کسی کی نہ تکذیب کرنے کے لئے تیار ہوں اور نہ حلف دیتا ہوں یہ بتاؤ میرے ذمہ کیونکر ہیں؟ تو اس نے کہا' کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک سائل آپ کے پاس سے گزرا اور آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ اس کو تین درہم دے دو۔ پھر آپ نے فضل کو کہا اسے ادا کرو' وصول کرنے کے بعد وہ بیٹھ گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سلسلہ خطاب شروع فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! جس کے پاس کچھ ضمانت کا مال ہے وہ واپس کر دے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا یارسول اللہ! میرے پاس تین درہم ہیں جو میں نے مال غنیمت سے لئے تھے۔ آپ نے پوچھا کیوں خیانت کی؟ اس نے بتایا میں ضرورت مند تھا۔ تو آپ نے فضل کو کہا' اس سے یہ لے لو' پھر رسول اللہ ﷺ نے خطاب کا سلسلہ شروع فرمایا کہ اے لوگو! جو شخص اپنے دل میں کوئی نقص محسوس کرتا ہے وہ کھڑا ہو جائے میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ چنانچہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا یارسول اللہ! میں منافق ہوں دروغ گو ہوں اور منحوس ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا اے فلاں! اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی تھی اگر تو اپنی پردہ دری نہ کرتا تو بہتر تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب! بس' بس' دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے آسان اور اھون ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی الٰہی! اس کو سچ اور ایمان و اذعان نصیب فرما اور جب یہ چاہے اس سے نحوست دور فرما۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمرؓ میرے ہمراہ ہے میں عمرؓ کے ہمراہ ہوں میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس روایت کی سند میں اور متن دونوں میں شدید غرابت موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کرنا : امام احمد (یعقوب' ابوہ' ابن اسحاق' زہری' ہشام' ابوہ' عبداللہ بن ہشام' ابوہ) عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مرض جب شدت اختیار کر گیا اور میں بھی وہاں اہل اسلام کی جماعت میں موجود تھا اور بلال نے نماز کیلئے اذان کہی تو آپؐ نے فرمایا کسی کو کہو وہ نماز پڑھائے۔ ابن زمعہ کہتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر آیا تو حضرت عمرؓ لوگوں میں موجود تھے اور حضرت ابوبکرؓ غیر حاضر تھے۔ میں نے کہا جناب عمر! لوگوں کو نماز پڑھایئے۔ حضرت عمرؓ نے تکبیر تحریمہ کہی تو رسول اللہؐ نے آپ کی آواز سنی (کیونکہ حضرت عمرؓ بلند آواز تھے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکر کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ اور مسلمان (ابوبکرؓ کے علاوہ) اور کسی کی امامت کا انکار کرتے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کو پیغام ارسال کیا' وہ آئے اور حضرت عمرؓ نماز سے

فارغ ہو چکے تھے' پھر حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

ابن زمعہؓ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت عمرؓ نے کہا' اے ابن زمعہ! افسوس تم نے کیا کیا؟ واللہ! جب تم نے مجھے امامت کے بارے کہا' میرا یہی خیال تھا کہ رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا ہوگا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں امامت نہ کراتا۔ ابن زمعہ نے عرض کیا' واللہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بارے حکم نہ دیا تھا' جب میں نے حضرت ابوبکرؓ کو موجود نہ پایا تو میں نے سمجھا کہ حاضرین میں سے آپ ہی زیادہ حقدار ہیں۔ یہ روایت امام ابوداؤد نے ابن اسحاق از زہری بیان کی ہے۔ نیز یونس بن بکیر نے (ابن اسحاق از یعقوب بن عتبہ از ابوبکر بن عبدالرحمان از عبداللہ بن زمعہ) نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد نے (احمد بن صالح' ابن ابی فدیک' موسیٰ بن یعقوب' عبدالرحمان بن اسحاق' زہری' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ) عبداللہ بن زمعہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو حجرہ سے سر باہر نکال کر غضبناک ہو کر فرمایا' **لا' لا' لا یصلی للناس الا ابن ابی قحافہ** نہ' نہ' ابن ابی قحافہ کے بغیر کوئی امامت نہ کرائے۔

نماز پر ہمیشگی اور مداومت : امام بخاری (عمر بن حفص' حفص' اعمش' ابراہیم) اسود سے بیان کرتے ہیں ہم حضرت عائشہؓ کے پاس تھے۔ نماز پر پابندی اور ہمیشہ پڑھنے کے بارے پوچھا تو بتایا کہ مرض موت میں جب نبی علیہ السلام کو نماز کا وقت آیا اور بلال نے اذان کہی تو آپؐ نے فرمایا ابوبکر کو کہو' لوگوں کو نماز پڑھائے۔ کسی نے کہا ابوبکر نرم اور کمزور دل ہیں' جب آپ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ یہ بات دوبارہ ہوئی تو آپ نے یہی فرمایا' پھر آپ نے تیسری بار فرمایا تم تو (عاقبت نا اندیش) یوسف کی ہم نشین ہو' ابوبکر کو کہو' لوگوں کو نماز پڑھائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نماز کے لئے آئے اور نبی علیہ السلام نے مرض میں کچھ افاقہ اور کمی محسوس کی تو دو آدمیوں کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے گھر سے باہر آئے' گویا میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کے پاؤں دور سے زمین پر گھسٹ رہے ہیں۔ (آپ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر) حضرت ابوبکرؓ مصلیٰ سے پیچھے ہٹنے لگے تو آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ اپنے مصلیٰ پر قائم رہو' اور رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

اعمش راوی سے دریافت ہوا کہ نبی علیہ السلام امام تھے اور ابوبکرؓ مقتدی تھے اور باقی لوگ ابوبکرؓ کی اقتدا کر رہے تھے تو اعمش نے سر کی جنبش سے بتایا جی ہاں!

بائیں پہلو : امام بخاری کا بیان ہے کہ ابوداؤد نے شعبہ سے روایت کا بعض حصہ بیان کیا ہے اور ابومعاویہ نے اعمش سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے بائیں پہلو کی سمت بیٹھے اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے۔ یہ روایت امام بخاری نے کئی ایک مقامات پر بیان کی ہے۔ مسلم' نسائی اور ابن ماجہ نے متعدد اسناد سے اعمش سے نقل کی ہے۔ من جملہ ان کے' امام بخاری نے یہ روایت (قتیبہ اور مسلم' ابوبکر بن ابی شیبہ اور یحییٰ بن یحییٰ' ابو معاویہ) اعمش سے بھی بیان کی ہے۔

حضرت عائشہؓ کی تکرار کی وجہ : امام بخاری (عبداللہ بن یوسف' مالک' ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہ

امامت کے زیادہ حقدار ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ان ایام میں نماز پڑھاتے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کچھ آرام محسوس کیا تو آدمیوں کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے نماز ظہر میں شریک ہوئے۔

جب حضرت ابوبکرؓ نے نبی ﷺ کو آتے ہوئے محسوس کیا تو پیچھے سرکنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو اور سہارا دے کر لانے والوں کو کہا کہ ابوبکرؓ کے پہلو میں بٹھا دو۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے۔ عبیداللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی مرض موت کا قصہ حضرت عائشہ کی زبانی سناؤں تو انہوں نے کہا سناؤ! میں نے ان کو یہ سارا قصہ سنایا تو پورے واقعہ کی تصدیق کرتے ہوئے پوچھا کیا حضرت عائشہؓ نے دوسرے آدمی کا جو سہارا دے رہا تھا' نام بتایا تو میں نے کہا جی نہیں تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا وہ علیؓ تھے۔

امام مسلم اور بخاری نے (احمد بن یونس از زائدہ از موسیٰ) یہ روایت بیان کی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے' رسول اللہؐ کی اقتداء کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا کر رہے تھے۔ امام بیہقی کا بیان ہے کہ اس نماز میں نبی علیہ السلام مقدم اور پیشوا تھے اور حضرت ابوبکرؓ نماز میں آپ کی اقتداء کر رہے تھے' اسود اور عروہ نے اسی طرح حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔ ارقم بن شرحبیل نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے درج ذیل روایت میں اسی طرح نقل کیا ہے

امام احمد (یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ' زکریا' ابواسحاق' ارقم بن شرحبیل) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ مرض موت میں نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کو کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر کچھ سکون محسوس کیا تو نماز کے لئے گھر سے باہر نکلے اور حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی آمد کو محسوس کر لیا تو پیچھے سرکنے لگے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "نہ سرکو" اور نبی ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور اسی آیت سے تلاوت شروع کی جو حضرت ابوبکرؓ قراءت کر رہے تھے۔

امام احمد (وکیع' اسرائیل' ابواسحاق' ارقم) ابن عباسؓ سے اس روایت سے بھی طویل بیان کرتے ہیں' اس روایت میں وکیع نے "ایک بار" یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نبی علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی۔ اور ابن ماجہ (علی بن محمد' وکیع' اسرائیل' ابواسحاق' ارقم بن شرحبیل) حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

کیا رسول اللہ ﷺ مقتدی تھے؟ : امام احمد (شبابہ بن سوار' نعیم بن ابی ہند' ابووائل' مسروق) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ امام نسائی اور ترمذی نے یہ روایت شعبہ سے بیان کی ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

امام احمد (بکر بن عیسیٰ' شعبہ بن حجاج' نعیم بن ابی ہند' ابووائل' مسروق) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ صف میں تھے۔ حافظ بیہقی (ابوالحسین بن فضل قطان' عبداللہ بن جعفر' یعقوب بن سفیان' مسلم بن ابراہیم' شعبہ' سلیمان اعمش' ابراہیم' اسود) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ یہ سند عمدہ اور جید ہے لیکن اصحاب صحاح ستہ نے

سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں فرمایا' ابوبکرؓ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ امام زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ کی معرفت' حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کی امامت کے بارے رسول اللہ ﷺ سے تکرار اور بار بار اس اندیشہ سے کہا تھا کہ لوگ ابوبکرؓ کو منحوس سمجھیں گے اور مجھے معلوم تھا کہ جو شخص بھی امامت کرائے گا لوگ اس سے بدشگونی لیں گے اور میری خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور کو امام مقرر کر دیں۔

امام مسلم (عبدالرزاق' معمر' زہری ور حمزہ بن عبداللہ بن عمر) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ **جب مرض موت میں میرے گھر تشریف لائے تو فرمایا ابوبکرؓ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ نرم دل ہیں' قرآن پڑھتے ہیں تو بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں' اگر آپ کسی اور کو مقرر کریں تو بہتر ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا مجھے یہی اندیشہ لاحق تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے مقام پر جو شخص کھڑا ہو گا لوگ اس کو منحوس تصور کریں گے۔ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے دو یا تین بار دہرائی۔ پھر آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ امامت کرائیں۔ تم تو انجام سے بے خبر' یوسف علیہ السلام کی ہم نشین ہو۔**

مسلم اور بخاری (عبدالملک بن عمیر' ابوبردہ' ابو موسیٰ) اس کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا "مروا ابابکر فلیصل بالناس" تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ابوبکرؓ نرم مزاج ہیں' جب وہ آپ کے مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ نے دوبارہ فرمایا ابوبکرؓ کو کہو' لوگوں کو نماز پڑھائے تم تو ناعاقبت اندیش ہو' یوسفؑ کی ہم نشین ہو' چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی امامت کرائی۔

ظہر میں شمولیت : امام احمد (عبدالرحمان بن مہدی' زائدہ' موسیٰ بن ابی عائشہ) عبیداللہ بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا' کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے مرض موت کے حالات بتائیں گی تو انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ سنو! رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی' آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا جی نہیں! وہ آپ کے انتظار میں ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے لئے "لگن" میں پانی ڈال دو' پھر آپ نے غسل فرمایا اور آپ کھڑے ہونے لگے تو بے ہوش ہو گئے۔ پھر افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے؟ عرض کیا جی نہیں وہ آپ کے منتظر ہیں پھر فرمایا میرے لئے طشت میں پانی رکھ دو۔ آپ نے غسل فرمایا اور کھڑے ہونے لگے تو غشی طاری ہو گئی پھر ہوش میں آئے تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے عرض کیا جی نہیں' وہ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں' آپ نے فرمایا میرے لئے طشت میں پانی ڈال دو۔ ہم نے پانی ڈال دیا اور آپ نے نہا لیا' پھر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے' پھر افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے عرض کیا جی نہیں وہ یا رسول اللہ! آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ (لوگ عشاء کی نماز میں' مسجد میں آپ کے منتظر بیٹھے تھے) پھر آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو پیغام ارسال کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور ابوبکرؓ نرم دل تھے' انہوں نے حضرت عمرؓ کو کہا آپ نماز پڑھائیں تو حضرت عمرؓ نے کہا آپ

اس کی تخریج نہیں کی۔ حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ اسی طرح حمید نے انس بن مالک سے اور یونس نے حسن سے مرسل بیان کی ہے اور پھر اس مرسل کو بہ سند ہیثم از یونس از حسن مرفوع بیان کیا ہے۔

ہیثم نے کہا کہ مجھے حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے گھر سے باہر نکلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ آپ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور اس کے دونوں کناروں کو مخالف سمت میں ڈالا ہوا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی۔

آخری نماز کیا فجر کی نماز تھی جو جماعت کے ساتھ پڑھی : بیہقی (علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید صفار' عبید بن شریک' ابن ابی مریم' محمد بن جعفر' حمید) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے آخری نماز یک چادر میں لپٹے ہوئے پڑھی۔ بقول امام ابن کثیر یہ سند جید ہے اور شرط صحیح پر ہے۔ اور صحاح ستہ میں نہیں ہے۔ (لوگوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز کی "قید" عمدہ ہے۔)

حافظ بیہقی نے (سلیمان بن بلال اور یحییٰ بن ایوب' حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی' صرف ایک چادر زیب تن تھی' اس کے دونوں دامن مخالف سمت پر ڈالے ہوئے تھے۔ جب اٹھنے لگے تو فرمایا اسامہ بن زید کو بلاؤ' وہ آیا اور اس نے آپ کی پشت مبارک کو اپنے سینہ سے لگا لیا' یہ آپ کی آخری نماز تھی۔ حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ اس روایت سے ثابت ہے کہ یہ فجر کی نماز تھی۔ بروز سوموار وفات کے روز کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز ہے۔ اس لئے کہ یہ بات محقق ہے کہ رسول اللہ ﷺ بروز سوموار چاشت کے وقت فوت ہوئے۔

حافظ بیہقی کا یہ بیان ہے اور امام مسلم نے موسیٰ بن عقبہ کے "مغازی" سے نقل کیا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ ابوالاسود نے عروہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

تعاقب : حافظ بیہقی کا یہ قول ضعیف ہے بلکہ یہ آخری نماز جو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے ہمراہ پڑھی' ایک چادر زیب تن کئے ہوئے تھے۔ (جیسا کہ دوسری روایت میں) چادر پہننے کی قید بیان ہو چکی ہے۔ اور یہ واقعہ ایک ہی ہے۔ پس مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں یہ درست نہیں کہ یہ بروز سوموار وفات کے روز صبح کی نماز ہو' کیونکہ یہ فجر کی نماز رسول اللہ ﷺ نے جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی بلکہ ضعف و ناتوانی کے باعث گھر میں پڑھی' اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جو (ابوالیمان' شعیب' زہری) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو نبی علیہ السلام کے کامل پیرو' خادم اور مصاحب تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے مرض موت میں نماز پڑھاتے تھے یہاں تک کہ سوموار کے روز لوگ نماز میں صف بستہ تھے تو نبی علیہ السلام نے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھنے لگے گویا کہ آپ کا رخ انور' مصحف کا صفحہ ہے' آپ دیکھ کر مسکرائے ہم نے خوشی اور فرحت کی وجہ سے ارادہ کیا کہ نبی علیہ السلام کے دیکھنے میں مشغول ہو جائیں اور ابوبکر پچھلے پیروں پیچھے ہٹ آئے کہ پچھلی صف میں مل جائیں اور سمجھے کہ نبی

علیہ السلام نماز کے لئے باہر تشریف لانے والے ہیں۔ پس آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو اور آپ نے پردہ ڈال لیا اور اسی روز --- سوموار --- وفات پائی' صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ روایت امام مسلم نے (سفیان بن عینہ' صبیح بن کیسان اور معمر) سے بذریعہ زہری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

آخری دیدار : امام بخاری (ابو معمر' عبدالوارث' عبدالعزیز) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مرض موت میں نبی علیہ السلام تین روز باہر نہیں نکلے' پھر ایک روز تکبیر ہوئی اور حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پردہ پکڑو' پھر آپ نے وہ پردہ اٹھایا جب نبی علیہ السلام کا چہرہ مبارک کھل کر سامنے آ گیا اور ہم نے نبی علیہ السلام کے چہرہ انور سے کوئی منظر اچھا نہیں دیکھا پھر نبی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے ابوبکر کو اشارہ کیا کہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں اور نبی علیہ السلام نے پردہ لٹکا دیا پھر آپ کا دیدار میسر نہ ہوا یہاں تک کہ آپ فوت ہو گئے اور یہ روایت امام مسلم نے (عبدالصمد بن عبدالوارث از عبدالوارث) بیان کی ہے۔

آخری نماز باجماعت : یہ نہایت واضح دلیل ہے کہ نبی علیہ السلام نے سوموار کی فجر کی نماز لوگوں کے ہمراہ نہیں پڑھی اور تین روز تک ان سے الگ رہے اور باہر نہیں نکلے۔ بنا بریں آپ کی آخری نماز لوگوں کے ہمراہ باجماعت نماز ظہر ہو گی۔ (جیسا کہ حدیث حضرت عائشہؓ میں بیان ہو چکا ہے) اور یہ جمعرات کے روز کی نماز ہو گی' ہفتہ اور اتوار کے روز کی نہ ہو گی۔ جیسا کہ امام بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ کے "مغازی" سے نقل کیا ہے اور یہ قول ضعیف ہے۔ دیگر اس وجہ سے بھی کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ لوگوں سے جمعہ' ہفتہ اور اتوار میں پورے روز منقطع رہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے ۱۷ نمازیں پڑھائیں : امام زہری نے ابوبکر بن ابو سبرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ بعض کا قول ہے کہ بیس پڑھائیں' واللہ اعلم۔ پھر سوموار کی صبح آپ ﷺ کا رخ زیبا ان کے سامنے جلوہ افروز ہوا آپ نے ان کو اپنی ایک جھلک سے الوداع کہا' قریب تھا کہ وہ اس دیدار میں نماز سے مشغول ہو جاتے' یہ صحابہ کا آخری دیدار تھا اور وہ بہ زبان حال کہہ رہے تھے جیسا کہ شاعر نے کہا۔

وكنت أرى كالموت من بين ساعة فكيف ببين كان موعده الحشر

(میں ایک لمحہ کی جدائی کو بھی موت کی مانند سمجھتا تھا' بتاؤ! اس جدائی اور فراق میں کیا حال ہو گا جس کے وصال کا وعدہ اور محشر ہے)

امام بیہقی کی توجیہ اور تعاقب : یہ بات تعجب خیز ہے کہ حافظ بیہقی نے اس حدیث کو بدون سند بیان کر کے کہا ہے کہ نبی ﷺ پہلی رکعت میں ان سے محجوب اور پردہ میں رہے' پھر دوسری رکعت کے وقت گھر سے باہر نکل کر حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز میں مشغول ہو گئے جیسا کہ عروہ اور موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے اور یہ بات حضرت انسؓ سے مخفی رہی یا انہوں نے کچھ واقعہ بیان کیا اور کچھ سے دانستہ خاموشی اختیار کی۔ یہ

توجیہ دور کی کوڑی ہے' کیونکہ حضرت انس کا بیان ہے کہ پھر میں وفات تک دیدار نہ کر سکا۔ (ایک روایت میں ہے) یہ آپ کا آخری دیدار تھا' نیز صحابی کا قول تابعی کے قول سے مقدم ہوتا ہے۔ غرضیکہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جملہ صحابہ کرام کی نماز کی امامت کے لئے منتخب کیا جو اسلام کے عملی ارکان میں سے سب سے اہم رکن ہے۔

ابوالحسن اشعری کا استدلال : نبی علیہ السلام کا حضرت ابوبکرؓ کو نماز کی امامت کے لئے مقدم کرنا ضروریات دین میں سے ایک ناگزیر امر تھا۔ اور امامت کے لئے ان کا انتخاب اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب صحابہ کرام سے زیادہ عالم اور بڑے قاری تھے کیونکہ ایک متفق علیہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کتاب اللہ کا سب سے بڑا عالم ہو وہ لوگوں کی امامت کا اہل ہے۔ اگر وہ اس بات میں مساوی ہوں تو حدیث کا بڑا عالم امامت کرائے اگر وہ اس علم میں بھی یکساں ہوں تو عمر رسیدہ شخص امامت کرائے' اگر وہ عمر میں برابر ہوں تو ان میں سے جو سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوا ہے وہ امامت کرائے۔

بقول امام ابن کثیر ابوالحسن اشعری کا یہ بیان آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ان جملہ صفات کے حامل تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نبی علیہ السلام کا ایک نماز پڑھنا ---- جیسا کہ ہم صحیح روایات میں بیان کر چکے ہیں ---- اس صحیح روایت کے منافی نہیں جس میں ہے کہ حضرت بوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کی کیونکہ یہ دوسری نماز کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ امام شافعی وغیرہ ائمہ کرام کا بیان ہے۔

ناسخ اور منسوخ کا ذکر بیٹھ کر نماز پڑھنے میں : امام مالک' امام شافعی اور بخاری ایسے اہل علم کی جماعت نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹھ کر نماز پڑھنے اور حضرت ابوبکرؓ کے کھڑا ہو کر اقتدا کرنے اور نمازیوں کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے استدلال لیا ہے کہ اس واقعہ سے وہ متفق علیہ حدیث منسوخ ہو گئی جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی کہ آپ گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئے اور آپ کے پیچھے لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ نماز سے فراغت کے بعد آپ نے ان کو بتایا بخدا اس طرح تو تم فارس اور روم کے لوگوں کی طرح قیام کرو گے جیسے وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔

اور فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو ---- اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو ---- محدثین کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں بیٹھ کر امامت کرائی اور وہ آپ کے پیچھے کھڑے تھے تو معلوم ہوا کہ پہلا فعل منسوخ ہے' واللہ اعلم۔

امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو : اس استدلال کے جواب میں لوگوں نے کسی ایک وجوہ کی بنا پر متعدد مسلک اختیار کئے ہیں "کتاب الاحکام الکبیر" میں یہ ان شاء اللہ مفصل بیان ہو گا۔ البتہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ سابقہ حکم کی بنا پر بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ جو امام تھے کی تکبیر انتقالات مقتدیوں کو

پہنچانے کیلئے کھڑے رہے۔ (۲) دراصل حضرت ابوبکرؓ امام تھے جیسا کہ بعض راویوں نے تصریح کی ہے اور وہ ادب و احترام سے رسول اللہ ﷺ سے قبل رکوع و سجود اور قیام و قعود نہ کرتے بلکہ آپ کی اقتدا کرتے گویا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے امام ہیں اور مقتدی حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا کی وجہ سے نہ بیٹھے کیونکہ وہ کھڑے تھے اور وہ اس لئے نہ بیٹھے کہ امام تھے اور نبی علیہ السلام کے رکوع و سجود اور تکبیر انتقالات مقتدیوں تک پہنچا رہے تھے' واللہ اعلم۔ (۳) بعض نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ آغاز نماز میں "قائم" امام کی اقتدا کرے تو مقتدی قائم ہی رہے اگرچہ اثناء نماز میں امام بیٹھ جائے جیسا کہ اس صورت میں ہے۔ اگر بیٹھ کر امامت کرانے والے کی اقتدا میں نماز کی ابتدا کرے تو بیٹھنا واجب ہے حدیث سابق کی وجہ سے' واللہ اعلم۔ (۴) رسول اللہ ﷺ کا یہ فعل اور "سابق حدیث" مقتدی کے قیام اور جلوس' کھڑا ہونے اور بیٹھنے کے جواز پر دلیل ہے۔ اور بے شک یہ دونوں طرح جائز ہے۔ مقتدی کا جلوس اور بیٹھنا سابق حدیث کی وجہ سے اور اس کا کھڑا ہونا آخری فعل کی وجہ سے' واللہ اعلم۔

نبی علیہ السلام کی وفات اور اس کے آثار

امام احمد (ابومعاویہ' اعمش' ابراہیم تیمی' حارث بن سوید) حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' آپ کو بخار تھا۔ میں نے چھو کر کہا یارسول اللہؐ! آپ کو تو شدید بخار ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں! مجھ کو دو آدمیوں جتنا بخار ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کو اجر بھی دہرا ملتا ہے آپ نے فرمایا بالکل' والذی نفسی بیدہ! بخدا دنیا کے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے جیسے موسم خزاں میں درخت پتوں سے صاف ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث مسلم بخاری میں متعدد طرق سے اعمش سے مروی ہے۔

مسند میں (ابو یعلی موصلی' اسحاق بن اسرائیل' عبدالرزاق' معمر' زید بن اسلم' مبہم راوی) حضرت ابوسعیدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کے جسم اطہر پر ہاتھ رکھا اور کہا واللہ میں شدت بخار کی وجہ سے آپ کے جسم اطہر پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہم انبیاءؑ کی جماعت کو جیسے دوگنا ثواب ملتا ہے ایسی ہی دوہری آزمائش اور بیماری ہوتی ہے۔ بعض نبیؑ تو جوؤں میں مبتلا ہوئے اور جوؤں نے ان کو موت میں مبتلا کر دیا اور ایک آدمی برہنگی میں مبتلا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ٹاٹ کو درمیان میں سے چیر کر قمیص بنا لیتا ہے اور انبیاء آسائش و خوشحالی کی طرح آزمائش اور خستہ حالی سے بھی خوش ہوتے ہیں' اس کی سند میں مبہم راوی قطعاً معروف نہیں' واللہ اعلم۔

بخاری و مسلم میں (سفیان ثوری' شعبہ --- بروایت مسلم --- اور جریر نے اعمش' ابووائل شقیق بن سلمہ' مسروق) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھا۔ اور امام بخاری (یزید بن الهاد' عبدالرحمان بن قاسم' قاسم) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ کی روح میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان پرواز ہوئی۔ نبی علیہ السلام کے بعد شدت وفات کو میں نے کسی کے لئے ناگوار محسوس نہیں کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ انبیاءؑ سب سے زیادہ تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں پھر نیک لوگ اور پھر درجہ بدرجہ' دین میں پختگی کے موافق مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہے جس قدر دین میں پختگی ہوتی ہے اسی قدر مصائب میں آزمائش ہوتی ہے۔

امام احمد (یعقوب' ابوہ' محمد بن اسحاق' سعید بن عبید' محمد بن اسامہ بن زید) حضرت اسامہؓ بن زیدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی مرض میں شدت پیدا ہوئی تو "جرف" سے میرے ہمراہ کئی لوگ مدینہ میں آگئے۔ میں رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کے لئے آیا تو رسول اللہ ﷺ خاموش تھے' بات نہ کرتے تھے۔ آپ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے' پھر اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ میرے لئے دعا فرما رہے ہیں۔ ترمذی نے یہ روایت (ابوکریب از یونس از ابن اسحاق) بیان کی ہے اور اس کو حسن غریب کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا آخری کلام : موطا میں امام مالک نے اسماعیل بن ابی حکیم کی معرفت عمر بن عبدالعزیز سے مرسل روایت میں بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلام تھا کہ اللہ یہود و نصاریٰ کو تباہ کرے' انہوں نے نبیوں کے مقبروں کو عبادت گاہ بنا لیا اور فرمایا جزیرہ عرب میں دو دین باقی نہ رہیں۔

بخاری و مسلم میں (زہری' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ) حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر مرض کا حملہ شدت سے ہوا تو اپنی چادر منہ پر ڈال لیتے جب سانس رک جاتا تو چادر منہ سے اٹھا دیتے اسی کیفیت میں آپ نے فرمایا "اللہ یہود و نصاریٰ پر اپنی لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے" ان کے کردار سے لوگوں کو متنبہ کر رہے تھے۔

حسن ظن : حافظ بیہقی (ابوبکر بن ابو رجاء ادیب' اصم' احمد بن عبدالجبار' ابوبکر بن عیاش' اعمش' ابوسفیان) حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے تین روز قبل از وصال سنا کہ تم اللہ تعالیٰ سے نیک گمان کرو۔ اور بعض روایات میں ہے جیسا کہ امام مسلم (اعمش' ابوسفیان' طلحہ بن نافع) حضرت جابر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کی حالت میں تم پر موت آئے (اور از ھریہ مخطوطہ میں ہے لا یومن احدکم الا وھو حسن الظن باللّٰہ تعالی) اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ظن و گمان کے موافق ہوتا ہوں اسے میرے ساتھ اچھا گمان رکھنا چاہئے۔

وصیت : امام بیہقی (حاکم' اصم' ابن اسحاق صفانی' ابو خیثمہ زہیر بن حرب' جریر' سلیمان تیمی' قتادہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ وفات کے وقت آپ کی عمومی وصیت یہ تھی۔ (نماز اور زکوٰۃ ---- وما ملکت ایمانکم ---- ادا کرو یا نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھو) آپ فرما رہے تھے کہ ان کلمات کی حلق میں غرغر کی آواز آ رہی تھی اور زبان سے ادا نہ ہو رہے تھے۔ امام نسائی (اسحاق بن راھویہ' جریر بن عبدالحمید) سلیمان تیمی سے بیان کرتے ہیں اور ابن ماجہ (ابوالاشعث' معتمر بن سلیمان) سلیمان سے نقل کرتے ہیں۔

امام احمد (اسباط بن محمد' تیمی' قتادہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نزع کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمومی وصیت تھی (الصلوۃ وماملکت ایمانکم) یہ الفاظ آپ کے حلق میں متردد تھے اور زبان سے صاف ادا نہ ہو رہے تھے۔ نسائی اور ابن ماجہ (سلیمان بن طرخان تیمی از قتادہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں اور نسائی کی ایک روایت میں ہے (قتادہ از صاحب خود از انسؓ)

امام احمد (بکر بن عیسیٰ راسبی' عمر بن فضل' نعیم بن یزید) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں ایک تھال "طشتری" لاؤں جس میں آپ ایسی تحریر لکھوا دیں گے جس کے باعث قوم گمراہی سے محفوظ رہے گی۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں مجھے آپ کی روح پرواز ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا' میں نے عرض کیا فرمایئے میں یاد رکھ لوں گا۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں نماز' زکوۃ اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ تفرد بہ احمد من ھذا الوجہ۔

سند پر بحث : (یعقوب بن سفیان' ابو نعمان محمد بن فضل' ابو عوانہ' قتادہ' سفینہ) حضرت ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عام وصیت یہ تھی کہ "الصلاۃ وما ملکت ایمانکم" یہ الفاظ آپ کے حلق میں اٹک رہے تھے اور خوب اچھی طرح سے ادا نہ ہو رہے تھے۔

اسی طرح امام نسائی (حمید بن معدہ' یزید بن زریع' سعد بن ابی عروبہ' قتادہ' سفینہ) حضرت ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں۔ حافظ بیہقی فرماتے ہیں صحیح وہ سند ہے جو (عفان' ہمام' قتادہ' ابو الخلیل' سفینہ) ام سلمہ سے مروی ہے' اسی طرح امام نسائی اور ابن ماجہ (یزید' ہمام' قتادہ' صالح ابو الخلیل' سفینہ) ام سلمہؓ سے بھی نقل کرتے ہیں۔ نیز امام نسائی (قتیبہ' ابو عوانہ' قتادہ) سفینہ سے بھی بیان کرتے ہیں پھر اس نے (محمد بن عبداللہ بن مبارک' یونس بن محمد) سفینہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

سکرات موت : امام احمد (یونس' لیث' یزید بن ھاد' موسیٰ بن سرجس' قاسم) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نزع کی حالت میں دیکھا آپ کے پاس پیالہ میں پانی تھا آپ پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرے پر پھیرتے اور فرماتے اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری اعانت فرما۔ ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ نے بھی لیث از یزید یہ حدیث بیان کی ہے۔ بقول ترمذی حسن غریب ہے۔

حضرت عائشہ ؓ سے تعلق خاطر : امام احمد (وکیع' اسماعیل' مصعب بن اسحاق) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے باعث اطمینان ہے کہ میں نے جنت میں حضرت عائشہؓ کی ہتھیلی کی سپیدی دیکھی ہے۔ تفرد بہ احمد اور اس کی سند میں کوئی مضائقہ نہیں۔

یہ روایت حضرت عائشہؓ سے نبی علیہ السلام کی بے پناہ خاطر کی دلیل ہے۔ ائمہ حدیث نے آپ کے حضرت عائشہؓ کے ساتھ قلبی تعلق کا نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان کیا ہے لیکن اس حدیث کے پایہ گاہ تک کوئی نہیں پہنچ سکا کیونکہ وہ بے حقیقت مبالغہ آمیز کلام کرتے ہیں اور یہ حدیث لامحالہ صحیح بات ہے۔

حماد بن زید (ایوب) ابن ابی ملیکہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں میرے سینے اور دگدگی کے درمیان فوت ہوئے۔ جب بیمار پڑتے تو جبرائیلؑ آپ کے لئے ایک

دعا کے ساتھ پناہ مانگتے اور میں بھی آپ کے لئے دعا کرتی۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر فرمایا "رفیق اعلیٰ میں، رفیق اعلیٰ میں" عبدالرحمان بن ابوبکر ہاتھ میں مسواک لئے ہوئے مزاج پرسی کے لئے آئے آپ نے مسواک کی طرف نگاہ کی تو میں سمجھ گئی کہ آپ اس کے طلب گار ہیں۔ چنانچہ میں نے اس سے یہ مسواک پکڑ لی اور نرم کر کے رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دی۔ آپ نے نہایت عمدہ انداز سے مسواک کی پھر مجھے آپ واپس دینے لگے تو وہ (کمزوری کے باعث) آپ کے دست مبارک سے نیچے گر گئی۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آخری دم اور آخرت کی ابتدائی زندگی میں آپ کے لعاب دہن سے میرے لعاب کی آمیزش کر دی۔ امام بخاری نے یہ روایت (سلیمان بن جریر از حماد بن زید از ایوب) بیان کی ہے۔

حافظ بیہقی نے کہا (ابوعبداللہ الحافظ، ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ در بخاری، صالح بن محمد الحافظ بغدادی، داؤد، عمرو بن زہیر ضبعی، عیسیٰ بن یونس، عمر بن سعید بن ابی حسین، ابن ابی ملیکہ) ابو عمرو ذکوان مولیٰ عائشہ نے بتایا کہ حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا انعام ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری باری کے دن میرے گھر میں، میرے سینے اور دگدگی کے درمیان فوت ہوئے اور وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے اور ان کے لعاب دہن کی آمیزش کر دی وہ یوں کہ بھائی عبدالرحمان مسواک لئے تیمار داری کے لئے آئے میں رسول اللہ ﷺ کو اپنے سینے کا سہارا دیئے ہوئے تھی، میں نے دیکھا تو آپؐ عبدالرحمان کی مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں میں تاڑ گئی کہ آپ مسواک کو پسند فرما رہے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کو دوں تو سر کے اشارہ سے "ہاں" کہا میں نے وہ نرم کر دی اور آپ نے دندان مبارک پر پھیرا، آپ کے سامنے ایک برتن میں پانی تھا آپ پانی میں ہاتھ ڈوبتے اور چہرہ پر پھیرتے اور فرماتے "لا الہ الا اللہ" بے شک موت کی سختیاں ہیں پھر آپ بائیں انگلی اٹھا کر کہنے لگے "فی الرفیق الاعلیٰ" اعلیٰ رفقاء میں۔ آپ نے انگلی اٹھائے رکھی اور فوت ہو گئے پھر آپ کا دست مبارک پانی میں پڑ گیا۔ امام بخاری نے یہ روایت از محمد از عیسیٰ بن یونس بیان کی ہے۔

آخری کلام : ابوداؤد طیالسی (شعبہ، سعد بن ابراہیم، عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ نبیؐ کو موت سے قبل دنیا میں رہنے اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام مرض موت میں مبتلا تھے کہ آپ کا گلا بیٹھ گیا، میں نے سنا آپ یہ فرما رہے تھے (۴/۶۹) ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ہم سمجھے کہ آپ کو دنیا اور آخرت کے پسند کرنے میں اختیار دیا گیا ہے۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے بروایت شعبی)

امام زہری فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر نے مجھے اہل علم کی ایک مجلس میں بتایا کہ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تندرستی کے ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ نبی کو جنت میں اس کا مقام دکھایا جاتا ہے پھر اس کو اختیار دینے کے بعد روح قبض کی جاتی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کی جان کنی کا وقت آیا آپ کا سر مبارک میرے ران پر تھا آپ پر تھوڑی دیر غشی

طاری ہوئی' پھر آپ کو افاقہ ہوا اور گھر کی چھت کی طرف دیکھنے لگے اور فرمایا یا الٰہی! رفیق اعلیٰ کے ہمراہ' میں سمجھ گئی کہ آپ پر وہ حالت طاری ہے جو تندرستی کے ایام میں بتایا کرتے تھے کہ کوئی نبی فوت نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے۔ پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے' حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے کہا آپ ہمیں اب اختیار نہ کریں گے اور آپ کا آخری کلام تھا "الرفیق الاعلیٰ" یہ روایت صحیحین میں زہری سے متعدد اسناد سے مروی ہے۔

سفیان ثوری (اسماعیل بن ابی خالد' ابو بردہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میری گود میں رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوئی' میں آپ کے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرنے اور شفا کی دعا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا "بالکل نہ" بلکہ میں تو جبرائیل میکائیل اور اسرافیل کے ہمراہ اللہ تعالیٰ سے رفاقت اعلیٰ کا طلب گار ہوں۔ (نسائی بروایت سفیان ثوری) امام بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ وغیرہ' اصم' محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم' انس بن عیاض' ہشام بن عروہ) عباد بن عبداللہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ وفات سے قبل آپ میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے کان لگا کر سنا آپ کی زبان مبارک پر تھا اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور رفیق اعلیٰ کے ہمراہ رفاقت نصیب فرما **اللّٰھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ** "متفق علیہ بروایت ہشام"

امام احمد' حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں میرے سینے اور دگدگی کے درمیان فوت ہوئے' میں نے اس معاملہ میں کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کی۔ میری کم عقلی اور نوعمری کی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ میری گود میں فوت ہوئے' پھر میں نے آپ کا سر مبارک تکیہ پر رکھ دیا اور دوسری عورتوں کے ساتھ رونے لگی۔

امام احمد (محمد بن عبداللہ بن زبیر' کثیر بن زید' مطلب بن عبداللہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب نبی کی روح قبض ہوتی ہے تو پھر وہ جنت میں اپنا مقام دیکھتا ہے' پھر اس کی طرف روح لوٹا دی جاتی ہے' پھر اس کو دنیا میں مقام رفیق اعلیٰ سے الحاق کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔ مجھے یہ بات یاد آئی' میں آپ کو سینے کا سہارا دیئے ہوئی تھی' آپ کی گردن لٹک گئی تو میں نے آپ کو دیکھا اور کہا کہ فوت ہو گئے اور آپ کا سابقہ فرمان سمجھ گئی۔ پھر میں نے آپ کی طرف دیکھا جب آپ سنبھلے اور دیکھا تو میں نے کہا واللہ! آپ ہمیں اختیار نہ کریں گے تو فرمایا رفیق اعلیٰ کے ہمراہ ان لوگوں کے ہمراہ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔ تفرد بہ احمد اور صحاح ستہ میں یہ نہیں ہے۔

خوشبو بے مثال : امام احمد (عفان' ہمام' ہشام بن عروہ' عروہ) عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ فوت ہوئے تو آپ کا سر مبارک میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان تھا اور جب آپ کی روح پرواز ہوئی تو حجرہ معطر ہو گیا' میں نے اس سے بہتر خوشبو کبھی نہیں پائی۔ یہ سند صحیح ہے اور مسلم بخاری کی شرائط کی حامل ہے۔ اور صحاح ستہ میں نہیں اور حافظ بیہقی نے اس روایت کو حنبل بن اسحاق از عفان بیان کیا ہے۔ حافظ

بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس' ابو معشر' محمد بن قیس) ابی عروہ --- تیموریہ میں ہے قیس بن ابی عروہ --- ام سلمہ سے بیان کرتے ہیں کہ جس روز رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اس روز میں نے آپ کے سینے پر ہاتھ رکھا' میں ہاتھ سے کھاتی پیتی رہی اور وضو کرتی رہی کئی ہفتہ تک میرے ہاتھ سے خوشبو نہ گئی۔

لباس بوقت وفات : امام احمد (عفان اور بہز' سلیمان بن مغیرہ' حمید بن ہلال) ابو بردہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک یمنی موٹی چادر اور کمبل پیوند لگا ہوا' ہمارے سامنے رکھا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا۔ نسائی کے علاوہ یہ روایت سب کتب میں ہے بقول ترمذی حسن صحیح ہے۔

واقعہ وفات کی قدرے تفصیل : امام احمد (بہز' حماد' ابو عمران جونی) یزید بن یابنوس سے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رفیق کے ہمراہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا' ہم نے اجازت طلب کی تو آپ نے ہمارے لئے تکیہ لگا دیا اور پردہ سرکا لیا میرے رفیق نے پوچھا اے ام المومنین! عورت عراک کی حالت میں ہو تو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا "عراک" کیا' میں نے اپنے رفیق کے کندھے پر ہاتھ مارا تو ام المومنین نے کہا نہ' تو نے اپنے برادر کو اذیت پہنچائی۔ پھر حضرت عائشہؓ نے کہا' عراک کیا؟ حیض ہے' تم وہی کہو جو لفظ قرآن میں ہے (یعنی محیض) پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ بحالت حیض مجھے گلے سے لگاتے اور میرے سر کو بوسہ دیتے' میرے اور آپ کے درمیان ایک کپڑا حائل ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے مزید کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب میرے دروازے کے پاس سے گزرتے تو کوئی بات کرتے جس سے اللہ مجھے فائدہ پہنچاتا۔ آپ ایک روز گزرے اور کوئی بات نہ کی' اس طرح ۲ یا ۳ بار ہوا۔ میں نے جاریہ کو کہا دروازہ پر میرے لئے تکیہ لگا دو اور میں نے سر پر پٹی باندھ لی۔ پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے تو پوچھا عائشہ! کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا سر میں درد ہے تو آپ نے فرمایا **انا وارأساه** میرا بھی سر پھٹا جا رہا ہے۔ آپ کچھ دیر رکے اور تشریف لے گئے (آپ متواتر بیویوں کے ہاں باری باری جاتے رہے) یہاں تک کہ آپ کو ایک چادر میں میرے ہاں لایا گیا اور آپ نے بیویوں کو پیغام بھیجا کہ میں بیمار ہوں' میں تمہارے ہاں آنے سے قاصر ہوں۔ تم مجھے اجازت دو کہ میں عائشہ کے ہاں ایام مرض بسر کروں۔ میں آپ کی تیمارداری کرتی تھی' قبل ازیں میں نے کسی کی تیمارداری نہ کی تھی۔ ایک روز آپ کا سر میرے کندھے پر تھا کہ آپ کا سر میرے سر کی طرف مائل ہوا میں نے سمجھا کہ آپ کو میرے سر سے کوئی ضرورت ہے' پھر آپ کے منہ سے ایک یخ ٹھنڈا قطرہ نکلا اور میرے جسم پہ پڑا اور مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ میں نے سمجھا کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی ہے میں نے آپ پر کپڑا ڈھانپ دیا۔

پھر عمرؓ اور مغیرہؓ بن شعبہ آئے انہوں نے اجازت طلب کی' میں اجازت دے کر خود پردہ میں چلی آئی۔ عمر نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر کہا' **واغشیاہ!** ہائے غشی! رسول اللہ ﷺ پر کس قدر سنگین غشی طاری ہے۔ پھر وہ اٹھ کر چلے گئے دروازے کے قریب ہوئے تو مغیرہ نے کہا رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ میں

نے کہا تو غلط کہتا ہے بلکہ تو ایسا شخص ہے جس کو فتنہ پامال کر دے گا' رسول اللہ ﷺ فوت نہ ہوں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ منافق لوگوں کا قلع قمع کر دے۔

پھر میرے والد ابوبکرؓ آئے' میں نے پردہ ہٹا دیا۔ آپ کو دیکھ کر ابوبکرؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں' پھر آپ سرہانے کی طرف سے آئے اور منہ جھکا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا "وانبیاہ" ہائے نبی! پھر اپنا سر اٹھایا اور منہ نیچا کر کے پیشانی کا "دوبارہ بوسہ" لیا اور کہا "واصفیاہ" ہائے برگزیدہ نبی! پھر اپنا سر اٹھایا اور منہ جھکا کر "تیسری بار" پیشانی کا بوسہ لے کر کہا "واخلیلاہ" ہائے دوست! اور کہا کہ رسول اللہؐ فوت ہو چکے ہیں اور آپ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور وہاں عمر بن خطابؓ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ فوت نہ ہوں گے تاو قتیکہ اللہ تعالیٰ منافقوں کو نیست و نابود کر دے۔

خطبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ : پھر حضرت ابوبکرؓ نے حمد و ثنا کے بعد کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۳۰/۳۰) بے شک آپ کو انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ (۳/۱۴۴) اور محمد تو ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے رسول ہو چکے ہیں تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر گزاروں کو صلہ دے گا۔ اور فرمایا جو شخص اللہ کا عبادت گزار ہے' وہ عبادت پر قائم رہے کیونکہ اللہ زندہ جاوید ہے اور جو شخص محمد ﷺ کا عبادت گزار ہے تو وہ سن لے کہ محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا' کیا یہ قرآن پاک میں ہے؟ مجھے شعور نہ تھا کہ یہ قرآن کی آیت ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا اے لوگو! یہ ابوبکر ہیں وہ مسلمانوں کو اپنی محبت میں اسیر کرنے والے ہیں' تم ان کی بیعت کرو' تم ان کی بیعت کرو' ابوداؤد اور ترمذی نے "شمائل" میں یہ روایت (مرحوم بن عبدالعزیز از ابوعمران جونی از ابن یابنوس) مختصر بیان کی ہے۔

حافظ بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' ابوبکر بن اسحاق' احمد بن ابراہیم بن سلیمان' یحییٰ بن بکیر' لیث' عقیل' زہری' ابوسلمہ' عبدالرحمان) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر اپنے "سنح" والے مکان سے گھوڑے پر سوار آئے اور مسجد میں داخل ہوئے' کسی سے بات چیت نہ کی اور حضرت عائشہؓ کے کمرہ میں چلے آئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے' آپ پر یمنی چادر ڈال دی گئی تھی۔ آپ نے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹائی' پھر جھک کر بوسہ لیا اور رو پڑے اور کہا یارسول اللہ! آپ پر میرا ماں باپ قربان! بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں میں مبتلا نہ کرے گا' جو موت آپ کا مقدر تھی وہ آپ نے برداشت کر لی۔

زہری' ابوسلمہ' کی معرفت حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ مسجد میں آئے تو حضرت عمرؓ لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا جناب عمر! بیٹھ جائیے۔ حضرت عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا' ابوبکرؓ نے پھر کہا تو پھر بھی عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا پھر حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ مسنونہ پڑھا اور لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا اما بعد! **فمن کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قدمات ومن کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حیی لا یموت قال اللّٰہ تعالٰی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل** (۳/۱۴۴) (اس کا ترجمہ ابھی گزرا ہے) بخدا! صدمہ کی وجہ سے لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ اللہ

نے یہ آیت بھی نازل فرمائی ہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی تلاوت فرمائی۔ لوگوں نے یہ آیت حضرت ابوبکرؓ سے اخذ کی' اب یہ آیت ہر ایک کی زبان زد تھی۔

امام زہری' سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا واللہ! میں نے ابوبکرؓ سے اس آیت کی تلاوت سنتے ہی سمجھ لیا کہ ان کی موت حق ہے۔ میں ہکا بکا رہ گیا' یہاں تک کہ میرے پاؤں میرے جسم کا بوجھ نہ اٹھا رہے تھے اور میں بے حواس ہو کر زمین پر گر پڑا اور جب میں نے ابوبکر کی تلاوت سنی تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ امام بخاری نے یہ روایت یحییٰ بن بکیر از لیث بیان کی ہے۔

امام بیہقی (ابن لہیعہ' ابوالاسود) عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ لوگوں کو خطاب فرما رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی موت کے قائل کو قتل اور ہاتھ پاؤں قطع کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہے' اگر آپ ہوش میں آئے تو قتل و قطع کر دیں گے۔

(عمرو بن قیس بن زائدہ بن اصم بن ام مکتوم) مسجد کے پچھلے حصہ میں تلاوت فرما رہے تھے **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل** (۳/۱۴۴) لوگ مسجد میں آہ و بکا میں مصروف تھے' دھکم پیل کر رہے تھے اور کسی کی نہ سنتے تھے۔ حضرت عباسؓ باہر آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ کسی کے پاس رسول اللہ ﷺ کی موت کے بارے علم ہو تو بتا دے سب نے کہا ہمارے پاس کوئی علم نہیں پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا کیا آپ کو کچھ معلوم ہے تو انہوں نے بھی نفی میں جواب دیا تو حضرت عباسؓ نے کہا' اے حاضرین مجلس گواہ رہو کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بارے کسی کے پاس کوئی خبر نہیں جو رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہو' بخدا' رسول اللہ ﷺ نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے۔

اس دوران حضرت ابوبکرؓ گھوڑے پر سوار "سنح" آبادی سے تشریف لائے۔ مسجد کے دروازے پر اترے اور حزین و غمگین حضرت عائشہؓ کے گھر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اجازت طلب کی تو آپ کو اجازت دی۔ آپ گھر میں آئے تو رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے تھے اور خواتین آپ کے گرد و نواح تھیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے پردہ کر لیا ماسوائے حضرت عائشہؓ کے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا۔ آپ کے بوسے لئے اور آہ و بکا کرتے رہے۔ اور فرمایا ابن خطاب کا قول بے بنیاد اور ناقابل اعتناء ہے' رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ بخدا! یا رسول اللہ ﷺ آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ آپ زندہ اور مردہ کس قدر طیب اور پاکیزہ ہیں۔ پھر آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا اور نہایت سرعت سے مسجد نبوی میں آئے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے منبر رسولؐ کے پاس پہنچ گئے اور حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کو آتا ہوئے دیکھ کر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے منبر کے پہلو میں کھڑے ہو کر حاضرین کو آواز دی۔ وہ بیٹھ گئے اور آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ نے خطبہ مسنونہ پڑھا اور کہا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو موت کی اطلاع ان کی زندگی میں کر دی تھی اور تم لوگوں کو بھی موت کی اطلاع بہم پہنچا دی ہے کہ سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی زندہ نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۳/۱۴۴) اور محمد ایک رسول ہیں' ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ آیت قرآن میں ہے؟ واللہ بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ قبل

ازیں مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ آیت قرآن پاک میں ہے۔ حالانکہ قرآن میں موجود ہے (۳۹/۳۰) بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ (۲۸/۸۸) اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ (۲۶/ ۵۵) جو زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہے گی جو بڑی شان اور عظمت والا ہے۔ (۲۱/۳۵) ہر ایک جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی عمر دراز فرمائی اور ان کو دنیا میں باقی رکھا یہاں تک کہ دین الٰہی کو قائم کیا اور اللہ کے امر کو غالب کر دیا اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اللہ کے راہ میں جہاد کیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر دیا۔ آپ نے امت کو ایسے صراط مستقیم پر گامزن کیا ہے کہ دلیل اور شفا بخش قول کے بعد ہی کوئی دانستہ راہ راست سے بھٹکے گا۔ جس کا اللہ تعالیٰ پروردگار ہے تو وہ زندہ جاوید ہے۔ اور جو شخص محمد ﷺ کا عبادت گزار ہے اور ان کو بمنزلہ خدا سمجھتا ہے تو اس کا خدا اور الٰہ ہلاک ہو چکا ہے۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑو اور اپنے رب پر توکل کرو۔ اللہ کا دین قائم رہے گا اللہ تعالیٰ کا کلام کامل ہے۔ جو شخص اس کے دین کا مددگار ہے اور اس کا حامی و ناصر ہے اور کتاب اللہ ہمارے پاس موجود ہے وہی روشنی کا مینار اور شفا بخش ہے' اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی راہنمائی فرمائی۔ اس میں حلال اور حرام کا بیان ہے۔ واللہ! ہم پر کائنات میں سے جو دشمن حملہ آور ہو گا ہم اسے پرکاہ نہیں سمجھتے اللہ کی تلواریں ابھی سونتی ہوئی ہیں ہم نے ابھی تک نیاموں میں نہیں ڈالیں۔ ہم اپنے مخالف اور دشمن سے اسی طرح جنگ کریں گے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں کیا کرتے تھے پس جو شخص ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرے گا وہ اپنی ذات پر ہی ظلم کرے گا۔ بعد ازاں مہاجرین حضرت عباسؓ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے آئے۔ پھر راوی نے تجہیز و تکفین' نماز جنازہ اور تدفین کا بیان کیا ہے جیسا کہ ہم (ابن کثیر) آئندہ بدلائل مفصل بیان کریں گے' ان شاء اللہ تعالیٰ۔

واقدی نے اپنے اساتذہ اور شیوخ سے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی موت میں شک ہوا تو بعض نے کہا وہ فوت ہو چکے ہیں اور بعض کا خیال تھا کہ وہ فوت نہیں ہوئے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا تو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں اور آپ کے کندھوں پر سے مہر نبوت رفع ہو چکی ہے۔ اور اسی وجہ سے آپ کی موت کی تصدیق ہوئی۔

"دلائل النبوہ" میں امام بیہقی نے یہ روایت بہ سند واقدی بیان کی ہے جو ضعیف ہے اور اس کے شیوخ اور اساتذہ بھی مجہول ہیں' علاوہ ازیں یہ منقطع ہے اور صحیح روایات کے خلاف ہے اور مہر نبوت کا مرفوع ہونا بھی نہایت غریب اور انوکھا مسئلہ ہے' واللہ اعلم۔

واقدی وغیرہ اہل علم نے وفات کے بارے متعدد روایات بیان کی ہیں ان میں سخت اجنبیت اور انوکھا پن پایا جاتا ہے۔ ان کی اسناد کی کمزوری اور متن حدیث کے عجوبہ پن کی وجہ سے ہم نے ان کو نظر انداز کیا ہے۔ خصوصاً متاخرین قصہ گو جو احادیث بیان کرتے ہیں وہ اکثر موضوع ہیں۔ کتابوں میں صحیح احادیث اور حسن روایات کے ہوتے ہوئے موضوع قصوں اور بے سند واقعات کی قطعاً ضرورت نہیں۔

وفات اور تدفین کے درمیانی وقفہ میں رونما ہونے والے اہم واقعات : اسلام اور مسلمانوں پر سب سے عظیم و اعلیٰ اور مبارک امر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے اور یہ کہ جس روز رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے صبح کی نماز مسلمانوں کو پڑھائی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کو غشی اور مدہوشی سے قدرے افاقہ ہوا اور آپ نے حجرہ کا پردہ سرکایا اور مسلمانوں کو ابوبکرؓ کے پیچھے نماز میں صف بستہ دیکھا اور آپ کو یہ پسند آیا اور بھلا لگا۔ آپؐ مسکرائے یہاں تک کہ اس فرحت و مسرت کی وجہ نمازیوں نے نماز ترک کرنے کا قصد کر لیا اور حضرت ابوبکرؓ پیچھے والی صف میں شامل ہونے کے لئے سرکے اور رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا کہ اسی طرح نماز میں مشغول رہو اور پردہ ڈال دیا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا آخری دیدار تھا۔

کب فوت ہوئے : نماز کے بعد حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عائشہؓ سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو افاقہ ہے۔ اور آج بنت خارجہ کی باری ہے (یہ حضرت ابوبکرؓ کی دوسری بیوی تھی جو مدینہ کے مشرق میں "سنح" مقام پر مقیم تھی) چنانچہ حضرت ابوبکرؓ گھوڑے پر سوار ہو کر سنح چلے گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ اسی روز --- سوموار --- بوقت چاشت یا زوال سے کچھ قبل فوت ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد صحابہؓ میں اختلاف برپا ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ فوت ہو چکے ہیں اور بعض کا خیال تھا کہ فوت نہیں ہوئے۔ چنانچہ سالم بن عبید، سنح میں حضرت ابوبکرؓ کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کی اطلاع دینے چلے گئے۔ وہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس گھر میں گئے، چہرہ مبارک سے پردہ اٹھایا اور بوسہ دیا اور فیصلہ کن بات کی کہ آپ فوت ہو چکے ہیں اور مسجد نبوی میں جا کر منبر کے پہلو میں کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کیا اور ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ نزاع ختم کر دیا اور اشکال رفع کر دیا اور لوگ آپ کے پاس آئے اور بعض صحابہؓ نے مسجد میں آپ کی بیعت بھی کر لی۔ بعض کے دل میں شک اور اشتباہ پیدا ہوا اور ان کے ذہن میں "انصاری خلیفہ" قائم کرنے کا جواز پیدا ہو گیا اور بعض نے انصار اور مہاجرین میں سے ایک ایک خلیفہ قائم کرنے کی تجویز پیش کی یہاں تک کہ ابوبکر صدیق نے دوٹوک فیصلہ فرمایا کہ خلافت قریش میں ہو گی چنانچہ سب لوگ ان کی طرف چلے آئے اور سب نے ان پر اتفاق کیا جیسا کہ ہم وضاحت سے بیان کریں گے۔

سقیفہ بن ساعدہ کا قصہ : امام احمد (اسحاق بن عیسیٰ طباع، مالک بن انس، زہری، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، م۹۸ھ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے ڈیرے میں چلے آئے اور میں ان کی جستجو میں تھا۔ انہوں نے مجھے اپنا منتظر پایا۔ یہ منیٰ کا واقعہ ہے، حضرت عمرؓ کے آخری ۲۳ھ حج کا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کسی نے عمرؓ کو بتایا کہ فلاں آدمی کہہ رہا ہے میں حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد فلاں شخص کی بیعت کروں گا تو عمرؓ نے کہا میں ان شاء اللہ آج پچھلے پہر خطاب کروں گا اور لوگوں کو اس گروہ سے متنبہ کروں گا جو خلافت پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ حضرت عبدالرحمانؓ نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا آپ ایسا نہ کیجئے، موسم حج میں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، ناوان اور کم فہم بھی۔ جب آپ لوگوں میں خطاب فرمائیں گے تو اسی قسم کے اکثر لوگ آپ کی مجلس میں ہوں گے۔

مجھے اندیشہ ہے کہ آپ ایک "بات" فرمائیں اور نادان لوگ اس کو لے اڑیں اور اس کا صحیح مطلب نہ سمجھیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آپ مدینہ تشریف لے چلیں یہ ہجرت گاہ اور "دارالسنة" ہے' آپ وہاں اہل علم اور اشراف مدینہ سے ملاقات کریں۔ آپ جو کہنا چاہتے ہیں اطمینان سے کہئے' وہ آپ کی بات یاد بھی رکھیں گے اور اس کو صحیح معنی اور مفہوم پر محمول کریں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا واللہ! اگر میں مدینہ بہ خیرو عافیت پہنچ گیا تو میں پہلی فرصت میں لوگوں سے یہ بات کروں گا۔ بروز جمعہ ذوالحج کے آخر میں ہم مدینہ منورہ میں آئے۔ دوپہر کے وقت ہی گرمی سردی کی پرواہ کئے بغیر میں مسجد میں چلا آیا۔ میں نے سعید بن زیدؓ کو منبر کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے پایا' میں بھی اس کے برابر بیٹھ گیا' میرا گھٹنا اس کے گھٹنے سے ملحق تھا۔ تھوڑی دیر بعد عمرؓ تشریف لے آئے میں نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ آج وہ برسر منبر ایسا مسئلہ بیان کریں گے جو قبل ازیں کسی نے نہ بیان کیا ہو۔ سعید بن زید نے یہ میری بات سن کر چنداں انکار نہ کیا اور کہا میرا خیال ہے کہ وہ ایسی بات کریں جو کسی نے بیان نہ کی ہو۔

حضرت عمرؓ کا ولولہ انگیز خطاب : چنانچہ عمرؓ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے موذن خاموش ہوا تو حمد و ثنا کے بعد فرمایا امابعد! اے لوگو! میں ایک بات کہنے والا ہوں جو میرے مقدر میں ہے' شاید میرا یہ آخری خطبہ ہو۔ جو شخص اسے سن کر یاد رکھے اور خوب سمجھ لے تو اسے وہاں تک پہنچا دے جہاں تک اس کی سواری پہنچ سکتی ہے اور جو شخص سن کر اچھی طرح یاد نہ رکھ سکے تو میں اس کو اجازت نہیں دیتا کہ مجھ پر بہتان باندھے۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور قرآن نازل فرمایا۔ اس نازل شدہ قرآن میں "آیت رجم" بھی تھی' ہم نے وہ تلاوت کی۔ اسے یاد کیا اور خوب سمجھا' رسول اللہ ﷺ نے بھی "شادی شدہ" زانی کو رجم کیا اور ہم نے بھی بعد ازاں زانی کو سنگسار کیا عرصہ دراز گزر جانے کے بعد مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی کہے کہ آیت رجم ہم قرآن مجید میں موجود نہیں پاتے اور وہ ایک "فریضہ" ترک کر کے گمراہ ہو جائیں' جو اللہ عزوجل نے قرآن میں نازل کیا ہے۔ شادی شدہ زانی مرد اور عورت کے لئے رجم ایک حق بات ہے اور قرآن پاک میں ہے۔ جب گواہ اور شاہد قائم ہوں یا اعتراف و اقرار ہو یا حمل نمودار ہو۔

خبردار! سنو! ہم تلاوت کیا کرتے تھے کہ اپنے آباء سے نفرت نہ کرو' ---- کہ کسی اور کو باپ بنا لو ---- آباء سے نفرت کرنا کفر ہے۔ اور ناشکری ہے۔ سنو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تم میری بے جا تعریف نہ کرو' جیسے ابن مریم کی تعریف میں غلو کیا گیا ہے۔ میں تو محض ایک بندہ ہوں' تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو "عبدہ و رسولہ" مجھے معلوم ہوا ہے کہ کسی نے کہا ہے کہ عمرؓ کی وفات کے بعد میں فلاں کی بیعت کروں گا۔ کوئی فریب خوردہ یہ نہ کہے کہ ابوبکرؓ کی بیعت آناً فاناً' یکایک (بغیر غور و فکر کے) ہو گئی تھی اور وہ پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ سنو! وہ اسی طرح تھی' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر و فساد سے محفوظ رکھا ---- جو اس قسم کی عجلت سے عموماً پیدا ہو جاتا ہے ---- اور تم میں آج ابوبکر جیسا کوئی شخص نہیں جس کی طرف نگاہ اٹھتی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت وہ ہم سب سے افضل اور بہتر تھے' بے شک علیؓ' زبیرؓ اور ان کے ہمنوا فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے گھر میں بیٹھے رہے اور انصار سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں بیٹھے

رہے اور اکثر مہاجر ابوبکرؓ کے پاس جمع ہو گئے۔

میں نے ابوبکرؓ کو کہا چلو انصاری بھائیوں کے پاس چلیں۔ ہم ان کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں دو نیک انسان --- بقول عروہ' عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی --- ملے۔ انہوں نے ہمیں انصار کی پوری کارروائی سنا دی۔ اور ہم سے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ ہم نے بتایا کہ ہم انصاری بھائیوں کی طرف جا رہے ہیں۔ انہوں نے مشورہ دیا کوئی ضرورت نہیں' تم ان کے قریب مت پھٹکو۔ اور اپنا معاملہ طے کر لو' اے گروہ مہاجرین! میں نے کہا واللہ! ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ ہم "سقیفہ بنی ساعدہ" میں پہنچے' وہاں سب انصار جمع تھے' ان میں ایک آدمی کمبل پوش تھا۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ معلوم ہوا کہ وہ سعد بن عبادہؓ ہے۔ میں نے پوچھا اس کو کیا ہوا ہے تو انہوں نے کہا بیمار ہے' درد میں مبتلا ہے۔

ہمارے بیٹھ جانے کے بعد انصار کے خطیب نے حمد و ثنا کے بعد کہا امابعد! ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور اسلامی لشکر ہیں اور اے مہاجرین کے گروہ! تم نبی کا قبیلہ ہو' تم میں سے ایک گروہ نکلا ہے' وہ چاہتا ہے کہ ہم کو جڑ سے کاٹ دے اور امر خلافت سے علیحدہ کر دے۔ جب وہ خاموش ہو گیا تو میں نے بات کرنے کا عزم کیا' میں نے ایک نہایت عمدہ بات اپنے دل میں سوچ رکھی تھی۔ ابوبکرؓ سے قبل میں وہ کہنا چاہتا تھا اور میں ابوبکرؓ کا احترام کرتا تھا' نرمی اور ملائمت سے پیش آتا تھا' وہ مجھ سے دانا اور باوقار تھے۔ واللہ ابوبکرؓ نے اپنے خطاب میں وہ ہر بات فی البدیہہ کہہ دی جو میں نے اپنے دل میں سوچی تھی۔ ابوبکرؓ نے حمد و ثنا کے بعد کہا امابعد! جو آپ نے اپنی خوبی بیان کی ہے واقعی تم اس کے اہل ہو باقی رہا امر خلافت تو پورا عرب قریش کو اس کا اہل سمجھتا ہے۔ وہ سارے عرب میں حسب و نسب اور قیام گاہ کے لحاظ سے افضل و برتر ہیں۔ میں نے تمہارے لئے ان دو آدمیوں سے ایک کو پسند کیا ہے اور آپ نے میرا اور ابوعبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑ کر یہ جملہ کہا

ان کے اس جملہ کے بغیر میں نے ان کے خطاب کو خوب پسند کیا۔ واللہ! مجھے سامنے کر کے میرا سر قلم کر دیا جائے اور میرا یہ اقدام گناہ کا موجب نہ ہو تو مجھے ایسی قوم کا امیر نامزد ہونے سے بہتر ہے جس میں ابوبکر ایسا متقی انسان ہو۔ الا یہ کہ موت کے وقت میرا دل ملامت کرے۔

پھر ایک انصاری --- بقول سعید بن مسیب' خباب بن منذر --- نے کہا "انا جذیلها المحکک وانا عذیقها المرجب" میں ہی ہوں درخت کا ٹُنڈ اور تنا جس سے کھجلایا جاتا ہے۔ اور میں پرمیوہ درخت کا سہارا ہوں میں صائب الرائے اور ہوشمند انسان ہوں' اے قریشیو! ایک امیر ہمارا اور ایک تمہارا۔ ابن عیسیٰ طباع نے مالک سے پوچھا "انا جذیلها المحکک وانا عذیقها المرجب" کا کیا مطلب ہے اس نے بتایا گویا وہ کہتا ہے کہ میں قوم کا نبض شناس اور رئیس ہوں۔ بعد ازیں مجلس میں شور بپا ہو گیا اور مجلس مچھلی منڈی بن گئی۔ چنانچہ اختلاف و انتشار کے خوف سے میں نے کہا اے ابوبکر! ہاتھ پھیلایئے آپ نے ہاتھ پھیلایا تو میں نے بیعت کر لی نیز سب مہاجرین نے بیعت کر لی۔ بعد ازاں انصار نے بھی بیعت کر لی اور اس ہنگامہ میں ہم نے نادانستہ طور پر سعد بن عبادہ کو پامال کر دیا۔ کسی نے کہا تم نے تو سعد کو ہلاک کر دیا میں نے

کہا اللہ نے سعد کو ہلاک کیا ہے۔

واللہ! ہم جس مقصد کے تحت حاضر ہوئے تھے' ابوبکر کی بیعت سے کوئی آسان اور مفید امر نہ پایا۔ ہمیں خطرہ تھا کہ اگر ہم بیعت کے بغیر ہی واپس چلے آئے تو وہ کسی کی بیعت کر لیں گے۔ پھر یا تو ہم ان کے امام کی بادل نخواستہ بیعت کریں یا ان کی مخالفت کریں اور فساد برپا ہو۔ سنو! جو شخص مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی امیر کی بیعت کرے گا اس کی بیعت معتبر نہ ہو گی اور نہ ہی اس امیر کی جس کی اس نے بیعت کی ہے' مبادا بے خبری میں وہ قتل کر دیئے جائیں۔ محدثین کی جماعت نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ متعدد اسناد سے مالک وغیرہ از زہری۔

امام احمد (معاویہ بن عمرو' زائدہ' عاصم --- امام احمد از حسین بن علی از زائدہ از عاصم --- زر) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت انصار نے نعرہ لگایا "منا امیر ومنکم" ایک امیر ہمارا اور ایک تمہارا تو حضرت عمرؓ نے ان کو کہا اے جماعت انصار! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کو نماز کی امامت کے لئے منتخب کیا تھا' پس بتاؤ کہ کس کا دل چاہتا ہے کہ وہ ابوبکرؓ کا مقتدا اور پیشوا ہو۔ یہ سن کر سب انصار نے کہا اللہ کی پناہ کہ ہم ابوبکرؓ سے مقدم ہوں۔

یہ روایت امام نسائی (اسحاق بن راھویہ' اور ھناد بن سری' حسین بن علی جعفی' زائدہ) از عاصم' بیان کرتے ہیں' نیز علی بن مدینی' حسین بن علی جعفی سے بیان کرتے ہیں اور ابن مدینی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مجھے صرف زائدہ از عاصم معلوم ہے' نیز امام نسائی نے (سلمہ بن نبیط' نعیم بن ابی ہند' نبیط بن شریط' سالم بن عبید) حضرت عمرؓ سے بھی اس کی مانند بیان کی ہے۔ حضرت عمرؓ سے ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

بشیر بن سعدؓ انصاری نے پہلے بیعت کی : محمد بن اسحاق (عبداللہ بن ابی بکر' زہری' عبداللہ بن عبداللہ' ابن عباس) حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ اس نے کہا اے جماعت مسلمین! بے شک رسول اللہ ﷺ کی خلافت و جانشینی کا سب سے زیادہ حق دار' دو میں سے دوسرا ہے جب وہ دونوں غار میں تھے (۹/۴۰) اور ابوبکر اسلام کی طرف سبقت لے جانے والا اور عمر رسیدہ شخص ہے۔ پھر میں نے بیعت کے لئے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ایک انصاری نے مجھ سے قبل بیعت کر لی' پھر میں نے بیعت کی اور بعد ازاں دیگر لوگوں نے۔

محمد بن سعد (عارم بن فضل' حماد بن زید' یحییٰ بن سعید) قاسم بن محمد سے سابقہ قصہ کی طرح بیان کرتے ہیں اور قبل از عمرؓ بیعت کرنے والے انصاری کا نام بتایا ہے' بشیر بن سعد' والد نعمان بن بشیر۔

حضرت ابوبکرؓ کے بیان کی درستگی اور سعدؓ کا اعتراف و اقرار : امام احمد (عفان' ابوعوانہ' داؤد بن عبداللہ ازدی) حمید بن عبدالرحمان سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مدینہ کے صائفہ میں تھے' آپ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر بوسہ دیا اور فداک ابی وامی ما اطیبک حیا ومیتا کہہ کہ بتایا کہ رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں (طویل حدیث بیان کر کے کہا) پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ انصار کے پاس آئے اور حضرت ابوبکرؓ نے خطاب شروع کیا اور انصار کے سب مناقب و محاسن اور فضائل بیان کر کے فرمایا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا تھا اگر لوگ ایک میدان اور وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا۔ اور جناب سعدؓ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا' امر خلافت کے حق دار قریش ہیں' باکردار لوگ' قریش کے باکردار اور نیک لوگوں کے تابع ہیں اسی طرح بدکردار لوگ قریش کے بدکردار لوگوں کے تابع اور فرماں بردار ہیں تو حضرت سعدؓ نے عرض کیا ہاں! آپ نے درست کہا ہے۔ انصار وزیر ہوں اور قریش امیر "نحن الوزراء وانتم الامراء"

امام احمد (علی بن عباس' ولید بن مسلم' یزید بن سعید بن ذی عضوان عبسی' عبد الملک بن عمیر لخمی) رافع طائی (جو غزوہ ذات سلاسل میں حضرت ابوبکرؓ کے رفیق تھے) سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے انصار کے بیعت کرنے کا قصہ دریافت کیا تو آپ نے انصار اور حضرت عمرؓ کی تمام گفتگو بتائی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے میری امامت کا تذکرہ کیا پھر اس وجہ سے ان سب نے میری بیعت کر لی۔ اور میں نے ان کی بیعت قبول کر لی اور مجھے کسی فتنہ کے برپا ہونے کا اندیشہ تھا اور بعد ازیں ارتداد کا۔ یہ سند نہایت قوی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے امامت محض اس وجہ سے قبول کی کہ مبادا فتنہ بپا ہو جائے۔

بیعت کب ہوئی : بقول امام ابن کثیر یہ سارا ہنگامہ بروز سوموار رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بپا ہوا' منگل کے روز صبح سویرے لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ مہاجرین اور انصار سب نے بیعت کر لی اور یہ سب رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے قبل ہوا۔ امام بخاری (ابراہیم بن موسیٰ' ہشام بن معمرؒ زہری) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دوسرے روز حضرت عمرؓ کا آخری خطاب سنا تھا جبکہ حضرت ابوبکرؓ چپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ زندہ رہیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے سارے امور سرانجام دیں گے اور ہم سے بعد تک زندہ رہیں گے۔ سنو! اگر رسول اللہ ﷺ وفات پا جائیں تو ضلالت کا اندیشہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں نور بپا کیا ہے جس سے تم راہ راست پاؤ۔ اور اسی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو ہدایت عطا فرمائی۔ سنو! ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے خاص مصاحب ہیں اور غار کے ساتھی ہیں اور جملہ مسلمانوں سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں آؤ اور ان کی بیعت کرو' سقیفہ بن ساعدہ میں قبل ازیں ایک گروہ آپ کی بیعت کر چکا تھا۔ پھر عام پبلک نے برسر منبر آپؓ کی بیعت کی۔

منبر پر بیعت کی : امام زہری' حضرت انس بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس روز سنا کہ عمرؓ ابوبکرؓ کو کہہ رہے ہیں منبر پر تشریف رکھئے۔ حضرت عمرؓ بار بار کہتے رہے تاآنکہ وہ منبر رسولؐ پر جلوہ افروز ہوئے اور عام لوگوں نے بیعت کی۔

خطاب عمر : محمد بن اسحاق' حضرت انسؓ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ "بروز سوموار" سقیفہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت ہوئی۔ دوسرے روز حضرت ابوبکر منبر پر براجمان ہوئے اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے قبل خطاب فرمایا۔ حمد و ثنا کے بعد کہا' اے لوگو! میں نے گزشتہ کل آپ سے ایک بات کہی تھی' وہ نہ کتاب اللہ میں موجود ہے اور نہ ہی مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتائی تھی۔ لیکن میرا گمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ

ہمارے امور کی تدبیر فرمادیں گے اور ہم سے آخر بعد تک زندہ رہیں گے۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے تم میں قرآن کو قائم رکھا ہے۔ جس کی بدولت رسول اللہ ﷺ کو راہ راست پر گامزن کیا۔ اگر تم بھی قرآن کو پکڑ لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری بھی رہنمائی فرماوے گا' بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے امور کو اپنے شخص کے سپرد کر دیا جو تم سے بہتر اور برتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا خاص مصاحب ہے اور دو میں سے دوسرا ہے۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ اٹھو! ان کی بیعت کرو چنانچہ بیعت سقیفہ کے بعد سب لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کرلی۔

خطاب ابوبکر رضی اللہ عنہ : بیعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حمد و ثنا کے بعد کہا' امابعد! اے لوگو! مجھے امیر المومنین کے منصب پر فائز کر دیا گیا' میں تم سے بہتر اور برتر نہیں اگر میں نیک کام کروں تو میری اعانت کرو اور اگر برا کام کروں تو مجھے راہ راست پر لاؤ' صدق امانت ہے اور کذب خیانت' ناتواں مسلمان میرے نزدیک توانا و طاقتور ہے یہاں تک کہ ان شاء اللہ میں اس کی شکایت کا ازالہ کردوں۔ اور تمہارا زبردست' میرے نزدیک کمزور اور زیردست ہے یہاں تک کہ میں ان شاء اللہ اس سے حق وصول کرلوں۔ قوم جہاد کو نظرانداز کردے گی تو اللہ تعالیٰ ان کو ذلت و رسوائی میں مبتلا کردے گا۔ جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے گی' اللہ اس کو مصائب میں گرفتار کر دے گا۔ میں جب تک اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میرے بھی تم اطاعت گزار رہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی عصیان و نافرمانی کروں تو میری اطاعت اور فرمانبرداری تم پر فرض نہیں۔ نماز کی صف بندی کے لئے اٹھو' اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ یہ سند صحیح ہے اور "ولست بخیرکم" میں تم سے بہتر اور برتر نہیں" تواضع اور کسر نفسی پر محمول ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ آپ سب مسلمانوں سے افضل اور بہتر ہیں۔

حافظ بیہقی (ابوالحسن علی بن محمد حافظ اسفرائنی' ابو علی حسین بن علی حافظ' ابوبکر بن خزیمہ اور ابن ابراہیم بن ابی طالب' میدار بن یسار' ابوہشام مخزومی' وھیب' داؤد بن ابی ہند' ابو نضرہ) حضرت ابوسعید خدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر میں اکٹھے ہوئے ان میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ انصار کے خطیب نے کہا اے حاضرین مجلس! کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے اور ان کا جانشین اور خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہو گا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے انصار اور مددگار تھے اور اب ہم ان کے خلیفہ اور جانشین کے معاون و مددگار ہیں جیسے آپؐ کے مددگار تھے۔

پھر حضرت عمرؓ نے کہا' تمہارے خطیب نے بالکل بجا کہا ہے۔ اگر تم علاوہ ازیں کچھ کہتے تو ہم تم سے بیعت نہ لیتے پھر حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ آپ کے خلیفہ ہیں ان کی بیعت کرو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ' مہاجرین اور انصار نے بیعت کی پھر حضرت ابوبکرؓ منبر پر براجمان ہوئے تو لوگوں میں حضرت زبیرؓ نہ تھے چنانچہ حضرت زبیرؓ کو بلایا وہ آئے تو انہیں کہا' اے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے اور ان کے حواری! کیا آپ مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے معذرت کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے

جانشین! الزام نہ دو' پھر انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ دوبارہ غور سے دیکھا تو حضرت علیؓ موجود نہ تھے۔ ان کو بلایا وہ آئے تو ان کو کہا' اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد اور ان کے داماد! کیا آپ کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کی جماعت میں افتراق و خلفشار پیدا ہو؟ تو انہوں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ لا تثریب' طعن و ملامت نہ کیجئے۔ چنانچہ پھر حضرت علیؓ نے بیعت کر لی۔

ابو علی حسین بن علی الحافظ کا بیان ہے کہ میں نے ابن خزیمہ سے سنا کہ امام مسلم بن حجاج نے مجھ سے اس حدیث کے بارے پوچھا تو میں نے ان کو ایک ورق پر تحریر کر دی اور پڑھ کر سنائی' یہ حدیث ایک اونٹ کے مساوی ہے بلکہ دس ہزار درہم کے۔ یہ روایت بیہقی (حاکم اور ابو محمد بن حامد مقری' اصم' جعفر بن محمد بن شاکر' عفان بن مسلم' وھیب) داؤد سے بیان کرتے ہیں اس میں انصاری خطیب کو جواب دینے والے بجائے حضرت عمرؓ کے حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ نیز اس میں ہے کہ حضرت زیدؓ بن ثابت نے بیعت کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور اس روایت میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے غور سے دیکھا تو حضرت علیؓ کو نہ پایا اور بعد ازیں حضرت زبیرؓ کی عدم موجودگی کا تذکرہ کیا ہے' واللہ اعلم۔

اس روایت کو (علی بن عاصم جریری' ابو نضرہ منذر بن مالک بن قطعہ) ابو سعید خدری سے بیان کرتے ہیں۔ سابقہ روایت کی طرح' یہ سند صحیح اور محفوظ ہے حدیث ابو نضرہ المنذر از ابو سعید خدری کی۔

حضرت علیؓ کا پہلے روز بیعت کرنا : اس میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے روز یا دوسرے روز بیعت کی۔ یہ بات حق اور سچ ہے کیونکہ حضرت علیؓ کسی وقت بھی حضرت ابو بکرؓ سے الگ نہیں رہے اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھنے سے رکے جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ نیز حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ "ذی قصہ" کے مرتدین کے خلاف برسرپیکار رہے۔

حضرت فاطمہؓ اور وراثت : لیکن حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اس وجہ سے ناراض ہو گئیں کہ یہ سمجھتی تھیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ترکہ کی وراثت کی حق دار ہیں اور ان کو اس حدیث کا علم نہ تھا جو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بتائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جماعت انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی۔ ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ "**لا نورث ماترکنا فھو صدقة**" حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس صریح نص سے حضرت فاطمہ' ازواج مطہرات اور چچا عباس رضی اللہ عنہم کو وراثت نبوی سے روک دیا۔

حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے مطالبہ کیا کہ خیبر اور فدک کی اراضی پر حضرت علیؓ کو نگران مقرر کر دیں۔ آپ نے یہ مطالبہ بھی مسترد کر دیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے جملہ اختیارات اور فرائض دینی کے وہ نائب اور قائم مقام ہیں اور وہ اس بات میں راست گو' نیک اور ہدایت یافتہ اور حق کے تابع ہیں۔ (رضی اللہ عنہ) چنانچہ اس وجہ سے ان کو خفگی اور ناراضگی ہوئی۔ آپ ایک قابل احترام خاتون "جنت" ہیں مگر معصوم نہ ہیں تاوفات حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کوئی بات چیت نہ ہوئی۔ حضرت علیؓ بھی ان کی دلداری کا کچھ احترام کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد جب آپ انتقال فرما گئیں (رضی اللہ عنہا وارضہا) اور حضرت علیؓ نے تجدید بیعت کا خیال ظاہر کیا۔ (جیسا کہ ہم صحیحین وغیرہ سے ان شاء اللہ

نقل کریں گے) اس بیعت کا جو تدفین رسول اللہ ﷺ سے قبل کی تھی۔

اس مفہوم کی صحت میں اضافہ کا موجب' مغازی میں موسیٰ بن عقبہ کا وہ قول ہے جو سعد بن ابراہیم' اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبدالرحمان بن عوف' حضرت عمرؓ کے ہمراہ تھے اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے حضرت زبیرؓ کی تلوار توڑ دی تھی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں سے معذرت کی کہ میں کبھی بھی ایک دن رات کی مختصر سی امارت و خلافت کا حریص نہ تھا اور نہ میں نے پوشیدہ اور اعلانیہ کبھی اس کے حصول کی درخواست کی ہے۔ چنانچہ مہاجرین نے آپ کی معذرت قبول کر لی۔ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے معذرت پیش کی کہ ہماری ناراضگی کا موجب صرف یہ تھا کہ ہمیں مجلس شوریٰ سے بھی نظرانداز کر دیا گیا ہے ورنہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ابو بکرؓ سب لوگوں سے زیادہ اس کے حقدار ہیں' آپ غار کے مصاحب اور رفیق ہیں' ہم آپ کے شرف اور فضل کے معترف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات میں ہی ان کو نماز کا امام مقرر کر دیا تھا۔

واضح اشارہ حکومت کی طرف : ہماری ان بیان کردہ معلومات پر جو شخص معمولی سی توجہ کرے گا اس کو واضح ہو جائے گا کہ مہاجر اور انصار سب صحابہ کرام کا حضرت ابو بکرؓ کی امارت پر اجماع تھا اور نبی علیہ السلام کے قول --- **یابی اللّٰہ والمومنون الا ابابکر** --- کی صداقت بھی الم نشرح ہو گئی اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ نبی علیہ السلام نے امت میں سے کسی خاص شخص کو خلافت کے لئے معین نہیں فرمایا اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ کو ☆ جیسا کہ اہل سنت کے ایک گروہ کا خیال ہے اور نہ حضرت علیؓ کو جیسا کہ بعض رافضیوں کا اعتقاد ہے لیکن حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ موجود ہے جس کو ہر صاحب شعور اور ذی عقل سمجھ سکتا ہے' وللہ الحمد۔

☆ تیموریہ میں ہے "**الا لابی بکر**" کہ ابو بکر کی خلافت کا اظہار کیا۔ مگر مصنف کی عبارت میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں۔

جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت عمرؓ مجروح ہوئے تو ان سے پوچھا گیا اے امیر المومنین! کیا آپ خلیفہ نامزد کریں گے تو فرمایا اگر میں خلیفہ نامزد کر دوں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ مجھ سے بہتر شخص --- حضرت ابو بکرؓ--- نے نامزد کر دیا تھا اگر میں خلیفہ مقرر نہ کروں تو (بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ) مجھ سے بہتر شخص --- رسول اللہ ﷺ--- نے مقرر نہ کیا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر کیا تو میں سمجھ گیا کہ آپ خلیفہ نامزد نہ کریں گے۔

خلیفہ مقرر نہ کیا : سفیان ثوری (عمرو بن قیس) عمرو بن سفیان سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کا لوگوں پر تسلط ہوا تو فرمایا اے لوگو! کہ رسول اللہ ﷺ نے امارت اور خلافت کے متعلق کوئی ذکر نہ فرمایا تھا حتیٰ کہ ہماری صواب دید سے ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ انہوں نے امارت کو قائم رکھا اور خود بھی راہ راست پر گامزن رہے یہاں تک وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

امام احمد (ابو نعیم' شریک' اسود بن قیس) عمرو بن سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے "یوم بقرہ" میں خطاب فرمایا۔ جب حضرت علیؓ کا غلبہ ہوا تو حضرت علیؓ نے کہا یہ خطیب اعتدال پسند ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو سابق قرار دیا اور حضرت ابوبکرؓ کو دوسرے نمبر پر اور حضرت عمرؓ کو تیسرے درجہ پر بیان کیا۔ ان کے بعد ہم فتنہ کی زد میں آگئے۔ اللہ تعالیٰ اس میں جو چاہے گا کرے گا۔

حضرت علیؓ نے بھی خلیفہ مقرر نہ کیا : بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابوبکر محمد بن احمد زکی' عبداللہ بن روح مدائنی' شبابہ بن سواد' شعیب بن میمون' حصین بن عبدالرحمان' شعبی) ابووائل سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کیا آپ خلیفہ مقرر نہ کریں گے تو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ مقرر نہیں کیا کہ میں کروں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے ساتھ بھلائی مقصود ہوئی تو وہ میرے بعد ان کو کسی اچھے آدمی پر متفق کر دے گا۔ جیسا کہ نبی علیہ السلام کے بعد بہترین شخصیت پر متفق کر دیا۔ یہ سند جید ہے اور اصحاب صحاح ستہ نے اس کو بیان نہیں کیا۔

روایت بخاری (زہری از عبداللہ بن کعب) از حضرت ابن عباسؓ میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ جب رسول اللہ ﷺ کی مزاج پرسی کر کے باہر آئے تو کسی نے پوچھا' رسول اللہ ﷺ کا مزاج معلی کیسا ہے؟ تو حضرت علیؓ نے کہا بحمد اللہ' اچھے ہیں۔ پھر حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو کہا واللہ! تین روز بعد تو محکوم اور لاٹھی کا غلام ہو گا۔ میں بنی ہاشم کے چہروں سے موت کے آثار پہچان لیتا ہوں۔ میں رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر موت کے آثار دیکھ رہا ہوں' چلو ہم آپ کے پاس چلیں اور رسول اللہ ﷺ سے خلافت کے بارے دریافت کریں یہ خلافت کن لوگوں میں ہو گی؟ اگر ہمارا حق ہوا تو معلوم ہو جائے گا۔ اگر کسی اور کا حق ہوا تو آپ اسے ہمارے بارے وصیت فرما دیں گے تو علیؓ نے کہا' میں تو آپ سے یہ مسئلہ نہ پوچھوں گا۔ واللہ! اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں محروم کر دیا تو لوگ ہمیں آپ کے بعد یہ حکومت قطعاً نہ دیں گے۔ یہ روایت محمد بن اسحاق نے زہری سے نقل کی ہے۔ اور اس میں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وفات کے روز گئے تھے اور روایت کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کافی دھوپ چڑھے فوت ہوئے۔

کوئی وصیت نہ تھی : میں (ابن کثیر) کہتا ہوں یہ بروز سوموار' رسول اللہ ﷺ کی وفات کے روز کا واقعہ ہے تو اس سے واضح ہوا کہ خلافت کے بارے رسول اللہ ﷺ کسی وصیت کے بغیر فوت ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ سب سے عظیم مصیبت تو وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور نوشت کی تحریر کے درمیان حائل ہو گئی۔ بیان ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام کا ارادہ تھا کہ ان کو ایسی تحریر لکھوا دیں جس کے بعد وہ اختلاف و انتشار سے گمراہ نہ ہوں' چنانچہ جب آپ کے پاس شور و غل زیادہ ہوا اور اختلاف بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا میرے پاس سے چلے جاؤ' جس بات کی طرف تم مجھے بلاتے ہو' میں اس سے بہتر حالت میں ہوں۔

قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اور مومن ابوبکرؓ کے سوا ہر ایک کا

انکار کرتے ہیں۔

کیا حضرت علیؓ وصی تھے : عبداللہ بن عون کی متفق علیہ روایت میں از ابراہیم تیمی از اسود سے منقول ہے کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو وصیت کی تھی تو حضرت عائشہؓ نے کہا علیؓ کو کیا وصیت کی تھی؟ آپ نے پیشاب کے لئے برتن منگوایا اور میں آپ کو سہارا دیئے ہوئی تھی' پھر آپ ذرا جھکے اور فوت ہو گئے اور مجھے بھی معلوم نہ ہوا۔ یہ لوگ کس بنیاد پر کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو آپ نے وصیت کی۔

طلحہ بن مصرف کی خام خیالی : صحیحین میں مالک بن مغول' طلحہ بن مصرف کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی تھی تو اس نے نفی میں جواب دیا میں نے اعتراض کیا تو آپ نے ہمیں وصیت کا حکم کیوں دیا ہے تو ابن ابی اوفی نے کہا کتاب اللہ کے بارے وصیت فرمائی تھی۔ طلحہ بن مصرف اور ہذیل بن شرحبیل کا بیان ہے کہ ابوبکرؓ علیؓ وصی رسول اللہ ﷺ پر بے جا مسلط ہوا' ابوبکرؓ کی خواہش تھی کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کا کوئی عہد اور پیغام مل جائے "اس کو نہ ملا" اور اس کا ناک کٹ گیا۔

تدوین حدیث : نیز صحیحین میں (اعمش از ابراہیم تیمی از ابیہ) مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے خطاب فرمایا کہ جس کو گمان ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے علاوہ کچھ اور ہے اس نے جھوٹ کہا۔ اور یہ صحیفہ تلوار پر لٹکا ہوا تھا' اس میں دیت کے اونٹوں کی عمریں اور کچھ زخموں کے بارے ہدایات تھیں۔

نیز اس میں یہ بھی مذکور تھا کہ مدینہ جبل عیر سے لے کر جبل ثور تک حرم ہے۔ اور جو شخص مدینہ میں بدعت کرے اور اس میں بدعتی کو جگہ دے اس پر اللہ' فرشتوں اور سب کائنات کی لعنت ہے۔ اللہ قیامت کے روز اس کا کوئی عمل قبول نہ کرے گا۔ جو شخص غیر باپ کی طرف منسوب ہو یا غلام اپنے آقاؤں کی طرف منسوب نہ ہو تو اس پر بھی اللہ' ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ قیامت کے روز اس کا کوئی عمل قبول نہ کرے گا۔ مسلمانوں کی پناہ اور ذمہ یکساں ہے' کمتر آدمی بھی کسی کو امن اور پناہ دے سکتا ہے جو شخص کسی مسلمان کی پناہ اور عہد کو توڑے گا اس پر اللہ' ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے روز اللہ اس کے نفلی اور فرضی عبادت قبول نہ کرے گا۔

روافض کی تردید : حضرت علیؓ کی یہ متفق علیہ روایت رافضیوں کے اس اعتبار کی تردید کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو خلافت کی وصیت کی تھی۔ اگر بات ان کے سان گمان کے مطابق ہوتی تو اسے کوئی صحابی بھی رد نہ کرتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ طاعت گزار تھے اور رسول اللہ ﷺ کے زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی سب سے زیادہ طاعت شعار تھے اور ان کے احکام کو نظر انداز نہ کرتے تھے کہ وہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے مقدم کیا ہے اس کو موخر کریں اور جس کو اپنے بیان سے موخر کیا ہے اس کو مقدم کریں' **حاشا وکلا ولما** ہرگز نہیں' ہرگز نہیں۔

حضرت علیؓ کے خلاف سازش : جو شخص صحابہ کرامؓ کے بارے یہ بدگمانی رکھتا ہے وہ ان سب کو

فسق و فجور کی طرف منسوب کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ملوث کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے احکام و اوامر کا ان کو مخالف گردانتا ہے۔ جو مسلمان اس قدر بدگمانی میں مبتلا ہو جائے تو اس نے "اسلام کی رسی کا پھندا" اور ربقہ اپنی گردن سے اتار پھینکا اور ائمہ کبار اور بڑے بڑے اماموں کے متفقہ اجماع سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اس کا قتل اور خون بہانا' شراب کے بہانے اور گرانے سے زیادہ حلال ہے۔

سوچیے غور کیجیے! اگر حضرت علیؓ کے پاس کوئی دلیل اور نص موجود ہوتی تو انہوں نے اپنی امارت و امامت کے بارے صحابہ کے خلاف یہ دلیل بطور حجت کیوں نہ پیش کی؟ اگر وہ اپنی دلیل اور حجت کے نفاذ اور اجراء پر قدرت نہ پاتے تھے تو وہ قاصر اور عاجز ہیں اور واضح رہے کہ عاجز اور ماندہ محض امارت و خلافت کے لائق نہیں ہوتا۔ اگر وہ اس پر قدرت رکھتے تھے اور اسے سرانجام نہ دیا تو وہ (معاذ اللہ) خائن قرار پاتے ہیں اور معلوم ہو کہ خیانت کرنے والا فاسق ہوتا ہے اور امارت سے معزول اور سبکدوش ہوتا ہے۔ اگر ان کو نص امامت کا علم نہ تھا تو وہ لاعلم ٹھہرتے ہیں۔ بعد ازیں اگر وصیت کا علم و عرفان ہوا ہو تو یہ افترا پردازی ہے جو محال اور ضلال ہے' جہالت کا پلندہ ہے۔ یہ بات تو جاہل' نادان' اوباش اور فریب خوردہ انسانوں کے اذہان کی پیداوار ہے' جسے شیطان ان کے اذہان میں بے دلیل و برھان آراستہ کرتا ہے بلکہ محض تحکم و بکواس اور افترا و بہتان طرازی سے ان کے ذہنوں میں آراستہ و پیراستہ کرتا ہے۔

ان جاہلوں کے پاگل پن' رسوائی اور اندھا دھند کفر سے اللہ کی پناہ اور ہم اللہ کے ساتھ' کتاب و سنت سے تمسک کی پناہ لیتے ہیں۔ اسلام اور ایمان پر وفات' ثابت قدمی اور ایمان پر قیام' اعمال کے ترازو کا پلڑا بھاری ہونے' دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کا سوال کرتے ہیں۔ بے شک وہی فیاض و کریم ہے منان اور رحیم و رحمان ہے۔

داستان گو کی تردید : حضرت علیؓ کی اس متفق علیہ حدیث میں بہت سے بازاری' دروغ گو اور جاہل داستان سرا کی تردید موجود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے علیؓ کو چند چیزوں کی وصیت فرمائی تھی اور ان اشیاء کی طویل فہرست بیان کرتے ہیں کہ اے علیؓ یہ کر اور یہ نہ کر اور جس نے یہ کیا اس کو اتنا اتنا ثواب ملے گا۔ یہ وصیتیں اکثر رکیک الفاظ اور نہایت بودے مفہوم و معانی سے مروی ہیں۔ اکثر و بیشتر تصحیف شدہ اور غلط ہیں جن کی قدر و قیمت کاغذ کی سیاہی کے بھی برابر نہیں' واللہ اعلم۔

موضوع حدیث : حافظ بیہقی (حماد بن عمرو نصیبی' یکے از کذابین و وضاعین' سری بن خلاد' جعفر بن محمد' محمد ابوہ' دادا سے) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے علی! میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں اس کو یاد رکھنا۔ جب تک تم ان کو یاد رکھو گے خیر و برکت میں رہو گے۔ اے علی مومن کی تین علامات ہیں' نماز' زکوۃ اور روزہ۔ حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ حماد نصیبی نے رغائب و آداب کے سلسلہ میں یہ طویل حدیث بیان کی ہے اور یہ حدیث موضوع ہے۔ میں نے آغاز کتاب میں بیان کیا ہے کہ موضوع حدیث (جس کا مجھے علم ہو) بیان نہیں کروں گا۔

حافظ بیہقی (حماد بن عمرو نصیبی' زید بن رفیع) مکحول شامی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

غزوہ حنین سے واپسی کے وقت حضرت علیؓ کو کہا اور آپؐ پر سورہ نصر نازل ہوئی۔ پھر حماد نصیبی نے فتنہ و فساد کے بارے ایک طویل حدیث بیان کی ہے' یہ بھی منکر اور بے بنیاد ہے' صحیح احادیث ہی کافی ہیں۔ (موضوع کی ضرورت نہیں)' وباللہ التوفیق۔

حماد نصیبی : حماد بن عمرو ابی اسماعیل نصیبی اعمش وغیرہ سے روایت بیان کرتا ہے۔ ابراہیم بن موسیٰ' محمد بن مہران اور موسیٰ بن ایوب وغیرہ اس سے روایت نقل کرتے ہیں۔ بقول یحییٰ بن معین' وہ دروغ گو راویوں میں سے ہے اور حدیث وضع کرتا ہے۔ بقول عمرو بن علی فلاس اور ابوحاتم' وہ نہایت ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ بقول ابراہیم بن یعقوب جوزجانی وہ جھوٹ بولتا ہے۔ امام بخاری کا بیان ہے کہ وہ منکر حدیث ہے۔ ابو زرعہ کا قول ہے کہ وہ کمزور اور واہی حدیث والا ہے۔ امام نسائی کا بیان ہے کہ وہ متروک ہے' محدثین اس سے روایت بیان نہیں کرتے۔ امام ابن حبان کا قول ہے کہ وہ حدیث بناتا ہے' جعلساز ہے۔ امام ابن عدی کہتے ہیں اس کی اکثر احادیث کی کوئی ثقہ راوی متابعت نہیں کرتا۔ امام دار قطنی کہتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ امام حاکم صاحب متروک کہتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے موضوع حدیث بیان کرتا ہے' وہ یک لخت ساقط اور کمزور راوی ہے۔

عجب معلومات : وہ حدیث جو حافظ بیہقی (ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ' حمزہ بن عباس عقبی دربغداد' عبداللہ بن روح مدائنی' سلام بن سلیمان مدائنی' سلام بن سلیم طویل' عبدالملک بن عبدالرحمان' حسن مقبری' اشعث بن طلیق' مرہ بن شراحیل) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی مرض شدت اختیار کر گئی تو ہم حضرت عائشہؓ کے گھر پر اکٹھے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ اور فرمایا فراق کا وقت قریب ہے۔ اور آپ نے ہمیں اپنی وفات کی خبر دی۔ پھر آپ نے فرمایا خوش آمدید' اللہ تمہیں زندہ رکھے۔ اللہ تمہیں ہدایت نصیب کرے۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو' اللہ تمہیں نفع دے اور توفیق بخشے' اللہ تمہیں راہ راست پر رکھے۔ اللہ تمہیں محفوظ رکھے' اللہ تمہاری اعانت کرے' اللہ تمہارے اعمال قبول کرے' میں تم کو اللہ سے تقویٰ اور خوف کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں میں تمہارے لئے اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کے بندوں اور علاقوں میں سرکشی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اور تمہارے لئے بیان کیا ہے۔ (۲۸/۸۳) یہ آخرت کا گھر ہم انہیں کو دیتے ہیں جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور نیک انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔ (۳۹/۶۰) کیا دوزخ میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں ہے۔

ہم نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کی اجل کب ہے؟ تو فرمایا میری اجل قریب آچکی ہے۔ اللہ سدرۃ المنتہیٰ' لبریز پیالہ اور فرش اعلیٰ کی طرف پلٹنا ہے۔ پوچھا آپ کو غسل کون دے گا یارسول اللہ ﷺ! تو بتایا میرے اہل بیت قریب سے قریب مع ان ملائکہ کے جن کو تم نہ دیکھ سکو گے۔ اور وہ تم کو دیکھ رہے ہوں گے پوچھا یارسول اللہ! کس لباس میں کفن دیں تو فرمایا میرے اسی لباس میں اگر تم چاہو' یا یمنی کپڑوں میں یا سفید مصری کپڑے میں ہم نے پوچھا' یارسول اللہ ﷺ! آپ کا نماز جنازہ کون پڑھائے' رسول اللہ ﷺ اشکبار

ہو گئے اور ہم بھی اور فرمایا ٹھہرو! اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش کرے اور تمہیں نبی کا بہتر بدلا دے' جب تم مجھے غسل دو' حنوط لگا دو' اور کفن پہنا دو تو قبر کے کنارہ پر مجھے رکھ دو۔ پھر تم تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے الگ ہو جاؤ' سب سے اول میرا نماز جنازہ میرے دو دوست اور ہم نشین جبرائیل اور میکائیل پڑھیں گے پھر اسرافیل پھر عزرائیل مع بیشتر ملائیکہ' علیہم السلام۔

میری نماز جنازہ پہلے اہل بیت پڑھیں' پھر ان کی خواتین' پھر تم لوگ فوج در فوج آؤ اور اکیلے اکیلے نماز جنازہ پڑھو۔ مجھے رونے' آواز نکالنے اور شوروغل سے اذیت نہ پہنچاؤ اور جو صحابی غائب ہے اس کو میرا سلام کہو' اور میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے سلام کہہ دیا ہے اس شخص کو جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے۔ اور اس نے دین میں میری پیروی کی امروز سے قیامت تک۔ ہم نے پوچھا آپ کو یارسول اللہ ﷺ قبر میں کون لٹکائے گا۔ تو بتایا میرے قریبی اہل بیت مع کثیر و بیشتر ملائیکہ کے جن کو تم نہیں دیکھ رہے اور وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ سلام بن سلیمان مدائنی کی متابعت احمد بن یونس نے سلام طویل سے کی ہے۔ اور اس روایت میں سلام بن سلیم طویل منفرد ہے۔

سلام طویل : میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں سلام بن مسلم یا ابن سلیم یا ابن سلیمان نام ہے اور پہلا نام اصح ہے۔ یہ تمیمی سعدی اور طویل ہے۔ یہ جعفر صادق' حمید طویل اور زید عمی وغیرہ بیشتر راویوں سے حدیث بیان کرتا ہے اور اس سے بھی ایک جماعت روایت بیان کرتی ہے۔ جس میں شامل ہیں احمد بن عبداللہ بن یونس' اسد بن موسیٰ' خلف بن ہشام بزار' علی بن جعد' قبیصہ بن عقبہ

جرح و تعدیل : علی بن مدینی' امام احمد' یحییٰ بن معین' امام بخاری' ابوحاتم ابوزرعہ' جوزجانی اور امام نسائی وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ بعض نے اس کو کاذب کہا ہے اور اکثر نے اس کو متروک کہا ہے۔

متابعت : لیکن یہ حدیث اسی طرح حافظ ابوبکر بزار نے سلام طویل کی سند کے علاوہ بھی بیان کی ہے۔ حافظ ابوبکر بزار نے (محمد بن اسماعیل احمس' عبدالرحمان بن محمد محاربی' ابن اصبھانی' مرہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ حافظ بزار کہتے ہیں کہ یہ روایت "مرہ" سے متعدد سندوں سے مروی ہے اور عبدالرحمان بن اصبھانی نے یہ روایت مرہ سے نہیں سنی' یہ روایت اس نے مرہ سے کسی واسطہ سے سنی ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ اس روایت کو کسی نے از عبداللہ از مرہ بیان کیا ہو۔

نبی علیہ السلام کی وفات کا وقت' وفات کے وقت عمر

غسل' نماز جنازہ' تدفین اور قبر کی جگہ کا بیان

بالاتفاق آپ کی وفات بروز سوموار ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ آپ کے نبیؐ کی ولادت باسعادت' نبوت سے سرفرازی' مکہ سے ہجرت کے لئے آغاز سفر مدینہ میں تشریف آوری اور وفات بروز سوموار واقع ہوئی۔ (رواہ الامام احمد و بیہقی)

حضرت ابوبکرؓ سوموار کو فوت ہوئے : سفیان ثوری (ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کس روز فوت ہوئے تھے؟ میں نے کہا بروز سوموار تو ابوبکرؓ نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی اسی روز فوت ہوں چنانچہ حضرت ابوبکرؓ بھی سوموار کو فوت ہوئے۔ (روایت بیہقی از حدیث ثوری)

امام احمد (اسود' ھریم' ابن اسحاق' عبدالرحمان بن قاسم' قاسم) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کو فوت ہوئے اور منگل کو دفن ہوئے' تفرد بہ احمد۔

مغازی میں عروہ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی مرض میں شدت پیدا ہوئی تو حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو' حضرت حفصہؓ نے حضرت عمرؓ کو' حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو پیغام بھیجا' وہ نہ پہنچ سکے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے سینہ پر فوت ہوئے۔ ان کی باری کے روز' سوموار کو' بعد از زوال' ربیع الاول میں۔

ابو یعلیٰ (ابو خیثمہ' ابن عیینہ' زہری) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ آخری بار میں نے رسول اللہ ﷺ کو سوموار کے روز دیکھا۔ آپ نے پردہ سرکایا اور نمازی حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا میں تھے۔ میں نے آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھا گویا وہ مصحف کا ورق ہے تاباں۔ نمازیوں نے نماز سے پلٹنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اشارہ کیا کہ نماز میں رہو۔ اور پردہ ڈال دیا اور اس روز کے آخر میں فوت ہوئے۔ صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات زوال کے بعد واقع ہوئی' واللہ اعلم۔

یعقوب بن سفیان (عبدالحمید بن بکار' محمد بن شعیب' صفوان' عمر بن عبدالواحد) اوزاعی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کو نصف نہار سے قبل فوت ہوئے۔

آغاز مرض ۲۲ صفر بروز ہفتہ : امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' احمد بن حنبل' حسن بن علی بزار' محمد بن عبدالاعلیٰ' معتمر بن سلیمان' سلیمان بن خرقان تیمی) "کتاب المغازی" میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۲۲ صفر کو بیمار ہوئے۔ آپ کی بیماری کا آغاز' حضرت ریحانہؓ کے پاس ہوا بروز ہفتہ اور وفات بروز سوموار ۲ ربیع

الاول' ہجرت کے دس سال بعد۔

۱۳ روز بیمار رہے : واقدی' ابو معشر' محمد بن قیس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز بدھ' مورخہ ۱۹ صفر ۱۱ھ حضرت زینبؓ بنت جحش کے گھر سخت بیمار ہوئے۔ سب ازواج مطہرات آپ کے پاس اکٹھی ہو گئیں۔ آپ ۱۳ روز بیمار رہے۔ بروز سوموار ۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں فوت ہوئے۔

۱۲ ربیع الاول : واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بروز بدھ ۲۸ صفر کو بیمار ہوئے اور بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے۔ واقدی کے کاتب محمد بن سعد صاحب طبقات کا بھی یہی اعتقاد اور جزم ہے اور منگل کے روز دفن ہوئے۔ واقدی (سعید بن عبداللہ بن ابی الابیض' مقبری' عبداللہ بن رافع) حضرت ام سلمہ سے بیان کرتے ہیں کہ میمونہؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے مرض کا آغاز ہوا۔ یعقوب بن سفیان (احمد بن یونس' ابو معشر) محمد بن قیس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۱۳ روز بیمار رہے۔ جب مرض ہلکا ہو جاتا تو خود نماز پڑھاتے ورنہ ابوبکرؓ نماز پڑھاتے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے' جس روز مدینہ میں بطور مہاجر تشریف لائے تھے۔ اور پورے دس سال مدینہ میں رہے' واقدی کا بیان ہے کہ یہی ہمارے نزدیک ثابت ہے اور واقدی کے کاتب محمد بن سعد نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے۔

یکم ربیع الاول : یعقوب بن سفیان' یحییٰ بن بکیر' لیث سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۱۰ سال بعد بروز سوموار یکم ربیع الاول کو فوت ہوئے اور اسی روز مدینہ میں بطور مہاجر آئے۔

۲۔ ربیع الاول : سعد بن ابراہیم زہری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف آوری کے دس سال بعد بروز سوموار ۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے۔ (رواہ ابن عساکر) واقدی نے ابو معشر کی معرفت محمد بن قیس سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ خلیفہ بن خیاط نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

یکم ربیع الاول : ابو نعیم الفضل بن دکین کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ یکم ربیع الاول بروز سوموار ۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ (ابن عساکر) عروہ اور موسیٰ بن عقبہ کے "مغازی" میں اس طرح کا بیان نقل کیا اور امام زہری سے بھی اسی طرح کا بیان منقول ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۲ ربیع الاول وفات : ابن اسحاق اور واقدی کا قول مشہور ہے جو واقدی نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ مجھے (ابراہیم بن یزید نے ابن طاؤس از طاؤس از ابن عباس) نیز (محمد بن عبداللہ' زہری' عروہ' عائشہ) یعنی حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار فوت ہوئے۔

ابن اسحاق (عبداللہ بن ابی بکر' ابوبکر بن حزم) سے بھی ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار وفات منقول ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ منگل کو دفن ہوئے۔

۱۰ ربیع الاول : سیف بن عمر (محمد بن عبیداللہ عرزمی' حکم' مقسم) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے وہاں بقایا ذی حج محرم اور صفر قیام فرمایا بروز

سوموار دس ربیع الاول کو فوت ہوئے۔ محمد بن اسحاق از زہری از عروہ بھی اسی طرح منقول ہے۔ اور حدیث (فاطمہ از عمرہ از عائشہ) میں اسی طرح مذکور ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ابن عباس کی روایت کے ابتدا میں ہے (لایام مضین منه) اور عائشہؓ کی روایت میں ہے۔ (بعد مامضی ایام منه)

سہیلی کا کلام اور ابن کثیر کی توجیہ : الروض الانف میں ابوالقاسم سہیلی نے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں رسول اللہ ﷺ کا یوم وفات ناممکن ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ حجتہ الوداع ۱۰ھ میں بروز جمعہ عرفات میں تھے۔ لہٰذا یکم ذوالحج بروز جمعرات ہو گا۔ پھر ذوالحج' محرم اور صفر اگر ۳۰۔۳۰ کے شمار ہوں یا ۲۹۔۲۹ کے یا بعض ۳۰ کے اور بعض ۲۹ کے کسی صورت میں بھی سوموار ۱۲ ربیع الاول کو ممکن نہیں۔ یہ اعتراض اس ۱۲ والے قول پر مشہور ہے۔ اکثر اہل علم نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔ صرف ایک جواب ہی اس اعتراض کا جواب ہو سکتا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے مطلع کا فرق ہو کہ مکی لوگوں نے ذوالحج کا چاند خمیس کو دیکھا ہو اور مدینہ والوں نے ''جمعہ'' کی رات دیکھا ہو۔

اس قول کی تائید حضرت عائشہؓ وغیرھا کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے حجتہ الوداع کے لئے ذوالقعدہ کے پانچ روز باقی رہتے ہوئے روانہ ہوئے' اس قول سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بروز ہفتہ روانہ ہوئے --- ابن حزم رحمہ اللہ کا قول درست نہیں کہ رسول اللہ ﷺ خمیس اور جمعرات کے روز روانہ ہوئے کیونکہ اس لحاظ سے ذوالقعدہ پانچ روز سے زیادہ باقی رہ جاتا ہے --- اور جمعہ کے روز روانگی قرار دینا درست نہیں کیونکہ حضرت انسؓ کا قول ہے کہ نبی علیہ السلام نے مدینہ میں چار رکعت نماز ظہر ادا کی اور عصر ذوالحلیفہ میں دوگانہ پڑھی۔ لہٰذا واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ حجتہ الوداع کے لئے بروز ہفتہ روانہ ہوئے' ذوالقعدہ کے پانچ روز باقی رہتے ہوئے بنابریں مدینہ والوں نے ذوالحج کا چاند ''جمعہ'' کی رات دیکھا اور جب مدینہ والوں کے نزدیک یکم ذوالحج جمعہ کے روز ہو اور ذوالحج' محرم' صفر سب مہینے ۳۰۔۳۰۔ کے شمار ہوں تو یکم ربیع الاول جمعرات کو آتی ہے اور بارہ ربیع الاول بروز سوموار ہو گا۔ واللہ اعلم۔

۶۳ سال عمر مبارک : صحیحین میں حدیث (مالک' ربیعہ بن ابن عبدالرحمان) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ زیادہ دراز قامت تھے نہ پست قامت نہ زیادہ سفید فام تھے نہ گندم گوں اور سر کے بال نہ گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے۔ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ مکہ میں دس سال قیام فرمایا اور مدینہ میں ۱۰ سال اور ۶۰ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ سر اور داڑھی مبارک کے بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

ابن وھب نے از عروہ از زہری از انس اسی طرح بیان کیا ہے اور قرہ بن ربیعہ از انس بھی اسی طرح منقول ہے۔ حافظ ابن عساکر کا بیان ہے کہ حدیث قرہ از زہری' غریب ہے۔ باقی رہی روایت ربیعہ از انس اس کو ایک ''جماعت'' نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ حافظ ابن عساکر (سلیمان بن بلال' یحییٰ بن سعید اور ربیعہ) انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ابن بربری اور نافع بن ابی نعیم

از ربیع از انس اسی طرح بیان کرتے ہیں لیکن محفوظ روایت "ربیعہ از انس" میں ۶۰ سال مذکور ہیں۔ ابن عساکر (مالک' اوزاعی' مسعر' ابراہیم بن طہمان' عبداللہ بن عمرؓ' سلیمان بن بلال' انس بن عیاض' دراوردی' محمد بن قیس مدنی "یہ دس راوی" ربیعہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

بیہقی (ابوالحسین بن بشران' ابو عمرو بن سماک' حنبل بن اسحاق' ابو معمر عبد اللہ بن عمرو' عبدالوارث) ابوغالب باھلی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا بعثت کے وقت رسول اللہ ﷺ کی کتنی عمر تھی؟ تو انہوں نے کہا چالیس برس۔ پوچھا پھر کیا ہوا تو انہوں نے کہا مکہ میں دس سال' مدینہ میں دس سال' جس روز آپ فوت ہوئے آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ آپ ماشاء اللہ خوب طاقتور' حسین و جمیل اور فربہ تھے۔ نیز امام احمد (عبدالصمد' عبدالوارث' ابوغالب باہلی) سے بیان کرتے ہیں۔ امام مسلم (ابوغسان محمد بن عمرو رازی لقب "زنیج" حکام بن مسلم' عثمان بن زائدہ' زبیر بن عدی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور حضرت عمرؓ بھی ۶۳ سال کی عمر میں ہی فوت ہوئے۔ (انفرد بہ مسلم) یہ روایت ۶۰ سال والی روایت کے منافی اور ضد نہیں کیونکہ عرب بکثرت کسر اور اکائی حذف کر دیتے ہیں۔

صحیحین میں (لیث بن سعد' عقیل' زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ امام زہری کا بیان ہے کہ سعید بن مسیب نے مجھے اسی طرح بتایا۔

موسیٰ بن عقبہ (عقیل' یونس بن یزید' ابن جریج' زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ امام زہری کا بیان ہے کہ سعید بن مسیب نے بھی مجھے یہی عمر بتائی۔ امام بخاری (ابونعیم' شیبان' یحییٰ بن ابی کثیر' ابی سلمہ) حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ۱۳ سال رہے اور آپ پر وحی نازل ہوتی رہی اور مدینہ میں دس سال رہے۔

مسند میں ابوداؤد طیالسی (شعبہ' ابواسحاق' عامر بن سعد' جریر بن عبداللہ) حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ' ابوبکرؓ اور عمرؓ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

اسی طرح امام مسلم نے بھی غندر از شعبہ روایت نقل کی ہے۔ یہ روایت افراد مسلم میں سے ہے۔

نکتہ : بعض راوی عامر بن سعد از معاویہ بیان کرتے ہیں کہ صحیح وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ نیز (عامر بن سعد از جریر بن عبداللہ بجلی از معاویہ' اور بہ سند عامر بن شراحیل' شعبی' جریر بن عبداللہ بجلی' معاویہ) بھی اسی طرح مروی ہے۔ ابن عساکر (قاضی ابویوسف' یحییٰ بن سعید انصاری) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ اور عمرؓ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

ابن لھیعہ (ابوالاسود' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے یوم ولادت کا ذکر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ سے بڑے تھے اور آپ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور بعد میں حضرت ابوبکرؓ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ثوری' اعمش' قاسم بن عبدالرحمان سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

امام احمد' یحییٰ بن سعید' سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر ۴۳ سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی۔ پھر مکہ میں دس سال رہے اور پھر مدینہ میں دس سال۔ یہ روایت نہایت غریب ہے اور سند صحیح ہے۔ احمد (ھیثم' داؤد بن ابی ہند) شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ تین سال تک دوبارہ وحی نازل نہ ہوئی پھر جبرائیلؑ متواتر وحی لاتے رہے۔ دس سال مکہ میں مقیم رہے' پھر مدینہ ہجرت کر کے چلے آئے اور وہیں ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ صحیح ثابت یہی ہے کہ آپ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں کہ مجاہد از شعبی اور حدیث اسماعیل بن ابی خالد میں بھی اسی طرح مروی ہے۔

صحیحین میں (روح بن عبادہ' زکریا بن اسحاق' عمرو بن دینار) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ۱۳ سال رہے اور ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ بخاری شریف میں (روح بن عبادہ' ہشام' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ مکہ میں ۱۳ سال رہے' پھر ہجرت کے بعد دس سال مدینہ میں رہے اور ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ امام احمد نے (روح بن عبادہ' یحییٰ بن سعید اور یزید بن ہارون' ہشام بن حسان' عکرمہ) حضرت ابن عباس سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابو یعلی موصلی (حسن بن عمر بن شقیق' جعفر بن سلیمان' ہشام بن حسان' محمد بن سیرین) ابن عباسؓ سے "مثل اول" بیان کرتے ہیں پھر ابو یعلی نے اس کے متعدد طرق حضرت ابن عباسؓ تک بیان کئے ہیں۔

امام مسلم (حماد بن سلمہ' ابو حمزہ) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نبوت کے بعد ۱۳ سال مکہ میں رہے اور مدینہ میں دس سال اور ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

۶۳ سال اکثریت کا مسلک : حافظ ابن عساکر (مسلم بن جنادہ' عبداللہ بن عمر' کریب) ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ نیز (ابو نضرہ از سعید بن مسیب' از ابن عباس) بھی اسی طرح منقول ہے۔ اور یہی ۶۳ سال کی عمر بوقت وفات والا قول مشہور و معروف ہے اور اکثریت کا یہی مسلک ہے۔

امام احمد (اسماعیل' خالد حذا' عمار مولی بن ہاشم) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے یہ روایت امام مسلم نے خالد حذاء از عمار بیان کی ہے۔

امام احمد (حسن بن موسیٰ' حماد بن سلمہ' عمارہ بن ابی عمار) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں بعد از نبوت پندرہ سال مقیم رہے۔ سات یا آٹھ سال صرف روشنی دیکھتے تھے اور آواز سنتے تھے۔ پھر آٹھ یا سات سال وحی نازل ہوتی رہی اور مدینہ میں دس سال مقیم رہے۔ یہ روایت امام مسلم نے حماد بن سلمہ از عمارہ بیان کی ہے۔

بہ روایت امام احمد (عفان' یزید بن زریع' یونس' عمار مولی بن ہاشم نے) حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ بروز وفات رسول اللہ ﷺ کی کتنی عمر تھی؟ ابن عباس نے کہا میرا خیال نہ تھا کہ آپ جیسے ذی علم شخص کو یہ بات

معلوم نہ ہو گی۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے کئی ایک سے دریافت کیا' مجھے اس میں وہم پیدا ہو گیا۔ اب میری خواہش تھی کہ اس مسئلہ میں آپ کا قول دریافت کروں۔ تو پوچھا کچھ حساب جانتے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا شمار کرو۔ ۴۰ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ دس سال مکہ میں امن و خوف کی حالت میں رہے اور دس سال مدینہ میں ہجرت کے بعد رہے۔

اسی طرح امام مسلم (یزید بن زریع' شعبہ بن حجاج' یونس بن عبید' عمار) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں۔

امام احمد (ابن نمیر' علاء بن صالح' منہال بن عمر) سعید بن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ پر وحی دس سال نازل ہوئی اور مدینہ میں دس سال اور اس سے اکثر' یہ روایت امام احمد کے افراوات میں سے ہے متن اور سند کے لحاظ۔ امام احمد (ہیثم' علی بن زید' یوسف بن مہران) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ تفرد بہ احمد۔

"شمائل" میں امام ترمذی (ابو یعلی موصلی' بیہقی' قتادہ' حسن بصری) دغفل بن حنظلہ شیبانی ماہر انساب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ دغفل کا رسول اللہ ﷺ سے سماع ثابت نہیں وہ عہد نبوی میں محض ایک شخص تھا۔ بقول حافظ بیہقی یہ روایت عمار وغیرہ از ابن عباس کی روایت کے موافق ہے۔

خلاصہ کلام : ابن عباس سے اکثر جماعت نے جو ۶۳ سال کی عمر نقل ہے وہ اصح اور زیادہ درست ہے۔ یہ ثقہ اور متعدد راویوں سے ہے۔ ان کی روایت عروہ از حضرت عائشہؓ حضرت انسؓ کی ایک روایت اور حضرت معاویہؓ کی صحیح روایت کے بالکل موافق ہے۔ سعید بن مسیب' عامر شعبی اور ابو جعفر محمد بن علیؓ کا بھی یہی قول ہے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں عبداللہ بن عقبہ' قاسم بن عبدالرحمان' حسن بصری اور علی بن حسین وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

عجیب و غریب اقوال : خلیفہ بن خیاط (معاذ بن ہشام' ہشام) قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۲ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ نیز یعقوب بن سفیان (محمد بن مثنی' معاذ بن ہشام' ہشام) قتادہ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں' یہ قول (زید عمی از یزید از انس) بھی منقول ہے۔

محمد بن عابد (قاسم بن حمید' نعمان بن منذر غسانی) مکحول سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۲ سال سے کچھ مزید مہینوں کے بعد فوت ہوئے۔ یعقوب بن سفیان (عبدالحمید بن بکار' محمد بن شعیب' نعمان بن منذر) مکحول سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ساڑھے باسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

سب سے عجیب روایت : امام احمد (روح' سعید بن ابی عروبہ' قتادہ) حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں آٹھ سال قرآن نازل ہوا اور مدینہ میں ۱۰ سال اگر حسن جمہور کے قول کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر ۴۰ سال کی عمر میں قرآن نازل ہوا تو ان کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر ۵۸ سال تھی۔ یہ قول نہایت غریب ہے۔ لیکن بہ سند (مسعود از ہشام بن حسان از حسن) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

۶۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

خلیفہ بن خیاط (ابوعاصم' شعث' حسن) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۴۵ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور مکہ میں دس سال رہے۔ اور مدینہ میں آٹھ سال اور ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ یہ روایت اس تفصیل سے نہایت غریب ہے' واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کے غسل کا بیان : وفات کے بعد بروز سوموار اور منگل کا کچھ دن صحابہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت میں مشغول رہے۔ بیعت کی تمہید و تکمیل کے بعد ہر مشکل مسئلہ میں حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین میں منہمک ہو گئے۔ بقول ابن اسحاق بیعت ابی بکر کے بعد بروز منگل رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین میں شروع ہوئے اور حدیث حضرت عائشہؓ میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کو فوت ہوئے اور منگل کے روز دفن کا عمل ہوا۔

ابوبکر بن ابی شیبہ (ابومعاویہ' ابوبردہ --- عمرو بن یزید تیمی کوفی --- علقمہ بن مرثد' سلیمان بن بریدہ) حضرت بریدہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے لگے تو اندر سے صدائے غیبی آئی کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص مت اتارو۔ یہ روایت ابن ماجہ نے ابومعاویہ از ابی بردہ بیان کی ہے۔

محمد بن اسحاق (یحیٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر) ابوہ عباد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے لگے تو یہ بات پیش آئی کہ معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ کو عام میت کی طرح لباس اتار کر غسل دیں یا لباس سمیت۔ جب یہ اختلاف رونما ہوا تو سب پر اونگھ طاری ہو گئی اور ہر ایک کی تھوڑی سینہ پر تھی۔ دروازے کے ایک کونہ سے پردہ غیب سے آواز آئی کہ رسول اللہ ﷺ کو لباس سمیت غسل دو۔ پھر وہ قمیص سمیت غسل دینے لگے' قمیص پر پانی ڈال کر قمیص کو آپ کے جسم اطہر پر مل رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ جو بات بعد میں معلوم ہوئی پہلے معلوم ہو جاتی تو ازواج مطہرات ہی رسول اللہ ﷺ کو غسل دیتیں۔ امام ابوداؤد نے یہ روایت ابن اسحاق سے بیان کی ہے۔

امام احمد (یعقوب' ابوہ' ابن اسحاق' حسین بن عبداللہ' عکرمہ) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے غسل کے لئے گھر میں آئے تو ان میں ماسوائے --- حضرت عباسؓ' حضرت علیؓ' حضرت فضلؓ و حضرت قثمؓ پسران حضرت عباسؓ' حضرت اسامہؓ بن زیدؓ اور صالح غلام --- کے کوئی اور نہ تھا جب غسل دینے لگے تو اوس بن خولی انصاری بدری یکے از بنی عوف بن خزرج نے کہا اے علی! میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے بارے اپنا حصہ اور حق یاد دلاتا ہوں تو حضرت علی نے کہا آجاؤ' وہ اندر آیا اور رسول اللہ ﷺ کے غسل کے وقت موجود رہا اور غسل میں شریک نہیں ہوا۔ حضرت علیؓ نے آپ کو اپنے سینے کا سہارا دیا۔ حضرت عباسؓ' فضلؓ اور قثمؓ بھی حضرت علیؓ کے ہمراہ آپ کے جسم اطہر کو الٹ پلٹ رہے تھے۔ حضرت اسامہؓ اور حضرت صالحؓ پانی ڈال رہے تھے۔ حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے اور آپ کے جسم اطہر پر عام میت کی طرح کوئی میل کچیل اور آلائش نہ تھی اور حضرت علیؓ کہہ رہے تھے' میرے ماں باپ قربان' آپ حیات و ممات میں کس قدر پاکیزہ ہیں۔ پانی اور بیری کے پتوں سے آپ کو غسل دیا

جا رہا تھا۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے جسم اطہر کو خشک کیا' پھر آپ کو عام میت کی طرح تین کپڑوں میں کفن دیا گیا دو سفید اور ایک یمنی چادر۔

ابو طلحہ نے لحد بنائی : پھر حضرت عباسؓ نے دو آدمیوں کو بلایا' ایک کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی طرف روانہ کیا جو مکہ میں صندوق نما قبر بنایا کرتے تھے اور دوسرے کو حضرت ابو طلحہؓ بن سہل انصاری کی طرف بھیج دیا جو مدینہ میں بغلی قبر تیار کیا کرتے تھے۔ حضرت عباسؓ نے ان دو آدمیوں کو روانہ کرتے وقت کہا یااللہ! اپنے نبی کے لئے تو ہی انتخاب کر۔ چنانچہ وہ گئے' حضرت ابوعبیدہؓ کا قاصد ناکام آیا اور حضرت ابو طلحہؓ کا قاصد آپؓ کو لے کر آگیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے لحد اور بغلی قبر تیار کی' انفرد بن احمد۔

حضرت علیؓ نے غسل دیا : یونس بن بکیر' منذر بن ثعلبہ' صلت بن طلبھاء سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ نبی علیہ السلام کو غسل دے رہے تھے اور حضرت علیؓ کو آواز آئی' آسمان کی طرف نگاہ اٹھا یہ منقطع روایت ہے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں بعض "اہل سنن" نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی! تو اپنا ران برہنہ نہ کر' اور نہ کسی زندہ اور میت کے ران کو دیکھ۔ اس حدیث میں خود نبی علیہ السلام کو اپنی ذات کے متعلق بتانا مقصود تھا۔

حافظ بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' محمد بن یعقوب' یحیٰی بن محمد بن یحیٰی' ضمرہ' عبدالواحد بن زیاد' معمر' زہری) سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا' میں نے آپ پر عام میت کی طرح کوئی میل کچیل اور آلائش نہ پائی اور آپ زندگی اور موت دونوں حالات میں پاکیزہ تھے۔ امام ابوداؤد نے اس کو مراسیل میں اور امام ابن ماجہ نے معمر از زہری بیان کیا ہے۔

حافظ بیہقی نے اپنی روایت میں اضافہ کیا ہے کہ سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ آپ کی تدفین میں عباس' علی' فضل اور صالح مولی رسول اللہ ﷺ (رضوان اللہ علیہم) معروف رہے اور آپ کے لئے لحد تیار کی اور لحد پر خام اینٹیں نصب کیں۔ اسی طرح متعدد تابعین سے مذکور ہے جن میں عامر شعبی' محمد بن قیس اور عبداللہ بن قیس وغیرہ شامل ہیں یہ روایات مختلف الفاظ سے منقول ہیں جن کا یہاں درج کرنا طوالت کا باعث ہے۔

حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ ابو عمرو بن کیسان نے یزید بن بلال سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی کہ میں ہی آپؐ کو غسل دوں۔ جو شخص میرے ستر کو دیکھے گا اس کی بینائی سلب ہو جائے گی۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ اور اسامہؓ پردہ کے پیچھے سے مجھے پانی دے رہے تھے' میں آنحضورؐ کے جس عضو کو الٹنے کے لئے پکڑتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے ہمراہ تیس آدمی اس کو پلٹ رہے ہیں تاآنکہ میں آپ کے غسل سے فارغ ہو گیا۔ اس حدیث کو ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں اس سند سے بیان کیا ہے ابوبکر بزار (محمد بن عبدالرحیم' عبدالصمد بن نعمان' کیسان ابو عمر' یزید بن بلال) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں **اوصانی النبی علیہ السلام ان لا یغسلہ احد غیری فانہ لا یری احد عورتی الا**

طمست عيناه قال علي' فكان العباس واسامة ينا ولانى الماء من وراء الستر' قلت هذا غريب جدا

چاہ غرس کے پانی سے غسل : حافظ بیہقی (محمد بن موسیٰ بن فضل' اصم' اسید بن عاصم' حسین بن حفص' سفیان' ابن جریج' محمد بن علی) ابو جعفر سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو بیری والے پتوں کے پانی سے تین بار غسل دیا گیا۔ قمیص سمیت غسل دیا گیا۔ غرس کنوئیں کے پانی سے غسل دیا گیا جو قباء میں سعد بن خیثمہ کا کنواں تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کنوئیں کا پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے اور حضرت فضلؓ آپؐ کو سہارا دیئے ہوئے تھے اور حضرت عباسؓ پانی بہا رہے تھے۔ اور فضل کہہ رہے تھے کہ مجھے آرام دے اور میرا ہاتھ ہٹا تو نے میری رگ جان کاٹ دی ہے۔ میں ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ مجھ پر بوجھ گر رہا ہے۔

واقدی (عاصم بن عبداللہ حکمی) عمر بن عبدالحکم سے بیان کرتے ہیں کہ غرس کنواں اچھا ہے۔ یہ جنت کے چشموں میں سے ہے' اس کا پانی عمدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پینے کے لئے اس کنوئیں سے پانی لایا جاتا تھا اور آپ کو اسی کے پانی سے غسل دیا گیا۔

سیف بن عمر (محمد بن عون' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ قبر تیار ہو گئی اور نمازی ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ کے غسل کی تیاری کی' گھر کے اندر آپ کے جسم اطہر کے گرد باریک یمنی چادروں کا پردہ تان دیا۔ حضرت علیؓ اور فضلؓ کو پردہ کے اندر بلا لیا جب ان کو پانی دینے کے لئے گئے تو ابو سفیان بن حارث کو بلا کر اندر داخل کر لیا۔ بنی ہاشم کے دیگر رجال پردہ کے پیچھے تھے۔ انصار نے حضرت عباسؓ سے مطالبہ کیا تو اوس بن خولی انصاری بدری کو پردہ کے اندر داخل کر لیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

سیف (ضحاک بن یربوع حنفی' ماہان حنفی) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ پردہ تان کر حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ' فضلؓ' ابو سفیانؓ بن حارث اور اسامہؓ کو پردہ کے اندر بلا لیا۔ بنی ہاشم نے دیگر افراد گھر میں پردہ کے باہر تھے۔ اس اثنا ان پر اونگھ طاری ہو گئی تو کسی کی آواز سنی کہ رسول اللہ ﷺ کو غسل مت دو' وہ طاہر اور پاکیزہ ہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا کیوں نہ دیں۔ دیگر اہل بیت نے کہا آپ کو غسل نہ دو۔ اس نے درست کہا ہے تو حضرت عباسؓ نے جواب دیا ایک مجہول آواز کی وجہ سے ہم سنت نہ ترک کریں گے۔ ان پر دوبارہ اونگھ طاری ہو گئی تو کسی نے ان کو آواز دی کہ آپ کو لباس سمیت غسل دو۔ یہ سن کر اہل بیت نے کہا' نہ' اور حضرت عباسؓ نے کہا ہاں' ہاں۔ چنانچہ وہ لوگ آپ کو لباس سمیت غسل دینے لگے کہ آپ قمیص زیب تن کئے ہوئے تھے اور صدری کھلی ہوئی تھی۔ آپ کو خالص پانی سے غسل دیا۔ پھر آپ کے جوڑوں اور سجدہ کے مقامات پر کافور لگایا اور آپ کی قمیص اور صدری کو نچوڑ کر خشک کر دیا گیا' پھر آپ کو کفن میں لپیٹ دیا گیا۔ پھر آپ کو عود اور ندا خوشبو کی دھونی دی۔ پھر آپ کو چارپائی پر لٹا کر کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ اس روایت میں نہایت درجہ غرابت ہے۔

نبی علیہ السلام کے کفن کا بیان : امام احمد (ولید بن مسلم' اوزاعی' زہری' قاسم) حضرت عائشہؓ سے بیان

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یمنی چادر میں لپیٹا گیا پھر وہ آپ سے جدا کر دی گئی۔ قاسم کا بیان ہے کہ اس کپڑے کا بقایا حصہ اب تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔ (یہ سند شیخین کی شرط پر ہے۔ اس روایت کو امام ابوداؤد نے امام احمد سے روایت کیا ہے۔ اور امام نسائی نے احمد بن مثنی اور مجاہد بن موسیٰ سے بیان کیا ہے اور ان سب نے ولید بن مسلم سے روایت کیا ہے)

امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی (مالک' ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سحولی --- یمن کی ایک بستی میں تیار شدہ --- سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا' کفن میں قمیص اور عمامہ تھا۔ (امام بخاری نے یہ روایت اسماعیل بن ادریس کی معرفت مالک سے بیان کی ہے)

امام احمد (سفیان' ہشام' عروہ) عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سحولی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ امام مسلم نے یہ روایت سفیان بن عیینہ سے نقل کی ہے اور امام بخاری نے ابو نعیم کی معرفت سفیان ثوری سے بیان کی ہے۔ اور یہ دونوں سفیان' ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد (قتیبہ' حفص بن غیاث' ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یمن کے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اس میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے کہا کہ کفن میں دو کپڑے اور یمنی چادر تھی تو حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ یمنی چادر لائی گئی تھی لیکن انہوں نے واپس کر دی اور کفن میں شامل نہ کی۔ امام مسلم نے بھی ابوبکر بن ابی شیبہ کی معرفت حفص بن غیاث سے یہ روایت بیان کی ہے۔ امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' ابوالفضل محمد بن ابراہیم' احمد بن مسلم' ہناد بن سری' ابومعاویہ' ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو روئی کے تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا کفن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔

باقی رہا چادروں کا جوڑا اور "حلہ" تو اس میں لوگوں کو وہم ہو گیا' وہ میں نے آپ کے کفن کے لئے خریدا تھا۔ پھر اس میں کفن نہ دیا گیا اور عبداللہ بن ابی بکر نے اس کو لے لیا کہ اس کو یہ کفن دیا جائے پھر اس نے کہا' اگر یہ حلہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا تو نبی علیہ السلام کے کفن میں استعمال ہوتا پھر اس نے یہ حلہ فروخت کر کے قیمت فی سبیل اللہ خرچ کر دی۔ صحیح مسلم میں یہ روایت یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ کی معرفت ابومعاویہ سے مروی ہے۔

کیا کفن سسرال کا حق ہے؟ : بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' ابومعاویہ' ہشام' عروہ) حضرت عائشہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو عبداللہ بن ابی بکر کے یمنی چادر میں کفن دیا گیا پھر وہ چادر علیحدہ کر دی گئی تو عبداللہ بن ابوبکر نے اپنے کفن کے لئے اس کو مختص کر لیا بعد ازاں اس نے کہا میں اس چادر کو اپنے کفن کے لئے مختص نہیں کرتا جس کو اللہ نے اپنے نبیؐ کے کفن میں استعمال کرنے سے روک دیا ہے پھر عبداللہ نے اس کو فروخت کر کے قیمت صدقہ میں دے دی۔

امام احمد (عبدالرزاق' معمر' زہری' عروہ) عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ امام نسائی نے اس کو اسحاق بن راھویہ کی معرفت عبدالرزاق سے بیان کیا ہے۔ امام

احمد (مسکین بن بکیر' سعید بن عبدالعزیز' مکحول' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین یمنی چادروں میں کفن دیا گیا۔ "انفرد بہ احمد"

ابو یعلی موصلی (سہل بن حبیب انصاری' عاصم بن ہلال' مسجد ایوب کا امام' ایوب' نافع) ابن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

سفیان (عاصم بن عبداللہ' سالم) حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اور بعض روایات میں ہے دو ہلکے سرخ رنگ کے کپڑے اور ایک یمنی چادر۔

امام احمد (ابن ادریس' یزید' مقسم) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا' اس قمیص میں جس میں فوت ہوئے اور ایک نجرانی جوڑے میں۔ (امام ابوداؤد' امام احمد بن حنبل اور امام عثمان بن ابی شیبہ سے اور امام ابن ماجہ علی بن محمد سے --- اور یہ تینوں --- عبداللہ بن ادریس سے' اور یہ یزید بن ابی زیاد سے اور یہ مقسم کی معرفت حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح بیان کرتے ہیں) یہ حدیث نہایت غریب ہے۔

امام احمد (عبدالرزاق' سفیان' ابن ابی لیلیٰ' حکم' مقسم) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو سفید کپڑوں میں اور ایک سرخ چادر میں کفن دیا گیا۔ انفرد بہ احمد من ھذا الوجہ۔

ابوبکر شافعی (علی بن حسن' حمید بن ربیع' بکر بن عبدالرحمان' عیسیٰ بن مختار' محمد بن عبدالرحمان --- ابن ابی لیلیٰ --- عطاء' ابن عباس) حضرت فضلؓ بن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو سفید کپڑوں میں اور ایک سرخ چادر میں کفن دیا گیا۔

ابو یعلی (سلیمان شاذکونی' یحییٰ بن ابی ہیثم' عثمان' عطا' ابن عباس) حضرت فضلؓ بن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اس روایت میں ابن ابی لیلیٰ سے یہ اضافہ مروی ہے کہ اس میں ایک سرخ چادر تھی اور اسماعیل مئووب سے کئی ایک راویوں نے (یعقوب بن عطاء از عطاء از ابن عباس از فضل بن عباس) نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دو سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا اور ایک روایت میں ہے۔ "سحولی کپڑوں میں" واللہ اعلم۔

حافظ ابن عساکر (ابوطاہر مخلص' احمد بن اسحاق بہلول' عبد بن یعقوب' شریک) ابواسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ میں بنی عبدالمطلب کی پر ہجوم مجلس میں گیا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا انہوں نے بتایا کہ تین کپڑوں میں جس میں قمیص' قباء اور عمامہ نہ تھا۔ پھر میں نے پوچھا' کہ جنگ بدر میں سے کتنے گرفتار ہوئے تھے تو انہوں نے کہا عباس' نوفل اور عقیل۔

حافظ بیہقی نے زہری از علی زین العابدین نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا' ان میں سے ایک سرخ یمنی چادر تھی۔ حافظ ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے ایک مشکوک سند سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو سحولی کپڑوں اور ایک یمنی چادر میں کفن پہنایا۔

ابوسعید بن اعرابی (ابراہیم بن ولید' محمد بن کثیر' ہشام' قتادہ' سعید بن مسیب) حضرت ابوہریرہ سے بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو کپڑوں اور ایک یمنی چادر میں کفن دیا گیا' اسی طرح ابوداؤد طیالسی نے (ہشام اور عمران قطان از قتادہ) یہ روایت بیان کی ہے۔

(ربیع بن سلیمان' اسد بن موسیٰ' نصر بن طریف' قتادہ' سعید بن مسیب) حضرت ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں ایک نجرانی چادر تھی۔

حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ کفن کے بارے میں لوگوں کے وہم کا سبب حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ یمنی چادر پہلے کفن میں شامل تھی پھر اس کو الگ کر دیا گیا' واللہ اعلم۔

حافظ بیہقی (محمد بن اسحاق بن خزیمہ' یعقوب بن ابراہیم دورقی' حمید بن عبدالرحمان رؤاسی' حسن بن صالح) ہارون بن سعید سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس کستوری تھی' انہوں نے وصیت کی کہ اس کا مجھے حنوط کیا جائے اور بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خوشبوئی اور حنوط سے بچ گئی تھی۔ نیز حافظ بیہقی (ابراہیم بن موسیٰ' حمید' حسن' ہارون' ابووائل) حضرت علیؓ سے بھی یہ بیان کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ پر نماز جنازہ کی کیفیت کا بیان : حافظ بیہقی اور حافظ بزار کے حوالے سے بہ ترتیب (اشعث بن طلیق اور اصبہانی' مرہ) حضرت ابن مسعودؓ سے نبی علیہ السلام کی وصیت کے بارے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ کو اہل بیت غسل دیں اور اس لباس میں کفن دیں یا یمنی لباس میں یا مصری سفید کپڑوں میں' کفن سے فراغت کے بعد آپ کی چارپائی کو قبر کے کنارے پر رکھ کر' "معمولی دیر" باہر چلے جائیں کہ ملائکہ نماز جنازہ پڑھ لیں پھر مرد اہل بیت آکر نماز جنازہ پڑھیں' پھر سب لوگ فرداً فرداً اور اکیلے اکیلے نماز جنازہ پڑھیں۔ اس روایت کی صحت مشکوک ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں' واللہ اعلم۔

جنازہ بغیر امام کے : محمد بن اسحاق (حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس' عکرمہ) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی قبر پر مردوں نے امام کے بغیر گروہ در گروہ نماز جنازہ پڑھی' پھر عورتوں نے' پھر بچوں نے بعد ازاں غلاموں نے' کوئی امام نہ تھا۔

واقدی (ابی بن عباش بن سہل بن سعد' عیاش) سہل بن سعد سے بیان کرتے ہیں کہ کفن پہنانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو چارپائی پر لٹا دیا گیا پھر آپ کی چارپائی قبر کے کنارے رکھ دی گئی پھر لوگ گروہ در گروہ کمرہ میں داخل ہو کر بلا امام نماز جنازہ پڑھتے رہے۔

محمد بن ابراہیم کی نوشت : واقدی موسیٰ بن محمد بن ابراہیم سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محمد کی خود نوشت تحریر پائی' اس میں بیان تھا کہ کفن کے بعد رسول اللہ ﷺ کی چارپائی کو قبر کے پاس رکھ دیا گیا' پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مع اس قدر مہاجرین اور انصار کے جو کمرہ میں سما سکتے تھے' اندر آئے اور سب نے صف بستہ ہو کر بغیر امام کے کہا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے صف اول میں کھڑے ہو کر کہہ رہے تھے الٰہی ہم گواہ ہیں کہ نبی علیہ السلام نے نازل شدہ وحی کی تبلیغ فرمائی' امت کی خیر خواہی کی' اللہ کے راہ میں جہاد کیا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے دین کو سرفراز کر دیا۔ اور اللہ کا کلام کامل ہو گیا۔ اور میں اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے

ایمان لاتا ہوں۔ اے ہمارے معبود! تو ہم کو ان لوگوں میں شامل کر جو نازل شدہ وحی کی اتباع کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور ہم سب کو اکٹھا فرمادے یہاں تک کہ تو ---- اے اللہ ---- ان کو ہمارے بارے بتادے اور تیری ذات ہمارے بارے ان کو بتادے۔ بے شک وہ مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی کرنے والے رحم دل تھے' ہم ان پر ایمان لانے کا بدلہ طلب نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے بدلے کوئی قیمت قبول کرتے ہیں۔ لوگ اس دعا پر آمین' آمین کہہ رہے تھے۔ ایک گروہ چلا جاتا اور دوسرا آجاتا یہاں تک کہ مردوں نے نماز جنازہ پڑھ لی' پھر عورتوں نے' پھر بچوں نے۔ یہ بھی بیان ہوا کہ بروز سوموار زوال کے بعد' سے لے کر بروز منگل زوال کے بعد تک نماز جنازہ پڑھی اور یہ بھی مذکور ہے کہ تین دن نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہو گا۔ واللہ اعلم۔

آپؐ کا نماز جنازہ فرداً فرداً پڑھنا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے : البتہ اس کی تعلیل وتوجیہ میں اختلاف ہے۔ اگر عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت جو آغاز عنوان میں بیان کر چکے ہیں۔ وہ صحیح ثابت ہو تو وہ اس مسئلہ میں نص کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یہ عبادت گزاری کے باب میں سے ہو گا جس کی توجیہ مشکل ہے۔ اور یہ کہنا درست نہیں کہ ان کا کوئی امام نہ تھا کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ بیعت ابوبکر کی تکمیل کے بعد انہوں نے نبی علیہ السلام کی تجہیز و تکفین کا آغاز کیا---- بعض اہل علم کا بیان ہے کہ نماز جنازہ کا امام اس لئے نہ تھا کہ آپ کی نماز جنازہ براہ راست ہر کوئی پڑھے اور مسلمانوں کی طرف سے نماز جنازہ بار بار ہو۔ سب مرد' عورت بچے حتی کہ غلام اور کنیز تک نماز جنازہ پڑھیں۔

امام سہیلی نے یہ توجیہ (ج۔۲/ص۔۳۷۷) بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ اور اس کے ملائیکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں اور ہر مسلمان کو صلوا علیہ (۳۳/۵۶) کے تحت صلوۃ کا حکم بلا امام ہے اور آپ کی نماز جنازہ بھی اس کے تحت داخل ہو گی۔ نیز فرشتے مسلمانوں سے قبل درود بھیج رہے ہیں تو مسلمانوں کا درود ان کے تابع ہو گا۔ بنابریں ملائیکہ نماز جنازہ میں ہمارے امام ہوں گے۔

آپؐ کی قبر پر غیر صحابہؓ کیلئے نماز جنازہ میں متاخرین شوافع کا اختلاف ہے : بعض جواز کے قائل ہیں کہ نبی علیہ السلام کا جسد اطہر قبر میں تروتازہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو بوسیدہ کرنے سے روک دیا ہے۔ (جیسا کہ سنن وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے) پس نبی علیہ السلام آج کی میت کی طرح ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آپ کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ صحابہ کے بعد' سلف نے ایسا نہیں کیا اگر یہ مشروع ہوتا تو وہ اس پر فوراً عمل کرتے اور اس کی پابندی کرتے' واللہ اعلم۔

نبی علیہ السلام کے دفن کا بیان : امام احمد (عبدالرزاق' عبدالعزیز بن جریج) ابوہ جریج سے بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کو معلوم نہ تھا کہ آنحضورؐ کو کہاں دفن کریں۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے (وہیں) دفن کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کا بستر ہٹا دیا اور بستر کی جگہ قبر کھودی۔ اس حدیث میں انقطاع ہے کیونکہ جریج نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ

نہیں پایا' لیکن ابو یعلی موصلی نے یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ از حضرت ابوبکر صدیقؓ بیان کی ہے۔ ابو یعلی (ابو موسیٰ ھروی' ابو معاویہ' عبدالرحمان بن ابی بکر' ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد' جائے دفن میں اختلاف برپا ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے نبی علیہ السلام سے سنا ہے کہ نبی اپنے محبوب ترین مقام میں فوت ہوتا ہے۔ فرمایا جہاں فوت ہوا ہے اسے وہیں دفن کر دو۔

اسی طرح امام ترمذی (ابو کریب' ابومعاویہ' عبدالرحمان بن ابی بکیر ملیکی' ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جائے دفن میں اختلاف پیدا ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ سنا ہے۔ اب تک نہیں بھولا کہ اللہ تعالیٰ نبی کو ایسی جگہ فوت کرتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرے۔ ان کے بستر کی جگہ' دفن کرو۔ امام ترمذی نے ملیکی کو ضعیف کہا ہے پھر یہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث کئی ایک سند سے مروی ہے۔ اس کو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا ہے۔ الاموی (ابوہ' ابن اسحاق' گمنام استاذ' عروہ' حضرت عائشہؓ) حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے سنا کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔

قبر کی کھدائی : ابوبکر بن ابی الدنیا (محمد بن سہل تمیمی' ہشام بن عبدالملک طیالسی' حماد بن سلمہ' ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں دو قبر کھودنے والے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو صحابہ نے کہا کہاں دفن کریں' حضرت ابوبکرؓ نے کہا جس جگہ فوت ہوئے ہیں۔ ایک قبر کھودنے والا بغلی قبر بناتا تھا دوسرا صندوقی' چنانچہ بغلی قبر بنانے والا آیا اور اس نے نبی علیہ السلام کے لئے لحد اور بغلی قبر تیار کی۔ یہ روایت مالک بن انس نے ہشام بن عروہ از ابیہ منقطع بیان کی ہے۔

ابو یعلی (جعفر بن مہران' عبدالاعلیٰ' محمد بن اسحاق' حسین بن عبداللہ' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح اہل مکہ کی طرح شق اور صندوقی قبر بناتے تھے اور ابو طلحہ زید بن سہل انصاری اہل مدینہ کے لئے لحد تیار کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے لئے قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو حضرت عباس نے دو آدمی بھیجے' ایک حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف اور دوسرا حضرت ابو طلحہؓ کی طرف اور دعا کی یا اللہ! تو اپنے نبیؑ کے لئے قبر کا انتخاب کر۔ چنانچہ جس کو ابو طلحہ کی طرف روانہ کیا تھا وہ ان کو لے کر آگیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے لحد قبر تیار کی۔

بروز منگل رسول اللہ ﷺ کو تجہیز و تکفین کر کے گھر میں چارپائی پر لٹا دیا اور مدفن میں اختلاف ہوا تو بعض نے کہا مسجد میں دفن کریں۔ اور بعض نے کہا جنت البقیع میں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ نبیؑ جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا بستر اٹھایا گیا اور وہاں قبر کھودی گئی' پھر دفن کے بعد مرد گروہ در گروہ داخل ہوئے' وہ نماز جنازہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو خواتین داخل ہوئیں' پھر بچے۔ یہ نماز جنازہ بلا امام تھی اور رسول اللہ کو بدھ کی رات نصف شب دفن کیا۔

ابن ماجہ نے (نصر بن علی جہضمی' وھب بن جریر' جریر) محمد بن اسحاق سے اس کی سند سے اسی طرح بیان

کیا۔ اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ قبر میں اترنے والے ہیں حضرت علیؓ' فضلؓ' قثم پسران عباس اور شقران غلام رسول اللہ ﷺ۔ اوس بن خولی بدری انصاری نے کہا اے علی! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اپنا تعلق رسول اللہ ﷺ سے یاد دلاتا ہوں تو حضرت علیؓ نے کہا آپ بھی اتر آئیں۔ اور آپ کے غلام شقران نے وہ چادر جو رسول اللہ ﷺ پہنا کرتے تھے' پکڑ کر قبر میں پھینک دی اور کہا واللہ! آپ کے بعد' اس کو کوئی نہ اوڑھے گا چنانچہ وہ آپ کے ہمراہ دفن کر دی گئی۔

یہ روایت امام احمد نے (حسین بن محمد' جریر بن حازم) ابن اسحاق سے مختصر بیان کی ہے اسی طرح یونس بن بکیر وغیرہ نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے۔

واقدی (ابن ابی حبیبہ' داؤد بن حصین' عکرمہ' ابن عباس) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاں نبی فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔

امام بیہقی (حاکم' اصم احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' ابن اسحاق) محمد بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن حصین یا محمد بن جعفر بن زبیر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وفات کے بعد جائے دفن میں اختلاف پیدا ہوا تو صحابہ نے کہا لوگوں کے ہمراہ جنت البقیع میں دفن کریں یا آپ کے گھر میں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو جہاں فوت کرتا ہے وہاں دفن ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے بستر کی جگہ دفن ہوئے۔ بستر اٹھا دیا گیا اور قبر کھود دی گئی۔

واقدی (عبدالحمید بن جعفر' عثمان بن محمد اخنسی) عبدالرحمان بن سعید یعنی ابن یربوع سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد' مدفن میں اختلاف برپا ہوا تو کسی نے کہا بقیع میں دفن کریں وہاں استغفار بکثرت ہوتا ہے' کسی نے کہا منبر کے پاس دفن کریں اور کسی نے کہا جائے نماز اور مصلٰی میں دفن کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے کہا اس مسئلہ کا میرے پاس حل موجود ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہاں دفن ہوتا ہے۔

حافظ بیہقی نے (یحییٰ بن سعید از قاسم بن محمد اور حدیث ابن جریج از ابوہ) دونوں سے حضرت ابوبکرؓ سے مرسل بیان کی ہیں۔ بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' سلمہ بن نبیط بن شریط' ابوہ' سالم بن عبید) اصحاب صفہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ حجرۂ عائشہؓ کے اندر گئے' پھر باہر آئے تو ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں؟ تو انہوں نے کہا "ہاں" تو سب سمجھ گئے کہ آپؐ فوت ہو چکے ہیں پھر آپ سے پوچھا گیا نماز جنازہ پڑھیں اور کیسے پڑھیں تو آپ نے کہا تم گروہ در گروہ نماز پڑھو تو ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ ان کے فرمان کے مطابق ہے پھر پوچھا کہاں دفن ہوں تو بتایا جہاں فوت ہوئے کہ پاکیزہ مقام میں آپ پر موت طاری ہوئی ہے۔ ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ بھی آپ کے قول کے مطابق ہے۔

حضرت عائشہؓ کا خواب اور اس کی تعبیر : بیہقی (سفیان بن عیینہ' یحییٰ بن سعید انصاری) سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خواب سنایا (اور وہ تعبیر خواب کے ماہر تھے) کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تین چاند میری گود میں آپڑے تو ابوبکر نے بتایا اگر تمہارا خواب صحیح

اور سچ ہے تو تیرے گھر میں روئے زمین کے تین بہترین شخص دفن ہوں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کو کہا یہ تیرے سب سے بہتر چاندوں سے ہے۔ مالک نے اس کو یحییٰ بن سعید از عائشہؓ منقطع بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں میری باری میں اور میرے سینے اور دگدگی کے درمیان فوت ہوئے۔ دنیا کے آخری وقت میں اور آخرت کے ابتدائی وقت میں اللہ تعالیٰ نے (مسواک کے ذریعہ) میرے اور آپ کے لعاب دہن کو اکٹھا فرما دیا۔

قبر حجرہ میں کیوں بنائی؟ : صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مرض موت میں سنا اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ اور مسجد بنا لیا۔ حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلی جگہ بنا دی جاتی لیکن خطرہ لاحق تھا کہ وہ معبد اور عبادت خانہ بنالی جائے گی۔

امام ابن ماجہ (عمر بن شبیہ' عبیدہ بن یزید' عبید بن طفیل' عبدالرحمان بن ابی ملیکہ' ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے' لحد اور شق قبر بنانے میں اختلاف ہوا یہاں تک کہ شور بپا ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حیات اور ممات ہر حال میں شور و غوغا مت کرو۔ بغلی اور صندوقی دونوں قبریں بنانے والوں کو پیغام بھیج دو --- جو پہلے آجائے وہ قبر بنا دو --- چنانچہ بغلی بنانے والا آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے لئے لحد تیار کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو اس میں دفن کر دیا گیا۔ تفرد بہ ابن ماجہ۔

بغلی قبر بنائی : ابن ماجہ (محمود بن غیلان' ہاشم بن قاسم' مبارک بن فضالہ' حمید طویل) انس بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اس وقت مدینہ میں ایک لحد تیار کرتا تھا اور دوسرا شق' تو حاضرین نے کہا ہم اللہ تعالیٰ سے خیر و رشد کے طلب گار ہیں ان دونوں کی طرف پیغام بھیجتے ہیں جو شخص پہلے آگیا اس کو ہم قبر کی تیاری کا اختیار دے دیں گے۔ چنانچہ دونوں کی طرف پیغام بھیجا گیا بغلی قبر بنانے والا پہلے آگیا اور اس نے بغلی قبر رسول اللہ ﷺ کے لئے تیار کی (تفرد بہ ابن ماجہ) اس روایت کو امام احمد نے ابوالنضر ہاشم بن قاسم از مبارک بیان کیا ہے۔

امام احمد (وکیع' عمری' نافع' ابن عمر---- عبدالرحمان بن قاسم از قاسم) از حضرت عائشہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے لحد اور بغلی قبر بنائی گئی۔ ان دونوں اسناد میں امام احمد منفرد ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا خاصہ : امام احمد (یحییٰ بن شعبہ اور ابن جعفر' شعبہ' ابوحمزہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں ایک سرخ چادر ڈال دی گئی' مسلم' ترمذی اور نسائی نے متعدد طرق سے شعبہ از ابوحمزہ بیان کیا ہے ---- اور وکیع نے شعبہ سے روایت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ (رواہ ابن عساکر)

ابن سعد (محمد بن عبداللہ انصاری' اشعث بن عبدالملک حمرانی) حسن سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

کے نیچے سرخ چادر بچھا دی گئی۔ جو آپ اوڑھا کرتے تھے اور یہ اس لئے بچھائی کہ قبر کی جگہ "نم دار" تھی' بقول ہیثم بن منصور از حسن وہ سرخ چادر جو قبر میں بچھائی گئی وہ آپ کو غزوہ حنین سے دستیاب ہوئی تھی۔ اور اس لئے بچھائی گئی کہ مدینہ کی زمین شور اور کھاری تھی۔

ابن سعد (حماد بن خالد خیاط' عقبہ بن ابی الصہباء) حسن سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری لحد میں چادر بچھا دو' کیونکہ زمین انبیاءؑ کے جسموں پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

لحد پر ۹ عدد اینٹیں لگائیں : بیہقی (مسدد' عبدالواحد' معمر' زہری' سعید بن مسیب) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا' میں نے آپکے جسد اطہر پر کوئی میل کچیل اور آلائش نہ دیکھی جو عام میت پر ہوتی ہے۔ آپؐ حیات اور ممات دونوں حالت میں طیب و طاہر اور پاکیزہ تھے اور آپ کی تدفین میں چار افراد (حضرت علیؓ' حضرت عباسؓ' فضلؓ اور صالحؓ مولیٰ رسول اللہؐ) نے حصہ لیا۔ آپؐ کیلئے بغلی قبر تیار ہوئی اور قبر پر خام اینٹیں نصب کیں اور بیہقی نے کسی سے نقل کیا ہے کہ نو عدد اینٹیں لگائیں۔

قبر میں کس طرح اتارا : واقدی (ابن ابی سبرہ' عبداللہ بن معبد' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کو بعد از زوال سے منگل بعد از زوال تک چارپائی پر لٹائے رہے۔ لوگ نماز جنازہ پڑھ رہے تھے اور چارپائی قبر کے کنارے پر بچھی ہوئی تھی اور جب لحد میں اتارنے لگے تو چارپائی کو پاؤں کی جانب سے سرکایا اور اسی جانب قبر میں اتارا اور آپ کی لحد میں عباسؓ' علیؓ' قثمؓ' فضلؓ اور شقرانؓ نیچے اترے۔

حافظ بیہقی نے (اسماعیل سدی از عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حضرت عباسؓ' حضرت علیؓ اور فضلؓ اترے اور ایک انصاری نے لحد کو ہموار کیا اور اسی نے جنگ بدر میں شہداء کی قبروں کی لحد کو ہموار اور درست کیا تھا۔ بقول ابن عساکر--- جنگ بدر کی بجائے جنگ احد درست ہے۔ قبل ازیں ابن اسحاق (حسین بن عبداللہ' عکرمہ) حضرت ابن عباس سے بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حضرت علیؓ' فضلؓ' قثمؓ اور شقرانؓ اترے تھے اور پانچویں --- اوس بن خولی --- کا بھی انہوں نے نام لیا ہے۔ اور اس چادر کا بھی بیان کیا ہے جو شقران نے قبر میں بچھائی تھی۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ : حافظ بیہقی (ابوطاہر محمد آبادی' ابو قلابہ' ابوعاصم' سفیان بن سعید ثوری' اسماعیل بن ابی خالد' شعبی) ابو مرحب سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی لحد میں گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں چار افراد ہیں ایک ان میں عبدالرحمان بن عوف تھے۔ ابوداؤد نے بھی (محمد بن صباح' سفیان' اسماعیل بن ابی خالد' شعبی) سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

میت کو خاندانی لوگ دفنائیں : احمد بن یونس نے (زہیر' اسماعیل' شعبی) بیان کیا کہ مجھے مرحب یا ابو مرحب نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کو بھی انہوں نے قبر میں ساتھ شامل کر لیا تھا۔ جب حضرت علیؓ فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میت کو خاندان کے لوگ ہی دفناتے ہیں۔ یہ حدیث نہایت غریب

ہے اور اس کی سند جید اور قوی ہے اور صرف اسی سند سے مروی ہے۔ "استیعاب" میں ابن عبدالبر کا بیان ہے کہ ابو مرحب کا نام سوید بن قیس ہے اور ابن عبدالبر نے ایک اور ابو مرحب کا نام ذکر کیا ہے اور کہا ہے میں اس کی "خبر" اور سوانح سے واقف نہیں۔ "اسد الغابہ" میں ابن اثیر نے کہا ہے ممکن ہے کہ اس حدیث کا راوی ان دونوں میں سے ایک ہو' یا علاوہ ازیں کوئی تیسرا ہو۔ وللہ الحمد۔

نبی علیہ السلام سے آخری آدمی ملاقات کرنے والا : امام احمد (یعقوب' ابوہ' ابن اسحاق' اسحاق بن یسار' مقسم ابوالقاسم' غلام عبداللہ بن حارث بن نوفل) مولاہ عبداللہ بن حارث سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں' میں حضرت علیؓ کے ہمراہ عمرہ کے لئے گیا۔ وہ اپنی ہمشیرہ ام ہانی کے ہاں فروکش ہوئے' عمرہ سے فارغ ہو کر آئے تو اس نے غسل کے لئے پانی رکھا اور آپ نے غسل کر لیا۔ غسل سے فارغ ہوئے تو چند عراقیوں نے آکر پوچھا اے ابوالحسن' ہم آپ سے ایک بات پوچھنے کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں آگاہ کریں۔ حضرت علیؓ نے کہا' میرا اندازہ ہے کہ مغیرہؓ بن شعبہ تمہیں کہتا ہے کہ اس کی رسول اللہ ﷺ سے سب سے آخری اور تازہ ملاقات ہے۔ عراقیوں نے کہا ہاں! یہی پوچھنے آئے ہیں تو حضرت علیؓ نے کہا کہ قثم بن عباس کی رسول اللہ ﷺ سے آخری اور تازہ ملاقات ہے۔ (تفرد بہ احمد من ھذا الوجہ)

حضرت قثم رضی اللہ عنہ : یونس بن بکیر نے بھی ابن اسحاق از اسحاق اس روایت کی مثل بیان کی ہے مگر اس نے آغاز روایت میں ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے اپنی انگوٹھی رسول اللہ ﷺ کی قبر میں پھینک دی اور میرا خیال تھا کہ جب لوگ قبر سے فارغ ہو کر باہر آجائیں گے تو میں کہوں گا کہ قبر میں میری انگوٹھی گر گئی ہے۔ حالانکہ میں نے دانستہ پھینکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو چھو سکوں اور میں آخری انسان ہوں جس کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہو۔

ابن اسحاق (اسحاق بن یسار' مقسم) عبداللہ بن حارث سے حضرت علیؓ کے ہمراہ عمرہ کا پورا واقعہ بیان کرتے ہیں اور یہ جو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے منقول ہے کہ اس کا یہ تقاضا نہیں کہ ان کی امید بر آئی ہو۔ ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کو قبر میں اترنے نہ دیا ہو اور کسی کو پکڑانے کا حکم دیا ہو۔ گذشتہ بیان کے مطابق جس کو آپ نے انگوٹھی پکڑانے کو کہا "قثم بن عباس ہے"

واقدی (عبدالرحمان بن ابی الزناد' ابوالزناد' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی قبر میں انگوٹھی گرا دی۔ تو حضرت علیؓ نے کہا' تم نے محض اس لئے انگوٹھی گرائی ہے کہ تم کہہ سکو کہ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر میں اترا تھا۔ پھر حضرت علی قبر میں اترے اور انگوٹھی ان کو دے دی یا کسی کو کہا جس نے نکال کر مغیرہؓ کو دے دی۔

حضرت مغیرہؓ : امام احمد (بہز اور ابو کامل' حماد بن سلمہ' ابو عمران جونی) ابو عسیب یا ابو غنم سے "بالفاظ بہز" بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نماز جنازہ کے وقت موجود تھا۔ سوال ہوا کہ کیسے نماز جنازہ پڑھیں تو کسی نے کہا گروہ در گروہ اندر داخل ہو کر نماز پڑھو چنانچہ لوگ ایک دروازے سے داخل ہوتے' نماز جنازہ

پڑھتے اور دوسرے دروازے سے باہر چلے آتے۔ جب آپؐ کو لحد میں اتار دیا گیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا آپ ﷺ کے پاؤں میں کچھ باقی رہ گیا ہے جو تم نے درست نہیں کیا۔ حاضرین نے کہا تم اندر داخل ہو کر درست کر دو۔ چنانچہ وہ قبر کے اندر اترے اور ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے قدموں کو چھوا اور کہا مجھ پر مٹی ڈال دو۔ لوگوں نے ان پر مٹی ڈال دی کہ ان کی نصف پنڈلیوں تک پہنچ گئی۔ پھر وہ قبر سے باہر آئے اور وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات تم سب سے تازہ اور آخری ہے۔

نبی علیہ السلام کب دفن ہوئے؟ : یونس' حضرت عائشہ ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ بدھ کی رات کے وسط میں ہمیں کسیوں اور پھاوڑوں کی آواز سن کر نبی علیہ السلام کے دفن کا علم ہوا۔

سحری کے وقت : واقدی (ابن ابی سبرہ' حبس بن ہشام' عبداللہ بن وھب) حضرت ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم سب رو رہے تھے' رات سوئے نہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھروں میں چارپائی پر پڑے تھے۔ ہم ان کو دیکھ کر دل بہلا رہے تھے' اچانک ہم نے سحری کے وقت لوٹ کر آنے والوں کی آہٹ اور آواز سنی تو ہماری اور اہل مسجد کی چیخیں نکل گئیں۔ مدینہ یک لخت لرز اٹھا اور بلال نے فجر کی اذان کہی جب اس نے (اشہد ان محمدا رسول اللہ) کہا' خود رویا اور چلایا اور اس نے ہمارے رنج و الم میں اضافہ کر دیا اور لوگوں نے آپ کی قبر کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور راستہ ان کے ورے بند تھا۔ ہائے وہ مصیبت کہ بعد ازاں سب مصائب ہیچ ہو جاتے ہیں جب ہم آپ کی وفات کا رنج و الم یاد کرتے ہیں۔

امام احمد (محمد بن اسحاق' عبدالرحمان بن قاسم' قاسم) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز سوموار فوت ہوئے اور بدھ کی رات کو دفن ہوئے۔ کئی ایک احادیث میں یہ مفہوم بیان ہو چکا ہے۔ یہی سلف خلف سب ائمہ کا بیان ہے۔ سلیمان بن طرخان تیمی' جعفر بن محمد بن صادق' ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کا۔ یعقوب بن سفیان (عبدالحمید' بکار' محمد بن شعیب) اوزاعی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز سوموار نصف دن سے قبل فوت ہوئے اور منگل کے روز دفن ہوئے۔

امام احمد عبدالرزاق' ابن جریج سے اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز سوموار ضحیٰ کے وقت فوت ہوئے اور دوسرے دن ضحیٰ کے وقت دفن ہوئے۔ یعقوب بن سفیان (سعید بن منصور' سفیان' جعفر بن محمد' محمد اور ابن جریج) ابی جعفر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کے روز فوت ہوئے سوموار کا دن منگل کی رات اور منگل کے روز آخر وقت تک پڑے رہے۔ یہ قول غریب ہے۔

جمہور کا قول : جمہور کا وہ قول مشہور ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ سوموار کے روز فوت ہوئے اور بدھ کی رات دفن ہوئے۔

اس باب میں غریب اقوال : یعقوب بن سفیان (عبدالحمید بن بکار' محمد بن شعیب' ابو النعمان) مکحول سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کو پیدا ہوئے' سوموار کو آپ مبعوث ہوئے' سوموار کے روز ہجرت کی اور سوموار کے روز ساڑھے باسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور تین روز تک دفن نہ ہوئے لوگ گروہ در گروہ آتے بلا صف اور بلا امام نماز جنازہ پڑھتے --- اس میں تین روز تک دفن نہ ہونے کا قول

غریب اور انوکھا ہے ---- اور درست یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کا باقی دن اور منگل کی شب و روز دفن نہ ہوئے اور بدھ کی رات کو دفن ہوئے' واللہ اعلم۔

سیف' ہشام' عروہ سے اس کے برعکس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز سوموار فوت ہوئے' سوموار کے روز غسل دیا گیا اور منگل کی رات کو دفن ہوئے۔ سیف کا بیان ہے کہ یحیٰ بن سعید نے ایک دفعہ یہ سارا بیان حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا۔ یہ نہایت غریب ہے۔

قبر پر پانی چھڑکنا : واقدی (عبداللہ بن ابی جعفر' ابن ابی عوف' ابوعتیق) حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر بلال بن رباح نے مشک سے پانی چھڑکا' دائیں جانب سے سر سے لے کر پاؤں تک چھڑکا' پھر دیوار کی طرف پانی کا چھینٹا مارا لیکن وہ دیوار کی طرف سے گھوم نہ سکا۔

سعید بن منصور (دراوری' یزید بن عبداللہ بن ابی یمن ---- (تیموریہ نسخہ میں ہے شریک بن عبداللہ بن ابی یمن بن ابی سلمہ) حضرت ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز سوموار فوت ہوئے اور منگل کے روز دفن ہوئے۔ ابن خزیمہ (مسلم بن حماد' ابوہ' عبداللہ بن عمر' کریب) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ بروز سوموار فوت ہوئے اور بروز منگل دفن کئے گئے۔

واقدی (ابی بن عیاش بن سہل بن سعید) عیاش سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کے روز فوت ہوئے اور منگل کی رات دفن کئے گئے۔ ابوبکر بن ابی الدنیا' محمد بن سعد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز سوموار' ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے اور بروز منگل دفن کئے گئے۔

عبداللہ بن محمد بن ابی دنیا (حسن بن اسرائیل ابو محمد نہرتیری' عیسیٰ بن یونس' اسماعیل بن ابی خار) عبداللہ بن ابی اوفی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز سوموار فوت ہوئے اور بروز منگل دفن کئے گئے۔ سعید بن مسیب' ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور ابوجعفر کا بھی یہی قول ہے۔

نبی علیہ السلام کی قبر کا بیان : یہ بات تواتر سے معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں مدفون ہیں مسجد نبوی کے شرقی جانب' سامنے والے غربی کونہ میں بعد ازاں اس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دفن کئے گئے۔ امام بخاری (محمد بن مقاتل' ابوبکر بن عیاش) سلیمان تمار سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے نبی علیہ السلام کی قبر کو کوہان کی طرح دیکھا۔ تفرد بہ البخاری۔ ابوداؤد (احمد بن صالح' ابن ابی فدیک' عمرو بن عثمان بن ہانی) قاسم سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ کو کہا اے اماں جان! رسول اللہ ﷺ اور شیخین کی قبروں سے پردہ ہٹا کر مجھے دکھائیں۔ انہوں نے تین قبروں سے پردہ ہٹایا تو وہ نہ اونچی تھیں اور نہ پیوند زمین سرخ نشیبی جگہ میں بچھی ہوئی تھیں۔ تفرد بہ ابوداؤد۔

---------- نبی علیہ السلام

---------- حضرت ابوبکرؓ

---------- حضرت عمرؓ

حاکم اور بیہقی نے حدیث (ابن ابی فدیک از عمرو از قاسم) میں بیان کیا ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کی قبر

کو مقدم دیکھا اور حضرت ابوبکرؓ کی قبر کا سرہانہ نبی علیہ السلام کی قبر کے کندھوں کے درمیان تھا اور حضرت عمرؓ کی قبر کا سرہانہ رسول اللہ ﷺ کے پاؤں کے برابر تھا۔

---------- نبی علیہ السلام کی قبر

---------- حضرت ابوبکرؓ

---------- حضرت عمرؓ

عجب توجیہ : حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ ان کی قبریں مسطح اور برابر تھیں کیونکہ کنکریاں صرف مسطح پر برقرار رہ سکتی ہیں۔ حافظ بیہقی کی یہ توجیہ نہایت عجیب ہے کیونکہ حصبہ اور کنکریوں کا ذکر تک روایت میں نہیں۔ اور ممکن ہے کہ قبر مسنم اور کوہان نما ہو اور اس پر سنگریزے مٹی وغیرہ پیوستہ ہوں۔

واقدی (دراوری، جعفر بن محمد) ابوہ محمد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی قبر کو مسطح اور برابر کر دیا گیا ہے۔ (مسنم، بلند کر کے اونٹ کے کوہان کی طرح درمیان میں سے اونچا کرے، مسطح، بلند کرے اور بیچ میں سے اونچا نہ کرے، ندوی)

امام بخاری (فروہ بن ابی المغراء، علی بن مسہر، ہشام بن عروہ) عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں روضہ اطہر کی ایک دیوار گر گئی۔ اس کی تعمیر کرنے لگے تو ایک قدم ظاہر ہو گیا، وہ یہ دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے اور سمجھے کہ یہ نبی علیہ السلام کا قدم شریف ہے۔ کوئی شناخت کرنے والا موجود نہ تھا یہاں تک کہ عروہ نے کہا واللہ! یہ تو حضرت عمرؓ کا قدم ہے۔

عروہ، حضرت عائشہؓ کا وصیت نامہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو وصیت کی تھی کہ وہ حجرہ میں ان کے پاس دفن نہ کریں، بلکہ دیگر ازواج مطہرات کے پاس بقیع میں دفن کریں۔ میں ان کے ذریعہ اپنی ذات کو کبھی ترجیح نہ دوں گی۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں، ۸۶ھ میں جب ولید بن عبدالملک خلافت پر متمکن ہوئے تو جامع دمشق کی تعمیر شروع کی اور اپنے چچا زاد بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو مسجد نبوی کی توسیع کا حکم دیا۔ انہوں نے شرقی جانب سے اس قدر توسیع کی کہ "حجرۂ نبویہ" علی صاحبہا السلام بھی اس میں شامل ہو گیا۔

حافظ ابن عساکر نے اپنی سند سے مدینہ پر عمر بن عبدالعزیز کے عہد حکومت میں زازان مولیٰ فرافصہ معمار مسجد نبوی سے بیان کیا ہے اور اس نے سالم بن عبداللہ سے امام بخاری کے بیان کے مطابق نقل کیا ہے اور تینوں قبروں کا بیان امام ابوداؤد کے موافق روایت کیا ہے۔

نبی علیہ السلام کی وفات پہ صحابہ کی دلی کیفیت : امام بخاری (سلیمان بن حرب، حماد بن زید، ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام کے مرض میں اضافہ ہوا آپ پر غشی طاری ہونے لگی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا ہائے میرے باپ کا کرب و الم! تو آپ نے حضرت فاطمہؓ کو کہا، آج کے بعد تیرے والد کو کوئی رنج و کرب نہ ہو گا۔ جب آپ کی روح پر فتوح پرواز کر گئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا ہائے میرے پیارے بابا! خدا کی دعوت حق کو قبول کر گئے، ہائے میرے بابا! جن کا مقام جنت الفردوس ہے۔ ہائے پیارے

باپ! ہم جبرائیل کو ان کی موت کی خبر دیں گے۔ پھر حضرت فاطمہؓ نے کہا' اے انسؓ! کیا تم کو گوارہ تھا کہ رسول اللہؐ پر مٹی ڈال دو' تفرد بہ البخاری۔

امام احمد (یزید' حماد بن زید' ثابت بنانی) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے کہا اے انس! کیا تم نے رسول اللہؐ پر مٹی ڈال کر واپس آنا گوارا کر لیا۔ ابن ماجہ نے بھی اس کو حدیث حماد سے اسی طرح مختصر بیان کیا ہے۔ اور ابن ماجہ میں حماد کا بیان ہے کہ ثابت بنانی یہ حدیث بیان کرتا تو اس قدر روتا کہ اس کی پسلیاں لرز جاتیں۔ یہ رونا' نوحہ اور بین نہیں بلکہ یہ نبی علیہ السلام کے برحق شمائل و فضائل کے یاد کرنے کے باب میں سے ہے۔ یہ ہم نے اس لئے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے نوحہ سے منع فرمایا ہے۔

نوحہ : امام احمد اور نسائی نے حدیث شعبہ بیان کی ہے کہ وہ (قتادہ' مطرف' حکیم بن قیس بن عاصم) قیس سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ تم مجھ پر نوحہ نہ کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا' یہ حدیث "نوادر" میں (اسماعیل بن اسحاق قاضی نے از عمرو بن میمون از شعبہ از مطرف) بیان کی ہے۔ پھر علی بن مدینی نے (مغیرہ بن سلمہ' معق بن حزن' قاسم بن مصیب' حسن بصری) قیس بن عاصم سے بیان کیا ہے کہ تم مجھ پر نوحہ نہ کرو' کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا' پھر اس کو روایت کیا ہے (علی' محمد بن فضل' صعق' قاسم' یونس بن عبید' حسن' قیس بن عاصم) سے۔

حافظ بزار نے (عقبہ بن سنان' عثمان بن عثمان' محمد بن عمرو' ابو سلمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا۔ امام احمد (عفان' جعفر بن سلیمان' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں جس روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ہر چیز منور اور خوشنما تھی اور جس روز فوت ہوئے ہر چیز تاریک و تار تھی۔ ہم نے آپ کو دفن کرنے کے بعد' ابھی مٹی سے ہاتھ نہیں جھاڑے تھے کہ ہم نے دلوں میں تغیر محسوس کیا۔ ترمذی' ابن ماجہ نے بھی یہ روایت از بشر از جعفر ضبعی بیان کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح --- تیموریہ میں ہے "حسن" --- غریب کہا ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ سند شرط صحیحین پر ہے اور جعفر سلیمان کی حدیث محفوظ ہے اور ایک جماعت نے اس کی تخریج کی ہے اور جعفر سے راویوں نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

اندھیرا چھا گیا : محمد بن یونس کدیمی نے اپنی روایت میں عجیب الفاظ بیان کئے ہیں۔ (ابوالولید ہشام بن عبدالملک طیالسی' جعفر بن سلیمان ضبعی' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو مدینہ اس قدر تاریک و تار ہو گیا کہ ایک دوسرے کو نظر نہ آتا تھا اور اپنا ہاتھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہم آپ کے دفن سے ابھی فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تغیر اور تبدیلی محسوس کی۔ حافظ بیہقی نے کدیمی کی سند سے اسی طرح بیان کیا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے حفاظ سے ابوالولید طیالسی سے اسی طرح روایت کیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور وہی محفوظ ہے۔ واللہ اعلم۔

حافظ ابن عساکر (ابو حفص بن شاہین' حسین بن احمد بن ۔سطام درابلہ' محمد بن یزید رواسی' سلمہ بن علقمہ' داؤد بن

ابی ہند' ابو نضرہ) حضرت ابوسعید خدری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جب مدینہ میں ورود مسعود ہوا تو ہر چیز خوشنما اور روشن تھی اور جس روز فوت ہوئے ہر چیز تاریک اور بدنما تھی۔

امام ابن ماجہ (اسحاق بن منصور' عبدالوھاب عجلی' ابن عون' حسن) حضرت ابی بن کعب ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے تو ہمارا مقصد ایک ہی تھا۔ جب آپ فوت ہو گئے تو دائیں بائیں' ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔

نماز میں تبدیلی : امام ابن ماجہ (ابراہیم بن منذر حزامی' ماموں خود' محمد بن ابراہیم بن مطلب بن سائب بن ابی وداعہ سہمی' موسیٰ بن عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی' مصعب بن عبداللہ) حضرت ام سلمہؓ زوجہ طیبہ نبی علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں نمازی کی نگاہ اسکے پاؤں میں رہتی تھی' آگے تجاوز نہ کرتی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو نمازی کی نگاہ اس کی پیشانی والی جگہ سے آگے نہ بڑھتی تھی۔ وہ فوت ہو گئے اور عمرؓ کا دور خلافت آیا تو نمازی کی نگاہ اسکے سامنے سے نہ ہٹتی تھی پھر وہ فوت ہو گئے اور عثمانؓ کا وقت آیا اور فتنہ و فساد برپا ہو گیا تو لوگ نماز میں دائیں بائیں جھانکنے لگے۔

ام ایمن : امام احمد (عبدالصمد' حماد' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کو پیارے ہوئے تو ام ایمن رو دیں۔ ان سے پوچھا گیا آپ نبی علیہ السلام پر کیوں آنسو بہا رہی ہیں۔ تو انہوں نے کہا' مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو جائیں گے (اور ہر کسی کو فوت ہونا ہے) لیکن میں تو وحی کے انقطاع پر رو رہی ہوں۔ یہ اسی طرح مختصر بیان کی گئی ہے۔

بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابوعبداللہ محمد بن یعقوب' محمد بن نعیم اور محمد بن نضر جارودی' حسن بن علی خولانی' عمرو بن عاصم کلابی' سلیمان بن مغیرہ' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام ایمن کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے' میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو پانی پیش کیا آپ نے واپس لوٹا دیا' یا تو آپ روزہ دار تھے یا پینے کی خواہش نہ تھی۔ پھر وہ آپؐ سے ہنسی خوشی کی باتیں کرنے لگیں' رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا چلو ام ایمن کی زیارت کریں۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں' اس سے وجہ آہ و بکا دریافت کی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے بہت بہتر ہے۔ تو اس نے کہا' واللہ اس وجہ سے نہیں روتی کہ یہ بات مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہت بہتر ہے لیکن میں تو اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی منقطع ہو گئی ہے۔ اس بات نے ان کو رونے پر مجبور کر دیا اور وہ بھی رونے لگے۔ امام مسلم نے اس کو (زہیر بن حرب از عمرو بن عاصم) بیان کیا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ نے رسول اللہ ﷺ کے قصہ وفات اور اس میں حضرت ابوبکرؓ کے خطاب کے بارے بیان کیا ہے کہ خطبہ ابی بکرؓ کے بعد لوگ واپس چلے آئے اور ام ایمن بیٹھی رو رہی تھی' تو کسی نے اس سے رونے کا سبب پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اعزاز و اکرام بخشا ہے اور ان کو جنت میں داخل کر کے دنیا کے مصائب سے راحت بخشی ہے۔ تو اس نے کہا میں تو صبح شام کی تازہ وحی جو آسمان سے آیا کرتی تھی کے

انقطاع اور مرفوع ہونے پر رو رہی ہوں۔ لوگ اس کی یہ حکیمانہ بات سن کر حیران رہ گئے۔

"صحیح" میں مسلم بن حجاج (ابراہیم بن سعید جوہری' ابواسامہ' یزید بن عبداللہ' ابوبردہ) حضرت ابوموسیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب امت کے لوگوں پر رحم کا ارادہ کرتا ہے تو نبی پر اس کی امت سے قبل موت طاری کر دیتا ہے اور نبی کو امت کے لئے اچھا پیشرو اور پیش خیمہ بنا دیتا ہے جو امت کا گواہ ہو گا اور جب کسی امت کی ہلاکت و تباہی کا ارادہ ہو تو نبی کی زندگی میں ہی اس کو برباد کر دیتا ہے اور نبی کی آنکھ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے کہ وہ نبی کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کے امر کی نافرمانی کرتے ہیں۔ امام مسلم اس کی سند اور متن میں منفرد ہیں۔

سلام پہنچانے والے فرشتے : حافظ بزار (یوسف بن موسیٰ' عبدالحمید بن عبدالعزیز بن ابی رواد' سفیان' عبداللہ بن صائب' زاذان) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے سیاح فرشتے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں نیز فرمایا میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم بات کرتے ہو اور وہ بھی تم سے بات کرتا ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے خیر و برکت کا موجب ہے تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال پر میں خدا کی تعریف و ستائش کرتا ہوں اور بداعمال دیکھ کر استغفار کرتا ہوں۔ حافظ بزار کہتے ہیں کہ حدیث کا آخری فقرہ جو عبداللہ سے مروی ہے صرف اسی سند سے مذکور ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ **ان اللّٰہ ملائکہ سیاحین یبلغونی عن امتی السلام** یہ جملہ امام نسائی نے متعدد طرق سے سفیان ثوری اور اعمش سے بذریعہ عبداللہ بن سائب از ابیہ بیان کیا۔

امام احمد (حسین بن علی جعفی' عبدالرحمان بن یزید بن جابر' ابوالاسود صنعانی) اوس بن اوس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام ایام میں جمعہ کا روز افضل ہے اس میں آدمؑ پیدا ہوئے' اسی روز فوت ہوئے اسی روز صور پھونکا جائے گا اور اسی روز میں صاعقہ ہے۔ بنابریں تم مجھ پر بروز جمعہ بکثرت درود پڑھا کرو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے' آپ پر ہمارا درود کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو انبیاءؑ کے جسموں کو بوسیدہ کرنے سے روک دیا ہے۔

ابن ماجہ کی فروگذاشت : اس روایت کو ابوداؤد نے (ہارون بن عبداللہ اور حسن بن علی) سے بیان کیا ہے اور امام نسائی نے اسحاق بن منصور سے یہ تینوں راوی حسین بن علی جعفی از عبدالرحمان بیان کرتے ہیں اور امام ابن ماجہ (ابوبکر بن ابی شیبہ' حسین بن علی' جابر' ابوالاشعث) شداد بن اوس سے بیان کرتے ہیں' ہمارے شیخ ابوالحجاج مزی کا بیان ہے کہ یہ ابن ماجہ کا وہم ہے۔ صحیح اوس بن اوس ثقفیؓ ہے (شداد بن اوس نہیں) امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک نہایت عمدہ مشہور نسخہ میں اوس بن اوس ہے جیسا کہ امام احمدؒ' ابوداؤد اور نسائی نے از اوس بن اوس بیان کیا ہے۔

امام ابن ماجہ (عمرو بن سواد مصری' عبداللہ بن وھب' عمرو بن حارث' سعید بن ابی ھلال' زید بن ایمن' عبادہ بن

قصی) حضرت ابوالدرداء سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بروز جمعہ مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو یہ درود مشہور ہے اس میں فرشتے شریک اور شامل ہوتے ہیں جو کوئی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تا آنکہ وہ پڑھ کر فارغ ہو جائے۔ ابوداؤد کہتے ہیں میں نے عرض کیا وفات کے بعد بھی؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو انبیاءؑ کے اجسام کھانے سے منع کر دیا ہے۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث ابن ماجہ کے "افراد" میں سے ہے۔

"روضہ اطہر" کی زیارت کے بارے مروی احادیث کے بیان میں حافظ ابن عساکر نے ایک خاص عنوان قائم کیا ہے اس کو بالاستیعاب بیان کرنے کا مقام "کتاب الاحکام الکبیر" ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بارے تعزیت : امام ابن ماجہ (ولید بن عمرو بن سکین' ابو ہمام محمد بن زبرقان اھوازی' موسیٰ بن عبیدہ' مصعب بن محمد' ابو سلمہ بن عبدالرحمان) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دروازہ کھولا جو اپنے اور لوگوں کے درمیان حائل تھا' یا پردہ اٹھایا دیکھا! تو لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں ان کو بہتر حالت میں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی' امیدوار تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ان میں جانشین بنائے گا۔ اس بہتر حالت میں جس میں ان کو دیکھا اور فرمایا اے لوگو! کسی آدمی یا کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو چاہیے کہ وہ میری موت کی مصیبت کی وجہ سے اپنی اس مصیبت سے صبر کرے جو اس کو میری فوتگی کے علاوہ لاحق ہوئی ہے۔ بے شک کسی مسلمان کو میری موت کی مصیبت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہ پہنچے گی۔ تفرد بہ ابن ماجہ۔

فرشتہ اجل کا اجازت طلب کرنا : امام بیہقی (ابواسحاق ابراہیم بن محمد تعتبہ' شافع بن محمد' ابو جعفر بن سلامہ طحاوی' مزنی' شافعی' قاسم بن محمد بن محمد بن حفص عمری' جعفر بن محمد) محمد سے بیان کرتے ہیں کہ چند قریشی میرے والد علی زین العابدین بن حسین کے پاس آئے تو اس نے کہا' کیا میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہ سناؤں تو انہوں نے کہا کیوں نہیں' آپ رسول اللہ ﷺ سے حدیث ضرور بیان فرمایئے تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت جرائیل نے آکر کہا یا محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم و تکریم کی خاطر خصوصی طور پر مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے میں آپ کی اس ذات کی طرف سے مزاج پرسی کرتا ہوں جو آپ سے بہتر جانتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ آپ کا مزاج کیسا ہے آپ نے فرمایا اے جرائیلؑ میری طبیعت غمناک ہے اور میں مصیبت زدہ ہوں پھر دوسرے روز آئے تو مزاج پرسی کی تو نبی علیہ السلام نے پہلے روز والا جواب دیا پھر تیسرے روز آئے اور طبیعت کا حال دریافت کیا تو آپ نے وہی پہلے روز والا جواب دیا اس روز حضرت جرائیلؑ کے ہمراہ "اسماعیل" نامی فرشتہ آیا' اس کے ماتحت ایک لاکھ فرشتہ ہے اور ہر فرشتے کے تحت ایک لاکھ فرشتہ ہے۔ اس نے آپ سے اجازت طلب کی اور آپ کی مزاج پرسی کی' پھر جرائیلؑ نے تعارف کروایا کہ یہ فرشتہ اجل ہے۔ آپ سے اجازت طلب کرتا ہے' اس نے آپ سے قبل کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آئندہ کسی سے اجازت طلب کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے اجازت دو۔ انہوں نے اجازت دے دی تو اس نے اندر آکر آپ کو سلام کہا پھر عرض کیا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف

بھیجا ہے اگر آپ روح قبض کرنے کا حکم دیں تو میں روح قبض کرلوں گا اگر آپ مجھے حکم نہ دیں تو میں واپس چلا جاؤں گا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے فرشتہ موت! کیا تو یہ کر سکے گا؟ اس نے "ہاں" کہا اور بتایا کہ میں اسی بات کا مامور ہوں اور مجھے آپ کی اطاعت کا حکم ہوا ہے' پھر نبی علیہ السلام نے حضرت جرائیلؑ کی طرف دیکھا تو حضرت جرائیلؑ نے کہا اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرشتہ موت سے فرمایا' آپ جس بات کے مامور ہیں وہ کر گزریئے' چنانچہ اس نے آپ کی روح قبض کرلی۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو تعزیت کے الفاظ و کلمات انہوں نے گھر کے ایک کونے سے سنے' **السلام علیکم اھل البیت ورحمته اللّٰه وبرکاته'** اللہ تعالیٰ کی ذات میں' ہر مصیبت سے صبرو تسلی ہے۔ اور وہ ہر فوت ہونے والے کا خلف اور جانشین ہے اور ہلاک ہونے والے کا درمان اور تلافی کرنے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ رکھو اور اسی کے امیدوار رہو۔ دراصل مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم رہا۔ حضرت علیؓ نے پوچھا جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ خضر علیہ السلام ہے۔ (یہ حدیث مرسل ہے' قاسم عمری کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کو کئی ایک ائمہ نے ضعیف کہا ہے اور کئی ایک نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔)

اسی روایت کو (ربیع' شافعی' قاسم عمری' جعفر بن محمد' محمد بن علی) حضرت علی زین العابدین رحمہ اللہ بن حسین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور صرف تعزیتی کلمات نقل کرتے ہیں۔ اس کی سند میں بھی قاسم عمری ہے۔ ہم نے اس کے بارے آگاہ کر دیا ہے کہ دھوکے کا اندیشہ نہ رہے۔ علاوہ ازیں اس کو حافظ بیہقی (حاکم' ابو جعفر بغدادی' عبداللہ بن حارث یا عبدالرحمان بن مرتصد صقانی' ابوالولید مخزومی' انس بن عیاض' جعفر بن محمد) حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو وہ آہٹ سنتے تھے اور جسم نہ دیکھتے تھے۔ اس نے کہا **السلام علیکم اہل البیت ورحمة اللّٰه وبرکاته ان فی اللّٰه عزاء من کل مصیبة وخلفا من کل فائت و درکا من کل ھالک فباللّٰه فثقوا وایاه فارجوا فانما المحروم من حرم الثواب والسلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته**

بیہقی کا اصول : امام بیہقی کا بیان ہے کہ یہ دونوں سندیں گو ضعیف ہیں مگر ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں اور وضاحت کرتی ہیں کہ مذکور بالا حدیث جعفر کا کوئی اصل ہے۔ واللہ اعلم۔

امام بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابوبکر احمد بن بالوبہ' محمد بن بشر بن مطر' کامل بن طلحہ' عباد بن عبدالصمد) حضرت انس بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو صحابہ کرام نے آپ کی چارپائی کو گھیر لیا۔ سب آپ کے گرد گریہ کناں تھے کہ ایک سفید ریشمی فربہ جسم' خوش شکل آدمی اندر آیا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے بڑھا اور رو کر "اصحاب رسول اللہ" کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا' **ان فی اللّٰه عزاء من کل مصیبة وعوضا من کل فائت وخلفا من کل ھالک فالی اللّٰه فانیبوا والیه فارغبوا ونظره الیکم فی البلایا فانظروا** --- مصائب میں اس کی نظر تمہاری طرف ہے تم بھی اس کی طرف نظر کرو --- **فان**

المصاب من لم یجبر بے شک مصیبت زدہ وہ شخص ہے جس کے نقصان کا جبر نہ ہو۔ پھر وہ چلا گیا تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے اس آدمی کو جانتے ہو' تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ نے کہا ہاں یہ رسول اللہ ﷺ کا بھائی خضر ہے۔ بقول حافظ بیہقی' عباد بن عبدالصمد ضعیف ہے اور قطعاً منکر ہے۔

حارث بن ابی اسامہ (محمد بن سعید' ہشام بن قاسم' صالح مری) ابوحازم مدنی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو مہاجر لوگ گروہ در گروہ حجرہ کے اندر داخل ہوتے اور نماز جنازہ پڑھ کر باہر آتے پھر اسی طرح انصاری نے نماز جنازہ پڑھی جب سب مرد نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو خواتین نماز جنازہ کے لئے آئیں' خواتین نے حسب عادت جزع و فزع اور شوروغل کیا تو انہوں نے گھر کے اندر ایک جنبش کی آواز سنی اور خاموش ہو گئیں تو ایک کہنے والا کہہ رہا تھا بے شک اللہ کی طرف لو لگانے میں' ہر ہلاک ہونے والے سے صبر و سکون ہے۔ اور ہر مصیبت کا معاوضہ ہے اور ہر فوت ہونے والے کا خلف اور جانشین ہے مصیبت زدہ کے نقصان کی تلافی اس طرح ہے کہ اس کو ثواب تلافی کروے اور حقیقت میں مصیبت زدہ وہ ہے جس کی ثواب تلافی نہ کرے۔

نبی علیہ السلام کے یوم وفات کے بارے اہل کتاب کا علم و عرفان : ابوبکر بن ابی شیبہ (عبداللہ بن ادریس' قیس بن ابی حازم) حضرت جریر بن عبداللہ بجلی ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں یمن میں تھا' یمن میں دو اہل یمن --- ذوکلاع اور ذوعمرو --- سے ملاقات ہوئی' میں ان سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنے لگا۔ تو انہوں نے کہا اگر تمہاری احادیث نبوی برحق اور سچ ہیں تو تیرے صاحب یعنی رسول اللہ ﷺ تین روز سے فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت جریرؓ کہتے ہیں وہ اور میں سب اکٹھے وہاں سے روانہ ہوئے ہم ابھی راستہ میں ہی تھے کہ مدینہ کا ایک قافلہ رونما ہوا۔ ہم نے ان سے کوئی تازہ خبر پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہیں' لوگ ٹھیک ٹھاک حالت میں ہیں۔ حضرت جریرؓ کہتے ہیں ان دونوں نے مجھے پیغام دیا کہ ابوبکرؓ کو بتا دینا ہم آئے تھے ان شاء اللہ شاید ہم عنقریب واپس آئیں۔ وہ یمن چلے گئے اور میں مدینہ چلا آیا۔

حضرت ابوبکرؓ کو ان کا واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا تو ان کو اپنے ہمراہ کیوں نہ لایا۔ بعد ازیں ملاقات میں مجھے ذوعمرو نے کہا جناب جریر! آپ مجھ سے محترم ہیں میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں' آپ اہل عرب ہمیشہ خیر و برکت میں رہیں گے۔ جب آپ کا امیر فوت ہو جائے تو آپ دوسرا امیر بنالیں' اور جب حکومت بزور شمشیر حاصل ہو تو آپ ملوک اور بادشاہ بن جاؤ گے۔ بادشاہوں کی طرح غضبناک ہو گے اور بادشاہوں کی طرح رضامند ہو گے۔ امام احمد اور بخاری نے ابن ابی شیبہ سے اسی طرح بیان کیا ہے اور حافظ بیہقی نے بھی امام حاکم' عبداللہ بن جعفر' یعقوب بن سفیان سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حافظ بیہقی (حاکم' علی بن متوکل' محمد بن یونس' یعقوب بن اسحاق حضرمی' زائدہ' زیاد بن علاقہ) حضرت جریرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے یمن میں ایک یہودی عالم ملا۔ اس نے کہا اگر تمہارا صاحب اور ساتھی برحق نبی ہے تو وہ بروز سوموار فوت ہو گیا ہے۔ امام بیہقی نے اسی سند سے بیان کیا ہے۔ اور امام احمد (ابوسعید' زائدہ' زیاد بن

علاقہ) حضرت جریر سے بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے یمن میں ایک یہودی عالم نے کہا ان کان صاحبکم نبیا فقد مات الیوم حضرت جریرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کو فوت ہوئے۔

حضرت کعبؓ کا عجب واقعہ : حافظ بیہقی (ابوالحسین بن بشران معدل در بغداد' ابو جعفر محمد بن عمرو' محمد بن ہیثم' سعید بن ابی کبیر بن عوف' عبدالحمید بن کعب بن علقمہ بن کعب بن عدی تنوخی' عمرو بن حارث' ناعم بن رجیل) حضرت کعبؓ بن عدی سے بیان کرتے ہیں کہ میں اہل حیرہ کے وفد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ہمارے سامنے اسلام پیش کیا ہم دائرہ اسلام میں داخل ہو کر واپس حیرہ چلے آئے۔ ہم وہاں پہنچے ہی تھے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کی اطلاع ملی تو میرے رفقاء ریب و شک میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے وہ نبی ہوتے تو فوت نہ ہوتے۔ میں نے جواب دیا آپؐ سے قبل انبیاء فوت ہو چکے ہیں اور میں خود اسلام پر ثابت قدم رہا۔ پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوا' راستہ میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی۔ ہم اس کی رائے کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کیا کرتے تھے۔ میں نے اسے کہا آپ میرے دل کی بات بتائیں' میرا دل اس سے پریشان ہے۔ اس نے کہا' کوئی نام لکھ کر لاؤ۔ میں نے اس کے پاس "کعب" پیش کیا تو اس نے ایک کتاب نکال کر کہا یہ اس میں ڈال دو۔ میں نے وہ نام اس میں ڈال دیا تو اس نے کتاب میں غور کیا دیکھا تو اس میں نبی علیہ السلام کی شکل و صورت کا بیان ہے' جیسا کہ میں نے آپ کو دیکھا تھا اور آپ کا اسی وقت میں فوت ہونے کا ذکر ہے جس میں آپ فوت ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر میری ایمانی بصیرت میں اضافہ ہو گیا اور میں نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچ کر یہ واقعہ ان کو بتایا اور ان کے پاس کچھ روز مقیم رہا' پھر آپ نے مجھے مقوقس کی طرف روانہ کیا اور میں وہاں سے واپس آیا۔ نیز مجھے حضرت عمرؓ نے بھی اپنے خط دے کر مقوقس کے پاس بھیجا' میں اس کے پاس پہنچا تو جنگ یرموک کا زمانہ تھا اور مجھے معلوم نہ تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کیا معلوم ہے کہ روم نے عرب کا قتل و خون کر کے ان کو شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ میں نے کہا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا کیونکر؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے وعدہ کیا ہے کہ اس کے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پھر اس نے کہا تمہارے نبی نے سچ کہا ہے۔ واللہ رومی قوم عاد کی طرح قتل کر دیئے گئے۔

پھر اس نے مجھ سے اعیان صحابہ اور سرکردہ اشخاص کے بارے پوچھا میں نے اس کو بتایا تو اس نے حضرت عمرؓ اور سربر آوردہ اشخاص کے نام تحائف دیئے۔ علیؓ' عبدالرحمانؓ' زبیرؓ اور غالباً عباسؓ بھی تحائف قبول کرنے والوں میں شامل تھے۔ حضرت کعبؓ کا بیان ہے کہ جاہلی دور میں' میں حضرت عمرؓ کے ساتھ کپڑے کے کاروبار میں شریک کار تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے تنخواہ داروں کا کتابچہ تیار کیا تو "بنی عدی بن کعب" کے دیوان اور دفتر میں میری تنخواہ مقرر کی۔ یہ اثر غریب ہے۔ اس میں خبر عجیب ہے اور وہ صحیح ہے۔

وفات رسول ﷺ کے بعد ارتداد کا دور' اور مکہ میں سہیلؓ کا کردار : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد کی لہر دوڑ گئی۔ یہودیت اور عیسائیت سربلند ہو گئی اور نفاق غالب آگیا اور نبی ﷺ کی وفات کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت ابتر اور سردی کی رات میں' بارش

زدہ بکریوں کی سی تھی۔ تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر متفق اور متحد کر دیا۔

ابن ہشام نے ابوعبیدہ وغیرہ اہل علم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد' اکثر اہل مکہ نے ارتداد اور اسلام سے پھر جانے کا ارادہ کر لیا تھا یہاں تک کہ امیر مکہ عتاب بن اسید' ان سے خوف زدہ ہو کر چھپ گیا اور حضرت سہیل بن عمروؓ نے خطاب کیا' حمد و ثنا کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ بات اسلام میں قوت کی موجب ہے' جو شخص ہم میں بدگمانی پیدا کرے گا ہم اس کا سر قلم کر دیں گے۔ چنانچہ لوگ اپنے ارادے سے باز آگئے اور ارتداد سے رک گئے اور عتاب بن اسید حاکم مکہ برملا لوگوں کے سامنے آگئے۔ سہیل بن عمرو جنگ بدر میں اسیر ہو کر آئے تو حضرت عمرؓ نے ان کے دانت اکھاڑ دینے کا مشورہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا' ممکن ہے کہ وہ ایسے مقام پر فائز ہو کہ تو اس کی مذمت نہ کرے۔ یہ وہی مقام ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اکثر عرب قبائل میں ارتداد اور اسلام سے انحراف کا دور ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔ یمامہ میں متنبی مسیلمہ کذاب اور یمن میں اسود عنسی اور عام لوگوں میں جو انحراف اور اسلام سے اعراض کا حادثہ بیان کریں گے یہاں تک کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی طرف لوٹ آئے اور ارتداد کی سفاہت اور جہالت کی حالت جس پر شیطان نے ان کو اکسایا تھا' ترک کر کے اسلام کی طرف آگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت و مدد کی اور ان کو دین اسلام پر حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ ثابت قدم کر دیا۔

حضرت حسانؓ کا کلام : ابن اسحاق وغیرہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بارے جیسا کہ عنقریب مفصل آئے گا' حضرت حسان بن ثابتؓ کے بہت سے قصیدے بیان کئے ہیں سب سے اہم اور فصیح و بلیغ وہ قصیدہ ہے جو عبدالملک بن ہشام نے ابوزید انصاری سے نقل کیا ہے کہ حضرت حسانؓ نے رسول اللہ ﷺ پر اشکبار ہو کے کہا۔

بطیبة رسم للرسول ومعهد　　منیر وقد تعفو الرسوم وتمهد
ولا تمتحی الآیات من دار حرمة　　بها منبر الهادی الذی کان یصعد
وواضح آیات وباقی معالم　　وربع له فیه مصلی ومسجد
بها حجرات کان ینزل وسطها　　من الله نور یستضاء ویوقد
معارف لم تطمس علی العهد آیها　　أتاها البلا فالآی منها تجدد

(مدینہ اور طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے آثار ہیں اور منزل ہے مینار نور اور گاہے نشانات مٹ جاتے ہیں اور پامال ہو جاتے ہیں۔ اور محترم منزل کے نشانات محو نہیں ہوتے۔ وہاں پر "ہادی" کا وہ منبر ہے جس پر چڑھتا تھا۔ اور واضح نشانات اور باقی رہنے والے علامات' اور ان کی منزل ہے اس میں عبادت گاہ اور مسجد ہے۔ وہاں حجرے ہیں ان کے درمیان اللہ کا نور نازل ہوتا ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ معروف مقامات ہیں' مرور زمانہ کے باوصف اس کے نشانات محو نہیں ہوئے۔ ان پر آفت آئی اور ان سے وہ اور تروتازہ ہو گئے)

عرفت بها رسم الرسول وعهده وقبراً بها واراه فی الترب ملحد
ظللت بها أبکی الرسول فأسعدت عیون ومثلاها من الجن تسعد
یذکرن آلاء الرسول ولا أری لها محصیا نفسی فنفسی تبلد
مفجعة قد شفها فقد احمد فظلت لآلاء الرسول تعدد
وما بلغت من کل أمر عشیرة ولکن لنفسی بعد ما قد توجد

(میں نے ان میں رسول اللہؐ کے عہد مسعود کے آثار اور قبر کو دیکھا جس میں آپ کو قبر بنانے والے نے مٹی میں دفن کر دیا ہے۔ میں وہاں رسول اللہؐ پر اشکبار ہوں اور آنکھیں مدد کی گئیں اور اس سے دوچند جنات کی آنکھوں سے مدد کی گئی۔ وہ رسول اللہؐ کے احسانات یاد دلاتے ہیں اور ان کو میں شمار نہیں کر سکتا اور میں ناتواں ہوں۔ وہ درد مند ہیں احمدؐ کی موت نے ان کو ناتواں کر دیا ہے اور رسول اللہؐ کے احسانات کو شمار کرنے لگتی ہیں۔ اور ان کی ہر بات دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچ سکتی لیکن میرا دل غمناک ہے)

أطالت وقوفا تذرف العین جهدها علی طلل القبر الذی فیه احمد
فبورکت یا قبر الرسول وبورکت بلاد ثوی فیها الرشید المسدد
تهیل علیه الترب أید وأعین علیه - وقد غارت بذلك - أسعد
لقد غیبوا حلما وعلما ورحمة عشیة علّوه الثری لا یوسد
وراحوا بحزن لیس فیهم نبیهم وقد وهنت منهم ظهور وأعضد

(وہ اپنی کوشش سے دیر تک آنسو بہاتی رہیں اس قبر کے نشانات پر جس میں احمدؐ مدفون ہے۔ اے قبر رسول! تجھ پر برکات نازل ہوں اور بابرکت ہو وہ علاقہ جس میں ہدایت یافتہ راست رو مقیم ہے۔ ہاتھ اس پر مٹی ڈالتے ہیں اور آنکھیں اس پر اشکبار ہیں اور وہ چپک گئی ہیں۔ بردباری' علم اور رحمت کو انہوں نے عشاء کے وقت دفن کر دیا ہے اس کے اوپر تر مٹی ڈال دی ہے۔ ان کو وساد اور تکیہ نہیں دیا گیا۔ وہ اندوہناک واپس چلے آئے ان میں ان کا نبی موجود نہ تھا' ان کی کمریں اور بازو کمزور ہو چکے ہیں)

ویبکون من تبکی السموات یومه ومن قد بکته الأرض فالناس أکمد
وهل عدلت یوما رزیة هالك رزیة یوم مات فیه محمد
تقطع فیه منزل الوحی عنهم وقد کان ذا نور یغور وینجد
یدل علی الرحمن من یقتدی به وینقذ من هول الخزایا ویرشد
إمام لهم یهدیهم الحق جاهداً معلّم صدق إن یطیعوه یسعدوا

(اور وہ اس ذات پر دن بھر روتے ہیں جس پر آسمان اور زمین گریہ کناں ہیں اور سب لوگ غمناک ہیں۔ کیا کبھی کسی فوت ہونے والے کی مصیبت' اس مصیبت کے ہم پلہ ہوئی ہے جس روز محمدؐ فوت ہوئے۔ اس روز جبرائیلؑ ان سے منقطع ہو گیا اور وہ صاحب نور تھا جس کا پرتو' غوز اور نجد میں تھا۔ جو اس کی اتباع کرے اس کو وہ اللہ کا راہ بتاتا ہے اور راہنمائی کرتا ہے اور رسوائیوں کی ہولناکیوں سے نجات دلاتا ہے۔ وہ ان کا امام ہے ان کو کوشش سے راہ حق

بتاتا ہے۔ صدق و راستی کا معلم ہے۔ اگر وہ اس کی اطاعت کریں تو سعادت مند ہو جائیں)

عفوٌّ عن الزلات يقبل عذرهم ۔ وإن يحسنوا فالله بالخير أجود
وإن ناب أمر لم يقوموا بحمله ۔ فمن عنده تيسير ما يتشدد
فبيناهمُ في نعمة الله وسطهم ۔ دليل به نهج الطريقة يقصد
عزيز عليه أن يجوروا عن الهدى ۔ حريص على أن يستقيموا ويهتدوا
عطوف عليهم لايثني جناحه ۔ الى كنف يحنو عليهم ويمهد

(لغزشوں کو معاف کرنے والے معذرت قبول کرتے ہیں اگر وہ نیک کام کریں تو اللہ تعالیٰ بہت فیاض ہے۔ اگر ان کو' کوئی مشکل درپیش ہو تو وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے' پس کون ہے جس کے پاس مشکلات کا حل ہو۔ وہ اللہ کے انعامات میں ہیں ان کے درمیان راہنما ہے اسی کے ذریعہ چلنے کے راستہ کا قصد کیا جاتا ہے۔ ان کا راہ راست سے ہٹنا اس کو ناگوار ہے۔ ان کی استقامت اور ہدایت کا وہ حریص اور آرزومند ہے۔ وہ ان پر مہربان ہے وہ اپنے بازوئے رحمت کو موڑتا نہیں وہ ان پر مشفق ہے اور ان کو گہوار رحمت میں رکھتا ہے)

فبيناهمُ في ذلك النور إذ غدا ۔ إلى نورهم سهم من الموت مقصد
فاصبح محموداً إلى الله راجعا ۔ يبكّيه جفن المرسلات ويحمد
وأمست بلاد الحرْم وحشا بقاعها ۔ لغيبة ما كانت من الوحي تعهد
قفارًا سوى معمورة اللحد ضافها ۔ فقيد يبكّيه بلاط وغرقد
ومسجده فالموحشات لفقده ۔ خلاءٌ له فيها مقام ومقعد

(وہ اس نور میں پر سرور تھے اچانک ان کے نور کی طرف موت کا تیر آیا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اور وہ اللہ کی طرف قابل ستائش لوٹا' اس پر فرشتوں کی آنکھیں روتی ہیں اور تعریف کرتی ہیں۔ اور حرم کے علاقہ کے مقامات وحشت ناک ہو گئے ہیں وحی کے غائب ہونے کی وجہ سے جو معہود تھی۔ وہ بیابان ہے سوائے قبر کی جگہ کے اس میں ایک فقید المثال چلا گیا ہے اس پر فرش اور غرقد درخت روتے ہیں۔ اور اس کی مسجد یہ مقامات ان کے نہ ہونے کی وجہ سے وحشت ناک ہیں' خالی ہیں۔ ان کی ان مقامات میں نشست تھی)

وبالجمرة الكبرى له ثم أوحشت ۔ ديار وعرْصات وربع ومولد
فبكّي رسول الله ياعين عبرة ۔ ولا أعرفنك الدهر دمعك يجمد
ومالك لا تبكين ذا النعمة التي ۔ على الناس منها سابغ يتغمد
فجودي عليه بالدموع وأعولي ۔ لفقد الذي لا مثله الدهر يوجد
وما فقد الماضون مثل محمد ۔ ولا مثله حتى القيامة يفقد

(اور جمرہ کبریٰ میں بھی اس کا قیام تھا۔ پھر یہ علاقہ اور میدان اور گھر اور جائے ولادت خالی ہو چکے ہیں۔ اے آنکھ! تو رسول اللہؐ پر آنسو بہا اور میں تیرے آنسوؤں کو کبھی خشک نہ پاؤں۔ اور تجھے کیا ہے کہ تو نہیں روتی اس منعم پر جس کے لوگوں پر انعامات وسیع ہیں۔ اس پر آنسو بہا اور آہ و فغاں کر بے مثال انسان کے مفقود ہونے پر۔ سابقہ

زمانہ کے لوگوں نے مثل محمد ﷺ مفقود نہیں پایا اور نہ ہی تاقیامت ان جیسا مفقود ہو سکتا ہے)

أعف وأوفى ذمة بعد ذمة ۔ وأقرب منه نائلا لا ينكد
وأبذل منه للطريف وتالد ۔ اذا ضن معطاء بما كان يتلد
وأكرم حيًا في البيوت اذا انتمى ۔ وأكرم جدًّا أبطحيا يسود
وأمنع ذروات وأثبت في العلا ۔ دعائم عز شاهقات تشيد
وأثبت فرعا في الفروع ومنبتاً ۔ وعودا غذاه المزن فالعود أغيد

(نہایت عفیف اور پاکباز اور یکے بعد دیگرے عہد کو پورا کرنے والے اور عطیہ میں بھی اس کے کوئی قریب نہیں ہے اور نہ ان پر بخل کی تہمت لگائی جاتی ہے۔ اور بہت خرچ کرنے والا ان سے نئے اور پرانے مال کو جب فیاض اپنے مال سے بخل کرے۔ جب نسب بیان کرے تو خاندانوں میں معزز ہے اور ابطحی دادا کے لحاظ سے اعلیٰ سردار ہیں۔ اور بلندیوں کے محفوظ مقامات کی حفاظت کرنے والے اور اس نے بلندی میں عزت کے بلند اور مضبوط ستون قائم کیے ہیں۔ اور شاخوں میں مضبوط شاخ اور اگنے میں اور اس کی جڑ کو برساتی پانی نے سیراب کیا اور وہ تنا نرم اور عمدہ ہے)

رباه وليداً فاستتم تمامه ۔ على أكرم الخيرات رب ممجد
تناهت وصاة المسلمين بكفه ۔ فلا العلم محبوس ولا الرأى يفند
أقول ولا يلفى لما قلت عائب ۔ من الناس إلا عازب القول مبعد
وليس هوائى نازعا عن ثنائه ۔ لعلى به في جنة الخلد أخلد
مع المصطفى أرجو بذاك جواره ۔ وفى نيل ذاك اليوم اسعى وأجهد

(رب مجید نے ان کی بچپن میں اچھے کاموں پر تربیت کی ہے اور وہ پایہ تکمیل کو پہنچے۔ اس کے دست مبارک سے مسلمانوں کی وصیت انتہا کو پہنچ گئی۔ پس نہ علم پر پابندی ہے اور نہ ہی رائے مسرور و مطعون۔ میں کہتا ہوں اور میری بات پر نکتہ چینی دور کی کوڑی لانے والے اور غلط بات کہنے والا ہی کر سکتا ہے۔ اور میری خواہش ہے کہ اس کی تعریف و ستائش میں زندگی بسر ہو جائے شاید میں اس کی بدولت جنت خلد میں ہمیشہ رہوں۔ مصطفیؐ کے ہمراہ اس وجہ سے میں ان کی ہمسائیگی کا امیدوار ہوں۔ اور آج میں اسی کے حصول میں کوشاں ہوں)

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا اظہار غم : روض الانف کے آخر میں امام سہیلی کا بیان ہے کہ حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبدا لمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہؐ پر اشکبار ہوتے ہوئے کہا

أرقت فبات ليلى لا يزول ۔ وليل أخى المصيبة فيه طول
وأسعدنى البكاء وذاك فيما ۔ أصيب المسلمون به قليل
لقد عظمت مصيبتنا وجلت ۔ عشية قيل قد قبض الرسول
وأضحت أرضنا مما عراها ۔ تكاد بنا جوانبها تميل
فقدنا الوحى والتنزيل فينا ۔ يروح به ويغدو جبرئيل

(مجھے نیند نہ آئی اور میری رات ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی اور مصیبت زدہ کی رات طویل ہوتی ہے۔ اور مجھے بے ساختہ رونا آیا اور یہ آہ و بکا مسلمانوں کی مصیبت کی نسبت معمولی ہے۔ اس وقت ہماری مصیبت بے پایاں ہو گئی جب کہا گیا کہ رسول اللہؐ فوت ہو چکے ہیں۔ اور ہمارا علاقہ اس مصیبت کی وجہ سے جو اس کو پہنچی ہے قریب تھا کہ اس کے اطراف و اکناف پر لرزہ طاری ہو جائے۔ ہم نے وحی اور قرآن کے نازل ہونے کو مفقود پایا جس کو صبح شام جرائیل لاتا تھا)

وذاك أحق ما سالت عليه نفوس الناس أو كربت تسيل
نبي كان يجلو الشك عنا بما يوحى اليه وما يقول
ويهدينا فلا نخشى ضلالا علينا والرسول لنا دليل
أفاطم إن جزعت فذاك عذر وإن لم تجزعي ذاك السبيل
فقبر أبيك سيد كل قبر وفيه سيد الناس الرسول

(یہ حادثہ فاجعہ اس سے زیادہ مستحق ہے کہ اس پر لوگوں کا دم نکل جائے یا اس کے قریب نوبت پہنچ جائے۔ نبی علیہ السلام ہمارے شک و ریب کو رفع کرتے وحی اور اپنے فرمان کی بدولت۔ وہ ہمارے راہنما تھے ہماری ضلالت کا اندیشہ نہ لاحق ہو' رسول اللہ ﷺ ہمارے دلیل راہ ہیں۔ اے فاطمہؓ! اگر تو جزع فزع کرے تو یہ عظیم عذر ہے۔ اگر جزع فزع نہ کرو صبر کرو تو یہی اچھا طریقہ ہے۔ تیرے والد کی قبر کائنات کی قبروں کی سردار ہے اور اس میں سید عالم اور رسولؐ دفن ہے)

نبی علیہ السلام کے ترکے کا بیان

نبی علیہ السلام نے نہ کوئی درہم و دینار بطور ترکہ چھوڑا' نہ غلام اور کنیز اور نہ بکری اور شتر اور نہ کوئی ایسی چیز جو آپ کی وراثت ہو۔ البتہ آپ نے کچھ رقبہ چھوڑا جس کو اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا کیونکہ تمام تر دنیا آپ کی نگاہ میں ہیچ تھی۔ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پر کاہ کے برابر نہیں) کہ آپ اس کے حصول کے لئے سعی و کاوش کرتے یا پسماندگان کے لئے وراثت چھوڑتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) امام بخاری (قتیبہ' ابوالاحوص' ابواسحاق) عمرو بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار اور نہ غلام اور نہ کنیز۔ صرف ایک سفید خچر جس پر آپ سوار ہوتے تھے۔ اسلحہ اور زمین جس کو آپ نے فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا۔

اس میں امام بخاری منفرد ہیں۔ امام بخاری نے اس کو متعدد مقامات پر متعدد طرق سے بیان کیا ہے۔ ابوالاحوص' سفیان ثوری اور زہیر بن معاویہ سے امام ترمذی نے حدیث اسرائیل سے اور نسائی نے یونس بن ابواسحاق سے' یہ پانچوں راوی ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی سے بیان کرتے ہیں اور یہ عمرو بن حارث بن مصطلق بن ابی ضرار برادر ام المومنین جویریہ بنت حارث سے۔

(۲) امام احمد (ابومعاویہ ' اعمش اور ابن نمیر' اعمش' شقیق' مسروق) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم اور نہ بکری اور بعیر اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔
یہ مسلم' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں متعدد طرق سے (سلیمان بن مہران اعمش' شقیق' بن سلمہ ابووائل' مسروق بن اجدع) ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق' حبیبہ محبوب خدا جن کی براءت و صفائی ساتویں آسمان سے نازل ہوئی رضی اللہ عنہا وارضاھا سے مروی ہے۔
(۳) امام احمد (اسحاق بن یوسف' سفیان' عاصم' زر بن جیش) حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار' غلام اور کنیز بکری اور بعیر کچھ نہ چھوڑا۔
(۴) امام احمد (عبدالرحمان' سفیان' عاصم' زر) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار بکری اور بعیر نہ چھوڑا' زیادہ تر مجھے اسی طرح معلوم ہے۔ عبد اور امہ کے ذکر میں مجھے شک لاحق ہے۔ شمائل میں ترمذی نے بھی اسی طرح بندار از عبدالرحمان بن مہدی بیان کیا ہے۔
(۵) امام احمد (وکیع' مسعر' عاصم بن ابی النجود' زر) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار' غلام اور کنیز بکری اور بعیر نہیں چھوڑا۔ امام احمد نے یہ روایت بغیر کسی شک کے روایت کی ہے۔
(۶) حافظ بیہقی (ابوزکریا بن ابواسحاق مزکی' ابوعبداللہ محمد بن یعقوب' محمد بن عبدالوہاب' جعفر بن عون' مسعر' عاصم) زر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے کہا تم مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے میراث کی بابت پوچھتے ہو۔ سنو! رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار اور غلام و کنیز ترکہ میں نہیں چھوڑی۔ مسعر راوی کہتا ہے میرا خیال ہے کہ عاصم نے بکری اور بعیر کا نام بھی لیا۔
(۷) مسعر (عدی بن ثابت) علی بن حسین سے مروی ہے کہ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار اور غلام و لونڈی ترکہ نہیں چھوڑی۔
(۸) امام مسلم اور امام بخاری (اعمش' ابراہیم' اسود) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک یہودی سے مدت معینہ تک غلہ خریدا اور اس کے عوض لوہے کی زرہ گروی رکھی۔
(۹) اور امام بخاری (قبیصہ' ثوری' اعمش' ابراہیم' اسود) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت بھی ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع کے عوض آپکی زرہ گروی تھی۔
(۱۰) حافظ بیہقی (یزید بن ہارون' ثوری' اعمش' ابراہیم' اسود) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت بھی آپ کی زرہ تیس صاع جو کے عوض گروی تھی۔
(۱۱) امام بیہقی (علی بن احمد بن عبدان' ابوبکر محمد بن حمویہ عسکری' جعفر بن محمد قلانس' آدم' شیبان' قتادہ) حضرت انس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جو کی روٹی اور سڑاند والی چربی دعوت میں پیش کی گئی۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا والذی نفسی محمد بیدہ! بخدا آل محمدؐ کے پاس گندم اور کھجور کا ایک صاع ذخیرہ نہیں ہے' آپ کی اس وقت نو بیویاں تھیں اور آپ نے ایک یہودی کے پاس مدینہ میں ایک زرہ

گروی رکھی اور اس سے غلہ لیا اور وفات تک آپ اس زرہ کو آزاد نہ کرا سکے۔ ابن ماجہ نے اس روایت کا بعض حصہ شیبان بن عبدالرحمان نحوی از قتادہ بیان کیا ہے۔

(۱۲) امام احمد (عبدالصمد' ثابت' ھلال' عکرمہ) ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے جبل احد کی طرف دیکھ کر فرمایا والذی نفسی بیدہ' بخدا میرے لئے باعث مسرت نہ ہے کہ آل محمد کے پاس پورا جبل احد سونا ہو اور میں اس کو فی سبیل اللہ صرف کر دوں اور وفات کے روز میرے پاس صرف ۲ دینار ہوں جن کو میں نے قرضہ چکانے کے لئے رکھا ہو چنانچہ جب آپ فوت ہوئے تو آپ نے نہ درہم و دینار چھوڑا اور نہ غلام اور لونڈی اور ایک زرہ تھی جو یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض گروی تھی۔

اس حدیث کا آخری حصہ ابن ماجہ (عبداللہ بن معاویہ جمحی' ثابت بن یزید) ہلال بن خباب عبدی کوفی سے بیان کرتے ہیں اور پہلا حصہ بخاری میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے۔

(۱۳) امام احمد (عبدالصمد' ابوسعید' عفان' ثابت بن یزید' ہلال بن ضاب' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ حضرت عمرؓ آئے اور آپ چٹائی پر دراز تھے اور آپ کے پہلو مبارک پر چٹائی کے نشانات تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا' یارسول اللہ! کاش آپ اس سے نرم بستر بنا لیتے؟ تو آپ نے فرمایا' میرا دنیا سے کیا تعلق' میری اور دنیا کی مثال ایک سوار کی ہے۔ جو گرمی اور دھوپ کے وقت چلا اور اس نے دن میں معمولی وقت درخت کے سایہ کے نیچے بسر کیا پھر چھوڑ کر چل دیا۔ (تفرد بہ احمد)

اس کی سند جید ہے اور اس کا شاہد قصہ ایلاء میں موجود ہے۔ آپ کے زہد اور ترک دنیا کے بارے اور اعراض لذائذ دنیا اور اس کے نظر انداز کرنے کے بارے اور احادیث کے ساتھ اس کا تذکرہ ہو گا اور یہ ہمارے مدعا کی دلیل ہے کہ نبی علیہ السلام کے نزدیک مال دنیا کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

(۱۴) امام احمد (سفیان' عبدالعزیز بن رفیع) سے بیان کرتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقل حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ نہیں چھوڑا سوائے اس کے جو دو لوحوں کے درمیان ہے۔ پھر ہم محمد بن علی زین العابدین کے پاس گئے تو اس نے بھی یہی کہا۔ امام بخاری نے بھی قتیبہ از سفیان بن عیینہ اسی طرح بیان کیا ہے۔

(۱۵) امام بخاری (ابونعیم' مالک بن مغول) حضرت طلحہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کیا نبی ﷺ نے کوئی وصیت کی' تو اس نے کہا نہیں' تو میں نے پوچھا پھر لوگوں پر وصیت کیونکر فرض کی یا وصیت کا ان کو حکم دیا گیا' تو اس نے کہا کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی۔ ابوداؤد کے علاوہ سب اہل سنن اور مسلم بخاری نے اس روایت کو متعدد طرق سے مالک بن مغول سے بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح غریب کہا ہے کہ ہم مالک بن مغول کی سند کے علاوہ کوئی سند نہیں جانتے۔

نوٹ : امام ابن کثیر فرماتے ہیں اس فصل کے بعد ہم بہت سی ایسی احادیث بیان کریں گے جن میں متعدد اشیا کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کے ساتھ مخصوص تھیں۔ مثلاً ازواج مطہرات کے گھر

کنیزیں، غلام، گھوڑے، شتر، بکریاں، اسلحہ، خچر، گدھا، لباس، گھر کا اثاثہ اور انگوٹھی وغیرہ ہم ان کو باسناد اور بہ دلائل بالوضاحت بیان کریں گے۔

ان میں سے اکثر نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ہی عدم وراثت کا وعدہ پورا کرنے کی خاطر خیرات کر دی تھیں۔ لونڈیاں اور غلام آزاد کر دیئے تھے، کچھ سامان اور اثاثہ بمع اراضی بنی نضیر، خیبر اور فدک کے مسلمانوں کی مصلحت اور مفاد کے لئے رکھا ہوا تھا۔ جیسے کہ ہم ان شاء اللہ آئندہ بیان کریں گے کہ آپ نے اس مال و متاع سے اپنے ورثاء کے لئے قطعاً کچھ نہیں چھوڑا۔ وباللہ المستعان۔

فرمان رسول "لا نورث" کا بیان : (۱) امام احمد (سفیان، ابوالزناد، اعرج) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے وارث درہم و دینار تقسیم نہ کریں گے۔ ازواج مطہرات اور عاملین کے اخراجات کے بعد میرا ترکہ صدقہ ہے۔

(۲) امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد کئی ایک اسناد سے (مالک بن انس، ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان، عبدالرحمان بن ھرمز اعرج) حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے وارث دینار تقسیم نہ کریں گے۔ اہل و عیال اور عاملین کے اخراجات کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہے۔ (لفظ بخاری)

حضرت عثمانؓ کو بھیجنے کا عزم : (۳) امام بخاری (عبداللہ بن مسلمہ، مالک، زہری، عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات نے عزم کیا کہ حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس میراث کی بابت بھیجیں تو حضرت عائشہؓ نے کہا کیا "**لانورث وما ترکنا صدقة**" "ہم انبیاءؑ کی جماعت کے وارث نہیں ہوتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔" رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں ہے؟ یہ روایت مسلم نے یحیٰی بن یحیٰی، ابوداؤد نے قعنبی اور نسائی نے قتیبہ، یعنی ان تینوں نے مالک سے بیان کی ہے۔

حضرت عائشہؓ یکے از ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ بفرض محال اگر وراثت ہوتی بھی تو انہوں نے اعتراف کر لیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ترکہ صدقہ ہے مال موروث نہیں۔ ظاہر ہے کہ باقی امہات المومنین نے بھی حضرت عائشہؓ کی موافقت کی ہو گی اور ان کی بات سے ان کو یہ مسئلہ یاد آ گیا ہو گا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ ان کے نزدیک طے شدہ تھا، واللہ اعلم۔

(۴) امام بخاری (اسماعیل بن ابان، عبداللہ بن مبارک، یونس، زہری، عروہ) عائشہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا، "**لانورث ما ترکنا صدقة**"

(۵) فرمان رسول "**لانورث ما ترکنا صدقة**" کے عنوان کے تحت امام بخاری (عبداللہ بن محمد، ہشام، معمر، زہری، عروہ) حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی وراثت کے مطالبہ کے لئے آئے، وہ اس وقت فدک اور خیبر کی اراضی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے ان کو کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے "**لانورث ما ترکنا صدقته**" اس اراضی سے آل محمد کا گزران چلے گا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے کہا، واللہ! اس کے بارے میں وہی کروں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے ان کی ملاقات چھوڑ دی اور

مرنے تک ان سے بات نہیں کی۔ امام احمد نے عبدالرزاق از معمر اسی طرح بیان کیا ہے۔

(۶) امام احمد (یعقوب بن ابراہم' ابوہ' صالح بن کیسان' زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے رسول اللہ ﷺ کے ترکہ سے وراثت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ہمارے وارث نہیں ہوتے' ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ کو غصہ آیا اور حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات چھوڑ دی اور مرنے تک ان سے ملاقات نہ کی۔ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ چھ ماہ زندہ رہیں۔ امام احمد نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(۷) امام بخاری نے یہ حدیث بخاری شریف کتاب المغازی میں (ابن ابی بکیر' لیث' عقیل' زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے سابقہ روایت کی طرح بیان کی ہے اور اس میں اضافہ ہے جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت علیؓ نے ان کو رات ہی دفن کر دیا اور حضرت ابوبکرؓ کو وفات کی خبر نہ دی اور خود ہی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں حضرت علیؓ کی لوگوں میں وجاہت تھی' جب وہ فوت ہو گئیں تو حضرت علیؓ نے لوگوں میں انحراف اور اعراض محسوس کیا' اس وقت انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے مصالحت اور تجدید بیعت کرنے کا خیال کیا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر کو پیغام بھیجا آپ ہمارے ہاں تشریف لایئے' آپ کے ہمراہ اور کوئی نہ ہو۔ اور حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا تیزی طبع کی وجہ سے ان کے ہمراہ آنے کو ناگوار سمجھا۔ حضرت ابوبکرؓ جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے کہا آپ ان کے پاس تنہا نہ جائیں تو انہوں نے کہا ممکن نہیں کہ وہ میرے ساتھ کچھ کریں۔ واللہ! میں ان کے پاس اکیلا ہی جاؤں گا۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ چلے گئے اور حضرت علیؓ نے کہا ہمیں آپ کی فضیلت اور بزرگی معلوم ہے اور جو مقام اللہ نے آپ کو عنایت فرمایا اور ہم خلافت پر جو اللہ نے آپ کو دی ہے حسد نہیں کرتے لیکن آپ لوگوں نے تنہا خلافت کا فیصلہ کر لیا (اور ہمیں نظرانداز کر دیا) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت اور رشتہ کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ ہمارا بھی اس میں حق ہے۔ حضرت علیؓ برابر ایسی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ رونے لگے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے کہا والذی نفسی بیدہ! بخدا! رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا خیال تو مجھے اپنی قرابت سے بھی زیادہ ہے۔ باقی رہا وہ نزاع جو وراثت کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے' میں نے اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ میں نے وہی کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے نماز ظہر پڑھائی تو منبر پر تشریف لائے خطبہ مسنونہ پڑھا پھر حضرت علیؓ کا حال بیان کیا' بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور ان کا عذر بیان کیا پھر حضرت علیؓ نے خطاب کیا اور حضرت ابوبکرؓ کی عظمت بیان کی اور فضائل کا ذکر کیا اور بتایا کہ بیعت نہ کرنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ مجھے ابوبکرؓ سے حسد تھا۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی اور لوگوں نے اس بات کی تحسین کی اور جب حضرت علیؓ نے اچھا طریقہ اختیار کر لیا تو لوگ آپ سے زیادہ محبت کرنے لگے۔

بخاری' مسلم' ابوداؤد اور نسائی نے اس روایت کو متعدد اسناد سے (از زہری از عروہ از عائشہؓ) اسی طرح

بیان کیا ہے۔

یہ بیعت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد کی تھی' صلح کی پختگی کی بیعت تھی اور دوسری بیعت تھی۔ اس بیعت کے لحاظ سے جو سقیفہ بنی ساعدہ کے روز آپ نے کی تھی جیسے کہ ابن خزیمہ اور امام مسلم نے بیان کی ہے۔ ان چھ ماہ کے عرصہ میں حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ سے الگ نہیں رہے' بلکہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے رہے اور مشورہ کی خاطر ان کے پاس جاتے رہے اور معرکہ ذی قصہ میں ان کے ہمراہ گئے' جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۸) بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چند روز بعد' حضرت ابوبکرؓ نماز عصر سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر آئے تو حضرت حسنؓ بن علیؓ کو بچوں کے ہمراہ کھیلتے ہوئے پایا' انہیں اپنے کندھے پر اٹھا کر کہنے لگے اے حسن! میرے باپ قربان' نبیؐ کے شبیہ ہو' علیؓ کے شبیہ نہیں اور حضرت علیؓ پاس کھڑے مسکرا رہے تھے۔

بیعت ثانی : یہ دوسری بیعت' بیعت صلح' جب معرض وجود میں آئی تو بعض نے سمجھا کہ حضرت علیؓ نے قبل ازیں بیعت نہ کی تھی اور انہوں نے پہلی بیعت کی نفی کر دی اور یہ اصول ہے کہ مثبت' نافی سے مقدم ہوتا ہے۔ اثبات نفی سے راجح ہے۔ باقی رہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکرؓ سے ناراض اور غصے ہونا تو مجھے اس کا سبب معلوم نہیں اگر وراثت کے مطالبہ کو مسترد کر دینے کی وجہ سے تھا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کے پاس ایسا عذر پیش کیا تھا جس کا قبول کرنا ضروری اور لابدی تھا' وہ عذر ان کے والد ماجد رسول اللہ ﷺ سے مروی تھا کہ آپؐ نے فرمایا "ہم جماعت انبیاء کے وارث نہیں ہوتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔"

حضرت فاطمہ کو مطالبہ وراثت سے قبل حدیث معلوم نہ تھی' سنتے ہی انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا جیسا کہ بعض ازواج مطہرات کو معلوم نہ تھا یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ نے ان کو بتایا اور انہوں نے اس کی تائید کی۔ نیز حضرت فاطمہ پر یہ بدگمانی لائق نہیں کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو حدیث کے بارے اتہام لگایا ہو۔ حاشا و کلا' یہ بات ان کی شان سے بعید ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے' حالانکہ اس حدیث کی روایت میں حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عباس' حضرت عبدالرحمان بن عوف' حضرت طلحہ بن عبیداللہ' حضرت زبیر بن عوام' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر کی موافقت کی ہے۔ اگر اس روایت کو تنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بیان کرتے تو سب مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب تھا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری امر تھا۔

روافض کے لائق توجہ : حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی اگر اس بنا پر تھی کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی تھی کہ یہ اراضی قابل وراثت نہیں' صدقہ اور خیرات ہے تو اس کے نگران حضرت علیؓ ہوں تو حضرت ابوبکرؓ نے معذرت کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے جانشین اور خلیفہ ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مطابق ان کو عمل کرنا واجب ہے اور جس چیز کی رسول اللہ ﷺ نگرانی کرتے تھے وہ اس کی نگرانی کریں گے۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے کہا واللہ! جو کام رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے میں وہی کروں

گا۔

حضرت فاطمہؓ نے ان سے ملاقات نہ کی اور مرنے تک بات نہ کی۔ ان حالات میں' قطع تعلق اور ناراضگی نے روافض کے لئے شر و فساد اور جہل و نادانی کا وسیع و عریض دروازہ کھول دیا اور اس وجہ سے وہ لایعنی باتوں میں الجھ گئے۔ اگر وہ حقائق کو سمجھتے اور صحیح صورت حال سے آگاہ ہوتے تو حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت و عظمت کے قائل ہو جاتے اور ان کا وہ عذر خندہ پیشانی سے قبول کر لیتے جس کا قبول کر لینا ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن روافض ایک ایسا رذیل اور گمراہ طائفہ ہے جو متشابہ پر عمل کرتا ہے اور محکم امور کو ترک کرتا ہے۔ صحابہؓ' تابعینؒ اور دیگر ہر عہد کے معتبر علماء کے فیصلہ کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر کی روایت کی متعدد صحابہ سے تائید اور موافقت : امام بخاری (یحییٰ بن بکیر' لیث' عقیل) زہری سے بیان کرتے ہیں کہ مالک بن اوس بن حدثان نے مجھے بتایا (اور محمد بن جبیر بن مطعم نے اس حدیث کا ذکر میرے پاس کیا تھا چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور اس سے یہ حدیث پوچھی) تو اس نے بتایا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور ان کا دربان "یرفا" بھی آگیا۔ اس نے عرض کیا' کیا آپ عثمان' عبدالرحمان بن عوف' زبیرؓ بن عوام اور سعد (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو ملاقات کی اجازت دیں گے تو انہوں نے کہا "ہاں" اور یرفا نے ان کو اجازت دے دی۔ پھر پوچھا کیا علیؓ اور عباسؓ کو بھی اجازت دیں گے تو ان کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عباسؓ نے کہا جناب امیرالمومنین! میرے اور علیؓ کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں آپ کو اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و زمان قائم ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا (لانورث ماترکنا صدقة" جماعت انبیاء کے وارث نہیں ہوتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کی اپنی ذات مراد تھی۔ حاضرین نے تائید کی تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی تو انہوں نے بھی تصدیق و تائید کی تو حضرت عمرؓ نے کہا میں یہ قصہ آپ کے گوش گزار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے "مال فے" کو رسول اللہ ﷺ کے لئے مختص فرمایا' کسی کو اس میں حصہ دار نہ بنایا (۵۹/۶) "اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے مفت دلایا سو تم نے اس پر گھوڑے نہیں دوڑائے اور نہ اونٹ' لیکن اللہ اپنے رسولوں کو غالب کر دیتا ہے۔ جس پر چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

یہ مال فے خالص رسول اللہ ﷺ کا تھا' بخدا! یہ مال آپ نے تمہارے بغیر خاص اپنے لئے جمع نہیں کیا اور نہ تم پر کسی کو ترجیح دی۔ بلکہ وہ تم کو دیا اور تم میں تقسیم کر دیا اور بھلا دیا یہاں تک کہ اس میں سے یہ مال بچ گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس مال سے اپنے اہل و عیال کا سال بھر کے لئے خرچ لیتے تھے اور باقی ماندہ کو اللہ کی راہ میں صرف کر دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں اس پر عمل کیا۔ خدارا' بتاؤ کیا تم اس کو جانتے ہو؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے بالخصوص حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو کہا خدارا بتائیں کیا آپ اس بات کو جانتے ہیں تو انہوں نے "ہاں" کہا' حضرت عمرؓ نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور ابوبکرؓ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہوں' چنانچہ ابوبکرؓ نے اس مال کو قبضہ میں کر لیا اور

رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مطابق اس میں عمل کیا' پھر وہ فوت ہو گئے تو میں نے کہا میں بھی رسول اللہ ﷺ کے جانشین کا جانشین ہوں' دو سال وہ میرے زیر انتظام رہا۔ میں نے اس میں ابوبکرؓ اور رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مطابق عمل کیا پھر تم دونوں میرے پاس آئے' تمہارا مطالبہ ایک ہی تھا اور تمہارا مقدمہ اکٹھا تھا' اے عباس! آپ اپنے بھتیجے کا حق وراثت لینے آئے تھے اور یہ علیؓ اپنی بیوی کا حق وراثت لینے آیا جو اس کو اپنے والد ماجد سے ملتا ہے۔ میں نے اس وقت کہا تھا اگر چاہو تو میں اس کو' اسی طرز عمل پر تمہارے سپرد کر دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ تم مجھ سے کسی فیصلہ کی توقع رکھو تو اس خدا کی قسم! جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہے' میں اس کے علاوہ تاقیامت کوئی فیصلہ نہ کروں گا۔ اب اگر تم دونوں اس طرز عمل سے عاجز آچکے ہو تو وہ میرے سپرد کر دو' میں تم دونوں کو اس عمل سے سبکدوش کر دوں گا۔

اس روایت کو امام بخاری نے "صحیح" میں متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ مسلم اور اصحاب سنن نے زہری سے کئی ایک اسناد سے روایت کیا ہے۔

متفق علیہ روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مطابق عمل کیا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ راست گو' نیک' ہدایت یافتہ اور حق کے پیروکار تھے۔ پھر تم میرے پاس آئے اور میں نے وہ تمہارے سپرد کر دیا کہ تم اس میں میرے' ابوبکرؓ اور رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کے مطابق عمل کرو۔ خدارا بتاؤ' کیا میں نے وہ اس شرط پر تمہارے حوالہ کر دیا تھا ان دونوں نے "ہاں" کہا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا خدارا تم بتاؤ کیا میں نے یہ تمہارے سپرد کر دیا تھا۔ ان دونوں نے "ہاں" کہا۔ پھر عمرؓ نے کہا کیا تم مجھ سے علاوہ ازیں کسی فیصلہ کی توقع رکھتے ہو۔ بالکل نہیں اس خدا کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہے۔

امام احمد (سفیان' عمرو' زہری) مالک بن اوس سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا کہ وہ حضرت عبدالرحمانؓ' حضرت طلحہؓ' حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے میں آپ کو اس خدا کے نام سے پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہے کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جماعت انبیاءؑ کے وارث نہیں ہوتے' ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ سب نے کہا "ہاں" (یہ صحیحین کی شرط پر ہے) امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ نگرانی کی سپردگی کے بعد' حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی تھی کہ ان کے درمیان نگرانی تقسیم کر دیں اور ہر ایک کو اس کی وراثت کے مطابق نگرانی سپرد کر دیں اور انہوں نے اپنے جانے سے قبل چند صحابہ کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا جن میں حضرت عثمانؓ' حضرت ابن عوفؓ' حضرت طلحہؓ' حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان مشترکہ نگرانی کے باعث سخت نزاع برپا ہو گیا تھا۔ وہ صحابہؓ جو ان دونوں سے قبل حضرت عمرؓ کے پاس آئے تھے انہوں نے کہا جناب امیرالمومنین ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ایک کو دوسرے سے راحت بخشیں۔

گویا حضرت عمرؓ سرسری نظر میں بھی بہ حساب وراثت نگرانی کو تقسیم کرنے سے گریز کر رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے فرمان --- لا نورث ماترکنا صدقة --- کی تعمیل اور حفاظت کی خاطر' پس آپؓ نے ان کی بات تسلیم کرنے سے سختی سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ' حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک مشترکہ نگرانی کرتے رہے۔ پھر حضرت علیؓ اس اراضی پر غالب آگئے اور حضرت عباسؓ حضرت عثمانؓ کے روبرو' اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے مشورہ سے حضرت علیؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ (جیسا کہ امام احمد نے مسند میں بیان کیا ہے) پھر یہ اراضی مسلسل علویوں کی زیر نگرانی رہی۔

مسند شیخین : مسند شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) میں' میں نے اس حدیث کے سب اسناد اور الفاظ کا بالاستیعاب احاطہ کیا ہے۔ بحمداللہ میں نے ہر مسند کی ایک ضخیم جلد تیار کر دی ہے جو ان کی رسول اللہ ﷺ سے روایات اور صحیح مفید فقہ پر مشتمل ہے۔ اور اس کو میں نے آج کل کے اصطلاحی "ابواب فقہ" پر مرتب کیا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے آغاز کلام میں' قیاس اور آیت وراثت کے عموم سے' استدلال لیا اور حضرت ابوبکرؓ نے ان کو حدیث کے ساتھ جواب دیا جو خصوصی طور پر رسول اللہ ﷺ سے حق وراثت کی ممانعت پر دلالت کرتی تھی اور انہوں نے فرمان صدیق اکبر ؓ کو قبول کر لیا اور یہی آپ (رضی اللہ عنہا) کے متعلق گمان ہے۔

امام احمد (عفان' حماد بن سلمہ' محمد بن عمرو) ابوسلمہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے سوال کیا کہ جب آپ فوت ہوں گے تو آپ کا کون وارث ہو گا؟ ابوبکر نے کہا "میری اولاد اور ازواج" تو حضرت فاطمہؓ نے کہا کیا وجہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے وارث نہ ہوں تو ابوبکرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کی وراثت نہیں ہوتی (ان النبی لا یورث) لیکن میں اس کی پرورش کروں گا جس کی رسول اللہ ﷺ پرورش کیا کرتے تھے اور اس پر خرچ کروں گا جس پر رسول اللہ ﷺ خرچ کیا کرتے تھے۔ امام ترمذی نے "جامع ترمذی" میں (محمد بن مثنی' ابوالولید طیالسی' محمد بن عمرو' ابوسلمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے موصول روایت بیان کی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

حدیث ورثہ محل نظر ہے : باقی رہی وہ حدیث جو امام احمد (عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' محمد بن فضیل' ولید بن جمیع) ابوالطفیل سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو پیغام بھیجا کیا رسول اللہ ﷺ کے آپ وارث ہیں یا ان کا اہل و عیال؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نہیں بلکہ ان کا اہل و عیال وارث ہو گا۔ تو حضرت فاطمہؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا ورثہ کہاں ہے؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ جب نبیؑ کو کوئی دولت دیتا ہے پھر اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو وہ دولت اور اراضی اس کے سپرد کر دیتا ہے جو اس کا جانشین ہوتا ہے۔ چنانچہ میری رائے ہے کہ میں اس کو مسلمانوں کو واپس لوٹا دوں۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ نے (فرمان رسول ﷺ پہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے) کہا آپ جانیں اور جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (انت وما سمعت من رسول اللّٰہ)

امام ابوداؤد نے بھی عثمان بن ابی شیبہ از محمد بن فضیل اسی طرح بیان کیا ہے۔ اس حدیث کے متن اور

الفاظ میں غرابت و نکارت و اجنبیت اور عجوبہ پن ہے۔ ممکن ہے کہ بعض راویوں نے اس کو اپنے حسب فہم بیان کر دیا ہو اور یاد رہے کہ اس کی سند میں بعض شیعہ راوی بھی ہیں اور اس حدیث میں یہ بہترین جملہ ہے۔ (انت وما سمعت من رسول اللّٰه) یہی درست ہے اور یہی حضرت فاطمہؓ کے متعلق گمان ہو سکتا ہے' ان کی حالت' سیادت' علمیت اور دیانت کے پیش نظر یہی بات لائق ہے۔

گو بعد ازاں حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی تھی کہ ان کے شوہر کو اس اراضی کا نگران مقرر کر دیں مگر حضرت ابوبکرؓ نے ان کی درخواست قبول نہ کی۔ اس باعث وہ ان سے ناراض ہو گئیں۔ سنئے! حضرت فاطمہؓ بھی حوا کی بیٹی ہیں اور آدم کی اولاد ہیں۔ اولاد آدم کی طرح وہ بھی ناراض ہوتی ہیں اور حضرت فاطمہؓ معصوم نہیں کہ کوئی غلطی سرزد نہ ہو سکے۔ حدیث رسولؐ اور مخالفت خلیفہ رسولؐ کے باوجود حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو قبل از وفات راضی کر لیا اور ان سے بہتر سلوک کیا بس وہ رضامند ہو گئیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاھا۔

فاطمہؓ کی رضامندی : حافظ بیہقی (ابو عبداللہ محمد بن یعقوب' محمد بن عبدالوہاب' عبدان عثمان عتکی درنیسابور' ابو حمزہ' اسماعیل بن ابی خالد) شعبی سے بیان کرتے ہیں حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکرؓ تیمارداری کے لئے آئے اور اجازت طلب کی تو حضرت علیؓ نے کہا یہ ابوبکرؓ تیمارداری کے لئے آئے ہیں' اجازت کے طلب گار ہیں۔ تو انہوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا آپ میرے اجازت دینے کو پسند کرتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے "ہاں" میں جواب دیا تو حضرت فاطمہؓ نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ وہ اندر آئے اور ان کو راضی کرنے کی خاطر کہا' میں نے گھربار' مال و زر' اہل و عیال اور قبیلہ و خاندان صرف اللہ کی رضا مندی' رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی اور اہل بیت کی مسرت و پسندیدگی کی طلب میں ترک کیا ہے۔ پھر آپ نے رضامند کیا اور وہ راضی ہو گئیں۔ یہ سند قوی اور جید ہے اور ظاہر ہے کہ عامر شعبی نے حضرت علیؓ سے سنا ہو گا یا اس سے جس نے حضرت علیؓ سے سنا ہو گا۔

فیصلہ کی توثیق : اور علمائے اہل بیت نے حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ حافظ بیہقی (محمد بن عبداللہ الحافظ' ابو عبداللہ صفار' اسماعیل بن اسحاق قاضی' نصر بن علی' ابن داؤد) فضیل بن مرزوق سے نقل کیا ہے کہ زید بن علی بن حسینؓ نے فرمایا کہ اگر میں حضرت ابوبکرؓ کی جگہ خلیفہ ہوتا تو اراضی فدک کے بارے وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔

روافض کا استدلال اور اس کا جواب : روافض نے اس مقام پر جاہلانہ کلام کیا ہے اور نادانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جسے وہ سمجھ نہ سکے اور ابھی اس کی حقیقت ان پر کھلی نہیں' بے کار اور فضول باتوں میں خود کو الجھا لیا ہے اور ان میں سے بعض نے حدیث ابوبکرؓ کی تردید کی سعی لاحاصل کی ہے کہ وہ نص قرآن کے مخالف ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے **وورث سلیمان داؤد** (۱۶/۲۷) اور سلیمان' داؤد کا وارث ہوا اور زکریا علیہ السلام سے مذکور ہے **فھب لی من لدنک ولیا یرثنی** (۱۹/۱۵) تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ کلام الٰہی سے ان کا استدلال بوجوہ باطل ہے۔ داؤدؑ سے سلیمانؑ کی

وراثت سے مراد حکومت و نبوت ہے کہ ہم نے سلیمانؑ کو داؤدؑ کا' حکومت اور رعایا کے مسائل سلجھانے اور بنی اسرائیل کے نزاع نپٹانے میں قائم مقام اور نائب بنایا اور اس کو والد ماجد کی طرح "نبی کریم" بنایا اور وہ باپ کی طرح حکومت و نبوت سے سرفراز تھے۔ اس سے مال و دولت کی وراثت مراد نہیں ہے۔ کیونکہ بقول اکثر مفسرین ان کی اولاد بہت تھی بعض کہتے ہیں سو افراد پر مشتمل تھی۔ اگر مال و زر کی وراثت مراد ہوتی تو صرف سلیمان کے ذکر پر کیوں اکتفا کرتے' اس سے مقصد صرف اپنے بعد حکومت و نبوت کی وراثت کا قیام ہے بنابریں فرمایا **وورث سلیمان داؤد** (۱۶/۲۷) اور سلیمان' داؤد کا وارث ہوا **واتینا من کل شئی** ہم کو ہر چیز عطا کی گئی ہے' تفسیر ابن کثیر میں ہم نے اس بات پر مکمل بحث کی ہے۔ وللہ الحمد والمنتہ کثیرا۔

باقی رہا' حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ' تو ان کا شمار انبیاء کرام میں سے ہے دنیا کا اثاثہ ان کی نگاہ میں حقیر اور ناچیز ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی دعا کریں جو ان کے مال و متاع کا وارث بنے یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ آپ صرف نجار اور بڑھئی تھے جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ جیسا کہ بخاری نے روایت کیا ہے۔ ان کے پاس اپنے معاش اور روزی سے زیادہ ذخیرہ نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے لڑکے کے طلبگار ہوں۔ حضرت زکریاؑ نے صرف ایک نیک بچے کا سوال کیا تھا جو ان کی نبوت کا وارث ہو' اور بنی اسرائیل کے امور کو سنبھال سکے اور ان کو راہ راست پر گامزن کر سکے۔ بنابریں قرآن پاک میں ہے **ولیًا یرثنی ویرث من ال یعقوب** (۶/۱۹) وارث عطا کر جو میرا اور یعقوب کے خاندان کا وارث ہو۔ یعنی نبوت کا وارث ہو۔ جیسا کہ ہم نے تفسیر میں بیان کیا ہے قبل ازیں (ابو سلمہ از ابو ہریرہ از ابو بکر) بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (**النبی لا یورث**) لفظ نبی اسم جنس ہے اور جملہ انبیاءؑ کو محیط ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے **نحن معاشر الانبیا لا نورث** ہم انبیاءؑ کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

نبی علیہ السلام دیگر انبیاءؑ میں سے بعض احکام میں مختص ہیں' وہ آپ کا خاصہ ہیں اور وہ انبیاء ان احکام میں آپ کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے جیسا کہ ہم سیرت کے آخر میں انشاء اللہ ایک مستقل عنوان قائم کریں گے۔ بالفرض اگر آپ کے سوا دیگر انبیاءؑ کے وارث ہوتے' دراصل ایسا نہیں ہے تو صحابہ کرامؓ آپ کا یہ خاصہ ضرور بیان کرتے جن میں خلفا اربعہ شامل ہیں۔

حدیث "**لانورث**" پر عمل واجب ہے۔ اور اس کے مقتضی کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے جیسا کہ خلفاء نے فیصلہ کیا اور علماء اہل بیت نے اس فیصلہ کی صحت کا اعتراف کیا خواہ آپ کا یہ خاصہ ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "**لانورث ماترکنا صدقة**" ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔

"**ماترکنا صدقة**" میں اجزاء ترکیبی کے لحاظ سے احتمال ہے کہ یہ صرف آپ کے حکم کی خبر ہو یا آپ کے ہمراہ جملہ انبیاءؑ کی بھی خبر ہو اور یہی ظاہر مفہوم ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ "**ماترکنا صدقة**" سے وصیت کی انشاء اور ایجاد مقصود ہو گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**لانورث**" ہمارے وارث نہیں ہوتے

کیونکہ ہمارا سارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے اور جملہ مال کو صدقہ قرار دینے کا جواز آپ کا خاصہ ہے پہلا احتمال زیادہ واضح ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔

اور دوسرے احتمال کی تائید حدیث مالک وغیرہ (ابوالزناد' اعرج' ابو ہریرہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے ورثاء مال و دولت تقسیم نہ کریں۔ اہل و عیال اور عاملین کے اخراجات کے بعد باقی ماندہ مال صدقہ ہے) سے ہوتی ہے' یہ الفاظ مسلم' بخاری کے ہیں۔ یہ حدیث تردید ہے اس کی تحریف کی جو بعض جاہل شیعہ نے اس حدیث میں تحریف کی ہے کہ **"ماترکنا صدقة"** ما نافیہ' بہ نصب صدقہ یعنی ہم نے صدقہ نہیں کیا اور یہ محرف حدیث کے پہلے جملہ **"لانورث"** کا کیا جواب دے گا اور مذکور بالا روایت --- **ماترکت بعد نفقة نسائی و مؤنة عاملی فهو صدقة** --- کا کیا مفہوم بیان کرے گا؟

اس تحریف کی وہی پوزیشن ہے جو کسی معتزلی سے منقول ہے کہ اس نے کسی اہل سنت کے عالم کے پاس --- **کلم الله موسیٰ تکلیما** --- میں لفظ "اللہ" مفعول اور منصوب پڑھا (یعنی موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا) تو اہل سنت عالم نے کہا' صد السوس! تو **(فکلمه ربه)** کی کیا تاویل کرے گا۔

غرضیکہ **"لانورث ماترکنا صدقة"** واجب العمل ہے۔ یہ حدیث لفظ اور معنی کے ہر احتمال کے لحاظ سے "آیت میراث" کی تخصیص کرتی ہے اور آپؐ کی ذات کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتی ہے خواہ آپ کی تنہا ذات گرامی کو' یا بمع دیگر انبیاءؑ کے' صلی اللہ علیہ و علیہم الصلوۃ والسلام۔

نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات اور اولاد کا بیان

اے نبی کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو' اگر تم اللہ سے ڈرتی رہو تو دبی زبان سے بات نہ کہو کیونکہ جس کے دل میں مرض ہے وہ طمع کرے گا۔ اور بات معقول کہو اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور گزشتہ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو۔ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو' اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اللہ یہی چاہتا ہے اے اس گھر والو! تم سے ناپاکی دور کرے۔ اور تمہیں خوب پاک کرے۔ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں انہیں یاد رکھو' بے شک اللہ راز دان خبردار ہے۔ (۳۳/۳۴)

یہ بات باتفاق مروی ہے کہ بوقت وفات نبی علیہ السلام کی نو بیویاں تھیں' حضرت عائشہؓ بنت حضرت ابی بکرؓ تیمیہ م۔۵۷ھ/۱۷ رمضان' حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ عدویہ م۔۴۱ھ' حضرت ام حبیبہؓ بنت حضرت ابی سفیانؓ صخر بن حرب اموی ۴۴ھ' حضرت زینبؓ بنت جحش اسدیہ ۲۰ھ' حضرت ام سلمہؓ ہند بنت ابی امیہ مخزومیہ ۶۰ھ' حضرت میمونہؓ بنت حارث ہلالیہ ۵۱ھ' حضرت سودہؓ بنت زمعہ عامریہ ۲۲ھ' حضرت جویریہؓ بنت حارث بن ابی ضرار مصطلقیہ ۵۶ھ' حضرت صفیہؓ بنت حیی اسرائیلیہ ۵۰ھ

اور نبی علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں حضرت ماریہؓ بنت شمعون قبطیہ معریہ "انصنا" کے علاقہ سے ہیں

والدہ ابراہیم بن محمدؐ متوفی ۲۹ شوال ۱۰ھ المولود جمادی اولیٰ ۹ھ اور حضرت ریحانہؓ بنت زید قرظیہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ آپ نے ان کو آزاد کر دیا اور وہ اپنے خاندان کے پاس چلی گئیں اور بعض مورخین کا خیال ہے کہ وہ ان کے ہاں باپردہ خاتون تھیں' واللہ اعلم۔ اس باب میں ہم مفصل اور ترتیب وار ائمہ کرام کا کلام نقل کریں گے۔ وباللہ المستعان۔

پندرہ شادیاں : حافظ بیہقی سعید بن ابی عروبہ' قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ شادیاں کیں تیرہ کو گھر لائے' گیارہ کے ہمراہ معاشرت اختیار کی اور نو بیویاں چھوڑ کر فوتؐ ہوئے جن کے اسماء گرامی ہم بیان کر چکے ہیں۔

یہ روایت (سیف بن عمر از سعید از قتادہ) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ تیموریہ میں سعید کی بجائے بجیر بن کثیر ہے --- پہلی موقوف روایت زیادہ صحیح ہے۔ نیز (سیف بن عمر تمیمی' سعید' قتادہ' انس اور ابن عباس) پہلی کی مثل ہے۔ (سعید بن عبداللہ' عبداللہ بن ابی ملیکہ' عائشہؓ) پہلی روایت کی مثل ہے۔ اس میں مزید ہے کہ وہ دو عورتیں جن کو گھر نہیں لائے عمرہ بنت یزید غفاریہ اور شنباء ہیں۔ عمرہ کے ہمراہ آپ خلوت گزین ہوئے تو اس کے جسم پر برص کے داغ تھے۔ آپ نے اس کو واپس کر دیا اور مہر ادا کر کے فارغ کر دیا اور وہ غیر نبی پر حرام ہو گئی۔ باقی رہی شنباء جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر کی گئی وہ یسیرہ اور صحت مند نہ تھی۔ آپ نے اس کو یسر اور صحت کے انتظار میں ترک کر دیا اس کے فوراً بعد ابراہیم بن محمدؐ فوت ہو گئے' تو اس نے کہا' نبی ہوتے تو بیٹا نہ فوت ہوتا' آپ نے اسے مہر دے دیا اور طلاق دے کر رخصت کر دیا اور وہ دوسروں پر حرام ہو گئی۔ اور وہ بیویاں جو آپ کے ساتھ گھر میں رہیں یہ ہیں' عائشہ' سودہ' حفصہ' ام سلمہ' ام حبیبہ' زینب بنت جحش' زینب بنت خزیمہ' جویریہ' صفیہ' میمونہ اور ام شریک۔

ابن ہشام میں ہے کہ وہ دو عورتیں جن کو آپ گھر نہیں لائے وہ ہیں اسماء بنت نعمان کندیہ' اس کے جسم پر برص کے داغ تھے آپ نے اس کو لباس عطا کر کے اس کے گھر روانہ کر دیا۔ (۲) عمرہ بنت یزید کلابیہ اس نے پناہ طلب کی تھی۔

میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں کہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ بیویوں کے پاس جایا کرتے تھے اور مشہور یہ ہے کہ ام شریک کو آپ گھر نہیں لائے۔ (جیسا کہ بیان ہو گا) گیارہ بیویوں سے مراد جن کے ہاں آپ جایا کرتے تھے نو مذکور بالا اور دو کنیزیں ماریہ اور ریحانہ۔

یعقوب بن سفیان فسوی (حجاج بن ابی منیع' اس کا دادا عبیداللہ بن ابی زیاد اصافی) زہری --- صحیح میں یہ روایت امام بخاری نے حجاج بن ابی منیع سے معلق بیان کی ہے۔ حافظ ابن عساکر نے اس سے کچھ حصہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہے' قبل از بعثت ان کے والد نے آپ سے ان کا نکاح کیا تھا۔

شادی کے وقت عمر : زہری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر شادی کے وقت ۲۱ سال تھی یا ۲۵ سال۔ تعمیر کعبہ کے دوران اور بقول واقدی حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت ۴۵ سال تھی۔ دیگر اہل

علم کا خیال ہے کہ نبی علیہ السلام کی عمر اس وقت ۳۰ سال تھی۔ حکیم بن حزام کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر شادی کے وقت ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال تھی اور بقول ابن عباس حضرت خدیجہؓ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ رواہما ابن عساکر۔

بقول ابن جریج' ۳۷ سال کی عمر میں نبی علیہ السلام کے ہاں حضرت خدیجہؓ کے شکم سے قاسمؓ پیدا ہوئے اور قاسمؓ کا لقب تھا طیب اور طاہر۔ پھر حضرت زینبؓ' حضرت رقیہؓ' حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ بقول امام ابن کثیر ماسوائے ابراہیمؓ کے' نبی علیہ السلام کی جملہ اولاد حضرت خدیجہؓ کے شکم مبارک سے تھی۔ (حافظ ابن عساکر نے بنات رسول اللہ ﷺ پر سیر حاصل بحث کی ہے) جس کا ماحصل یہ ہے۔

حضرت زینب بنت رسول اللہؐ : عاصؓ بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف کے عقد میں آئیں۔ عاصؓ' حضرت خدیجہؓ کا بھانجا ہے۔ اس کی والدہ ہالہ بنت خویلد ہے۔ حضرت زینبؓ کے شکم سے علی بن عاصؓ اور امامہ بنت عاصؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت امامہؓ سے شادی کی۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب سے نکاح کیا۔

حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ : حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمانؓ نے شادی کی۔ ان کے شکم سے عبداللہ بیٹا پیدا ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے نام سے ابو عبداللہ کنیت رکھی۔ بعد ازاں حضرت عثمانؓ نے ابو عمرو کنیت رکھ لی۔ رسول اللہ ﷺ جنگ بدر میں تھے کہ حضرت رقیہؓ فوت ہو گئیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جب فتح کی بشارت لے کر مدینہ آئے تو وہ حضرت رقیہؓ کو دفن کر چکے تھے۔ حضرت عثمانؓ ان کی تیمارداری کی خاطر مدینہ میں مقیم رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو جنگ بدر میں مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر و ثواب کا مژدہ سنایا۔ پھر حضرت ام کلثومؓ سے شادی ہوئی' اس وجہ سے آپ کو "ذوالنورین" کہا جاتا ہے۔ حضرت ام کلثومؓ بھی رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئیں۔

حضرت فاطمہؓ : رسول اللہ ﷺ کے چچازاد حضرت علیؓ بن ابی طالب نے آپ سے نکاح کیا۔ غزوہ بدر کے بعد رخصتی ہوئی (جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے) ان کے شکم مبارک سے حضرت حسنؓ پیدا ہوئے اور حضرت علیؓ نے آپ کے نام سے ابوالحسن کنیت رکھی۔ نیز حضرت حسینؓ بھی پیدا ہوئے جو عراق میں کربلا میں شہید ہوئے۔ بقول ابن کثیر' محسن بھی پیدا ہوئے۔ حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت زینب بنت علیؓ : عبداللہ بن جعفر نے حضرت زینب سے شادی کی اور ان کے بطن سے علی اور عوق پیدا ہوئے اور عبداللہ کی زوجیت میں فوت ہو گئیں۔

حضرت ام کلثوم بنت علیؓ : امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ان سے نکاح کیا اور ان کے شکم سے زیدؓ پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؓ شہید ہو گئے تو بعد ازاں حضرت ام کلثوم نے اپنے چچا جعفر کے صاحبزادوں --- عون' محمد اور عبداللہ --- سے یکے بعد دیگرے سے شادی کی اور عبداللہ کی زوجیت میں فوت ہوئیں۔

حضرت خدیجہؓ کی پہلے دو شادیاں ہو چکی تھیں : امام زہری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے

شادی کرنے سے قبل حضرت خدیجہؓ نے دو خاوندوں سے شادی کی۔ (۱) عتیق بن عابد --- روض الانف میں عائذ ہے --- اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جو محمد بن صیفی کی والدہ ہے۔ (۲) ابو ہالہ تمیمی سے نکاح کیا۔ اس سے ہند بن ہند پیدا ہوا۔ ابن اسحاق نے اس کا نام ذکر کیا ہے۔ پہلے خاوند ابن عابد کی وفات کے بعد ابوہالہ نباش بن زرارہ یکے از بنی عمرو بن تمیم حلیف بنی عبدالدار سے نکاح کیا اس سے ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئے' پھر وہ فوت ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آپ سے شادی کی اور آپ سے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے بعد قاسم' طیب اور طاہر پیدا ہوئے۔ شیر خوارگی کے ایام میں سب لڑکے فوت ہو گئے۔ میں --- ابن کثیر --- کہتا ہوں کہ نبی علیہ السلام نے ان کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ (عبدالرزاق' معمر از زہری از عروہ) حضرت عائشہؓ سے اسی طرح مذکور ہے۔ ہم ان سے شادی کی تفصیل اور ان کے فضائل بہ دلائل جلد اول میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت عائشہؓ : بقول امام زہری' حضرت خدیجہؓ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ بنت ابی بکر سے شادی کی۔ ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ بقول امام ابن کثیر ان سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ بعض کہتے ہیں ایک بچے کا اسقاط ہو گیا تھا' رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ اس لئے حضرت عائشہؓ کی کنیت "ام عبداللہ" تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنی بہن حضرت اسماء کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بن زبیر بن عوام کے نام سے کنیت رکھتی تھیں۔

بقول امام ابن کثیر' بعض کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے قبل حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے شادی کی تھی۔ (قالہ ابن اسحاق وغیرہ) ہم یہ اختلاف قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔ قبل از ہجرت حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے شادی ہوئی اور حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہجرت کے بعد ہوئی۔

حضرت حفصہؓ : رسول اللہ ﷺ کی حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ سے شادی ہوئی۔ وہ قبل ازیں خنیسؓ بن حذافہ بن قیس بن عدی کی بیوی تھیں۔ وہ جنگ احد میں زخمی ہو کر فوت ہو گئے تھے۔

حضرت ام سلمہؓ : آپ نے حضرت ام سلمہؓ ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے شادی کی' وہ اس سے پہلے اپنے ابن عم ابو سلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ کی زوجیت میں تھیں۔

حضرت سودہؓ : نبی علیہ السلام نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس سے شادی کی۔ اور وہ قبل ازیں سکران بن عمرو برادر سہیل بن عمرو بن عبد شمس کی بیوی تھیں۔ یہ دونوں میاں بیوی ہجرت حبشہ سے مکہ آ گئے اور سکرانؓ مکہ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

حضرت ام حبیبہؓ : رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رملہؓ بنت ابی سفیانؓ بن حرب بن امیہ سے شادی کی۔ وہ قبل ازیں عبیداللہ بن جحش بن راب یکے از بنی اسد کی بیوی تھیں' وہ حبشہ میں بہ حالت عیسائیت ہلاک ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سرزمین حبشہ میں عمروؓ بن امیہ ضمری کو روانہ کیا۔ اس نے حضرت ام حبیبہؓ سے آپؐ کی نسبت کا پیغام دیا اور حضرت عثمانؓ بن عفانؓ نے نکاح کے فرائض سرانجام دیئے۔ (اسی طرح منقول ہے) لیکن درست یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ بن ابی العاص نے نکاح پڑھایا اور رسول

اللہ ﷺ کی طرف سے نجاشی نے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ اور حضرت ام حبیبہؓ کو حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ ہم یہ واقعہ مفصل بیان کر چکے ہیں۔ وللہ الحمد۔

حضرت زینبؓ : نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ بنت جحش بن راب بن اسد بن خزیمہ سے شادی کی۔ ان کی والدہ آپؐ کی پھوپھی امیہ بنت عبدالمطلب ہیں' وہ قبل ازیں آپؐ کے غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کی بیوی تھیں۔ ازواج مطہرات میں سے سب سے قبل ۲۰ھ میں فوت ہوئیں۔ اور سب سے اول اُن کے لئے تابوت بنایا گیا۔ حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے یہ بنوایا جیسا انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا۔

ام المساکین حضرت زینبؓ : رسول اللہ ﷺ نے ام المساکین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ یکے از بنی عبدمناف بن ہلال سے شادی کی' وہ قبل ازیں عبداللہؓ بن جحش کی بیوی تھیں' وہ جنگ احد ۳ھ میں شہید ہوئے اور حضرت زینبؓ رسول اللہ ﷺ کے ہاں ۳ ماہ کی قلیل مدت رہنے کے بعد ۳ھ میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ یونس' ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ وہ قبل ازیں حصین بن حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف یا اس کے بھائی طفیل بن حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف کی بیوی تھیں اور ابن ہشام میں ہے وہ قبل ازیں عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف کی بیوی تھیں اور عبیدہ سے قبل وہ اپنے ابن عم جہم بن عمرو بن حارث کی بیوی تھیں۔

حضرت میمونہؓ : زہری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہؓ بنت حارث بن حزن سے شادی کی اور آپ ہی نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات ہبہ کی تھی۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں درست یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور پیغام رساں آپ کا غلام ابو رافعؓ تھا جیسا کہ عمرہ قضا میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ زہری کا بیان ہے کہ قبل ازیں حضرت میمونہؓ نے دو شادیاں کیں۔ پہلے ابن عبدیالیل سے اور سیف بن عمر کا بیان ہے کہ وہ پہلے عمیر بن عمرو یکے از بنی عقدہ بن ثقیف بن عمرو ثقفی کی بیوی تھیں' وہ فوت ہو گیا تو ابو اھم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی سے نکاح کر لیا۔

حضرت جویریہؓ : رسول اللہ ﷺ نے جنگ مریسیع میں' حضرت جویریہؓ بنت حارث بن ابی ضرار بن حارث بن عامر بن مالک بن مصطلق خزاعی کو اسیر بنا لیا' پھر آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت جویریہؓ کا والد حارث اپنے خاندان کا رئیس تھا' وہ خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اسلام لایا اور اپنی بیٹی کو رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔ اس سے قبل وہ اپنے ابن عم صفوان بن ابی السفر کی بیوی تھیں۔

قتادہ نے سعید بن مسیب' شعبی اور ابن اسحاق وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ خزاعہ کا یہ خاندان رسول اللہ ﷺ کے برخلاف ابوسفیان کا حلیف تھا' بنابریں حسان نے کہا۔

وحلف الحارث بن أبي ضرار وحلف قريظة فيكم سواء

سیف بن عمر' حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جویریہؓ اپنے "ابن عم" مالک بن صفوان بن تولب

ذی شفر بن ابی سرح بن مالک بن مصطلق کی بیوی تھیں۔

حضرت صفیہؓ : حضرت صفیہؓ بنت حیی بن اخطب یکے از بنی نضیر جنگ خیبر میں اسیر ہوئیں۔ اور یہ کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں اور سیف بن عمر نے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ وہ کنانہ سے قبل سلام بن مشکم کی بیوی تھیں۔ واللہ اعلم۔

امام زہری کہتے ہیں کہ یہ گیارہ بیویاں تھیں۔ جو آپ کے گھر آباد رہیں اور حضرت عمرؓ نے نبی علیہ السلام کی ہر بیوی کو بارہ بارہ ہزار خرچہ دیا۔ حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ کو چھ چھ ہزار دیا' کیونکہ اسیر ہو کر آئیں تھیں۔ بقول زہری رسول اللہ ﷺ نے ان کو باپردہ رکھا اور ان کے لئے باری تقسیم کرتے تھے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے بہ تفصیل حالات برمحل بیان کر چکے ہیں۔

عالیہ : امام زہری کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام نے عالیہ بنت ظبیان بن عمرو یکے از بنی بکر بن کلاب سے شادی کی' اسے گھر بسایا پھر اسے طلاق دے دی۔ بقول بیہقی' میری کتاب میں اس طرح مذکور ہے اور دوسرے کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو گھر آباد نہیں کیا اور اسے طلاق دے دی۔ محمد بن سعد (ہشام بن محمد بن سائب کلبی) یکے از بنی ابی بکر بن کلاب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عالیہ بنت ظبیان سے نکاح کیا اور وہ کافی مدت آپ کے گھر آباد رہی۔ پھر آپ نے اس کو طلاق دے دی۔

یعقوب بن سفیان (حجاج بن ابی منیع' دادخود' زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ضحاک بن سفیان کلابی نے نبی علیہ السلام کو عالیہ کے بارے بتایا اور میں پس پردہ سن رہی تھی۔ اس نے کہا' یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ کو ام شبیب کی ہمشیرہ میں رغبت ہے اور ام شبیب ضحاک کی بیوی تھی۔ زہری سے بھی یہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی عمرو بن کلاب کی ایک خاتون سے شادی کی' آپ کو معلوم ہوا کہ اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں۔ آپ نے اسے طلاق دے دی اور گھر نہیں لائے۔ بقول ابن کثیر' بظاہر یہ وہی عورت ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اسماء بنت نعمان : نبی علیہ السلام نے اسماء بنت نعمان بن جون کندیہ یکے از بنی جون کندی سے شادی کی۔ یہ قبیلہ بنی فزارہ کا حلیف تھا' اس نے رسول اللہ ﷺ سے پناہ مانگی اور آپؐ نے فرمایا کہ تو نے عظیم ہستی کے ساتھ پناہ مانگی ہے' اپنے خاندان میں چلی جاؤ۔ آپ نے اس کو طلاق دے دی اور گھر نہیں بسایا۔

حضرت ماریہؓ : رسول اللہ ﷺ کی کنیز ماریہ تھیں۔ ان کے شکم سے ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ وہ ۱۸ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے اور گہوارہ کو بھر دیا تھا۔

حضرت ریحانہؓ : رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی ریحانہ بنت شمعون کتابیہ تھی' خنافہ قبیلہ سے' یہ بنی قریظہ کا ایک خاندان ہے' رسول اللہ ﷺ نے اسکو آزاد کر دیا تھا۔ مورخین کا خیال ہے کہ وہ پردہ کرتی تھیں۔

حضرت خولہؓ : ابن عساکر نے اپنی سند سے از علی بن مجاہد بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے خولہ بنت

ہذیل بن ھبیرہ تغلبی سے شادی کی' اس کی والدہ دحیہ بن خلیفہ کی ہمشیرہ خرنق بنت خلیفہ ہے۔ یہ ملک شام سے آپ کی خدمت میں آرہی تھیں کہ راستہ میں فوت ہوگئیں۔

شرافؓ : پھر اس کی خالہ شراف بنت فضالہ بن خلیفہ سے نکاح کیا وہ بھی شام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئی۔ اور راستہ میں فوت ہوگئیں۔

اسماءؓ : یونس بن بکیر از ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسماء بنت کعب جونیہ سے شادی کی اس کو گھر بسانے سے قبل طلاق دے دی۔ روض الانف میں ہے۔ اسماء بنت نعمان بن جون کندیہ۔

عمرہؓ : رسول اللہ ﷺ نے عمرہ بنت زید یکے از خواتین بنی کلاب سے شادی کی۔ اس کو گھر بسانے سے قبل طلاق دے دی۔ اور وہ قبل ازیں فضل بن عباس بن عبدالمطلب کی بیوی تھی۔ بقول بیہقی' یہی وہ دو ---- اسماء اور عمرہ ---- خواتین ہیں جن کا نام زہری نے بیان نہیں کیا۔ علاوہ ازیں ابن اسحاق نے عالیہ کا نام نہیں ذکر کیا۔

ام شریک : بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' زکریا بن ابی زائدہ) شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ چند عورتوں نے اپنی ذات رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دی۔ آپ نے بعض کو گھر بسایا اور بعض کو نظرانداز کر دیا۔ فوت ہونے تک ان کے قریب نہیں گئے اور نہ انہوں نے بعد ازاں کسی سے شادی کی۔ ان میں ام شریک بھی ہے' فرمان الٰہی ہے کہ (۵۱/۳۳) پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو۔ اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔

امیمہ جونیہ : بیہقی نے کہا ہمیں ہشام بن عروہ از عروہ سے بتایا گیا ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں شامل ہیں جنہوں نے اپنی ذات رسول اللہ ﷺ کے نذر کر دی تھی۔ نیز حافظ بیہقی ابورشید علوی سے اس جونیہ کے قصہ میں بیان کرتے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ سے پناہ مانگی آپ نے اس کو اس کے اہل کے پاس بھیج دیا تھا کہ اس کا نام ہے امیمہ بنت نعمان بن شراحیل

امینہ : امام احمد (محمد بن عبداللہ زبیری' عبدالرحمان بن غسیل' حمزہ بن ابی اسید اور عباس بن سہل) ابواسید اور سہل سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ ہمارے پاس سے گزرے ہم بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ ہم "شوط" باغ کی طرف روانہ ہو کر دو باغوں کے درمیان بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم یہیں بیٹھو اور خود باغ میں چلے گئے اور جونیہ کو لایا گیا اور وہ امیمہ بنت نعمان بن شراحیل کے مکان میں علیحدہ ہوئے' اس کے ہمراہ اس کی دایہ بھی تھی' جب آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا اپنی ذات مجھے ہبہ کر دے تو اس نے کہا کیا ملکہ' رانی' اپنی رعایا کو اپنی ذات ہبہ کر سکتی ہے نیز اس نے کہا میں تجھ سے اللہ کے ساتھ پناہ مانگتی ہوں تو آپ نے فرمایا تو نے مجھ سے پناہ مانگی ہے۔ پھر آپ وہاں سے نکل کر ہمارے پاس آگئے اور فرمایا اے ابواسید! اس کو دو کپڑے دے دو اور اس کے گھر بھیج دو۔ امام احمد کے بغیر راوی کہتے ہیں کہ بنی جون کی خاتون کا نام امینہ ہے۔

امام بخاری (ابو نعیم' عبد الرحمان بن غسیل' حمزہ بن ابی اسید) ابی اسید سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ "شوط" باغ سے گزر کر دو باغوں کے درمیان پہنچ کر بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم یہاں بیٹھو اور خود باغ کے اندر چلے گئے' وہاں جونیہ کو لا کر امیمہ بنت نعمان بن شراحیل کے مکان میں اتار دیا اور اس کے ہمراہ اس کی دایہ بھی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس گئے اور اس کو کہا اپنی ذات مجھے نذر کر دو۔ تو اس نے کہا کیا ملکہ بھی اپنی ذات رعایا کو ہبہ کرتی ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور اس کے جسم پر سکون کی خاطر رکھا تو اس نے کہا میں آپ سے اللہ کے ساتھ پناہ مانگتی ہوں تو آپ نے فرمایا تو نے اللہ کے ساتھ پناہ مانگی ہے یہ کہہ کر آپ ہمارے پاس چلے آئے اور فرمایا اے ابو اسید! اس کو دو کپڑے پہنا دو اور اس کو گھر بھیج دو۔

امام بخاری (حسین بن ولید' عبد الرحمان بن غسیل' عباس بن سہل بن سعد) سہل بن سعد اور ابو اسید سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے امیمہ بنت شراحیل سے شادی کی۔ جب وہ آپ کے پاس آئی تو آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا گویا اس نے یہ ناگوار سمجھا۔ آپ نے ابو اسید کو ارشاد فرمایا کہ وہ اس کو دو کپڑے دے کر تیار کر دے گھر جانے کے لئے۔

بخاری (عبد اللہ بن محمد' ابراہیم بن وزیر' عبد الرحمان بن حمزہ' حمزہ اور عباس بن سہل بن سعد) سہل بن سعد' امام بخاری ان سہ روایات میں منفرد ہیں دیگر اصحاب کتب سے۔

پناہ مانگنے والی کون تھی؟ : امام بخاری (حمیدی' ولید) اوزاعی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زہری سے دریافت کیا کہ نبی علیہ السلام کی وہ کون سی بیوی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے پناہ مانگی تھی تو زہری نے کہا کہ مجھے عروہ نے حضرت عائشہؓ سے بتایا کہ بنت جون جب رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آئی تو اس نے کہا "**اعوذ باللّٰہ منک**" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے عظیم و کبیر ہستی کے ساتھ پناہ مانگی ہے۔ اپنے خاندان میں چلی جاؤ۔

یہ روایت (حجاج بن ابی منیع' دادا خود' زہری) عروہ سے بیان کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس کو بتایا۔ امام بخاری اس میں مسلم سے منفرد ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن مندہ کی کتاب المعرفہ میں دیکھا ہے کہ پناہ مانگنے والی خاتون کا نام امیمہ بنت نعمان بن شراحیل ہے۔ بعض فاطمہ بنت ضحاک کہتے ہیں صحیح یہی ہے کہ اس کا نام ہے امیمہ' واللہ اعلم۔

عمرہ کلابیہ : اہل علم کا خیال ہے کہ عمرہ کلابیہ کی' اس کے والد نے تعریف کی کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے بے رغبتی اور نفرت کا اظہار کیا۔

محمد بن سعد' زہری سے بیان کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت ضحاک بن سفیان نے رسول اللہ ﷺ سے پناہ مانگی تو آپ نے اس کو طلاق دے دی۔ وہ مینگنیاں چنا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی "**انا الشقیہ**" میں بدنصیب ہوں۔ آپؐ نے اس سے ذی قعد ۸ھ میں نکاح کیا اور وہ ۶۰ھ میں فوت ہوئی۔

وہ خواتین جن سے نکاح کیا اور گھر میں نہ بسایا : یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ وہ

عورتیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا اور گھر آباد نہیں کیا۔ اسماء بنت کعب جونیہ اور عمرہ بنت یزید کلابیہ ہے --- ابن ہشام نے اسماء بنت نعمان بن جون کندیہ بیان کیا ہے --- ابن عباس اور قتادہ کا بیان ہے کہ وہ اسماء بنت نعمان بن ابی الجون ہے' واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جب اس خاتون نے پناہ مانگی تو آپؐ ناراض ہو کر وہاں سے چلے آئے تو اشعث نے کہا یارسول اللہ! رنجیدہ نہ ہوں' میرے پاس اس سے خوبصورت عورت ہے چنانچہ اس نے اپنی ہمشیرہ قتیلہ کا آپ سے نکاح کر دیا۔ زہری کے علاوہ دوسرے کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ربیع ۹ھ کا ہے۔ سعید بن ابی عروبہ' قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۵ خواتین سے شادیاں کیں ان میں ام شریک انصاریہ نجاریہ شامل ہے۔ اس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں انصار میں شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن میں ان کی خواتین کی غیرت کو پسند نہیں کرتا' پھر آپ نے اس کو گھر نہ بسایا۔ اسماء بنت صلت یکے از بنی حرام سے شادی کی اور اس کو گھر آباد نہ کیا اور حمزہ بنت حارث مزنیہ کو شادی کا پیغام بھیجا۔

۱۸ سے شادی کی : امام حاکم نیشاپوری اور ابوعبیدہ معمر بن مثنی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اٹھارہ عورتوں سے شادی کی ان میں اشعث بن قیس کی ہمشیرہ قتیلہ بھی شامل ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ نے وفات سے دو ماہ قبل اس سے شادی کی اور کچھ کہتے ہیں کہ مرض موت میں اس سے شادی کی' نہ وہ آپ کے پاس آئی نہ آپ نے اسے دیکھا اور نہ ہی گھر بسایا۔

بعض کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی کہ قتیلہ کو اختیار ہے چاہے تو وہ باپردہ رہے اور ام المومنین کی طرح وہ بھی امت پر حرام ہو گی' چاہے تو حسب خواتین نکاح کر لے۔ اس نے نکاح کرنے کو ترجیح دی اور حضر موت میں حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل سے نکاح کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے کہا میرا عزم ہے کہ ان دونوں کو جلا کر بھسم کر دوں تو حضرت عمرؓ نے کہا' یہ عورت امہات المومنین میں شمار نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو گھر بسایا نہ اس کو پردہ میں داخل کیا۔

ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے کوئی وصیت نہیں کی۔ آپؐ کے بعد وہ مرتد ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر کے سامنے یہ استدلال پیش کیا چونکہ مرتد ہو گئی ہے اس لئے وہ امہات المومنین کے درجہ سے ساقط ہے۔ بقول ابن مندہ جو عورت مرتد ہوئی تھی وہ "برحاء" ہے یکے از بنی عوف بن سعد بن ذبیان۔ حافظ ابن عساکر نے متعدد اسناد سے (داؤد بن ابی ہند' عکرمہ) حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشعث بن قیس کی بہن قتیلہ سے نکاح کیا اور اس کو اختیار دینے سے قبل آپ فوت ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے خلاصی دے دی۔

حماد بن سلمہ (داؤد بن ابی ہند) شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ عکرمہؓ بن ابی جہل نے جب قتیلہ سے شادی کر لی تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کا سر قلم کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو گھر نہیں بسایا اور وہ اپنے بھائی کے ساتھ مرتد ہو گئی ہے۔ لہٰذا وہ اللہ اور اس کے ذمہ سے بری ہے۔ حضرت عمرؓ بار بار یہ دہراتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ سر قلم کرنے سے باز آ گئے۔

فاطمہ اور سبا : امام حاکم کا بیان ہے کہ ابو عبیدہ نے ازواج مطہرات کی تعداد میں فاطمہ بنت شریح اور سبا بنت اسماء بن صلت سلمیتہ کا اضافہ بیان کیا ہے --- سہیلی میں ہے سنی بنت صلت یا سنا بنت اسما بنت صلت --- ابن عساکر نے اپنی سند سے بذریعہ ابن مندہ قتادہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ نیز ابن کلبی سے محمد بن سعد نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ یہ "سبا" ہے اور ابن عساکر نے بھی بیان کیا ہے کہ اس کا نسب یوں ہے سبا بنت صلت بن حبیب بن حارثہ بن ہلال بن حرام بن سماک بن عوف سلمی۔

ہشام بن محمد بن سائب کلبی' عرزمی' نافع' ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سبا بنت سفیان بن عوف بن کعب بن ابی بکر بن کلاب شامل ہے۔

ابن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو اسید کو بنی عامر کی خاتون عمرہ بنت یزید بن عبید بن کلاب کی طرف نکاح کا پیغام دے کر بھیجا' آپ نے اس سے نکاح کر لیا۔ آپ کو معلوم ہوا کہ اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں چنانچہ آپ نے اس کو طلاق دے دی۔

ملیکہؓ : محمد بن سعد' واقدی' ابو معشر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ملیکہ بنت کعب سے نکاح کیا۔ اس کا حسن و جمال ضرب المثال تھا۔ حضرت عائشہؓ ان کے پاس گئیں اور اس کو کہا کیا تجھے حیا نہیں آتی کہ تو اپنے والد کے قاتل کی منکوحہ ہو --- فتح مکہ کے روز حضرت خالدؓ بن ولید نے اس کے والد کو قتل کر دیا تھا --- چنانچہ اس نے آپ سے پناہ مانگی اور آپ نے اس کو طلاق دے دی۔ اس کے خاندان کے لوگ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کم سن ہے۔ کوئی عقل و فکر نہیں رکھتی اور دھوکہ میں آگئی ہے۔ آپ رجوع فرمالیں' آپ نے رجوع سے انکار کر دیا تو انہوں نے اجازت طلب کی کہ بنی عذرہ کے کسی عزیز سے شادی کر دیں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

واقدی (عبدالعزیز جندعی' ابوہ) عطاء بن یزید سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسکو رمضان ۸ھ میں گھر بسایا اور وہ آپکے ہاں فوت ہوئی' واقدی کا بیان ہے کہ مورخین اس بات کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت سودہؓ کا نکاح مکہ میں ہوا : حافظ ابن عساکر (ابو الفتح یوسف بن عبدالواحد ماھانی' شجاع بن علی بن شجاع' ابو عبداللہ بن مندہ' حسن بن محمد بن حکیم مروزی' ابو الموجہ محمد بن عمر الموجہ فزاری' عبداللہ بن عثمان' عبداللہ بن مبارک' یونس بن یزید) زہری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے مکہ میں شادی کی' قبل ازیں عتیق بن عائذ مخزومی کی بیوی تھیں' پھر مکہ میں حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ سے نکاح کیا بعد ازاں مدینہ میں حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ سے شادی کی' وہ قبل ازیں خنیس بن حذافہ سہمی کی زوجہ تھیں۔ پھر حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے شادی کی اور وہ اس سے پہلے سکران بن عمرو یکے از بنی عامر بن لوی کی بیوی تھی۔ پھر حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ سے شادی کی اور وہ قبل ازیں عبیداللہ بن جحش اسدی کی بیوی تھیں۔ پھر حضرت ام سلمہ ہندؓ بنت ابی امیہ سے شادی کی۔ اور وہ قبل ازیں ابو سلمہؓ بن عبداللہ بن عبدالاسد بن مخزومی کی بیوی تھیں۔ پھر حضرت زینبؓ بنت خزیمہ ہلالیہ سے شادی' اور عالیہؓ بنت ظبیان یکے از بنی بکر بن عمرو بن کلاب سے شادی کی' اور بنی جون کندی کی ایک خاتون سے نکاح کیا۔ غزوہ مریسیع (جس میں

"مناۃ" کو مسمار کیا) حضرت جویریہؓ بنت حارث بن ابی ضرار یکے از بنی مصطلق خزاعی کو اسیر بنایا اور حضرت صفیہؓ بنت حی بن اخطب یکے از بنی نضیر کو بھی گرفتار کیا۔ حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ دونوں مال فے میں سے تھیں' آپ ان کے لئے باری تقسیم کرتے تھے۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ کو سریہ اور لونڈی بنایا اور ان کے شکم سے ابراہیمؓ پیدا ہوئے اور حضرت ریحانہ قریظیہ کو گرفتار کیا' پھران کو آزاد کر دیا اور وہ اپنے خاندان میں چلی گئیں اور وہاں باپردہ رہتی تھیں۔

آپؐ نے عالیہ بنت ظبیان کو طلاق دی اور بنی عمرو بن کلاب کی خاتون سے علیحدگی اختیار کی' نیز بنی جون کندی کی خاتون سے برص کے باعث علیحدگی پسند کی۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ ہلالیہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ۳ھ میں فوت ہو گئیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ عالیہ بنت ظبیان جس کو طلاق دی تھی' حرمت نساء سے قبل اس سے شادی کی تھی' چنانچہ اس نے اپنے ابن عم سے شادی کر لی اور اس سے اولاد پیدا ہوئی۔ اس حدیث میں حضرت سودہؓ کے مدینہ میں نکاح ہونے کی غرابت کی وجہ سے ہم نے یہ سند بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ کا نکاح مکہ میں ہوا' جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے' واللہ اعلم۔

احسن ترتیب : یونس بن بکیر' محمد بن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ تین سال قبل از ہجرت مکہ میں فوت ہوئیں۔ آپ نے ان کی زندگی میں کوئی نکاح نہیں کیا' حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب ایک ہی سال میں فوت ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے (۱) حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے شادی کی پھر (۲) حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ سے نکاح کیا۔ ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی اور ان سے اولاد بھی نہ ہوئی۔ بعد ازاں (۳) حضرت حفصہؓ سے شادی کی' بعد ازاں ام المساکین (۴) حضرت زینبؓ بنت خزیمہ ہلالیہ سے شادی کی۔ اس کے بعد (۵) حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ سے شادی کی۔ بعد ازاں (۶) حضرت ام سلمہؓ ہند بنت ابی امیہ سے پھر (۷) حضرت زینبؓ بنت جحش سے شادی کی۔ پھر (۸) حضرت جویریہؓ بنت حارث سے نکاح کیا بعد ازاں (۹) حضرت صفیہؓ بنت حیی بن اخطب سے۔ اس کے بعد حضرت میمونہؓ بنت حارث ہلالیہ سے شادی کی۔ یہ ترتیب زہری کی ترتیب کی نسبت احسن اور صحت و درستگی کے زیادہ قریب ہے۔ واللہ اعلم۔

خاتون بنی غفار : یونس بن بکیر (ابو یحییٰ' جمیل بن زید طائی) حضرت سہل بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی غفار کی خاتون سے شادی کی۔ آپ اس کو گھر لائے تو معلوم ہوا کہ اس کے سینہ میں برص کا داغ ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس سے علیحدہ ہو گئے اور صبح کو آپ نے فرمایا اپنے خاندان میں چلی جاؤ۔ آپ نے اس کو کامل مہر ادا کیا۔ ابو نعیم نے حدیث جمیل طائی' سہل بن زید انصاری (ان لوگوں میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کے دیکھنے کا شرف حاصل ہے) سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی غفار کی خاتون سے شادی کی پھر پوری حدیث بیان کی۔ بقول امام ابن کثیر رسول اللہ ﷺ نے جن عورتوں سے نکاح کیا اور گھر آباد نہیں کیا۔ ان میں سے ام شریک ازدیہ شامل ہے۔ بقول واقدی' یہ بات ثابت ہے کہ وہ دوسیہ تھی' بعض اس کو انصاریہ کہتے ہیں اور "عامریہ" بھی کہا گیا ہے۔ اور اس کو خولہ بنت حکیم سلمی

بھی کہا گیا ہے۔ بقول واقدی اس کا نام غزیہ بنت جابر بن حکیم ہے۔

ابن اسحاق (حکیم بن حکیم' محمد بن علی بن حسین) حضرت علی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ خواتین سے شادی کی۔ ان میں ام شریک انصاریہ بھی شامل ہے۔ جس نے اپنی ذات رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دی تھی۔ سعید بن ابی عروبہ' قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ ام شریک انصاریہ نجاریہ سے رسول اللہ ﷺ نے شادی کی (اور فرمایا کہ میں انصار میں شادی کرنا پسند کرتا ہوں لیکن مجھے ان کی عورتوں کی غیرت پسند نہیں) اور اس کو گھر نہیں بسایا۔

محمد بن اسحاق (از حکیم از محمد بن علی زین العابدین از علی) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلیٰ بنت حطیم انصاریہ سے شادی کی' وہ بڑی غیرت مند تھی۔ اس کو آپ سے اندیشہ لاحق ہوا تو اس نے نکاح کے فسخ کی درخواست کی' آپ نے وہ منظور کر لی۔

وہ خواتین جن کو نکاح کا پیغام بھیجا اور ان سے نکاح نہیں کیا : اسماعیل بن ابی خالد' ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے اس کو نکاح کا پیغام پہنچایا اور اس نے معذرت کی کہ اس کی چھوٹی چھوٹی اولاد ہے۔ پھر آپ نے یہ خیال ترک کر دیا اور فرمایا شتر پر سواری کرنے والی بہترین عورتوں میں سے' قریش کی نیک عورتیں ہی بچوں پر شفیق و مہربان شوہر کے مال کی محافظ و نگران ہیں۔

عبدالرزاق (معمر' زہری' سعید بن مسیب) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام ہانی بنت ابی طالب کو نکاح کا سندیسہ بھیجا تو اس نے معذرت کی' یارسول اللہ! میں عمر رسیدہ ہوں اور عیال دار ہوں۔

امام ترمذی (عبد بن حمید' عبداللہ بن موسیٰ' اسرائیل' سدی' ابوصالح) ام ہانی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا' میں نے معذرت کی اور آپ نے عذر قبول کر لیا پھر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی (۳۳/۵۰) "ہم نے تمہارے لئے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیویاں جن کو تم مہر دو اور تمہارے ہاتھ کا مال یعنی کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی" ام ہانی کا بیان ہے کہ میں ان کے لئے حلال نہ تھی کہ میں نے آپ کے ہمراہ ہجرت نہ کی۔ میں تو فتح مکہ کے آزاد شدہ لوگوں میں سے تھی۔ یہ حدیث حسن ہے صرف سدی کی سند سے ہم اس کو جانتے ہیں۔

غیر مہاجرین خواتین : اس روایت کا تقاضا ہے کہ غیر مہاجر عورتیں آپ کے لئے حلال نہ تھیں' قاضی ماوردی نے اپنی تفسیر میں مطلقاً یہ مسلک بعض علماء سے بیان کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ الاتی هاجرن معک (۳۳/۵۰) سے مراد ہے وہ قرابت داریاں ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں۔ بقول قتادہ "هاجرن" بہ معنی اسلمن ہے۔ یعنی تم سے مسلمان خواتین آپ کے لئے حلال ہیں۔ ماسوائے کفار کے' پس انصاری عورتوں سے شادی کرنے سے یہ آیت منافی نہیں۔ اگر انصار میں شادی کرنے کی حدیث صحیح ہو لیکن آپ نے کسی انصاری عورت کو گھر نہیں بسایا۔

ماوردی نے جو شعبی سے نقل کیا ہے کہ ام المساکین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ انصاری عورت ہے درست نہیں۔ کیونکہ وہ بلا اختلاف ھلالیہ ہیں' واللہ اعلم۔

پیش گوئی : محمد بن سعد (ہشام بن کلبی' ابوہ' ابو صالح) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورج کی طرف پشت کئے تشریف فرما تھے کہ لیلیٰ بنت حطیم آئی اور اس نے آپ کے کندھے پر ہاتھ مارا تو آپ نے کہا کون ہے؟ اس کو سیاہ بھیڑیا کھائے۔ اس نے کہا میں ہوں پرندوں کو کھلانے والے نہایت فیاض شخص کی بیٹی! میں ہوں لیلیٰ بنت حطیم' میں اپنی ذات آپ کے لئے نذر کرنے آئی ہوں۔ آپ مجھ سے نکاح کریں گے' آپ نے فرمایا' میں نے قبول کر لیا وہ اپنی قوم کے ہاں گئی اور اس نے بتایا کہ میں نے نبی علیہ السلام سے شادی کر لی ہے' قوم نے کہا تم نے برا کیا تو غیرت مند عورت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی کئی بیویاں ہیں تو ان سے غیرت کرے گی تو رسول اللہ ﷺ بددعا کریں گے' اس لئے تو ان سے نکاح کے فسخ کی درخواست کر۔ پھر واپس آکر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا نکاح فسخ کر دیجئے۔ آپ نے اس کی درخواست قبول کر لی' پھر اس نے مسعود بن اوس بن ھواد بن ظفر سے نکاح کر لیا اور اس کے ہاں اولاد ہوئی۔ وہ ایک روز مدینہ کے باغ میں نہا رہی تھی کہ سیاہ بھیڑیا آیا اور اس نے حملہ کیا اور اس کے جسم کا کچھ حصہ کھا گیا اور وہ فوت ہو گئی۔

ضباعہ : مذکور بالا سند سے حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ضباعہ بنت عامر بن قرط' عبداللہ بن جدعان کی بیوی تھی۔ اس نے ضباعہ کو طلاق دے دی تو اس سے ہشام بن مغیرہ نے شادی کر لی اور سلمہ بن ہشام پیدا ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کو اس کے بیٹے سلمہ کی معرفت نکاح کا پیغام دیا تو اس کے بیٹے نے کہا میں مشورہ کر لوں۔ اس نے والدہ سے اجازت طلب کی تو والدہ نے کہا بیٹا! کیا تو رسول اللہ ﷺ کے بارے مجھ سے اجازت طلب کرتا ہے۔ پھر وہ واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔ گویا بیٹے کا خیال تھا کہ وہ عمر رسیدہ ہو چکی ہے اور رسول اللہ ﷺ بھی خاموش رہے۔ (دوبارہ نہ پوچھا)

صفیہ : بہ سند بالا حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفیہ بنت بشامہ بن نضلہ عنبری کو نکاح کا پیغام ارسال کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کو اختیار دیتے ہوئے کہا' چاہے تو مجھے پسند کر یا اپنے شوہر کو۔ تو اس نے کہا میں اپنے خاوند کو پسند کرتی ہوں۔ آپ نے اس کو خاوند کے پاس بھیج دیا اور بنی تمیم نے اس کو لعن طعن کی۔

ام شریک : محمد بن سعد (واقدی' موسیٰ بن محمد بن ابراہیم تیمی) محمد بن ابراہیم تیمی سے بیان کرتے ہیں کہ خاتون ام شریک یکے از بنی عامر بن لوی نے اپنی ذات کو رسول اللہ ﷺ کی نذر کر دیا آپ نے اس کو قبول نہ فرمایا پھر وہ شادی کئے بغیر ہی فوت ہو گئی۔ محمد بن سعد (وکیع' شریک' جابر' حکم) علی بن حسینؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام شریک دوسیہ سے شادی کی۔ بقول واقدی' ہمارے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ وہ ازد قبیلہ کے دوس خاندان میں سے تھی۔ محمد بن سعد کے مطابق اس کا نام ہے۔ غزیہ بنت جابر بن حکیم

(لیث بن سعد' ہشام بن محمد) از محمد کلبی بیان کرتے ہیں کہ کسی نے بتایا ام شریک نے اپنی ذات کو رسول اللہ ﷺ کے لئے پیش کیا اور صالح عورت تھی۔

جن کو پیغام نکاح دیا : ان خواتین میں سے جن کو پیغام دیا اور ان سے نکاح نہ ہوا۔ وہ حمزہ بنت حارث بن عوف بن ابی حارثہ مری ہے۔ اس کے والد نے کہا' اس کو برص ہے۔ حالانکہ برص نہ تھی' وہ واپس گیا تو وہ برص میں مبتلا ہو چکی تھی' اور یہ شبیب' ابن برصاء شاعر کی والدہ ہے۔ سعید بن ابی عروبہ نے بھی قتادہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت عباسؓ آپ کے رضاعی بھائی : آپؐ نے حبیبہؓ بنت عباسؓ بن عبدالمطلب کو بھی نکاح کا پیغام دیا' پھر معلوم ہوا کہ حضرت عباسؓ آپ کے رضاعی بھائی ہیں کہ ان کو ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا۔

ازواج مطہرات کی تین اقسام : یہ آپ کی ازواج مطہرات کا تذکرہ ہے اور یہ تین قسم پر منقسم ہیں۔ (۱) جن کو گھر بسایا اور ان کو چھوڑ کر فوت ہوئے۔ یہ نو حرم ہیں اور یہ آپؐ کی وفات کے بعد' بالاجماع امت پر حرام ہیں اور ان کی عدت ان کی موت تک ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذا دو' اور نہ یہ کہ تم آپ کی بیویوں سے آپ کے بعد کبھی بھی نکاح کرو' بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔ (۳۳/۵۳)

(۲) وہ بیویاں جن کو گھر آباد کیا اور ان کو طلاق دے دی۔ کیا ان کی عدت گزر جانے کے بعد' ان سے نکاح جائز ہے۔ اس میں دو مسلک ہیں۔ (۱) سابقہ عموم آیت کی وجہ سے نکاح بالکل ناجائز ہے۔ (۲) آیت تخییر (۳۳/۲۹) کی وجہ سے جائز ہے۔ اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو' اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش منظور ہے تو میں تمہیں کچھ دے کر اچھی طرح سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک بختوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔ (۳۳/۲۹) اگر رسول اللہ ﷺ سے فراق اور طلاق کے بعد ان کو نکاح کرنا روا نہ ہوتا تو دنیا اور آخرت میں سے ایک کو منتخب کرنے میں اس کو کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ آپ کی طلاق غیر سے نکاح کو مباح نہیں کرتی تو ان کو کوئی مفاد نہ ہو گا اور یہ قوی مسلک ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳) جس خاتون سے آپ نے نکاح کیا اور گھر بسانے سے قبل اس کو طلاق دے دی تو اس کو امتی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اس تیسری نوع میں میرے علم کے مطابق کوئی نزاع نہیں۔ باقی رہی وہ خاتون جس کو آپ نے نکاح کا پیغام ارسال کیا اور نکاح نہ کیا تو اس کو امتی سے نکاح کرنا بالاولیٰ جائز ہے۔ "کتاب الخصائص" میں ان مسائل سے متعلق آئندہ ایک باب منعقد ہو گا۔ انشاء اللہ۔

نبی علیہ السلام کی لونڈیوں کے بیان میں : نبی علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں۔

حضرت ماریہؓ : ماریہ بنت شمعون قبطیہ کو اسکندریہ کے حکمران جریج بن مینا نے آپ کی خدمت میں بطور تحفہ ارسال کیا تھا۔ اس کے ہمراہ اس کی بہن شیریں کو بھی تحفہ میں شامل کر دیا تھا۔ ابو نعیم کا بیان ہے

کہ اس نے آپ کو چار لونڈیاں تحفہ ارسال کی تھیں' واللہ اعلم۔ اور ایک خصی غلام' مابور نامی' ایک خچر جس کو "دلدل" کہتے تھے' آپ نے اس تحفہ کو قبول فرمایا اور اپنی ذات کے لیے ماریہ کو مختص کر لیا۔ وہ مصر میں علاقہ "انصنا" کی بستی "حفن" کی رہائشی تھیں۔

امیر معاویہؓ نے خراج معاف کر دیا : حضرت امیر معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں اس بستی کا خراج حضرت ماریہؓ کی تعظیم و تکریم کی خاطر معاف کر دیا تھا کہ ان کے بطن اطہر سے ابراہیمؑ بن محمد ﷺ پیدا ہوئے تھے۔

مابور' دلدل' ماریہ' شیریں : ماریہؓ نہایت حسین و جمیل اور سفید فام تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو پسند تھیں اور آپ ان سے محبت کرتے تھے اور ان کی آپ کے ہاں قدر و منزلت تھی۔ خصوصاً حضرت ابراہیمؑ کی ولادت کے بعد۔ ان کی بہن شیریں کو آپؐ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو ہبہ کر دیا تھا' اس سے عبدالرحمان بن حسان پیدا ہوئے۔ مابور' خصی غلام مصر میں اپنی عادت کے موافق حضرت ماریہ اور شیریں کے ہاں بلا اجازت آتا جاتا تھا۔ اس وجہ سے لوگوں نے حضرت ماریہؓ کے بارے نازیبا باتیں کیں۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ وہ خصی ہے۔ یہاں تک صورتحال واضح ہو گئی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ ہم یہ عنقریب بیان کریں گے) خچر پر رسول اللہ ﷺ سوار ہوا کرتے تھے۔ بظاہر واضح ہے کہ جنگ حنین میں آپؐ اسی پر سوار تھے' واللہ اعلم۔ یہ خچر عرصہ دراز تک زندہ رہا' حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں ان کے پاس تھا' بعد ازاں حضرت عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ کے پاس رہا اور اس قدر عمر رسیدہ ہو گیا تھا کہ جو کا دلیہ بطور چارہ اس کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔

ابوبکر بن خزیمہ (محمد بن زیاد بن عبیداللہ' سفیان بن عیینہ' بشیر بن مہاجر' عبداللہ بن بریدہ بن خصیب) بریدہ سے بیان کرتے ہیں کہ امیر قبط نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو لونڈیاں جو بہنیں تھیں اور ایک خچر کا تحفہ ارسال کیا۔ مدینہ میں خچر پر رسول اللہ ﷺ سوار ہوا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک کنیز اپنے پاس رکھ لی۔ اس سے ابراہیمؑ پیدا ہوئے اور دوسری ہبہ کر دی۔

واقدی' عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی صعصعہ سے بیان کرتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ حسین و جمیل سفید فام اور گھنگریالے بالوں والی تھیں۔ آپ ﷺ ان کو پسند کرتے تھے۔ آپ نے ماریہ اور ان کی بہن شیریں کو ام سلیم بنت ملحان کے مکان پر رکھا۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اسلام کی دعوت پیش کی' وہ مسلمان ہو گئیں۔ پھر ماریہ کو جو نہایت شریف تھیں' بطور کنیز اپنے گھر بسایا اور ان کو "عالیہ" مقام میں منتقل کر دیا۔ اپنی اراضی میں جو بنی نضیر کی اراضی میں سے آپ کے پاس تھی' حضرت ماریہ وہاں موسم گرما میں کھجور کے پھل کی کٹائی کے موسم میں مقیم تھیں۔ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

ماریہ کی ہمشیرہ شیریں حضرت حسانؓ بن ثابت کو ہبہ کر دی۔ اسی سے عبدالرحمان بن حسان پیدا ہوئے۔ ماریہؓ کے بطن سے ابراہیمؑ بن رسول اللہؐ پیدا ہوئے۔ ساتویں روز ان کا عقیقہ کیا۔ سر کے بال منڈا کر ان کے برابر چاندی فقراء و مساکین میں تقسیم کی اور بالوں کو زمین میں دفن کرنے کا ارشاد فرمایا اور اس کا نام ابراہیم رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کی کنیز سلمٰی دایہ تھی' اس نے اپنے خاوند ابورافع کو بتایا کہ اس نے بچہ کو جنم دیا ہے۔

ابو رافع نے رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سنائی تو آپؐ نے اس کو ہار ہبہ فرمایا۔ حضرت ماریہؓ سے بچہ پیدا ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات نے غیرت کھائی اور ان کو یہ گراں گزرا۔

حافظ دار قطنی (ابو عبید قاسم بن اسماعیل' زیاد بن ایوب' سعید بن زکریا مدائنی' ابن ابی سارہ' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ماریہؓ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس کے بچے نے اس کو آزادی سے ہمکنار کر دیا"

بقول دار قطنی' زیاد بن ایوب ثقہ ہے اور اس میں وہ منفرد ہے اس روایت کو امام ابن ماجہ نے (حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس از عکرمہ) از ابن عباس بیان کیا ہے اور یہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ ہم ---- ابن کثیر---- نے "امہات الاولاد" کی خرید و فروخت کا مسئلہ ایک مستقل تصنیف میں بیان کیا ہے۔ اور اس میں اہل علم کے تمام اقوال بیان کئے ہیں۔ جن کا خلاصہ آٹھ اقوال ہیں اور ہر قول و مسلک کی دلیل و حجت بیان کی ہے۔ وللہ الحمد۔

یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق' ابراہیم بن محمد' ابراہیم بن محمد بن علی بن ابی طالب' محمد) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ام ابراہیم ماریہ کے بارے' اس کے ابن عم مابور قبطی کی بابت چہ میگوئیاں کیں جو ان کے پاس آتا جاتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی! یہ تلوار لو اور جاؤ' اگر وہ اس کے پاس ہو تو اسے تہ تیغ کر دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے حکم کی تعمیل میں گرم لوہے کی طرح ہوں' مجھے آپ کے ارشاد پر عمل درآمد کرنے سے کوئی چیز مانع نہ ہوگی۔ کیا حاضر وہ چیز دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بالکل! بلکہ مشاہد اور حاضر وہ کچھ دیکھتا ہے جس کے دیکھنے سے غائب عاجز ہوتا ہے۔ میں تلوار حمائل کئے ہوئے اس کے پاس آیا تو "مابور" کو ام ابراہیم کے پاس پایا میں نے تلوار "میان" سے کھینچ لی تو وہ سمجھ گیا کہ میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں تو وہ دوڑ کر ایک کھجور پر چڑھ گیا پھر اس نے خود کو گدی کے بل گرا دیا اور ٹانگیں اوپر کو اٹھا دیں۔ دیکھا تو اس کا آلہ بول اور عضو تناسل کٹا ہوا ہے۔ وہ مردوں والی حالت سے قطعاً محروم ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ گوش گزار کیا تو آپ نے شکر ادا کیا کہ سب تعریف خدا کی ہے جس نے ہم "اہل بیت" سے اس تہمت کو رفع فرما دیا۔

امام احمد (یحییٰ بن سعید' سفیان' محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب آپ مجھے روانہ فرما رہے ہیں تو میں آپ کے حکم کی تعمیل میں گرم لوہے کی طرح ہوں گا۔ کیا شاہد وہ ملاحظہ کرتا ہے جو غائب نہیں کر سکتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاہد وہ کچھ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔ امام احمد نے یہ حدیث مختصر بیان کی ہے۔ اور یہ سابق طویل حدیث (جو ہم نے ذکر کی ہے) کا اختصار ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

طبرانی (محمد بن عمرو بن خالد حرانی' عمرو حرانی' ابن لھیعہ' یزید بن ابی حبیب اور عقیل' زہری) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماریہؓ نے جب ابراہیمؓ کو جنم دیا تو قریب تھا کہ آپ کے دل میں کوئی شبہ پڑ جائے۔

یہاں تک جبرائیلؑ آئے اور اے ابراہیم کے والد! کہہ کر السلام علیکم کہا تو آپ کا وسوسہ دور ہو گیا۔

ابونعیم' حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ روم کے رئیس مقوقس نے شہزادی ماریہ قبطیہ اور اس کے ہمراہ نوخیز ابن عم کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفہ ارسال کیا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تنہائی میں گئے' وہ امید سے ہو گئیں اور جب حمل واضح ہو گیا تو وہ پریشان ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ ان کی چھاتی میں دودھ نہ تھا' چنانچہ ایک شیردار دنبی خریدی جس سے بچہ خوراک حاصل کرتا' پھر اس غذا سے بچہ کا جسم صحیح ہو گیا۔ رنگ نکھر آیا اور خوبرو ہو گیا۔ وہ ایک روز بچے کو کندھے پر بٹھائے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! تو کیسی مشابہت دیکھتی ہے تو میں نے عرض کیا' میں اور میرے علاوہ کوئی بھی مشابہت نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا جسمانی ڈیل ڈول بھی نہیں تو میں نے عرض کی' میری زندگی کی قسم! بھیڑ کا دودھ اس کی غذا ہے کہ اس کا جسم توانا ہو۔

بقول واقدی ماریہؓ محرم ۱۵ھ میں فوت ہوئیں۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ مفضل بن غسان غلابی کا بھی یہی قول ہے۔ اور بقول خلیفہ' ابوعبیدہ یعقوب بن سفیان ۱۶ھ میں فوت ہوئیں۔ رحمہا اللہ۔

ریحانہ بنت زید نضیریہ یا قریظیہ م-۱۰ھ : بقول واقدی' ریحانہ بنت زید یکے از بنی نضیر' اپنے خاندان میں شادی شدہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو "مال فے" میں سے اپنے لئے منتخب فرمالیا تھا' وہ ایک خوبرو خاتون تھی۔ آپؐ نے اس کے سامنے دعوت اسلام پیش کی تو اس نے یہودیت ترک کرنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے علیحدہ مکان میں اس کی رہائش کا انتظام کر دیا اور اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اور ابن سعید کو بلایا اور اس کو صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے کہا میری ماں باپ آپ پر صدقے! وہ ان شاء اللہ اسلام قبول کر لے گی۔ چنانچہ وہ اس کے پاس گئے اور تبلیغ کرنے لگا کہ اپنی قوم کے دین کی پیروی نہ کر' تجھے معلوم ہے کہ حیی بن اخطب کی وجہ سے تم پر کیسے مصائب ٹوٹے ہیں۔ اسلام قبول کر لے' رسول اللہ ﷺ تجھے اپنے لئے منتخب کر لیں گے۔ ابھی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے پاؤں کی آہٹ سنی تو فرمایا یہ ابن سعید کے پاؤں کی آہٹ ہے' وہ مجھے ریحانہ کے اسلام قبول کرنے کی بشارت دینے آیا ہے۔ چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے ریحانہ کے اسلام قبول کرنے کا مژدہ سنایا اور آپ یہ سن کر مسرور ہوئے۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ پر فتح یاب ہوئے تو ریحانہ بنت عمرو بن خنافہ کو اپنے لئے مختص فرمالیا۔ وہ تاحیات آپؐ کی ملکیت میں رہی۔ آپ نے اس کو دعوت اسلام پیش کی تھی --- بعد ازاں --- اس سے شادی کا اظہار کیا تھا لیکن اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر ابن اسحاق نے گذشتہ واقعہ کی طرح روایت بیان کی ہے۔

واقدی (عبدالملک بن سلیمان' ایوب بن عبدالرحمان بن ابی صعصعہ) ایوب بن بشیر المعاوی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریحانہ کو ام منذر سلمٰی بنت قیس کے مکان پر منتقل کر دیا۔ وہاں اس نے ایام حیض

بسر کئے۔ بعد ازاں ام منذر نے رسول اللہ ﷺ کو صورتحال سے آگاہ کیا تو آپؐ ام منذر کے مکان پر تشریف لائے اور اس سے مخاطب ہوئے' اگر پسند ہو تو میں تمہیں آزاد کر کے نکاح کر لوں' یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر چاہو تو کنیز بن کر رہو' میں تم سے کنیز کا سا برتاؤ کروں گا۔ یہ سن کر اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ کے ہاں بطور کنیز رہنا میرے اور آپ کے لئے مفید اور آسان ہے۔ چنانچہ وہ تاحیات آپ کے ملک میں رہی۔

واقدی' ابن ابی ذئب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام زہری سے حضرت ریحانہؓ کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی کنیز تھی۔ آپ نے اس کو آزاد کر کے نکاح کر لیا وہ اپنے خاندان میں باپردہ قیام پذیر تھی اور کہا کرتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مجھے کوئی بے پردہ نہ دیکھے گا۔ واقدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک زیادہ صحیح اور ثابت ہے۔ قبل ازیں ریحانہؓ حکم کی بیوی تھی۔

واقدی (عاصم بن عبداللہ بن حکم) عمر بن حکم سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خناقہ کو آزاد کر دیا۔ وہ اپنے خاوند کی محبوب اور محترم بیوی تھی۔ اس نے کہا میں اس کے بعد کسی کی بیوی بننا نہیں چاہتی۔ وہ حسن و جمال سے بہرہ ور تھی۔ جب بنو قریظہ اسیر بنا لئے گئے تو سب اسیر رسول اللہ ﷺ کے روبرو پیش کئے گئے۔ حضرت ریحانہؓ کا بیان ہے کہ میں بھی ان اسیروں میں شامل تھی جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ نے میرے بارے حکم صادر فرمایا مجھے علیحدہ کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ہر مال غنیمت میں کچھ مخصوص حصہ ہوتا تھا۔ جب میں باقی اسیروں سے الگ کر دی گئی اور مجھے ام منذر کے مکان پر کئی ایام کے لئے بھیج دیا یہاں تک کہ بالغ مرد قیدیوں کو تہ تیغ کر دیا اور اسیر عورتوں کو تقسیم کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں نے شرم و حیا کے باعث آپ سے اجتناب کیا تو آپ نے مجھے سامنے بٹھا کر فرمایا اگر تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے دین کو پسند کر لے گی تو رسول اللہ ﷺ تجھے اپنی ذات کے لئے پسند کر لیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے دین کو پسند کرتی ہوں جب میں دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے آزاد کر کے میرے ساتھ نکاح کر لیا اور مجھے ۱۲ اوقیہ سے کچھ زائد مہر دیا جیسے آپ اپنی ازواج کو دیا کرتے تھے اور ام منذر کے مکان میں رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ شب باشی کی۔ اور باقی بیویوں کی طرح میرے لئے باری تقسیم فرمایا کرتے تھے اور میرے پردہ کا اہتمام کیا۔ رسول اللہ ﷺ اس سے الفت و محبت سے پیش آتے اور جو چیز مانگتی آپ اسے دے دیتے۔ (اس صورت حال کو دیکھ کر) کسی نے کہا اگر تو رسول اللہ ﷺ سے بنی قریظہ کی رہائی اور آزادی کا سوال کرتی تو رسول اللہ ﷺ ان کو آزاد فرما دیتے تو وہ جواب میں کہتی اسیر عورتوں کی تقسیم کے بعد' رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے خلوت فرمائی اور بکثرت خلوت فرمایا کرتے تھے۔ وہ مسلسل آپ کی خدمت میں رہی۔ اور حجتہ الوداع سے واپسی کے بعد فوت ہوئی اور اس کو بقیع میں دفن کیا اور اس سے شادی محرم ۶ھ میں کی تھی۔

ابن وھب (یونس بن یزید) زہری سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریحانہ قرینطیہ کو بطور کنیز

رکھا پھر اس کو آزاد کر دیا اور وہ اپنے خاندان میں چلی گئی اور بقول ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ' ریحانہ بنت زید بن شمعون قبیلہ بنی نضیر میں سے تھی اور بعض کا خیال ہے کہ وہ بنی قریظہ میں سے تھی' رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقہ کے نخلستان میں رہا کرتی تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ اس کے پاس کبھی کبھی قیلولہ --- دوپہر کا آرام --- فرمایا کرتے تھے اور آپؐ نے اس کو شوال ۵ھ میں اسیر بنایا تھا۔

ابوبکر بن ابی خیثمہ (احمد بن مقدام' زہیر' سعید) قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ماریہ اور ریحہ یا ریحانہ دو لونڈیاں تھیں اور ریحانہ قبل ازیں عبدالحکم کی بیوی تھی' جو اس کا چچازاد تھا اور رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل فوت ہوئی۔

۴ لونڈیاں : ابوعبیدہ معمر بن مثنی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چار لونڈیاں تھیں ماریہ قبطیہ' ریحانہ قرظیہ' ایک اور حسین و جمیل کنیز تھی۔ ازواج مطہرات نے اس سے کوئی تدبیر کی' ان کو اندیشہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ان سے غالب آجائے گی۔ اور ایک "نفیسہ" لونڈی تھی جو ام المومنین حضرت زینبؓ نے آپ کو ہبہ کی تھی۔

بائیکاٹ : ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی کے بارے ام المومنین حضرت زینبؓ نے کچھ نازیبا الفاظ کہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ذوالحج' محرم اور صفر تین ماہ تعلق قطع رکھا اور ربیع الاول جس ماہ میں آپ فوت ہوئے' حضرت زینبؓ سے رضامند ہوئے اور ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا مجھے اپنی مسرت کا اندازہ نہیں کہ میں آپ کی رضا و خوشنودی کا کیا صلہ دوں' پھر انہوں نے آپ کو "نفیسہ" لونڈی ہبہ کی۔ سیف بن عمر (سعید بن عبداللہ' ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماریہؓ اور ریحانہؓ کو ایک بار' باری تقسیم کرتے اور ایک بار ان سے ناغہ کرتے۔

ابونعیم نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ریحانہؓ ۱۰ھ میں فوت ہوئیں۔ عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا۔ (وللہ الحمد)

نبی علیہ السلام کی اولاد کا بیان : بلا اختلاف نبی علیہ السلام کی جملہ اولاد حضرت خدیجہؓ سے پیدا ہوئی' ماسوائے حضرت ابراہیمؓ کے جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے۔

قاسم مکہ میں جملہ اولاد سے پہلے فوت ہوئے : محمد بن سعد (ہشام بن کلبی' ابوہ' ابوصالح) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بڑا لڑکا قاسمؓ تھا' پھر حضرت زینبؓ' پھر عبداللہؓ' پھر حضرت ام کلثومؓ' پھر حضرت فاطمہؓ' پھر حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں اور آپ کی اولاد میں سے قاسمؓ مکہ میں پہلے فوت ہوئے' پھر عبداللہؓ فوت ہوئے تو عاص بن وائل سہمی نے طعن مارا کہ اسؐ کی نسل منقطع ہو گئی ہے۔ یہ لاولد اور ابتر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی --- **انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر** --- بعد ازاں مدینہ میں آپؐ کے ہاں حضرت ماریہؓ کے بطن سے ابراہیمؓ ذوالحج ۸ھ میں پیدا ہوئے اور اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے۔

حضرت فاطمہؓ نے والدہ کا دودھ پیا : ابوالفرج المعانی بن زکریا جریری (عبدالباقی بن نافع' محمد بن زکریا'

عباس بن بکار' محمد بن زیاد اور فرات بن سائب' میمون بن مہران) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن اطہر سے نبی علیہ السلام کے صاحبزادے عبداللہؓ بن محمدؐ پیدا ہوئے۔ پھر ان کے ہاں دیر تک اولاد پیدا نہ ہوئی تو اس اثنا میں رسول اللہ ﷺ کسی سے گفتگو فرما رہے تھے اور عاص بن وائل سہمی آپ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ کسی نے اس سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو عاص نے کہا یہ "ابتر" ہے۔ (قریش کا دستور تھا کہ جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا' بعد ازاں دوسرا لڑکا دیر بعد پیدا ہوتا تو وہ اس شخص کو ابتر کہتے) پھر اللہ تعالیٰ نے "ان شانئک هو الابتر" نازل فرمائی یعنی تجھ سے بغض و عناد رکھنے والا' ہر خیر و برکت سے محروم ہے۔

پھر زینب' پھر رقیہ' پھر قاسم' پھر طاہر' پھر مطہر' پھر طیب' پھر مطیب پھر ام کلثوم' پھر فاطمہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں۔ اور حضرت فاطمہؓ سب سے چھوٹی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کو مرضعہ اور دایہ کے سپرد کر دیتیں اور حضرت فاطمہؓ کو خود دودھ پلایا۔

ھیثم بن عدی (ہشام بن عروہ' سعید بن مسیب) مسیبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے دو بیٹے تھے طاہر اور طیب' ایک کا نام عبد شمس تھا اور دوسرے کا عبدالعزیٰ' اس روایت میں نکارت اور عجوبہ پن ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد بن عائذ' سعید بن عبدالعزیز سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے ہاں قاسم' طیب' طاہر' مطہر' زینب' رقیہ' فاطمہ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ رضی اللہ عنہم۔

زبیر بن بکار' اپنے چچا مصعب بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے ہاں قاسم اور طاہر پیدا ہوئے۔ طاہر کو طیب بھی کہتے ہیں یہ بعد از بعثت پیدا ہوئے تھے بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ ان کا نام عبداللہ ہے۔ حضرت فاطمہؓ' حضرت زینبؓ' حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

زبیر (ابراہیم بن منذر' ابن وھب' ابن لھیعہ) ابوالاسود سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے ہاں قاسم' طاہر' طیب' عبداللہ' زینب' رقیہ' فاطمہ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ (رضی اللہ عنہم)

محمد بن فضالہ' بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے ہاں قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے' قاسم چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا (بعد ازاں فوت ہوا) اور عبداللہ تو بالکل چھوٹا ہی فوت ہو گیا تھا۔

زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہؓ جاہلی دور میں طاہرہ بنت خویلد کے نام سے معروف تھیں۔ نبی علیہ السلام سے ان کے ہاں قاسمؓ پیدا ہوا یہ آپؐ کا پلوٹھا بیٹا تھا اور اس کے نام سے آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ پھر حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں۔ عبداللہ' (عرف طیب) و طاہر بعد از بعثت پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی فوت ہوئے۔ پھر حضرت ام کلثومؓ پھر حضرت فاطمہؓ پھر حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے۔ پھر مکہ میں قاسم سب سے اول فوت ہوئے' پھر عبداللہ فوت ہوئے۔ پھر ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے جسے مقوقس صاحب اسکندریہ نے بطور تحفہ ارسال کیا تھا' اس کے ہمراہ اس کی ہمشیرہ شیریں اور چچازاد مابور خصی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے شیریں حسان بن ثابت کو ہبہ کر دی' اس کے بطن سے عبدالرحمان بن حسان پیدا ہوئے اور حضرت حسانؓ کی نسل ناپید ہو چکی ہے۔

ابو بکر بن رقی کا بیان ہے کہ طاہر اور طیب' عبداللہ کے القاب ہیں۔ بعض کہتے ہیں طیب اور مطیب توام پیدا ہوئے' اسی طرح طاہر اور مطہر جڑواں پیدا ہوئے۔ مفضل بن غسان' امام احمد بن حنبل (عبدالرزاق' ابن جریج) مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ قاسم سات روز زندہ رہے۔

تعاقب : ابن غسان کا بیان ہے کہ یہ غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ۱۷ ماہ زندہ رہے' نیز حافظ ابو نعیم نے بھی مجاہد سے نقل کیا ہے کہ قاسم پیدائش سے ساتویں دن فوت ہوئے۔ اور زہری کا بیان ہے کہ وہ دو سال کی عمر میں فوت ہوئے اور بقول قتادہ وہ اس قدر زندہ رہے کہ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے۔ ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ عراقیوں نے طیب اور طاہر کا نام ساقط کر دیا ہے۔ وضع اہل العراق ذکرا الطیب الطاہر اور مشائخ کا قول ہے کہ ان کا نام عبدالعزی' عبد مناف اور قاسم تھا اور لڑکیوں کے نام رقیہؓ' ام کلثومؓ اور فاطمہؓ ہے۔ ابن عساکر نے اسی طرح بیان کیا ہے اور یہ منکر اور غیر معروف ہے۔ اس کو منکر کہنا ہی معروف مسلک ہے۔ (نوٹ) حضرت زینبؓ کا نام بیان نہیں کیا' حالانکہ یہ ناگزیر ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت زینبؓ : عبدالرزاق نے ابن جریج کی معرفت متعدد مشائخ سے بیان کیا ہے کہ حضرت زینبؓ رسول اللہ ﷺ کی بڑی صاحبزادی تھیں اور حضرت فاطمہؓ چھوٹی اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے پیاری تھیں۔ ابوالعاص بن ربیع نے حضرت زینبؓ سے شادی کی۔ اس سے علیؓ اور امامہؓ پیدا ہوئے اور امامہؓ وہی بچی ہے جسے رسول اللہ ﷺ نماز میں گود میں اٹھا لیا کرتے تھے' جب سجدہ ریز ہوتے تو فرش پر بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو گود میں اٹھا لیتے۔ غالباً یہ حضرت زینبؓ کی وفات ۸ھ کے بعد کا واقعہ ہوگا۔ گویا وہ چھوٹی بچی تھی' واللہ اعلم۔ جیسا کہ واقدی' قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم وغیرہ کا بیان ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے امامہؓ سے شادی کی۔

حماد بن سلمہ' عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینبؓ نے جب مکہ سے ہجرت کی تو ھبار بن اسود نے مزاحمت کی اور آپ ایک چٹان پر گر پڑیں اور حمل ساقط ہو گیا اور آپؓ کو مسلسل اس کی تکلیف رہی یہاں تک کہ وہ اسی مرض سے فوت ہو گئیں اور آپ کو شہیدہ شمار کرتے ہیں۔ قتادہ از عبداللہ بن ابی بکر بن حزم' خلیفہ بن خیاط اور ابو بکر بن ابی خیثمہ وغیرہ کا بیان ہے کہ آپؓ ۸ھ میں فوت ہوئیں' نیز قتادہ نے ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ وہ ۸ھ کے آغاز میں فوت ہوئیں۔

حضرت رقیہؓ : عتبہ بن ابی لہب سے پہلے ان کا نکاح ہوا جیسا کہ ان کی ہمشیرہ حضرت ام کلثومؓ کا عتیبہ بن ابی لہب سے نکاح ہوا تھا پھر جب سورۃ تبت یدا ابی لہب' الخ نازل ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بغض و عناد کی وجہ سے ان کو گھر بسانے سے قبل ہی طلاق دے دی تھی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے حضرت رقیہؓ سے شادی کی اور ان کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلی گئیں۔ مشہور ہے کہ آپ حبشہ کی طرف پہلے مہاجر تھے' پھر مکہ مکرمہ واپس چلے آئے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں' پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ہاں عبداللہ بن عثمان پیدا ہوا' وہ چھ سال کا ہوا تو مرغ نے اس کی آنکھوں میں ٹھونگا مارا اور وہ فوت ہو گیا۔ پہلے حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ تھی پھر انہوں نے ابو عمرو کنیت رکھ لی۔

حضرت ام کلثومؓ : حضرت رقیہؓ جنگ بدر کے روز فوت ہوئیں۔ حضرت زید بن حارثہ جب جنگ بدر کی فتح کی خوشخبری اور بشارت لے کر مدینہ آئے تو وہ ان کو دفن کر چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کی وجہ سے حضرت عثمانؓ مدینہ میں حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے مقیم رہے اور آپؐ نے عثمانؓ کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور ان کو اجر کی بھی نوید سنائی۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر سے واپس مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت ام کلثومؓ کو ان کی زوجیت میں دے دیا۔ اس لئے حضرت عثمانؓ کو "ذو النورین" کہتے ہیں۔ پھر حضرت ام کلثومؓ بھی شعبان ۹ھ میں فوت ہو گئیں اور ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اگر ہمارے پاس اور لڑکی ہوتی تو ہم عثمانؓ کی زوجیت میں دے دیتے۔ اور ایک روایت میں ہے اگر ہماری دس لڑکیاں ہوتیں تو ان سب کو یکے بعد دیگرے عثمان کی زوجیت میں دے دیتے۔

حضرت فاطمہؓ : ان سے حضرت علیؓ نے صفر ۲ھ میں نکاح کیا۔ ان کی اولاد حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ ---- نیز محسنؓ کا نام بھی بیان ہوا ہے ---- حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب۔ ام کلثومؓ سے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں نکاح کیا۔ اور ان کی خوب تعظیم و تکریم کی اور رسول اللہ ﷺ ہی کے نسب میں ہونے کے باعث ان کو چالیس ہزار درہم مہر اد کیا اور ان کے بطن اطہر سے زید بن عمر بن خطاب پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد، عون بن جعفر، محمد بن جعفر اور عبداللہ بن جعفر سے یکے بعد دیگرے شادی کی اور عبداللہ بن جعفر کی زوجیت میں اللہ کو پیاری ہوئیں۔ نیز عبداللہ بن جعفر نے زینب بنت علی دختر حضرت فاطمہؓ سے بھی شادی کی اور وہ بھی ان کی زوجیت میں ہی فوت ہوئیں ---- ان سے علی زینبی پیدا ہوئے، ندوی

حضرت فاطمہؓ کی تاریخ وفات : رسول اللہ ﷺ کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ فوت ہوئیں۔ مشہور قول کے مطابق یہ بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ یہ امام زہری اور ابو جعفر باقر سے بھی منقول ہے۔ امام زہری سے ۳ ماہ بعد کی تاریخ بھی منقول ہے اور ابو الزبیر سے ۲ ماہ بعد بھی مذکور ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ۷۰ شب و روز زندہ رہیں اور عمرو بن دینار کا قول ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آٹھ ماہ زندہ رہیں۔ نیز عبداللہ بن حارث کا بھی یہی قول ہے۔ ایک روایت میں عمرو بن دینار سے چار ماہ بھی منقول ہیں۔

ابراہیمؓ : ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے۔ ذوالحج ۸ھ میں ابن لہیعہ وغیرہ نے عبدالرحمان بن زیاد سے بیان کیا ہے کہ جب ابراہیمؓ کا حمل برقرار ہوا تو جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا السلام علیک یا اباابراہیم! اللہ نے آپ کو ام ولد ماریہؓ سے ایک بچہ عنایت فرمایا ہے اور اس کا ابراہیم نام رکھنے کا امر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کیلئے اس میں خیر و برکت کرے اور اس کو دنیا و آخرت میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

حافظ بزار (محمد بن مسکین، عثمان بن صالح، ابن لہیعہ، عقیل اور یزید بن ابی حبیب، زہری) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم بن محمدؐ پیدا ہوئے تو آپ کے دل میں کچھ وسوسہ پیدا ہوا تو جبرائیلؑ نے آکر کہا،

اے ابراہیم کے والد! السلام علیکم۔

اسباط نے اسماعیل بن عبدالرحمان سدی سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالک سے پوچھا کہ ابراہیم بن محمدؐ وفات کے وقت کتنی عمر کے تھے؟ انہوں نے کہا کہ اس نے (اپنے جسم سے) گہوارہ بھر دیا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا' لیکن وہ زندہ کیسے رہتا کیونکہ نبی علیہ السلام آخری نبی ہیں۔

امام احمد (عبدالرحمان بن مہدی' سفیان' سدی) حضرت انسؓ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ اگر ابراہیم بن محمدؐ زندہ رہتے تو وہ "صدیق نبی" ہوتے۔ ابوعبیداللہ بن مندہ (محمد بن سعد اور محمد بن ابراہیم' محمد بن عثمان عبسی' منجاب' ابوعامر اسدی' سفیان' سدی) حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم بن محمد ﷺ ۱۶ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو بقیع میں دفن کرو۔ اس کو دودھ پلانے والی --- جنت میں --- ہے وہ اپنی مدت رضاعت جنت میں پوری کرے گی۔

ابو یعلی (ابو خیثمہ' اسماعیل بن ابراہیم' ایوب' عمرو بن سعید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نبی علیہ السلام سے زیادہ اپنے اہل و عیال پر رحم کرنے والا نہیں پایا۔ ابراہیمؑ کا "عوالی مدینہ" میں شیر خوارگی کا انتظام کیا گیا تھا۔ آپ کے ہمراہ ہم بھی جاتے۔ آپ ایک دھوئیں والے مکان میں تشریف لے جاتے کہ دایہ کا شوہر لوہار تھا پھر آپ اس کو گود میں لیتے اور چومتے پھر واپس چلے آتے۔ عمرو کا بیان ہے کہ جب ابراہیمؑ فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابراہیم میرا لخت جگر ہے۔ وہ شیر خوارگی کے ایام میں فوت ہوا ہے' اس کی دو دایہ ہیں جو جنت میں اس کی مدت رضاعت کی تکمیل کریں گی۔

جریر اور ابو عوانہ (اعمش' مسلم بن صبیح ابوالضحیٰ) حضرت براء سے بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ ۱۶ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا اس کو "بقیع" میں دفن کرو۔ جنت میں اس کی دایہ ہے۔ امام احمد نے اس روایت کو از عامر از براء بیان کیا ہے اور سفیان ثوری نے بھی (از فراس از شعبی از براء بن عازب) اسی طرح بیان کیا ہے۔ نیز ثوری نے از ابواسحاق از براءؓ بھی بیان کیا ہے۔

ابن عساکر نے بہ سند عتاب بن محمد بن شوذب از عبداللہ بن ابی اوفی بیان کیا ہے کہ ابراہیمؑ فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی باقی ماندہ مدت رضاعت جنت میں پوری ہو گی۔

ابو یعلی موصلی (زکریا بن یحییٰ واسطی' ہشیم) اسماعیل سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی سے پوچھا یا ان سے کسی نے سوال کیا ابراہیمؑ کے بارے تو میں نے جواب سنا کہ وہ بچپن میں فوت ہوئے اگر نبی علیہ السلام کے بعد اللہ کو نبی ہونا منظور ہوتا تو وہ زندہ رہتا۔ ابن عساکر (احمد بن محمد بن سعید الحافظ' عبید بن ابراہیم جعفی' حسن بن ابی عبداللہ فراء' مصعب بن سلام' ابوحمزہ ثمالی' ابوجعفر محمد بن علی) حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ابراہیم زندہ رہتا تو وہ نبی ہوتا۔ ابن عساکر (محمد بن اسماعیل بن سمرہ' محمد بن حسن اسدی' ابو شیبہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم فوت ہوئے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے کفن میں مت لپیٹو یہاں تک کہ میں اس کو دیکھ لوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے اور اس پر جھک کر اس قدر روئے کہ آپ کے دونوں جبڑے اور پسلیوں میں اضطراب اور خلجان پیدا ہو گیا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ ابو شیبہ ہے اس کی روایت پر تعامل نہیں۔ ابن عساکر (مسلم بن خالد انجی، ابن خیثم، شہر بن حوشب) اسماء بنت یزید بن سکن سے بیان کرتے ہیں کہ ابراہیمؑ فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ روئے اور آپ کے آنسو جاری ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کہا آپ علم الٰہی کے زیادہ اہل اور حقدار ہیں اور آبدیدہ ہیں تو آپ نے فرمایا آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمناک ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جو خدا کو ناپسند ہو۔ اگر یہ موت کا سچا وعدہ اور باہمی محشر جمع ہونا اور پس ماندہ، پہلے کے تابع نہ ہوتا تو اے ابراہیم! ہم اس سے بھی زیادہ تجھ پر غمگین ہوتے اور اے ابراہیم! ہم تیری وجہ سے غمگین ہیں۔

آپؐ نے نماز جنازہ پڑھائی : امام احمد (اسود بن عامر، اسرائیل، جابر، شعبی) براء سے بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم سولہ ماہ کی عمر میں فوت ہوا اور خود نبی علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کہ جنت میں اس کی دایہ ہے جو مدت رضاعت کی تکمیل کرے گی اور وہ صدیق کے مرتبہ پر فائز ہے۔ شعبی سے حکم بن عیینہ بھی اس روایت کو بیان کرتے ہیں۔

ابو یعلی (قواریری، اسماعیل بن ابی خالد) ابن ابی اوفی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لخت جگر ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھائی میں بھی مقتدی تھا اور آپ نے چار تکبیریں کہیں۔

یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق، محمد بن طلحہ بن یزید بن رکانہ) سے بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے اور نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔

ابن عساکر (اسحاق بن محمد فروی، عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب، عبداللہ بن محمد) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم بن محمدؐ فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس کی والدہ ماریہ قبطیہ کے پاس بھیجا وہ مشربہ (مقام رضاعت) اور عالیہ میں مقیم تھی۔ حضرت علیؓ نے اس کو جامہ دان اور تھیلے میں رکھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو سامنے رکھ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے اس کو غسل دیا، کفن پہنایا اور اس کا جنازہ لوگوں کے ہمراہ لائے اور اس زقاق اور کوچہ میں دفن کیا جو محمد بن زید کے مکان کے متصل تھا قبر میں حضرت علیؓ اترے اور اس کو ہموار اور درست کیا، اس میں نعش رکھ کر باہر آئے اور دفن کر کے قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی قبر میں ہاتھ ڈال کر کہا، سنو! واللہ! وہ نبی بن نبی ہے۔ رسول اللہ ﷺ روئے اور آپ کے آس پاس جو مسلمان تھے وہ بھی رو پڑے۔ یہاں تک کہ رونے کی آواز بلند ہو گئی پھر آپؐ نے فرمایا، آنکھوں میں غم ہے دل میں غم ہے۔ لب پر رضائے مولیٰ ہے اور اے ابراہیم! ہم تجھ پر غمناک ہیں۔

واقدی کا بیان ہے کہ ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ بروز منگل ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ میں اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے۔ بنی مازن بن نجار کے محلہ میں، ام برزہ بنت منذر کے مکان پر اور بقیع میں دفن ہوئے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ ابراہیم کی وفات کے روز سورج گہنا گیا تو لوگوں نے کہا، ابراہیم کی وفات کے باعث سورج گہنایا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے دو علامات ہیں یہ کسی کی زندگی اور موت کی وجہ سے نہیں گہناتے۔

نبی علیہ السلام کے غلاموں کا بیان

حافظ ابن عساکر نے جو ذکر کیا ہے' ہم اسے معمولی کی بیشی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ وباللہ المستعان۔

(۱) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ ابوزید کلبی : ان کی کنیت ابویزید اور ابو محمد بھی بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے غلام اور مولائے رسولؐ کے بیٹے' محبوب اور محبوب کے بیٹے۔ ان کی والدہ ام ایمن ہے' مسماۃ برکت۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی کم سنی میں دایہ کھلایا تھیں اور آپؐ کی بعثت کے بعد اولین ایمان لانے والوں میں سے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں امیر جیش مقرر کیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال تھی' اس عظیم لشکر کی امارت کے دوران شہید ہوئے جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ --- اور ایک ضعیف قول کے مطابق --- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے کیونکہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ ﷺ نے نماز کی امامت کے لئے نامزد فرما دیا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور اسامہ کا لشکر "جرف" میں فروکش تھا (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسامہؓ سے' حضرت عمرؓ کو مستثنیٰ کروا لیا کہ ان کی رائے کی روشنی میں فیصلہ کر سکیں چنانچہ حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ کو مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔ صحابہؓ کی تکرار اور مذاکرات کے بعد رضی اللہ عنہ ابوبکرؓ نے جیش اسامہؓ کو روانہ کر دیا۔ ہر ایک کے اعتراض کو رد فرما کر کہتے تھے واللہ! میں اس علم کو نہ کھولوں گا جس کو رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے۔ چنانچہ وہ لشکر روانہ ہو کر علاقہ شام کے حدود "بلقاء" میں فروکش ہو گیا۔ جہاں حضرت زیدؓ بن حارثہؓ' حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ شہید ہوئے تھے۔ پھر اس نے اس علاقہ پر حملہ کیا مال غنیمت جمع کیا' دشمنوں کو اسیر بنایا' صحیح سالم اور فتح و نصرت سے ہمکنار ہو کر واپس چلے آئے۔ اس لئے حضرت عمرؓ حضرت اسامہؓ سے جب بھی ملتے تو ان کو کہتے اے امیر! السلام علیکم!

نکتہ چینی : رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت اسامہؓ کو امیر جیش نامزد کیا تو بعض نے حضرت اسامہؓ کی امارت پر اعتراض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے خطاب میں فرمایا اگر تم نے اس کی امارت پر نکتہ چینی کی ہے "تو کوئی عجب بات نہیں" تم اس کے باپ کی امارت پر قبل ازیں نکتہ چینی کر چکے ہو۔ واللہ! وہ امارت کا اہل ہے اور وہ مجھے زید کے بعد سب سے محبوب ہے اور یہ صحیح بخاری میں (موسیٰ بن عقبہ از سالم از ابیہ) مذکور ہے۔ نیز صحیح بخاری میں حضرت اسامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اور حسنؓ کو گود میں لے کر فرماتے' الٰہی! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب بنا اور شعبی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس کو اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے اس کو اسامہؓ سے محبت کرنا چاہیئے۔

حضرت عمرؓ کا معیارِ محبت : اسی لئے جب حضرت عمرؓ نے تنخواہ داروں اور وظیفہ خواروں کی فہرست تیار کی تو حضرت اسامہؓ کی پانچ ہزار تنخواہ مقرر کی اور اپنے بیٹے عبداللہؓ کی چار ہزار تنخواہ مقرر کی۔ اس تفاوت اور کمی بیشی کے بارے آپؓ سے پوچھا گیا تو فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کو ابن عمر سے پیارا تھا اور اس کا باپ عبداللہ کے باپ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو پیارا تھا۔

عبدالرزاق (معمر' زہری' عروہ) حضرت اسامہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر سے قبل' مجھے گدھے پر اپنے پیچھے سوار کیا' جب سعد بن عبادہ کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے گئے۔ میں --- امام ابن کثیر--- کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح عرفات سے واپسی کے وقت بھی مزدلفہ تک' حضرت اسامہ کو اپنی سواری پر ردیف بنایا تھا۔ (جیسا کہ حجتہ الوداع میں بیان ہو چکا ہے)

حضرت علیؓ کے ہمراہ جنگ میں شرکت سے معذرت : متعدد مورخین کا بیان ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے ہمراہ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور یہ معذرت پیش کی کہ جب اس نے ایک "کلمہ گو" کو قتل کر دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے روز' لا الہ الا اللہ اور کلمہ توحید کے بالمقابل تیرا کون حامی و ناصر ہو گا۔ کیا تو نے اس کو کلمہ توحید کہنے کے بعد تہ تیغ کر دیا؟' الخ۔ نیز ان کے بیشتر فضائل احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت اسامہؓ شب رنگ' سیاہ فام' چپٹی ناک' شیریں کلام' فصیح زبان اور ربانی عالم تھے۔ ان کے باپ حضرت زیدؓ بھی انہی اوصاف سے موصوف تھے مگر وہ سفید فام تھے۔ اس لئے بعض نادان لوگوں نے ان کے نسب کے بارے نکتہ چینی کی۔ ایک دفعہ باپ بیٹا دونوں چادر اوڑھے سو رہے تھے اور ان کے قدم کھلے تھے۔ حضرت اسامہؓ کے سیاہ اور زید کے سفید' ان کے پاس سے مجزز مدلجی گزرے تو ان کو دیکھ کر کہا' واہ! سبحان اللہ! یہ قدم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ہشاش بشاش حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف لائے' آپؐ کے رخ انور کی شکنیں روشن تھیں۔ آپ نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ مجزز قائف نے ابھی ابھی زید اور اسامہ باپ اور بیٹا کو دیکھ کر کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد ایسے فقہا محدثین نے اس حدیث سے قائف کے حکم کو بحال رکھنے اور اس پر مسرت کے اظہار کی حیثیت سے 'نسب کے وہم و اختلاط کے موقعہ پر عمل کرنے کا استنباط کیا ہے' جیسا کہ یہ مسئلہ اپنے مقام پر محقق ہے۔

سن وفات : ابو عمر مورخ نے حضرت اسامہؓ کی وفات کو ۵۴ھ میں صحیح قرار دیا ہے اور بعض نے سن وفات ۵۸ھ یا ۵۹ھ بیان کیا ہے اور بعض کا بیان ہے کہ وہ شہادت عثمانؓ ۳۵ھ سے قبل فوت ہوئے۔ واللہ اعلم' صحاح ستہ میں ان کی روایات مذکور ہیں۔

(۲) اسم ابو رافع قبطی : بعض ان کا نام ابراہیم یا ثابت یا ھرمز بتاتے ہیں۔ غزوہ بدر سے قبل مسلمان ہوئے مگر اس میں شامل نہیں ہوئے کیونکہ وہ اپنے سادات آل عباس کے ہمراہ مکہ میں مقیم تھے۔ وہ تیر بنایا

کرتے تھے۔ جب غزوہ بدر کی فتح کی بشارت مکہ میں آئی تو خبیث ابولہب کے ہمراہ اس کا قصہ مشہور ہے جیسے کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔ بعد ازیں انہوں نے ہجرت کی۔ غزوۂ احد اور اس کے مابعد غزوات میں شریک ہوئے۔ وہ کاتب اور محرر تھے' کوفہ میں حضرت علیؓ کے لئے کتابت کا عمل سرانجام دیا۔ مفضل بن غسان غلالی کے قول کے مطابق۔ اور عہد فاروقی میں فتوحات مصر میں شامل ہوئے۔

ابو رافع کی بیوی : پہلے یہ حضرت عباسؓ کے غلام تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا اور آپ نے آزاد کر کے' اپنی لونڈی سلمیٰ سے نکاح کر دیا اور سلمیٰ کے بطن سے ان کی اولاد پیدا ہوئی۔ وہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے سامان کے محافظ ہوتے تھے۔

امام احمد (محمد بن جعفر اور بہز' شعبہ' حکم' ابن ابی رافع) ابو رافعؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی مخزومی کو صدقات کی وصولی کے لئے مقرر کیا۔ اس نے ابو رافع کو کہا کہ میرے ہمراہ چلے چلو کہ تمہیں بھی کچھ میسر ہو جائے۔ انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر نہیں جا سکتا۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں' اور قوم کا غلام بھی ان میں شمار ہوتا ہے۔ (اس روایت کو ثوری نے محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلی کی معرفت حکم سے بیان کیا ہے۔

سانپ کا واقعہ : مسند ابو یعلی میں ابو رافع سے منقول ہے کہ خیبر میں قیام کے دوران سخت سردی کا موسم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس لحاف ہے وہ اس شخص کو لحاف دے دے جس کے پاس نہیں ہے۔ ابو رافع کا بیان ہے کہ مجھے لحاف میسر نہ ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' آپؐ نے مجھ پر لحاف ڈال دیا' صبح تک ہم سوئے رہے۔ اٹھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاؤں کے پاس سانپ دیکھا تو فرمایا اے ابو رافع! اسے مار دو' مار دو۔ اس کی روایت کتب حدیث میں ایک جماعت سے مروی ہے۔ حضرت ابو رافعؓ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔

(۳) انسہ بن زیادہ بن مشرح یا ابو مسرح : جبل سراۃ کے مولدین میں سے ہے' مہاجر ہے۔ عروہ' زہری' موسیٰ بن عقبہ' محمد بن اسحاق اور امام بخاری وغیرہ کے مطابق وہ غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مقام پر تشریف فرما ہوتے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی دربانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

اپنی کتاب میں خلیفہ بن خیاط (علی بن محمد' عبدالعزیز بن ابی ثابت' داؤد بن حصین' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انسہ غلام رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر میں شہید ہوا۔ واقدی کا بیان ہے کہ یہ بات ہمارے نزدیک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ (اور میں نے دیکھا ہے کہ اہل علم ان کی غزوہ احد میں شمولیت بھی ثابت کرتے ہیں) اور وہ دیر تک زندہ رہے اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔

(۴) ایمن بن عبید بن زید حبشی : ابن مندہ نے اس کا نسب عوف بن خزرج تک بیان کیا ہے جو محل نظر ہے۔ یہ ام ایمن برکت کا بیٹا ہے اور اسامہ بن زید کا ماں جایا بھائی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے وضو کا اہتمام کرتا تھا اور غزوہ حنین میں ثابت قدم رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایمن اور اس

کے رفقاء کے بارے فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادہ ربہ احدا (۱۱۰/۱۸) آیت نازل ہوئی۔

مجاہد کی منقطع روایت : امام شافعی کا بیان ہے کہ ایمن غزوہ حنین میں شہید ہوئے' نیز مجاہد کی روایت اس سے منقطع ہے' یعنی وہ روایت جو (ثوری' منصور' مجاہد' عطاء) ایمن حبشی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف مجن اور ڈھال کی چوری میں چور کا ہاتھ قطع کیا۔ اس زمانے میں ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی۔ معجم صحابہ میں' ابوالقاسم بغوی (ہارون بن عبداللہ' اسود بن عامر' حسن بن صالح' منصور' حکم' مجاہد اور عطاء) ایمن سے' نبی علیہ السلام سے اسی طرح روایت بیان کرتے ہیں۔ اس سند کا تقاضا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد فوت ہوئے ہوں بشرطیکہ حدیث میں تدلیس نہ ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ اس سے مراد کوئی دوسرا ایمن ہو۔ ابن اسحاق وغیرہ جمہور نے ان کو شہدائے حنین میں شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ حجاج بن ایمن کا ابن عمرؓ کے ساتھ ایک مشہور واقعہ ہے۔

(۵) باذامؓ : باذامؓ کا تذکرہ طہمان کے ترجمہ و تعارف میں بیان ہو گا۔

(۶) ثوبانؓ بن بحدد یا ابن جحدر ابو عبداللہ : بعض ان کی کنیت ابوعبدالکریم یا ابوعبدالرحمان بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ مکہ اور یمن کے مابین "سراۃ" مقام کے باشندوں میں سے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یمن کے حمیر قبیلہ میں سے۔ بعض "الھان" قبیلہ میں سے بیان کرتے ہیں اور بعض مذحج کے قبیلہ حکم بن سعد العشیرہ سے ذکر کرتے ہیں کہ وہ جاہلی دور میں اسیر ہوئے۔ ان کو رسول اللہ ﷺ نے خرید کر آزاد کر دیا۔ اور اختیار دیا چاہے تو وہ اپنی قوم میں واپس چلا جائے اور چاہے تو یہاں مقیم رہے۔ وہ اہل بیت میں سے ہیں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی "ولاء" میں مدینہ میں مقیم رہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات تک سفر و حضر میں آپؐ کی خدمت میں رہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں فتوحات مصر میں شامل تھے۔ بعد ازاں حمص میں چلے آئے' وہاں اپنا مکان تعمیر کیا اور تاوفات ۵۴ھ تک وہیں فروکش رہے اور بعض سن وفات ۴۴ھ بیان کرتے ہیں جو غلط ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ مصر میں فوت ہوئے۔ مگر حمص میں ہی فوت ہونا صحیح ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں ہم نے بیان کیا ہے' واللہ اعلم۔

ادب المفرد میں امام بخاری نے ان کی روایت نقل کی ہے اور امام مسلم سے صحیح میں نیز سنن اربعہ میں بھی ان کی روایت مذکور ہے۔

(۷) حنین غلام رسول اللہؐ : (ابراہیم بن عبداللہ بن حنین کے جد امجد) مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خدمتگار تھے اور وضو کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ نبی علیہ السلام جب وضو سے فارغ ہوتے تو وہ وضو کا باقی ماندہ پانی لے کر صحابہؓ کے پاس آجاتے۔ بعض اس پانی کو پی لیتے اور بعض اس کو جسم پر چھڑک کر مل لیتے اور حنین نے یہ پانی ایک گھڑے میں اپنے پاس محفوظ کر لیا یہاں تک صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا شکوہ کیا تو آپؐ نے پوچھا' اس پانی کو کیا کرے گا؟ تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس ذخیرہ شدہ پانی کو پیوں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے کوئی ایسا غلام دیکھا ہے جس نے وہ محفوظ کیا ہو جو اس نے

محفوظ کر لیا ہے؟ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے حنین، اپنے چچا حضرت عباسؓ کو ہبہ کر دیا اور انہوں نے حنین کو آزاد کر دیا۔ رضی اللہ عنہما۔

(۸) ذکوان : ان کا ذکر تعارف طہمان کے حالات میں بیان ہو گا۔

(۹) رافع یا ابو رافع، ابو البہی کنیت سے بھی معروف ہے : ابوبکر بن ابی خیثمہ کا بیان ہے کہ وہ ابو البہی سعید بن عاص اکبر کا غلام تھا۔ اس کے بیٹے اس کے وارث ہوئے، ان میں سے تین نے اپنا حصہ آزاد کر دیا۔ وہ ان کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہوا، وہ تینوں کام آ گئے پھر اس نے اپنے آقا سعید کی اولاد کے جملہ حصص کو خرید لیا ماسوائے خالد بن سعید کے حصہ کے۔ اور خالد بن سعید نے اپنا حصہ رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے ہبہ قبول کر کے ان کو آزاد کر دیا اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ بعد ازاں بنی سعید بھی ان کو اسی طرح کہا کرتے تھے۔

(۱۰) رباح اسود : نبی علیہ السلام کے ہاں باریابی کا اذن وہ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بالاخانہ میں آنے کا اذن حضرت عمرؓ کو دیا تھا، جب آپؐ ازواج مطہرات سے "ایلاء" کر کے بالاخانہ میں علیحدہ ہو گئے تھے۔ حدیث (عکرمہ بن عمار از سماک بن ولید از ابن عباس از عمرؓ) میں ان کا نام اسی طرح بصراحت آیا ہے۔ امام احمد (وکیع، عکرمہ بن عمار، ایاس بن سلمہ بن اکوع) حضرت سلمہؓ بن اکوع سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے ایک غلام کا نام رباح تھا۔

(۱۱) رویفع غلام رسول اللہؐ : مصعب بن عبداللہ زبیری اور ابوبکر بن ابی خیثمہ نے ان کو "موالئ رسول اللہ ﷺ" اور غلامان رسول میں شمار کیا ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد خلافت میں ان کا بیٹا ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا اور ان کا بیان ہے کہ یہ لاولد تھا۔

مکتوب عمر رحمۃ اللہ علیہ : امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ "غلامان رسولؐ" کا خوب دھیان کرتے تھے۔ ان کو تلاش کر کے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتے تھے، انہوں نے اپنے دور خلافت میں "ابوبکر بن حزم" عالم مدینہ اور یگانہ روزگار کو مکتوب تحریر کیا کہ وہ غلامان رسول، مرد و زن اور خدام کو تلاش کرے۔ (رواہ الواقدی) ابو عمر نے اس کو مختصر بیان کر کے کہا ہے کہ مجھے اس کی روایت کا علم نہیں "اسد الغابہ" میں ابن اثیری نے اس کو بیان کیا ہے۔

(۱۲) زید بن حارثہ کلبی : جمادیٰ ۸ھ میں "غزوہ موتہ" کے دوران ان کی شہادت کے بیان میں ان کے حالات ذکر کر چکے ہیں۔ وہ لشکر کے اولین امیر تھے، پھر حضرت جعفرؓ اور پھر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زیدؓ کو جس سریہ میں بھی روانہ کیا، امیر ہی نامزد کیا اگر وہ زندہ رہتا تو رسول اللہ ﷺ اس کو خلیفہ نامزد کرتے، رواہ احمد۔

(۱۳) زید ابو یسار : "معجم صحابہ" میں ابو القاسم بغوی نے بیان کیا ہے کہ وہ مدینہ میں قیام پذیر تھے اور

ان سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔ محمد بن علی جوزجانی (ابو سلمہ تبوذکی' حفص بن عمر طائی' ابو عمر بن مرہ' بلال بن یسار بن زید غلام رسول اللہ' یسار) زید ابو یسار سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ سے سنا کہ جو شخص (استغفر اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الحیی القیوم واتوب الیہ) کا وظیفہ کرے گا اس کو بخش دیا جائے گا خواہ وہ میدان جنگ سے فرار ہوا ہو۔ امام ابوداؤد نے بھی اس روایت کو ابو سلمہ سے بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے امام بخاری از ابو سلمہ موسیٰ بن اسماعیل بیان کر کے اس حدیث کو غریب کہا ہے کہ ہم صرف اسی سند سے اس حدیث کو جانتے ہیں۔

(۱۴) سفینہ ابو عبدالرحمان مھران : ان کی کنیت ابوالبختری بھی ہے۔ اور نام مہران یا عبس یا احمر یا رومان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک واقعہ کے باعث ان کو سفینہ کا لقب دیا۔ (جو ہم ابھی بیان کریں گے) جو ان کے نام پر غالب آگیا۔ (اور وہ اسی سے معروف ہو گئے) یہ ام سلمہؓ کے غلام تھے۔ ام سلمہؓ نے ان کو تاحیات رسول اللہ کی خدمت گزاری کے ساتھ مشروط آزاد کیا تھا۔ انہوں نے یہ شرط قبول کرتے ہوئے کہا اگر آپ یہ شرط عائد نہ بھی کرتیں تو میں پھر بھی آپ ﷺ سے جدا نہ ہوتا۔ (یہ حدیث سنن میں ہے)

یہ مولد بن عرب میں سے ہیں۔ دراصل "ابناء فارس" میں سے ہیں سفینہ بن مانہ۔ امام احمد (ابو النضر' حشرج بن نباتہ عبسی کوفی' سعید بن جمہان) سفینہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں خلافت تیس برس ہو گی بعد ازاں ملوکیت ہو گی۔ پھر مجھے سفینہ نے کہا حضرت ابو بکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی مدت خلافت شمار کر۔ پھر اس نے کہا ہم نے شمار کیا تو --- قریباً --- تیس سال مدت خلافت پائی۔ پھر بعد ازاں میں نے خلفاء کے بارے غور کیا تو کسی خلیفہ پر تیس آدمیوں کو متفق نہ پایا۔ حشرج کوفی کا بیان ہے کہ میں نے سعید سے پوچھا آپ کی ملاقات سفینہ سے کہاں ہوئی تو اس نے کہا حجاج کے عہد میں' بطن نخلہ میں' میں نے ان کے پاس تین راتیں بسر کیں۔ احادیث رسول کے بارے پوچھتا رہا۔ میں نے پوچھا آپ کا اسم گرامی؟ تو انہوں نے کہا' میں اپنا نام نہ بتاؤں گا' میرا نام رسول اللہ ﷺ نے سفینہ رکھا ہے۔ میں نے وجہ تسمیہ پوچھی تو انہوں نے کہا سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صحابہ بھی تھے' ان پر ان کا سامان گراں اور بوجھل ہو گیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ' میں نے چادر بچھا دی تو سب نے اپنا سامان اس میں ڈال دیا۔ اور مجھ پر لاد دیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اٹھا لے' تو' تو سفینہ ہے۔ اس روز اگر میں ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ یا سات اونٹوں کا بوجھ اٹھا لیتا تو مجھ پر گراں نہ گزرتا۔ (میں کسی کو نہ بتاؤں گا) الا کہ وہ اصرار سے پوچھیں۔ یہ حدیث ابوداؤد' ترمذی اور نسائی سے مذکور ہے۔ اور ان میں یہ الفاظ ہیں۔ (خلافۃ النبوۃ ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا)

امام احمد (بہز حماد بن سلمہ' سعید بن جمہان) سفینہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے' جب بھی کوئی ساتھی تھک جاتا وہ اپنا سامان از قسم لباس' ڈھال یا تلوار مجھ پر ڈال دیتا یہاں تک کہ میں بہت سا سامان اٹھائے ہوئے تھا کہ مجھے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو سفینہ اور کشتی ہے۔ سفینہ کی وجہ تسمیہ میں یہ بات مشہور ہے۔

ابوالقاسم بغوی (ابو الربیع سلیمان بن داؤد زھرانی اور محمد بن جعفر ورکانی' شریک بن عبد اللہ نخعی' عمران بجلی) حضرت ام سلمہؓ کے غلام سے بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے ہم نے ایک وادی یا نہر عبور کی' اور میں عبور کرنے میں سب سے زیادہ تیز تھا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس روز تو' تو سفینہ اور کشتی ہے۔ اسی طرح امام احمد نے از اسود بن امراز شریک بیان کیا ہے۔

شیر کا واقعہ : ابو عبد اللہ بن مندہ (حسن بن مکرم' عثمان بن عمر' اسامہ بن زید' محمد بن منکدر) سفینہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں سمندر میں کشتی پر سوار ہوا اور وہ کشتی ٹوٹ گئی اور میں اس کے ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے ایک ایسے جزیرہ کے ہم کنار کر دیا جس میں شیر تھا میں ناگاہ اس سے ڈر گیا۔ پھر میں نے کہا اے ابوالحارث! اے شیر میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں پھر وہ اپنے کندھے سے چھو کر مجھے اشارہ کرنے لگا کہ مجھے اس نے صحیح راستہ پر ڈال دیا پھر وہ دھاڑا میں سمجھا کہ وہ الوداع ہو کر سلام کہہ رہا ہے۔ یہ روایت ابوالقاسم بغوی نے (ابراہیم بن ہانی' عبید اللہ بن موسیٰ' یکے از رجال) محمد بن منکدر سے بیان کی ہے --- نیز یہ روایت بغوی نے (محمد بن عبد اللہ مخرمی' حسین بن محمد' عبد العزیز بن عبد اللہ بن ابی سلمہ' محمد بن منکدر) سفینہؓ سے بھی نقل کی ہے۔ --- نیز یہ حدیث ابوالقاسم بغوی (ہارون بن عبد اللہ' علی بن عاصم' ابو ریحانہ) سفینہ غلام رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے شیر ملا میں نے کہا میں سفینہ ہوں' رسول اللہؐ کا غلام ہوں تو اس نے زمین پر اپنی دم ماری اور بیٹھ گیا۔

امام مسلم اور اصحاب سنن نے سفینہ کی روایت بیان کی ہے اور امام احمد کی مروی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ بطن نخلہ میں سکونت پذیر تھا اور حجاج کے عہد تک زندہ رہا۔

(۱۵) حضرت سلمان فارسی ابو عبد اللہ مولائے اسلام : ان کا اصل وطن فارس ہے۔ گردش ایام اور انقلاب زمانہ سے وہ مدینہ کے ایک یہودی کے غلام بن گئے' رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا تو انہوں نے اپنے یہودی آقا سے مکاتبت کر لی اور رسول اللہ ﷺ نے مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں ان کی اعانت فرمائی۔ پس وہ آپؐ کی طرف منسوب ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (**سلمان منا اهل البيت**) سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے۔ قبل ازیں ہم (امام ابن کثیر) ان کے ہجرت کرنے اور یکے بعد دیگرے راہبوں کے پاس رہنے کا واقعہ بیان کر چکے ہیں۔ یہاں تک کہ حالات کے تھپیڑوں نے انہیں مدینہ منورہ میں پہنچا دیا اور آغاز ہجرت رسول میں ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی درج کر چکے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کے آخری ایام میں ۳۵ھ میں یا ۳۶ھ کے آغاز میں یا حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے لیکن پہلا قول اکثر مشہور ہے۔

عباس بن یزید بحرانی کا بیان ہے کہ مورخ بلاشک و ارتیاب بیان کرتے ہیں کہ وہ ۲۵۰ سال زندہ رہے اور مزید برآں ۳۵۰ سال تک زندہ رہنے میں اختلاف ہے اور بعض متاخرین حفاظ کا دعویٰ ہے کہ ان کی عمر سو سال سے زائد نہ تھی' واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۶) شقران حبشی : ان کا نام صالح بن عدی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے والد ماجد کے ترکہ سے ورثہ میں ملے' بقول مصعب زبیری اور محمد بن سعد' یہ غلام حضرت عبدالرحمان بن عوف نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کیا تھا۔ امام احمد بن حنبل نے اسحاق بن عیسیٰ کی معرفت' ابو معشر سے نقل کیا ہے کہ وہ غزوہ بدر میں شامل ہونے والوں میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت سے حصہ نہ دیا۔

اسی طرح محمد بن سعد نے بھی ان کو شاہدین بدر میں شمار کیا ہے۔ وہ غلام تھے لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت سے حصہ نہ دیا بلکہ ان کو اسیران بدر پر عامل اور نگران مقرر کر دیا اور ہر اسیر کے وارث نے ان کو کچھ مال دیا یہاں تک کہ ان کو مال غنیمت کے حصہ سے زائد مال مل گیا۔

غزوہ بدر میں غلاموں کی شرکت : اس کے علاوہ غزوہ بدر میں تین غلام شریک ہوئے۔ (۱) حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کا غلام (۲) حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا غلام (۳) حضرت سعیدؓ بن معاذ کا غلام۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو گھر میں استعمال کا سامان دیا اور پورا حصہ نہ دیا۔

ابوالقاسم بغوی کا بیان ہے کہ امام زہری کی کتاب اور ابن اسحاق کی کتاب میں جنگ بدر میں شامل ہونے والوں میں ان کا نام نہیں۔ واقدی (ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ) ابوبکر بن عبداللہ بن ابی جہم سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام شقران کو غزوہ مریسیع کے پڑاؤ میں جملہ مال غنیمت از قسم متاع بیت اسلحہ' اونٹوں اور بکریوں پر نگران اور عامل مقرر کیا اور بچوں کو علیحدہ گوشہ میں اکٹھا کیا۔

امام احمد (اسود بن عامر' مسلم بن خالد' عمرو' عمرو بن یحییٰ مازنی' ابوہ) شقران غلام رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو خیبر کی جانب جاتے ہوئے گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا' آپ اشارہ سے نماز ادا کر رہے تھے۔ ان احادیث میں' اس بات کے دلائل موجود ہیں کہ شقران ان جنگوں میں شریک ہوئے۔

ترمذی (زید بن اخزم' عثمان بن فرقد' جعفر بن محمد' ابن ابی رافع) شقرانؓ سے بیان کرتے ہیں کہ واللہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر میں چادر بچھائی تھی نیز جعفر بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں' ابو طلحہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی قبر بنائی اور شقران نے نیچے چادر بچھائی' بقول ترمذی یہ حدیث حسن غریب ہے۔

قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ شقران نبی علیہ السلام کی قبر میں اترا اور اس نے قبر میں وہ چادر ڈالی جس پر آپؐ نماز پڑھا کرتے تھے اور کہا واللہ آپؐ کے بعد اس کو کوئی استعمال نہ کرے گا۔

اسد الغابہ میں حافظ ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ ان کی نسل منقطع ہو گئی ہے۔ خلیفہ ہارون رشید کے عہد خلافت میں وہ مدینہ میں' سب صحابہ سے آخر میں فوت ہوئے۔

(۱۷) ضمیرہ بن ابی ضمیرہ حمیری : یہ جاہلی دور میں اسیر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ مصعب زبیری نے ان کے تعارف میں بتایا ہے کہ ان کا بقیع میں گھر تھا اور صاحب اولاد تھے۔

عبداللہ بن وھب (ابن ابی ذئب' حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ' ابوہ) ضمیرہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام ضمیرہ کے پاس سے گزرے اور وہ رو رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟

کیا بھوکی ہے یا کپڑے درکار ہیں؟ تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے اپنے بیٹے سے علیحدہ کر دیا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ماں اور بیٹے کے درمیان تفریق نہ کی جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بلایا جس کے پاس ضمیرہ تھا' آپؐ نے اس سے ایک اونٹ کے عوض خرید لیا۔

مکتوب نبوی : ابن ابی ذئب کا بیان ہے کہ حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ نے مجھے ایک "مکتوب نبوی" پڑھوایا' محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنام ابوضمیرہ اور اس کے خاندان کے یہ مکتوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا ہے اور وہ عرب خاندان سے ہے دل چاہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قیام کریں اگر وہ اپنی قوم کے پاس جانا پسند کریں تو چلے جائیں کسی حق کے بغیر' کوئی امر ان کے جانے کے درمیان حائل نہ ہو اور جو مسلمان ان سے ملے وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ وکتب ابی بن کعب۔

(۱۸) طہمان : ان کا نام' ذکوان' مہران' میمون' کیسان اور باذام بھی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ صدقہ میرے اور میرے اہل بیت کے لئے حلال نہیں۔ اور قوم کا غلام قوم میں شمار ہوتا ہے۔

اس روایت کو بغوی (منجاب بن حارث وغیرہ' شریک' عطاء بن سائب) حضرت ام کلثوم بنت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے غلام طہمان یا ذکوان نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ان الصدقۃ لا کل لی ولا لاھل بیتی وان مولی القوم منھم

(۱۹) عبید' غلام رسولؐ : ابوداؤد طیالسی (شعبہ' سلیمان تیمی) شیخ گمنام سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید غلام رسول سے دریافت کیا کیا رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے علاوہ بھی کسی نماز کے پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے تو اس نے کہا مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

تعاقب : ابوالقاسم بغوی کا بیان ہے' مجھے معلوم نہیں کہ کسی اور نے بھی یہ روایت بیان کی ہو اور ابن عساکر کا بیان ہے کہ یہ روایت اس طرح نہیں جیسے اس نے بیان کی۔

پھر ابن عساکر (ابو یعلی موصلی' عبدالاعلیٰ بن حماد' حماد بن سلمہ' سلیمان تیمی) عبید غلام رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ دو خواتین روزہ دار تھیں اور لوگوں کی چغلی کھاتی تھیں' رسول اللہ ﷺ نے پیالہ منگوا کر ان کو کہا' اس میں قے کرو' تو انہوں نے خون اور تازہ گوشت کی قے کی' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان عورتوں نے حلال چیز سے روزہ رکھا اور حرام پر افطار کیا۔ اس حدیث کو امام احمد (یزید بن ہارون اور ابن ابی عدی' سلیمان تیمی' گمنام آدمی در مجلس ابی عثمان) عبید غلام رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ نیز امام احمد نے اس حدیث کو منذر کی معرفت عثمان بن غیاث سے بیان کیا ہے کہ میں ابو عثمان کے ہمراہ تھا کہ کسی شخص نے سعید یا عبید غلام رسول سے بیان کیا ہے کہ یہ شک عثمان بن غیاث کی جانب سے ہے۔

(۲۰) فضالہ غلام رسول اللہؐ : (محمد بن سعید' واقدی' عتبہ بن خیرہ اشہلی) سے بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم کو مکتوب لکھا کہ میری خاطر رسول اللہ ﷺ کے خدام مرد و زن اور موالی کو تلاش کرو۔ چنانچہ اس نے تحریر کیا کہ فضالہ رسول اللہ ﷺ کا یمنی غلام تھا' بعد

ازاں شام میں رہائش پذیر ہوا اور ابو مو یہبہ' مزینہ کے مولدین میں سے تھا۔ (آپؐ نے اس کو خرید کر) آزاد کر دیا' ابن عساکر کا بیان ہے کہ میں نے صرف اسی سند میں فضالہ کا نام موالی کی فہرست میں دیکھا ہے۔

(۲۱) قفیز : ابو عبداللہ بن مندہ (سہل بن سری' احمد بن محمد بن منکدر' محمد بن یحییٰ' محمد بن سلیمان حرانی' زہیر بن محمد) ابو بکر بن عبداللہ بن انیس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا غلام "قفیز" تھا' تفرد بہ محمد بن سلیمان حرانی۔

(۲۲) کرکرہ : بعض غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے سامان کا نگران تھا اور ابوبکر بن حزم نے اس کا نام خدام کی اس فہرست میں درج کیا ہے جو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو ارسال کی تھی۔

امام احمد (سفیان' عمرو' سالم بن ابی الجعد) حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے سامان کا کرکرہ نامی آدمی نگران تھا' وہ فوت ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا وہ آتش جہنم میں ہے۔ صحابہؓ نے دیکھا تو وہ چوغہ یا چادر پہنے ہوئے ہیں جو اس نے مال غنیمت سے حاصل کی ہے۔ امام بخاری نے یہ روایت علی بن مدینی کی معرفت سفیان سے بیان کی ہے۔ میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں کہ یہ قصہ اس مدعم غلام کے قصہ کے مشابہہ ہے جو آپؐ کو رفاعہ نصیبی نے بطور ہدیہ دیا تھا۔

(۲۳) کیسان : بغوی (ابوبکر بن ابی خیثمہ' ابن فضیل) عطاء بن سائب سے بیان کرتے ہیں کہ میں ام کلثوم بنت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام کیسان کو صدقہ کے بارے بتایا' کہ ہم اہل بیت کو صدقہ کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ ہمارا غلام بھی ہم میں شمار ہے لہٰذا تو صدقہ کا مال نہ کھا۔

(۲۴) مابور خصی : حضرت ماریہؓ' شیریںؓ اور دلدل (خچر) کے ہمراہ والئی اسکندریہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفہ ارسال کیا تھا' ہم اس کے حالات حضرت ماریہؓ کے ترجمہ و تعارف میں بیان کر چکے ہیں جو کافی ہیں۔

(۲۵) مدعم : یہ غلام سیاہ فام تھا' حیثمی کے مولدین میں سے (علاقہ' شام میں حیثمی اور وادی القریٰ کے درمیان دو رات کی مسافت کا فاصلہ ہے وہاں جذام قبیلہ سکونت پذیر ہے) خیبر سے واپسی کے دوران وہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارک میں ہی فوت ہو گیا جب وہ خیبر سے واپسی کے دوران "وادی القریٰ" میں فروکش ہوئے اور "مدعم" رسول اللہ ﷺ کی ناقہ سے پالان اتار رہا تھا کہ اچانک ایک نامعلوم تیر آیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا' تو لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں بخدا! والذی نفسی بیدہ! جو چادر اس نے خیبر کے مال غنیمت سے "قبل از تقسیم غنیمت" اچک لی تھی وہ چادر اس پر شعلہ زن ہے۔ یہ سن کر ایک آدمی ایک یا دو تسمے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا یہ آگ کا ایک تسمہ ہے یا دو۔ یہ حدیث مسلم بخاری میں (مالک از ثور بن یزید از ابوالغیث از ابو ہریرہ) مروی ہے۔

(۲۵) مہران : اس کو طہمان بھی کہتے ہیں' اسی سے ام کلثوم دختر حضرت علیؓ نے بنی ہاشم اور ان کے

غلاموں پر صدقہ کی حرمت کی روایت بیان کی ہے' کما تقدم۔

(۲۶) میمون : یہ وہی ہے جس کا تذکرہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔

(۲۷) نافع غلام رسول اللہ ﷺ : حافظ ابن عساکر (ابوالفتح ماہانی' شجاع صوفی' محمد بن اسحاق' احمد بن محمد بن زیاد' محمد بن عبدالملک بن مروان' یزید بن ہارون' ابومالک اشجعی' یوسف بن میمون) نافع مولائے رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ بوڑھا بدکار اور زانی' متکبر مسکین اور اپنے عمل کا اللہ تعالیٰ پر احسان کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔

(۲۸) نفیع : بعض مسروح کہتے ہیں اور بعض نافع بن مسروح صحیح نام ہے۔ نافع بن حارث بن کلدہ بن عمرو بن علاج بن سلمہ بن عبدالعزیٰ بن غیرۃ بن عوف بن قیس (اور یہ ثقفی ہیں اور خلاصہ میں نافع کی بجائے نفیع ہے۔ اور قیس بن ثقیف مذکور ہے) ابوبکر ثقفی' ان کی والدہ سمیہ ہے۔ مادر زیادہ اور غلاموں کا ایک گروہ قلعہ طائف کی فصیل سے نیچے اتر آیا' رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور نفیع چونکہ ایک چرخی کے ذریعہ نیچے اترے تھے' اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھ دی۔ بقول ابونعیم' وہ ایک صالح مرد تھا' رسول اللہ ﷺ نے ابوبرزہ اسلمی اور ان کے درمیان مواخات قائم کی۔ میں --- ابن کثیر --- کہتا ہوں ایک وصیت کے مطابق' ابوبرزہ اسلمی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنگ جمل اور صفین میں شامل نہیں ہوئے۔ ان کی وفات ہے ۵۱ھ میں یا ۵۲ھ میں۔

(۲۹) واقد یا ابو واقد رسول اللہؐ کا غلام : حافظ ابونعیم اصبھانی (ابوعمرو بن حمدان' حسن بن سفیان' محمد بن یحییٰ بن عبدالکریم' حسین بن محمد' ھیثم بن حماد' حارث بن غسان' ایک مدنی قرشی' زاذان) واقد غلام نبی علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی طاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا' خواہ اس کی نماز' تلاوت اور روزہ کم ہی ہو۔ جس نے اللہ کی معصیت کی' اس نے اللہ کو یاد کیا' خواہ اس کی نماز تلاوت اور روزہ بسیار ہو۔

(۳۰) ھرمز ابو کیسان : ھرمز یا کیسان بھی ان کا نام لیا جاتا ہے' ان کو طہمان بھی کہتے ہیں۔ ابن وھب (علی بن عباس' عطاء بن سائب) فاطمہ بنت علیؓ یا ام کلثوم بنت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے غلام ابو کیسان ھرمز سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہم اہل بیت کے لئے صدقہ حلال نہیں' اور ہمارے غلام بھی ہم سے پیوستہ ہیں۔ پس تم صدقہ کا مال نہ کھاؤ۔

ربیع بن سلیمان (اسد بن موسیٰ' ورقاء) عطاء بن سائب سے بیان کرتے ہیں کہ میں ام کلثوم دختر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا تو انہوں نے بتایا کہ ھرمز یا کیسان نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان بیان کیا ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

جنگ بدر میں ۲۰ غلام شامل ہوئے : ابوالقاسم بغوی (منصور بن ابی مزاحم' ابو حفص ابار' ابن ابی زیاد) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ [illegible]

جس کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کر دیا تھا اور آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھے آزاد کیا ہے اور قوم کا غلام قوم میں شمار ہوتا ہے اور ہم اہل بیت ہیں' ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے تو صدقہ نہ کھا۔

(۳۱) رسول اللہ ﷺ کا غلام' ہشام : محمد بن سعد (سلیمان بن عبید اللہ الرقی' محمد بن ایوب رقی' سفیان' عبدالکریم' ابوالزبیر) ہشام غلام نبی علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! میری بیوی کسی طلبگار کے ہاتھ کو نہیں روکتی (بلکہ میرا مال بے دریغ لٹا دیتی ہے) تو آپ نے فرمایا اس کو طلاق دے دے۔ تو اس نے عرض کیا وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا اس سے تمتع اور فائدہ اٹھا۔ بقول ابن مندہ' سفیان ثوری سے متعدد تلامذہ نے ابوالزبیر کی معرفت از مولی بنی ہاشم از رسول اللہ ﷺ بیان کیا ہے اور اس کا نام نہیں لیا اور اس روایت کو عبیداللہ بن عمرو نے از عبدالکریم از ابوالزبیر از جابر بھی بیان کیا ہے۔

(۳۲) یسار : کہتے ہیں کہ اسی غلام کو "عرنیوں" نے قتل کر کے ناک کان کاٹ کر مثلہ بنایا تھا۔ واقدی نے اپنی سند سے یعقوب بن عتبہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (محرم ۳ھ میں) ان کو بنی غطفان اور سلیم کے اونٹوں کے ہمراہ گرفتار کیا اور صحابہؓ نے آپؐ کو ہبہ کر دیا' آپ نے ان سے یہ ہبہ قبول فرما لیا کیونکہ آپ نے انہیں دیکھا تھا کہ وہ نماز عمدہ طریق سے پڑھتے ہیں۔ پھر آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کو لشکر میں تقسیم کیا' ہر فوجی کے حصہ میں سات اونٹ آئے اور لشکر کی تعداد دو صد تھی۔

(۳۳) ابوالحمراء : بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام ہے ھلال بن حارث یا ھلال بن مظفر اور بعض کہتے ہیں ھلال بن حارث بن ظفر سلمی۔ یہ جاہلی دور میں گرفتار ہوئے۔

ابو جعفر محمد بن علی بن دحیم (احمد بن حازم' عبداللہ بن موسیٰ اور فضل بن دکین' یونس بن ابی اسحاق' ابوداؤد وقاص) ابوالحمراء سے بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں سات ماہ مقیم رہا --- فرط محبت کے باعث --- یہ طویل عرصہ ایک یوم کے برابر تھا' نبی علیہ السلام روزانہ صبح سویرے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے دروازہ پر دستک دیتے' نماز' نماز۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

احمد بن حازم (عبیداللہ بن موسیٰ اور فضل بن دکین واللفظ لہ' یونس بن ابی اسحاق) ابوداؤد) حضرت ابوالحمراء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک تاجر کے پاس سے گزرے' اس کے پاس بوری میں غلہ تھا۔ آپؐ نے اس کے اندر ہاتھ ڈال کر کہا تو نے اس کو دھوکہ دیا ہے' جو شخص ہم مسلمانوں کو دھوکہ فریب دے وہ ہم سے نہیں۔ امام ابن ماجہ نے یہ روایت از ابن ابی شیبہ از ابی نعیم بیان کی ہے۔ اس کے سوا ابن ماجہ میں ان کی کوئی روایت نہیں۔ یہ ابوداؤد' تلمیذ ابوالحمراء نفیع بن حارث اعمیٰ ہے جو ضعیف اور متروک راویوں میں سے ہے۔

عباس دوری' ابن معین سے بیان کرتے ہیں کہ ابوالحمراء صحابی رسول کا نام ہے ہلال بن حارثؓ۔ وہ حمص میں مقیم تھے' میں نے وہاں ان کا لڑکا دیکھا اور بعض مورخ بیان کرتے ہیں کہ ان کی قیام گاہ "باب حمص" کے بیرون تھی۔ ابوالحمراء کا شمار موالی میں ہے۔

(۳۴) ابو سلمٰی رسول اللہؐ کا چرواہا : بعض ابوسلام بھی کہتے ہیں اس کا نام ہے حدیث ابوالقاسم بغوی (کامل بن طلحہ' عباد بن عبدالصمد) ابو سلمٰی رسول اللہؐ کے چرواہے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کلمہ توحید کا قائل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا معتقد ہے۔ دوبارہ جی اٹھنے اور حساب پر ایمان رکھتا ہے وہ جنت میں داخل ہو گا۔

عباد بن عبدالصمد کہتے ہیں ہم نے اس سے پوچھا کیا تم نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس نے کانوں میں انگلیاں ڈال کر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بارہا سنی۔ ابن عساکر نے اس سے صرف یہی ایک حدیث نقل کی ہے۔ الیوم واللیلۃ میں نسائی نے ایک اور روایت بھی بیان کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس سے تیسری حدیث بھی بیان کی ہے۔

(۳۵) ابو صفیہ : ابوالقاسم بغوی (احمد بن مقدام' معتمر' ابو کعب' اپنے دادا بقیہ سے) ابو صفیہ مولائے رسول اللہ ﷺ کے بارے بیان کرتے ہیں کہ ان کے سامنے چمڑے کا ایک ٹکڑہ بچھا دیا جاتا اور کنکریوں والی زنبیل اس میں انڈیل دی جاتی' وہ نصف دن تک تسبیح پڑھتے رہتے' پھر یہ چمڑا اٹھا دیا جاتا۔ ظہر کے بعد پھر شام تک تسبیح میں مصروف رہتے۔

(۳۶) ابو ضمیرہ غلام رسول اللہؐ : سابق بیان شدہ ضمیرہ کا والد ہے اور ام ضمیرہ کا شوہر ہے۔ ضمیرہ کے حالات میں کچھ ابو ضمیرہ کے حالات بھی بیان ہو چکے ہیں۔

مکتوب رسولؐ کی قدرومنزلت : طبقات میں (محمد بن سعد' اسماعیل بن عبداللہ بن اویس مدنی) حسین بن عبداللہ بن ابی ضمیرہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ مکتوب جو رسول اللہ ﷺ نے ابو ضمیر کے نام تحریر کیا وہ یہ ہے

بسم اللّٰہ الرحمان الرحیم کتاب من محمد رسول اللّٰہ لابی ضمیرۃ واھل بیتہ' انھم کانوا اھل بیت من العرب وکانوا مما افاء اللّٰہ علی رسولہ فاعتقھم ثم خیر ابا ضمیرۃ ان احب ان یلحق بقومہ فقد اذن لہ وان احب ان یمکث مع رسول اللّٰہ فیکونوا من اھل بیتہ فاختار اللّٰہ ورسولہ ودخل فی الاسلام' فلا یعرض لھم احد الابخیر' ومن لقیھم من المسلمین فلیتسوصن لھم خیراوکتب ابی بن کعب (اس کا ترجمہ سترہ نمبر میں گزر چکا ہے)

اسماعیل بن ابی اویس کا بیان ہے کہ ابو ضمیرہ رسول اللہ ﷺ کا غلام ہے اور حمیری ہے۔ یہ لوگ ایک سفر میں تھے۔ "یہ مکتوب نبوی" بھی ان کے ہمراہ تھا' راستہ میں غارت گروں نے ان کا مال و متاع چھین لیا پھر انہوں نے یہ مکتوب نبوی ان کو دکھایا تو مکتوب گرامی پڑھ کر ان سے چھینا ہوا مال واپس کر دیا اور ان سے کچھ تعرض نہ کیا۔ حسین بن عبداللہ بن ابی ضمیرہ یہ مکتوب گرامی لے کر خلیفہ مہدی کے دربار میں حاضر ہوا خلیفہ مہدی نے یہ مکتوب لے کر اپنی آنکھوں پر رکھا' اور حسین کو تین صد دینار ہدیہ پیش کیا۔

(۳۷) ابو عبید غلام رسول اللہؐ : امام احمد (عفان' ابان عطار' قتادہ' شہر بن حوشب) ابو عبید سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ہانڈی میں گوشت پکایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے دستی دو' میں نے دستی رسول اللہؐ کو پیش کر دی۔ آپ نے وہ تناول فرما کر پھر دستی طلب کی تو میں نے دوسری

"دستی" پیش کر دی' آپؐ نے وہ بھی تناول فرما کر تیسری دستی طلب فرمائی تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! بکری کی کتنی دستیاں ہوتی ہیں؟ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا بخدا! والذی نفسی بیدہ! تو اگر خاموش رہتا تو' تو مجھے دستیاں پیش کرتا رہتا جب تک میں طلب کرتا رہتا۔ "شمائل" میں امام ترمذی نے یہ روایت بندار از مسلم بن ابراہیم از ابان بن یزید العطار بیان کی ہے۔

(۳۸) ابو عشیب : بعض ابو عسیب کہتے ہیں صحیح ابو عشیب ہی ہے۔ بعض نے ان دونوں کے درمیان فرق بیان کیا ہے۔ (اور دو شمار کئے ہیں) یہ رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور آپؐ کے دفن کے وقت بھی موجود تھے' انہوں نے مغیرہ بن شعبہ کا قصہ بیان کیا ہے۔ حارث بن ابی اسامہ' یزید بن ہارون' مسلم بن عبید ابونصیرہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے غلام ابو عسیب سے سنا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرائیلؑ میرے پاس تپ اور طاعون لے کر حاضر ہوئے' میں نے تپ کو اہل مدینہ کے لئے رکھ لیا اور طاعون کو شام کی طرف بھیج دیا۔ مرض طاعون' میری امت کے لئے شہادت اور رحمت ہے اور کافر پر عذاب ہے۔ امام احمد نے یزید بن ہارون سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

دنیا کی آرام و راحت سے پرسش ہو گی : ابوعبداللہ بن مندہ (محمد بن یعقوب' محمد بن اسحاق صاغانی' یونس بن محمد' حشرج بن بناتہ' ابونصیرہ بصری) ابو عسیب مولائے رسول اللہؐ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک شب گھر سے باہر آئے' میرے مکان کے پاس سے گزرے اور مجھے بلایا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کی رہائش کے پاس سے گزرے اور ان کو بلایا وہ باہر آگئے' پھر حضرت عمرؓ کی قیام گاہ کے پاس سے گزرے ان کو بلایا وہ باہر آگئے پھر آپ چلتے چلتے کسی انصاری کے باغ میں پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے باغ والے کو کہا ہمیں گدر اور تازہ کھجور کھلا۔ اس نے کھجوریں لا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ رسول اللہ ﷺ اور سب نے کھائیں پھر آپ نے پانی منگوا کر پیا۔ تو پھر کہا بے شک یہ نعمت ہے' قیامت کے روز ہم سے اس کی پرسش ہو گی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک خوشہ پکڑا اور زمین پر اس قدر زور سے مارا کہ خوشہ کی کھجوریں بکھر گئیں اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا قیامت کے روز ہم سے اس کی بابت پرسش ہو گی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دے کر فرمایا صرف تین چیزوں کی پرسش نہ ہو گی۔ اس قدر لباس جس سے آدمی اپنی شرم گاہ کو چھپا سکے۔ (۲) اتنا کھانا جس سے اپنی بھوک رفع کر سکے۔ (۳) اس قدر قیام گاہ جس سے انسان گرمی سردی سے بچ سکے۔ امام احمد نے اس روایت کو شریح از حشرج بیان کیا ہے۔

طبقات میں ابن سعد' سلمہ بنت ابان فرعہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے میمونہ بنت ابی عسیبؓ سے سنا ہے کہ ابو عسیب متواتر تین شب و روز کا روزہ رکھتے تھے اور چاشت کی نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تھے' پھر کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ ایام بیض اور ہرماہ کی ۱۳' ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھتے تھے۔ میمونہ کہتی ہے ان کی چارپائی پر گھنٹی لگی ہوئی تھی' وہ بول نہ سکتے تو اس کے ذریعہ مجھے بلا لیتے' چنانچہ جب وہ مجھے بلاتے تو میں آجاتی۔

(۳۹) ابو کبشہ انماری : انمار مذحج میں سے مشہور قول کے مطابق رسول اللہؐ کے غلام ہیں' ان کے

نام کے بارے متعدد اقوال مروی ہے۔ مشہور ترین قول یہ ہے کہ ان کا نام سیم ہے یا عمرو بن سعد' یا سعد بن عمرو۔ دراصل وہ علاقہ دوس کے مولدین میں سے ہیں اور وہ بدریوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے یہ قول زہری سے نقل کیا ہے' نیز ابن اسحاق' امام بخاری' واقدی' مصعب زبیری اور ابوبکر بن ابی خیثمہ نے بھی ان کو بدریوں میں بیان کیا ہے۔ اور امام واقدی نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ وہ غزوہ احد اور مابعد کے غزوات میں شامل ہوئے اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بروز منگل ۲۸ جماوی اخریٰ ۱۳ھ کے روز فوت ہوئے اور بقول خلیفہ بن خیاط' ابو کبشہ غلام رسول اللہؐ ۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

ابو کبشہ کے بارے بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک جاتے ہوئے "حجر" کے مقام کے پاس سے گزرے تو لوگ ان کے کھنڈرات اور مکانوں میں داخل ہونے لگے تو ہنگامی اعلان ہوا "**الصلوۃ جامعہ**" لوگ یہ اعلان سن کر اکٹھے ہو گئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا تم مغضوب علیہ قوم اور غضب الٰہی کی مورد قوم کے گھروں میں کیوں داخل ہو رہے ہو؟ تو ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! تعجب و حیرت کی بنا پر۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بھی عجیب تر بات نہ بتاؤں' تم میں سے ایک آدمی ہے جو ماضی اور مستقبل کے حالات و واقعات سے آگاہ کرتا ہے۔ (الحدیث)

امام احمد (عبد الرحمان بن مہدی' معاویہ بن صالح) ازھر بن سعید حرازی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو کبشہ انماری سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرماتھے آپ گھر گئے اور ضروری غسل کر کے باہر چلے آئے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا بات تھی؟ فرمایا فلاں عورت میرے پاس سے گزری تو میرے دل میں نسوانی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے خواہش کی تکمیل کی۔ تم بھی یہی طریقہ اپناؤ کیونکہ سب سے افضل عمل بیوی سے ہم بستری اور جائز خواہش کی تکمیل ہے۔

چار افراد : امام احمد (وکیع' اعمش' سالم بن ابی الجعد) ابو کبشہ انصاری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امت محمدیہ کی مثال' چار آدمیوں کی مانند ہے۔ ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور علم و عرفان سے نوازا ہے پس وہ اپنے علم کے مطابق مال کو عمل میں لاتا ہے اور صحیح مقام پر خرچ کرتا ہے۔ ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے علم و عرفان سے آراستہ کیا ہے اور مال و دولت سے تہی دست رکھا ہے وہ آرزو کرتا ہے۔ اگر میرے پاس بھی اس جیسا مال ہوتا تو میں بھی اس جیسی سخاوت کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں شخص صلہ و ثواب میں یکساں اور برابر ہیں۔ ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال و متاع بخشا ہے اور علم سے محروم رکھا ہے وہ اسے بے جا خرچ کرتا ہے اور ناحق صرف کرتا ہے اور ایک آدمی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال اور علم کی دولت سے تہی دست رکھا ہے۔ پھر وہ آرزو کرتا ہے اگر میرے پاس اس جیسا مال ہوتا تو میں بھی اس کی طرح فضول خرچی کرتا۔ یہ دونوں گناہ و عصیان میں مساوی ہیں --- امام ابن ماجہ نے یہ روایت ابوبکر بن ابی شیبہ اور علی بن محمد سے وکیع کی معرفت بیان کی ہے --- نیز امام ابن ماجہ نے (منصور' سالم بن ابی الجعد' ابن ابی کبشہ' ابو کبشہ) بھی یہ روایت بیان کی ہے۔ بعض نے سند میں ابن ابی کبشہ کی بجائے عبداللہ بن ابی کبشہ بیان کیا ہے۔

نر کدانے کا ثواب : امام احمد (یزید بن عبداللہ ' محمد بن حرب ' زبیدی ' راشد بن سعد ' ابو عامر الھوزی) ابی کبشہ انماری سے بیان کرتے ہیں کہ ابو کبشہ نے آکر مجھے کہا ' کہ اپنا گھوڑا مجھے مادہ پر کدانے کے لئے دو ' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو اپنا گھوڑا مادہ پر چڑھانے کے لئے دیتا ہے اور اس کی وجہ سے بچہ پیدا ہوا تو اس کو ستر گھوڑوں کا ثواب ہو گا جو اس نے راہ خدا میں فی سبیل اللہ دیئے۔

سوال فقر پیدا کرتا ہے : امام ترمذی (محمد بن اسماعیل ' ابو نعیم ' عبادہ بن مسلم ' یونس بن خباب ' سعید ابو البختری طائی) ابو کبشہ سے بیان کرتے ہیں کہ تین باتوں کی میں قسم کھاتا ہوں اور تمہیں حدیث بیان کرتا ہوں ' تم اس کو یاد کر لو ' صدقہ و خیرات کسی انسان کے مال میں کمی پیدا نہیں کرتا۔ کوئی انسان ظلم و تعدی پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت و عظمت میں اضافہ فرماتا ہے ' کوئی شخص سوال اور بھیک مانگنے کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر اور غربت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (الحدیث) یہ حسن صحیح ہے۔

امام احمد ' منذر ' شعبہ ' اعمش ' سالم بن الجعد سے بھی یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ (ولید بن مسلم ' ابن ثوبان ' ثوبان) ابو کبشہ انماری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سینگی اپنے سر اور کندھوں کے درمیان لگوایا کرتے تھے۔

امام ترمذی (حمید بن معدہ ' محمد بن حمران) ابو سعید عبداللہ بن بسر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو کبشہ انماری سے سنا ہے کہ صحابہ کرام کی ٹوپیاں ' سروں سے چپکی ہوئی ہوتی تھیں ' بلند نہ ہوتی تھیں۔

(۴۰) ابو مویہبہ غلام رسول اللہؐ : مزینہ کے مولدین میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا ' ان کا نام معلوم نہیں۔ بقول ابو مصعب زبیری وہ غزوہ مریسیع میں شامل تھے ' وہ حضرت عائشہؓ کی سواری کے قائد اور ساربان تھے۔

امام احمد نے اپنی سند سے روایت بیان کی ہے جو آغاز مرض موت کے سلسلہ میں بیان ہو چکی ہے کہ ابو مویہبہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رات کو بقیع قبرستان میں گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر اہل بقیع کے لئے دعا کی اور استغفار کیا۔ بعد ازاں فرمایا دنیا میں بعض لوگوں کے حالات کی نسبت ' تمہارے حالات تم کو مبارک ہوں ' اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح یکے بعد دیگرے اندھا دھند فسادات آ رہے ہیں ' دوسرا فتنہ پہلے سے سخت ہو گا۔ پس تم کو تمہاری حالت مبارک ہو۔ پھر آپ دعا سے فارغ ہو کر آئے تو فرمایا اے ابو مویہبہ! میری وفات کے بعد ' امت کی فتوحات کی چابیاں مجھے پیش کی گئیں ' پھر جنت اور موت پیش کر کے مجھے اختیار دیا گیا میں نے لقائے الٰہی اور موت کو پسند کر لیا ہے۔ ابو مویہبہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعد ازاں سات یا آٹھ روز بعد فوت ہو گئے۔

پس یہ ہے غلامان رسول ﷺ کی فہرست ' رضی اللہ عنہم۔

نبی علیہ السلام کی کنیزوں کا بیان

(۱) امتہ اللہ بنت رزینہ : درست بات یہ ہے کہ صحابیت اور خدمت کا شرف اس کی والدہ رزینہ کو حاصل ہے۔ لیکن ابن ابی عاصم (عتبہ بن مکرم' محمد بن موسیٰ' علیلہ بنت کیت عتکیہ' کیت ابوھا' امتہ اللہ) رسول اللہ ﷺ کی خادمہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم قریظہ اور نضیر میں حضرت صفیہؓ کو اسیر بنایا' پھران کو آزاد کر دیا اور امتہ اللہ کی والدہ رزینہ کو بطور مہران کو دیا۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے۔

(۲) امیمہ : شامی لوگ ان کی حدیث بیان کرتے ہیں اور جبیر بن نفیر نے ان سے بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو وضو کرایا کرتی تھیں۔ ایک روز ایک آدمی نے آکر عرض کیا مجھے آپ وصیت فرمائیں تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا' خواہ تیری تکا بوٹی کر دی جائے یا تو آگ میں جلا دیا جائے اور دانستہ نماز نہ ترک کر۔ جس شخص نے دانستہ نماز ترک کر دی وہ اللہ اور اس کے رسول کی امان اور ذمہ داری سے بری ہے۔ نشہ آور چیز کو نہ پی' کیونکہ وہ ہر برائی کی بنیاد ہے۔ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کر' خواہ وہ تجھے بیوی اور مال و دولت سے الگ ہونے کا حکم دیں۔

(۳) برکت' ام ایمنؓ والدہ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ : وہ ہے برکت بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصین --- اصابہ میں حصین کی بجائے حصن ہے --- بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان حبشہ۔ ان کی کنیت ام ایمن ان کے نام پر غالب آگئی ہے۔ ان کا بیٹا ایمن' پہلے خاوند عبید بن زید حبشی کا ہے' بعد ازاں حضرت زیدؓ بن حارثہ نے ان سے شادی کی تو اسامہؓ پیدا ہوئے۔ یہ "ام الظباء" کی کنیت سے بھی معروف ہیں۔ انہوں نے دو مرتبہ ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب کے ہمراہ۔ یہ رسول اللہؐ کی دایہ اور کھلایا تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے والد ماجد کے ترکہ سے ان کے وارث ہوئے۔ یہ واقدی کا بیان ہے اور واقدی کے علاوہ مورخین کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ محترمہ کی جانب سے ان کے وارث ہوئے۔ بعض کا بیان ہے کہ وہ حضرت خدیجہؓ کی ہمشیرہ کی لونڈی تھیں۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دی۔ ام ایمنؓ آغاز اسلام میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں اور ہجرت کی اور نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد دیر تک حیات رہیں۔

قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان سے ملاقات کی اور وہ اشکبار ہو گئیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے بہتر ہے تو انہوں نے کہا کیوں نہیں' لیکن میں تو اس وجہ سے اشکبار ہوں کہ آسمان سے وحی منقطع ہو چکی ہے۔ یہ سن کر وہ بھی ام ایمن کے ہمراہ رونے لگے۔

امام بخاری نے تاریخ میں (عبداللہ بن یوسف' ابن وھب' یونس بن یزید) زہری سے بیان کرتے ہیں کہ ام ایمن نبی علیہ السلام کی کھلائی تھی حتیٰ کہ آپ بڑے ہو گئے پھر آپؐ نے ان کو آزاد کر کے زید بن حارثہ کی زوجیت میں دے دیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ۵ یا ۶ ماہ بعد فوت ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں۔ یہ بات امام مسلم نے (ابوالطاہر اور حرملہ' ابن وھب' یونس بن یزید) زہری سے نقل کی ہے۔ محمد بن سعد' واقدی سے بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں فوت ہوئیں۔

واقدی (سعید بن دینار) شیخ یکے از بنی سعد بن بکر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام ایمن کو "یا امی" کہہ کر پکارتے تھے اور ان کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے یہ میرے اہل بیت اور خاندان کا بقیہ ہے۔ ابوبکر بن ابی خیثمہ' سلیمان بن ابی شیخ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے ام ایمن' میری ماں کے بعد میری ماں ہے۔

رسول اللہؐ نے پانی پلایا : واقدی اپنے مدنی اساتذہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پانی نوش فرما رہے تھے تو ام ایمنؓ نے دیکھ کر عرض کیا مجھے بھی پلایئے؟ تو حضرت عائشہؓ نے کہا (اتنی بدتمیزی) کیا تو رسول اللہ ﷺ کو پانی پلانے کے لئے کہہ رہی ہے تو انہوں نے کہا' آپ کے لئے میری خدمات بہت ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عائشہ! اس نے صحیح کہا ہے' پھر آپ نے پانی لا کر ان کو پلایا۔

کرامت : مفضل بن غسان (وھب بن جریر) عثمان بن قاسم سے بیان کرتے ہیں کہ ام ایمن ہجرت کے اثنا میں "روحاء" سے ادھر "منصرف" مقام میں شام کے وقت تھی اور وہ روزہ سے تھیں کہ ان کو پیاس نے لاچار کر دیا۔ عثمان کا بیان ہے کہ ان پر آسمان سے پانی کا بھرا ہوا ڈول' سفید رسی کے ساتھ اترا۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے وہ پی لیا' بعد ازاں مجھے کبھی پیاس محسوس نہیں ہوئی۔ میں روزہ رکھ کر دوپہر کے وقت کام کرتی اور پیاس کے ورے بھی ہوتی مگر مجھے بعد ازاں پیاس نہ لگی۔

حافظ ابو یعلی (محمد بن ابی بکر مقدمی' مسلم بن قتیبہ' حسین بن حرب' یعلی بن عطاء' ولید بن عبدالرحمان) ام ایمنؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک برتن تھا اس میں پیشاب کیا کرتے اور صبح کے وقت فرماتے اے ام ایمن! جو برتن میں ہے اسے انڈیل دے۔ ایک رات میں اٹھی اور مجھے پانی پینے کی ضرورت تھی' میں نے اس برتن سے پی لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ام ایمن برتن انڈیل دو۔ عرض کیا یارسول اللہ! مجھے رات کو پانی پینے کی ضرورت لاحق ہوئی' میں نے وہ پی لیا تو آپ نے فرمایا آج کے بعد تیرا شکم کبھی درد نہ ہو گا۔

اسد الغابہ میں ابن اثیر کا بیان ہے کہ (حجاج بن محمد' ابن جریج' حلیمہ بنت امیمہ) امیمہ بنت رقیہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا لکڑی کا برتن تھا آپؐ اس میں پیشاب کر کے چارپائی کے نیچے رکھ دیتے ایک عورت مسماۃ برکت آئی اس نے وہ پی لیا آپ نے دیکھا تو وہاں نہ پایا تو معلوم ہوا کہ وہ خاتون برکت نے پی لیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخ کی آگ سے آڑ اور حصار میں محفوظ ہو گئی ہے۔

حافظ ابن اثیر کا بیان ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ جس عورت نے آپ کا پیشاب پیا تھا وہ برکت حبشیہ ہے جو حضرت ام حبیبہؓ کے ہمراہ حبشہ سے آئی تھی اور ان دونوں برکت حبشیہ اور ام ایمن کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے' واللہ اعلم۔

(۴) بریرۃؓ : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بریرۃؓ آل ابو احمد بن جحش کی کنیز تھی۔ انہوں نے اس سے مکاتبت کی تو حضرت عائشہؓ نے اس کو ان سے خرید لیا اور آزاد کر دیا چنانچہ اس کی "ولاء" حضرت عائشہؓ کو حاصل تھی جیسا کہ صحیحین میں یہ روایت مروی ہے لیکن ابن عساکر نے اس کو بیان نہیں کیا۔

(۵) خضرۃؓ : اس کا نام ابن مندہ نے بیان کیا ہے۔ معاویہ (ہشام' سفیان' جعفر بن محمد) محمد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھی جس کا نام ہے خضرہ۔

محمد بن سعد' واقدی' فائد مولیٰ عبداللہ بن عبداللہ بن علی بن ابی رافع' اپنی دادی سلمٰی سے بیان کرتے ہیں کہ میں' خضرہؓ' رضویٰؓ اور میمونہؓ بنت سعد سب آپؐ کی خادمہ تھیں' رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

(۶) خلیسہؓ : ام المومنین حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ کی کنیز ہیں۔ اسد الغابہ میں ہے کہ علیلہ بنت کمیت' اپنی دادی کی معرفت خلیسہ' حضرت حفصہؓ کی باندی سے' حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کا ایک واقعہ اور مزاح حضرت سودہؓ بنت زمعہ کے ساتھ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ نے حضرت سودہؓ کو کہا کہ دجال ظاہر ہو چکا ہے وہ ڈر کے مارے ایک چھوٹے سے کمرہ میں گھس گئیں' جس میں وہ آگ جلایا کرتی تھیں اور وہ ہنسنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ تو انہوں نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ کے ساتھ مذاق کا واقعہ بتا دیا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت سودہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! کیا دجال کا خروج ہو چکا ہے؟ آپ نے کہا نہیں تو' لیکن اس کے خروج کا زمانہ قریب ہے۔ چنانچہ وہ باورچی خانہ سے باہر آ کر اپنے جسم اور لباس سے مکڑی کے انڈے اور جالا صاف کرنے لگیں۔

حضرت سلمانؓ کی مالکہ خلیسہ : ابن اثیر نے خلیسہ' حضرت سلمان فارسیؓ کی آقا اور مالکہ کا بھی ذکر کیا ہے اور اس نے بیان کیا ہے کہ اس کا تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ کے اسلام قبول کرنے اور ان کو آزاد کرنے میں موجود ہے اور آزادی کے سلسلہ میں اس کو تین سو کھجور کے پودے لگا کر دیئے تھے۔ میں (ابن کثیر) نے اس کا تذکرہ محض امتیاز کی خاطر بیان کیا ہے۔

(۷) خولہؓ : ابن اثیر نے بھی اس طرح بیان کیا ہے۔ اس کی حدیث حافظ ابو نعیم (حفص بن سعید قرشی' اپنی والدہ' ان کی والدہ کی والدہ) خولہؓ خادمہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر کچھ دیر وحی نازل نہ ہوئی' کتے کے اس پلے اور بچے کے باعث جو رسول اللہ ﷺ کی چارپائی کے نیچے مر گیا تھا اور معلوم نہ ہو سکا جب اس کو باہر نکال کر پھینکا تو وحی نازل ہوئی۔ والضحی واللیل اذا سجٰی یہ حدیث غریب ہے۔ لیکن سورۂ والضحیٰ کا شان نزول مشہور ہے' واللہ اعلم۔

رزینہ : رسول اللہ ﷺ کی خادمہ۔ ابن عساکر کے خیال کے مطابق صحیح بات یہ ہے کہ وہ حضرت صفیہؓ

بنت حیی کی کنیز تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت گار تھی۔ جب کہ ہم نے رزینہ کی دختر امتہ اللہ کے ترجمہ و تعارف میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی حضرت صفیہؓ کو اس کی والدہ رزینہ کو بطور مہر دیا تھا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ دراصل وہ نبی علیہ السلام کی لونڈی تھی۔

حافظ ابو یعلی (ابو سعید جشمی' علیلہ بنت کیت' والدہ امینہ) امتہ اللہ بنت رزینہ رسول اللہ ﷺ کی لونڈی سے بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بنو قریظہ اور نضیر میں نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہؓ کو اسیر بنایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح نصیب کی تو آپ ان کو بطور اسیر لائے۔ جب حضرت صفیہؓ نے عورتوں کو دیکھا تو وہ کلمہ توحید اور رسالت کا اقرار کر کے اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گئیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ان کا بازو تھا' پھر آپ نے وہ چھوڑ دیا اور انہیں آزاد کر کے نکاح کا پیغام بھیجا' پھر ان سے نکاح کیا اور رزینہ لونڈی کو بطور مہر دیا۔ اس متن میں اسی طرح منقول ہے اور یہ سیاق ابن ابی عاصم کی سابقہ روایت سے نہایت عمدہ ہے۔

لیکن درست یہی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہؓ کو خیبر کے مال غنیمت سے بطور صفی لیا تھا پھر ان کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ اور اس روایت میں جو یوم قریظہ اور نضیر کا ذکر واقعہ ہے وہ غلط اور خلاف واقعہ ہے' کیونکہ یہ دو غزوہ ہیں ان کے دونوں کے درمیان دو سال کا تفاوت ہے' واللہ اعلم۔

شیر خوار بچوں کو بھی روزہ کی مشق : دلائل میں حافظ بیہقی (ابن عبدان' احمد بن عبید صفار' علی بن حسن سکری' عبیداللہ بن عمر قواریری' علیلہ بنت کیت عتکیہ) والدہ امینہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے امتہ اللہ دختر رزینہ' رسول اللہ ﷺ کی کنیز سے پوچھا اے امتہ اللہ! کیا تم نے اپنی والدہ رزینہ سے سنا ہے کہ وہ بیان کرتی تھیں اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپؐ عاشوراء کے روزہ کا ذکر کر رہے تھے' اس نے ہاں میں جواب دے کر کہا کہ آپ اس کی خوب تعظیم کرتے تھے۔ اپنے اور حضرت فاطمہؓ کے شیر خوار بچوں کو بلا کر ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالتے اور ان کی ماؤں کو تاکید کرتے کہ ان کو مغرب تک دودھ نہ پلائیں۔ اس روایت کا شاہد بخاری میں موجود ہے۔

(۹) رضویٰ : ابن اثیر کہتے ہیں کہ سعید بن بشیر' قتادہ' رضویٰ بنت کعب سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا حیض والی عورت مہندی لگا سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ (رواہ ابوموسیٰ المدینی)

(۱۰) زربینہ : درست بات یہی ہے کہ وہ رزینہ ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

(۱۱) سائبہ رسول اللہؐ کی کنیز : اس نے نبی علیہ السلام سے لقطہ کے بارے حدیث بیان کی ہے اور اس سے طارق بن عبدالرحمان نے یہ روایت نقل کی ہے۔ اس کی یہ حدیث ابوموسیٰ مدینی نے بیان کی ہے۔ اسدالغابہ میں ابن اثیر نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

(۱۲) سدلیہ انصاریہ : بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ کی کنیز ہے' اس نے رسول اللہؐ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ جب سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں شیطان ان کو دیکھ کر منہ کے بل گر پڑتا

ہے۔ بقول ابن اثیرؒ اس روایت کو (عبدالرحمان بن فضل بن موفق' فضل بن موفق' اسرائیل' اوزاعی' سالم) سدیسہؓ سے بیان کرتے ہیں۔ اس روایت کو اسحاق بن یسار (فضل' سریسہؓ) حفصہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے' پھر وہ سابق روایت بیان کی۔ رواہ ابو نعیم ابن مندہ۔

(۱۳) سلامہ' ابراہیمؓ بن رسول اللہؐ کی دایہ اور کھلائی : اس نے نبی علیہ السلام سے ایک حدیث بیان کی ہے جس میں حمل و روزہ' رضاعت اور بچہ کیلئے رات کو بیداری کی فضیلت مذکور ہے اس حدیث میں سند اور متن دونوں لحاظ سے غرابت اور نکارت موجود ہے۔ اس روایت کو ابو نعیم اور ابن مندہ نے (ہشام بن عمار بن نصیر خطیب دمشق' عمرو بن سعید خولانی' انس) سلامہ سے بیان کیا ہے۔ (ذکرھا ابن الاثیر)

(۱۴) سلمٰی ام رافع زوجہ ابورافع : واقدی کی روایت کے موافق' اس کا بیان ہے کہ میں' خضرہ' رضویٰ اور میمونہ بنت سعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت گار تھیں ہم سب کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد فرمادیا۔

امام احمد (ابوعامر اور ابوسعید مولی بنی ہاشم' عبدالرحمان بن ابی الموالی' فائد مولیٰ ابن ابی رافع) اپنی دادی سلمٰی رسول اللہ ﷺ کی خادمہ سے بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس سردرد کا اظہار کرتا تو آپ اسے فرماتے سینگی لگواؤ' اگر کوئی پاؤں میں درد کا شکوہ کرتا تو آپ فرماتے حنا لگاؤ۔

اسی طرح امام ابوداؤد نے ابن ابی الموالی' امام ترمذی اور ابن ماجہ نے (زید بن خباب' یہ دونوں فائد' اپنے مولیٰ عبیداللہ بن علی بن ابی رافع' سلمٰی) نقل کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس کو غریب کہا ہے نیز یہ بھی کہا کہ ہم اس حدیث کو صرف فائد سے جانتے ہیں۔ سلمٰیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد روایات بیان کی ہیں' ان کا استیعاب اور استقصاء طوالت بخش ہے۔ بقول مصعب زبیری سلمٰیؓ غزوہ حنین میں شامل تھیں۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں مذکور ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے لئے حریرہ --- آٹے' روغن اور پانی سے تیار کردہ حلوا --- تیار کیا کرتی تھیں' آپ اسے خوب پسند کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ حیات تھیں' حضرت فاطمہؓ کی وفات کے وقت موجود تھیں۔ سلمٰی' ابتداء میں حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب' رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی لونڈی تھیں' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی ملکیت میں منتقل ہو گئیں۔ حضرت فاطمہؓ کی جملہ اولاد کی دایہ اور قابلہ ہیں اور یہ ابراہیم بن محمدؐ کی بھی دایہ اور قابلہ ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت اسماءؓ بنت عمیس زوجہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے ہمراہ حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا۔

امام احمد (ابوالنضر' ابراہیم بن سعد' محمد بن اسحاق' عبیداللہ بن علی بن ابی رافع' علی) حضرت سلمٰیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ مرض موت میں بیمار ہوئیں' میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ چنانچہ وہ ایک روز حسب سابق بیماری میں مبتلا تھی اور حضرت علیؓ گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت جا چکے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا امی! غسل کے لئے پانی رکھ دو۔ میں نے ان کے غسل کے لئے پانی تیار کر لیا' انہوں نے نہایت عمدگی سے غسل کیا' پھر انہوں نے کہا امی! مجھے میرا نیا لباس دے دو۔ چنانچہ انہوں نے نیا لباس زیب تن کر لیا' پھر انہوں نے کہا امی! گھر کے درمیان میرا بستر لگا دو۔ میں نے حسب طلب بستر لگا دیا اور وہ قبلہ رخ ہو کر رخسار

کے نیچے ہاتھ رکھ کر لیٹ گئیں۔ پھر حضرت فاطمہؓ نے کہا امی! میری روح اب پرواز ہونے کو ہے' میں غسل کر چکی ہوں' میرا لباس کوئی نہ اتارے۔ چنانچہ وہ اسی جگہ فوت ہو گئیں۔ حضرت سلمٰی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ آئے تو میں نے انہیں تمام صورتحال سے آگاہ کر دیا۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے۔

(۱۵) شیریں : بعض سیرین کہتے ہیں' ماریہ قبطیہ کی ہمشیرہ' ابراہیم بن محمدؐ کی خالہ۔ قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ مقوقس حاکم اسکندریہ' جریج بن میناء نے ماریہ اور شیریں کے ہمراہ ایک غلام مابور مع دلدل خچر کے رسول اللہؐ کی خدمت میں تحفہ روانہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے شیریں' حضرت حسانؓ بن ثابت کو ہبہ کر دی اس سے عبدالرحمان بن حسان پیدا ہوا۔

(۱۶) عنقودہ ام ملیح حبشیہ : حضرت عائشہؓ کی کنیز تھی اس کا نام "عنبہ" تھا رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عنقودہ رکھ دیا بعض کہتے ہیں اس کا نام ہے غفیرہ' رواہ ابو نعیم۔

(۱۷) فروہ نبی علیہ السلام کی مرضعہ اور رضاعی ماں : ان کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو بستر پر دراز ہو تو قل یاایھا الکافرون پڑھ' یہ شرک سے براءت ہے۔ ابو احمد عسکری نے اس کو بیان کیا ہے اور اسد الغابہ میں ابن اثیر نے ذکر کیا ہے۔ باقی رہا فضہ نوبیہ کا قصہ' تو یہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بیان کیا ہے کہ فضہ' حضرت فاطمہؓ کی کنیز تھی' پھر اس نے نہایت تاریک اور ضعیف تر سند (محبوب بن حمید بصری' قاسم بن بھرام' لیث' مجاہد) سے حضرت ابن عباسؓ سے **ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا** کا شان نزول بیان کیا ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں بھائی بیمار پڑ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور اکثر عرب ان کی مزاج پرسی کے لئے آئے اور عیادت کرنے والوں نے کہا اے علی! اگر آپ نذر مانیں تو ---- چنانچہ حضرت علیؓ نے کہا اگر وہ اپنے اس مرض سے جس میں مبتلا ہیں' تندرست ہو گئے تو میں اللہ کی خوشنودی کے لئے تین روزے رکھوں گا۔ حضرت فاطمہؓ نے بھی اسی طرح نذر مانی اور فضہ نوبیہ نے بھی یہی نذر مانی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت یاب فرمایا تو ان سب نے روزے رکھے۔ حضرت علیؓ نے "شمعون خیری" سے تین صاع جو قرض پر لئے۔ پھر ایک صاع کا انہوں نے کھانا تیار کیا اور تناول کرنے کے لئے اپنے سامنے رکھا تو دروازہ پر سائل نے صدا لگائی مسکین کو کھانا کھلاؤ' تمہیں اللہ تعالیٰ جنت کے دستر خوان پر کھانا کھلائے گا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے حکم دیا اور سارا کھانا اس سائل کو دے دیا اور خود بھوکے سو رہے۔ دوسری رات ہوئی تو دوسرے صاع سے کھانا تیار کیا جب سامنے رکھ کر کھانے کو تیار ہوئے تو سائل نے دروازے پر صدا لگائی کہ یتیم کو کھانا کھلاؤ تو یہ سارا کھانا اس کو دے دیا اور خود بھوکے رہے۔ جب تیسری رات ہوئی تو سائل نے صدا لگائی' اسیر کو کھانا کھلاؤ' چنانچہ انہوں نے یہ کھانا اس کو عطا کر دیا اور خود مسلسل تین شب و روز بھوکے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے سورہ دھر (۱/۷۶) **ھل اتی علی الانسان** سے لے کر **لا نرید منکم جزاء ولا شکورا** (۷۶/۹) تک نازل فرمائی۔ یہ حدیث منکر ہے۔ اور بعض ائمہ اس کو موضوع قرار دیتے ہیں اور اس کی جعل سازی رکت الفاظ میں مضمر ہے' نیز یہ سورۂ دھر' مکی ہے اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی ولادت اور بیماری کا واقعہ مدینہ میں رونما

ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۸) لیلیٰ حضرت عائشہؓ کی کنیز : اس نے عرض یا یارسول اللہ ﷺ آپ بیت الخلا سے فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے ہیں میں آپ کے بعد بیت الخلاء میں داخل ہوتی ہوں تو ماسوائے کستوری کی مہک کے کچھ نہیں پاتی' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہم انبیاء کی جماعت کے اجسام کی نشوونما جنتیوں کی ارواح کے مطابق ہوتی ہے۔ ہمارے اجسام سے جو غلاظت خارج ہوتی ہے اسے زمین نگل جاتی ہے۔ اس روایت کو ابو نعیم نے ابوعبداللہ المدنی سے نقل کیا ہے اور وہ ایک مجہول راوی ہے جو اس سے روایت نقل کرتا ہے۔

(۱۹) ماریہ قبطیہ : ان کا ذکر امہات المومنین کے بیان میں گذر چکا ہے۔ ابن اثیر نے ماریہ قبطیہ اور ماریہ ام الرباب کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی لونڈی تھی۔ اس کی حدیث اہل بصرہ نے (عبداللہ بن حبیب' ام سلمیٰ از والدہ خود) ماریہ سے بیان کی ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کے لئے روانہ ہوئے' میں آپ کے لئے نیچے جھکی اور آپ میرے سہارے سے دیوار کے اوپر چڑھ گئے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ابن عباس کی معرفت مثنیٰ بن صالح سے بیان کیا ہے کہ اس نے اپنی دادی ماریہ کے بارے بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی کو چھوا اور اس سے زیادہ کسی چیز کو نرم گداز نہ پایا۔ استیعاب میں ابن عبدالبر کا بیان ہے معلوم نہیں کہ یہ ماریہ وہی ہے جس کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے یا کوئی اور ہے۔

(۲۰) میمونہ بنت سعد : امام احمد (علی بن محمد بن محرز' عیسیٰ بن یونس' ثور بن یزید) زیاد بن ابو سودہ کے برادر سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی لونڈی حضرت میمونہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! بیت المقدس کے بارے ارشاد فرمایئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ حشر نشر کی سرزمین ہے۔ وہاں جاؤ اور اس میں نماز پڑھو' اس میں ایک نماز ہزار نماز کے برابر ہے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو (تو وہ کیا کرے) تو آپ نے فرمایا وہ وہاں چراغ جلانے کی خاطر تیل ارسال کرے۔ جس نے چراغ روشن کرنے کے لئے وہاں تیل بھیجا اس کو وہاں نماز پڑھنے والے کی مانند ثواب ملے گا۔

دو اسناد کا موازنہ : اسی طرح امام ابن ماجہ نے (اسماعیل بن عبداللہ رقی' عیسیٰ بن یونس' ثور' زیاد' عثمان بن ابی سودہ) حضرت میمونہؓ رسول اللہ ﷺ کی کنیز سے بیان کیا ہے۔

اور امام ابوداؤد نے (فضل بن مسکین بن بکیر' سعید بن عبدالعزیز' ثور' زیاد) حضرت میمونہؓ سے نقل کیا ہے مگر زیاد اور میمونہؓ کے درمیانی راوی عثمان بن ابی سود کا ذکر نہیں کیا' واللہ اعلم۔

امام احمد (حسین اور ابونعیم' اسرائیل' زید بن جبیر' ابویزید ضبی) حضرت میمونہؓ بنت سعد' رسول اللہ ﷺ کی کنیز سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ولد زنا اور حرام زادے کے بارے دریافت ہوا تو آپ نے فرمایا "لا خیر فیہ" اس میں کوئی خیر و رشد نہیں ہے۔ جوتے کا جوڑا جس کو پہن کر میں فی سبیل اللہ جہاد کرتا ہوں' وہ مجھے "ولد زنا" کے آزاد کرنے سے زیادہ اچھا اور محبوب ہے۔

امام نسائی نے اس روایت کو عباس دوری اور ابن ماجہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے اور ان دونوں نے ابو نعیم فضل بن دکین سے بیان کیا ہے۔

حافظ ابو یعلی موصلی نے (ابوبکر بن ابی شیبہ' محاربی' موسیٰ بن عبیدہ' ایوب بن خالد) حضرت میمونہؓ سے بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت گار تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیر محرموں میں زیب و زینت کا اظہار کرنے والی عورت کی مثال بروز قیامت اس تاریکی جیسی ہے جس میں کوئی روشنی نہیں۔ امام ترمذی نے اس کو موسیٰ بن عبیدہ سے نقل کر کے کہا ہے کہ میری دانست کے مطابق یہ روایت صرف اسی سے مروی ہے اور وہ حدیث کے بیان میں ضعیف ہے اور بعض راویوں نے اس کو موقوف بیان کیا ہے۔

(۲۱) شفا بخش دعا : میمونہ بنت ابی عبید یا عنیسہ' ابو عمرو بن مندہ کے بیان کے مطابق' بقول ابو نعیم' یہ تصحیف اور غلط ہے۔ صحیح نام میمونہ بنت ابی عسیب ہے' اسی نام سے اس کی روایت مشمع بن مصعب ابو عبداللہ العبدی ربیعہ بنت یزید سے بیان کرتے ہیں کہ وہ بنو قریع کے محلہ میں رہائش پذیر تھی۔ اس کو منبہ نے میمونہ بنت ابی عسیب یا بنت ابی عنیسہ کنیز رسول اللہ ﷺ سے بتایا کہ ایک قریشی خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا اے عائشہ! آپ رسول اللہ ﷺ سے دعا کروا کر میری اعانت فرما دیں کہ مجھے سکون و اطمینان میسر ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کو کہا' دایاں ہاتھ اپنے دل پر رکھ کر پھیر اور مسل اور یہ دعا پڑھ بسم اللّٰه اللّٰهم داونی بدوائک واشفنی بشفائک واغننی بفضلک عمن سواک ربیعہ بنت یزید کا بیان ہے کہ میں نے یہ دعا پڑھی اور اس کو نہایت مفید پایا۔

(۲۲) ام ضمیرہ زوجہ ابو ضمیرہ : ان کا تذکرہ پہلے بیان ہو چکا ہے' رضی اللہ عنہم۔

(۲۳) ام عیاشؓ : رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی دختر نیک دختر کے ہمراہ خلافت کے لئے بھیجا تھا' جب ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دیا تھا۔

ابو القاسم بغوی (عکرمہ' عبدالواحد بن صفوان' صفوان' اپنے والد سے) وہ اپنی دادی ام عیاش سے بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت گار تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی لخت جگر کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمانؓ کے لئے صبح کو کھجوریں مسل کر بھگو دیتی اور آپ اسے شام کو نوش فرما لیتے اور شام کو بھگو دیتی وہ آپ صبح پی لیتے۔ ایک روز مجھ سے دریافت کیا' آیا اس مشروب میں کسی چیز کی آمیزش کرتی ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا۔

یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی لونڈیوں کی فہرست' رضی اللہ عنہما

امام احمد (وکیع' قاسم بن فضل) ثمامہ بن حزن سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے "نبیذ" کے بارے حضرت عائشہؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا اس حبشیہ لونڈی سے پوچھو یہ رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھی۔ اس نے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے عشاء کو ایک مشکیزہ میں کھجوریں ڈال کر مشکیزہ کا منہ بند کر دیتی تھی' صبح سویرے آپ نوش فرما لیتے تھے۔

امام مسلم اور نسائی نے اس روایت کو قاسم بن فضل سے بیان کیا ہے۔ "اصحاب اطراف" نے اس روایت کو "مسند عائشہؓ" میں ذکر کیا ہے۔ جاریہ حبشیہ کی مسند میں اسے درج کرنا زیادہ مناسب تھا۔ یہ جاریہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت گار تھی۔ یا یہ تو گذشتہ بیان کردہ لونڈیوں کی فہرست میں شامل ہے یا ان سے زائد ہے۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کے ان خادموں کا بیان جو آپ کے غلام نہ تھے

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ : بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عاصم بن غنم بن عدی بن نجار، انصاری نجاری ابوحمزہ مدنی، نزیل بصرہ۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال قیام مدینہ کے دوران خدمت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس قدر طویل عرصہ میں ان کو کسی معاملہ میں ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی اور نہ ان کے کسی فعل پر نکتہ چینی کی اور نہ ہی کام نہ کرنے پر ان سے باز پرس کی۔ ان کی والدہ محترمہ ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے بطور خادم قبول فرما لیا۔ نیز اس نے درخواست پیش کی کہ آپؐ انسؓ کے لئے دعائے خیر فرماویں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی، الٰہی! اس کے مال و دولت اور اہل و عیال میں برکت اور کثرت عطا فرما، اس کی عمر دراز کر، اور اس کو جنت نصیب کر۔ انسؓ کا بیان ہے کہ دو باتوں میں تو، میں رسول اللہ ﷺ کی دعا کی قبولیت کی تاثیر دیکھ چکا ہوں، اور تیسری کا منتظر ہوں۔ واللہ! میرا مال کثیر ہے، میری اولاد اور پوتے سو سے بھی زائد ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میرے انگور سال میں دوبار بار آور ہوتے ہیں اور میرے حقیقی بیٹے ۱۰۶ ہیں۔

جنگ بدر میں ان کی شمولیت کے بارے اختلاف منقول ہے۔ انصاری نے اپنے والد کی معرفت ثمامہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت انسؓ سے کسی نے پوچھا کیا آپ جنگ بدر میں شامل تھے تو انہوں نے کہا لا ام لکا تیری ماں مرے! میں جنگ بدر سے کہاں غائب ہو سکتا تھا۔ مشہور قول یہ ہے کہ وہ کم سنی کی وجہ سے جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے، نیز جنگ احد میں بھی وہ شامل نہ ہو سکے۔ علاوہ ازیں حدیبیہ، خیبر، عمرۂ قضاء، فتح مکہ، حنین اور طائف وغیرہ غزوات میں شریک ہوئے۔

نماز : حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ بقول ابن سیرین، حضرت انسؓ سفر اور حضر میں لوگوں سے بہت اچھی نماز پڑھتے تھے۔ بقول علی بن مدینی، بصرہ میں وہ آخری صحابی تھے جو فوت ہوئے ۹۰ھ میں یا ۹۱ھ میں یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں اور یہ قول مشہور ہے اور اکثر مورخین سے منقول ہے۔ بروز وفات ان کی عمر کے بارے امام احمد بذریعہ معتمر بن سلیمان، حمید سے بیان کرتے ہیں کہ ۹۹ سال تھی۔ نیز کم از کم ان کی عمر ۹۶ سال منقول ہے اور بعض ایک سو تین سال بھی بیان کرتے ہیں، واللہ اعلم۔

(۲) حضرت اسلع بن شریک بن عوف اعرجی رضی اللہ عنہ : بقول ابن سعد' ان کا نام ہے میمون بن سنباذ --- ربیع بن بدر اعرجی' بدر اعرجی' جدہ' اسلع اعرجی سے بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کا خدمت گار تھا اور آپ کے ہمراہ سفر کرتا تھا۔ ایک رات مجھے فرمایا اے اسلع! اٹھو کجاوہ ڈال دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جنبی ہوں۔ چنانچہ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور جبرائیلؑ آیت تیمم لے کر نازل ہوئے تو آپ نے فرمایا' اے اسلع' تیمم کر لو۔ پھر میں نے تیمم کیا اور نماز پڑھی۔ جب ہم پانی کے چشمہ کے پاس پہنچے تو فرمایا اے اسلع! غسل کر لے۔ حضرت اسلع اعرجیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تیمم کر کے دکھایا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان کو جھاڑا اور منہ پر مسح کیا۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' ان کو جھاڑا اور بازوؤں پر مسح کیا۔ دائیں ہاتھ سے بائیں پر اور بائیں سے دائیں پر اندرونی اور بیرونی دونوں طرف۔

اس روایت کے راویوں کا بیان ہے کہ مجھے میرے باپ نے تیمم کر کے دکھایا جیسا کہ اس کے والد نے اس کو بتایا پھر اسلع نے اس کو تیمم کر کے دکھایا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو تیمم کر کے دکھایا۔ ربیع اعرجی کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث عوف بن ابی جمیلہ کو بتائی تو اس نے کہا میں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو اسی طرح تیمم کرتے دیکھا ہے۔ ابن مندہ اور بغوی نے "معجم صحابہ" میں ربیع بن بدر اعرجی کی یہ روایت نقل کی ہے اور بغوی نے مزید کہا ہے کہ میری دانست میں اس حدیث کو کسی اور نے روایت نہیں کیا۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ اس حدیث کو ہیثم بن رزیق مالکی مدلجی نے اپنے والد کی معرفت اسلع بن شریک سے بیان کیا ہے۔

(۳) حضرت اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ : اسماء بن حارثہ بن سعد بن عبداللہ بن عباد بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن اقصی اسلمی' یہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ اور ان کا بھائی ہند بن حارثہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے خدمت گار تھے۔

صوم عاشوراء : امام احمد (عثمان' وحیب' عبدالرحمان بن حرملہ' یحیٰی بن ہند بن حارثہ --- ہند صلح حدیبیہ میں شریک تھا) رسول اللہ ﷺ نے اس کے بھائی اسماء بن حارثہ کو اس کی قوم کے پاس عاشورا کا روزہ رکھنے کا پیغام دے کر روانہ کیا تھا۔ چنانچہ یحیٰی بن ہند نے اسماء بن حارثہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو یہ پیغام دے کر روانہ کیا کہ اپنی قوم کو یوم عاشورا کے روزہ رکھنے کا حکم دے۔ اس نے عرض کیا اگر وہ اس روز کھانا کھا چکے ہوں تو آپ نے فرمایا اپنے باقی ماندہ دن کا روزہ مکمل کریں۔

اس روایت کو احمد بن خالد وھبی (محمد بن اسحاق' عبداللہ بن ابی بکر' حبیب بن ہند بن اسماء سلمی) ہند اسلمی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے "اسلم قوم" کی طرف یہ پیغام دے کر روانہ فرمایا کہ اپنی قوم کو حکم دے کہ وہ اس دن کا روزہ رکھے۔ جس شخص نے آغاز دن میں کچھ کھا پی لیا ہو وہ باقی ماندہ دن کا روزہ رکھے۔

محمد بن سعد (واقدی' محمد بن نعیم بن عبداللہ مجمر' نعیم بن عبداللہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں

سمجھتا تھا کہ ہند اور اسماء پسران حارثہ رسول اللہ ﷺ کے غلام ہی ہیں۔ بقول واقدی' وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے خدمت گار تھے۔ وہ اور حضرت انسؓ سب رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر حاضر رہتے تھے۔ بقول محمد بن سعد' حضرت اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ ۸۰ سال کی عمر میں بصرہ میں ۶۶ھ میں فوت ہوئے۔

(۴) حضرت بکیر بن شداخ لیثی رضی اللہ عنہ : (ابن مندہ' ابوبکر حذلی) عبدالملک بن یعلی لیثی سے بیان کرتے ہیں کہ بکیر لیثی رسول اللہ ﷺ کا خادم تھا۔ وہ بالغ ہو گیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ میں آپؐ کے اہل و عیال کے ہاں آتا جاتا ہوں اور اب میں یا رسول اللہ ﷺ بالغ ہو چکا ہوں تو آپؐ نے اس کو دعا دی' الٰہی! اس کی بات کو صداقت کا جامہ پہنا اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کر۔

یہودی کا قتل : حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک یہودی قتل ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے خطبہ کے دوران فرمایا' خدارا! جس شخص کو اس قتل کے بارے علم ہو' وہ بتا دے تو بکیرؓ نے کہا یاامیر المومنین! میں نے اس کو قتل کیا ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا' تم نے اس کے قتل کا اعتراف کر لیا ہے' اب اس سے خلاصی کا کیا راہ ہے؟ اس نے عرض کیا یاامیر المومنین! ایک مجاہد نے مجھے اپنے اہل و عیال کا جانشین اور نگران مقرر کیا تھا چنانچہ میں مجاہد کے گھر آیا تو یہودی اس کی عورت کے پاس موجود تھا اور وہ یہ اشعار کہہ رہا تھا۔

وأشعث غره الاسلام مني خلوت بعرسه ليل التمام
أبيت على ترائبها ويمسي على جرد الأعنة والحزام

(پراگندہ بال اور حال' اس کو اسلام نے میرے بارے دھوکہ دیا ہے' میں اس کی بیوی کے ساتھ رات بھر تنہا رہا ہوں۔ میں اس کی چھاتی پر رات بسر کرتا ہوں اور وہ گھوڑوں کے لگام اور تنگ پر رواں رہتا ہے)

حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی بات کو صحیح تسلیم کر لیا اور یہودی کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا' رسول اللہ ﷺ کی دعا کی بدولت۔

(۵) حضرت بلال بن رباح حبشی عرف بلال بن حمامہ رضی اللہ عنہ : حمامہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے' حضرت ابوبکرؓ نے اس سے بعوض زر کثیر خرید لیا کیونکہ امیہ ان کو سخت ایذا پہنچایا کرتا تھا کہ وہ اسلام سے منحرف ہو جائیں اور وہ اسلام پر جان سے فدا تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو خرید کر لوجہ اللہ آزاد فرما دیا۔ انہوں نے لوگوں کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جنگ بدر اور احد وغیرہ میں شرکت کی۔ حضرت بلالؓ فصیح اور بلیغ تھے۔ بعض لوگوں کے غلط زعم کے مطابق نہ تھے کہ وہ "ش" فصیح زبان سے ادا نہ کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اشخاص نے ایک بے بنیاد حدیث بھی رسول اللہ ﷺ سے منسوب کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا "ان سين بلال شينا" کہ بلال کا "سین" شین کا حکم رکھتا ہے۔ آپ پہلے موذن ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے چار موذنوں میں شمار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اہل و عیال کے نان و نفقہ کے نگران تھے اور آپ کے خزانچی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد علاقہ شام میں جنگ و جہاد کے لئے چلے گئے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ اذان دیتے رہے لیکن پہلا قول صحیح تر اور

مشہور ہے۔ بقول واقدی وہ دمشق میں ۶۹ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ فلاس کا بیان ہے کہ ان کی قبر دمشق میں موجود ہے۔ بعض "داریا" میں بتاتے ہیں' بعض کا قول ہے کہ وہ "حلب" میں فوت ہوئے مگر صحیح بات یہ ہے کہ حلب میں ان کے بھائی خالد فوت ہوئے۔

مکحول کا قول ہے کہ جس شخص نے حضرت بلال ؓ کو دیکھا' اس نے مجھے بتایا کہ وہ نہایت سیاہ فام' نحیف و نزار اور خمیدہ کمر تھے۔ بال گھنے تھے اور خضاب نہ لگاتے تھے۔

(۶/۷) حبہ اور سواء پسران خالد رضی اللہ عنہما : امام احمد (ابومعاویہ' وکیع' اعمش' سلام بن شرحبیل) حبہ ؓ اور سواء ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاں گئے' آپ کوئی چیز درست فرما رہے تھے۔ ہم نے آپ کا تعاون کیا تو آپ ؐ نے فرمایا جب تک تم زندہ رہو تمہارا رزق کم نہ ہو گا۔ انسان کو اس کی والدہ "سرخ" جنم دیتی ہے اس پر کھال اور چمڑا تک نہیں ہوتا' پھر اللہ تعالیٰ اس کو روزی اور رزق سے نوازتا ہے۔

(۸) حضرت ذو مخمر یا ذو مجر ؓ : یہ نجاشی شاہ حبشہ کے برادر زادہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں بھانجے ہیں مگر صحیح قول اول ہے۔ نجاشی نے انہیں اپنی بجائے رسول اللہ ﷺ کا خدمت گار مقرر کیا تھا۔

سورج نکلنے کے بعد نماز فجر : امام احمد (ابو النضر' جریر' یزید بن صلیح) ذو مخمر حبشی خادم رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ نہایت تیز رفتار تھے اور یہ تیز رفتاری زاد راہ کی کمی کے باعث تھی۔ آپ سفر سے رک گئے تو کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور سب لوگوں کو اپنے پاس اکٹھا کر لیا تو ان کو کہا' کیا ہم تھوڑی دیر یہاں ستالیں؟ چنانچہ آپ اور آپ کے رفقاء سفر سب سواریوں سے اتر پڑے تو انہوں نے کہا' رات کو ہماری حفاظت و صیانت کون کرے گا؟ تو میں نے عرض کیا' میں آپ پر قربان! میں حفاظت کے فرائض انجام دوں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی سواری کی مہار تھما دی اور فرمایا اس کو پکڑ لے' حماقت اور رزالت کا اظہار نہ ہو۔ (هاك لا نكوتن ركعا) اس کا بیان ہے کہ میں نے اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی سواری کی مہاریں پکڑ لیں' تھوڑی دور جا کر ان کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ میں ان کی نگرانی کر رہا تھا کہ مجھے نیند آ گئی' مجھے چہرے پر سورج کی تپش کا احساس ہوا' میں بیدار ہوا' دائیں بائیں دیکھا تو سواریاں قریب ہی موجود تھیں۔ میں ان کو پکڑ کر لے آیا اور سب سے نزدیک آدمی کو جگا کر پوچھا کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا' نہیں' پھر لوگوں نے ایک دوسرے کو جگایا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بیدار ہو کر فرمایا بلال! کیا لوٹے میں پانی ہے؟ اس نے کہا میں قربان جاؤں! ہاں ہے۔ پھر وہ وضو کا پانی لایا' آپ نے وضو کیا اور نیچے سے مٹی بھی تر نہ ہوئی۔ پھر بلال کو اذان کا ارشاد فرمایا اس نے اذان کہی' پھر آپ ؐ نے صبح کی نماز کی دو سنتیں اطمینان سے پڑھیں۔ پھر آپ نے بلال کو تکبیر اور اقامت کہنے کا حکم فرمایا اس نے تکبیر کہی اور پورے اعتدال اور سکون سے نماز پڑھائی۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ہم سے کوتاہی اور کاہلی سرزد ہوئی؟ آپ نے فرمایا بالکل نہیں' اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا اور پھر لوٹا دیا اور ہم نے نماز

پڑھی۔

(۸) حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی ابو فراس رضی اللہ عنہ : اوزاعی (یحییٰ بن ابی کثیر' ابو سلمہ) ربیعہ بن کعب سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات بسر کرتا تھا۔ میں آپ کے پاس وضو کا پانی لاتا اور دیگر ضروری اشیاء' آپ رات کو بیدار ہو کر دیر تک "سبحان ربی وبحمدہ" اور "سبحان رب العالمین" کہتے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا کوئی ضرورت اور حاجت ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت میں آپ کی رفاقت کا طالب ہوں' تو آپؐ نے فرمایا کثرت نماز سے اپنی مدد کر۔

امام احمد (یعقوب بن ابراہیم' ابراہیم' محمد بن اسحاق' محمد بن عمرو بن عطاء' نعیم بن محمد) ربیعہ بن کعب سے بیان کرتے ہیں کہ میں دن بھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا رہتا حتیٰ کہ آپ عشاء کی نماز پڑھتے تو میں آپ کے دروازے پر بیٹھ جاتا جب گھر میں داخل ہو جاتے تو سوچتا شاید رسول اللہ ﷺ کو کوئی ضرورت پیش آجائے۔ میں رسول اللہ ﷺ کو "سبحان اللہ وبحمدہ" کہتے سنتا رہتا حتیٰ کہ میں اکتا کر واپس چلا آتا یا وہیں نیند آجاتی اور میں سو جاتا' ایک روز رسول اللہ ﷺ نے میری خدمت اور تواضع کے پیش نظر فرمایا اے ربیعہ! کچھ مانگو' میں عطا کروں گا' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں غور کروں گا اور پھر آپ کو مطلع کروں گا۔ میں نے دل میں سوچا کہ دنیا فانی اور زوال پذیر ہے مجھے اس میں رزق بقدر کفایت ملتا رہے گا۔ پھر میں نے عزم کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے آخرت کے لئے سوال کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپؐ کی ایک خاص قدر و منزلت ہے۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے پوچھا ربیعہ! تم نے کیا سوچا! میں نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! میرا سوال ہے کہ آپؐ میری اپنے پروردگار کے پاس سفارش کریں کہ مجھے جہنم سے آزاد کر دے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ربیعہ! یہ بات تجھے کس نے بتائی ہے۔ میں نے عرض کیا بخدا! والذی بعثک بالحق! مجھے کسی نے یہ بات نہیں بتائی جب آپ نے مجھے فرمایا مانگو عطا کروں گا اور آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو آپؐ جانتے ہیں پھر میں نے غور و خوض کیا اور سمجھ گیا کہ دنیا فانی ہے اور زوال پذیر ہے اور دنیا میں مجھے بقدر کفایت روزی ملتی رہے گی۔ تو میں نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ سے آخرت کے بارے سوال کروں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر کافی دیر تک خاموش رہے پھر مجھے ارشاد فرمایا میں تمہاری آرزو کی دعا کروں گا۔ کثرت نماز سے اپنی ذات کے لئے میرے ساتھ تعاون کرو۔

ربیعہ کی شادی : حافظ ابو یعلیٰ (ابو خیثمہ' یزید بن ہارون' مبارک بن فضالہ' ابو عمران جونی) ربیعہ اسلمی خادم رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا ربیعہ! کیا شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز آپ کی خدمت کرنے میں حائل ہو' نیز میرے پاس بیوی کا حق مہر ادا کرنے کے لئے کوئی مال نہیں۔ بعد ازاں میں نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ میرے حال کے مجھ سے زیادہ باخبر ہیں' مجھے آپؐ شادی کی پیشکش فرما رہے ہیں اگر مجھے دوبارہ یہ بات پیش کی تو میں ضرور قبول کر لوں گا۔ ان کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ربیعہ! کیا شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے کوئی رشتہ دے گا؟ میرے پاس تو بیوی کے نان و نفقہ کے لئے کچھ بھی

نہیں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا "بنی فلان" کے پاس جا کر ان کو پیغام دے کہ رسول اللہ ﷺ حکم فرما رہے ہیں کہ تم اپنی فلاں دوشیزہ کا مجھ سے نکاح کر دو۔ چنانچہ میں حسب ارشاد "بنی فلان" کے پاس گیا اور رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے استفسار کیا کہ "فلان دوشیزہ" میں نے کہا جی ہاں! تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے پیغام بر کو خوش آمدید کہا اور انہوں نے میرا نکاح کر دیا۔

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہؐ! میں ایک بہتر اور اچھے خاندان کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں' انہوں نے مجھے سچا قرار دیا اور میرا نکاح کر دیا۔ فرمایئے حق مہر ادا کرنے کی کیا سبیل ہے؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بریدہ اسلمی کو فرمایا ربیعہ کے حق مہر کے لئے گٹھلی کے وزن کے برابر سونا جمع کرو۔ پھر انہوں نے چندہ اکٹھا کر کے یہ سونا مجھے دے دیا۔ میں یہ سونا دوشیزہ کے اقارب کے پاس لایا' انہوں نے قبول کر لیا پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتائی اور عرض کیا اب میں ولیمہ کہاں سے کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے بریدہ کو فرمایا' ربیعہ کے لئے ایک مینڈھے کی قیمت جمع کرو۔ چنانچہ انہوں نے یہ رقم جمع کر کے مجھے دے دی اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' عائشہؓ کے پاس جاؤ اور اس کو کہو کہ اس کے پاس "جو" پڑے ہیں وہ دے دے۔ ان کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور انہوں نے مجھے "جو" مرحمت کر دیئے۔ پھر میں مینڈھا اور "جو" لئے حاضر ہوا تو انہوں نے کہا جو تو ہم پیس دیتے ہیں اور مینڈھے کے بارے اپنے احباب کو کہو وہ ذبح کر دیں۔ انہوں نے جو پیس دیئے' پھر واللہ ہمارے پاس جو کی روٹیاں اور گوشت موجود تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت : پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی اراضی میں سے حضرت ابوبکرؓ کو ایک قطعہ زمین دے دیا۔ ہمارا کھجور کے ایک درخت میں نزاع برپا ہو گیا۔ میں نے کہا وہ درخت میری زمین میں واقع ہے اور حضرت ابوبکرؓ نے کہا وہ میری زمین میں واقع ہے۔ اسی نزاع میں حضرت ابوبکرؓ نے مجھے ایک ناگوار بات کہی' پھر وہ پشیمان ہوئے اور مجھے بلا کر کہا' جیسا میں نے آپ کو نازیبا کلمہ کہا ہے' آپ بھی مجھے کہہ لیں۔ میں نے کہا واللہ! میں آپ کو وہ کلمہ نہ کہوں گا جو آپ نے مجھے کہا ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم ایسا نہیں کرتے تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے اور میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا اور میری قوم کے افراد میرے پیچھے تھے اور وہ کہہ رہے تھے' وہ خود ہی نازیبا کلمات کہنے والا ہے اور خود ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کر رہا ہے۔

حضرت ربیعہ کہتے ہیں' میں نے ان کو مخاطب کر کے کہا' جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ ابوبکر صدیقؓ ہیں اور مسلمانوں کے بزرگ ہیں' تم واپس لوٹ جاؤ۔ وہ مڑ کر تمہیں دیکھ نہ لیں اور وہ سمجھیں کہ تم میری مدد کے لئے آئے ہو۔ اور وہ ناراض ہو جائیں اور رسول اللہ ﷺ کو جا بتلائیں اور ربیعہ ہلاک اور نامراد ہو جائے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا' میں نے ربیعہ کو ایک ناگوار بات کہی ہے۔ میں نے اسے کہا وہ بھی مجھے کہہ لے جیسا میں نے اس کو نازیبا کلمہ کہا ہے اور اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ربیعہ! تیری (ابوبکر) صدیق سے کیا نسبت

ہے؟ ربیعہ نے کہا' یارسول اللہ! جو مجھے ابوبکر نے ناشائستہ کلمہ کہا ہے میں اسے نہ کہوں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! تو اس کو وہ نازیبا کلمہ نہ کہو جو اس نے تجھے کہا تھا' لیکن تو کہہ اے ابوبکر! **غفراللہ لک**' اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے۔

(۹) حضرت سعد رضی اللہ عنہ غلام ابوبکرؓ : بعض انہیں رسول اللہ ﷺ کا غلام بھی کہتے ہیں۔ ابوداؤد طیالسی (ابوعامر' حسن) سعد غلام ابی بکرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سعد کو آزاد کر دے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خدمت و تواضع دل آویز اور پسند تھی تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس یہاں کوئی اور خادم نہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **(اتتک الرجال اتتک الرجال)** تیرے پاس بسیار خادم آئیں گے۔ امام احمد نے اس روایت کو ابوداؤد طیالسی سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

ابوداؤد طیالسی (ابوعامر' حسن) حضرت سعدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھجوریں پیش کیں دسترخوان پر بیٹھے تناول کرنے والے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے دو کھجوریں ملا کر کھانے سے روک دیا۔ اس روایت کو امام ابن ماجہ نے بندار کی معرفت ابوداؤد طیالسی سے نقل کیا ہے۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ : عمرہ قضا کے روز' مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی سواری کی مہار پکڑے آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ۔

خلــوا بنــي الكفــار عــن ســبيله   اليــوم نضربكــم علــى تأويلــه
كمــا ضربنــا كــم علــى تنزيلــه   ضربــا يزيــل الهــام عــن مقيلــه
ويشــغل الخــليــل عــن خــليــلــه

(اے اولاد کفار! تم ان کا راستہ خالی کر دو' آج ہم تم کو قرآن کے احکام کے موافق قتل کریں گے جیسا کہ اس کے نزول کے مطابق تم کو قتل کیا' ایسے قتل کریں کہ سر کو گردن سے الگ کر دے اور دوست کو دوست سے بے نیاز کر دے)

یہ قصہ ہم مکمل بیان کر چکے ہیں۔ چند ماہ بعد حضرت عبداللہؓ بن رواحہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بن غافل بن حبیب بن شمخ ابوعبدالرحمان ھذلی : یکے از ائمہ صحابہؓ' ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ سے سرفراز' جنگ بدر اور دیگر غزوات میں شامل تھے۔ نبی علیہ السلام کے پاپوش مبارک کے حامل تھے۔ آپ کے وضو کا اہتمام کرتے تھے' سواری پر کجاوہ ڈالتے تھے جب آپ سوار ہونا چاہتے تھے۔ قرآن کے عظیم اور جید مفسر تھے' آپؓ ممتاز عالم' فاضل اور نہایت حلیم و بردبار تھے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو جو حضرت ابن مسعودؓ کی نحیف و نزار اور باریک پنڈلیوں کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے' مخاطب کر کے فرمایا' واللہ! والذی نفسی بیدہ! یہ پنڈلیاں قیامت کے روز

میزان میں کوہ احد سے بھی گراں اور ثقیل ہوں گی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کے بارے فرمایا وہ علم کا ایک بھرپور تھیلا ہیں۔

اہل علم ان کا حلیہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دبلے پتلے اور خوش اخلاق انسان تھے۔ نیز جب چلتے تو بیٹھے ہوئے آدمی کے برابر ہوتے تھے اور وہ نبی علیہ السلام کے مشابہہ تھے۔ سیرت میں' خصلت میں' اور چال ڈھال میں یعنی آپ کی حرکات و سکنات 'در کلام میں آپ کے مشابہہ تھے اور وہ حسب استطاعت آپ کی عبادت میں بھی مشابہت کی کوشش کرتے تھے۔ عہد عثمانی میں ۳۲ یا ۳۳ھ میں مدینہ منورہ میں ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے' بعض کہتے ہیں کوفہ میں فوت ہوئے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(۱۲) حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ : امام احمد (ولید بن مسلم' ابن جابر' قاسم ابوعبدالرحمان) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں ان گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی --- وہ راستہ جو دو پہاڑوں کے درمیان ہوتا ہے --- میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کی مہار تھامے آگے چل رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عقبہ کیا تم سوار نہ ہوگے؟ وہ کہتے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ میرا سوار ہونا معصیت ہوگا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نیچے اتر آئے اور میں کچھ دیر سوار ہوا۔ پھر آپ نے سوار ہو کر فرمایا' اے عقبہ! کیا میں تجھے دو بہتر سورتیں نہ سکھاؤں جن کو لوگ پڑھتے ہیں؟ عرض کیا' کیوں نہیں یارسول اللہ! فرمایئے۔ پھر آپ نے مجھے معوذتین پڑھائیں' پھر جماعت ہوئی تو نماز میں بھی رسول اللہ ﷺ نے ان کی تلاوت فرمائی۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا سوتے اور جاگتے وقت ان کو پڑھ۔

یہ روایت امام نسائی نے بھی بذریعہ ولید بن مسلم اور عبداللہ بن مبارک از ابن جابر بیان کی ہے۔ نیز امام نسائی اور ابوداؤد نے (ابن وھب' معاویہ بن صالح' علاء بن حارث' قاسم ابوعبدالرحمان' عقبہ سے) بھی نقل کی ہے۔

(۱۳) حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ : امام بخاری نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت قیسؓ کا مقام و مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں وہی تھا جو امیر کے ہاں پولیس افسر کا ہوتا ہے۔ قیسؓ نہایت دراز قامت تھے' صرف ٹھوڑی پر بال تھے' لمبے سے لمبا آدمی بھی ان کی شلوار پہنتا تو اس کے ناک تک پہنچ جاتی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی شلوار شاہ روم کے پاس بھیجی کیا تمہارے ہاں کوئی اس قدر طویل قامت انسان ہے جس کو یہ شلوار پوری آسکے۔ شاہ روم یہ شلوار دیکھ کر حیران رہ گیا۔ قیسؓ نہایت کریم اور فیاض تھے' دانش مند اور مدبر تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے طرفدار تھے۔ مسعر نے معبد بن خالد سے بیان کیا ہے کہ قیسؓ انگشت شہادت کو مسلسل اٹھائے ہوئے دعا کرتے تھے۔ بقول واقدی اور خلیفہ بن خیاط وغیرہ وہ مدینہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں فوت ہوئے۔

حافظ ابوبکر بزار (عمر بن خطاب بجستانی' علی بن یزید حنفی' سعید بن صلت' اعمش' ابوسفیان) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ بیس نوجوان انصاری رسول اللہ ﷺ کی ضروریات کے لئے حاضر رہتے تھے۔ آپ کو جب کوئی امر درپیش ہوتا تو آپ ان کو روانہ فرماتے۔

(۱۴) حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ : آپ بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک مسلح جوان کی طرح رہتے تھے جیسا کہ وہ شمشیر بکف حدیبیہ کے روز' خیمہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ ان کا چچا عروہ بن مسعود ثقفی جب پیغام لے کر آیا' وہ عرب کے دستور کے مطابق بات کرتا ہوا اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک کی طرف بڑھاتا تو وہ اس کے ہاتھ کو تلوار کے دستہ سے ٹھونک کر کہتے اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک سے پیچھے ہٹا کر رکھ قبل ازیں کہ وہ تجھے پہنچ نہ جائے۔ یہ حدیث گذر چکی ہے۔

بقول محمد بن سعد وغیرہ' تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت ابوسفیانؓ کے ہمراہ' امیر بنا کر روانہ کیا تھا جب وہ اہل طائف کے "ربتہ" نامی لات کو مسمار کرنے کی غرض سے گئے تھے۔ آپ عرب کے مدبر اور داھیہ تھے۔ شعبی کہتے ہیں میں نے حضرت مغیرہؓ کو کہتے ہوئے سنا مجھ پر کبھی کوئی غالب نہیں آیا۔

شعبی کا بیان ہے کہ قبیصہ بن جابر نے کہا' میں مغیرہؓ کے ہمراہ رہا ہوں' اگر شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور کسی دروازے سے بھی بغیر عقل و فکر اور سوچ و تدبر کے نہ نکلا جا سکتا ہو تو وہ ان آٹھ دروازوں سے ہی باہر آسکتا ہے۔ بقول شعبی' قاضی اور جج چار ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ۔ دانشمند اور مدبر بھی چار ہیں حضرت امیر معاویہؓ حضرت عمروؓ بن عاص' حضرت مغیرہؓ اور حضرت زیادؓ۔ بقول امام زہری عرب کے دھاۃ اور دانش مند پانچ ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ حضرت عمرؓ' حضرت مغیرہؓ اور دو حضرت قیس بن سعد اور حضرت عبداللہ بن بدیل بن ورقا۔

بقول امام مالک' حضرت مغیرہؓ بن شعبہ' نکاح کے رسیا تھے۔ وہ کہتے ہیں ایک بیوی والا مرد تو ایسا ہے اگر اس کی بیوی حیض سے ہو گئی تو وہ بھی حیض میں مبتلا ہو گیا' وہ بیمار پڑ گئی تو وہ بھی بیمار ہو گیا اور دو بیویوں والا مرد دو سلگتی آگوں کے درمیان ہے چنانچہ وہ بیک وقت چار سے نکاح کرتے اور چار کو ہی بیک وقت طلاق دے دیتے۔ کسی مورخ کا بیان ہے کہ انہوں نے اسی خواتین سے نکاح کیا۔ بعض تین سو عورتوں سے نکاح کرنے کو بیان کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ایک ہزار عورتوں سے شادی کی' واللہ اعلم۔ ان کے زمانہ وفات میں شدید اختلاف ہے۔ صحیح اور مشہور قول وہ ہے جس پر خطیب بغدادی نے اجماع نقل کیا ہے کہ وہ ۵۰ھ میں فوت ہوئے۔

(۱۵) حضرت مقداد بن اسود ابو معبد کندی حلیف بنی زہری رضی اللہ عنہ : امام احمد (عفان' حماد بن سلمہ' ثابت' عبدالرحمان بن ابی لیلی) مقداد بن اسود سے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ آیا ہم نے لوگوں سے ملاقات کی۔ کسی نے ہماری مہمانی نہ کی' چنانچہ ہم نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے' اپنا مدعا بیان کیا تو آپؐ ہمیں اپنے دولت کدہ پر لے گئے' آپؐ کے ہاں چار بکریاں موجود تھیں' آپؐ نے فرمایا مقداد! ان کو دوھ اور دودھ کو چار حصوں میں تقسیم کر دے اور ہر فرد کو اس کا حصہ دے دے چنانچہ میں ایسا ہی کرتا تھا۔ ایک رات میں نے نبی علیہ السلام کا حصہ اٹھا کر رکھ دیا آپ دیر تک تشریف نہ لائے اور

میں اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ میرے دل میں آیا کہ نبی علیہ السلام کسی انصاری کے ہاں تشریف لے گئے ہیں' وہ دودھ پی کر ہی آئیں گے۔ اگر میں یہ دودھ پی لوں تو کوئی مضائقہ نہیں' یہ وسوسہ مجھے دیر تک لاحق رہا یہاں تک کہ میں نے وہ دودھ نوش کر لیا۔ جب میں وہ دودھ پی چکا تو مختلف خیالات اور وسوسے میرے ذہن میں سما گئے کہ نبی علیہ السلام ابھی بھوکے پیاسے تشریف لائیں گے اور پیالہ میں دودھ نہ پائیں گے (تو کیا حشر ہو گا) چنانچہ میں نے اسی ادھیڑبن میں منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ نبی علیہ السلام تشریف لائے' آپ نے اس انداز سے سلام کہا کہ جاگتے کو سنائی دے اور سوتے کو بیدار نہ کرے۔ پھر آپ نے پیالہ سے ڈھکنا اٹھایا اور اس میں کچھ نہ پایا تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر دعا فرمائی "الٰہی جو شخص میرے خورد و نوش کا اہتمام کرے تو اس کے کھانے پینے کا انتظام کر" میں آپ کی دعاء مستجاب کو غنیمت سمجھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ چھری پکڑ کر بکریوں کو ٹٹولنے لگا کہ کون سی فربہ ہے کہ اسے ذبح کروں' اتفاقاً میرا ہاتھ بکری کے تھنوں پر پڑا تو وہ دودھ سے لبریز تھے' دوسری کو ٹٹولا تو وہ بھی دودھ سے لبریز ہے۔ پھر میں نے باقی ماندہ کو دیکھا تو ان کے تھن بھی دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کا دودھ دھویا اور آپؐ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا "نوش فرمایئے" پھر آپ نے پوچھا مقداد بات کیا ہے؟ میں نے عرض کیا نوش فرمایئے پھر واقعہ گوش گزار کروں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا مقداد! یہ تیری کوئی غلط حرکت ہے۔ پھر آپ نے پیا اور فرمایا "پیو" میں نے عرض کیا یانبی اللہ! آپ نوش فرمایئے۔ آپ نے اس قدر نوش فرمایا کہ خوب سیر ہو گئے۔ پھر میں نے پیا اور آپ کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ میں نے ذرا تفصیل سے عرض کیا کہ ایسے ایسے ہوا۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ برکت ہے جو آسمان سے نازل ہوئی ہے تو نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا کہ تمہارے ساتھیوں کو بھی پلاتا تو میں نے عرض کیا جب یہ مبارک دودھ آپ نے اور میں نے نوش کر لیا تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کسی نے پیا یا نہیں۔

نیز اس واقعہ کو امام احمد (ابوالنضر' سلیمان بن مغیرہ' ثابت' عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ) حضرت مقداد سے حسب سابق بیان کرتے ہیں۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ انہوں نے ایسے برتن میں دوھا جس میں وہ دودھ دوہ نہ سکتے تھے۔ اس قدر دوھا کہ اس پر جھاگ آ گئی' جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا تو آپؐ نے فرمایا مقداد! کیا تم نے آج شب دودھ نہیں پیا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ نوش فرمایئے۔ آپ نے پیا' پھر مجھے دیا' میں نے مکرر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ہی نوش فرمایئے۔ پھر آپ نے پی لیا' پھر پیالہ مجھے دیا۔ میں نے باقی ماندہ پی لیا۔ جب میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ خوب سیر ہو گئے ہیں اور آپ کی دعا کی برکت سے میں فیض یاب ہو چکا ہوں تو میں ہنستے ہنستے زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مقداد! تیری کوئی حرکت ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے یہ وسوسہ آیا اور میں نے آپ کے حصہ کا دودھ پی لیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا کہ اپنے ساتھیوں کو جگاتا اور وہ بھی اس برکت سے مستفیض ہوتے۔ میں نے عرض کیا واللہ! جب آپ نے نوش فرما لیا اور میں بھی آپ کے ساتھ سیر ہو گیا تو پرواہ نہیں کہ کسی کو ملے یا نہ ملے۔ اس روایت کو مسلم'

ترمذی اور نسائی نے سلیمان بن مغیرہ سے بیان کیا ہے۔

(۱۶) حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ غلام حضرت ام سلمہؓ : طبرانی (ابوالزنباع روح بن فرج' یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر' ابراہیم بن عبداللہ' بکیر) مہاجر غلام ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی متعدد سال خدمت کی۔ آپؐ نے میرے کسی کام پر نکتہ چینی نہیں کی اور نہ ہی کسی کام کے نہ کرنے پر باز پرس کی۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ کی ۱۰ یا ۵ سال خدمت کی۔

(۱۷) حضرت ابو السمح رضی اللہ عنہ : ابوالعباس محمد بن اسحاق ثقفی (مجاہد بن موسیٰ' عبدالرحمان بن مہدی' یحییٰ بن ولید' محل بن خلیفہ) حضرت ابو السمح سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا خدمت گار تھا۔ جب آپ غسل کرنا چاہتے تو مجھے فرماتے میرا لوٹا مجھے پکڑا دے میں پکڑا دیتا اور آپ کو پردہ مہیا کر دیتا۔ ایک روز حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ کو آپ کے پاس لایا گیا' انہوں نے آپؐ کے سینہ مبارک پر پیشاب کر دیا۔ میں اس کو دھونے کے لئے تیار ہوا تو فرمایا لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر پانی کا چھینٹا مارا جاتا ہے۔ ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے اس روایت کو مجاہد بن موسیٰ سے نقل کیا ہے۔

(۱۹) خلیفہ رسول اللہ ﷺ یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ : آپ جملہ صحابہ کرام سے مطلقاً افضل و برتر ہیں۔ آپؓ نے سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کی بنفس نفیس خدمت کی' خصوصاً غار ثور میں اور وہاں سے نکلنے کے بعد بھی یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (جیسا کہ مختلف مقامات پر آپ کی خدمت گزاری کا مفصل بیان ہو چکا ہے)

وحی اور مکاتب وغیرہ لکھنے والے

خلفاء اربعہ' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر اصحاب رسول ﷺ درج ذیل ہیں۔

(۵) حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ : حضرت ابان بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیٰ اموی اپنے دونوں بھائیوں خالدؓ اور عمروؓ کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد کیونکہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو پناہ دی تھی جب انہیں رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا اور خیبر سے قبل کیونکہ ان کا غنائم خیبر کی تقسیم میں صحیح بخاری میں حدیث ابوہریرہؓ میں ذکر موجود ہے۔

اسلام قبول کرنا : ان کے اسلام قبول کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ شام میں کاروبار کے سلسلہ میں گئے۔ وہاں ایک راہب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے راہب کے پاس رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا۔ راہب نے پوچھا ان کا نام کیا ہے؟ بتایا محمدؐ ہے تو راہب نے کہا میں ان کی آپ کے سامنے صفات بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو ہوبہو صفات بیان کر دیں اور حضرت ابانؓ کو کہا جب واپس جاؤ تو ان کو میرا اسلام کہنا۔ چنانچہ وہ واپس ... در ہیں جس کو

عبدالملک بن مروان نے قتل کیا تھا۔

پہلا کاتب : ابن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سب سے پہلا کاتب وحی ابی بن کعب ہے۔ ابی موجود نہ ہوتے تو زید بن ثابت کتابت کرتے۔ نیز حضرت عثمانؓ حضرت خالدؓ بن سعید اور حضرت ابانؓ بن سعید بھی مدینہ میں آپ کے کاتب تھے۔ مکی سورتوں کے نزول کے وقت ابی بن کعب نہ تھے تو وہ صحابہؓ نے مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائیں۔

وفات : حضرت ابانؓ کے سن وفات میں شدید اختلاف ہے۔ بقول موسیٰ بن عقبہ' مصعب بن زبیر' زبیر بن بکار اور اکثر اہل نسب کے وہ جنگ اجنادین میں جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں فوت ہوئے اور بعض مورخ کہتے ہیں کہ وہ جنگ "مرج صفر" میں ۱۴ھ میں شہید ہوئے۔ بقول محمد بن اسحاق رہان اور عمرو اسراحی سعید دونوں جنگ یرموک میں ۵ رجب ۱۵ھ میں شہید ہوئے بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں فوت ہوئے۔ وہ "مصحف امام" حضرت زیدؓ بن ثابت کو لکھوایا کرتے تھے اور ۲۹ھ میں فوت ہوئے' واللہ اعلم۔

(۶) سید القراء حضرت ابی بن کعب ؓ : حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید خزرجی انصاری ابوالمنذر یا ابوطفیل عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ جنگ بدر اور مابعد کے جملہ غزوات میں بھی شریک تھے۔ معتدل قامت' نحیف و نزار' سر اور ریش کے بال سفید' خضاب استعمال نہ کرتے تھے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ چار انصاریوں نے قرآن جمع کیا۔ حضرت ابی بن کعب' حضرت معاذ بن جبل' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابویزید انصاری نے' رضی اللہ عنہم۔ (متفق علیہ)

"قرآن سناؤں" کا مطلب : صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابیؓ کو فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قرآن سناؤں۔ حضرت ابیؓ نے از راہ حیرت کہا' یارسول اللہ ﷺ! کیا میرا نام لے کر آپ کو حکم دیا گیا ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو وہ فرط مسرت سے آبدیدہ ہو گئے۔ "ان اقرء علیک" کہ میں تجھے قرآن سناؤں کا مطلب ہے کہ تبلیغ و ارشاد کی خاطر سناؤں۔ تعلم اور سیکھنے کے لئے نہیں۔ اس مفہوم کو اہل علم کم ہی سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس کی وضاحت اس لئے کی ہے کہ تعلم اور سیکھنے کا کوئی خیال نہ کرے۔

تلاوت کا سبب : نیز ہم نے اس قراءت اور تلاوت کا سبب بھی بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابیؓ کو سورۃ (۱/۹۸) لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین منفکین پڑھ کر سنائی کہ حضرت ابیؓ بن کعب نے ایک قاری پر اعتراض کیا تھا جس نے اس کی قرائت کے خلاف پڑھا تھا۔ پھر یہ معاملہ حضرت ابیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا تم پڑھو۔ انہوں نے تلاوت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسے ہی یہ سورہ نازل ہوئی ہے۔ پھر دوسرے شخص کو کہا پڑھ۔ اس نے قرات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ایسے ہی یہ سورہ نازل ہوئی ہے۔" یہ فیصلہ سن کر حضرت ابیؓ نے کہا میں شک و ارتیاب اور تذبذب میں مبتلا ہو گیا حالانکہ میں اس وقت مسلمان تھا۔ وہ کہتے ہیں (رسول اللہ ﷺ نے میرا شک بھانپ کر) میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میں پسینہ سے شرابور ہو گیا' گویا میں خوف سے اللہ کی طرف دیکھ

رہا ہوں۔ بعد ازیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ سورہ تلاوت کر کے سنائی' ان کی استقامت اور ثابت قدمی کے لئے اور اس وضاحت کی خاطر کہ قرآن حق اور سچ ہے اور وہ متعدد قراءتوں پر نازل ہوا ہے' قراءت کرنے والوں پر رحمت و شفقت کی خاطر۔ بقول ابن ابی خیثمہ' حضرت ابیؓ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے وحی کی کتابت کی۔

وفات : سن وفات میں اختلاف ہے۔ ۱۹ھ یا ۲۰ھ یا ۲۳ھ میں وفات ہوئی اور بعض کے نزدیک شہادت عثمانؓ سے ایک جمعہ قبل' واللہ اعلم۔

(۷) حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ : ارقم بن ابی الارقم عبد مناف بن اسد بن جندب بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم مخزومی' آغاز اسلام میں اسلام قبول کیا۔ انہی کے مکان میں جو صفا کے پاس تھا رسول اللہ ﷺ چھپے ہوئے تھے' بعد ازاں یہ مکان "خیزران" کے نام سے معروف ہوا۔ انہوں نے ہجرت کی' غزوۂ بدر اور مابعد کے غزوات میں شامل رہے' ان کے اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے درمیان رسول اللہ ﷺ نے اخوت قائم کی۔ حضرت ارقمؓ نے ہی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی سے عظیم بن حارث محاربی کے نام قطعات اراضی تحریر کی۔ یہ وثیقہ حافظ ابن عساکر (عتیق بن یعقوب زبیری' عبدالملک بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم' ابوہ ابوبکر) جدہ عمرو بن حزم سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت ارقم ۸۵ سال کی عمر میں ۵۳ھ یا ۵۵ھ میں فوت ہوئے۔

۲ حدیثیں : امام احمد نے ان کی دو احادیث بیان کی ہیں۔ (۱) احمد اور حسن بن عرفہ۔ (اللفظ لاحمد) (عباد بن عباد مھلبی' ہشام بن زیاد' عمار بن سعد' عثمان بن ارقم) حضرت ارقم بن ابی الارقمؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے روز لوگوں کی گردنیں لتاڑتا ہوا آگے گزرتا ہے اور امام کے خطبہ کیلئے آنے کے بعد دو آدمیوں میں تفریق پیدا کرتا ہے وہ دوزخ میں آنتیں گھسیٹنے والے کی مانند ہے۔

(۲) امام احمد (عصام بن خالد' عطاف بن خالد' یحیٰی بن عمران' عبداللہ بن عثمان بن ارقم) حضرت ارقمؓ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہاں کا قصد ہے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہاں' اور ہاتھ سے بیت المقدس کی سمت کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے پوچھا' کیا تجارت کی غرض سے جا رہے ہو! اس نے عرض کیا جی نہیں' میں تو صرف وہاں نماز پڑھنے کی خاطر جانا چاہتا ہوں' آپ نے فرمایا وہاں نماز پڑھنا --- ہاتھ سے مکہ کی طرف اشارہ فرمایا --- ہزار نماز سے بہتر ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا۔ (تفرد بھا احمد)

(۸) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ : حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری خزرجی ابو عبد الرحمان یا ابو محمد مدنی خطیب انصار' بعض خطیب النبی ﷺ کہتے ہیں۔

مکتوب نبوی : محمد بن سعد' علی بن محمد مدائنی سے ان کی اسانید سے متعدد شیوخ سے وفود عرب کے بارے بیان کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عبس یمانی اور مسلمہ بن ہاران مدانی اپنی قوم کے وفد میں فتح مکہ کے بعد' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول

کرنے کے بعد اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ آپ نے ان کو ایک مکتوب تحریر کروا دیا جس میں انکے مال و مویشی کی زکوٰۃ کے احکام تھے۔ اس کو حضرت ثابت بن قیس بن شماس نے لکھا اور حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ اس کے شاہد اور گواہ ہیں۔

حضرت ثابتؓ کے متعلق، صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ جامع ترمذی میں امام ترمذی نے شرط مسلم کی حامل سند سے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ اچھا آدمی ہے، عمرؓ اچھا آدمی ہے، ابوعبیدہؓ بن جراح اچھا آدمی ہے، اسیدؓ بن حضیر اچھا آدمی ہے، ثابتؓ بن قیس بن شماس اچھا آدمی ہے، معاذؓ بن عمرو بن جموح اچھا آدمی ہے۔ حضرت ثابت بن قیسؓ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں جنگ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔

(۹) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ : حضرت حنظلہ بن ربیع بن صیفی بن ریاح بن حارث بن مخاشن بن معاویہ بن شریف بن جروہ بن اسید بن عمرو بن تمیم تمیمی اسیدی کاتب نبوی۔ ان کا بھائی رباح بھی صحابی ہے اور چچا اکثم بن صیفی دانائے عرب میں سے ہے۔ بقول واقدی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے نوشت تحریر کی۔ مگر بعض بیان کرتے ہیں کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف کی طرف صلح کے لئے روانہ کیا تھا۔ یہ حضرت خالدؓ کے ہمراہ عراق وغیرہ کے معرکوں میں بھی شامل رہے۔

حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں بقید حیات تھے مگر جنگ جمل وغیرہ میں ان کے ہمراہ جنگ میں شریک نہ ہوئے اور جب کوفہ میں حضرت عثمانؓ کو گالی گلوچ دی جانے لگی تو وہ وہاں سے ترک سکونت کر کے چلے آئے اور خلافت علیؓ کے بعد فوت ہوئے۔

اسد الغابہ میں ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات کے بعد بیوی نے ان پر جزع فزع کا اظہار کیا اور ہمسایہ عورتوں نے اس پر طعن و ملامت کی تو اس نے کہا۔

تعجبت دعد لمحزونة تبكي على ذي شيبة شاحب
إن تسأليني اليوم ماشفني أخبرك قولا ليس بالكاذب
إن سواد العين أودى به حزن على حنظلة الكاتب

(ایک غمگین عورت پر "دعد" نے حیرت و استعجاب کا اظہار کیا ہے۔ جو ایک زرد چہرے والے بوڑھے پر آہ و فغاں کر رہی ہے۔ اگر تو آج مجھ سے پوچھے کہ مجھے کس چیز نے کمزور و ناتواں بنا دیا ہے۔ تو میں تجھے سچی بات بتاؤں گی کہ آنکھ کی پتلی کو "حنظلہ" کاتب کے رنج و غم نے خراب کر دیا ہے)

احمد بن عبداللہ بن رقی کا بیان ہے کہ وہ فتنہ و فساد سے الگ تھلگ رہے اور خلافت علیؓ کے بعد فوت ہوئے اور ان سے دو حدیثیں مروی ہیں۔ میں کہتا ہوں بلکہ تین روایات مروی ہیں۔

(ا) امام احمد (عبدالصمد اور عفان، ہمام، قتادہ) حنظلہ کاتب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص پانچ وقت نماز کے رکوع و سجود، وضو اور اوقات کی پابندی اور حفاظت کرے اور اس کا اعتقاد ہو کہ میں منجانب اللہ حق اور سچ ہوں تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا یا فرمایا اس کے

لئے جنت واجب ہے۔ امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں' قتادہ اور حنظلہ کی ملاقات نہ ہونے کے باعث منقطع ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲) احمد' ترمذی اور ابن ماجہ (سعید جریری' ابوعثمان نہدی) حنظلہ سے نقل کرتے ہیں (کہ آپؐ نے فرمایا) اگر تمہاری ہمیشہ وہ حالت رہے جس حالت میں تم میرے پاس موجود ہوئے ہو تو ملائیکہ تم سے تمہاری محفلوں' راستوں اور بستروں پر تم سے مصافحہ کریں' لیکن وقت وقت کی بات ہے۔ اس روایت کو امام احمد اور ترمذی نے (عمران بن داوٗد قطان' قتادہ' یزید بن عبداللہ بن شخیر) حضرت حنظلہؓ سے بھی بیان کیا ہے۔

(۳) احمد' نسائی اور ابن ماجہ (سفیان ثوری' ابوالزناد' مرقع بن صیفی بن حنظلہ) حضرت حنظلہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو جنگ میں قتل کرنے سے منع فرمایا۔

تیسری روایت پر بحث اور تحقیق : مگر اس روایت کو امام احمد (عبدالرزاق' ابن جریج' ابوالزناد' مرقع بن صیفی بن رباح بن ربیع) جدہ رباح بن ربیع برادر حنظلہ کاتب سے بیان کرتے ہیں۔ نیز اسی طرح امام احمد (حسین بن محمد اور ابراہیم بن ابی العباس' مغیرہ بن عبدالرحمان' ابوہ عبدالرحمان) نیز (حسین بن محمد اور ابراہیم بن ابی العباس' سعید بن منصور اور ابوعامر عقدی' مغیرہ بن عبدالرحمان' ابوالزناد' مرقع) جدہ رباح سے بیان کرتے ہیں۔ امام نسائی اور ابن ماجہ نے مغیرہ بن عبدالرحمان کی سند سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور امام ابوداوٗد اور امام نسائی (عمر بن مرقع' مرقع' جدہ رباح) سے بیان کرتے ہیں۔ بس ثابت ہوا یہ حدیث رباح سے مروی ہے نہ کہ حضرت حنظلہ سے۔ اسی وجہ سے ابن ابی شیبہ نے کہا ہے کہ سفیان ثوری اس حدیث میں غلطی کرتے تھے۔

میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں کہ احمد بن عبداللہ بن رقی کا قول صحیح ثابت ہوا کہ حنظلہ سے صرف دو ہی روایات مروی ہیں۔

(۱۰) حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ : حضرت خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ابوسعید اموی' ابتدائے اسلام میں ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ بعض کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تین یا چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ دن بعد مسلمان ہوئے۔

عجب خواب : اور ان کے اسلام قبول کرنے کا باعث یہ ہوا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ دوزخ کے کنارے پر کھڑے ہیں' اور انہوں نے دوزخ کی اس قدر وسعت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو جانتا ہے۔ اور انہوں نے کہا گویا میرا والد مجھے اس میں دھکیل رہا ہے اور رسول اللہؐ میرا ہاتھ تھامے ہیں' مجھے گرنے سے روک رہے ہیں۔ انہوں نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بیان کیا تو انہوں نے کہا' تمہاری خیر خواہی مطلوب ہے۔ اللہ کے رسول موجود ہیں' ان کی پیروی کرو' خوفناک چیز سے نجات پا جاؤ گے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ جب ان کے مسلمان ہونے کی اطلاع والد کو ملی تو وہ ناراض ہو گیا اور ہاتھ میں موجود عصا سے اس قدر مارا کہ عصا ان کے سر پر توڑ دیا اور ان کو خانہ بدر کر دیا۔ خورد و نوش بند کر دیا اور باقی بھائیوں کو بات چیت کرنے سے روک دیا۔

چنانچہ حضرت خالدؓ بن سعید شب و روز رسول اللہ ﷺ کے پاس رہنے لگے۔ بعد ازاں ان کے بھائی

عمرو بھی مسلمان ہو گئے۔ پھر دونوں نے لوگوں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور حضرت ام حبیبہؓ کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حبشہ میں نکاح کے وقت ولی بنے' جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ پھر وہ حبشہ سے جعفر طیار کے ہمراہ ہجرت کر کے چلے آئے اور خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ خیبر فتح کر چکے تھے اور ان دونوں کو مسلمانوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد غنیمت خیبر سے حصہ دیا اور ان کا بھائی ابان بن سعید بھی آیا اور وہ بھی خیبر کی فتح میں شامل تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ ان کو اعمال حکومت سپرد کرتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں' وہ شام کی طرف جہاد کے لئے گئے اور "اجنادین" میں شہید ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں "مرج صفر" میں' واللہ اعلم۔

مکتوب نبوی : عتیق بن یعقوب (عبدالملک بن ابی بکر' ابوہ ابوبکر' جدہ) عمرو بن حزم سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالدؓ بن سعید نے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ایک مکتوب تحریر کیا۔

"بسم اللہ الرحمان الرحیم' یہ ہے وہ عطیہ جو محمد رسول اللہ ﷺ نے راشد بن عبد رب سلمی کو عطا کیا۔ اس کو رہاط مقام میں تین بار پتھر پھینکنے کی مسافت تک قطعہ اراضی عطا کیا بس جو شخص اس کو ڈرائے اس کو کوئی حق نہیں پہنچتا اور اس کا حق ہی صحیح ہے۔" یہ نوشت خالد بن سعید نے تحریر کی۔

محمد بن سعد (واقدی' جعفر بن محمد بن خالد) محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفانؓ سے بیان کرتے ہیں حبشہ سے واپسی کے بعد حضرت خالدؓ مدینہ میں مقیم ہو گئے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ انہی نے وفد ثقیف کے لئے اہل طائف کو تحریر لکھ کر دی تھی اور انہوں نے ہی ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صلح کے فرائض انجام دیئے تھے۔

(۱) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ : حضرت خالد بن ولید بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابوسلیمان مخزومی' وہ ہیں فاتح اسلامی' محمدی لشکروں' قابل ستائش مجلسوں اور کامیاب معرکوں کے امیر اور سپہ سالار' صائب الرائے' نہایت جری اور دلیر اور عمدہ طرز زندگی کے حامل۔

مشہور ہے کہ وہ جس لشکر میں شامل ہوتے وہ لشکر شکست سے دوچار نہ ہوتا' نہ اسلام کے دور میں اور نہ کفر کے عہد میں۔ بقول زبیر بن بکار' قریش میں خیمہ جات اور گھوڑوں کی لگامیں ان کے سپرد تھیں۔ حضرت خالدؓ بن ولید' حضرت عمروؓ بن عاص' حضرت عثمانؓ بن طلحہ بن ابی طلحہ' صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ بعض کہتے ہیں خیبر میں مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ انہیں سپہ سالار اور امیر ہی نامزد کر کے روانہ کرتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ جملہ عساکر اسلامیہ کے سربراہ اور امیر تھے۔ حضرت عمرؓ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے ان کو معزول کر کے امین امت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو امیر عساکر مقرر کر دیا بشرطیکہ وہ حضرت خالدؓ کی رائے سے اختلاف نہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۱ھ یا ۲۲ھ میں فوت ہوئے۔ (پہلا قول زیادہ صحیح ہے) حمص سے ایک میل کی مسافت پر ایک بستی میں۔ واقدی کہتے ہیں میں نے اس بستی کے بارے دریافت کیا تو معلوم ہوا وہ نابود ہو چکی ہے۔ بقول دحیم مدینہ میں فوت ہوئے مگر پہلا قول صحیح تر ہے۔ متعدد احادیث بیان کی ہیں جن کا استیعاب طوالت کا باعث ہے۔

مکتوب نبوی ؐ : عتیق بن یعقوب (عبدالملک بن ابی بکر' ابوہ' جدہ) عمرو بن حزم سے بیان کرتے ہیں قطعات اراضی رسول اللہ ﷺ نے ان کو بطور جاگیر دیں۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم' محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنام جمیع اہل اسلام' بے شک وادی "وج" اور اس کا شکار نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کا شکار کیا جائے۔ جو شخص اس کا ارتکاب کرے اسے کوڑے لگائے جائیں اور اس کا لباس اتار لیا جائے۔ پھر بھی وہ باز نہ آئے تو اسے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ حکم محمد نبی علیہ السلام کی جانب سے ہے اور خالد بن ولید نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تحریر کیا۔ کوئی اس سے تجاوز نہ کرے۔ جو تجاوز کرے گا وہ خود پر ظلم کرے گا' محمد ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا۔

(۱۴) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ : حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ ابو عبداللہ اسدی **:** یکے از عشرہ مبشرہ' یکے از شش اصحاب شوریٰ' جن سے بوقت وفات رسول اللہ ﷺ خوش و خرم تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حواری اور معاون ہیں۔ آپؓ کی پھوپھی صفیہ کے لخت جگر اور اسماء بنت ابی بکر کے شوہر نامدار ہیں۔ عتیق بن یعقوب نے اپنی گذشتہ سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ بن عوام نے بنی معاویہ بن جرول کا وہ مکتوب تحریر کیا جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم صادر فرمایا تھا۔ ابن عساکر نے بھی یہ عتیق سے بیان کیا ہے۔

حضرت زبیرؓ آٹھ یا سولہ سال کی عمر میں عہد اسلام کے آغاز میں مسلمان ہوئے۔ دو ہجرتیں کیں' جملہ غزوات میں شریک ہوئے اور آپ پہلے مجاہد ہیں جنھوں نے راہ خدا میں تلوار سونتی۔ جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور کارکردگی میں سب سے افضل تھے۔ دشمن کی صفوں کو اول سے آخر تک دو مرتبہ چیر کر عبور کیا دوسری جانب صحیح سالم نکل گئے۔ صرف گدی پر دو زخم آئے جنگ خندق میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا تھا "فداک ابی وامی" میرے ماں باپ تجھ پر قربان! نیز آپؐ نے فرمایا ہر نبی کا حواری ہوتا ہے' میرا حواری زبیر ہے۔ آپ کے بے شمار فضائل و مناقب اور محاسن ہیں۔

وفات : جنگ جمل میں شہید ہوئے' آپ جنگ سے واپس آرہے تھے کہ "وادی سباع" میں آپ کی عمرو بن جرموز' فضالہ بن حابس اور نضیع تمیموں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ابن جرموز نے بڑھ کر حملہ کیا اور آپ کو نیند کی حالت میں قتل کر ڈالا۔ بروز جمعرات ۱۰ جمادی اولیٰ ۳۶ھ میں ٦۷ سال کی عمر میں۔

وسیع ترکہ : آپؓ نے وفات کے بعد ترکہ میں کثیر سرمایہ چھوڑا۔ اور آپ نے دو کروڑ دو لاکھ قرض ادا کرنے کے بعد ایک تہائی مال کی وصیت فرمائی۔ قرض کی ادائیگی اور وصیت شدہ مال نکالنے کے بعد آپ کی چار بیویوں میں سے ہر بیوی کے حصہ ایک ایک کروڑ اور دو دو لاکھ درہم آیا۔ چنانچہ آپ کے سارے ترکہ کی میزان ہے۔ ۵۹ کروڑ اسی لاکھ۔ یہ سارا سرمایہ حلال ذرائع سے حاصل کیا تھا۔ فے' غنیمت اور تجارتی وسائل آمدنی سے یہ سارا سرمایہ اور ترکہ بروقت زکوۃ کی ادائیگی' احباب اور ضرورت مند لوگوں کی ضروریات پورا کرنے کے بعد باقی بچا تھا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت زبیرؓ کو جنت عطا فرمادی کیونکہ سید کائنات ﷺ نے آپ کو جنت کا مژدہ سنایا تھا' وللہ الحمد والمنہ۔

اسد الغابہ میں ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو خراج ادا کرتے تھے اور آپ یہ خراج صدقہ و خیرات میں صرف کر دیتے تھے۔ حضرت حسانؓ نے آپکی مدح و ستائش میں کہا۔

اقام علی عهد النبی وهدیه حواریه والقول بالفضل یعدل
أقام علی منهاجه وطریقه یوالی ولیّ الحق والحق أعدل
هو الفارس المشهور والبطل الذی یصول اذا ما کان یوم محجل
وإن امرأ کانت صفیة أمه ومن أسد فی بیته لمرسل

(نبی علیہ السلام کا حواری' نبی کے عہد اور سیرت پر گامزن رہا۔ ان کی خوبی اور بڑائی بیان کرنا عدل و انصاف ہے۔ وہ آپؐ کے منہج اور راہ پر قائم رہا' حق دار کی حق رسی کرتا تھا اور صداقت' عدالت انصاف کا حامل ہے۔ وہ شہرہ آفاق فارسی اور شاہ سوار ہے۔ وہ ایسا جری بہادر ہے جو گھمسان کی جنگ میں حملہ آور ہوتا ہے۔ بے شک وہ آدمی جس کی والدہ صفیہ ہے اور وہ اسدی خاندان سے ہے۔ اپنے گھر میں خوشحال ہے)

له من رسول الله قربی قریبة ومن نصرة الاسلام مجد مؤثل
فکم کربة ذب الزبیر بسیفه عن المصطفی والله یعطی ویجزل
اذا کشفت عن ساقها الحرب حشها بأبیض [سیاف] الی الموت یرفل
فما مثله فیهم ولا کان قبله ولیس یکون الدهر مادام یذبل

(ان کی رسول اللہ ﷺ سے نزدیکی رشتہ داری ہے اور اسلام کی نصرت و مدد میں ان کی قدیم مجد و عزت ہے۔ کتنے ہی مصائب اس نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی تلوار سے روکے' اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا اور بہت دے گا۔ جب جنگ برپا ہو جاتی ہے تو چمکدار سفید تلوار کو لے کر دیوانہ وار موت کی طرف ناز و نخرے سے چلتا ہے۔ اس کی مثل ان میں کوئی تھا اور نہ اب ہی ہے اور نہ کبھی ہو گا جب تک زمانہ کسی کا شکار رہے گا)

قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ آپ کو وادی سباع میں ابن جرموز تمیمی نے نیند کی حالت میں تہ تیغ کر دیا اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ دہشت زدہ نیند سے اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے اور ابن جرموز نے آپ کو مبارزت اور آمنے سامنے لڑائی کی دعوت دی تو حضرت زبیرؓ نے جب اس پر حملہ کیا تو ابن جرموز کے ساتھیوں نے اس کا تعاون کر کے حضرت زبیرؓ کو شہید کر دیا۔ ابن جرموز نے آپ کا سر اور تلوار لے لی' جب سر اور تلوار لے کر حضرت علیؓ کے پاس آیا تو حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کی تلوار دیکھ کر کہا' بے شک اس تلوار نے بارہا رسول اللہ ﷺ کی ذات سے مصائب کو دفاع کیا اور حضرت علیؓ نے اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا' کہ زبیرؓ کے قاتل کو دوزخ کا مژدہ سناؤ۔ کہتے ہیں کہ ابن جرموز نے یہ سن کر خودکشی کر لی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ دیر تک زندہ رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے عہد خلافت میں حضرت مصعب بن زبیر کو عراق کا گورنر مقرر کیا تو وہ اس خطرہ سے روپوش ہو گیا کہ وہ اپنے والد کے عوض اس کو تہ تیغ کر دیں گے لیکن مصعب نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اس کو بتا دو وہ امن و امان میں ہے۔ کیا اس کا گمان ہے کہ میں اس کو حضرت زبیرؓ کے بدلے قتل کر دوں گا۔ ہرگز نہیں! واللہ وہ دونوں یکساں نہیں۔

ع
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہ ہے مصعب بن زبیر کا حلم و تدبر اور فہم و فراست۔ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد احادیث بیان کی ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے۔ وادی سباع میں ان کی شہادت کے بعد' ان کی زوجہ محترمہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل نے مرثیہ کہا۔

غدر ابن جرموز بفارس بهمة — يوم اللقاء وكان غير معرد
يا عمرو لونبهته لوجدته — لا طائشا رعش الجنان ولا اليد
كم غمرة قد خاضها لم يثنه — عنها طراد يا ابن فقع القردد
ثكلتك أمك إن ظفرت بمثله — فيمن مضى فيمن يروح ويغتدى
وا الله ربك إن قتلت لمسلما — حلت عليك عقوبة المتعمد

(ابن جرموز نے بے مثال شاہ سوار سے جنگ کے روز غداری کی اور وہ دور نہ پھینکا گیا تھا۔ اے عمرو بن جرموز! تو اگر اسے بیدار کر دیتا تو اسے پریشان اور کمزور دل اور بے دست و پا نہ پاتا۔ کتنی ہی مشکلات میں وہ بے خطر کود پڑا' کسی دفاعی حملے نے اس کو پسپا نہیں کیا اے چٹیل میدان کی کھمبی کے بیٹے! تیری والدہ تجھے گم پائے! اگر تو اس کی مانند ماضی میں کامیاب ہوتا ان میں جو صبح شام جنگ میں مصروف ہوتے ہیں۔ تیرے پروردگار خدا کی قسم! کہ تو نے ایک مسلم کو تہ تیغ کیا ہے تجھ پر دانستہ قتل کرنے والے کی سزا نازل ہو)

(۱۳) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ : زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبید بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار نجاری انصاری ابوسعید یا ابوخارجہ یا ابو عبد الرحمان مدنی۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت زید گیارہ برس کے تھے۔ اس لئے غزوۂ بدر میں کم سنی کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔ بعض کہتے ہیں غزوۂ احد میں بھی شریک نہ ہوئے اور پہلی بار غزوۂ خندق میں شامل ہوئے' پھر بعد ازاں جملہ غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ زیرک و ذہین' ممتاز عالم اور قوت حافظہ سے بہرہ ور تھے۔ بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہود کا طرز نوشت سیکھنے کا ارشاد فرمایا کہ جب یہود آپ کو کوئی تحریر ارسال کریں تو یہ آپؐ کو پڑھ کر سنایا کریں چنانچہ انہوں نے صرف ۱۵ یوم میں یہود کی زبان سیکھ لی۔

امام احمد (سلیمان بن داوٗد' عبدالرحمان' ابوالزناد) حضرت خارجہؓ بن زیدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے' رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ کر خوش ہوئے۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا یارسول اللہؐ یہ نجاری لڑکا ہے۔ اس کو دس سے زائد سورتیں یاد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرط مسرت سے فرمایا' زید! میری خاطر' یہود کی زبان سیکھو۔ واللہ! مجھے یہود کی زبان اور تحریر پر اعتماد نہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے' میں نے ان کی زبان اور بولی میں صرف پندرہ یوم میں مہارت حاصل کر لی۔ جب یہود آپؐ کے پاس کوئی تحریر ارسال کرتے تو وہ میں آپ کے سامنے پڑھا کرتا تھا اور آپ کی طرف سے خطوط کا جواب لکھا کرتا تھا۔

اس روایت کو امام احمد (شریح بن نعمان' ابن ابی الزناد' ابوالزناد' خارجہ) حضرت زیدؓ سے بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ احکام میں امام بخاری نے اس روایت کو حضرت خارجہؓ بن زیدؓ سے بہ صیغہ جزم (قال) معلق بیان کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے احمد بن یونس سے' امام ترمذی نے (علی بن حجر سے اور ان دونوں نے عبدالرحمان بن ابی الزناد' ابوالزناد' خارجہ) حضرت زیدؓ سے اسی طرح بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ اتنی جلدی زبان سیکھ لینا نہایت ذکاوت اور ذہانت کی علامت ہے۔ آپ ان قراء اور حفاظ میں شمار تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن جمع کیا تھا جیسا کہ حضرت انسؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے۔

امام احمد اور امام نسائی نے ابوقلابہ کی معرفت حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میری امت میں سے' ابوبکرؓ میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ہیں اور دین کے احکام میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں اور سب سے زیادہ حیادار اور شرمیلے عثمانؓ ہیں اور سب سے زیادہ منصف اور عادل علیؓ ہیں۔ حلال اور حرام کے سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل ہیں' فرائض اور وراثت کے مسائل کے سب سے زیادہ عالم زید بن ثابت ہیں۔ ہر قوم کا ایک امین ہوتا ہے۔ امت محمدیہ اور مسلمان قوم کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ بعض حفاظ نے اس روایت کو مرسل بیان کیا ہے۔ ماسوائے اس فقرہ کے جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری میں بھی اسی سند سے مروی ہے۔

حضرت زیدؓ نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو بارہا وحی تحریر کی۔ اس میں واضح ترین وہ روایت ہے جو بخاری میں مروی ہے کہ جب **لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاہدون فی سبیل اللہ** --- نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا لکھو' **لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ** --- میں لکھ چکا تو ابن ام مکتومؓ آکر اپنی نابینائی اور عدم بصارت کا شکوہ کرنے لگے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی (اور آپ کا ران میرے ران پر تھا' مجھ پر اس قدر بوجھ پڑا قریب تھا کہ میرا ران چور چور ہو جائے) اور --- **غیر اولی الضرر** --- فقرہ نازل ہوا چنانچہ آپ نے مجھے اس فقرہ کے الحاق کا حکم فرمایا۔ حضرت زیدؓ کا بیان ہے کہ اس ہڈی میں' میں اس فقرہ کے الحاق کو' اب بھی جانتا ہوں کہ وہ شگاف کے قریب تھا۔ (الحدیث)

حضرت زید جنگ یمامہ میں شریک تھے۔ آپ کو ایک تیر لگا مگر ضرر رساں نہ تھا۔ بعد ازاں ان کو حضرت ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ وہ قرآن کی آیات کو تلاش کر کے جمع کریں۔ نیز فرمایا آپ ذہین نوجوان ہیں' ہم آپ کو متہم نہیں سمجھتے' آپ رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی لکھا کرتے تھے' لہٰذا آپ قرآنی آیات کو تلاش کر کے جمع کیجئے۔ چنانچہ جو کام حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے سپرد کیا وہ آپ نے انجام دیا' اس میں امت کی بہت بھلائی تھی۔ وللہ الحمد والمنتہ۔

حضرت عمرؓ نے آپ کو دوبار دو حجوں میں مدینہ کا نائب حاکم مقرر کیا اور جب شام کی طرف روانہ ہوئے تو بھی آپ کو نائب مقرر کیا۔ حضرت عثمانؓ بھی آپ کو نائب متعین کرتے تھے' حضرت علیؓ بھی آپ سے پیار

و محبت کرتے تھے اور حضرت زیدؓ بھی ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے مگر آپ حضرت علیؓ کے ہمراہ جنگوں میں شامل نہیں ہوئے۔ حضرت علیؓ کے بعد تک بقید حیات رہے۔ ۴۵ھ یا ۵۱ھ یا ۵۵ھ میں فوت ہوئے۔ اور وہ "مصاحف ائمہ" کے کفایت کرنے والوں میں شامل تھے جن کو حضرت عثمانؓ کے اسلامی دنیا کے آفاق و اطراف میں ارسال کیا تھا جن کے رسم خط کے مطابق تلاوت پر اتفاق و اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "فضائل القرآن" میں بیان کیا ہے جو "تفسیر ابن کثیر" کا مقدمہ اور دیباچہ ہے' وللہ الحمد۔

(۱۴) سجل : اس کے بارے ابن عباس سے ایک روایت مروی ہے جو قابل اعتراض ہے۔

ابوداؤد کی موضوع روایت : ابوداؤد (قتیبہ بن سعید' نوح بن قیس' یزید بن کعب' عمرو بن مالک' ابوالجوزاء) ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ سجل نبی علیہ السلام کا کاتب ہے۔

اسی طرح امام نسائی نے (قتیبہ از ابوالجوزا) از ابن عباس بیان کیا ہے کہ وہ آیت **یوم نطوی السماء کطی اسجل للکتب** کی تفسیر میں کہتے ہیں سجل ایک آدمی ہے۔ (ھذا لفظہ)

ابن جریر طبریؒ نے تفسیر میں --- **یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب** --- کے تحت نصر بن علی کی معرفت نوح بن قیس سے روایت بیان کی ہے۔ نوح ثقہ ہے اور مسلم شریف کے راویوں میں سے ہے۔ ابن معین نے اس کو اپنی ایک روایت میں ضعیف قرار دیا ہے۔ باقی رہا اس کا استاذ یزید بن کعب عوفی کوفی اس سے بجز نوح بن قیس کے کسی نے یہ روایت بیان نہیں کی۔ بایں ہمہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں بیان کیا ہے۔

میں نے یہ حدیث اپنے استاذ حافظ کبیر' ابوالحجاج مزی کے سامنے پیش کی' آپ نے اس پر سخت نکتہ چینی کی نیز میں نے ان کو بتایا کہ ہمارے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے گو وہ سنن ابوداؤد میں مذکور ہے تو شیخ مزی نے کہا میں بھی اس کو موضوع کہتا ہوں۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس حدیث کو "کامل" میں حافظ ابن عدی نے (محمد بن سلیمان ملقب بہ "یومہ" یحییٰ بن عمرو' مالک نکری' ابوہ' ابوالجوزاء) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا' کاتب سجل تھا اور اس کی تائید (**یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب**) سے ہوتی ہے فرمایا جیسے سجل کتاب کو لپیٹتا ہے اسے ہی آسمان لپیٹ دیا جاوے گا۔

امام بیہقی نے بھی اس کو اسی طرح (ابونصر بن قتادہ' ابوعلی الرفا' علی بن عبدالعزیز' مسلم بن ابراہیم) یحییٰ بن عمرو بن مالک سے بیان کیا ہے۔ یحییٰ راوی' نہایت ضعیف ہے۔ متابعت کی صلاحیت نہیں رکھتا' واللہ اعلم۔

اس سے بھی غریب تر وہ روایت ہے جو حافظ ابوبکر خطیب اور ابن مندہ نے (احمد بن سعید بغدادی عرف "حمدان" ھمز' عبیداللہ' نافع) ابن عمر سے بیان کی ہے کہ نبی علیہ السلام کا' کاتب سجل تھا تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی' **یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب**' بقول ابن مندہ یہ روایت غریب ہے اور اس میں "حمدان" منفرد ہے برقانی نے ابوالفتح ازدی سے بیان کیا ہے کہ ابن نمیر اس میں منفرد ہے۔ بشرطیکہ یہ روایت درست ہو' امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ روایت بھی ابن عمرؓ سے منکر ہے۔ جیسا کہ وہ ابن عباس سے منکر اور

قابل اعتراض ہے۔

دوسرا معنی : نیز ابن عباس اور ابن عمر سے اس کے برخلاف بھی مروی ہے۔ والبی اور عوفی نے ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے (وکطی الصحیفة علی الکتاب) جیسے ورق کتاب لپیٹ دیا جاتا ہے۔ مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ لغت میں یہی معروف کہ سجل کا معنی ورق ہے۔ صحابہ کرام میں کسی کا نام "سجل" نہیں نیز سجل کسی فرشتے کا نام بھی نہیں جیسا کہ ابوکریب (ابن یمان' ابوالوفا اشجعی' ابوہ) ابن عمر سے (یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب) کی تفسیر میں مروی ہے کہ سجل ایک فرشتہ ہے جب وہ استغفار کو لے کر اللہ کے پاس جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو نور سے تحریر کر۔

بندار (مئومل' سفیان) سدی سے بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح ابو جعفر باقر نے ابوکریب' مبارک' معروف بن خربوذ سے اس کی معرفت بیان کیا ہے جس نے ابو جعفر سے سنا ہے کہ سجل ایک فرشتہ ہے۔ اسی روایت کا ابن جریر نے انکار کیا ہے کہ سجل کسی صحابی یا فرشتے کا نام ہو۔ اور حدیث اس مفہوم میں نہایت منکر ہے۔ ابن مندہ' ابونعیم اصبھانی اور اسد الغابہ میں ابن اثیر نے سجل کو صحابہ کے اسماء گرامی میں بیان کیا ہے۔ محض اس حدیث پر حسن ظن کرتے ہوئے یا اس حدیث کی صحت پر اس کو معلق رکھا ہے' واللہ اعلم۔

سعد بن ابی سرح : بقول خلیفہ بن خیاط' سعد کاتب ہے مگر اس سے غلطی ہو گئی ہے۔ دراصل اس کا بیٹا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب ہے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب بیان ہو گا۔

(۱۵) حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ غلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ : امام احمد (عبدالرزاق' معمر' زہری' عبدالملک بن مالک مدلجی برادر زادہ سراقہ بن مالک' مالک مدلجی) سراقہ سے نبی علیہ السلام کی ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ قریش نے آپ کے بارے "دیت" کا انعام مقرر کیا ہے اور میں نے ان کو لوگوں کے سفر کے بارے بتایا اور ان کے عزائم سے آگاہ کیا اور میں نے زاد راہ اور مال و متاع کی بھی پیشکش کی' آپ نے کچھ نہ لیا اور صرف یہ کہا کہ ہمارا سفر لوگوں سے راز میں رکھ پھر میں نے پروانہ امن کی درخواست کی جس کے باعث میں بھی امن میں رہوں چنانچہ آپ نے عامر بن فہیرہ کو ارشاد فرمایا اور اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر "امان نامہ" لکھ دیا پھر آپ روانہ ہو گئے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ہجرت کے بیان میں یہ حدیث مکمل بیان ہو چکی ہے اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے سراقہ کو یہ پروانہ لکھ کر دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

عامر بن فہیرہ ابو عمروؓ قبیلہ ازد کے مولدین میں سے تھے' سیاہ فام تھے۔ ابتداء میں طفیل بن حارث' حضرت عائشہؓ کے ماں جائے بھائی' کے غلام تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے قبل (جس میں آپ روپوش تھے) اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت عامرؓ کو مکہ کے کمزور اور ناتواں مسلمانوں کے ہمراہ تکلیف و اذیت میں مبتلا کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے دین سے منحرف اور مرتد ہو جائیں لیکن وہ ارتداد سے انکار کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا' پھر وہ آپ کی بکریاں مکہ کے باہر چرایا کرتے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ تھے اور عامرؓ آپ کے ردیف تھے۔ نیز ان کے ہمراہ صرف ذئلی بطور راہنما تھا جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

مدینہ میں پہنچے تو عامرؓ سعد بن خیثمہ کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عامرؓ اور حضرت اوسؓ بن معاذ کے درمیان اخوت قائم کی۔ وہ جنگ بدر اور احد میں شامل ہوئے اور ۴ھ میں جنگ معونہ میں چالیس سال کی عمر میں شہید ہوئے' واللہ اعلم۔

عروہ' ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ کا بیان ہے کہ جنگ بیئر معونہ میں حضرت عامرؓ کو جبار بن سلمی کلابی نے قتل کیا تھا' جب اس نے نیزہ مارا تو انہوں نے بے ساختہ کہا **فزت ورب الکعبه** رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب و کامران ہو گیا پھر آپ کی لاش کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ وہ اس قدر اونچے اٹھا لئے گئے کہ میں نے بادلوں کو ان کے نیچے دیکھا۔ عمرو بن امیہ سے ان کے بارے دریافت ہوا تو بتایا وہ ہم سے افضل اور اعلیٰ تھے اور نبی علیہ السلام کے اولین اہل بیت میں سے تھے۔

جبار کا اسلام قبول کرنا : جبار کا بیان ہے کہ میں نے ضحاک بن سفیان سے' عامرؓ کے مقولہ کا مطلب پوچھا تو اس نے کہا اس کا مقصد تھا جنت۔ پھر مجھے ضحاک نے اسلام کی دعوت پیش کی اور میں عامر بن فہیرہ کے قتل کا منظر دیکھنے کی وجہ سے مسلمان ہو گیا اور ضحاک نے میرے اسلام قبول کرنے کی اطلاع بذریعہ مکتوب رسول اللہ ﷺ کو دے دی اور عامرؓ کے قتل کا منظر بھی تحریر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو ملائکہ نے دفن کر دیا ہے اور علیین میں اتار دیا گیا ہے اور حضرت انسؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ ان کے بارے قرآن میں نازل ہوا تھا کہ "ہماری طرف سے قوم کو یہ پیغام دے دو' ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے اور اس نے ہمیں راضی کر دیا ہے۔" (غزوہ بیئر معونہ میں یہ مفصل بیان ہو چکا ہے)

محمد بن اسحاق (ہشام بن عروہ) عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ عامر بن طفیل پوچھا کرتا کہ تم میں سے وہ کون شخص ہے جب وہ قتل ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ فضا میں اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آسمان اس کے ورے ہے تو مسلمانوں نے کہا وہ عامر بن فہیرہؓ ہے۔

واقدی (محمد بن عبداللہ' زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ زمین پر ان کی لاش موجود نہ تھی۔ صحابہ کا خیال ہے کہ فرشتوں نے ان کو دفن کیا۔

(۱۶) حضرت عبداللہ بن ارقم بن ابی ارقم مخزومی رضی اللہ عنہ : فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے۔ بقول امام مالک' جو وہ کام کرتے اس کو اچھے طریقہ سے انجام دے کر پایہ تکمیل تک پہنچاتے۔ سلمہ (محمد بن اسحاق بن یسار' محمد بن جعفر بن زبیر) حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ارقم کو کاتب مقرر کیا۔ وہ آپؐ کی جانب سے بادشاہوں کے مکاتیب کے جوابات تحریر کیا کرتے تھے اور وہ دیانت و امانت میں مسلّم اور معتمد تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کو' کسی شاہ کے خط کا جواب

تحریر کرنے کو فرماتے' وہ جواب لکھ کر دیتے تو ان کی امانت و دیانت کی وجہ سے اس کے پڑھے بغیر ہی مہر لگا دیتے۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کے بھی کاتب تھے اور حضرت ابوبکرؓ نے خزانہ ان کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی ان کو اس منصب پر قائم رکھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو دونوں منصبوں سے علیحدہ کر دیا۔ امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ان کو استعفا کے بعد معزول کر دیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ان کو تین لاکھ درہم ان کے کام کی اجرت پیش کی تھی' انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور عرض کیا کہ میں تو یہ کام راہ خدا مفت کرتا ہوں۔ میرا اجر میرے اللہ کے پاس ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ زید بن ثابت رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے اور جب وہ اور ابن ارقم حاضر نہ ہوتے تو حاضرین میں سے کوئی کاتب لکھ دیتا۔ حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ' حضرت زیدؓ' حضرت مغیرہؓ بن شعبہ' حضرت معاویہؓ اور حضرت خالدؓ بن سعید بن عاص وغیرہ جن کا اہل عرب نے نام لیا ہے' سب کاتب تھے۔

اعمش کا بیان ہے کہ میں نے شفیق بن سلمہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کاتب کون تھا تو اس نے بتایا عبداللہ بن ارقم۔ قادسیہ میں ہمیں ایک مکتوب موصول ہوا اور آخر میں تحریر تھا **(وکتب عبداللّٰہ بن الارقم)** عبداللہ بن ارقم اس کا کاتب ہے۔

امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' محمد بن صالح بن ہانی' فضل بن محمد بیہقی' عبداللہ بن صالح' عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون' عبدالواحد بن ابی عون' قاسم بن محمد) حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی کا خط آیا' آپؐ نے عبداللہ بن الارقم کو فرمایا اس کا جواب لکھ۔ چنانچہ انہوں نے جواب لکھ کر رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو آپ نے فرمایا تو نے درست لکھا ہے اور عمدہ تحریر کیا ہے۔ الٰہی! اس کو مزید توفیق عطا کر۔ جب حضرت عمرؓ خلافت پر متمکن ہوئے تو ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے اس سے زیادہ حکومت کے کارکنوں میں سے کسی کو اللہ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ وفات سے قبل بصارت سے محروم ہو گئے تھے۔

(۱۷) حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ الانصاری خزرجی : صاحب اذان' آغاز اسلام میں ہی اسلام قبول کیا۔ ستر افراد کے ہمراہ عقبہ میں حاضر ہوئے' جنگ بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ ان کی عظیم منقبت اور فضیلت' خواب میں اذان اور تکبیر کہنا ہے' پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ خواب پیش کرنا اور رسول اللہ ﷺ کا اس خواب کو بعینہٖ بحال اور قائم رکھنا اور رسول اللہ ﷺ کا ان کو بشارت دینا کہ یہ خواب سچ ہے' یہ اذان کے کلمات بلالؓ کو بتا کہ وہ اذان کہے' کیونکہ اس کی آواز تجھ سے بلند اور اونچی ہے۔ یہ واقعہ ہم برمحل بیان کر چکے ہیں۔

واقدی نے اپنی اسانید سے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جرش قبیلہ کے مسلمانوں کے لئے ایک مکتوب لکھا اس میں ان کے لئے حکم تھا نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔ وہ ۶۴ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں فوت ہوئے' خلیفہ حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۸) حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری رضی اللہ عنہ : حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی

تھے۔ ام عثمانؓ نے ان کو اپنا دودھ پلایا تھا۔ کاتب وحی تھے۔ پھر مرتد ہو کر مکہ میں مشرکین کے ساتھ جا ملے۔ فتح مکہ کے روز' رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کا قتل مباح کیا یہ بھی ان میں شامل تھے۔ یہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور آپؓ نے ان کے لئے امن طلب کیا تو رسول اللہ ﷺ نے امان دے دی جیسا کہ فتح مکہ میں بیان کر چکے ہیں۔ پھر وہ بہت اچھا مسلمان بن گئے۔

امام ابوداؤد (احمد بن محمد مروزی' علی بن حسین بن واقد' ابوہ' یزید نحوی' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ ﷺ کاتب وحی تھے۔ شیطان نے ان کو بہکا دیا اور وہ کافروں کے ساتھ جا ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور حضرت عثمانؓ نے ان کے لئے پناہ طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو پناہ دے دی۔ امام نسائی نے اس روایت کو علی بن حسین بن واقد سے بیان کیا ہے۔

امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ۲۰ھ میں حضرت عمروؓ بن عاص نے مصر فتح کیا تو عبداللہؓ بن سعد' لشکر کے میمنہ پر مامور تھے۔ حضرت عمرؓ نے عمروؓ کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا جب عثمان بن عفانؓ کا دور خلافت آیا تو آپ نے عمروؓ بن عاص کو معزول کر کے ۲۵ھ میں عبداللہ بن سعد کو گورنر مقرر کر دیا اور افریقہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے افریقہ کو فتح کر لیا اور وہاں سے غیر معمولی مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ہر شاہ سوار کو تین ہزار مثقال سونا دیا اور پیدل کو ایک ہزار۔ اس لشکر میں ان کے ہمراہ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ' حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بھی شامل تھے۔ افریقہ کے بعد' سوڈان کے علاقہ اساور میں جہاد کیا پھر ان سے ۳۱ھ میں صلح کر لی جو آج تک قائم ہے۔ پھر بحری راستہ سے روم کے ساتھ "صواری" میں جہاد کیا' یہ ایک عظیم جہاد تھا۔

حضرت عثمانؓ سے جب لوگوں نے اختلاف برپا کیا تو یہ مصر پر اپنا نائب مقرر کر کے مصر سے چلے آئے اور جب ان کو حضرت عثمان کی شہادت کی اطلاع راستہ میں پہنچی تو یہ عسقلان یا رملہ میں مقیم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ نماز میں ان کی روح پرواز ہو۔ چنانچہ اس نے ایک روز فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ عادیات تلاوت کی اور دوسری میں فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورت' تشہد سے فارغ ہو کر دائیں طرف سلام پھیرا اور بائیں طرف سلام پھیرنے سے قبل روح پرواز کر گئی' ۳۶ھ میں یا ۳۷ھ میں۔ بعض کہتے ہیں وہ ۵۹ھ تک زندہ رہے مگر پہلا قول صحیح ہے۔ بقول امام ابن کثیر صحاح ستہ اور مسند احمد میں ان کی کوئی روایت منقول نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ : حضرت عبداللہ بن عثمان یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' ہم نے ان کی سیرت ایک مجلد میں تیار کی ہے اس میں ان کی روایات اور آثار جمع کئے ہیں۔

ان کے کاتب ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جو (موسیٰ بن عقبہ' زہری' عبدالرحمان بن مالک بن جعشم' ابوہ) سراقہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ غار ثور سے نکل کر' ان کے علاقہ کے پاس سے گزرے تو وہ ان کے پیچھے ہو لیا جب ان کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا

تو رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ وہ پروانہ امان تحریر کر دیں چنانچہ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو کہا اور انہوں نے پروانہ لکھ کر اس کو دے دیا۔

امام احمد نے بہ سند زہری بیان کیا ہے کہ عامر بن فہیرہ نے یہ پروانہ تحریر کیا تھا تو یہ احتمال ہے کہ پروانہ امن کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر نے تحریر کیا ہو اور باقی ماندہ حضرت عامرؓ نے مکمل کیا ہو' واللہ اعلم۔

حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ امیر المومنین : ان کا ترجمہ و تعارف اپنے مقام پر بیان ہو گا۔ میں نے ایک مستقل کتاب میں ان کی سیرت بیان کی ہے۔ اس میں وہ احادیث بیان کی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں' آثار اور دیگر احکام بھی جو ان سے منقول ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ارقم کے ترجمہ و تعارف میں ان کے کاتب ہونے کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ : ان کا مکمل ترجمہ و تعارف ان کے دور خلافت میں بیان ہو گا۔ ان کا وحی کی کتابت کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ واقدی نے اپنی اسانید سے بیان کیا ہے کہ جب نہشل بن مالک وائلیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت عثمانؓ نے ان کو ایک مکتوب لکھ کر دیا' اس میں اسلام کے حصول و ضوابط بیان تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ : صلح حدیبیہ میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت علی نے رسول اللہ ﷺ اور قریش کے مابین صلح نامہ تحریر کیا تھا کہ سب لوگ امن و امان میں ہوں گے۔ خیانت اور چوری چکاری نہ ہو گی' اور دس سال جنگ بند رہے گی۔ علاوہ ازیں اور مکاتیب بھی حضرت علیؓ نے آپ کے روبرو تحریر کئے۔

یہود کا جعلی مکتوب : باقی رہا وہ مکتوب جس کا ادعا خیبر کے یہود کا ایک گروہ کرتا ہے کہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک مکتوب ہے جس میں جزیہ کے معاف کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے آخر میں ہے "یہ علی بن ابی طالب کی تحریر ہے" اور اس میں حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت معاویہؓ بن ابو سفیانؓ کا نام بھی گواہان کی فہرست میں ہے۔ یہ خط خود ساختہ' مصنوعی اور جعلی ہے' کذب اور بہتان کا پلندہ ہے۔ بعض متقدمین فقہا نے اس سے دھوکہ کھایا ہے اور یہود سے جزیہ کے معاف ہونے کا کہا ہے۔ اکثر اہل علم نے اس کے باطل ہونا ذکر کیا ہے۔ میں نے اس کے بارے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔ اس میں اس کے باطل ہونے کے دلائل بیان کئے ہیں۔ یہ خود ساختہ ہے اور یہود اس کے ارتکاب کے مجرم ہیں۔ میں نے اس میں ائمہ کرام کے کلام کو بیان کیا ہے' وللہ الحمد۔

(۱۹) حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ : حضرمی کا نام ہے عباد' بعض یہ نسب بیان کرتے ہیں' عبداللہ بن عباد بن اکبر بن ربیعہ بن عریقہ بن مالک بن خزرج بن اباد بن الصدیق بن زید بن مقنع بن حضرموت بن قحطان اس کی اور نسب بھی بیان کی گئی ہے۔ آپ بنو امیہ کے حلیف تھے۔ ابان بن سعید کے حالات میں ان کے کاتب ہونے کا بیان ہو چکا ہے۔

علاء بن حضرمی کے دس بھائی ہیں' عمرو بن حضرمی' مشرکین کا یہ پہلا مقتول ہے جس کو حضرت عبداللہؓ بن جحش کے سریہ میں شامل مسلمانوں نے قتل کر دیا تھا اور یہ پہلا سریہ تھا جو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا

تھا۔

عامر بن حضرمی جس کو ابوجہل ملعون نے اکسایا اور اس نے برہنہ ہو کر کہا' **واعمراہ ہائے عمرو بن حضرمی'** جب مسلمان اور مشرک غزوہ بدر کے روز آمنے سامنے صف بستہ کھڑے تھے' لڑائی برپا ہو گئی اور گھمسان کا رن پڑا اور جو ہوا وہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت شریح بن حضرمی رضی اللہ عنہ : بہترین صحابہ کرام میں سے تھے۔ ان کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ قرآن کو تکیہ نہیں بناتا' رات کو سوتا نہیں' قرآن کی تلاوت ترک نہیں کرتا بلکہ شب و روز تلاوت کر کے قیام کرتا ہے۔ ان کی اکلوتی ہمشیرہ ہے صعبہ بنت حضرمی ام طلحہ بن عبید اللہ۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے بادشاہ بحرین منذر بن ساوی کے پاس بھیجا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو فتح کے بعد گورنر مقرر کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو برقرار رکھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی ان کو اس منصب پر بحال رکھا' پھر معزول کر کے بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ بصرہ پہنچنے سے قبل راستہ میں ہی ۲۱ھ کو فوت ہو گئے۔

امام بیہقی وغیرہ نے ان کی بیشتر کرامات بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ سمندر کی سطح پر اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہوئے' وہ ان کے گھوڑوں کے گھٹنوں تک بھی گہرا نہ تھا۔ بعض کہتے ہیں ان کے گھوڑوں کی نعلیں بھی تر نہ ہوئیں اور سب کو یہ وظیفہ پڑھنے کی تاکید کی۔ یا حلیم! یا عظیم! وہ اپنے لشکر میں موجود تھے کہ پانی کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی۔ انہوں نے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے بقدر کفایت بارش برسا دی۔ جب آپ کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر کا نام و نشان تک نہ رہا کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ قبر کا نشان نہ رہے۔ یہ بیان دلائل نبوت میں بوضاحت بیان ہو گا۔ ان شاء اللہ۔

ان سے تین احادیث مروی ہیں۔ (۱) امام احمد (سفیان بن عیینہ' عبدالرحمان بن حمید بن عبدالرحمان بن حمید بن عبدالرحمان بن عوف' سائب بن یزید) علاء بن حضرمی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہاجر حج کے بعد تین دن مکہ میں قیام کر سکتا ہے۔ ایک جماعت نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

(۲) امام احمد (ھیثم' منصور' ابن سیرین) ابن علاء بن حضرمی سے بیان کرتے ہیں کہ اس کے والد نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا اور اپنے نام سے خط کا آغاز کیا۔

(۳) امام احمد اور امام ابن ماجہ (محمد بن زید' حبان اعرج) حضرت علاء بن حضرمیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بحرین سے ایک خط رسول اللہ ﷺ کو تحریر کیا کہ باغ کے دو بھائی مالک ہیں ایک مسلمان اور دوسرا غیر مسلم۔ تو آپ نے حکم فرمایا کہ مسلمان سے عشر لے اور غیر مسلم سے خراج۔

(۲۰) حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ : بقول ابن عساکر' وہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے۔ ابن عساکر کے علاوہ یہ کسی نے بیان نہیں کیا۔ اس نے عتیق بن یعقوب (عبدالملک بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم' ابوہ' جدہ) عمرو بن حزم سے بیان کیا ہے کہ یہ قطعات اراضی رسول اللہ ﷺ نے اس قوم کو دیئے' پھر ان کو ذکر کیا ہے۔ اور اس میں مکتوب بھی بیان کیا ہے۔ "بسم اللہ الرحمان الرحیم یہ بے آباد قطعات اراضی محمد رسول اللہ

ﷺ نے عباس بن مرداس سلمی کو عطا کئے۔ جو شخص ان سے نزاع برپا کرے اس کا کوئی حق نہیں' حق دراصل انہی کا ہے۔ علاء بن عقبہ نے تحریر کیا اور گواہ بنا۔"

واقدی نے اپنی اسانید سے بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جہینہ قبیلہ کے بنی سبح کا قطعہ اراضی دیا اور یہ وثیقہ حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا اور گواہ ہوئے۔

اسد الغابہ میں ابن اثیر نے حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے نہایت مختصر بیان کیا ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے کاتب تھے۔ ان کا عمرو بن حزم کی حدیث میں ذکر کیا ہے۔ ان کو جعفر نے بھی بیان کیا ہے۔ ابو موسیٰ مدینی نے ان کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

(۲۱) حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ : بن جریس بن خالد بن عدل بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج انصاری حارثی ابو عبداللہ یا ابو عبدالرحمان یا ابو سعید مدنی حلیف بنی عبدالاشہل ۔۔۔ حضرت مصعبؓ بن زبیرؓ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ بعض کا بیان ہے کہ حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت اسیدؓ بن حضیر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مدینہ آئے تو ان کے اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم کی۔ بدر اور دیگر غزوات میں شامل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو غزوہ تبوک کے سال اپنا جانشین مقرر کیا۔

استیعاب میں ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے۔ وہ نہایت گندم گوں' دراز قامت' سر کے اگلے حصہ کے بال ندارد' اور فربہ تھے۔ آپ کا شمار افضل صحابہ میں سے تھا۔ آپ فتنہ و فساد سے الگ تھلک رہے۔ آہنی تلوار کی بجائے چوبی تلوار بنالی تھی۔ جمہور کے نزدیک مدینہ میں ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ نماز جنازہ مروان نے پڑھائی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے بیشتر روایات بیان کی ہیں۔ محمد بن سعد نے علی بن محمد مدائنی سے اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے مرہ کے وفد کو مکتوب تحریر کر کے دیا تھا' رسول اللہ ﷺ کے حکم سے۔

(۲۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ : حضرت معاویہؓ بن حضرت ابی سفیانؓ صخر بن حرب بن امیہ اموی۔ ان کا ترجمہ و تعارف ان کے دور حکومت میں بیان ہو گا۔ ان شاء اللہ۔ امام مسلم نے ان کا اپنی کتاب صحیح میں نبی علیہ السلام کے کاتبوں میں ذکر کیا ہے۔

امام مسلم (عکرمہ بن عمار' ابو زمیل سماک بن ولید) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے تین سوال قبول فرمالیں۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو انہوں نے عرض کیا مجھے آپ حکم دیں کہ میں کافروں سے اس طرح جہادوں جیسے مسلمانوں سے کرتا رہا۔ آپ نے فرمایا اچھا' پھر عرض کیا کہ آپؐ امیر معاویہ کو اپنے روبرو کاتب مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا اچھا' الخ۔ میں نے اس حدیث کے متعلق ایک رسالہ مرتب کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ اس میں حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے عقد نکاح کا بھی سوال ہے۔ لیکن اس روایت میں ابو سفیانؓ کو امیر مقرر کرنے اور حضرت معاویہؓ کو منصب کتابت سپرد کرنے کا حصہ محفوظ ہے اور اس قدر حدیث پر سب کا اتفاق ہے۔

باقی رہی یہ حدیث جو ابن عساکر نے حضرت معاویہؓ کے ترجمہ میں بیان کی ہے کہ (ابوغالب بن بناء' ابو محمد جوہری' ابوعلی محمد بن احمد بن یحیٰ بن عبداللہ عطشی' احمد بن محمد بورانی' سری بن عاصم' حسن بن زیاد' قاسم بن بھرام' ابوالزبیر) حضرت جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے حضرت معاویہؓ کو کاتب مقرر کرنے کے بارے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا اس کو کاتب بنالیجئے' وہ امین ہے۔ یہ حدیث غریب بلکہ منکر ہے۔

تحقیق حدیث : راوی سری بن عاصم ابو عاصم ہمدانی ہے۔ معتزباللہ کا اتالیق تھا۔ ابن خراش نے اس کو حدیث میں "کاذب" کہا ہے۔ بقول ابن حبان اور ابن عدی' حدیث کا سرقہ کرتا ہے۔ ابن حبان نے مزید بیان کیا ہے کہ وہ موقوف روایات کو مرفوع بنا دیتا ہے۔ یہ قابل حجت نہیں۔ بقول دار قطنی ضعیف الحدیث ہے۔

حسن بن زیاد' اگر یہ لؤلؤی ہے تو اس کو متعدد ائمہ نے متروک قرار دیا ہے اور اکثر نے اس کے کاذب ہونے کی تصریح کی ہے۔ اگر کوئی اور ہے' تو وہ مجہول اور گمنام ہے۔

قاسم بن بہرام دو ہیں (۱) قاسم بن بہرام اسدی واسطی اعرج ہے وہ اصبھانی ہے۔ امام نسائی نے اس سے سعید بن جبیر اور ابن عباس کی طویل حدیث قنوت بیان کی ہے۔ ابن معین' ابوحاتم' ابوداؤد اور ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ (۲) قاسم بن بہرام ابوحمدان قاضی ھیت ہے۔ بقول ابن معین وہ کذاب ہے۔ الغرض' یہ حدیث اس سند سے ثابت نہیں' اس سے دھوکا نہ کھایا جائے۔

حافظ ابن عساکر کی عظمت شان اور علمائے عصر بلکہ بیشتر متقدمین کی نسبت فن حدیث میں مہارت تامہ کے باوصف' حیرت ہے کہ انہوں نے اس حدیث اور اس قسم کی دیگر احادیث کو اپنی تاریخ میں بغیر کسی توضیح و تشریح اور حدیث کے سقم کی طرف کسی قسم کے اشارہ کے بغیر ہی بیان کیا ہے۔ اس قسم کا اسلوب بیان قابل اعتراض ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲۳) حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ : ان کا تعارف ان خدمت گار صحابہ میں بیان ہو چکا ہے جو آپؐ کے غلام نہ تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے برہنہ تلوار سے کھڑے رہتے تھے۔ ابن عساکر نے عتیق بن یعقوب سے گذشتہ سند کے ساتھ بارہا بیان کیا ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے ہی حصین بن نضلہ اسدی کو قطعات اراضی رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تحریر کر کے دیئے تھے۔

یہ ہے نبی علیہ السلام کے کاتبوں کی فہرست جو آپ کے روبرو آپ کے حکم سے لکھا کرتے تھے۔

نبی علیہ السلام کے امین افراد

ابن عساکر نے آپ ؐ کے امینوں کی فہرست میں حضرت ابوعبیدہ عامرؓ بن عبداللہ بن جراح قرشی فہری یکے از عشرہ مبشرہ اور حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف زہری کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے بارے امام بخاری نے ابوقلابہ کی معرفت حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر قوم کا ایک امین ہوتا ہے۔ اس امت اور قوم کا امین ابوعبیدہؓ بن جراح ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عبدالقیس کے وفد کو بتایا کہ میں تمہارے ہمراہ نہایت امین شخص کو روانہ کروں گا۔ چنانچہ آپ ؐ نے ان کے ہمراہ حضرت ابوعبیدہؓ کو بھیجا۔

حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی ؓ غلام بنی عبد شمس : آپ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی اور مہر کے امین اور نگہبان تھے۔ بعض کہتے ہیں آپ خدمت گار تھے۔

بقول مورخین' آپ آغاز اسلام میں ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی' پھر مدینہ کی طرف ہجرت کر کے آئے' بدر اور دیگر غزوات میں شامل ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آپؓ کو بیت المال کا محافظ مقرر کیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ آپؓ کو مرض جذام لاحق ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو اندرائن اور تمہ سے علاج کرنے کا بتایا۔ آپ نے علاج کیا تو مرض رک گیا۔ آپ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے' یا ۴۰ھ میں' واللہ اعلم۔

امام احمد (یحیٰی بن ابی بکیر' شیبان' یحیٰی بن ابی کثیر' ابوسلمہ) حضرت معیقیبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نمازی کے متعلق فرمایا جو سجدہ کی جگہ سے مٹی ہموار کرتا ہے کہ اگر وہ لازماً ہی کرنا ہی چاہتا ہے تو صرف ایک بار کرے۔ شیبان نحوی کی یہ متفق علیہ روایت ہے۔ امام مسلم نے سند میں ہشام دستوائی کا اضافہ کیا ہے۔ امام ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے اوزاعی کا اضافہ کیا ہے۔ ان تینوں --- شیبان نحوی ہشام دستوائی اور اوزاعی نے --- یحیٰی بن ابی کثیر سے روایت بیان کی ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

امام احمد (خلف بن ولید' ایوب' عتبہ' یحیٰی بن ابی کثیر' ابوسلمہ) حضرت معیقیب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خشک ایڑیوں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ (تفرد بہ امام احمد)

امام ابوداؤد اور امام نسائی (ابوعتاب سہل بن حماد دلال' ابومسکین نوح بن ربیعہ' ایاس بن حارث بن معیقیب) حضرت معیقیبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا نگران تھا۔ وہ انگوٹھی لوہے کی تھی' اس پر چاندی کا ملمع تھا اور بعض اوقات وہ میرے ہاتھ میں بھی ہوتی تھی۔

بقول امام ابن کثیرؒ یہ درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا جیسا کہ مسلم بخاری میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قبل ازیں سونے کی انگوٹھی بنائی تھی۔ آپ ؐ

نے کچھ دیر پہنی پھر اس کو پھینک دیا اور فرمایا واللہ میں اسے کبھی نہ پہنوں گا۔ پھر چاندی کی انگوٹھی بنائی' اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا' اس پر محمد رسول اللہ منقش تھا۔ ایک سطر میں محمدؐ دوسری میں رسول تیسری میں اللہ۔ یہ انگوٹھی رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں تھی پھر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں' بعد ازیں حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھی' پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں چھ سال رہی پھر چاہ اریس میں گر پڑی۔ بسیار تلاش کے بعد نہ مل سکی۔

امام ابوداؤد نے صرف انگوٹھی کے بارے ایک مستقل باب باندھا ہے۔ ہم ان شاء اللہ اس سے حسب ضرورت آئندہ بیان کریں گے۔ باقی رہا' حضرت معیقیبؓ کا اس انگوٹھی کو پہننا' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے جذام میں مبتلا ہونے کی خبر درست نہیں' جیسا کہ ابن عبدالبر وغیرہ نے نقل کیا ہے لیکن یہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ شاید ان کو یہ مرض نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد لاحق ہوا ہو' یا وہ اس مرض میں مبتلا ہوں اور وہ متعدی نہ ہو۔ یا کامل توکل کی وجہ سے نبی علیہ السلام کے خصائص میں سے ہو۔ جیسا کہ آپ نے مجذوم کا ہاتھ پیالہ میں رکھ کر کہا تھا "اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے کھا" رواہ ابوداؤد۔ حالانکہ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فر من المجذوم فرارک من الاسدی' تو کوڑھی سے اس طرح فرار اختیار کر جیسا شیر سے کرتا ہے۔

باقی رہے رسول اللہ ﷺ کے امراء ان کا ذکر ہم نے نام وار قافلوں اور سرایا کے بھیجنے کے مقام پر کیا ہے۔

جملہ صحابہ : جملہ صحابہ کی تعداد میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ابوزرعہ سے منقول ہے کہ وہ ایک لاکھ بیس ہزار ہیں۔ امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کو دیکھنے اور سننے والوں کی تعداد اندازاً ساٹھ ہزار تھی۔ امام حاکم ابوعبداللہ کا بیان ہے کہ قریباً پانچ ہزار صحابہ سے حدیث مروی ہے۔ امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ امام احمد نے کثرت روایت' قوت یادداشت' وسعت' رحلت اور فن حدیث میں امامت کے مقام پر فائز ہونے کے باوصف جن صحابہ سے روایت بیان کی ہے وہ ۹۸۷ افراد ہیں اور صحاح ستہ میں قریباً تین صد صحابہ اس سے زیادہ ہیں۔

حافظان حدیث کی ایک جماعت نے صحابہ کرام کے نام ایام اور ان کی وفیات کے ذکر کا خوب اہتمام کیا ہے۔ ان میں سے جلیل القدر شیخ ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں اور ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن مندہ اور ابوموسیٰ مدینی نے خوب تذکرہ کیا ہے۔ پھر ان تمام معلومات کو حافظ عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم جزری عرف "ابن صحابیہ" نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں جمع کر دیا ہے۔ اس نے عمدہ اور مفید کام کیا' خوب مرتب اور مدون کیا اور اپنے گوہر مقصود کو پالیا۔ رحمہ اللہ واثابہ و جمعہ والصحابتہ' آمین یا رب العالمین۔

رسول اللہ ﷺ کے لباس، اسلحہ اور سواریوں کا بیان

اس انگوٹھی کا بیان جو آپ پہنتے تھے : امام ابوداؤد نے سنن میں اس کے بارے ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ ہم کچھ اضافے کے ساتھ ان کے بیان کردہ مسائل کا ذکر کریں گے۔ اور اس مسئلے میں ہم نے ان پر اعتماد کیا ہے۔

امام ابوداؤد (عبدالرحمان بن مطرف رواسی، عیسیٰ ابن یونس، سعید، قتادہ) حضرت انسؓ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض عجمیوں کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ خط کو مہر کے بغیر نہیں پڑھتے (اور اس کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں (محمد رسول اللہ) لکھا ہوا تھا۔ امام بخاری بھی اسی طرح (عبدالاعلیٰ بن حماد، یزید بن زریع، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد (وھب بن بقیہ، خالد، سعید، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عیسیٰ بن یونس کی روایت کے معنی کے موافق بیان کر کے اس میں اضافہ نقل کرتے ہیں کہ وہ انگوٹھی رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں تھی۔ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا پھر وہ تاحیات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، بعد ازاں حضرت عمرؓ کے پاس ان کی شہادت تک رہی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پاس آ گئی۔ ایک دفعہ وہ چاہ اریس کے منڈیر پر تشریف فرما تھے اور انگوٹھی ان کے ہاتھ میں تھی کہ وہ کنوئیں میں گر گئی۔ آپ نے اس کنوئیں کا سارا پانی نکلوا دیا پھر بھی نہ مل سکی۔ (تفرد بہ ابوداؤد من ھذا الوجہ)

امام ابوداؤد (قتیبہ بن سعید اور احمد بن صالح، ابن وھب، یونس، ابن شہاب زہری) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی انگوٹھی چاندی کی تھی، اس کا نگینہ حبشی تھا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے لیث سے، امام مسلم نے ابن وھب، طلحہ بن یحییٰ انصاری اور سلیمان بن بلال سے، امام نسائی، ابن ماجہ اور عثمان بن ابی شیبہ نے عمر سے، اور ان پانچوں نے یونس بن یزید ایلی سے روایت بیان کی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس سند سے اس حدیث کو حسن صحیح اور غریب کہا ہے۔

امام ابوداؤد (احمد بن یونس، زہیر، حمید طویل) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ امام ترمذی اور نسائی نے اس کو زہیر بن جعفی، ابو خیثمہ کوفی سے روایت کیا ہے بقول امام ترمذی یہ اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

امام بخاری (ابو معمر، ابوالوارث، عبدالعزیز بن صہیب) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی بنوا کر فرمایا "ہم نے انگوٹھی بنوائی ہے اور اس پر نقش بنوایا ہے، پس کوئی ایسا نقش نہ بنوائے۔" حضرت انسؓ کا بیان ہے گویا میں انگوٹھی کی چمک کو آپ کی چھنگلی میں دیکھ رہا ہوں۔

امام ابوداؤد (نصیر بن فرج' ابواسامہ' عبیداللہ' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی جانب کیا اور اس پر "محمد رسول اللہ" نقش تھا یہ دیکھ کر صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوا لیں۔ جب آپ نے ان کو پہنے دیکھا تو آپؐ نے سونے کی انگوٹھی کو پھینک کر فرمایا میں اسے کبھی نہ پہنوں گا۔ پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس میں نقش تھا "محمد رسول اللہ" پھر یہ انگوٹھی رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے پہنی' پھر حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ نے حتیٰ کہ وہ چاہ اریس میں گر پڑی۔ اس روایت کو امام بخاری نے یوسف بن موسیٰ کی معرفت ابواسامہ حماد بن اسامہ سے بیان کیا ہے۔

امام ابوداؤد (عثمان بن ابی شیبہ' سفیان بن عیینہ' ایوب بن موسیٰ' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں اس انگوٹھی میں "محمد رسول اللہ" کندہ تھا اور آپؐ نے فرمایا کہ کوئی بھی اس انگوٹھی کے نقش کے موافق نقش نہ بنوائے۔ اس روایت کو امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے سفیان بن عیینہ سے بھی بیان کیا ہے۔

امام ابوداؤد (محمد بن یحییٰ بن فارس' ابوعاصم' مغیرہ بن زیاد' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے اس حدیث کو نبی علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں کہ وہ انگوٹھی چاہ اریس میں گر پڑی۔ بسیار تلاش کے بعد اس کو نہ پایا' چنانچہ حضرت عثمانؓ نے نئی انگوٹھی بنوائی' اس پر "محمد رسول اللہ" نقش تھا' آپ اس سے مہر لگاتے اور پہنا کرتے تھے۔ امام نسائی نے اس روایت کو محمد بن معمر کی معرفت ابوعاصم ضحاک بن مخلد نبیل سے نقل کیا ہے۔

انگوٹھی کو ترک کرنے کا بیان : امام ابوداؤد (محمد بن سلیمان' ابراہیم بن سعد' امام زہری) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی۔ چنانچہ صحابہؓ نے بھی ایسی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں' پھر نبی علیہ السلام نے وہ انگوٹھی پھینک دی تو صحابہ نے بھی وہ انگوٹھیاں پھینک دیں۔ زیاد بن سعد' شعیب اور ابن مسافر نے بھی امام زہری سے "چاندی کی انگوٹھی" بیان کی ہے۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس روایت کو امام بخاری (یحییٰ بن بکیر' لیث' یونس' ابن شہاب زہری) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک روز چاندی کی انگوٹھی دیکھی' پھر صحابہؓ نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگوٹھی پھینک دی اور صحابہؓ نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

اس روایت کو امام بخاری نے ابراہیم بن سعد زہری مدنی' شعیب بن ابی حمزہ اور زیاد بن سعد خراسانی سے معلق بیان کیا ہے۔ اور امام مسلم نے بھی زہری کی روایت بیان کی ہے۔ اور امام ابوداؤد' عبدالرحمان بن خالد بن مسافر سے اس روایت میں منفرد ہیں۔ ان سب راویوں نے امام زہری سے "چاندی کی انگوٹھی" بیان کی ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔

صحیح بات : یہ ہے کہ جو انگوٹھی نبی علیہ السلام نے ایک روز پہن کر پھینک دی تھی وہ "سونے کی تھی" چاندی کی نہ تھی۔ کیونکہ متفق علیہ روایت (مالک' عبداللہ بن دینار) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے' پھر آپؐ نے اس کو پھینک کر فرمایا' میں اسے کبھی نہ پہنوں گا تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔ رسول اللہ ﷺ چاندی کی انگوٹھی بکثرت پہنا کرتے تھے اور وہ وصال تک آپؐ کے ہاتھ میں رہی۔ اس کا نگینہ چاندی کا تھا کسی الگ دھات کا نہ تھا۔

انگوٹھی پر تصویر : اور جس نے یہ بیان کیا ہے کہ اس میں کسی کی تصویر اور فوٹو تھا اس نے بعید از امکان بات کہی اور غلطی کا ارتکاب کیا۔ وہ انگوٹھی مکمل چاندی کی تھی' اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا اور اس میں تین سطر میں "محمد رسول اللہ" نقش تھا۔ ایک میں "محمد" دوسری میں "رسول" تیسری میں "اللہ" گویا یہ الفاظ اس میں کندہ تھے (واللہ اعلم) اور ان کی کتابت الٹی تھی تاکہ حسب دستور اس کی مہر سیدھی لگے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کی کتابت سیدھی تھی اور وہ اسی طرح لگتی تھی' اس کی صحت میں نظر ہے' میری دانست میں اس حدیث کی کوئی سند نہیں ہے نہ صحیح نہ ضعیف۔

لوہے کی نہ تھی : یہ جملہ احادیث جو ہم نے بیان کی ہیں کہ نبی علیہ السلام کی چاندی کی انگوٹھی تھی۔ ان احادیث کی تردید کرتی ہیں جو ہم نے سنن ابوداؤد اور سنن نسائی سے (ابوعتاب سہل بن حماد دلال' ابومسکین نوح بن ربیعہ' ایاس بن حارث بہ معیقیب بن ابی فاطمہ' جدہ سے) بیان کی ہیں کہ نبی علیہ السلام کی انگوٹھی لوہے کی تھی' اس پر چاندی چڑھی ہوئی تھی۔ اس حدیث کے ضعف میں' وہ روایت مزید اضافہ کرتی ہے جو امام احمدؒ' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی (ابوطیبہ عبداللہ بن مسلم سلمی مروزی' عبداللہ بن بریدہ) ابوہ بریدہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا' کیا بات ہے مجھے تم سے بتوں کی بدبو آرہی ہے؟ اس نے وہ پھینک دی پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آیا تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں تجھے دوزخیوں کا زیور پہنے دیکھ رہا ہوں؟ پھر اس نے اتار کر پھینک دی اور دریافت کیا یارسول اللہ! میں کس دھات کی انگوٹھی بنواؤں تو آپؐ نے فرمایا چاندی کی اور مثقال سے کم ہو۔ نبی علیہ السلام یہ دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے جیسا کہ ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے شمائل میں نقل کیا ہے۔

دائیں میں یا بائیں میں : امام نسائی (شریک' ابوسلمہ بن عبدالرحمان قاضی' ابراہیم بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن حسن' ابوہ) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

بائیں ہاتھ میں پہننا بھی مروی ہے۔ ابوداؤد (عبدالعزیز بن ابی رواد' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بائیں ہاتھ انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور اس کا نگینہ آپ کی ہتھیلی کی جانب ہوتا تھا۔

امام ابوداؤد' ابواسحاق اور اسامہ بن زید کی معرفت نافع سے بیان کرتے ہیں کہ دائیں میں پہنا کرتے

اور ھناد' عبدہ' عبیداللہ' نافع سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے

امام ابوداؤد (عبداللہ بن سعید' یونس بن بکیر) محمد بن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے صلت بن عبداللہ بن نوفل بن عبدالمطلب کی دائیں چھنگلی میں انگوٹھی دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ میں نے ابن

عباسؓ کو اسی طرح پہنے دیکھا ہے اور انہوں نے نگینہ باہر کی طرف کیا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ابن عباسؓ کے بارے یہی گمان ہے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح پہنا کرتے تھے۔ امام ترمذی نے بھی اسی طرح محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے۔ امام بخاری کا فرمان ہے کہ ابن اسحاق نے صلت سے جو حدیث بیان کی ہے وہ حدیث حسن ہے۔

شمائل میں امام ترمذیؒ نے حضرت انسؓ حضرت جابرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ امام بخاری (محمد بن عبداللہ انصاری، ابوہ، ثمامہ) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ منصب خلافت پر سرفراز ہوئے تو آپ کے لئے تحریر کیا جاتا (اور آپ اس پر مہر لگاتے) اور انگوٹھی پر تین سطر نقش تھیں، ایک میں "محمد" دوسری میں "رسول" تیسری میں "اللہ"

ابوعبداللہ کا بیان ہے کہ (ابواحمد، انصاری، ابوہ، ثمامہ) حضرت انسؓ سے یہ اضافہ بیان کرتے ہیں کہ انگوٹھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں تھی، پھر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں، پھر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں۔ جب حضرت عثمانؓ خلافت پر متمکن ہوئے، اس اثنا میں آپ چاہ اریس کے منڈیر پر تشریف فرما تھے۔ آپ انگوٹھی کو ہاتھ سے اتار کر ادھر، ادھر اچھال کر، کھیلنے لگے تو وہ چاہ اریس میں گر پڑی۔ ہم حضرت عثمانؓ کے ہمراہ تین روز جاتے رہے اور پانی کھینچتے رہے مگر وہ دستیاب نہ ہوئی۔

وہ حدیث جو شمائل میں امام ترمذی (قتیبہ، ابوعوانہ، ابوبشر، نافع) حضرت ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ص نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ آپ اس سے مہر لگایا کرتے تھے، پہنتے نہ تھے، نہایت غریب ہے۔ سنن میں ابن جریج، زہری کی معرفت حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رفع حاجت کے لئے بیت الخلا میں جاتے تو انگوٹھی ہاتھ سے اتار لیتے تھے۔

نبی علیہ السلام کی تلوار کا بیان : امام احمد (شریح، ابن ابی الزناد، ابوہ، اعمیٰ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار "ذوالفقار" جنگ بدر کی غنیمت سے حاصل کی تھی۔

خواب : یہ وہی تلوار ہے جس کے متعلق آپؐ نے جنگ احد میں خواب دیکھا تھا کہ میں نے اپنی تلوار ذوالفقار میں رخنہ اور دندانہ دیکھا ہے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر کی ہے کہ تم کو شکست ہو گی۔ نیز میں نے دیکھا ہے کہ میں نے مینڈھے کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا ہے، میں نے اس کی تعبیر کی ہے کہ وہ فوج کا رئیس ہے۔ نیز میں نے اپنے آپ کو مضبوط زرہ میں ملبوس دیکھا ہے میں نے اس کی تعبیر کی ہے "مدینہ" اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گائیں ذبح کی جا رہی ہیں، پس گائیوں کا ذبح ہونا واللہ بہتر ہے، پس رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا وہی وقوع پذیر ہوا۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے عبدالرحمان بن ابی الزناد از ابوالزناد بیان کیا ہے اصحاب سنن نے بیان کیا ہے کہ کسی کو کہتے ہوئے سنا گیا کہ تلوار صرف ذوالفقار ہے اور علیؓ ہی نوخیز جوان ہے۔

امام ترمذی (ہود بن عبداللہ بن سعید) جدہ مزیدہ بن جابر عبدی عصریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کی تلوار پر سیم و زر کا ملمع تھا (بقول امام ترمذی یہ حدیث غریب ہے)

شمائل میں امام ترمذی (محمد بن بشار' معاذ بن ہشام' ہشام' قتادہ) سعید بن ابی الحسن سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی تلوار کربلا میں : نیز عثمان بن سعد' ابن سیرین سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار سمرہؓ کی تلوار کے نمونہ کی بنائی اور حضرت سمرہؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی تلوار رسول اللہ ﷺ کے نمونہ پر بنوائی اور وہ تلوار خم دار تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک تلوار آل علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے تو یہ تلوار ان کے پاس تھی۔ پھر اس کو حضرت علی زین العابدینؒ بن حسینؓ اپنے ہمراہ دمشق میں لائے' جب یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پھر اس کو مدینہ منورہ لے آئے۔

صحیحین میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ علی زین العابدینؒ کو راستہ میں ملے تو ان سے عرض کیا' کیا آپ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہے؟ تو زین العابدینؒ نے کہا جی نہیں۔ تو حضرت مسورؓ نے کہا کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی تلوار دے دیں گے' مجھے خطرہ ہے کہ لوگ آپ سے یہ چھین لیں گے۔ واللہ اگر آپ مجھے دے دیں تو میری زندگی میں مجھ سے کوئی چھین نہیں سکتا۔

علاوہ ازیں بھی نبی علیہ السلام کے پاس اسلحہ تھا۔ من جملہ اس کے آپ کے پاس زرہیں تھیں جیسا کہ کئی ایک نے آپ سے بیان کیا ہے من جملہ ان کے سائب بن یزید اور عبداللہ بن زبیرؓ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد میں اوپر تلے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔

صحیحین میں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ میں آئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ جب آپ نے خود اتار دیا تو کسی نے بتایا یہ ہے ابن خطل' کعبہ کے غلاف سے لٹکا ہوا' تو آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔ مسلم شریف میں ابوالزبیر کی معرفت' حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ میں تشریف لائے تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

وکیع' عمرو بن حریث سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو آپ کے سر مبارک پر چکنائی دار سیاہ عمامہ تھا۔ ان دو روایات کو ترمذی نے "شمائل" میں بیان کیا ہے۔

امام ترمذی (درادردی' عبداللہ' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمامہ باندھتے تو اس کا ایک کنارہ کندھوں کے درمیان لٹکاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس عصا تھا : اپنی مسند میں ابوبکر بزار (ابو شیبہ' ابراہیم بن عبداللہ بن محمد' مخول بن ابراہیم' اسرائیل' عاصم' محمد بن سیرین) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک چھوٹا سا عصا تھا۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ہمراہ قمیص اور پہلو کے درمیان رکھ کر دفن کر دیا گیا۔

بزار کا بیان ہے کہ ہماری دانست میں مخول بن راشد کے بغیر کسی نے اس کو بیان نہیں کیا۔ وہ صدوق ہے اور اس میں تشیع ہے' اس پر غلطی کا احتمال کیا گیا ہے۔ حافظ بیہقی نے بہ سند "مخول" اس حدیث کو بیان

کرنے کے بعد کہا ہے کہ وہ شیعہ ہے' اسرائیل سے ایسی منفرد روایات بیان کرتا ہے جو کوئی نہیں بیان کرتا۔ اس کی روایات پر ضعف واضح اور بین ہے۔

نبی علیہ السلام کے جوتوں کا بیان جن کو پہن کر آپ چلتے تھے : صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چمڑے کا جوتا پہنتے تھے جس پر بال نہ تھے۔

اپنی صحیح میں امام بخاری (محمد بن مقاتل' عبداللہ بن مبارک) عیسیٰ بن طہمان سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ ہمارے پاس جوتا پہن کر آئے۔ اس کے دو تسمے تھے' تو ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کا جوتا ہے۔

امام بخاری نے "کتاب الخمس" میں اس روایت کو (عبداللہ بن محمد' ابواحمد زبیری' عیسیٰ بن طہمان) حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ہمیں بغیر بال کے جوتا دکھایا' اس کے دو تسمے تھے۔ بعد ازیں ثابت بنانی نے حضرت انسؓ کی معرفت بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جوتا ہے۔ "شمائل" میں اس روایت کو امام ترمذی نے احمد بن منیع کی معرفت ابواحمد زبیری سے نقل کیا ہے۔

"شمائل" میں امام ترمذی (ابوکریب' وکیع' سفیان' خالد حذاء' عبداللہ بن حارث) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کے دو تسمے تھے' ان کا تسمہ دوہرا تھا۔

امام ترمذی (اسحاق بن منصور' عبدالرزاق' معمر' ابن ابی ذئب' صالح مولی التوامہ) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کے دو تسمے تھے۔

امام ترمذی (محمد بن مرزوق ابوعبداللہ' عبدالرحمان بن قیس ابومعاویہ' ہشام' محمد) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کے دو تسمے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے جوتے کے بھی دو تسمے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے ایک تسمہ بنایا۔ بقول جوہری لغوی' قبال سے مراد وہ تسمہ ہے جو درمیانی انگشت اور انگوٹھے کے درمیان ہوتا ہے۔

۶۰۰ھ میں رسول اللہ ﷺ کے جوتے کا انکشاف : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ۶۰۰ھ کے بعد یہ بات مشہور ہوئی کہ ایک تاجر ابن ابی حدرد کے پاس جوتے کا ایک پیر ہے وہ کہتا ہے کہ یہ نبی علیہ السلام کا جوتا ہے۔ الملک الاشرف موسیٰ بن الملک العادل ابی بکر بن ایوب نے کثیر سرمایہ دے کر اسے خریدنا چاہا مگر اس نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ معمولی عرصہ بعد وہ فوت ہو گیا تو وہ جوتا الملک الاشرف مذکور کو میسر آگیا اس نے خوب تعظیم و تکریم کی۔ جب اس نے قلعہ کے ایک گوشہ میں "دارالحدیث الاشرفیہ" کا سنگ بنیاد رکھا تو اسے ایک کمرہ میں محفوظ کر دیا اور ایک خادم مقرر کر دیا جس کا مشاہرہ چالیس درہم تھا۔ یہ آج تک دارالحدیث الاشرفیہ میں موجود ہے۔

خوشبو دان : شمائل میں امام ترمذی (محمد بن رافع وغیرہ' ابواحمد زبیری' شیبان' عبداللہ بن مختار' موسیٰ بن انس) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ڈبہ تھا آپؐ اس سے خوشبو استعمال کیا کرتے تھے۔

نبی علیہ السلام کے پیالے کا بیان : امام احمد (یحییٰ بن آدم' شریک) عاصم سے بیان کرتے ہیں کہ میں

نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس نبی علیہ السلام کا ایک پیالہ دیکھا' اس میں چاندی کی تار کا جوڑ لگا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی مصنوع کو خریدنا : حافظ بیہقی (ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ' احمد بن محمد نسوی' حماد بن شاکر' محمد بن اسماعیل امام بخاری' حسن بن مدرک' یحییٰ بن حماد' ابوعوانہ) عاصم احول سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیالہ دیکھا۔ وہ ٹوٹ چکا تھا' پھر اس کو چاندی کی تار سے جوڑ دیا۔ راوی عاصم کا بیان ہے وہ بہت عمدہ اور جھاؤ کے درخت کا چوڑا پیالہ تھا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ ﷺ کو بارہا پانی پلایا۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ اس میں لوہے کا حلقہ اور چھلا تھا۔ حضرت انسؓ کا ارادہ ہوا کہ لوہے کی بجائے اس میں سونے چاندی کا حلقہ ڈال دے تو ابو طلحہؓ نے کہا کہ جو چیز رسول اللہ ﷺ نے بنائی ہے اسے تبدیل نہ کرو' چنانچہ انہوں نے اصلاح اور تبدیلی کا خیال ترک کر دیا۔ امام احمد' روح بن عبادہ' حجاج بن حسان سے بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپؓ نے ایک برتن منگوایا' اس میں لوہے کی تار کے تین جوڑ تھے اور لوہے کا حلقہ اور چھلا تھا۔ آپؓ نے اس کو سیاہ غلاف سے باہر نکالا وہ درمیانے پیالہ سے کم تھا اور درمیانے کے نصف سے زائد تھا۔ حضرت انسؓ نے اس میں پانی لانے کا کہا تو اس میں پانی لایا گیا۔ ہم نے پیا' سروں اور چہروں پر چھڑکا اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا۔ (انفرد بہ احمد)

نبی علیہ السلام کی سرمہ دانی : امام احمد (یزید' عبداللہ بن منصور' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سرمہ دانی تھی جس سے آپ سونے کے وقت سرمہ لگایا کرتے تھے' ہر آنکھ میں تین سلائی۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اس روایت کو یزید بن ہارون سے نقل کیا ہے۔ علی بن مدینی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے عباد بن منصور سے پوچھا کیا تو نے یہ حدیث عکرمہ سے سنی ہے تو اس نے کہا مجھے یہ حدیث ابن ابی یحییٰ نے داؤد بن حصین کی معرفت عکرمہ سے بیان کی ہے۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ مصری علاقہ میں ایک مزار ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی یادگار اشیاء ہیں بعض متاخرین وزراء نے ان کے جمع کرنے کا خوب اہتمام کیا تھا ان متبرک آثار میں سے وہاں سرمہ دانی ہے' بعض کنگھی وغیرہ بھی بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

چادر : وہ بردہ اور چادر جو عباسی خلفاء کے پاس تھی' اس کے بارے محمد بن اسحاق بن یسار نے قصہ تبوک میں بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "ایلہ" کے باشندوں کو پروانہ امن کے ہمراہ ایک چادر بھی دی تھی۔ ابوالعباس عبداللہ بن محمد "سفاح" عباسیہ کے اول خلیفہ نے اس کو ان سے تین سو دینار کے عوض خرید لیا تھا یکے بعد دیگرے عباسی خلفاء اس کے وارث بنتے رہے۔ خلیفہ وقت اس کو بروز عید اپنے کندھوں پر ڈالتا اور ایک ہاتھ میں وہ عصا اور چھڑی پکڑتا جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب تھی اور آپ کی ملکیت بتائی جاتی تھی۔

خلفاء کا سیاہ لباس : خلیفہ اس سج دھج سے عوام کے سامنے آتا کہ اس پر طمانیت و وقار اور ہیبت و

عظمت کا پرتو ہوتا۔ اس کے رعب داب سے دل مرعوب ہو جاتے اور آنکھیں خیرہ۔

خلفاء جمعہ اور عید کے روز سیاہ لباس زیب تن کرتے تھے' رسول اللہ ﷺ سید عالم کی اقتدا و اتباع کی خاطر' کیونکہ امام مسلم اور امام بخاری نے (زہری از انس) امام مالک سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو آپؐ کے سرمبارک پر خود تھا۔ (اور ایک روایت میں ہے) سیاہ عمامہ تھا (اور دوسری روایت میں ہے) کہ اس کا ایک کنارہ کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔

امام بخاری (مسدد' اسماعیل' ایوب' محمد) ابوبردہ سے بیان کرتے ہیں حضرت عائشہؓ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا کمبل اور موٹا تہ بند نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی روح ان کپڑوں میں پرواز ہوئی تھی۔

امام بخاری (زہری' عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ شدید مرض میں مبتلا ہوتے تو آپؐ اپنے چہرے پر چادر ڈال لیتے اور جب مزید شدت ہوتی تو اس کو چہرہ اقدس سے ہٹا دیتے۔ آپؐ نے اسی کیفیت میں فرمایا' یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد اور عبادت گاہ بنا لیا' آپؐ ان کی اس شنیع حرکت سے آگاہ فرما رہے تھے اور متنبہ کر رہے تھے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔ ان تین کپڑوں ـــ کساء' ازار غلیظ اور خمیصہ ـــ کے بارے معلوم نہیں ہو سکا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان کا کیا حال ہوا۔

قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ آپ کی قبر مبارک کے نیچے سرخ چادر بچھا دی گئی تھی۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور حیات طیبہ کے جملہ لباس کو جو آپ پہنا کرتے تھے بیان کریں تو یہ باب نہایت طویل ہو جائے گا۔ اور اس کے بیان کرنے کا مقام (کتاب احکام کبیر) میں کتاب اللباس ہے۔ **انشاء وباللّٰہ الثقۃ وعلیہ التکلان**

نبی علیہ السلام کے گھوڑوں اور سواریوں کا بیان : ابن اسحاق (یزید بن حبیب' مرثد بن عبداللہ مزنی' عبداللہ بن رزین) حضرت علی ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا ایک گھوڑا تھا "مرتجز" نامی اور گدھا تھا "عفیر" نامی اور خچر تھا دل دل' نامی اور آپ کی ایک تلوار ذوالفقار تھی اور زرہ ذوا لفضول تھی۔ اس روایت کو حافظ بیہقی نے (حکم از یحییٰ بن جزار از علیؓ) اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام بیہقی بیان کرتے ہیں "کتاب السنن" میں ہم نے آپ کے گھوڑوں کے نام بیان کئے ہیں جو بنی ساعدہ کے پاس تھے لزاز اور لحیف۔ بعض کہتے ہیں نخیف اور ظرب۔ ابو طلحہ کے جس گھوڑے پر آپ سوار ہوئے تھے اس کا نام تھا مندوب اور آپ کی اونٹنی کا نام تھا قصواء' عضباء اور جدعاء اور آپ کا خچر شہباء اور بیضاء تھا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کسی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ آپؐ ان اشیاء کو ترکہ میں چھوڑ کر فوت ہوئے بجز اس روایت کے جس میں ہے کہ آپ نے اپنا سفید خچر اسلحہ اور اراضی جس کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا' نیز آپؐ کا لباس خچر اور انگوٹھی جو اس باب میں بیان کر چکے ہیں۔

ابوداؤد طیالسی (از معہ بن صالح' ابوحازم) حضرت سہل بن سعد ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ کا ایک اونی جبہ بنا جا رہا تھا۔ (ھذا اسناد جید)

"مسند" میں حافظ ابو یعلی (مجاہد' موسیٰ' علی بن ثابت' غالب جزری) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ کے لئے ایک اونی کمبل بنا جا رہا تھا۔ (یہ روایت پہلی کی شاہد ہے)

ابوسعید اعرابی (سعدان بن نصیر' سفیان بن عیینہ' ولید بن کثیر' حسین) حضرت فاطمہؓ بنت حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ کے لئے "جف" میں دو چادریں تیار کی جا رہی تھیں (یہ روایت مرسل ہے)

رسول اللہ ﷺ کے آثار کے نام : ابوالقاسم طبرانی (حسن بن اسحاق تستری' ابوامیہ عمرو بن ہشام حرانی' عثمان بن عبدالرحمان بن علی بن عروہ' عبدالملک بن ابی سلیمان' عطاء اور عمرو بن دینار) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا قبضہ اور بند تلوار چاندی کا تھا۔ آپ اس کو ذوالفقار کہتے تھے۔ اور آپ کی کمان تھی اس کا نام "سداد" تھا۔ آپؐ کا ایک ترکش تھا اس کا نام "جمع" تھا آپ کی ایک زرہ تھی جس پر تانبے کا کام کیا ہوا تھا "ذات الفضول" اس کا نام تھا' آپ کے نیزہ کا نام "سفاء" تھا اور آپ کی ڈھال کو "ذوقن" کہا جاتا تھا نیز سفید ڈھال کا نام "موجز" تھا۔ آپ کے ادھم گھوڑے کا نام "سکب" تھا اور آپ کی زین کو "داج" کہا جاتا تھا اور آپ کی سفید خچر کا نام "دل دل" تھا اور آپ کی ناقہ کا نام "قصواء" اور آپ کے گدھے کو "یعفور" کہا جاتا تھا۔ آپ کے بستر کا نام "الکرہ" تھا اور آپ کی دھاری دار چادر کا نام "نمرہ" تھا۔ آپ کے ایک چھاگل اور لوٹے کا نام "صادر" تھا اور آئینہ کا "مراۃ" اور قینچی کا نام "الجاح" اور آپؐ کی چھڑی کا نام "ممشوق" تھا۔

متعدد صحابہؓ کا بیان نقل ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام نے درہم و دینار اور غلام و کنیز ترکہ میں نہیں چھوڑے ماسوائے خچر اور اراضی کے وہ بھی صدقہ و خیرات کر دیئے۔ اس حدیث کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ تمام غلام اور لونڈیاں آزاد فرما دیں تھیں۔ اور جملہ اسلحہ مال اور مویشی اور گھر کا مال و متاع سب صدقہ کر دیا تھا جو ہم نے ذکر کیا ہے یا نہیں۔

خچر : آپؐ کا خچر شہبا تھا (اور اس کو بیضاء بھی کہتے ہیں' واللہ اعلم) مقوقس جریج بن میناء شاہ اسکندریہ نے تحفہ ارسال کیا تھا دیگر تحائف کے ہمراہ۔ غزوہ حنین میں آپ اسی پر سوار تھے' شجاعت و جسارت اور توکل کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے سامنے بار بار اپنے اسم گرامی کو دہرا رہے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ خچر آپ کے بعد دیر تک زندہ رہا۔ خلافت کے ایام میں حضرت علیؓ کے پاس تھا اور ان کے بعد حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ کے پاس تھا۔ ضعف کی وجہ سے بطور چارہ اس کے لئے جو کے دلیہ کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

آپ کا گدھا : اس کا نام یعفور ہے یا عفیر۔ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات اس پر سوار ہوتے تھے۔ امام احمد (محمد بن اسحاق' یزید بن ابی حبیب' یزید بن عبداللہ عوفی' عبداللہ بن رزین) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ "عفیر" نامی گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ حافظ ابو یعلی نے اس کو عون بن عبداللہ کی معرفت حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے نیز متعدد احادیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر سوار ہوئے۔

متفق علیہ حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام گدھے پر سوار' ایک مجلس کے پاس گزرے اس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول' مسلمان مشرک اور یہود ملے جلے اور مخلوط تھے۔ وہاں آپ سواری سے اتر پڑے اور ان کو اللہ کے دین کی دعوت پیش کی (یہ غزوہ بدر سے قبل کا واقعہ ہے اور آپؐ کا ارادہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت اور بیمار پرسی کا تھا)

عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا جناب! میں آپ کی باتوں کو اچھا نہیں سمجھتا اگرچہ وہ برحق ہوں۔ آپ ہماری محفلوں میں مت تشریف لائیے۔ یہ اسلام کے غلبہ اور بول بالا سے قبل کا واقعہ ہے۔ مورخ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کے غبار کی وجہ سے اس نے اپنے ناک کو ڈھانپ کر کہا' جناب! اپنے گدھے کی بدبو سے ہمیں اذیت نہ پہنچائیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا واللہ! رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی بدبو تیری خوشبو سے بہتر اور عمدہ ہے۔ آپؐ یا رسول اللہ ﷺ ہماری مجالس میں تشریف لائیے' ہم آپ کی تشریف آوری کو پسند کرتے ہیں۔ دونوں قبیلے آپس میں بھڑک اٹھے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کو تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو صبر و سکون کی تلقین کی۔

پھر آپؐ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کے پاس عبد اللہ بن ابی ابن سلول کا شکوہ کیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس سے کچھ نرم برتاؤ کیجئے۔ اس پروردگار کی قسم جس نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق و صداقت سے نواز کر مبعوث فرمایا ہے۔ ہم اس کو رئیس اور سربراہ قوم بنانے کے انتظامات کر رہے تھے (کہ آپ تشریف لے آئے) جب اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں حق و صداقت کا بول بالا کیا تو اس کا حلق خشک ہو گیا۔

قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ نبی علیہ السلام خیبر میں بعض ایام گدھے پر سوار ہوئے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو گدھے پر اپنے پیچھے بٹھایا اگر ہم یہ سارے واقعات متن اور سند سمیت درج کریں تو بحث طویل ہو جائے گی' واللہ اعلم۔

شفاء کے ایک قصہ کی تردید : باقی رہا وہ قصہ جو "شفا" میں قاضی عیاض بن موسیٰ بستی اور قبل ازیں امام الحرمین نے "اصول الدین" وغیرہ میں بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا ایک گدھا تھا اس کا نام زیاد بن شہاب تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کو مطلوب شخص کی تلاش میں روانہ کرتے تھے' وہ اس کے گھر کے دروازے پر کھٹکھٹاتا اور صاحب خانہ سمجھ جاتا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو بلا رہے ہیں۔ اس گدھے نے رسول اللہ ﷺ کو بتلایا تھا کہ وہ پشت در پشت ایسے ستر گدھوں کی اولاد ہے جس پر کوئی نبی سوار ہوا ہے۔ نیز جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو وہ کنوئیں میں گر کر مر گیا۔ اس کی سند قطعاً معروف نہیں متعدد حفاظ حدیث نے اس کو منکر قرار دیا ہے ان میں عبدالرحمان بن ابی حاتم باپ بیٹا دونوں شامل ہیں۔

میں نے اپنے استاذ حافظ ابوالحجاج مزی سے بارہا سنا ہے وہ اس قصہ کا شد و مد سے انکار کیا کرتے تھے۔

دلائل النبوۃ میں حافظ ابو نعیم (ابوبکر احمد بن محمد بن موسیٰ عنبری' احمد بن محمد بن یوسف' ابراہیم بن سوید جذوعی' عبداللہ بن اذین طائی' ثور بن یزید' خالد بن معدان) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ خیبر میں نبی

علیہ السلام کے سامنے آکر ایک سیاہ گدھا کھڑا ہو گیا آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ تو اس نے کہا میں عمرو بن فلاں ہوں' ہم سات بھائی تھے' ہر ایک پر نبی سوار ہوا ہے۔ میں سب سے چھوٹا تھا اور میں آپ کی سواری کے لئے تھا ایک یہودی میرا مالک بن گیا' میں جب آپ کو یاد کرتا تو میں اسے گرا دیتا تھا اور وہ مجھے خوب مارتا۔ یہ شکوہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اب -یعفور ہے۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے۔

سیرت النبیؐ کے متعلقہ مباحث و معلومات کے بیان کرنے کا یہ مقام ہے اور یہ چار حصوں میں ہے۔ ۱۔ کتاب شمائل' ۲۔ کتاب دلائل' ۳۔ کتاب فضائل' ۴۔ اور کتاب خصائص' **وباللہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم)**

کتاب الشمائل

رسول اللہ ﷺ کی عادات و شمائل اور آپ کے پاک اخلاق کا ذکر

اس عنوان پر متقدمین اور متاخرین سب لوگوں نے بیشتر کتب تصنیف کی ہیں۔ مستقل اور ضمناً" اور تبعاً"۔ سب سے بہترین مفید اور عمدہ کتاب اس عنوان پر امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی کتاب ہے جو الشمائل کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہمیں اس کے سماع کا مفصل سند کے ساتھ شرف حاصل ہے۔ ہم ان کے ذکر کردہ مسائل بیان کریں گے اور اس پر قابل قدر اضافہ کریں گے جس سے کوئی محدث اور فقیہ بے نیاز اور مستغنی نہیں ہو سکتا۔ آغاز میں ہم آپؐ کے حسن کمال اور روشن جمال کا بیان کریں گے' پھر اس کو مجمل اور مفصل بیان کریں گے' **واللہ حسبنا ونعم الوکیل۔**

نبی علیہ السلام کے حسن روشن کا بیان : امام بخاری' حضرت براء بن عازبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا چہرہ سب سے خوبصورت تھا اور اخلاق سب سے اعلیٰ اور ارفع تھے۔ نہ آپ زیادہ طویل تھے اور نہ پستہ قد۔ اس روایت کو امام مسلم نے بھی ابو کریب کی معرفت' اسحاق بن منصور سے نقل کیا ہے۔

امام بخاری' حضرت براء بن عازبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام قد و قامت میں معتدل تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان کچھ بعد تھا۔ آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ میں نے آپ کو سرخ جوڑے میں دیکھا' کسی کو آپ سے زیادہ حسین و جمیل نہیں دیکھا اور یوسف بن ابو اسحاق اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ بال کندھوں تک تھے۔

امام احمد (وکیع' اسرائیل' ابواسحاق) حضرت براء بن عازبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی طویل بال والے شخص کو سرخ حلہ ــــ جوڑا ــــ میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپ کے بال کندھوں تک تھے دونوں کندھوں کے درمیان معمولی فاصلہ تھا۔ آپؐ نہ طویل تھے نہ پست قامت۔ اس روایت کو امام مسلم' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے وکیع سے بیان کیا ہے۔

امام احمد (اسود بن عامر' اسرائیل' ابواسحاق' براءؓ' یحییٰ بن ابی بکیر' اسرائیل' ابواسحاق) حضرت براء سے بیان کرتے ہیں میں نے کائنات میں سے سرخ حلہ میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا اور آپ کے بال کندھوں پر پڑتے تھے' بقول ابن ابی بکیر کندھوں کے قریب تھے۔ ابو اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے براء سے یہ حدیث بارہا سنی ہے وہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو مسکرا پڑتے۔ اس روایت کو امام بخاری نے کتاب اللباس میں' امام ترمذی نے شمائل میں' امام نسائی نے کتاب الزینہ میں' اسرائیل از ابواسحاق بیان کیا ہے۔

امام بخاری' ابواسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت براء بن عازبؓ سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور' تلوار جیسا تھا؟ انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ قمراور چاند کی مثل تھا۔ اس روایت کو امام ترمذی نے زہیر بن معاویہ جعفی کوفی کی معرفت ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی کوفی سے اس نے حضرت براء بن عازبؓ سے نقل کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

دلائل میں حافظ بیہقی (ابوالحسن بن الفضل قطان دربغداد' عبداللہ بن جعفر بن درستویہ' ابویوسف یعقوب بن سفیان' ابونعیم اور عبداللہ' اسرائیل' سماک) حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے کسی آدمی نے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور تلوار جیسا تھا؟ تو آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ سورج اور چاند جیسا منور تھا۔ امام مسلم نے اس کو اسی طرح ابوبکر بن ابی شیبہ کی معرفت عبید بن موسیٰ سے بیان کیا ہے۔

امام احمد نے اس کو طویل حدیث سے بیان کیا ہے۔ وہ (عبدالرزاق' اسرائیل' سماک) حضرت جابر بن سمرةؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک کے اگلے حصے کے کچھ سفید بال' سیاہ بالوں میں مخلوط تھے۔ جب تیل لگا کر کنگھی کرتے تو نمایاں نہ ہوتے اور جب بال پراگندہ ہو جاتے تو وہ سفید بال واضح ہو جاتے۔ آپ کے سر اور داڑھی کے بال گھنے تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا آپ کا رخ انور تلوار جیسا تھا تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح گول تھا۔ نیز انہوں نے مزید کہا کہ میں نے مہر نبوت آپ کے کندھے کے پاس دیکھی۔ کبوتری کے انڈے جیسی جو آپ کے جسم کے رنگ کے مشابہ تھی۔

حافظ بیہقی (ابوطاہر فقیہ' ابوحامد بن بلال' محمد بن اسماعیل احمسی' محاربی' اشعث' ابواسحاق) حضرت جابر بن سمرةؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی رات میں سرخ "حلہ" پہنے دیکھا۔ میں آپؐ کو اور چاند کو دیکھنے لگا' چنانچہ آپ میری نگاہ میں چاند سے زیادہ حسین و جمیل ہیں۔

محاکم : یہ روایت امام ترمذی اور نسائی نے بھی (ہناد بن سری' عبثر بن قاسم) اشعث بن سوار سے نقل کی ہے۔ بقول امام نسائی نے اشعث ضعیف راوی ہے اور اس نے غلط بیان کیا ہے اور صحیح یہ بات ہے کہ ابواسحاق' حضرت براءؓ سے بیان کرتے ہیں اور بقول ترمذی یہ حدیث حسن ہے اور میری دانست میں اسے صرف اشعث ہی بیان کرتا ہے۔ اور میں نے امام بخاری سے پوچھا کیا ابواسحاق از براءؓ زیادہ صحیح ہے یا از جابرؓ تو امام بخاری نے دونوں روایات کو صحیح سمجھا۔

بخاری کی "حدیث توبہ" میں حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسرور اور

خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ چاند کے ٹکڑے کی طرح چمک اٹھتا۔ (یہ حدیث قبل ازیں بیان ہو چکی ہے)

یعقوب بن سفیان (سعید' یونس بن ابی یعفور عبدی' ابواسحاق ہمدانی) ہمدانی خاتون (جس کا اس نے نام لیا تھا) سے بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کیا' میں نے آپ کو شتر پر سوار دیکھا۔ آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں عصا ہے۔ آپ دو سرخ چادروں میں ملبوس تھے جو آپ کے کندھوں پر تھیں۔ جب حجراسود کے پاس سے گزرتے تو عصا سے اس کو چھوتے اور اس کو قریب کر کے چوم لیتے۔

ابواسحاق نے اس عورت سے پوچھا کہ تو نے آپ کو کس سے تشبیہ دی تو اس نے کہا ۱۴ویں رات کے چاند کی طرح وہ بے نظیر تھے آپ ایسا حسین و جمیل نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

یعقوب بن سفیان (ابراہیم بن منذر' عبداللہ بن موسیٰ تیمی' اسامہ بن زید) ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان فرمایئے۔ تو انہوں نے کہا' بیٹا! اگر تو آپ ﷺ کو دیکھ لیتا تو تو سمجھتا کہ سورج طلوع ہو چکا ہے۔

اس روایت کو امام بیہقی' عبداللہ بن موسیٰ تیمی سے اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ اس ہمدانی خاتون نے کہا اگر تو آپ کو دیکھ پاتا تو کہتا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔

امام زہری کی متفق علیہ روایت میں عروہ کی معرفت حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس ہشاش بشاش تشریف لائے' آپ کے رخ زیبا کی شکنیں چمک رہی تھیں۔

نبی علیہ السلام کے رنگ کا بیان : امام بخاری (یحییٰ بن بکیر' لیث' خالد بن یزید' سعید بن ہلال' ربیعہ بن ابی عبدالرحمان) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کر رہے تھے کہ آپ درمیانہ قامت تھے' نہ لمبے نہ پست' رنگ صاف ستھرا' نہ بالکل سفید نہ گندم گوں اور آپ کے بال' نہ گھنگریالے تھے نہ سیدھے۔ آپ چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے' دس سال آپ پر مکہ میں وحی نازل ہوئی اور دس سال مدینہ میں' آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال سفید نہ تھے۔ ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ کا "سرخ بال" دیکھا میں نے پوچھا یہ کیا وجہ ہے تو مجھے کسی نے بتایا کہ وہ خوش بو کے کثرت استعمال کی وجہ سے سرخ ہے۔

امام بخاری (عبداللہ بن یوسف' مالک بن انس' ربیعہ بن ابی عبدالرحمان) حضرت انس بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے نہ پست قامت' رنگ نہ زیادہ سفید تھا نہ گندم گوں اور بال گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا مکہ میں دس سال قیام کیا اور مدینہ میں بھی دس سال' آپ فوت ہوئے تو آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

امام مسلم (یحییٰ بن یحییٰ کی معرفت) مالک بن انس سے بیان کرتے ہیں۔ نیز امام مسلم (قتیبہ' یحییٰ بن ایوب' علی بن حجر' اسماعیل بن جعفر' اور قاسم بن زکریا' خالد بن مخلد' سلیمان بن بلال) اور یہ تینوں ربیعہ بن ابی

عبدالرحمان سے بیان کرتے ہیں۔ امام ترمذی اور نسائی قتیبہ کی معرفت مالک بن انس سے بیان کرتے ہیں اور بقول ترمذی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حافظ بیہقی' حضرت ثابتؓ اور حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ صاف ستھرا تھا اور بیہقی (بیان کرتے ہیں کہ ثابت کی طرح حمید طویل نے بھی بیان کیا ہے) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گندم گوں تھے۔ اس حدیث کو حافظ بزار نے (علی' خالد بن عبداللہ' حمید' انسؓ) سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حافظ بزار (محمد بن مثنیٰ' عبدالوھاب' حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ طویل قامت تھے نہ پست۔ جب آپ چلتے تو آگے جھک کر چلتے اور آپؐ گندم گوں تھے۔ حافظ بزار کا بیان ہے کہ ہماری دانست میں یہ ہے کہ ماسوائے خالد اور عبدالوھاب کے کسی نے حمید طویل سے یہ بیان نہیں کیا۔

حافظ بیہقی (ابوالحسین بن بشران' ابو جعفر بزار' یحییٰ بن جعفر' علی بن عاصم' حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کیا کہ آپ کا رنگ سفید گندمی مائل تھا۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ یہ فقرہ پہلے فقرے سے بہتر ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے چہرہ پر گندمی رنگ نمایاں رہتا تھا' کثرت اسفار اور دھوپ میں چلنے پھرنے کی وجہ سے' واللہ اعلم۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ آخری صحابی : یعقوب بن سفیان فسوی (عمرو بن عون اور سعید بن منصور' خالد بن عبداللہ بن جریری) حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بچشم خود دیکھا ہے۔ میرے علاوہ اب روئے زمین پر ان کو دیکھنے والا زندہ نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا' رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا آپؐ سفید فام اور خوبرو تھے۔ امام مسلم نے اس روایت کو سعید بن منصور سے بیان کیا ہے۔ نیز اس کو ابوداؤد نے سعید بن ایاس جریری کی معرفت حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثیؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفید فام خوبصورت تھے' جب چلتے تو تیز چلتے گویا آپ ڈھلوان میں اتر رہے ہیں۔ (لفظ ابی داؤد) امام احمد' زید بن ہارون جریری سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوالطفیلؓ کے ہمراہ طواف کر رہا تھا تو انہوں نے بتایا' دنیا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے والا میرے علاوہ کوئی زندہ نہیں۔ میں نے پوچھا آیا آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو میں نے پوچھا آپ ﷺ کا حلیہ کیسا تھا؟ تو انہوں نے کہا نبی علیہ السلام سفید فام' خوبصورت اور معتدل قامت تھے۔ اس روایت کو ترمذی نے سفیان بن وکیع اور محمد بن بشار کی معرفت یزید بن ہارون سے بیان کیا ہے۔

حافظ بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' عبداللہ بن جعفریا ابوالفضل محمد بن ابراہیم' احمد بن سلمہ' واصل بن عبدالاعلیٰ اسدی محمد بن فضیل' اسماعیل بن ابی خالد) حضرت ابو جحیفہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ سفید فام ہیں اور بوڑھے ہو چکے ہیں۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ آپؐ کے مشابہ تھے۔ امام مسلم نے اس روایت کو واصل بن عبدالاعلیٰ سے نقل کیا ہے اور امام بخاری نے عمرو بن علی کی معرفت محمد بن فضیل سے یہ روایت بیان کی ہے۔ اور یہ اصل حدیث صحیحین میں مذکور ہے لیکن اور الفاظ کے ساتھ جیسا کہ آئندہ بیان ہو گی۔ محمد بن اسحاق (زہری' عبدالرحمان بن مالک بن جعشم' ابوہ) بیان کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک نے بتایا کہ

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جب میں آپ کے قریب ہوا اور آپ اونٹنی پر سوار تھے میں آپ کی پنڈلی دیکھ رہا تھا گویا کہ وہ کھجور کا گابھ ہے (اور یونس کی روایت میں ابن اسحاق سے ہے) واللہ گویا میں آپ کی پنڈلی رکاب میں دیکھ رہا ہوں کھجور کے گابھے کی طرح (سفید سفید چمکدار) میں نے کہا خوب سفید ہونے کی وجہ سے گویا وہ کھجور کا گابھ ہے۔

امام احمد' عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید (یکے از خزاعہ قبیلہ محرش یا مخرش) سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام جعرانہ سے رات کو آئے عمرہ کیا اور واپس چلے آئے وہاں آپ نے صبح کی جیسا کہ یہیں رات بسر کی ہو' میں نے آپ کی پشت دیکھی گویا وہ چاندی کا ٹکڑا ہے۔ اس حدیث کو یعقوب بن سفیان نے حمیدی کی معرفت سفیان بن عیینہ سے بیان کی ہے۔

یعقوب بن سفیان (اسحاق بن ابراہیم بن علاء' عمرو بن حارث' عبداللہ بن سالم' زبیدی' محمد بن مسلم) سعید بن مسیبؒ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ بہت سفید تھے۔ یہ سند حسن ہے اور اصحاب صحاح ستہ نے اس کو بیان نہیں کیا۔

امام احمد (حسن' عبداللہ بن لہیعہ) ابو یونس سلیم بن جبیر غلام حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپؐ ایسے تھے گویا سورج کی چمک' آپ کی پیشانی میں رواں ہے۔ آپؐ سے تیز رفتار میں نے کسی کو نہیں دیکھا گویا زمین آپ کے لئے لپیٹی جا رہی ہے اور ہم خوب تنگ و دو سے چلتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنی رفتار سے چل رہے ہوتے تھے۔ امام ترمذی نے اس کو قتیبہ کی معرفت ابن لہیعہ سے بیان کیا ہے اور اس میں ہے گویا سورج کی چمک آپ کے رخ زیبا میں رواں ہے اور ترمذی نے اس کو "غریب" کہا ہے۔

امام بیہقی نے اس روایت کو (عبداللہ بن مبارک' رشدین بن سعد مصری' عمرو بن حارث' ابو یونس) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن عساکر نے اسی طرح (حرملہ' ابن وھب' عمرو بن حارث' ابو یونس) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے

امام بیہقی (علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید صفار' ابراہیم بن عبداللہ' حجاج' حماد' عبداللہ بن محمد بن عقیل' محمد بن علی' ابن الحنیفہ) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ چمکدار تھا۔ ابو داؤد طیالسی (مسعودی' عثمان بن عبداللہ بن ھرمز' نافع بن جبیر) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رخ زیبا سرخی مائل تھا۔

یعقوب بن سفیان (ابن اصفہانی' شریک' عبدالملک بن عمیر) نافع بن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے آپؐ کا حلیہ بیان کیا کہ آپ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا اور امام ترمذی نے اسی طرح مسعودی' عثمان بن مسلم' ھرمز سے بیان کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام بیہقی کا بیان ہے کہ یہ حدیث حضرت علیؓ سے ایک اور سند سے بھی بیان ہوئی ہے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس حدیث کو ابن جریج (صالح بن سعید' نافع بن جبیر) حضرت علیؓ سے بیان

کرتے ہیں۔ حافظ بیہقی کا بیان ہے اور کہا گیا ہے کہ سرخی مائل وہ جسم تھا جو دھوپ اور ہوا کے سامنے کھلا رہتا تھا اور جو لباس کے اندر پوشیدہ رہتا تھا وہ سفید چمکدار تھا۔

نبی علیہ السلام کے چہرے کی خوبیوں اور محاسن کے بیان میں : قبل ازیں حضرت ابوالطفیلؓ کا قول بیان ہو چکا ہے کہ آپؐ سفید فام خوبرو تھے اور حضرت انسؓ کا قول بھی بیان ہو چکا ہے کہ آپ کا رنگ صاف ستھرا تھا اور حضرت براءؓ کا قول بھی کہ ان سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ چمک دمک میں تلوار کی مانند تھا تو انہوں نے کہا نہیں! بلکہ وہ چاند کی طرح تھا۔ نیز حضرت جابر بن سمرہؓ کا قول بھی بیان ہو چکا ہے کہ ان سے اسی قسم کا سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا تلوار جیسا نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح روشن مدور تھا اور حضرت ربیع بنت معوذ کا قول بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے کہا اگر تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیتا تو کہتا آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تو دیکھتا سورج طلوع ہو رہا ہے اور ابو اسحاق سبیعی نے ایک ہمدانی خاتون سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کیا اور ابو اسحاق نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا گویا کہ آپ کا چہرہ بدر منیر ہے' میں نے قبل ازیں ایسا نہیں دیکھا اور نہ بعد ازیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے گویا کہ سورج کی چمک آپ کے چہرہ میں رواں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی پیشانی میں سورج کی چمک رواں ہے۔

امام احمد (عفان اور حسن بن موسیٰ' حماد بن سلمہ' عبداللہ بن محمد بن عقیل' محمد بن علی) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سر اقدس ضخیم تھا' آنکھیں موٹی تھیں' پلکیں گھنی تھیں' آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے' داڑھی کے بال گھنے' رنگ صاف شفاف تھا' ہتھیلیاں اور پاؤں مضبوط تھے۔ جب چلتے تو گویا معلوم ہوتا آپ بالائی میں چڑھ رہے ہیں اور جب مڑتے تو اچانک مڑ جاتے۔ (تفرد بہ احمد)

ابو یعلی (زکریا اور یحییٰ واسطی' عباد بن عوام' حجاج' سالم مکی' ابن حنیفہ) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے نبی ﷺ کا حلیہ پوچھا گیا تو بتایا پست قامت تھے نہ طویل قامت' خوبصورت بال' معمولی گھنگریالے' چہرہ مبارک سرخی مائل' ضخیم جوڑوں والے' ٹخنے اور قدم پر گوشت موٹے سر ضخیم' سینہ سے ناف تک بالوں کی طویل لکیر' میں نے قبل ازیں آپ ایسا دیکھا نہ بعد ازیں۔ جب آپ چلتے تو جھک کر گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔

محمد بن سعد (واقدی' عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ' ابوہ' جدہ) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن میں مبعوث مقرر کیا۔ میں ایک روز خطبہ دے رہا تھا اور ایک یہودی عالم ہاتھ میں کتاب لئے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا ابوالقاسم کا حلیہ مبارک بتایئے۔ حضرت علیؓ نے کہا' رسول اللہ ﷺ نہ پست قد تھے نہ دراز قامت آپ کے بال نہ زیادہ گھنگریالے نہ بالکل سیدھے آپ کے بال سیاہ معمولی گھنگریالے تھے سر ضخیم تھا آپ کا رنگ سرخی مائل تھا۔ آپ کے مفاصل اور جوڑ بڑے تھے' ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت موٹے تھے' سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لمبی لکیر تھی' پلکوں کے بال گھنے تھے دونوں ابرو ملے ہوئے تھے پیشانی روشن کشادہ دونوں کندھوں کے درمیان معمولی فاصلہ تھا۔ جب چلتے تو جھک

کر مستعد ہو کر چلتے گویا کہ ڈھلوان سے اتر رہے ہیں میں نے آپ کی مثل کسی کو' نہ اس سے قبل دیکھا نہ بعد ازاں۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ پھر میں خاموش ہو گیا تو یہودی عالم نے کہا "اور" تو علیؓ نے کہا یہی مجھے اب یاد ہے تو یہودی عالم نے کہا' آپ کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہیں' داڑھی اور منہ خوبصورت ہے' کان پورے ہیں' یکبارگی سامنے آتے اور اچانک پیٹھ پھیرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے کہا واللہ! یہی آپ کی صفات ہیں۔ یہودی عالم نے مزید پوچھا تو علیؓ نے کہا' وہ کیا؟ تو یہودی عالم نے کہا آپ میں جھکاؤ ہے تو علیؓ نے کہا وہی جو آپ کو میں نے بتایا ہے گویا آپ ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ یہ سن کر یہودی عالم نے کہا یہ آپ کی صفات ہیں' اپنے آباء کی کتاب میں تحریر پاتا ہوں۔ ہم آپ کی دیگر صفات یہ بھی موجود پاتے ہیں کہ آپ اللہ کے حرم' امن کے مقام' اور بیت اللہ کے شہر میں مبعوث ہوں گے پھر وہ حرم کی طرف ہجرت کریں گے جسے وہ خود حرم قرار دیں گے اور وہ بیت اللہ کے حرم کی طرح محترم ہو گا۔

ہم یہ بھی تحریر پاتے ہیں کہ جن انصار کی طرف آپ ہجرت کریں گے وہ عمر بن عامر کی اولاد ہیں نخلستان والے اور ان سے قبل وہاں یہود آباد تھے۔ حضرت علیؓ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا وہی' وہی۔ رسول اللہ ﷺ ہیں' یہ سن کر یہودی عالم نے کہا' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور عالم گیر رسول ہیں اور انشاء اللہ اس عقیدہ پر میرا مرنا اور جینا ہو گا' اور اس پر میرا حشر ہو گا۔ پھر وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اس کو قرآن پڑھاتے اور اسلامی عقائد سے آگاہ فرماتے پھر حضرت علیؓ اور یہودی عالم وہاں سے مدینہ آئے اور وہ یہودی عالم حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں فوت ہوا۔ اور وہ مشرف بہ اسلام تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ مذکور بالا صفات حضرت علیؓ سے متعدد اسناد سے مروی ہیں۔

یعقوب بن سفیان (سعید بن منصور' خالد بن عبداللہ' عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب' محمد بن عمر' عمر) بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا' یا گزارش کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بتایئے تو آپؐ نے بتایا آپؐ سفید فام سرخی مائل تھے' آنکھ کی پتلی اور ٹپا سیاہ اور پلکیں لمبی تھیں۔

یعقوب (عبداللہ بن سلمہ اور سعید بن منصور' عیسیٰ بن یونس' عمر بن عبداللہ مولیٰ عفرہ' ابراہیم بن محمد) اولاد علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کرتے تو کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مسرور اور سفید تھا' آنکھیں موٹی' پلکیں لمبی۔ بقول جوہری لغوی: دعج' عبارت ہے آنکھوں کی سیاہی مع فراخی کے۔ ابوداؤد طیالسی (شعبہ' سماک) جابر بن سمرہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی سیاہی میں سرخی تھی' ہلکی ایڑی کم گوشت اور کشادہ منہ۔ ابوداؤد کی روایت میں شعبہ سے منقول ہے' اشمل العینین۔

شہلہ اور شکلہ کا معنی : بقول ابوعبید لغوی شہلہ کا معنی ہے آنکھ کی سیاہی میں سرخی اور شکلہ کا مفہوم ہے۔ آنکھ کی سفیدی میں سرخی۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں (ابو موسیٰ اور بندار' احمد بن منیع' ابو قطن) شعبہ سے بیان کیا ہے اور اس نے اشکل العینین نقل کیا ہے اور اس حدیث کو

حسن صحیح کہا ہے اور صحیح مسلم میں "شکلہ" کا معنی "لمبی پلکیں" بیان کیا ہے اور یہ کسی راوی کی تفسیر ہے اور ابوعبید کا قول اور معنی "حمرة فی بیاض العین" آنکھ کی سفیدی میں سرخ ڈورا' زیادہ مشہور اور صحیح تر ہے اور آنکھوں کی یہ کیفیت قوت و شجاعت اور طاقت و شہامت کا مظہر ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

یعقوب بن سفیان (اسحاق بن ابراہیم' عمرو بن حرث' عبداللہ بن سالم' زبیدی' زہری' سعید بن مسیب) **حضرت ابوہریرہؓ** سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کشادہ پیشانی تھے' پلکوں کے بال لمبے تھے۔ **یعقوب بن سفیان** (ابوغسان' جمیع بن عمر بن عبدالرحمان عجلی' ایک راوی در مکہ' ابوھالہ تمیمی کا بیٹا' حسن بن علی) اپنے ماموں سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کشادہ پیشانی' تیکھے ابرو' پورے باہمی متصل نہ تھے۔ ان کے درمیان ایک رگ تھی' غصہ کے وقت پھول جاتی' بلند بینی' اس پر نور برستا رہتا تھا۔ آپ کو غور سے نہ دیکھنے والا بلند بینی' ہلکے رخسار' کشادہ منہ اور کشادہ دانت سمجھتا تھا۔

یعقوب (ابراہیم بن منذر' عبدالعزیز بن ابی ثابت زہری' اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ' عمہ موسیٰ بن عقبہ' کریب) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دو سامنے والے دانتوں میں کشادگی تھی' آپ بات کرتے تو آپ کے سامنے والے دانتوں سے نور کی طرح چمک دکھائی دیتی تھی۔ امام ترمذی نے اس روایت کو عبداللہ بن عبدالرحمان کی معرفت ابراہیم بن منذر سے بیان کیا ہے۔

یعقوب بن سفیان (ابوبکر بن ابی شیبہ' عباد بن حجاج' سماک) حضرت جابر بن سمرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو کہتا آنکھوں میں کاجل ڈالا ہے حالانکہ آپ نے سرمہ نہ لگایا ہوتا تھا۔ آپؐ کی پنڈلیاں باریک تھیں اور آپ تبسم فرماتے اور مسکراتے تھے۔

امام احمد (وکیع' مجمع بن یحییٰ' عبداللہ بن عمران انصاری علی اور مسعودی' عثمان بن عبداللہ' ہرمز' نافع بن جبیر) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نہ پست قد تھے نہ دراز قامت آپ کے بال نہ زیادہ گھنگریالے نہ بالکل سیدھے آپ کے بال سیاہ معمولی گھنگریالے تھے سر ضخیم تھا آپ کا رنگ سرخی مائل تھا۔ آپ کے مفاصل اور جوڑ بڑے تھے' ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت موٹے تھے' سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لمبی لکیر تھی' پلکوں کے بال گھنے تھے دونوں ابرو ملے ہوئے تھے پیشانی روشن کشادہ دونوں کندھوں کے درمیان معمولی فاصلہ تھا۔ جب چلتے تو جھک کر مستعد ہو کر چلتے گویا کہ ڈھلوان سے اتر رہے ہیں میں نے آپ کی مثل کسی کو' نہ اس سے قبل دیکھا نہ بعد ازاں۔

سند : بقول ابن عساکر' اس روایت کو عبداللہ بن داؤد فریبی نے مجمع بن یحییٰ سے بیان کیا ہے۔ ابن عمران انصاری اور علیؓ کے درمیان ایک مجہول راوی کا اضافہ کیا ہے۔

پھر آپ نے (عمرو بن علی فلاس' عبداللہ بن داؤد' مجمع بن یحییٰ انصاری' عبداللہ بن عمران انصاری) مجہول راوی انصاری سے سند بیان کر کے کہا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے حلیہ رسول اللہ ﷺ کے بارے پوچھا اور آپؓ کوفہ کی مسجد میں تلوار کے پرتلہ سے گوٹھ مار کر بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت علیؓ نے کہا' آپ کا رنگ سفید تھا سرخی مائل' آنکھیں موٹی' بال قریباً سیدھے' سینہ سے ناف تک بالوں کی پتلی دھار' ہلکے اور کم

گوشت رخسار' داڑھی گھنی' سر کے بال کانوں کی لو تک' گویا کہ آپ کی گردن چاندی کی صراحی ہے۔ سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر اور دھاری آپ کے شکم اور سینہ پر علاوہ ازیں بال نہ تھے' ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے جب آپؐ چلتے تو گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں اور جب چلتے تو گویا مستعدی سے پہاڑ سے نیچے آ رہے ہیں اور جب مڑتے تو معاً مڑتے نہ طویل قامت تھے نہ پست قامت نہ عاجز تھے نہ درشت خو' گویا کہ آپ کا پسینہ چہرے پر آبدار موتی ہیں اور آپ کے پسینہ کی خوشبو کستوری سے زیادہ نکہت اور مہک دار ہے۔ میں نے ان کی مثل نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

یعقوب بن سفیان (سعید بن منصور' نوح بن قیس حرانی' خالد بن خالد تمیمی) یوسف بن مازن مازنی سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے عرض کیا آپ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان فرما دیں تو بتایا آپ سفید فام تھے سرخی مائل' سر ضخیم' چہرہ روشنی چمکدار' لمبی پلکیں۔

امام احمد' حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سر ضخیم تھا' رنگ سفید سرخی مائل تھا ہتھیلیاں اور پاؤں پر گوشت اور موٹے تھے داڑھی گھنی تھی۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ جسم کے جوڑ موٹے تھے۔ ڈھلوان میں چلتے معلوم ہوتے آگے کو جھک کر چلتے نہ پست قامت نہ دراز قامت' میں نے قبل ازیں آپ ایسا کوئی نہیں دیکھا اور نہ بعد ازاں۔ اس روایت کے بیشتر شواہد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

خضاب : واقدی' زیاد بن سعد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا؟ تو آپ نے کہا نہ لگایا اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا' رسول اللہ ﷺ کی پیشانی اور عنفقہ --- ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیانی حصہ --- میں چند بال سفید تھے میں ان کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کر لیتا۔ میں نے مزید پوچھا آپ کا حلیہ مبارک بتائیے تو انہوں نے کہا معتدل قامت تھے۔ نہ دراز نہ پست اور نہ ہی زیادہ سفید اور نہ ہی گندم گوں' اور آپ کے بال نہ گھنگریالے نہ سیدھے آپ کی داڑھی خوبصورت تھی آپ کی پیشانی روشن تھی رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ انگلیاں پر گوشت تھیں سر اور داڑھی کے بال نہایت سیاہ تھے۔

پہلی ملاقات : ابو نعیم اصبہانی (ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن احمد بن فارس' یحییٰ بن حاتم عسکری' بشر بن مہران' شریک' عثمان بن مغیرہ' زید بن وھب) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلی بات جو مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے معلوم ہوئی کہ میں اپنے چچاؤں کے ہمراہ مکہ آیا' لوگوں نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی طرف ہماری راہنمائی کی۔ ہم ان کے پاس چلے آئے' وہ زمزم کے پاس تشریف فرما تھے۔ ہم ان کے پاس بیٹھ گئے' ہم ان کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ "باب صفا" سے ایک آدمی آیا' سفید رنگ پر سرخی غالب ہے۔ اس کے گھنگریالے بال ہیں' نصف کان تک بلند بنی' اگلے دانت چمکدار' آنکھیں سیاہ' داڑھی گھنی' سینہ مبارک میں ناف تک بالوں کی ہلکی لکیر' ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت' آپ دو چادریں زیب تن کئے ہوئے تھے گویا کہ آپ چاند ہیں چودھویں کا۔ بقیہ

راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے اس میں آپؐ کے ہمراہ حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ کا طواف کرنا اور بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنا مذکور ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ نے حضرت عباسؓ سے آپ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ میرا برادر زادہ ہے۔ محمد بن عبداللہ اور اس کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔

خواب : امام احمد (جعفر' عوف بن ابی جمیلہ) یزید فارسی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور یزید فارسی قرآن پاک کی کتابت کیا کرتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میرا روپ دھارنے کی استطاعت نہیں رکھتا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا۔ اے یزید فارسی! کیا تو نے جس کو خواب میں دیکھا اس کا حلیہ بیان کر سکتا ہے؟ اس نے "جی ہاں" میں جواب دے کر بتایا کہ میں نے معتدل قامت انسان دیکھا ہے۔ اس کا جسم گندم گوں سفیدی مائل ہے۔ عمدہ مسکراہٹ' سرمیلی آنکھیں' گول خوبرو چہرہ' داڑھی ٹھوڑی سے لے کر سینہ تک بھرپور تھی۔

عوف بن ابو جمیلہ کا بیان ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس حلیہ کے ساتھ اور کیا بیان تھا۔ ابن عباسؓ نے یہ خواب سن کر کہا' اگر تو آپؐ کو بیداری کے عالم میں دیکھتا تو اس سے زیادہ نہ بیان کر سکتا۔

محمد بن یحییٰ ذہلی (عبدالرزاق' معمر) زہری سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا آپ نہایت حسین و جمیل تھے۔ آپ میانہ قامت تھے' دونوں کندھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا' رخسار پر گوشت نہ تھے' بال بہت سیاہ' سرمیلی آنکھوں والے' لمبی پلکوں والے' زمین پر پورا پیر لگاتے' آپ کے پاؤں میں ایڑی اور پنجہ کے درمیان خلاء نہ تھا۔ جب آپ کندھوں پر چادر رکھتے تو گویا کہ چاندی کی لکیر ہے اور جب مسکراتے تو قریب تھا کہ دیواریں چمک اٹھیں۔ میں نے آپ سے قبل اور نہ آپ سے بعد کسی کو آپ ایسا نہیں دیکھا۔ یعنی آپ فقید المثال تھے۔

محمد بن یحییٰ ذہلی نے اس روایت کو اور متصل سند کے ساتھ (اسحاق بن ابراہیم زبیدی' عمرو بن حارث' عبداللہ بن سالم' زبیدی' زہری' سعید بن مسیب) حضرت ابو ہریرہؓ سے مذکور بالا روایت کی طرح بیان کیا ہے۔ اس حدیث کو امام ذہلی نے (اسحاق بن راھویہ' نضر بن شمیل' صالح' ابوالاخضر' زہری' ابو سلمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تخلیق گویا چاندی سے ہے۔ قریباً سیدھے بال' پیٹ سینے کے برابر تھا' مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی تھیں' زمین پر پورے قدم سے چلتے تھے۔ جب متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے اور جب مڑتے تو پوری طرح مڑتے۔

واقدی (عبدالملک' سعید بن عبید بن سباق) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاؤں اور ہتھیلیاں پرگوشت تھیں' پنڈلیاں مضبوط تھیں' کلائیاں لمبی تھیں' بازو اور کندھے ضخیم تھے اور کندھوں کے درمیان ذرا بعد تھا۔ سینہ چوڑا' سر کے بال قریباً سیدھے' لمبی پلکیں' منہ خوبصورت' داڑھی حسین' کان پورے درمیانہ قامت نہ لمبے نہ پست کہ رنگ میں سب سے فائق' اچانک متوجہ ہوتے اور

اچانک مڑتے۔ میں نے آپ کی مانند نہ دیکھا نہ سنا۔

حافظ بیہقی (ابوعبدالرحمان سلمی' ابوالحسن المحمودی المروزی' ابوعبداللہ محمد بن علی الحافظ' محمد بن مثنیٰ' عثمان بن عمر' حرب بن سریج' صحاب الحلوانی) مجہول راوی' اپنے جد امجد سے بیان کرتا ہے کہ میں مدینہ کی جانب روانہ ہوا رسول اللہ ﷺ کے دیدار کی بات یاد کرتا ہوا۔ چنانچہ میری ملاقات اچانک ایسے شخص سے ہوئی جو خوبصورت ہے' اس کی زلفیں طویل ہیں' باریک ناک' باریک ابرو' ان کے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک تحریر ہے' سر پر دو چادروں کے دامن میں۔ انہوں نے میرے قریب ہو کر "السلام علیکم" کہا۔

نبی علیہ السلام کے بالوں کا بیان : زہری کی متفق علیہ روایت میں عبیداللہ بن عبداللہ کی معرفت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ پر وحی نہ نازل ہوتی تو اس مسئلہ میں آپ اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے اہل کتاب اپنے بالوں کو لٹکاتے تھے اور مشرکین مانگ نکالتے تھے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے بال لٹکا لئے اور بعد میں مانگ نکالی۔ امام احمد (حماد بن خالد' مالک' زیاد بن سعد' زہری) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تک چاہا اپنی پیشانی پر بال لٹکائے (نصاریٰ کی طرح فیشن) پھر آپ مانگ نکالنے لگے (تفرد بہ من ھذا الوجہ)

محمد بن اسحاق (محمد بن جعفر بن زبیر' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بالوں کی مانگ نکالی۔ میں نے سر کی چوٹی سے بالوں کو دو حصہ میں تقسیم کر دیا اور پیشانی کے بالوں کو آنکھوں کے درمیان سے الگ کر دیا۔

فیشن : محمد بن جعفر بن زبیر جو ایک پابند اسلام فقیہ ہیں کا مقولہ ہے کہ موجودہ فیشن عیسائیوں کا شعار ہے جس کو عیسائیوں نے اختیار کیا ہے۔ صحیحین میں حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بال کندھوں تک ہوتے تھے۔ نیز بخاری میں حضرت براء وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بال نصف کانوں تک تھے۔ ان دونوں باتوں میں تضاد اور ایک دوسرے کی نفی نہیں کیونکہ بال کبھی لمبے ہو جاتے اور کبھی چھوٹے۔ پس ہر ایک نے اپنا چشم دید بیان کر دیا۔

ابوداؤد (ابن نفیل' ابن رواد' ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بال "وفرہ" اور کانوں کی لو سے زائد ہوتے' جمہ اور مونڈھوں سے کم ہوتے تھے۔

حج کے ۸۱ روز بعد فوت ہوئے : اور یہ ثابت ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے پورا سر منڈوایا اور اکیاسی (۸۱) روز بعد فوت ہو گئے۔ (صلوات اللہ علیہ دائما الی یوم الدین)

یعقوب بن سفیان (عبداللہ بن مسلم اور یحییٰ بن عبدالحمید' سفیان' ابن ابن نجیح) مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ ام ہانیؓ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ ایک بار مکہ آئے تو آپ کے سر کے بالوں کے چار لٹ اور گیسو تھے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو سفیان بن عیینہ سے بیان کیا ہے۔ صحیحین میں ربیعہ نے حضرت انسؓ سے رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے تذکرہ (کہ آپ کے بال نہ سیدھے تھے نہ گھنگریالے) کے بعد بیان کیا ہے کہ وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

خضاب : صحیح بخاری میں ایوب' ابن سیرین سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا؟ تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے چند بال سفید تھے۔ اسی طرح بخاری اور مسلم میں بہ سند (حماد بن زید از ثابت از انسؓ) مذکور ہے۔ حماد بن سلمہ' ثابت سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ بوڑھے ہو گئے تھے اور بال سفید ہو گئے تھے تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کے عیب سے محفوظ رکھا' آپ کے سر میں صرف ۱۷ یا ۱۸ بال سفید تھے۔

مسلم میں (بہ سند مثنیٰ بن سعید از قتادہ از انسؓ) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خضاب نہیں لگایا۔ آپ کے ہونٹ کے نیچے چند بال سفید تھے' اسی طرح کنپٹی اور سر میں بھی معمولی بال سفید تھے۔

امام بخاری (ابونعیم' ہمام) قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا تو انہوں نے کہا بالکل نہیں آپ کی کنپٹیوں میں چند بال سفید تھے۔

امام بخاری (عصام بن خالد' جریر بن عثمان) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن بسر سلمی ؓ سے پوچھا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' کیا آپ ﷺ بوڑھے ہو گئے تھے؟ تو انہوں نے کہا آپ کے ہونٹ کے نیچے کچھ بال سفید تھے۔ حضرت جابرؓ بن سمرہ سے بھی ایسے الفاظ بیان ہو چکے ہیں۔

ابواسحاق کی متفق علیہ روایت میں ابو جحیفہؓ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زیر لب عنفقہ میں چند بال سفید دیکھے۔ یعقوب بن سفیان (عبداللہ بن عثمان' ابوحمزہ سکری) عثمان بن عبداللہ بن موھب قرشی سے بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے بال لائیں وہ حنا اور وسمہ سے رنگے ہوئے سرخ تھے۔ اس روایت کو امام بخاری' (اسماعیل بن موسیٰ' سلام بن ابی مطیع' عثمان بن عبداللہ بن موھب) حضرت ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں۔

بال سے شفا : حافظ بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' ابوالحسن محمد بن یعقوب' محمد بن اسحاق صفہانی' یحییٰ بن بکیر' اسرائیل) عثمان بن موھب سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے پاس چاندی کی گھونگرو نما ڈبی میں رسول اللہ ﷺ کے بال تھے۔ کسی کو بخار لاحق ہو جاتا تو وہ آپ کی خدمت میں کسی کو بھیجتا۔ وہ (پانی میں) ڈبو دیتیں' پھر بخار والا آدمی وہ اپنے چہرے پر چھڑک لیتا۔ عثمان کا بیان ہے کہ مجھے میرے اہل خانہ نے ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے وہ بال نکالے اور وہ گھونگرو نما ڈبہ ایسا تھا۔ (اور اسرائیل راوی نے تین انگلیوں سے اشارہ کر کے اس کی ہیئت بیان کی) اور اس میں پانچ بال تھے۔ اس روایت کو امام بخاری نے مالک بن اسماعیل از اسرائیل بیان کیا ہے۔

یعقوب بن سفیان (ابونعیم' عبیداللہ بن ایاد' ایاد) ابورمثہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرے والد نے کہا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا جی نہیں! تو والد نے کہا آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ یہ سن کر مجھ پر لرزی طاری ہو گیا' میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کوئی ایسی نرالی شئے ہیں جو آدمیوں کے مشابہہ نہیں ہوتی' مگر آپ بشر اور

انسان ہیں۔ کانوں کی لو تک بال ہیں' ان پر مہندی کے نشان ہیں اور دو سبز چادروں میں ملبوس ہیں۔

یہ روایت ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے (عبیداللہ بن ایاد بن لقیط' ابوہ) ابو رمثہ حبیب بن حیان' (ان کا نام رفاعہ بن یثربی بھی بتایا گیا ہے) سے بیان کی ہے اور امام ترمذی نے اس کے بارے کہا ہے۔ یہ حدیث ہم صرف ایاد بن لقیط سے ہی جانتے ہیں۔ --- نیز اس روایت کے بعض حصہ کو امام نسائی' سفیان ثوری اور عبدالملک بن عمیر کی معرفت ایاد بن لقیط سے بھی بیان کرتے ہیں --- نیز اس روایت کو یعقوب بن سفیان بھی (محمد بن عبداللہ المخرمی' ابوسفیان حمیری' ضحاک بن حمزہ بن غیلان بن جامع) ایاد بن لقیط بن ابی رمثہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مہندی اور وسمہ لگایا کرتے تھے اور آپ کے بال کندھوں تک تھے۔

ابوداؤد (عبدالرحیم بن مطرف بن سفیان' عمرو بن محمد منقری' ابن ابی رواد' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سبتی --- بن بال کے چمڑے کا --- جوتا پہنتے اور داڑھی کو ورس اور زعفران لگاتے اور حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی دستور تھا۔ امام نسائی نے اس روایت کو عبدہ بن عبدالرحیم مروزی از عمرو بن محمد منقری بیان کیا ہے۔ حافظ بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' ابوالفضل محمد بن ابراہیم' حسن بن محمد بن زیاد' اسحاق بن ابراہیم' یحیٰی بن آدم) --- دوسری سند --- (ابوالحسین بن الفضل' عبداللہ بن جعفر' یعقوب بن سفیان' ابو جعفر محمد بن عمر بن ولید کندی کوفی' یحیٰی بن آدم' شریک' عبیداللہ بن عمر' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قریباً بیس بال سفید تھے اور اسحاق بن ابراہیم کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سر کے اگلے حصہ میں قریباً بیس بال سفید دیکھے۔

بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' احمد بن سلیمان فقیہ' ہلال بن علاء رقی' حسین بن عباس رقی' جعفر بن برقان) عبداللہ بن محمد بن عقیل سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ گورنر تھے تو حضرت عمر نے ایک قاصد روانہ کیا اور اس کو کہا حضرت انسؓ سے دریافت کرو کیا رسول اللہ ﷺ خضاب لگایا کرتے تھے؟ میں نے آپ کے "موئے مبارک" رنگین دیکھے ہیں۔ تو حضرت انسؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے سیاہ خضاب لگانے سے منع فرمایا تھا۔ اگر میں آپ کی داڑھی اور سر کے سفید بال شمار کرتا تو وہ گیارہ سے زائد نہ ہوتے اور بالوں پہ رنگ رسول اللہ ﷺ کی خوشبو کے باعث تھا' اس خوشبو سے آپ کے بال رنگین ہو گئے تھے۔

مسلّم اصول : میں --- ابن کثیر --- کہتا ہوں کہ حضرت انسؓ کا خضاب کی نفی کرنا' خضاب لگانے کی گذشتہ روایات کے منافی ہے اور مسلمہ اصول یہ ہے کہ اثبات' نفی پر مقدم اور راجح ہوتا ہے کیونکہ اثبات والے کے پاس وہ مزید علم ہوتا ہے جو نفی کرنے والے کے پاس نہیں ہوتا۔

اسی طرح حضرت انسؓ کے علاوہ دیگر صحابہ کا قول مقدم ہو گا' مزید علم کے باعث خصوصاً حضرت ابن عمر سے یہ منقول ہے کہ جن کے بارے غالب ظن ہے کہ انہوں نے یہ بات اپنی ہمشیرہ حضرت حفصہؓ ام المومنین سے اخذ کی ہوگی کیونکہ ان کی اطلاع و واقفیت حضرت انس کے علم و آگہی سے زیادہ ہے کہ بسا اوقات انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک سے جوؤں کو دیکھ کر نکالا ہو گا۔

نبی علیہ السلام کے اعضاء کے بارے احادیث : شعبہ کی متفق علیہ روایت جو ابواسحاق از براء بن عازب مروی ہے قبل ازیں بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قامت تھے اور آپ کے کندھوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ تھا۔ امام بخاری (ابوالنعمان، جریر، قتادہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا سر اور پاؤں ضخیم تھے اور ہتھیلیاں دراز تھیں، نیز متعدد اسناد سے بیان ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہتھیلیوں اور پاؤں پر گوشت تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ہتھیلیاں اور پاؤں ضخیم تھے۔

یعقوب بن سفیان (آدم اور عاصم بن علی، ابن ابی ذئب) صالح مولی التوامہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بازو دراز تھے، کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا اور آپؐ کی پلکیں لمبی اور گھنی تھیں۔ نافع بن جبیر، حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے، مفاصل اور جوڑ مضبوط تھے، سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی۔

حجاج از سماک از جابر بن سمرہؓ کی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پنڈلیاں باریک تھیں یعنی ضخیم نہ تھیں، سراقہ بن مالک بن جعشم کی روایت میں گزر چکا ہے کہ میں نے آپ کے پیر رکاب میں دیکھے گویا وہ سفید ہونے کی وجہ سے کھجور کا گابھ ہے۔

چند الفاظ کی تشریح : صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ آپ کا کشادہ دہن تھے، "**ضلیع الفم**" کی تشریح کی ہے کہ آپؐ "عظیم الفم" تھے "**اشکل العینین**" کی تشریح کی ہے کہ آپؐ کی آنکھوں کا شگاف اور دھانہ طویل تھا "**طویل شق العینین**" اور "**منھوس العقب**" کی تفسیر بیان کی ہے کہ آپ کی ایڑیاں ہلکی تھیں کم گوشت، "**قلیل عم العقب**" ایڑی کا ہلکا اور باریک ہونا، مردوں کے لئے زیادہ اچھا اور مناسب ہے۔

حارث بن ابی اسامہ (عبداللہ بن بکر، حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے وقت، حضرت ام سلیمؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا یارسول اللہ ﷺ یہ انس، کاتب لڑکا ہے، آپ کی خدمت کرے گا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی نو سال خدمت کی، میرے کسی کام پر نکتہ چینی نہ کی اور نہ ہی میرے کام کو برا کہا، میں نے کسی ریشم اور کمخواب کو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم محسوس نہیں کیا اور نہ ہی میں نے رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے کسی عنبر اور کستوری کو زیادہ مہک والا اور خوشبو دار پایا۔ اسی طرح اس روایت کو (معتمر بن سلیمان، علی بن عاصم، مروان بن معاویہ فزاری اور ابراہیم بن طہمان نے حمید از انسؓ) رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی نرم و گداز اور آپؐ کی خوشبو کے بارے نقل کیا ہے۔

زبیدی (زہری، سعید) حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنا پورا پیر زمین پر لگاتے تھے۔ آپ کے پیر کا اخمص (وہ جوف جو ایڑی اور پنجے کے درمیان ہوتا ہے) نہ تھا، اس کے برعکس بھی روایت مروی ہے۔

یزید بن ہارون (عبداللہ بن یزید بن مقسم، اپنی پھوپھی سارہ بنت مقسم) میمونہ بنت کروم سے بیان کرتے ہیں

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں اونٹنی پر سوار دیکھا' میں اپنے والد کے ہمراہ تھی' رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں اساتذہ کے کوڑے کی طرح کوڑا تھا۔ میرے والد ان کے قریب ہوئے اور ان کے پیر مبارک کو پکڑ لیا پس رسول اللہ ﷺ اس کے لئے رک گئے' میمونہؓ کا بیان ہے کہ مجھے اب تک یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاؤں کی درمیانی انگشت باقی انگلیوں سے دراز تھی۔ اس روایت کو امام احمد نے یزید بن ہارون سے طویل نقل کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے یزید بن ہارون سے اس روایت کا بعض حصہ نقل کیا ہے۔ نیز احمد بن صالح (عبدالرزاق' ابن جریج' ابراہیم بن میسرہ' اپنی خالہ) میمونہ سے بیان کرتے ہیں اور امام ابن ماجہ نے اس کو دوسری سند سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ حافظ بیہقی (علی بن احمد بن عبداللہ بن بشران' اسماعیل بن محمد صفار' محمد بن اسحاق ابوبکر' سلمہ بن حفص سعدی' یحییٰ بن یمان' اسرائیل' سماک) حضرت جابر بن سمرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پیر کی چھنگلی دوسری انگلی پر چڑھی ہوئی تھی۔

نبی علیہ السلام کے قامت اور عمدہ خوشبو کا بیان : بخاری میں ربیعہ' حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قامت تھے نہ لمبے نہ پست قامت۔ ابواسحاق' حضرت براء سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رخ زیبا' سب سے خوبصورت تھا اور آپ سب سے زیادہ بااخلاق تھے' آپ نہ طویل تھے نہ پستہ قامت اور چھوٹے (اخرجاہ فی الصحیحین نافع بن جبیر' حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ دراز قامت تھے نہ پست قامت' میں نے آپ جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں (آپ فقید المثال تھے)

سعید بن منصور (خالد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ' ابوہ عبداللہ' عمر) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ نہایت طویل تھے' نہ کوتاہ قامت' اور طویل قد کے قریب تھے آپ کا پسینہ موتی جیسا تھا' الخ۔ سعید (روح بن قیس' خالد بن خالد تمیمی' یوسف بن مازن راسبی) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ لمبے نہ تھے اور میانہ قامت سے کچھ زائد تھے۔ جب آپ لوگوں میں ہوتے تو ان کو ڈھانپ لیتے۔ آپ کا پسینہ آپ کے چہرہ پر موتی کی مانند تھا۔ (الخ)

زبیدی (زہری' سعید) حضرت ابوہریرہؓ کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قامت تھے' اور آپ طویل قامت کے قریب تر تھے۔ آپ اچانک متوجہ ہوتے اور یکبارگی مڑ جاتے' آپ بے مثال تھے' میں نے آپ ایسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ بخاری میں (حماد بن زید' ثابت) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دیباج وریشم اور اس سے کسی نرم و نازک چیز کو نہیں چھوا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم و گداز ہو' اور نہ میں نے عنبر اور کستوری کو سونگھا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ معطر اور خوشبودار ہو۔ امام مسلم نے اس روایت کو (سلیمان بن مغیرہ از ثابت از انسؓ) بیان کیا ہے نیز امام مسلم نے اس روایت کو (حماد بن سلمہ اور سلیمان بن مغیرہ از ثابت از انسؓ) بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ صاف ستھرا تھا' آپ کے پسینے کے قطرات گویا آبدار موتی ہیں۔ جب آپ چلتے تو آگے جھک کر چلتے۔ میں نے کسی ریشم کو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں پایا اور نہ میں نے کسی خوشبو کو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ

خوشبودار محسوس کیا۔

ثلاثی سند : امام احمد (ابن ابی عدی، حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ریشم اور دیباج کو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم محسوس کیا اور نہ ہی آپ کی خوشبو سے زیادہ کسی خوشبو کو سونگھا، یہ سند ثلاثی ہے اور شرط صحیحین پر ہے اور اس سند سے صحاح ستہ میں مروی نہیں۔

یعقوب بن سفیان (عمرو بن حماد بن طلحہ القناد (اور بیہقی نے اس روایت کو احمد بن حازم بن ابی عروہ از عمرو بیان کیا ہے)، اسباط بن نصر، سماک) حضرت جابر بن سمرہؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پہلی نماز ظہر پڑھی، آپ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ ہو لیا۔ بچوں نے آپ کا استقبال کیا آپ یکے بعد دیگرے ہر ایک کے رخسار کو سہلانے لگے، حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میرے رخسار کو بھی رسول اللہ ﷺ نے سہلایا۔ میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو کو ایسے محسوس کیا گویا عطار کے عطروان سے نکالا ہے، امام مسلم نے اس روایت کو عمرو بن حماد سے بیان کیا ہے۔

امام احمد (محمد بن جعفر، شعبہ اور حجاج، حکم) حضرت ابوجحیفہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بطحاء کی طرف دوپہر کے وقت نکلے۔ آپ نے وضو کیا اور نماز ظہر دوگانہ ادا کی۔ آپ کے سامنے نیزہ گڑا تھا (اس حدیث میں عون از والد خود سے اضافہ مروی ہے) کہ اس سترہ کے پیچھے سے گدھے اور عورتیں گزر رہی تھیں۔ حجاج راوی کے الفاظ ہیں کہ نماز کے بعد لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؐ کے دست رحمت کو پکڑتے اور اپنے چہرے پر ملتے۔ ابو جحیفہ کا بیان ہے میں نے بھی آپ کا ہاتھ پکڑ کر، اپنے چہرے پر رکھا تو وہ اولے سے زیادہ یخ تھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ اس روایت کو اس طرح امام بخاری (حسن بن منصور، حجاج بن محمد اعور) شعبہ سے بیان کرتے ہیں۔ مسلم، بخاری میں اصل حدیث بھی اسی طرح مذکور ہے۔

جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنا : امام احمد (یزید بن ہارون، ہشام بن حسان، شعبہ اور شریک، یعلی بن عطاء، جابر بن یزید ابوہ) حضرت یزید بن اسودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے "منیٰ" میں نماز پڑھی، نماز سے فراغت کے بعد دو آدمیوں کو نمازیوں کے پیچھے دیکھا، ان کو بلایا۔ پھر ان کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو ان کے کندھوں کا گوشت ڈر کے مارے پھڑک رہا تھا۔ پھر آپ نے پوچھا تم کو لوگوں کے ہمراہ نماز پڑھنے سے کیا امر مانع تھا؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے اپنے ڈیرے میں نماز پڑھ لی تھی، تو آپ نے فرمایا، ایسا نہ کرو، جب تم میں سے کوئی مسلمان اپنے ڈیرے میں نماز پڑھ لے پھر وہ جماعت کو پالے تو وہ اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ یہ نماز اس کے لئے نفلی عبادت ہوگی۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں آپ نے اس کے لئے استغفار کیا بعد ازاں لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف اٹھے اور میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔ میں اس وقت خوب تنومند جوان تھا، میں لوگوں کو چیرتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا میں نے آپ کا دست رحمت پکڑ کر اپنے چہرے یا سینے پر رکھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے کسی چیز کو معطر اور یخ نہیں محسوس کیا۔ آپ اس وقت منیٰ میں مسجد خیف میں تشریف فرما تھے۔

نیز امام احمد نے اس روایت کو (اسود بن عامر اور ابوالنضر' شعبہ' یعلی بن عطاء' جابر بن یزید بن اسود) حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی' پھر انہوں نے حسب سابق روایت بیان کی۔ نیز اس روایت کو ابوداؤد نے شعبہ سے ترمذی اور نسائی نے ھیثم از یعلی بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

پانی سے خوشبو : امام احمد (ابونعیم' مسعر) حضرت عبدالجبار وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے اہل خانہ نے مجھے میرے والد کی بات بتائی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی کا ڈول لایا گیا آپ نے اس سے نوش فرمایا اور ڈول میں بھی کلی کی' پھر وہ ڈول کنوئیں میں ڈال دیا گیا یا آپ نے ڈول سے پانی پیا پھر کنوئیں میں کلی کر دی' تو اس سے کستوری کی خوشبو مہک اٹھی۔ اس روایت کو حافظ بیہقی نے یعقوب بن سفیان کی معرفت ابونعیم فضل بن دکین سے بیان کیا ہے۔

تبرک : امام احمد (ہاشم' سلیمان' ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو مدینہ کے خادم اپنے برتنوں میں پانی لے کر حاضر ہو جاتے۔ آپ ہر برتن میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے' بسا اوقات وہ سخت سردی میں پانی لاتے تو بھی آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے۔ اس روایت کو امام مسلم نے ابوالنضر ہاشم بن قاسم سے بیان کیا ہے۔

پسینہ مبارک : امام احمد (حجین بن مثنیٰ' عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون' اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لاتے اور اس کی عدم موجودگی میں بستر پر سو جاتے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسب دستور اس کے بستر پر سو گئے۔ وہ گھر میں آئی تو کسی نے بتایا رسول اللہ ﷺ آپ کے گھر میں آپ کے بستر پر سوئے ہوئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا' چنانچہ وہ آئیں اور نبی علیہ السلام پسینہ میں شرابور تھے اور آپ کا پسینہ بستر پر چمڑے کے ایک ٹکڑے پر جمع ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی خوشبو والی شیشی کھولی اور وہ یہ پسینہ پونچھ کر اپنی شیشی میں ڈالنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے گھبرا کر کہا' اے ام سلیم رضی اللہ عنہا یہ کیا کر رہی ہو؟ تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم اپنے بچوں کے لئے اس پسینہ کی برکت کے خواہاں ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو مقصد میں کامیاب و کامران ہے۔ امام مسلم نے اس روایت کو محمد بن رافع کی معرفت حجین سے بیان کیا ہے۔

امام احمد (ہاشم بن قاسم' سلیمان' ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور قیلولہ (دوپہر کا سونا) فرمایا آپ کو پسینہ آیا اور میری امی شیشی لے آئی اور اس میں پسینہ ڈالنے لگی تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے اور پوچھا اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟ تو اس نے عرض کیا' آپ کا پسینہ ہم اپنی خوشبو میں ڈالتے ہیں اور یہ بہترین خوشبو ہے۔ اس روایت کو امام مسلم نے زہیر بن حرب کی معرفت ابوالنضر ہاشم بن قاسم سے بیان کیا۔

امام احمد (اسحاق بن منصور السلولی' عمارہ بن زاذان' ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت ام سلیم کے ہاں قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور آپ کو سب سے زیادہ پسینہ آتا تھا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کیلئے چمڑے کا

بستر تیار کیا' آپ اس بستر پر سوتے تھے اور وہ بستر بچھا دیتی تھیں اور پسینے کو پونچھ کر اٹھا لیتی تھیں۔ آپ نے پوچھا اے ام سلیم! یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا پسینہ ہے' میں اس کو اپنی خوشبو میں ڈال لیتی ہوں۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آپؐ نے اس کیلئے دعا خیر کی۔ تفرد بہ احمد من هذا الوجہ۔

ثلاثی سند : امام احمد (محمد بن عبداللہ حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سو جاتے تو پسینہ میں شرابور ہو جاتے تو ام سلیم روئی کے پنبہ سے پسینہ کو شیشی میں ڈال لیتی پھر اپنی خوشبو میں ملا لیتی' یہ سند ثلاثی ہے اور مسلم بخاری کی شرط کی حامل ہے۔ لیکن مسلم اور بخاری میں مذکور نہیں۔

حافظ بیہقی (محمد بن عبداللہ الحافظ' ابو عمرو مغربی' حسن بن سفیان' ابوبکر بن ابی شیبہ' (اور امام مسلم نے بیان کیا ابوبکر بن شیبہ) عفان' وحیب' ایوب' ابوقلابہ' انسؓ) ام سلیمؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے اور قیلولہ کرتے۔ آپ کیلئے وہ چمڑے کا بستر بچھا دیتیں اور آپ اس پر سو جاتے۔ رسول اللہ ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا' وہ آپ کا پسینہ اکٹھا کر کے اپنی خوشبو اور عطر کی شیشیوں میں ڈال لیتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے ام سلیم! یہ کیا ہے؟ کہا آپ کا پسینہ میں خوشبو میں حل کر لیتی ہوں۔ (لفظ مسلم)

شادی میں تعاون لینا : اپنی مسند میں ابو یعلی موصلی (بسر' حلیس بن غالب' سفیان ثوری' ابوالزناد' اعرج) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیٹی کی شادی میں تعاون کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا' اب میرے پاس کچھ نہیں' لیکن کل میرے پاس کھلے منہ والی شیشی اور درخت کی لکڑی لانا اور ہمارے مابین علامت یہ ہے کہ دروازے پر ایک کنارے سے دستک دینا چنانچہ وہ حسب فرمان شیشی اور لکڑی لے کر حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ اپنے بازوؤں سے پسینہ پونچھ کر شیشی میں ڈالنے لگے حتیٰ کہ وہ شیشی بھر گئی' آپؐ نے فرمایا! اسے لے جاؤ اور اپنی بیٹی کو کہنا کہ یہ لکڑی شیشی میں ڈالے اور اس کے ذریعہ خوشبو استعمال کرے چنانچہ جب وہ خوشبو استعمال کرتی تو اہل مدینہ اس کی خوشبو سے محظوظ ہوتے اور اہل مدینہ نے ان کا نام (بیت المطیبین) رکھ دیا۔ (یہ حدیث نہایت غریب ہے)

راستہ معطر ہو جاتا : ابوبکر بزار (محمد بن ہشام' موسیٰ بن عبداللہ' عمر بن سعید' سعید' قتادہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ کے کسی راستے سے گزرتے تو لوگ آپؐ کی خوشبو پاتے اور کہتے کہ اس راستہ سے رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے ہیں۔ نیز اس حدیث کو (معاذ بن ہشام' ہشام ابوہ' قتادہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خوشبو کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے' رسول اللہ ﷺ طیب و طاہر تھے اور آپ کی خوشبو بھی طیب و طاہر تھی اور بایں ہمہ آپ خوشبو کو پسند بھی فرماتے تھے۔

امام احمد (ابوعبیدۃ' سلام ابوالمنذر' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مجھے عورت اور خوشبو محبوب ہے اور نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔

ابو سعید حولی بن ہاشم (سلام ابوالمنذر القاری' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا اور اس عالم رنگ و بو میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو پسند ہے نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہی الفاظ امام نسائی نے (حسین بن عیسیٰ قرشی' عفان بن مسلم' سلام بن سلیمان ابوالمنذر القاری

البصری' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کیے ہیں۔

یہ روایت محفوظ نہیں : اور ایک سند سے یہ الفاظ منقول ہیں (**حبب الی من دیناکم ثلاث الطیب والنساء وجعل قرة عینی فی الصلوة**) کہ تمہاری دنیاوی چیزوں میں سے مجھے تین چیزیں "خوشبو' عورتیں اور نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک" محبوب ہیں اس سند سے یہ محفوظ نہیں کیونکہ نماز دنیاوی امور میں سے نہ ہے بلکہ یہ تو آخرت کے اہم اور اعلیٰ امور میں سے ہے۔

نبی علیہ السلام کی مہر نبوت کا بیان جو کندھوں کے درمیان تھی : امام بخاری (محمد بن عبید اللہ' حاتم' جعد) حضرت سائب بن یزیدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا بھانجہ بیمار ہے۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔ آپ نے وضو کیا پھر میں نے آپ کے وضو کا مستعمل پانی پیا' پھر میں نے آپ کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑا ہو کر آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جیسے چھپر کھٹ کی گھنڈی۔ امام مسلم نے اس روایت کو قتیبہ اور محمد بن عباد کے ذریعہ حاتم بن اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ بقول امام بخاری' "حجلہ" گھوڑے کی اس "حجلہ" سفیدی کے ماخوذ ہے جو آنکھوں کے مابین ہوتی ہے۔ ابراہیم بن حمزہ "رز الحجلہ" پڑھتے ہیں اور بقول ابو عبداللہ' "رز" "ر" "ز" سے قبل ہے' واللہ اعلم۔

نوٹ : "رزالحجلہ" حجلہ سے مراد وہ ڈولی ہے جو دلہن کے لئے پردے لٹکا کر تیار کی جاتی ہے اور پردوں کے بڑی بڑی گھنڈیاں اور بٹن ہوتے ہیں دوسری روایت میں ہے "رزالحجلہ" چکور کے انڈے کی طرح۔ حجلہ سے مراد چکور ہے جو نڈی کی طرح زمین میں دم دبا کر انڈے دیتی ہے۔

امام مسلم (ابوبکر بن ابی شیبہ' عبید اللہ' اسرائیل' سماک) حضرت جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے اگلے حصہ میں اور داڑھی میں چند بال سفید تھے جب تیل لگا لیتے تو نمایاں نہ ہوتے اور جب بال پراگندہ ہوتے تو سفید بال نمایاں ہو جاتے۔ آپ کی داڑھی گھنی تھی۔ حاضرین سے کسی نے کہا آپ کا رخ انور تلوار ایسا تھا تو اس نے کہا نہیں بلکہ آفتاب و مہتاب ایسا مدور اور چمکدار تھا اور میں نے آپکی مہر نبوت کندھے کے پاس دیکھی کبوتری کے انڈے جیسی اس کی رنگت جسم کے رنگ کے مشابہ تھی۔

محمد بن مثنیٰ (محمد بن حزم' شعبہ' سماک) حضرت جابر بن سمرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی پشت پر مہر نبوت دیکھی گویا وہ کبوتری کا انڈا ہے۔ نیز ابن نمیر' عبید اللہ بن موسیٰ' حسن بن صالح' سماک سے بھی اس سند کے ساتھ حسب سابق مذکور ہے۔

امام احمد (عبد الرزاق' معمر' عاصم بن سلیمان) حضرت عبد اللہ بن سرجسؓ سے بیان کرتے ہیں اس نے اپنی ذات کی طرف اشارہ کر کے کہا' اس بوڑھے کو دیکھتے ہو' یعنی مجھے' نبی علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے اور طعام کھانے کا شرف حاصل ہے۔ میں نے آپ کی مہر نبوت دیکھی جو بائیں کندھے کی پتلی ہڈی کے پاس تھی گویا بند مٹھی --- اور انہوں نے اپنی مٹھی بند کر کے دکھائی --- اس پر تل تھے رسولی اور بتوڑی کی شکل و ہیئت پر۔

امام احمد (ہاشم بن قاسم اور اسود بن عامر' شریک' عاصم) حضرت عبداللہ بن سرجسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا دیدار کیا ہے اور مجھے آپ کے ہمراہ خورد و نوش کا شرف حاصل ہے اور میں نے آپ کی مہرنبوت دیکھی ہے ہاشم بن قاسم راوی کا بیان ہے کہ وہ بائیں کندھے کی پتلی ہڈی پر تھی گویا بند مٹھی اس پر سیاہ تل ہیں گویا کہ وہ رسولی اور بتوڑی کی شکل پر ہے۔

یہ روایت (غندر از شعبہ از عاصم از عبداللہ بن سرجس) مروی ہے اس نے شعبہ سے اپنا شک بیان کیا ہے' مہرنبوت بائیں یا دائیں کندھے کی پتلی ہڈی پر تھی۔

امام مسلم (حماد بن زید' علی بن مسہراور عبدالواحد بن زیاد' عاصم) حضرت عبداللہ بن سرجسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہمراہ روٹی اور گوشت یا ثرید کھایا۔ میں نے دعا کی غفراللہ لک یارسول اللہؐ! تو آپ نے بھی فرمایا اور تجھے بھی اللہ تعالیٰ بخشے۔ عاصم نے پوچھا تیرے لئے رسول اللہ ﷺ نے استغفار کیا' اثبات میں جواب دے کر کہا اور تمہارے لئے بھی پھر یہ آیت **(واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات)** تلاوت کی' پھر میں آپ کی پشت کی طرف ہوا تو میں نے بائیں کندھے کی پتلی ہڈی کے پاس مہرنبوت دیکھی' بند مٹھی کی طرح اس پر تل ہیں وہ رسولی اور بتوڑی کی طرح ابھری ہوئی نمایاں ہے۔

ابوداؤد طیالسی (قرہ بن خالد' معاویہ بن قرہ) قرہؓ سے بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے مہرنبوت دکھائیں تو آپؐ نے فرمایا اپنا ہاتھ کپڑے کے اندر داخل کرلے چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ آپ کی قمیص کے گریبان میں ڈالا اور مہرنبوت کو ٹٹولنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ آپ کے کندھے کی پتلی ہڈی پر انڈے کی طرح ہے۔ اس حالت میں آپ میرے لئے دعا فرماتے رہے اور میرا ہاتھ آپ کے گریبان میں تھا۔ امام نسائی نے اس روایت کو (احمد بن سعید' وہب بن جریر) قرہ بن خالد سے بیان کیا ہے۔

امام احمد (وکیع' سفیان' ایاد بن لقیط سدوسی) ابو رمثہ تیمیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے آپ کے سر پر حنا کا نشان دیکھا اور آپ کے کندھے پر سیب ایسی مہرنبوت دیکھی تو میرے والد نے کہا میں معالج اور طبیب ہوں کیا میں آپ کے اس آزار کا اعلان نہ کروں؟ تو آپؐ نے فرمایا اس کا طبیب' اس کا خالق ہے اور میرے والد سے پوچھا یہ تیرا بیٹا ہے؟ میرے والد نے اعتراف کیا تو آپ نے فرمایا سنو! وہ تجھ پر زیادتی نہ کرے اور تو اس پر زیادتی نہ کرے۔

یعقوب بن سفیان (ابونعیم' عبیداللہ بن زیاد' زیاد) ابی ربیعہؓ یا رمثہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا' میرے والد نے آپ کے کندھوں کے درمیان رسولی کی طرح غدود دیکھ کر عرض کیا یارسول اللہؐ! میں ماہر طبیب ہوں کیا میں آپ کے اس آزار کا علاج کروں؟ تو آپ نے فرمایا "نہ" اس کا طبیب اس کا خالق ہی ہے۔

امام بیہقی کا بیان ہے کہ اس حدیث میں ثوری نے "ایاد" سے بیان کیا ہے کہ آپ کے کندھوں کے پیچھے سیب کی مانند مہرنبوت تھی۔ اور عاصم بن بھدلہ نے ابو رمثہ سے بیان کیا ہے کہ آپ کے کندھے کی پتلی

ہڈی پر مہر نبوت تھی' اونٹ کے لینڈ یا کبوتری کے انڈے کے موافق۔ حافظ بیہقی (سماک بن حرب' سلامہ عجلی) حضرت سلمان فارسیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنی چادر کندھے سے اتار کر فرمایا' اے سلمان! اسے دیکھ جس کے دیکھنے کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ میں نے آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو کبوتری کے انڈے کے موافق تھی۔

یعقوب بن سفیان (حمیدی' یحییٰ بن سلیم' ابو خیثم) سعید بن ابی راشد' اس تنوخی سے جس کو ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کے پاس تبوک میں بھیجا تھا اس نے طویل حدیث بیان کی جو ہم غزوہ تبوک میں بیان کر چکے ہیں یہاں تک کہ اس نے کہا کہ آپ نے گوٹھ والی چادر کو پشت سے الگ کیا اور فرمایا جس بات کے تم مامور ہو وہ اب کر گزرو' چنانچہ میں نے آپ کی پشت کو پیچھے ہو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مہر نبوت ہے کندھے کی پتلی ہڈی کے مقام پر ضخیم سینگی جیسی۔

یعقوب بن سفیان (مسلم بن ابراہیم' عبداللہ بن میسرہ' عتاب) ابوسعید سے بیان کرتے ہیں وہ مہر نبوت جو رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے درمیان تھی ابھرا ہوا گوشت تھا۔

امام احمد (شریح' ابو علی عبداللہ بن میسرہ خراسانی) غیاث بکری سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہم حضرت ابوسعید خدریؓ کی مجلس میں جایا کرتے تھے۔ میں نے ان سے خاتم رسولؐ کی بابت دریافت کیا جو آپ کے کندھوں کے درمیان تھی تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کر کے بتایا کہ اس طرح کندھوں کے درمیان گوشت ابھرا ہوا تھا۔ (تفرد بہ احمد من ھذا الوجہ)

مہر نبوت پر تحریر تھی : "التنویر فی مولد البشیر النذیر" میں حافظ ابو خطاب بن دحیہ مصری نے ابو عبداللہ محمد بن علی بن حسین بن بشر عرف "حکیم ترمذی" سے بیان کیا ہے کہ وہ مہر نبوت جو رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے درمیان موجود تھی گویا وہ کبوتری کا انڈا ہے اس کے اندرونی حصہ میں "اللہ وحدہ" مکتوب اور بیرونی حصہ پر منقوش تھا "ترجه حیث شئت فانک منصور" آپ جہاں چاہیں' جائیں' آپ کامیاب ہیں' پھر اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب اور اس کو منکر قرار دیا ہے۔ ابن دحیہ کا بیان ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ وہ نور سے مخلوق تھی' اس قول کو ابوزکریا یحییٰ بن مالک بن عائذ نے اپنی کتاب --- تنقل الانوار میں ذکر کیا ہے نیز اس نے علاوہ ازیں بیشتر عجیب و غریب اقوال نقل کئے ہیں۔

مہر نبوت کا فلسفہ : رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کے واقع ہونے کا سب سے بہترین فلسفہ وہ ہے جو ابن دحیہ وغیرہ دیگر اہل علم نے بیان کیا ہے کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں جو آپ کے بعد آئے۔ اور کندھے کی پتلی ہڈی پر واقع ہونے کی یہ توجیہ ہے کہ اس جگہ سے شیطان' انسان کے جسم کے اندر داخل ہوتا ہے چنانچہ یہ آپؐ کے لئے شیطان سے عصمت کا باعث

میں --- ابن کثیر --- کہتا ہوں کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم' الخ' (۴۰/۳۳) کے تحت وہ احادیث بیان کر دی ہیں جن سے واضح ہے کہ آپؐ کے بعد نہ رسول آئے گا نہ نبی۔

رسول اللہ ﷺ کی صفات میں متفرق احادیث کا بیان : نافع بن جبیر از علیؓ کی روایت میں گذشتہ بیان ہو چکا ہے کہ میں نے آپ ایسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

یعقوب بن سفیان (عبداللہ بن مسلم قعنبی اور سعید بن منصور' عمر بن یونس' عمر بن عبداللہ مولی عفرہ) ابراہیم بن محمد علوی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کرتے تو کہتے' آپ نہ زیادہ طویل تھے اور نہ چھوٹے پست قامت آپ میانہ قدوقامت رکھتے تھے' آپ کے بال نہ زیادہ پیچ دار گھنگرالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے۔ آپ کے بال بین بین تھے۔ آپ فربہ جسم نہ تھے اور نہ چہرہ بالکل گول مٹول تھا چہرہ مناسب مدور تھا' رنگ سفید سرخی مائل تھا' آنکھیں سیاہ تھیں پلکیں لمبی تھیں۔ تمام جوڑ اور مفاصل مثلاً گھٹنے' کہنیاں' کندھے اور ان کے متصل جسم کے حصہ مضبوط اور ضخیم تھے۔ جسم پر بال کم تھے۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک طویل لکیر تھی۔ کندھے اور پیر مضبوط اور ضخیم تھے جب چلتے تو آگے جھک کر چلتے گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو دفعتہ" متوجہ ہو جاتے کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ سب سے فیاض اور سخی تھے فراخ دل اور عالی ظرف تھے' راست باز' وفاکیش تھے' نرم طبع تھے' حسن معاشرت کے دلدادہ تھے جو شخص آپ کو یکایک دیکھ لیتا خوف زدہ رہ جاتا اور جو شخص آپ سے مل جل کر رہتا وہ آپ سے محبت کرتا۔ ان کا سراپا بیان کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے آپ جیسا نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔ اس حدیث کو "کتاب الغریب" میں امام ابوعبید قاسم بن سلام نے نقل کیا ہے' کسائی اصمعی اور ابوعمرو ائمہ لغت سے اس کے غریب اور نادر الفاظ کی تشریح نقل کی ہے۔ اس کے بیان کا خلاصہ اور ماحاصل یہ ہے۔ المطھم: فربہ جسم' المکلثم: نہایت گول مٹول چہرہ' یعنی آپ نہ بالکل فربہ اور جسیم تھے اور نہ ہی دبلے پتلے بلکہ اس کے بین بین تھے اور نہ ہی آپ کا چہرہ بالکل حددرجہ گول تھا بلکہ اس کے درمیان تھا۔ یہ عرب اور حسن و جمال کے آشناؤں کے نزدیک ایک نہایت عمدہ وصف ہے۔ آپ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا اور یہ بہترین رنگ ہے۔ بنابریں آپ کا رنگ بالکل سفید نہ تھا۔ ادعج: آنکھ کی سیاہی نہایت شدید تھی' جلیل المشاش: گھٹنوں' کہنیوں اور مونڈھوں اور اس کے متصل جسم کے مفاصل اور جوڑ' مضبوط اور ضخیم تھے' الکتد: کندھا اور اس کے متصل اعضاء' ششن: یعنی غلیظ اور مضبوط' تقلع: سبک رفتار اور تیز گام' شکلہ اور شہلہ کا مفہوم و معنی اور ان کا باہمی تفاوت قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔ اھدب: آنکھوں کی پلکیں دراز' شبح الذراعین: دونوں بازو پر گوشت اور غلیظ و ضخیم' واللہ تعالیٰ اعلم۔

نبی علیہ السلام کے حلیہ کے بارے حدیث ام معبدؓ : مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے باب میں یہ حدیث مکمل گزر چکی ہے۔ جب نبی علیہ السلام' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عامر بن فہیرہ غلام حضرت ابوبکرؓ' دلیل راہ اور راہ نما' عبداللہ بن اریقط دیلی' ام معبدؓ کے پاس پہنچے اور اس سے پوچھا آپ کے ہاں دودھ یا گوشت ہے جو وہ خرید لیں۔ اس کے پاس خورد و نوش کا سامان نہ تھا اور اس نے عرض کیا اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو آپ کی مہمان نوازی گراں نہ گزرتی۔ یہ لوگ قحط زدہ تھے۔ نبی علیہ السلام نے اس کے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھ کر کہا' اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض

ناتوانی اور کمزوری کے باعث ریوڑ میں نہ جا سکی آپ نے پوچھا کیا اس کے دوہنے کی اجازت ہے؟ تو اس نے کہا اگر دودھ ہو تو بصد شوق دوھ لیجئے! چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کو منگوایا اور بسم اللہ پڑھ کر اس پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اس نے اس قدر دودھ دوہنے کا ذکر کیا جو سب کے لئے کافی تھا' بعد ازیں پھر اس کو دوھا اور اس کے پاس دودھ سے لبالب بھرا ہوا برتن چھوڑا' جو ایک خاندان کو کافی تھا' جب اس کا شوہر آیا تو وہ دودھ دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا اے ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بکریاں جنگل میں تھیں' گھر میں کوئی دودھیل جانور نہ تھا اس نے عرض کیا واللہ! ہمارے پاس سے ایک بزرگ اور مبارک شخص گزرا ہے' اس کی ایسی ایسی ہیئت اور کیفیت ہے۔ تو اس نے کہا' ذرا اس کا حلیہ بیان کرو' واللہ! میرا خیال ہے کہ وہ قریش کی مطلوبہ شخصیت ہے۔ پھر ام معبد نے کہا' میں نے ایسا آدمی دیکھا ہے' جو حسن و جمال اور خوش اخلاقی کا پیکر ہے' خوبصورت چہرہ ہے' نہ توند بڑھی ہوئی ہے نہ سر چھوٹا ہے' خوبصورت' حسین ہے آنکھیں سرگیں ہیں' پلکیں لمبی ہیں' آواز بھاری ہے' کالی آنکھ' سرمیلی' ابرو تیکھے' باہمی ملے ہوئے' دراز گردن' گھنی داڑھی' خاموش ہو تو پروقار' گویا ہو تو مجلس پر چھا جائے' چہرہ پررونق اور خوبصورت' شیریں کلام' گفتگو متوازن' نہ کم نہ بیش گویا وہ موتیوں کا ہار ہے جو یکے بعد دیگرے جھڑ رہے ہیں۔ لوگوں سے حسین تر' اور سب سے حسین و جمیل' قریب سے شیریں کلام اور خوش گفتار' میانہ قامت ہے' طوالت آنکھ کو ناگوار نہیں گزرتی' اور نہ کوتاہ قامت کہ آنکھ میں نہ جچے' دو شاخوں اور ٹہنیوں کے درمیان' سرسبز شاخ' وہ نگاہ میں سب سے تر و تازہ اور حسین قامت' رفقاء اس کو گھیرے ہوئے ہیں' بات کرے تو کان لگا کر سنتے ہیں' حکم دے تو لپک کر تعمیل کرتے ہیں اور حکم بجا لاتے ہیں' مخدوم اور مرجع خلائق' نہ ترش رو' نہ حواس باختہ اور فاترالعقل۔ یہ سن کر اس کے شوہر نے کہا واللہ یہ تو قریش کا وہی شخص ہے جس کو وہ تلاش کر رہے ہیں' اگر میں اس کو پا لیتا تو رفاقت کی درخواست کرتا۔ اگر مجھے کوئی موقعہ ملا تو ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ مکہ کے اندر فضا سے لوگ ایک بلند آواز سن رہے تھے اور آواز دینے والے کو دیکھ نہیں پاتے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔

جزى الله ربُّ الناس خيرَ جزائه رفيقين حلا خيمتي أم معبدِ

هما نزلا بالبر وارتحلا به فأفلح من أمسى رفيق محمد

فيال قصيَّ مازوى الله عنكم به من فعال لا تجازى وسؤدد

سلوا أختكم عن شاتها وإنائها فإنكمو إن تسألوا الشاة تشهد

(اللہ' پروردگار عالم دو ساتھیوں کو بہترین جزائے خیر سے نوازے جو ام معبد کے دو خیموں میں فروکش ہوئے۔ وہ دونوں نیکی اور تقویٰ کے ساتھ اترے اور کوچ کر گئے' جس نے محمدؐ کی رفاقت اختیار کی وہ کامیاب ہو گیا۔ پس اے اولاد قصی! اللہ نے تم کو لاجواب کارناموں اور سیادت و قیادت سے محروم کر دیا ہے۔ اپنی بہن ام معبدؓ سے بکری اور دودھ کے برتن کے بارے پوچھو' اگر تم بکری سے بھی پوچھو تو وہ بھی گواہی دے گی)

فغادره رهنا لديها لحالب يدرلها في مصدر ثم مورد

دعاھا بشاۃ حائل فتحلبت لہ بصریح ضرۃ الشاۃ مزبد

(اس نے حائل اور بے دودھ کی بکری کو بلایا' اس کے تھن خالص جھاگ دار دودھ سے بھر گئے۔ آپؐ نے اس کے پاس دوھنے والے کے لئے چھوڑ دیا' وہ ریوڑ کے آنے اور جانے کے وقت اس کو دودھ دیتی ہے)

ان مبارک اشعار کا حضرت حسانؓ نے جو ردعمل فصیح اشعار میں ظاہر کیا تھا وہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔ الغرض حافظ بیہقی نے اس حدیث کو (عبدالملک بن وھب مذحجی' حسن بن صباح) ابو معبد خزاعی سے بیان کیا ہے جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ نیز حافظ یعقوب بن سفیان فسوی نے بھی اس کو بیان کیا ہے اور حافظ ابو نعیم نے اس روایت کو "دلائل النبوۃ" میں نقل کیا ہے۔

عبدالملک کا بیان ہے کہ مجھے کسی نے بتایا کہ ابو معبد بعد ازیں دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا تھا۔ نیز ام معبد نے ہجرت اختیار کی اور مشرف بہ اسلام ہوئی۔

غریب اور نادر الفاظ کی شرح : حافظ بیہقی نے یہ حدیث بیان کر کے اس کے غریب اور نادر الفاظ کی تشریح کی ہے۔ ان میں سے کچھ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں' اس کے کچھ نکات اور نوادر یہاں بھی بیان کرتے ہیں۔

"**ظاھر الوضاۃ**" یعنی حسن و جمال ظاہر باہر تھا' "**ابلج الوجہ**" یعنی منور اور پرنور چہرہ' "**لم تعبہ ثجلۃ**" بقول ابو عبید: اس کو توند کے معیوب نہیں بتایا' بعض کہتے ہیں کہ "**ثجلہ**" کا معنی ہے "بڑا سر" جس راوی نے اس لفظ "**ثجلہ**" کو "ث" کی بجائے "ن" سے سے "**نجلۃ**" پڑھا ہے بہ معنی نحیف و نزار مشتق از نحول' اس کی ابو عبیدہ لغوی نے خوب تردید کی ہے۔

میں --- ابن کثیر --- کہتا ہوں کہ حافظ بیہقی نے اس حدیث کی یہی تشریح کی ہے اور ابو عبیدہ لغوی کا قول صحیح ہے۔ اگر آپ کی صفات میں یہ بیان کیا جائے کہ آپ کا سر بڑا تھا تو یہ مفہوم بھی درست اور برمحل ہے کیونکہ بعد ازیں آپ کا حلیہ اس نے بیان کیا "**لم تزربہ صعلۃ**" اور صعلۃ کا معنی بلا اختلاف "چھوٹا سر" ہے اور چھوٹے سر کی وجہ سے ہی شترمرغ کے بچہ کو "صعل" کہتے ہیں اور اس کو ظلیم بھی کہا جاتا ہے۔

حافظ بیہقی نے "**لم تعبہ نحلۃ**" روایت کیا مشتق از نحول بہ معنی ضعف اور "**ولم تنزر بہ صعلۃ**" یعنی ان کا پہلو لاغر نہ تھا' غرضیکہ آپ میانہ قد' نہ فربہ نہ دبلے تھے اور بیہقی نے کہا ہے کہ **لم تعبہ ثجلۃ** اور **لم تزر بہ صعلۃ** بھی مروی ہے۔ (اس کا معنی پہلے بیان ہو چکا ہے)

باقی رہا "**قسیم**" اور "**وسیم**" تو اس کا معنی حسین و جمیل "**دعج**" آنکھ کی پتلی کا انتہائی سیاہ ہونا' اور "**وطف**" کا معنی ہے پلکوں کا دراز ہونا۔ **قتیبی** لغوی نے بیان کیا ہے کہ آپ کی پلکیں خمدار تھیں اور حافظ بیہقی نے اس کی اتباع کی ہے۔ اور ابن **قتیبہ** لغوی کا بیان ہے کہ یہ میری دانست میں نہیں کیونکہ اس کی روایت میں غلطی واقع ہوئی ہے اور وہ اس کی تفسیر و تشریح میں حیران و پریشان ہو گیا ہے۔ صواب و صحیح وہی ہے جو ہم نے بیان کیا' واللہ اعلم۔

"**وفی صوتہ صحل**" آواز قدرے بھاری تھی اور یہ' بہ نسبت تیز آواز کے شیریں اور خوش الحان ہوتی

ہے۔ بقول ابو عبید: ایسی آواز غزالوں اور ہرنوں کی صفات میں بیان کی جاتی ہے اور "صهل" بیان کرنے والا غلط کار ہے۔ کیونکہ صہیل گھوڑے کی آواز کو کہتے ہیں نہ کہ انسان کی آواز کو۔ میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں یہی حافظ بیہقی نے بیان کیا ہے کہ صحل بھی مروی ہے لیکن ابو عبید کا قول درست ہے' واللہ اعلم۔ "احور" رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک میں عجب ہے اور وہ ہے آنکھ میں ناک کی جانب سیاہی جو خوشنما ہے بھینگا پن کی طرح بدنما نہیں۔ "ازج" بقول ابو عبید وہ ہے کمان کی طرح خمدار ابرو' "اقرن" آنکھ کے دونوں ابروؤں کا باہم ملنا' نبی علیہ السلام کی یہ صفت اس حدیث کے علاوہ معروف نہیں' نبی علیہ السلام کی صفات میں ابلج الحاجبین --- ابرو جدا جدا تھے --- معروف ہے "فی عنقه سطع" بقول ابو عبید آپ کی گردن طویل تھی۔ اور بعض نے "سطع" کا معنی "نور" بیان کیا ہے۔ میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں ان دونوں صفات کا اجتماع ممکن ہے بلکہ مسلمہ ہے۔

"اذا صمت فعلیه الوقار" خاموشی کے وقت آپ کا چہرہ پر ہیبت ہوتا تھا "و اذا تکلم سما" گفتگو کے دوران' ماحول پر چھا جاتے "علاه البہاء" چہرہ پر تروتازگی اور خوشگواری ہوتی۔ "حلو المنطق" شیریں کلام "فصل" فصیح بلیغ' ایک کلمہ دوسرے سے ممتاز "لانزر ولا هذر" افراط تفریط اور کمی بیشی سے مبرا' "کان منطقه فرزات نظم" گویا آپ کی کلام فصاحت و بلاغت' حسن بیان اور شیرینی زبان کی بدولت موتیوں کا ہار ہے "البنی الناس واجمله من بعید" اور "واحلاه واحسنه من قریب" آپ قریب اور بعید ہر حالت میں حسین و جمیل کا پیکر تھے۔ نہ دراز قامت تھے نہ پست قامت بلکہ آپ ہر دراز اور کوتاہ قامت سے حسین و جمیل تھے۔ آپ کے رفقاء آپ کی تعظیم و توقیر بجا لاتے۔ خدمت کرتے اور آپ کی طاعت دیوانہ وار کرتے اور یہ محض ان کے دلوں میں آپ کی محبت کے باعث تھا اور آپ کی قدرومنزلت اور عظمت کی بدولت تھا' "لیس لبابس" آپ ترش رو نہ تھے' "ولا مفند" کسی پر نکتہ چینی نہ کرتے اور کم عقل نہ کہتے۔ بلکہ آپ حسن معاشرت اور خوش اطواری کا مجسمہ تھے۔ آپ کا رفیق آپ کا عزیز اور حبیب ہوتا تھا۔

آپ کے حلیہ کے بیان میں' حدیث ہند بن ابی ہالہؓ : ہندؓ حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر ابوہالہ کے فرزند اور رسول اللہ ﷺ کے "ربیب" ہیں۔

یعقوب بن سفیان فسوی حافظ (سعید بن حماد انصاری مصری اور ابو غسان مالک بن اسماعیل ہندی' جمیع بن عمر بن عبدالرحمان عجلی' مجہول راوی درمکہ' فرزند ابوہالہ تمیمی) حسن بن علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہندؓ بن ابی ہالہ سے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک دریافت کیا وہ حلیہ بیان کرتے ہوئے تصویر کھینچ دیتے تھے۔ میری خواہش تھی کہ وہ میرے سامنے آپ کے کچھ اوصاف بیان کریں جن کو میں ذہن نشین اور ازبر کر لوں چنانچہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ خوب فربہ تھے' آپ کا چہرہ مبارک بدر منیر کی طرح منور تھا۔ میانہ قد سے کچھ دراز' لمبے تڑنگے سے کچھ کم' سر بڑا' بال قدرے سیدھے' جب سر کے بال بکھر جاتے تو پھر مانگ نکالتے ورنہ نہ نکالتے اور آپ کے بال کان کی لو سے متجاوز نہ ہوتے' کانوں کے نصف تک ہوتے'

رنگ صاف شفاف' کشادہ پیشانی باریک اور تیکھے خمدار ابرو' گھنے' باہمی متصل نہ تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پھول جاتی تھی۔ بلند بینی' آپ پر نور برستا رہتا تھا۔ بلا تامل' غور سے نہ دیکھنے والا آپ کو بلند بینی خیال کرتا تھا' داڑھی گھنی' سرمیلی آنکھیں' رخساروں پر گوشت کم ہموار کشادہ دہن' دانت آبدار' چمکدار اور کشادہ' سینے سے ناف تک بالوں کی باریک تحریر' گردن گویا گڑیا کی طرح نقرئی' جسم سڈول' پرگوشت گٹھا ہوا بدن' پیٹ اور سینہ برابر' اور سینہ چوڑا دونوں کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ مفاصل اور جوڑ ضخیم' بالوں سے برہنہ اور ننگا جسم نورانی اور چمکدار تھا' سینہ اور ناف کے مابین لکیر کی طرح بالوں کی دھاری تھی' اس کے ماسوا' سینے اور پیٹ پر بال نہ تھے۔ بازو کندھے اور سینے کے بالائی حصہ پر بال تھے' کلائیاں دراز اور لمبے پہونچے' ہتھیلی فراخ اور کشادہ' بازو اور پنڈلیاں سیدھی اور دراز' ہتھیلیاں اور قدم پرگوشت' لمبی انگلیاں کمر خمصان اور خمصین یعنی (پنجے اور ایڑی کے درمیان) خلا تھا پاؤں کے تلوے ہموار اور سپاٹ تھے پاؤں سے پانی پھسلتا تھا --- مگر یہ خمصان الا خمیصن کے برعکس ہے' ندوی' --- جب چلتے تو فوراً تیز رفتار ہو جاتے اور آگے کو جھک کر چلتے' متواضع چلتے' قدم بڑھا کر تیز رفتار' جب چلتے گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں اور جب مڑتے اور متوجہ ہوتے تو یکبارگی مڑتے اور التفات کرتے' نگاہ نیچی' آسمان کی طرف نگاہ کی نسبت' زمین کی طرف نگاہ زیادہ رہتی آپ کا دیکھنا گوشہ چشم سے تھا جو کنپٹی کی طرف تھا' ازراہ تواضع' صحابہؓ کے پیچھے چلتے' آپ سلام میں سبقت کرتے۔

گفتار : عرض کیا آپؐ کی گفتار اور گویائی کے بارے بتائیے تو انہوں نے کہا' رسول اللہ ﷺ ہمیشہ غمگین اور متفکر رہتے افکار کی بدولت آرام و راحت نہ تھی۔ بے ضرورت بات نہ کرتے' زیادہ تر خاموش رہتے' کلام کی ابتدا اور انتہا منہ بھر کر کرتے گوشہ زبان سے کرتے نہ نوک زبان سے جامع کلمات (لفظ کم' معنی زیادہ) بولتے' ایک فقرہ دوسرے سے الگ ہوتا' کلام میں کمی بیشی نہ ہوتی' نرم مزاج تھے' سخت مزاج نہ تھے' کسی کو ذلیل و حقیر نہ سمجھتے۔ معمولی احسان کی بھی قدر کرتے' مذمت نہ کرتے اور بے جا نہ تعریف کرتے' جب حق کے نفاذ میں' کوئی امر مانع ہوتا تو آپ کے غیظ و غضب کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکتی۔ (اور ایک روایت میں ہے) دنیاوی امور آپ کو مشتعل اور غضبناک نہ کرتے اور نہ ہی آپ ان کے درپے تھے جب حق و صداقت کو کوئی نظرانداز کر دیتا تو آپ اس کے درپے ہو جاتے یہاں تک آپ اس کا بدلہ دلوا دیتے۔ اپنی ذات کے لئے نہ ناراض ہوتے اور نہ ہی بدلہ لیتے' جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے' کسی بات پر تعجب کا اظہار کرتے تو ہتھیلی کا رخ پلٹ دیتے۔

تقریر میں ہاتھ پر مارنا : اور جب تقریر کرتے تو دائیں ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کی اندرونی جانب مارتے۔ جب آپ غصہ میں ہوتے منہ پھیر لیتے اور ناگواری کے ساتھ روگردانی کرتے اور جب مسرت کی کیفیت طاری ہوتی تو نگاہ نیچی کر لیتے' عموماً آپ کی ہنسی تبسم اور مسکراہٹ ہوتی' اولوں کی طرح' دانت' تبسم کے وقت چمکتے۔

حضرت حسن کا بیان ہے کہ میں نے اس حدیث کو حسینؓ بن علیؓ سے دیر تک مخفی رکھا۔ پھر میں نے

انہیں یہ حدیث سنائی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ان سے پوچھ چکے ہیں نیز معلوم ہوا کہ وہ والد محترم سے' رسول اللہ ﷺ کی آمدورفت' نشست و برخاست اور شکل و صورت کے بارے معلومات حاصل کر چکے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں۔

گھریلو اوقات میں : رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آمد کے بارے پوچھا تو بتایا کہ آپ اپنی راحت کے لئے گھر تشریف لاتے اور آپ کو اس امر کی اجازت مرحمت تھی۔ گھر میں تشریف لاتے تو اس وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرما لیتے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کے لئے' ایک حصہ اہل و عیال کے لئے اور ایک حصہ اپنے آرام و راحت کے لئے' آرام و راحت کے اوقات میں سے ایک حصہ آپ عوام اور خواص کے لئے صرف فرما دیتے اور اس میں آپؐ کا طریق کار یہ تھا کہ اہل علم و فضل کو آداب و اطوار سے روشناس کرانے میں ترجیح دیتے۔ دینی حالت و مرتبہ کے موافق ان کی تربیت میں اس وقت کو تقسیم کرتے' بعض کو ایک ضرورت لاحق ہوتی اور بعض کو دو' اور بعض متعدد ضروریات میں مبتلا ہوتے' آپ ان کے ساتھ مشغول ہو جاتے اور ان کو اصلاحی امور میں مصروف رکھتے اور ان کو مناسب احوال سے آگاہ کرتے اور ان کو مسائل سے باخبر کر کے فرماتے (لیبلغ الشاھد الغائب) "حاضر کو چاہئے کہ غائب تک یہ بات پہنچا دے" جو شخص اپنی ضرورت و خواہش کی وجہ سے مجھے نہیں بتا سکتا اس کی ضرورت سے مجھے مطلع کریں کیونکہ جو شخص ایسے ضرورت مند اور درماندہ شخص کی خواہش بادشاہ کے سامنے پیش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو ثابت قدم رکھے گا۔ صرف ایسی ہی ضروری باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا علاوہ ازیں کسی بات کو قبول نہ فرماتے۔ صحابہؓ آپ کی زیارت کے لئے آتے اور آپ سے علوم و آداب حاصل کر کے جاتے (اور ایک روایت میں ہے) کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور حاصل کر کے جاتے' فقہاء و علماء بن کر جاتے۔

گھر سے باہر آنے کے بعد : میں نے ہندؓ سے' رسول اللہ ﷺ کے گھر سے باہر نکلنے کے بارے سوال کیا کہ آپؐ اس میں کیا کیا امور انجام دیتے تھے؟ تو فرمایا کہ آپ بلاضرورت بات نہ کرتے' صحابہؓ میں الفت و محبت پیدا کرتے' نفرت و کدورت دور رکھتے' ہر قوم کے معزز شخص کی تعظیم و تکریم کرتے اور اس کو ان کا امیر اور حاکم مقرر کرتے' بداعمالی پر لوگوں کو تنبیہہ کرتے' آپ ان سے حزم و احتیاط کرتے' اپنی خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے محروم کئے بغیر' صحابہؓ کے حالات کی جستجو اور خبرگیری کرتے اور لوگوں سے پبلک کے حالات دریافت کرتے' اچھی بات کی تحسین و ستائش کرتے اور اس کی تقویت و تائید فرماتے' بری بات کی مذمت کرتے اور واہیات قرار دیتے' آپ کے امور معتدل اور میانہ تھے' متضاد نہ تھے۔ صحابہؓ کی غفلت کے خطرے اور غلط رجحان سے غافل نہ رہتے۔ ہر حال اور مقام کے لئے آپ کے ہاں خاص نظام تھا حق بات میں نہ کوتاہی کرتے اور نہ حد سے تجاوز کرتے' کائنات کے بہترین افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے' ان میں سے آپ کے نزدیک اعلیٰ اور افضل وہ شخص ہوتا تھا' جو لوگوں کا زیادہ خیرخواہ اور غمگسار تھا۔ اور سب سے زیادہ قدر و منزلت والا وہ شخص تھا جو لوگوں کا زیادہ ہمدرد و معاون ہو۔

آداب مجلس : پھر میں نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی مجلس کی کیفیت دریافت کی' تو بتایا کہ رسول اللہ

ﷺ بیٹھتے اٹھتے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے' کسی مقام کو مخصوص نہ فرماتے تھے' اور کسی مقام کے مخصوص کرنے کو منع فرماتے تھے اور جب کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ ملتی' بیٹھ جاتے اور اس بات کی تلقین کرتے تھے مجلس میں ہر ہم نشین کا حق ادا کرتے اور ہر ساتھی اور جلیس یہ سمجھتا کہ رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں' جو شخص کسی ضرورت کے لئے آپ کے ہمراہ بیٹھتا یا کھڑا ہوتا تو آپؐ اس کے ہمراہ رہتے یہاں تک کہ وہ خود چلا جاتا' جو شخص آپ سے کچھ مانگتا تو آپ اسے مرحمت فرما دیتے (اگر کچھ پاس نہ ہوتا) تو نرمی سے جواب فرماتے' آپ کی خوش کلامی اور خوش اخلاقی سب کے لئے عام تھی۔ آپؐ ان کے روحانی پیشوا اور باپ تھے' آپ کے نزدیک سب کے حقوق برابر تھے' آپ کی مجلس فیصلے کرنے' شرم و حیا' صبروسکون اور امانت و دیانت کی مجلس تھی۔ اس میں شوروغل نہ ہوتا تھا اس میں خواتین کی بدگوئی نہ ہوتی تھی اور نہ کسی کی لغزشوں اور عیبوں کی شہرت اور اشاعت کی جاتی تھی۔ باہم مساوی اور یکساں تھے' ورع اور تقویٰ کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فضیلت و برتری رکھتے تھے آپس میں تواضع سے پیش آتے تھے' بڑوں کی تعظیم اور تکریم کرتے' چھوٹے پر شفقت کرتے' ضرورت مند پر ایثار کرتے اور اس کو ترجیح دیتے اور اجنبی مسافر کی حفاظت اور خبر گیری کرتے۔

ہم نشینوں سے سلوک : میں نے پوچھا کہ رفقاء مجلس کے ساتھ آپ کا کیا سلوک تھا تو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے تھے۔ خوش اخلاق اور نرم مزاج تھے' آپ درشت گو اور سنگدل نہ تھے نہ چلا کر بولتے اور نہ فحش گو تھے' نہ نکتہ چینی اور عیب گیر تھے اور نہ ہی فحش مذاق کرتے تھے۔ آپ فضول اور غیر ضروری بات سے اعراض فرماتے تھے۔ امیدوار کو مایوس اور نامراد نہ کرتے' آپ تین باتوں سے اجتناب فرماتے تھے' جھگڑے' زیادہ باتیں کرنے اور بے کار باتوں سے' اور تین باتوں میں لوگوں سے محتاط رہتے تھے کسی کی مذمت نہ فرماتے' کسی پر نکتہ چینی نہ کرتے اور نہ کسی کے عیب کی جستجو کرتے۔ آپ وہی بات کرتے جس سے صلہ و ثواب کی امید ہوتی۔ آپ جب بات کرتے تو حاضرین مجلس سر جھکا لیتے' خاموش بے حس و حرکت بات سنتے ـــ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں کہ سر ہلایا تو وہ اڑ جائیں گے جب آپ بات کر کے خاموش ہو جاتے تو وہ بولتے' صحابہؓ آپ کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے تھے۔ جس بات پر حاضرین مجلس ہنستے آپ بھی مسکراتے اور جس بات سے وہ تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے تو رسول اللہ ﷺ بھی اس سے تعجب کا اظہار کرتے۔ اجنبی مسافر کی درشت گوئی اور بدتمیزی پر مبنی سوال پر صبر فرماتے' یہاں تک کہ بعض صحابہؓ اس کی گفتگو سے محظوظ ہوتے (کہ وہ ایسے سوالات پوچھ رہا ہے جو ادب کی وجہ سے ہم نہیں پوچھ سکتے تھے) اور رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے جب تم کسی حاجت مند کو دیکھو تو اس کی اعانت کرو' آپ صرف ممنون اور احسان مند کی تعریف ہی منظور کرتے' کسی بات کو قطع نہ کرتے' یہاں تک وہ خود بات ختم کر لیتا یا مجلس سے اٹھ جاتا۔

آپ کے سکوت کی کیفیت : پھر میں نے ان سے آپؐ کے سکوت اور خاموشی کے بارے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ آپؐ کا سکوت چار گونہ تھا' حذر اور بچاؤ' بردباری اور درگزر' اندازہ کرنا اور فیصلہ' سوچ اور

تامل۔ آپ کا انداز یہ تھا کہ لوگوں کے مقدمات سنتے اور ان کے فیصلہ میں غور و فکر کرنے میں برابری اور مساوات اور آپ کی سوچ و بچار' فانی اور باقی چیز میں غور و فکر کرنا تھا۔ آپ کی ذات حلم اور صبر کی جامع تھی۔ آپ کو کوئی چیز غضبناک نہ کرتی اور نہ ہی بے چین کرتی' آپؐ کا حذر اور بچاؤ چار طرح کا تھا' اچھی بات کو اخذ اور اختیار کرنا' لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت کے مفاد کا اہتمام کرنا۔

"شمائل" میں امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ یہ طویل حدیث (سفیان بن وکیع بن جراح' جمیع بن عمر بن عبدالرحمان عجلی' یکے از اولاد ابی ھالہ شوہر خدیجہؓ ابوعبداللہ یزید بن عمر' از ابن ابی ہالہ) حضرت حسنؓ بن علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں سے پوچھا اور انہوں نے طویل حدیث بیان کی اور اس میں حضرت حسینؓ بن علیؓ کی روایت بھی شامل ہے۔

دلائل میں حافظ بیہقی (ابوعبداللہ الحکم نیسابوری' ابومحمد الحسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبداللہ بن حسین بن علی بن ابی طالب **قعنبی** دربغداد مولف کتاب نسب' ابومحمد اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب درمدینہ ۲۶۶ھ' علی بن جعفر بن محمد' موسیٰ بن جعفر "اخیہ" جعفر بن محمد' علی بن حسین بن علیؓ' محمد بن علی بن حسین) حضرت حسنؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا' پھر انہوں نے طویل حدیث بیان کی۔

"اطراف" میں ہمارے شیخ الحافظ ابوالحجاج مزیؒ نے ان دو اسناد کے بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ (اسماعیل بن مسلم بن قعنب **قعنبی**' اسحاق بن صالح مخزومی' یعقوب تیمی) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بتایئے اور وہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک خوب بیان کرتے تھے' پھر انہوں نے مذکور بالا حدیث کا بعض حصہ بیان کیا۔

حافظ بیہقی (صبیح بن عبداللہ فرغانی --- ایک ضعیف راوی --- عبدالعزیز بن عبدالصمد' جعفر بن محمد' ابوہ محمد اور ہشام بن عروہ' ابوہ) حضرت عائشہؓ سے ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں' قریباً ہند کی حدیث کے برابر۔ حافظ بیہقی نے اس حدیث کو مکمل بیان کیا ہے اور اس کے نوادر اور غریب الفاظ کی تشریح بیان کی ہے اور ہم نے جو بیان کر دیا ہے' یہ اس سے مستغنی اور بے نیاز کرتا ہے' واللہ اعلم۔

امام بخاری (ابوعاصم ضحاک' عمر بن سعید بن احمد بن حسین' ابن ابی ملیکہ) عقبہ بن حارث سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چند روز بعد' حضرت ابوبکرؓ نے نماز عصر پڑھائی' بعد ازاں حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ دونوں مسجد کے باہر چلے آئے۔ دیکھا تو حضرت حسنؓ بن علیؓ بچوں کے ہمراہ کھیل کود رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت حسنؓ کو کندھے پر اٹھا کر کہنے لگے' میرے ماں باپ قربان! نبیؐ کے مشابہہ ہے' علیؓ کی شبیہ نہیں اور حضرت علیؓ ان کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ امام بخاری (احمد بن یونس' زہیر' اسماعیل) **ابوجحیفہؓ** سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اور حسنؓ بن علیؓ رسول اللہ ﷺ کے مشابہہ تھے۔

حافظ بیہقی (ابوعلی روذباری' عبداللہ بن جعفر بن شوذب واسطی' شعیب بن ایوب صریفینی' عبیداللہ بن موسیٰ'

اسرائیل، ابو اسحاق، ہانی) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسنؓ سینہ سے سر تک رسول اللہ ﷺ کے زیادہ مشابہہ تھے اور حضرت حسینؓ نیچے والے جسم میں رسول اللہ ﷺ کے زیادہ مشابہہ تھے۔

نبی علیہ السلام کے اخلاق اور پاکیزہ عادات کا بیان : ہم آپؐ کے قبیلہ اور خاندان، نسب اور ولادت کی پاکیزگی کا ذکر قبل ازیں کر چکے ہیں اور قرآن (۶/۱۲۴) میں ہے **اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کا کام کس سے لے۔

(۱) امام بخاری حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بنی آدم کے بہتر قرنوں میں مبعوث کیا گیا، ایک قرن کے بعد دوسرے قرن میں یہاں تک کہ میں اس قرن اور صدی میں ہوں جس میں مبعوث ہوا۔

(۲) صحیح مسلم میں حضرت واثلہؓ بن اسقع سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو بنی اسماعیل سے ممتاز کیا اور بنی ہاشم کو قریش سے منتخب کیا اور بنی ہاشم سے مجھ کو پسند کیا۔

(۳) ارشاد الٰہی **انک لعلی خلق عظیم** (۶۸/۴) کی تفسیر میں عوفی، حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ خلق عظیم سے مراد "دین عظیم" ہے یعنی اسلام۔ یہی تفسیر مجاہد، ابن مالک سدی، ضحاک اور عبدالرحمان بن زید بن اسلم سے منقول ہے اور بقول ابن عطیہ مفسر، خلق سے "ادب" مراد ہے۔

(۴) امام مسلم سعد بن ہشام سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے "خلق" سے آگاہ کیجئے۔ تو فرمایا کیا آپؐ قرآن نہیں پڑھتے تو عرض کیا کیوں نہیں؟ تو فرمایا آپ کا "خلق" قرآن تھا۔

(۵) امام احمد (اسماعیل بن علیہ، یونس بن عبید) حضرت حسن بصری سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے خلق رسولؐ اللہ کی بابت دریافت ہوا تو فرمایا "**کان خلقه القرآن**" آپ کا خلق قرآن تھا۔

(۶) امام احمد عبدالرحمان بن مہدی، امام نسائی بھی عبدالرحمان سے اور ابن جریر ابن وھب سے، یہ دونوں (معاویہ، بن صالح، ابو زاہریہ) جبیر بن نفیر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کیا اور حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے دریافت کیا تو فرمایا **کان خلقه القرآن**

خلق کا مطلب : یہ ہے کہ قرآن نے جو بھی آپؐ کو حکم دیا آپ نے اس پر عمل کیا اور جس بات سے منع کیا آپ نے اس سے اجتناب کیا یہ ہیں وہ فطری اور طبعی اخلاق عظیمہ جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی جبلت میں ودیعت کئے جو کسی انسان میں موجود نہ تھے اور نہ ہی کوئی اس سے بہتر اخلاق کا حامل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے وہ "دین عظیم" مشروع کیا جو قبل ازیں کسی کے لئے مشروع اور منتخب نہیں ہوا۔ بایں ہمہ صفات آپ "خاتم الانبیاء" ہیں، آپ کے بعد کوئی رسول اور نہ نبی مبعوث نہ ہو گا۔ آپ کی ذات اقدس میں شرم و حیا، کرم و سخا، شجاعت و شہامت، حلم و بردباری، عفو و درگزر اور دیگر ایسے اخلاق کاملہ و فاضلہ موجود تھے جن کا حصرو شمار ناممکن ہے۔

(۷) یعقوب بن سفیان (سلیمان، عبدالرحمان، حسن بن یحییٰ، زید بن واقد، بشر بن عبیداللہ، ابوادریس خولانی)

حضرت ابودرداءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے "خلق" کے بارے دریافت کیا تو فرمایا آپ کا "خلق" قرآن تھا۔ رب کی رضا پر راضی اور اس کی ناراضگی پر ناراض۔

(۸) حافظ بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' احمد بن سہل فقیہ دربخاری' قیس بن انیف' قتیبہ بن سعید' جعفر بن سلیمان' ابوعمران) زید بن ماہنوس سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا اے ام المومنین! کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق کیسا تھا تو آپ نے بتایا آپؐ کا خلق' پھر فرمایا کیا تو سورہ مومنون کی تلاوت کرتا ہے' شروع سے دس آیات تک پڑھ۔ پھر فرمایا اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اخلاق تھے۔ امام نسائی نے اس حدیث کو قتیبہ بن سعید سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

(۹) امام بخاری (ہشام بن عروہ' ابوہ) حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے **خذالعفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين** (۱۹۹/۷) کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کے مامور تھے کہ لوگوں کے اخلاق میں سے "عفو" کو اختیار کریں۔

(۱۰) امام احمد (سعید بن منصور' عبدالعزیز بن محمد' محمد بن عجلان' قعقاع بن حکیم' ابوصالح) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں صالح اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث ہوا ہوں' "تفرد بہ احمد" حافظ ابوبکر خرائطی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے "**وانما بعثت لا تمم مكارم الاخلاق**"

(۱۱) امام بخاری کی حدیث ابواسحاق از حضرت براءؓ میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سب سے حسین تھا اور خلق سب سے اچھا اور اعلیٰ تھا۔

آسان بات پر عمل : (۱۲) امام مالک (زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو باتوں میں ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا تو ان میں سے آسان بات کو اختیار کرتے جبکہ وہ گناہ نہ ہو۔ اگر وہ گناہ ہو تو آپ اس سے بہت دور رہتے۔ اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کا ارتکاب ہو تو پھر محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اس سے انتقام لیتے۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے مالکؒ سے بیان کیا ہے۔

(۱۳) امام مسلم (ابوکریب' ابواسامہ' ہشام' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست رحمت سے کبھی کسی خاتون' غلام اور خادم کو نہیں مارا الا یہ کہ آپؐ راہ خدا میں جہاد کر رہے ہوں اور آپ نے اپنی کسی تکلیف کا انتقام نہیں لیا ماسوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے محرمات میں سے کسی کا ارتکاب ہو تو آپ اللہ کی خاطر اس سے انتقام لیتے۔

(۱۴) امام احمد (عبدالرزاق' معمر' زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست شفقت سے کبھی کسی خادم اور خاتون کو نہیں مارا ماسوائے اسکے کہ آپ راہ خدا میں مجاہد ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو ان میں سے آسان تر' آپکو زیادہ مرغوب ہوتی تھی۔ الا یہ کہ وہ گناہ ہو' جب آسان امر گناہ ہوتا تو آپ اس سے نہایت دور رہتے۔ آپ نے اپنی کسی تکلیف کا انتقام نہیں لیا یہاں تک کہ حرام کا ارتکاب ہو پھر آپ اللہ کی خاطر انتقام لیتے۔

(۱۵) ابوداؤد طیالسی (شعبہ' ابواسحاق) ابوعبداللہ جدلی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے "خلق" کے بارے دریافت کیا تو فرمایا رسول اللہ ﷺ طبعاً" فحش گو نہ تھے اور نہ ہی عادتاً۔ اور بازاروں میں چلا کر نہ بولتے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی نہ دیتے' مگر معاف فرما دیتے اور درگزر کرتے۔ (راوی کا بیان ہے یا یصفح کی بجائے یغفر ہے اور یہ شک ابوداؤد طیالسی کی جانب سے ہے) امام ترمذی نے شعبہ سے بیان کر کے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۱۶) یعقوب بن سفیان (آدم اور عاصم بن علی' ابن ابی ذئب) صالح مولی التوامہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کی صفات بابرکات بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ معاً متوجہ ہوتے اور اچانک ہی مڑتے' میرا ماں باپ قربان ہو' آپ فاحش نہ تھے اور نہ فحش بکتے تھے اور نہ ہی بازاروں میں شور مچاتے تھے۔ (باضافہ راوی آدم) نہ میں نے آپ ایسا پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا۔

(۱۷) امام بخاری حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نہ فحش گو تھے نہ خواہ مخواہ فحش بکتے تھے۔ آپ کا فرمان ہے' تم میں سے بہتر شخص خوش اخلاق ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اعمش سے بیان کیا ہے۔

(۱۸) امام بخاری' حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی صفات تورات میں وہی مذکور ہیں جو قرآن میں (۳۳/۴۵) انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا میں موجود ہیں۔ آپ ناخواند عربوں کے حرز اور پشت پناہ تھے' فرمان الٰہی ہے کہ تو میرا بندہ ہے اور رسول' میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے نہ آپ تند خو تھے اور نہ ہی سنگدل اور نہ ہی بازاروں میں شوروغل مچانے والے برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے مگر وہ معاف اور درگزر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی روح ہرگز نہ قبض کرے گا یہاں تک کہ آپ کی بدولت "ملت عوجاء" اور دین کج کو استوار کر دے کہ وہ "لا الہ الا اللہ" کہنے لگیں اور آپ کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینائی عطا کر دے گا۔ اور بہرے کانوں کو سماعت عطا کر دے اور بستہ دلوں کو کشادگی عطا کر دے اس قسم کی روایت عبداللہ بن سلام اور کعب احبار سے بھی مروی ہے۔

(۱۹) امام بخاری' حضرت ابوسعید خدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام "پردہ نشین دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے"

(۲۰) ابن بشار (یحییٰ اور عبدالرحمان' شعبہؒ) سے مذکور بالا روایت کی مثل بیان کرتے ہیں (اس میں یہ اضافہ ہے) جب آپ کسی چیز کو ناگوار سمجھتے تو ناگواری کے آثار آپ کے رخ انور سے ہویدا ہوتے۔ امام مسلم نے اس روایت کو شعبہ سے بیان کیا ہے۔

(۲۱) امام احمد (ابوعامر' فلیح' ہلال بن علی) حضرت انس بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ گالی گلوچ دیتے' نہ لعن طعن کرتے اور نہ ہی فحش گو تھے۔ عتاب اور ناراضگی کے وقت --- زیادہ سے زیادہ --- یہ کہتے "اسے کیا ہو گیا ہے' اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔" اس روایت کو امام بخاری نے محمد بن سنان کے ذریعہ فلیح سے نقل کیا ہے۔

ابو طلحہ کا گھوڑا : صحیحین میں (الفاظ مسلم کے ہیں۔ حماد بن زید از ثابت) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ حسین و جمیل، سخی اور فیاض، شجاع اور بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ کے باشندے "زور دار آواز" سن کر گھبرا اٹھے تو لوگ آواز کی سمت حقیقت حال معلوم کرنے کی خاطر آواز کی سمت چل پڑے تو رسول اللہ ﷺ ان کو واپس آتے ہوئے ملے۔ آپ حضرت ابو طلحہؓ کے بے زین گھوڑے پر سوار تھے اور آپ کی گردن میں تلوار حمائل تھی، آپ فرما رہے تھے تمہیں کوئی خوف و خطرہ نہیں، کوئی ڈر اور اندیشہ نہیں، ہم نے اس گھوڑے کو دریا کی طرح رواں پایا (یا فرمایا) یہ تو دریا ہے یعنی بے تکان چلتا ہے اور دراصل یہ گھوڑا سست رفتار تھا۔

(۲۳) امام مسلم حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں لوگ خوف و ہراس میں مبتلا تھے رسول اللہ ﷺ نے ابو طلحہؓ کا "مندوب" نامی گھوڑا مستعار لیا اور اس پر سوار ہو کر خطرے کے مقام پر گئے) اور واپس چلے آئے تو فرمایا گھبراہٹ کی کوئی بات محسوس نہیں کی۔ اور اس گھوڑے کو ہم نے دریا پایا نیز فرمایا جب جنگ تیز ہو جاتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کو اپنا بچاؤ بناتے۔

(۲۴) ابو اسحاق (سبیعی، حارثہ بن مضرب) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیتے اور مشرکین سے اپنا بچاؤ کرتے تھے آپ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ روایت احمد و بیہقی۔

(۲۵) غزوہ ہوازن میں بیان ہو چکا ہے کہ جب اکثر صحابہؓ پسپا ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ اس روز خچر پر سوار ثابت قدم رہے اور آپ خچر کو دشمن کی طرف بڑھاتے ہوئے فرما رہے تھے انا النبی لا کذب --- میں نبی ہوں کذب بیانی نہیں --- انا ابن عبدالمطلب میں عبدالمطلب کا بہادر بیٹا ہوں اور یہ عظیم شجاعت اور کامل توکل کا اعلیٰ مظاہرہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت کاری : (۲۶) امام مسلم (اسماعیل بن علیہ، عبدالعزیز) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہؓ میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! انسؓ ذہین لڑکا ہے وہ آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے سفر اور گھر میں رسول اللہؐ کی خدمت کی۔ واللہ! آپ نے میرے کسی کام پر نکتہ چینی نہیں کی کہ یہ کام اس طرح کیوں کیا، اور نہ ہی کسی کام کے نہ کرنے پر باز پرس کی کہ یہ کام کیوں نہ کیا۔

(۲۷) مسلم میں سعید بن ابی بردہ کی معرفت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نو سال خدمت کی، مجھے معلوم نہیں کہ آپؐ نے مجھے کبھی کہا ہو کہ تو نے یہ کام ایسے کیوں کیا، اور نہ میرے کسی کام پر حرف گیری کی۔

(۲۸) مسلم میں حدیث (عکرمہ بن عمار، اسحاق) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے خوش اخلاق تھے۔ آپؐ نے مجھے ایک روز کسی ضرورت کے لئے بھیجنا چاہا تو میں نے (از راہ پیار و محبت کہا) واللہ! میں نہ جاؤں گا --- اور میرے دل میں تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کام کے لئے جاؤں گا --- میں وہاں سے روانہ ہوا اور راستے میں سے گزرا، وہاں بازار میں بچے کھیل رہے تھے (میں دیکھنے کے لئے رک

گیا) تو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیچھے سے میری گدی پکڑ لی اور میں نے آپ کو دیکھا آپ مسکرا کر فرما رہے ہیں اے انیس! میں نے جہاں بھیجا تھا تو وہاں گیا ہے؟ عرض کیا جی ہاں! یارسول اللہ! اب جاتا ہوں۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ واللہ! میں نے آپ کی نو سال خدمت کی مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی نکتہ چینی کی' یا کبھی جواب طلبی اور بازپرس کی ہو۔

(۲۹) امام احمد (کثیر' ہشام' جعفر' عمران قصیر) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی' میں نے کسی کام میں سستی اور غفلت کی ہو یا میں نے کوئی کام خراب کر دیا ہو تو مجھے آپ نے کبھی ملامت نہ کی' اگر کوئی گھر کا فرد' ملامت کرتا بھی ہو تو آپؐ فرماتے چھوڑو' اگر اس کا ہونا مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا۔ اس روایت کو امام احمد نے (علی بن ثابت از جعفر ابن برقان از عمران بصری القصیر) حضرت انس سے بھی بیان کیا ہے (تفرد بہ امام احمد)

(۳۰) امام احمد (عبدالصمد' ابوہ' ابوالتیاح) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے' میرا ایک بھائی "ابو عمیر" تھا--- راوی کا خیال ہے کہ --- اس کی مدت رضاع ختم ہو چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لاتے تو اسے دیکھ کر فرماتے ابو عمیر نغیر کا کیا حال ہے؟ نغیر ایک چڑیا تھی جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا' بسا اوقات نماز کا وقت آجاتا اور آپؐ ہمارے گھر میں ہی تشریف فرما ہوتے تو آپ بچھے ہوئے بستر کے بارے حکم فرماتے' اسے جھاڑ کر چھڑکاؤ کر دیا جاتا پھر رسول اللہ ﷺ نماز پڑھاتے اور ہم آپ کے پیچھے ہوتے' آپ ہمیں نماز پڑھاتے۔ ان کا بیان ہے کہ بستر کھجور کی شاخوں کا تھا۔ اس روایت کو ابو داؤد کے علاوہ اصحاب سنن نے متعدد اسناد سے (از ابوالتیاح یزید بن حمید از انسؓ) بیان کیا ہے۔

سخاوت : (۳۱) صحیحین میں حدیث (زہری از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں جب جبرائیلؑ آپ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے تو آپ از بس سخی ہوتے تھے اور رسول اللہ ﷺ تیز رفتار ہوا سے بھی زیادہ کرم و جود کا مظاہرہ کرتے تھے۔

ناگوار بات : (۳۲) امام احمد (ابوکامل' حماد بن زید' مسلم علوی) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ایک شخص کے لباس پر زرد داغ دیکھا اور آپ نے اس کو ناگوار محسوس کیا' جب وہ مجلس سے اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس شخص کو بتاؤ کہ وہ اس داغ کو دھو ڈالے (تو بہتر ہے) اس کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کسی کے سامنے ناگوار بات نہ کرتے تھے۔ اس روایت کو ترمذی نے شمائل میں' نیز امام نسائی نے (الیوم واللیلہ) میں حماد بن زید از سلم بن قیس علوی بصری سے بیان کیا ہے۔

مسلم بن قیس علوی بصری : بقول امام ابوداؤد' یہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے نہیں ہے۔ علم نجوم کا ماہر تھا' اس نے چاند نظر آنے کی گواہی عدی بن ارطاۃ کے پاس دی' انہوں نے اس کی گواہی قبول نہ کی۔

(۳۳) امام ابوداؤد (عثمان بن ابی شیبہ' یحییٰ بن عبدالحمید حمانی' اعمش' مسلم' مسروق) حضرت عائشہؓ سے بیان

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب ناگوار بات کی خبر ہوتی تو آپ واشگاف نہ فرماتے کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے بلکہ آپ فرماتے ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسے ایسے کہتے ہیں۔

(۳۴) صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص مجھے کسی کے بارے غلط اطلاع فراہم نہ کرے' میری خواہش ہے کہ میں آپ کے پاس آؤں تو میرا دل صاف ہو۔

آپ کی درگزر : (۳۵) امام مالک (اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا کہ آپ کے کندھوں پر کھردرے کنارے والی ایک چادر تھی' ایک دیہاتی اور بدوی آپ کو ملا' اس نے آپ کی چادر کو نہایت زور سے کھینچا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کندھے کے پہلو کو دیکھا تو سخت کھینچنے کی وجہ سے کندھے پر چادر کا نشان پڑ چکا ہے پھر اس بدوی نے کہا' اللہ کا مال ہے جو آپؐ کے پاس ہے اس میں سے میرے لئے حکم فرمایئے پھر رسول اللہ ﷺ مسکراتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو "عطیہ" کا حکم فرمایا۔ اس روایت کو مسلم بخاری نے مالک بیان کیا ہے۔

(۳۶) امام احمد (زید بن حباب' محمد بن ہلال قرشی' ہلال قرشی) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مسجد میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بیٹھے تھے جب آپ اٹھ کھڑے ہوئے تو ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے' پھر ایک اعرابی آیا اس نے کہا یا محمد! مجھے کچھ دو! آپ نے فرمایا لاواستغفراللّٰہ نہیں اور میں اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں' پھر اس نے آپ کا تہبند اس زور سے کھینچا کہ آپ کا پہلو چھل گیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ لوگوں نے اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا چھوڑو' پھر آپؐ نے اس کو عطیہ دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ "لاواستغفراللّٰہ" آپ کے حلف کے الفاظ تھے' اس حدیث کو ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے متعدد طرق سے (محمد بن ہلال بن ابی ہلال مولی بنی کعب' ابوہ ہلال) حضرت ابو ہریرہؓ سے اس کی مانند بیان کیا ہے۔

سحر اور اس کی تاثیر اور آپ کی خندہ پیشانی : (۳۷) یعقوب بن سفیان (عبداللہ بن موسیٰ' شیبان' اعمش' ثمامہ بن عتبہ) حضرت زید بن ارقمؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری کی رسول اللہ ﷺ کے پاس آمدورفت تھی اور وہ آپؐ کو امین سمجھتا تھا اس نے آپ کے لئے بالوں میں گرہ لگائی اور اس کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ "ذہنی آزار" میں مبتلا کر دیا پھر آپ کے پاس دو فرشتے مزاج پرسی کے لئے آئے' تو انہوں نے بتایا کہ فلاں نے آپ کے لئے بالوں میں گرہ لگائی ہے۔ اور یہ گرہ فلاں کنوئیں میں ہے اور اس گرہ کی تاثیر سے کنوئیں کا پانی زرد ہو چکا ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے کسی کو بھیجا اور اس نے کنوئیں سے وہ گرہ نکالی اور کنوئیں کا پانی واقعی زرد ہو چکا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے گرہ کھولی اور آپ اطمینان سے سو گئے۔ حضرت زیدؓ کا بیان ہے کہ بعد ازیں میں نے دیکھا وہ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا جاتا ہے۔ میں نے آپ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار نہیں دیکھے حتیٰ کہ آپ فوت ہو گئے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں' صحیح بخاری میں مشہور روایت یہ ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے نبی علیہ السلام پر کنگھی اور ان بالوں میں جادو کیا تھا جو کنگھی کرنے کے دوران جھڑتے ہیں' یہ نر کھجور کے خوشہ کے

غلاف میں رکھا تھا اور اس کو "بیئر ذروان" کے نیچے دبا دیا اور یہ کیفیت رسول اللہ ﷺ پر قریباً چھ ماہ تک جاری رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے معوذتین سورتیں نازل فرمائیں۔ یہ مشہور ہے کہ ان سورتوں کی آیات گیارہ ہیں اور جادو کی گرہیں بھی گیارہ تھیں۔ ہم نے یہ مسئلہ تفسیر--- ابن کثیر--- میں مکمل تفصیل سے بیان کیا ہے جو کافی وافی ہے' واللہ اعلم۔

ہم نشین کے ساتھ بیٹھنے کا انداز : (۳۸) یعقوب بن سفیان (ابو نعیم' عمران بن زید ابو یحییٰ املائی' زید العمی) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سے مصافحہ کرتے یا کوئی آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ اپنا ہاتھ علیحدہ نہ کرتے یہاں تک کہ وہ خود اپنا ہاتھ کھینچ لیتا۔ اگر آپ کسی کے روبرو ہوتے تو آپ اس سے منہ نہ پھیرتے یہاں تک کہ وہ خود پھر جاتا اور اپنے جلیس اور ہم نشین کے سامنے پاؤں اور گھٹنے نہ پھیلاتے۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے (عمران بن زید ثعلبی ابو یحییٰ الطویل کوفی' زید بن حواری العمی) حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے۔

تواضع : (۳۹) ابوداؤد (احمد بن منیع' ابو قطن' مبارک بن فضالہ' ثابت بنانی) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی آدمی کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سرگوشی کرتے نہیں دیکھا کہ آپؐ نے اپنا سر اس سے علیحدہ کر لیا ہو' یہاں تک کہ وہ آدمی خود ہی اپنے سر کو علیحدہ کرتا اور میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کا ہاتھ تھاما اور چھوڑ دیا ہو یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ چھوڑ دیتا۔ (تفرد بہ ابوداؤد)

(۴۰) امام احمد (محمد بن جعفر اور حجاج' شعبہ' علی بن یزید) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کی کوئی بچی آکر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتی' آپ اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے یہاں تک کہ وہ آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی' ابن ماجہ نے اس کو شعبہ سے بیان کیا ہے۔

(۴۱) امام احمد (ھیثم' حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کی کوئی بچی آتی اور رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر' اپنے کام میں لے جاتی۔ اس روایت کو امام بخاری نے صحیح بخاری کے "کتاب الادب" میں معلق بیان کیا ہے کہ محمد بن عیسیٰ' ابن طباع نے ھیثم سے یہ روایت بیان کی ہے۔

بے پناہ ایثار : (۴۲) طبرانی (ابو شعیب حرانی' یحییٰ بن عبداللہ بابلتی' ایوب بن نہیک' عطاء بن ابی رباح) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے ایک کپڑا فروش کو دیکھا' اس سے چار درہم میں قمیص خریدی اور آپ زیب تن کئے ہوئے گھر سے باہر آئے تو ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے قمیص دیجئے' اللہ آپ کو جنت کا لباس عطا کرے گا۔ چنانچہ آپؐ نے قمیص اتاری اور اس کو عطا کر دی۔ پھر آپ نے دوکاندار سے چار درہم کے عوض ایک اور قمیص خریدی اور آپ کے پاس ۲ درہم بچ گئے۔ دیکھا تو راستہ میں ایک بچی رو رہی ہے۔ پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ اس نے بتایا' یارسول اللہ! مجھے گھر والوں نے آٹا خریدنے کے لئے دو درہم دیئے تھے وہ ضائع ہو گئے۔ آپؐ نے اس کو باقی ماندہ دو درہم دے دیئے' پھر وہ روتی ہوئی پلٹی تو آپؐ نے اس سے پوچھا' دو درہم تو لے چکی' اب کیوں رو رہی ہو۔ اس نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ گھر والے مجھے ماریں گے۔ چنانچہ آپ اس کے ہمراہ اس کے اہل خانہ کے پاس گئے آپ

نے السلام علیکم کہا' تو وہ آپ کی آواز پہچان گئے۔ آپؐ نے مسلسل تین بار سلام کہا تو انہوں نے جواب دیا پھر آپ نے پوچھا کیا تم نے پہلا سلام سنا تھا؟ انہوں نے اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا ہماری خواہش تھی کہ آپ زیادہ سلام دیں' آپ پر ہمارے ماں باپ صدقے! آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا اس بچی کو اندیشہ تھا کہ تم اسے مارو گے یہ سن کر اس کے مالک اور آقا نے کہا یہ لوجہ اللہ' آزاد ہے' اس کے ہمراہ آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خیر و برکت اور جنت کی بشارت دی۔ پھر آپ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاشرے میں برکت عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور انصاری کو قمیص عنایت فرمائی اور ان سے ایک کنیز آزاد فرمائی' میں اس ذات کی حمد و ستائش کرتا ہوں' جس نے اپنی قدرت سے اس رزق سے نوازا۔

ایوب حلبی : طبرانی نے اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے کہ اس کی سند میں ایوب بن نہیک حلبی ہے اس کو ابوحاتم نے ضعیف کہا ہے اور ابوزرعہ نے منکر الحدیث کہا ہے اور ازدی نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔

دلجوئی : (۴۳) امام احمد (عفان' حماد' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کی عقل میں فتور تھا۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے ایک ضرورت ہے تو آپ نے فرمایا اے ام فلاں! دیکھو' جس طریقہ سے بھی چاہو! پھر آپ اس کے ساتھ سرگوشی کرنے لگے حتیٰ کہ اس نے اپنی بات پوری کر لی۔ امام مسلم نے اس روایت کو حماد بن سلمہ سے بیان کیا ہے۔

پسند کا کھانا : (۴۴) صحیحین میں (اعمش' ابوحازم) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے پر نکتہ چینی نہیں کی۔ اشتہا ہوئی تو کھا لیا ورنہ ترک کر دیا۔

آپ کو گوشت پسند تھا : (۴۵) ثوری (اسود بن قیس' شیخ عوفی --- غالباً یہ شقیق کوفی ہے۔ شقیق بن سلمہ اسدی ابووائل کوفی یکے از سادات تابعین' اسود بن قیس کے استاذ گرامی ---) حضرت جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ہم نے آپ کی خاطر بکری ذبح کی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا ایسے لگتا ہے جیسے تمہیں معلوم تھا کہ ہم گوشت پسند کرتے ہیں۔ (الحدیث)

آسمان کی طرف نگاہ : (۴۶) محمد بن اسحاق (یعقوب بن عتبہ' عمر بن عبدالعزیز' یوسف بن عبداللہ بن سلام) حضرت عبداللہ بن سلام سے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ مجلس میں گفتگو کرتے تو بکثرت آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے۔ یہ سنن ابوداؤد کی کتاب الادب میں محمد بن اسحاق سے مروی ہے۔

گوٹ : (۴۷) امام ابوداؤد (سلمہ بن شعیب' عبداللہ بن ابراہیم' اسحاق بن محمد انصاری' ربیح بن عبدالرحمان' ابوہ' جدہ) حضرت ابوسعید خدری ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھتے تو اپنے دست مبارک سے گوٹ مار لیتے اور بزار نے اپنی "مسند" میں بیان کیا ہے۔ کہ جب بیٹھتے تو گھٹنے کھڑے کر لیتے اور ہاتھوں سے گوٹ مار لیتے۔

(۴۸) ابوداؤد (حفص بن عمر اور موسیٰ بن اسماعیل' عبدالرحمان بن حسان عنبری اپنی دو دادیوں صفیہ اور دحیبہ دختران علیبہ۔ موسیٰ راوی نے بنت حرملہ بتایا ہے) اور یہ دونوں قیلہ بنت مخرمہ کی ربیبہ تھیں اور قیلہ نے جو ان کے باپ کی دادی تھی' نے ان کو بتایا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو گوٹ مار کر بیٹھے دیکھ کر کہا کہ میں نے آپ کو نہایت خشوع و خضوع سے بیٹھے دیکھا تو خوف سے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا' امام ترمذی نے اس کو "شمائل" اور "جامع" میں (عبد بن حمید از عفان بن مسلم بن عبداللہ بن حسان) بیان کیا ہے اور یہ طویل حدیث کا ایک فقرہ ہے جس کو امام طبرانی نے "معجم کبیر" میں مکمل بیان کیا ہے۔

وقفہ وقفہ سے بولنا : (۴۹) امام بخاری حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تھے اگر کوئی الفاظ شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا۔

(۵۰) امام بخاری حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا' کیا "ابوفلاں" نے تجھے حیرت و تعجب میں نہیں ڈال دیا؟ وہ آیا اور میرے حجرہ کے پہلو میں بیٹھ کر' مجھے سنا کر رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کر رہا تھا اور میں نماز میں مشغول تھی۔ نماز مکمل ہونے سے قبل ہی وہ اٹھ کر چلا گیا اگر میں اس کو حدیث بیان کرتے ہوئے پا لیتی تو اس کو بتاتی کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری طرح فرفر حدیث بیان نہیں کیا کرتے تھے۔ اس روایت کو امام احمد نے علی بن اسحاق سے امام مسلم نے حرملہ سے اور امام ابوداؤد نے سلیمان بن داؤد سے اور یہ تینوں ابن وہب کی معرفت یونس بن یزید از زہری بیان کرتے ہیں اور ان کی روایت میں "ابوفلاں" کی بجائے ابو ہریرہ کی تصریح ہے۔

(۵۱) امام احمد (وکیع' سفیان' اسامہ' زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا کلام ٹھہر ٹھہر کر ہوتا تھا ہر کوئی سمجھ لیتا تھا' فر' فر نہیں بیان کرتے تھے اس روایت کو امام ابوداؤد نے ابن ابی شیبہ کی معرفت وکیع سے بیان کیا ہے۔

(۵۲) ابو یعلی (عبداللہ بن محمد بن اسماء' عبداللہ بن مسعر' شیخ گمنام) حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ یا حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے کلام میں آہستگی یا ٹھہراؤ تھا۔

(۵۳) امام احمد (عبدالصمد' عبداللہ بن مثنیٰ' ثمامہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بولتے تو کلام تین بار دہراتے اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو ان کو تین دفعہ سلام کہتے' اس روایت کو امام بخاری نے عبدالصمد سے بیان کیا ہے۔

(۵۴) امام احمد (ابوسعید بن ابو مریم' عبداللہ بن مثنیٰ) ثمامہ بن انس سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ کلام کو تین بار دہراتے اور بیان کرتے کہ نبی علیہ السلام بھی کلام سہ بار دہراتے اور تین دفعہ اذن طلب کرتے۔ وہ حدیث جو امام ترمذی نے (عبداللہ بن مثنیٰ' ثمامہ' انسؓ) بیان کی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بات کو تین بار دہراتے کہ سمجھی جا سکے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

(۵۵) بخاری شریف میں ہے کہ مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں اور میں حکمت و دانائی کی باتوں کو مختصر بیان کرتا ہوں۔

روئے زمین کے خزینے مجھے دیئے گئے : (۵۶) امام احمد (حجاج' لیث' عقیل بن خالد' زہری) سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں جامع کلمات دے کر مبعوث کیا گیا ہوں' رعب اور ہیبت سے میری اعانت کی گئی ہے۔ میں سو رہا تھا کہ زمین کے خزینوں کی چابیاں مجھے دی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ امام بخاری نے لیث سے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے۔

(۵۷) امام احمد (اسحاق بن عیسیٰ' ابن لہیعہ' عبدالرحمان اعرج) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جامع کلمات دے کر مبعوث کیا گیا ہوں' رعب اور ہیبت سے میری اعانت کی گئی ہے۔ میں سو رہا تھا کہ زمین کے خزینوں کی چابیاں مجھے دی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ (امام احمد اس سند میں منفرد ہیں)

(۵۸) امام احمد (یزید' محمد بن عمرو' ابوسلمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رعب اور ہیبت سے میرا تعاون کیا گیا ہے مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں' زمین میرے لئے عبادت گاہ اور پاک بنا دی گئی ہے۔ میں نیند میں محو تھا کہ روئے زمین کے خزینوں کی چابیاں عطا کی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ (تفرد بہ احمد من ھذاالوجہ وھو علی شرط مسلم)

مسکراہٹ : (۵۹) مسلم' بخاری (ابن وھب' عمرو بن حرث' ابوالنضر' سلیمان بن یسار) عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس قدر کھل کھلا کر ہنستے کبھی نہیں دیکھا کہ میں نے آپ کے مسوڑھے کو دیکھا ہو۔ آپ صرف تبسم فرماتے تھے۔

(۶۰) امام ترمذی (قتیبہ' ابن لہیعہ' عبداللہ بن مغیرہ' عبداللہ بن حرث) جزءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

(۶۱) امام ترمذی (لیث' یزید بن ابی حبیب) عبداللہ بن حرث بن جزءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صرف تبسم ہی فرماتے تھے' ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۶۲) امام مسلم (یحییٰ بن یحییٰ' ابوخیثمہ) سماک بن حرب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرةؓ سے پوچھا کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! بکثرت۔ رسول اللہ ﷺ جہاں فجر کی نماز پڑھاتے وہاں سے سورج طلوع ہونے کے بعد اٹھتے۔ جاہلیت کے دور کی باتوں کا تذکرہ کر کے ہنستے تھے اور رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے تھے۔

(۶۳) ابوداؤد طیالسی (شریک اور قیس بن سعد) سماک بن حرب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرةؓ سے دریافت کی' کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے تو انہوں نے اثبات میں جواب دے کر کہا رسول اللہ ﷺ کم بولتے اور کم ہنستے۔ بسا اوقات صحابہؓ آپ کے پاس اشعار پڑھتے اور بعض اوقات آپ بھی ان کی بات میں حصہ لیتے۔ صحابہؓ ہنستے اور آپ بکثرت مسکراتے۔

(۶۴) بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ اور ابوسعید بن عمرو' ابوالعباس محمد بن یعقوب' محمد بن اسحاق' ابوعبدالرحمان مقری'

لیث بن سعد) ولید بن ابی الولید سے بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن خارج نے اس کو کہا کہ خارجہ بن زید بن ثابت نے اس کو بتایا کہ چند لوگ اس کے والد کے پاس آئے اور عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے فرمایئے تو اس نے کہا میں آپ کا ہمسایہ تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے پیغام بھیج کر بلا لیتے میں حاضر ہوتا اور وحی تحریر کرتا۔ جب ہم دنیاوی امور کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ شامل ہوتے اور جب اخروی امور کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ ان کا ذکر کرتے اور جب خورد و نوش کا بیان کرتے تو آپ بھی اس کا ذکر کرتے' یہ سب باتیں میں آپ کو رسول اللہ ﷺ سے بیان کر کے سنا رہا ہوں۔ "شمائل" میں امام ترمذی نے اس روایت کو (عباس دوری' ابو عبدالرحمان' عبداللہ بن یزید مقری)) سے اس کی مثل بیان کیا ہے۔

نبی علیہ السلام کے کرم و جود کا بیان : (۱) قبل ازیں صحیحین کی وہ روایت بیان ہو چکی ہے جو (زہری از عبیداللہ بن عبداللہ از ابن عباس) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور ماہ رمضان میں جب جبرائیلؑ آپ سے قرآن کا دور کرتے تھے آپ تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوا کرتے تھے۔

تشبیہ : یہ تشبیہ حد درجہ بلیغ ہے کہ آپ کے جود و سخا کو "ریح مرسلہ" اور تند ہوا سے تشبیہ' اس کے عموم اور مسلسل چلنے کی وجہ سے ہے۔

(۲) صحیحین میں (سفیان بن سعید ثوری' محمد بن منکدر) حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سوال کے جواب میں "لا اور نہ" نہیں کہا۔

(۳) امام احمد (ابن ابی عدی' حمید' موسیٰ بن انیس) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے نام پر کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ عطا فرما دیتے' آپکے پاس ایک سائل آیا آپ نے اس کو زکوٰۃ کی بکریوں میں سے دو پہاڑوں کے مابین بہت سی بکریوں کے دینے کا حکم فرمایا۔ وہ یہ مال اپنی قوم کے پاس لے گیا اور کہا' لوگو! اسلام کے دائرہ میں داخل ہو جاؤ کہ محمد ﷺ اس قدر دیتے ہیں کہ فقر و فاقے کا اندیشہ نہیں کرتے۔ اس روایت کو امام مسلم نے (عاصم بن نضر از خالد بن حارث از حمید) بیان کیا ہے۔

بے تحاشا سخاوت کی حکمت و توجیہ : (۴) امام احمد (عفان' حماد بن سلمہ' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سائل آیا آپ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کا ایک ریوڑ عطا فرما دیا۔ وہ یہ ریوڑ لے کر اپنی قوم کے پاس گیا اور اس نے کہا اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ کہ محمدؐ اس قدر سخاوت کرتے ہیں کہ فقروفاقہ کا خطرہ محسوس نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص محض دنیا کے حصول کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو شام سے قبل ہی' دین اس کو تمام تر دنیا سے محبوب اور عزیز ہو جاتا۔ اس روایت کو مسلم نے حماد بن سلمہ سے بیان کیا ہے۔

یہ عطیہ' اسلام کے بارے' کمزور دل' اور بداعتقاد لوگوں کی تالیف قلبی اور دلجوئی کے لئے اغیار کے ساتھ الفت و پیار کی خاطر تھا کہ وہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں جیسا کہ غزوہ حنین کے وقت رسول اللہ ﷺ نے بے مثال کارنامہ انجام دیا۔ جب بے شمار اونٹ اور بے حساب بکریاں کثیر مقدار میں سونا اور

چاندی کمزور دل مسلمانوں میں تقسیم کیا' بایں ہمہ سخاوت و فیاضی' انصار اور مہاجرین کو کچھ نہ دیا بلکہ سارا مال ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جن کی اسلام کے بارے دلجوئی کے رسول اللہ ﷺ خواہاں تھے۔ اور پختہ ایمان لوگوں کو نظرانداز کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں استغناء اور خیر و برکت پیدا کر دی تھی۔

انصار کے بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس تقسیم پر ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو آپؐ نے ان کو اس فیاضانہ تقسیم کی حکمت سے آگاہ کرتے ہوئے اور ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگ بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کو لے جاؤ یہ سن کر سب نے کہا' یارسول اللہ ﷺ ہم راضی اور خوش و خرم ہیں۔

حضرت عباسؓ کو کثیر مال و زر دیا : اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مسلمان ہونے کے بعد زر کثیر عطا فرمایا' جب آپؐ کے پاس "بحرین" سے مال آیا اور آپ نے اس کو مسجد میں اپنے سامنے رکھ لیا اور حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ مجھے عطا فرمایئے' جنگ بدر میں' میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا تھا تو آپ نے فرمایا "خذ" لے لو۔ وہ اپنی چادر اتار کر اس میں مال ڈالنے لگے' پھر اٹھانے لگے تو اٹھا نہ سکے' اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا' اس کو اٹھا کر میرے کندھے پر رکھ دیں۔ آپ نے فرمایا میں ایسا نہ کروں گا' تو انہوں نے عرض کیا' آپ کسی کو فرمائیں کہ وہ میرے کندھوں پر رکھ دے۔ آپ نے فرمایا ایسا بھی نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے اس سے کچھ مال نکال دیا اور اٹھانے لگے تو پھر بھی نہ اٹھا سکے اور دوبارہ عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ میرے کندھے پر رکھ دیں یا کسی کو حکم دیں کہ وہ میرے کندھے پر اٹھا کر رکھ دے۔ آپ نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا تو اس میں سے مزید نکال دیا اور باقی ماندہ اٹھا لیا اور اس کو لے کر مسجد سے باہر نکل گئے اور رسول اللہ ﷺ ان کی حرص و آرزو پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے ان کی طرف نگاہ لگائے ہوئے تھے۔

میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں کہ حضرت عباسؓ دراز قامت' ذہین و فطین اور طاقتور آدمی تھے کم از کم جو مال آپ نے اٹھایا وہ قریباً چالیس ہزار درہم ہوگا' واللہ اعلم۔ امام بخاری نے اس کو صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر "صیغہ جزم" کے ساتھ معلق بیان کیا ہے اور یہ واقعہ حضرت عباسؓ کے مناقب و فضائل میں بیان کیا جاتا ہے کہ سورہ انفال (۸/۷۰) میں ہے "اے نبی! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے کہدو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور تمہیں بخشے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

(۵) رسول اللہ ﷺ کے خادم' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا مقولہ بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی اور سب سے اعلیٰ شجاع تھے (الحدیث) یہ ستودہ صفات آپ میں کیونکر نہ ہوں' آپ اللہ کے رسول ہیں' اکمل اور افضل صفات پر آپ کی تخلیق ہوئی ہے آپ کو اللہ کے ہاں اپنے مقدر پر پورا اعتماد اور وثوق ہے جس نے محکم قرآن اور کتاب عزیز میں نازل فرمایا ہے اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے --- اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ اس کا معاوضہ عطا کرے گا اور وہ دینے والوں

میں سے بہتر ہے --- اور آپؐ ہی نے اپنے موذن بلال کو فرمایا تھا' اور آپ اپنے وعدہ اور قول میں صادق اور مصدوق ہیں۔ اے بلال! خرچ کر! عرش والے پروردگار سے فقر و تنگی کا اندیشہ نہ کر اور آپ ہی کا یہ فرمان ہے کہ روزانہ دو فرشتے صدا کرتے ہیں ایک ان میں سے کہتا ہے اے اللہ! تو خرچ کرنے والے کو اس کا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! تو بخیل اور ممسک کو تلف اور ضیاع نصیب کر۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا' تو مال کو جمع کر کے بحفاظت نہ رکھ اللہ بھی تجھ سے اپنا مال محفوظ کر کے رکھ لے گا اور اس کو تھیلی میں بند کر کے نہ رکھ' اللہ بھی یہ مال تجھ سے بند کر لے گا اور بخاری میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے ابن آدم! تو فی سبیل اللہ خرچ کر' میں بھی تجھے دوں گا۔

پس آپؐ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع اور بہادر کیونکر نہ ہوں کہ آپ ہی وہ عظیم متوکل ہیں جن سے بڑھ کر کسی کا توکل و اعتماد نہیں اور آپ ہی کو اللہ تعالیٰ کے رزق اور نصرت پر سب سے زیادہ وثوق اور یقین ہے اور آپ ہی جملہ امور میں اللہ تعالیٰ سے اعانت و نصرت کے طالب ہیں۔ علاوہ ازیں آپ قبل از بعثت اور بعد از نبوت اور قبل از ہجرت فقیروں' بیواؤں' یتیموں' ضعیفوں اور مسکینوں کا ملجا اور ماویٰ تھے جیسا کہ آپ کے چچا ابوطالب نے "قصیدہ لامیہ" میں کہا۔

وما ترك قوم لا ابالك سيدا ۔۔۔ يحوط الزمار غير زرب موكل
وابيض يستسقى الغمام بوجهه ۔۔۔ ثمال اليتامى عصمة للأرامل
يلوذبه الهلاك من آل هاشم ۔۔۔ فهم عنده فى نعمة وفواضل

(تیرا باپ نہ رہے' قوم ایسے سردار کو نظرانداز نہیں کر سکتی جو اپنی ذمہ داریوں کی حفاظت کرتا ہے نہ تیز زبان ہے نہ کسی پر سہارا کرتا ہے۔ سفید فام ہے' اس کے رخ انور کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے' یتیموں کا فریاد رس اور بیواؤں کا محافظ ہے۔ آل ہاشم کے کمزور لوگ اس کے ساتھ پناہ لیتے ہیں وہ اس کے پاس آسائش اور فوائد میں ہیں)

تواضع اور انکساری : امام احمد (حماد بن سلمہ' ثابت --- باضافہ امام نسائی اور حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ "یاسیدنا وابن سیدنا" کے القاب سے کسی نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا تو آپؐ نے فرمایا اے لوگو! تم اپنی بات کہو' شیطان تم کو بہکا نہ دے میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں' واللہ! میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اس مقام و مرتبہ سے بلند کرو جس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے فائز کیا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری تعریف و توصیف میں غلو نہ کرو' جیسا عیسائیوں نے عیسیٰؑ کے بارے کیا' سنو! میں صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم فقط یہ کہو "عبداللہ ورسولہ" اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

گھریلو زندگی : امام احمد (یحییٰ' شعبہ' حکم' ابراہیم) اسود سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اہل و عیال میں کیا کرتے تھے تو بتایا کہ اہل و عیال کی ضروریات میں مصروف رہتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کیلئے باہر چلے جاتے۔ وکیع اور محمد بن جعفر (شعبہ' حکم' ابراہیم) اسود

سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو کیا کرتے تھے' تو بتایا اہل و عیال کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا تو نماز کیلئے چلے جاتے' امام بخاری نے اس کو آدم کی معرفت شعبہ سے بیان کیا ہے۔

امام احمد (عبدۃ' ہشام بن عروہ) مجہول راوی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے دریافت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے تو بتایا کہ کپڑے کو پیوند لگاتے اور جوتا درست کرتے اور اس طرح کے دیگر امور۔ (اس سند سے یہ منقطع ہے) عبدالرزاق (معمر' زہری' عروہ اور ہشام بن عروہ) از عروہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ گھر میں کام کاج کیا کرتے تھے؟ تو اثبات میں جواب دے کر فرمایا جوتے کو پیوند لگاتے' کپڑا سلائی کرتے جیسا کہ تم میں سے ہر کوئی اپنے گھر میں کام کاج کرتا ہے۔ بیہقی نے اس کو روایت کیا ہے اور سند کو متصل بیان کیا ہے۔

حافظ بیہقی (ابوالفضل بن بشران' ابوجعفر محمد بن عمرو بن بختری' محمد بن اسماعیل سلمی' ابن صالح' معاویہ بن صالح' یحییٰ بن سعید) عمرہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کام کیا کرتے تھے تو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بشر تھے' کپڑے سے جوئیں صاف کرتے' بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنا کام خود کرتے تھے۔ "شمائل" میں اس روایت کو امام ترمذی (محمد بن اسماعیل' عبداللہ بن صالح' معاویہ بن صالح' یحییٰ بن سعید) عمرہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بشر تھے' کپڑے سے جوئیں صاف کرتے' بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنا کام خود کرتے تھے۔

ابن عساکر (ابواسامہ' حارثہ بن محمد انصاری) عمرہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اہل و عیال میں کیسے رہتے تھے تو فرمایا آپ سب سے زیادہ نرم خو تھے اور سب سے زیادہ کریم اور مہربان تھے۔ آپ خندہ رو اور ہنس مکھ تھے۔

ذکر و اذکار : امام ابوداؤد طیالسی (شعبہ' مسلم ابوعبداللہ الاعور) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بکثرت ذکر و اذکار میں مصروف رہتے تھے لغو اور بے کار بات نہ کرتے تھے' گدھے پر سواری کرتے تھے' اونی لباس پہنتے تھے' غلام کی دعوت کو قبول کرتے تھے اگر تو آپ کو جنگ خیبر میں گدھے پر سوار دیکھ لیتا جس کی لگام کھجور کی رسی کی تھی تو' تو عجب منظر دیکھتا۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں' مسلم بن کیسان ملائی از انسؓ کی روایت کا بعض حصہ مذکور ہے۔

امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' ابوبکر محمد بن جعفر الادمی القاری در بغداد' عبداللہ بن احمد بن ابراہیم دورقی' احمد بن نصر بن مالک خزاعی' علی بن حسین بن واقد' حسین بن واقد' یحییٰ بن عقیل) عبداللہ بن ابی اوفی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ذکر الٰہی بکثرت کرتے تھے' لغو اور بے ہودہ بات نہ کرتے تھے نماز طویل پڑھتے تھے اور خطبہ چھوٹا اور مختصر دیتے تھے' غلام اور بیوہ عورتوں کے ہمراہ جا کر ان کے کام کاج کرنے کو عار نہ سمجھتے تھے۔ امام نسائی نے اس روایت کو (محمد بن عبدالعزیز' ابوزرعہ' فضل بن موسیٰ' حسین بن واقد' یحییٰ بن عقیل خزاعی بصری) ابن

ابی اوفی سے مذکور بالا روایت کے مطابق بیان کیا ہے۔

بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' ابوبکر اسماعیل بن محمد بن اسماعیل الفقیہ داری' ابوبکر محمد بن الفرج ازرقی' ہاشم بن قاسم' شیبان ابومعاویہ' اشعث بن ابی الشعثاء' ابوبردہ) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر سواری کرتے اون کا لباس پہنتے' بکری باندھتے اور مہمان کی خاطرداری کرتے' یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور اصحاب سنن نے اس کی تخریج نہیں کی' اس کی سند جید ہے۔

ایک عیسائی کے پاس حلیہ مبارک کی تحریر : محمد بن سعد (اسماعیل بن ابی فدیک' موسیٰ بن یعقوب ربعی) سہل مولیٰ عقبہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ باشندگان مریس میں سے عیسائی تھا اور اپنے چچا کے ہاں مقیم تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز اپنے چچا کی مقدس کتاب میں پڑھا کہ اس میں ایک ورق ہے کتاب کی تحریر کے بغیر اور اس میں محمد ﷺ کا حلیہ لکھا ہوا ہے کہ وہ نہ پست قامت ہیں نہ زیادہ دراز قامت سفید فام' دو گیسوئیں ان کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے' بکثرت گوٹ مار کر بیٹھتے ہیں' صدقہ و خیرات قبول نہیں کرتے' گدھے اور اونٹ پر سواری کرتے ہیں' بکری کا دودھ دوھتے ہیں' پیوند شدہ قمیص پہنتے ہیں۔ ان صفات کا حامل کبر و غرور سے بیزار ہوتا ہے' وہ اولاد اسماعیلؑ میں سے ہے' اس کا نام ہے احمد ﷺ

میرا چچا گھر آیا اور اس نے مجھے یہ پڑھتا ہوا دیکھ کر مارا اور کہا کہ تیرا اسکے کھولنے سے کیا سروکار تھا؟ میں نے عرض کیا اس میں احمد ﷺ کا حلیہ مبارک تحریر ہے تو اس نے کہا وہ ابھی مبعوث نہیں ہوا۔

امام احمد (اسماعیل' ایوب' عمرو' سعید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے اہل و عیال پر مہربان ہو اور اس نے مفصل حدیث بیان کی اور اس روایت کو امام مسلم نے زہیر بن حرب از اسماعیل بن علیہ بیان کیا ہے۔

تہبند کہاں تک ہو : شمائل میں امام ترمذی (محمود بن غیلان' ابوداود' شعبہ' اشعث بن سلیم) اپنی پھوپھی' وہ اپنے چچا سے بیان کرتی ہیں کہ اس نے کہا میں مدینہ منورہ میں --- کسی راہ پر --- چل رہا تھا کہ میرے پیچھے سے کوئی شخص کہہ رہا ہے' اپنا تہبند اونچا کر' تہبند کا اونچا ہونا صاف تر' دیرپا ہے اور بقا کا موجب ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ آپ ہیں رسول اللہ ﷺ۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ تو ایک سیاہ و سفید دھاری داری چادر ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے لئے میرا عمل نمونہ نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ کا تہبند نصف پنڈلی تک ہے۔

ترمذی (سوید بن نصر' عبداللہ بن مبارک' موسیٰ بن عبیدہ' ایاس بن سلمہ) سلمہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نصف پنڈلی تک تہمد باندھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے رسول کا تہمد ایسا ہی ہوتا تھا۔

امام ترمذی (یوسف بن عیسیٰ' وکیع' ربیع بن صبیح' یزید بن ابان) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بکثرت چادر اوڑھے رہتے تھے گویا آپ کا لباس ایک تیلی کا لباس ہے۔ اس حدیث میں غرابت اور نکارت ہے' واللہ اعلم۔

بچوں کو سلام : امام بخاری حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھیلنے والے بچوں کے

پاس سے گزرے اور ان کو السلام علیکم کہا۔ امام مسلم نے اس روایت کو شعبہ سے دوسری سند سے بیان کیا ہے۔

نبی علیہ السلام کا مزاح اور ہنسی : ابن لہیعہ (عمارہ بن غزیہ' اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کے ساتھ سب سے زیادہ خوش مزاج تھے۔ قبل ازیں حضرت انسؓ کی حدیث بیان ہو چکی ہے کہ نبی علیہ السلام ان کے بھائی ابو عمیر کے ساتھ ہنسی مزاح کرتے تھے اور اس کو --- اے ابو عمیر نغیر چڑیا کو کیا ہوا --- کہہ کر اس چڑیا کی موت یاد دلاتے جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا' ہنسی مزاح کی خاطر جیسا کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ بڑوں کا ہنسی مزاح کا دستور ہے۔

اونٹنی کا بچہ : امام احمد (خلف بن ولید' خالد بن عبداللہ' حمید طویل) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے آپ سے سواری طلب کی تو آپ نے فرمایا ہم آپ کو سواری کے لئے "اونٹنی کا بچہ" دیں گے تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ! میں "اونٹنی کے بچے" کو کیا کروں گا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "شتر اونٹنی سے پیدا ہوتے ہیں۔" اس روایت کو ابوداؤد نے وہب بن بقیہ سے اور ترمذی نے قتیبہ سے اور ان دونوں نے خالد بن عبداللہ واسطی الطحان سے بیان کیا ہے۔ اور ترمذی نے صحیح غریب کہا ہے۔

بیچ بچاؤ : اس عنوان میں ابوداؤد (یحییٰ بن معین' حجاج بن محمد' یونس بن ابی اسحاق' ابی اسحاق' عیزار بن حرب) حضرت نعمانؓ بن بشیر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے باریابی کی اجازت طلب کی۔ اتفاقاً حضرت عائشہؓ کی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اونچی تھی۔ اجازت کے بعد اندر آئے تو حضرت عائشہؓ کو پکڑ کر سرزنش کرنی چاہی کہ تو رسول اللہ ﷺ سے چلا کر بولتی ہے اور رسول اللہ ﷺ بیچ میں آگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ سے بھرے ہوئے باہر چلے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ جب باہر چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیوں! میں نے تم کو کس طرح بچا لیا۔ چند روز بعد' پھر حضرت ابوبکرؓ نے اجازت طلب کی اور اندر آئے تو ان کو صلح و آشتی میں پایا تو عرض کیا آپ اپنی صلح میں بھی مجھے شریک کیجئے جیسا کہ اپنی مخاصمت میں شریک کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! ہاں ہم نے صلح میں شریک کر لیا۔

پورے داخل ہو جاؤ : ابوداؤد (مؤمل بن فضل' ولید بن مسلم' عبداللہ بن علاء' بشر بن عبیداللہ' ابوادریس خولانی) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ چرمی خیمہ میں تشریف فرما تھے' میں نے خدمت میں حاضر ہو کر سلام کہا اور آپ نے جواب دے کر فرمایا "اندر آجاؤ" عرض کیا یارسول اللہؐ! کیا پورا اندر آجاؤں تو آپ نے فرمایا پورے کا پورا اندر آجا پھر میں اندر داخل ہو گیا۔ صفوان بن صالح' ولید بن عثمان بن ابی العاملہ کا بیان ہے کہ اس نے "سارا اندر آجاؤں" خیمہ کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہا تھا۔

امام ابوداؤد (ابراہیم بن مہدی' شریک' عاصم) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے "اے دو کانوں والے" کہا۔ اسی نوع کا وہ مزاح ہے جو امام احمد (عبدالرزاق' معمر' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی' زاہر نامی' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دیہات سے تحفے لایا کرتا تھا۔ جب وہ

واپس جانا چاہتا تو رسول اللہ ﷺ بھی اسے تحائف دیتے "دریں اثنا" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زاہر' ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اس سے پیار کرتے تھے' وہ بدصورت اور بھدا آدمی تھا۔

رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے' وہ اپنا سامان تجارت فروخت کر رہا تھا اور آپ نے اس کو پیچھے سے گود میں لے لیا اور وہ آپ کو دیکھ نہ رہا تھا اس نے کہا' مجھے چھوڑو' کون ہے' اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی علیہ السلام کو پہچان لیا۔ پہچاننے کے بعد وہ اپنی پشت کو رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک سے خوب لگانے لگا' اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے غلام کو کون خریدے گا؟ تو اس نے کہا یا رسول اللہؐ! واللہ! آپ مجھے ارزاں اور ہیچ قیمت پائیں گے تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے مگر تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ارزاں اور کم دام نہیں۔ (یا فرمایا) مگر تو اللہ تعالیٰ کے ہاں گراں قدر ہے۔ اس سند کے سب راوی ثقہ ہیں' صحیحین کی شرط پر صرف امام ترمذی نے اس کو اسحاق بن منصور از عبدالرزاق بیان کیا ہے اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

نبی علیہ السلام کو ہنسانا : امام بخاری نے صحیح میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص عبداللہ نامی جس کا لقب "حمار" تھا' وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ "دل لگی" کی باتیں کیا کرتا تھا۔ اس کو شراب نوشی کے سلسلہ میں لایا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو کسی نے کہا' خدا اس پر لعنت کرے' اس جرم میں اس کو بار بار لایا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس پر لعنت نہ کر' وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

آبگینوں پر رحم کر : امام احمد (حجاج' شعبہ' ثابت بنانی) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کسی سفر میں تھے اور ایک حدی خواں "یاسائق) چلا کر اونٹوں کو چلا رہا تھا اور امہات المومنین سواریوں پر اس کے آگے تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افسوس! اے انجشہ! آبگینوں پر رحم کر۔ یہ حدیث صحیحین میں حضرت انسؓ سے مری ہے کہ نبی علیہ السلام کا ایک حدی خوان تھا انجشہ' جو امہات المومنین کی سواریاں چلایا کرتا تھا۔ اس نے حدی کہی تو سواریاں تیز رفتار ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افسوس! اے انجشہ! آبگینوں پر شفقت کر۔ آبگینوں اور قواریر سے مراد خواتین ہیں اور یہ نبی علیہ السلام کا مزاح اور دل لگی کا کلمہ تھا۔

آپ کی دل لگی' حسن اخلاق اور اعلیٰ عادات کی مظہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہؓ سے "ام زرع" کی نہایت طویل حدیث کا سننا اور بعض روایات میں یہ ہے کہ خود نبی علیہ السلام نے ام زرع کا قصہ حضرت عائشہؓ کو سنایا تھا۔

حدیث خرافہ : امام احمد (ابوالنضر' ابو عقیل عبداللہ بن عقیل ثقفی' مجاہد بن سعید' عامر' مسروق) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ گھر والوں کو ایک بات سنائی تو ایک عورت نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ حدیث تو' حدیث خرافہ ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جانتی ہو! خرافہ کیا ہے؟ خرافہ بنو عذرہ' کا ایک شخص تھا جاہلی دور میں اس کو جنات پکڑ کر لے گئے۔ ان کے پاس وہ عرصہ دراز تک

رہا پھر وہ اس کو چھوڑ گئے' تو وہ لوگوں کو عجائبات سنایا کرتا تھا جو اس نے وہاں دیکھے تھے (اور وہ حیران رہ جاتے تھے) پھر ہر حیرت انگیز واقعہ کو لوگ "حدیث خرافہ" کہنے لگے۔ شمائل میں اس حدیث کو امام ترمذی نے (حسن بن صبح از ابوالنضر ہاشم بن قاسم) بیان کیا ہے۔

میں --- ابن کثیر --- کہتا ہوں کہ اس کا شمار غرائب حدیث میں ہے اور اس میں نکارت ہے نیز اس میں مجالد بن سعید راوی' مجروح اور متکلم فیہ ہے' واللہ اعلم۔

عمر رسیدہ عورت جنت میں نہ داخل ہو گی : "شمائل" کے باب مزاح النبی ﷺ میں امام ترمذی (عبد بن حمید' مصعب بن مقدام' مبارک بن فضالہ) حسن بصری سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے جنت نصیب کرے' تو آپ نے فرمایا اے ام فلاں! جنت میں بوڑھی اور عمر رسیدہ عورت نہ داخل ہو گی' تو وہ بڑھیا روتی ہوئی واپس چلی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو بتا دو کہ وہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہ ہو گی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' بے شک ہم نے ان کو ایک عجیب انداز سے پیدا کیا ہے پس ہم نے انہیں کنواریاں بنا دیا ہے (۵۶/۳۵) یہ حدیث اس سند سے مرسل ہے۔

امام ترمذی (عباس بن محمد دوری' علی بن حسن بن شقیق' عبداللہ بن مبارک' اسامہ بن زید' سعید مقبری) حضرت ابی ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ ہم سے مزاح اور مذاق فرماتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مزاح میں بھی صحیح اور درست بات کہتا ہوں۔

نبی علیہ السلام کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا بیان : اور تو اپنی آنکھ اٹھا کر بھی ان چیزوں کو نہ دیکھ جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو استعمال کے لئے دے رکھی ہیں اور ان پر غم نہ کر اور اپنے بازو ایمان والوں کے لئے جھکا دے۔ (۱۵/۸۸) اور تو اپنی نظر ان چیزوں کی طرف نہ دوڑا جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیاوی زندگی کی رونق کے سامان دے رکھے ہیں تاکہ ہم انہیں اسی میں آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر اور دیرپا ہے۔ (۲۰/۱۳۱) تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے (۱۸/۲۸) پھر تو اس کی پرواہ نہ کر جس نے ہماری یاد سے منہ پھیر لیا ہے اور صرف دنیا ہی کی زندگی چاہتا ہے۔ ان کی سمجھ کی یہیں تک رسائی ہے۔ (۵۳/۲۹) (اس عنوان پر بیشتر آیات موجود ہیں۔

عبودیت اور نبوت : یعقوب بن سفیان (ابوالعباس حیوہ بن شریح' بقیہ' زبیدی' زہری) محمد بن عبداللہ بن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس بتایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی طرف ایک فرشتہ بھیجا اس کے ہمراہ حضرت جبرائیلؑ بھی تھے تو فرشتے نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبودیت اور نبوت' ملوکیت اور نبوت کے درمیان اختیار دیا ہے (جسے چاہیں پسند کر لیں) رسول اللہ

ﷺ بطور مشورہ طلب کرنے کے حضرت جرائیلؑ کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اشارہ کر کے بتایا کہ تواضع اختیار کیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا بلکہ میں نبی اور عبد ہوں گا بعد ازیں آپ نے تاحیات ٹیک اور تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھایا۔ اس روایت کو امام بخاری نے تاریخ میں حیوہ بن شریح سے نقل کیا ہے۔ اور امام نسائی نے اس کو عمرو بن عثمان سے بیان کیا ہے یہ --- حیوہ اور عمرو --- دونوں بقیہ بن ولید سے روایت کرتے ہیں اور یہ حدیث بخاری شریف میں بھی قریباً ان الفاظ میں ہی مروی ہے۔

امام احمد (محمد بن فضیل' عمارہ' ابوزرعہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت جرائیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہو رہا ہے تو حضرت جرائیلؑ نے بتایا کہ یہ فرشتہ جب سے پیدا ہوا ہے' قبل ازیں زمین پر نہیں آیا۔ پھر اس فرشتے نے کہا اے محمدؐ! مجھے آپ کے پروردگار نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ کیا وہ آپ کو بادشاہ اور نبی بنائے یا عبد اور رسول بنائے؟ میں --- ابن کثیر --- نے "مسند احمد" کے اس نسخہ میں جو میرے زیر مطالعہ ہے اس روایت کو اسی طرح مختصر پایا ہے اور یہ اس سند سے ان کے "افراد" میں سے ہے۔

بے سروسامانی کی زندگی : صحیحین میں ابن عباسؓ حضرت عمرؓ سے "حدیث ایلا" میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک ازواج مطہرات کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی اور بالاخانہ میں ان سے علیحدہ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ جب اس بالاخانہ میں آئے دیکھا تو اس میں "قرظ" درخت کے پتوں' جو کی ایک ڈھیری اور معلق سامان کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اور خود رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس کی بنتی کے نشانات آپ کے پہلو پر نمایاں ہیں۔ یہ "فقیرانہ منظر" دیکھ کر حضرت عمرؓ اشکبار ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟

عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ پوری کائنات سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور ممتاز ہیں (اور اس پراگندہ حالت میں ہیں) کسریٰ اور قیصر بے انداز نازونعمت سے متمتع ہیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا' اور بیٹھ کر فرمایا کیا اے ابن خطاب! تو شک و شبہ میں مبتلا ہے؟ کسریٰ اور قیصر ایسے لوگ ہیں جن کو ان کی "حیات طیبہ" دنیا میں ہی دے دی گئی ہے (مسلم کی ایک روایت میں ہے) کیا تمہیں پسند نہیں کہ یہ ناز و نعمت ان کو دنیا میں مل جائیں اور ہمیں آخرت میں؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش اور اس کا شکر کر۔

جب ماہ رواں گزر گیا تو اللہ عزوجل نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ ازواج مطہرات کو اختیار دے دیں' "اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو! اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش منظور ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر' اچھی طرح سے رخصت کر دوں' اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک بختوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔" (۳۳/۲۹) ہم نے یہ مسئلہ اپنی تفسیر "ابن کثیر" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

آپؐ نے اس بارے حضرت عائشہؓ سے آغاز کیا اور اس کو کہا میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ جلد بازی سے کام نہ لینا بلکہ والدین سے مشورہ کر لینا اور ان کو مذکور بالا آیت پڑھ کر سنائی تو انہوں نے عرض کیا' کیا اس مسئلہ میں' میں اپنے والدین سے مشورہ کروں' میں اللہ تعالیٰ' اس کے رسول اور دار آخرت کو پسند کرتی ہوں۔ اسی طرح باقی ازواج مطہراتؓ نے جواب دیا۔

مبارک بن فضالہ' حسن کی معرفت حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ آپ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چارپائی پر دراز تھے اور سر کے نیچے چرمی تکیہ تھا' جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اسی اثنا حضرت عمر مع دیگر صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے' آپ نے کروٹ بدلی تو عمرؓ نے آپ کے پہلو پر کھجور کے پتوں کے نشانات دیکھے تو رو پڑے۔ آپ نے پوچھا اے عمر! کیوں رو رہے ہو؟ تو حضرت عمرؓ نے کہا' میں کیوں نہ روؤں' کسریٰ اور قیصر دنیا کی ناز و نعمت میں' خوب عیش کر رہے ہیں' آپ تقشف اور بے سرو سامانی کی حالت میں ہیں جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے عمر! کیا تجھے پسند نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت؟ تو حضرت عمرؓ نے کہا' کیوں نہیں' تو آپ نے فرمایا یہ ایسے ہی ہے۔ امام بیہقی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام احمد (ابوالنضر' مبارک' حسن بصری) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ کھجور کی پتی سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے سر کے نیچے چرمی تکیہ تھا اس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی حضرت عمرؓ کے ہمراہ چند صحابہ کرام آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کروٹ بدلی تو معلوم ہوا کہ چارپائی پر کوئی کپڑا نہ بچھا تھا' اور کھجور کے پتوں کے نشانات رسول اللہ ﷺ کے پہلو مبارک پر نمایاں تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ پر گریہ طاری ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے عمرؓ کیوں روتے ہو تو انہوں نے عرض کیا واللہ! میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے' اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی قدر و منزلت کسریٰ اور قیصر سے بدرجہا بہتر اور بلند ہے۔ وہ دنیا میں عیش و عشرت کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ یا رسول اللہ ﷺ! جس مقام اور فرومائیگی میں ہیں وہ میں دیکھ رہا ہوں۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا اے عمر! کیا تجھے پسند نہیں کہ دنیا ان کے لئے ہو اور آخرت ہمارے لئے؟ تو عمرؓ نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا یہ اسی طرح ہے۔

میرا دنیا سے کیا سروکار : ابوداؤد طیالسی (مسعودی' عمرو بن مری' ابراہیم) علقمہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے اور چٹائی کی بنتی آپ کے جسم اطہر پر ہویدا تھی۔ میں "آپ پر میرے ماں باپ قربان" کہتا ہوا آپ کے جسم کو ملنے لگا اور عرض کیا آپ نے مجھے بتایا کیوں نہ' ہم کچھ بچھا دیتے جس سے آپ کو تکلیف نہ ہوتی اور آپ آرام سے اس پر سو جاتے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میرا دنیا سے کیا واسطہ' میری اور دنیاوی آرام و راحت کی مثال ایک مسافر سوار کی ہے جو درخت کے سایہ تلے لیٹا پھر اس کو چھوڑ کر چلتا بنا۔ ابن ماجہ نے اس روایت کو یحییٰ بن حکیم از ابوداؤد طیالسی بیان کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے موسیٰ بن عبدالرحمان کندی از زید بن حباب بیان کیا ہے اور ان --- طیالسی اور زید --- دونوں نے

مسعودی سے نقل کیا ہے۔ یہ بقول امام ترمذی حسن صحیح ہے۔ امام احمد (عبدالصمد' ابوسعید اور عفان' ثابت' ہلال' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت عمرؓ حاضر ہوئے۔ آپ چٹائی پر لیٹے تھے اور آپؐ کے جسم پر چٹائی کے نشانات نمایاں تھے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر آپ اس سے نرم بستر بنا لیتے تو بہتر تھا تو آپ نے فرمایا میرا دنیا سے کیا رشتہ! میری اور دنیا کی مثال' اس سوار کی ہے جو گرمی کے موسم میں روانہ ہوا کچھ دیر درخت کے سایہ تلے آرام کیا پھر اس کو چھوڑ کر چل دیا۔ (تفرد بہ احمد)

بے مثال سخاوت : صحیح بخاری میں (زہری از عبداللہ بن عبداللہ بن عقبہ) حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ اگر کوہ احد کے برابر میرے پاس سونا ہو' تو میں پسند نہیں کرتا کہ تیسری رات آجائے اور میرے پاس صدقہ و خیرات کرنے کے بعد کچھ بچ رہے ماسوائے اس چیز کے جو میں قرض کی ادائیگی کیلئے محفوظ رکھوں۔ اور صحیحین میں (عمارہ بن قعقاع از ابوزرعہ) حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی' **اللّٰھم اجعل رزق آل محمد قوتا** اے اللہ! تو آل محمد کا رزق' گزارہ کے مطابق بنا دے۔

ضعیف حدیث : اور وہ حدیث جو امام ابن ماجہ (یزید بن سنان' ابن مبارک' عطاء) ابوسعید سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی "**اللّٰھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین**" ضعیف ہے۔ سند کے لحاظ سے پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ اس سند میں یزید بن سنان ابوفروہ رھاوی نہایت ضعیف ہے' واللہ اعلم۔

امام ترمذی (نے اس کو اور سند سے بیان کیا ہے) (عبدالاعلی بن واصل کوفی' ثابت بن محمد عابد کوفی' حارث بن نعمان لیثی) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی **اللّٰھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین یوم القیامہ** یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کیوں یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا مساکین اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت میں جائیں گے' اے عائشہؓ! مسکین کو خالی ہاتھ واپس نہ کر' خواہ کھجور کی پھانک دے دے۔ اے عائشہؓ! مساکین پر شفقت کر اور ان کو اپنے قریب کر' اللہ تعالیٰ بروز قیامت تجھے اپنے قریب کرے گا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔ میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔ اور متن میں نکارت ہے' واللہ اعلم۔

چھلنیاں نہ تھیں : امام احمد (عبدالصمد' ابوعبدالرحمان عبداللہ بن دینار' ابوحازم) حضرت سعید بن سعدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے دریافت کیا گیا' کیا رسول اللہ ﷺ نے "میدہ" دیکھا تھا تو انہوں نے کہا' رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں میدہ نہیں دیکھا۔ ان سے دریافت ہوا کیا رسول اللہ کے عہد میں چھلنیاں تھیں تو انہوں نے کہا نہ تھیں۔ پھر پوچھا گیا آپ جو کے آٹے کو کیا کرتے تھے تو انہوں نے بتایا ہم اس کو پھونکتے تھے اور اس سے چھلکا اڑ جاتا تھا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے "ہم اس کو صاف کر کے گوندھ لیتے" اور اس کو حسن صحیح کہا ہے اور امام مالک نے اس روایت کو ابوحازم سے بیان کیا ہے۔

میں ---- ابن کثیر ---- کہتا ہوں اس روایت کو امام بخاری نے (سعید بن ابی مریم' محمد بن مطرف بن غسان مدنی' ابوحازم) سہل بن سعد سے بیان کیا ہے۔ نیز امام بخاری اور نسائی نے اس کو (شیبہ' یعقوب بن عبدالرحمان قاری' ابوحازم) سہل سے بیان کیا ہے۔ امام ترمذی (عباس بن محمد دوری' یحییٰ بن ابی بکیر' جریر بن عثمان' سلیم بن عامر) ابوامامہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے جو کی روٹی بھی فاضل نہ بچتی تھی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

گندم کی روٹی سے شکم سیری : امام احمد (یحییٰ بن سعید' یزید بن کیسان) ابوحازم سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو اپنی انگلی سے بارہا اشارہ کرتے دیکھا وہ کہہ رہے تھے بخدا! والذی نفسی ابی ہریرۃ بیدہ! کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کا خاندان مسلسل تین روز زندگی بھر گندم کی روٹی سے شکم سیر نہیں ہوا۔ اس روایت کو امام مسلم' ترمذی اور ابن ماجہ نے زید بن کیسان سے بیان کیا ہے۔

صحیحین میں (جریر بن عبدالحمید' منصور' ابراہیم' اسود) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں خاندان محمدؐ گندم کی روٹی سے متواتر سہ روز شکم سیر نہیں ہوا یہاں تک آپؐ کا وصال ہو گیا۔

امام احمد (ہاشم' محمد بن طلحہ' ابراہیم' اسود) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ آل محمد ---- متواتر ---- تین روز گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا اور نہ ہی آپ کے دستر خوان سے روٹی کا ٹکڑا آپ کی وفات تک اٹھایا گیا۔

امام احمد (محمد بن عبید' مطیع غزال' کردوس) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات تک آپ کا خاندان گندم کی روٹی سے متواتر تین روز شکم سیر نہیں ہوا۔

امام احمد (حسن' زوید' ابوسہل' سلیمان بن رومان مولی عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں' بخدا اس ذات کی قسم ہے جس نے محمدؐ کو برحق مبعوث فرمایا' کہ نبی علیہ السلام نے بعثت سے وفات تک نہ چھلنی دیکھی اور نہ ہی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی۔ میں نے پوچھا آپ جو کا آٹا کیسے کھاتے تھے تو انہوں نے کہا ہم پھونک لیتے تھے۔ (تفرد بہ احمد من ھذاالوجہ)

بکری کا پچہ : امام بخاری' حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں ہم دو ہفتے بعد بکری کا پایہ گھر سے نکال کر کھا لیتے تھے میں نے عرض کیا اتنے روز کا باسی پایہ کیوں کھاتے تھے؟ تو انہوں نے مسکرا کر کہا' محمد ﷺ کا خاندان سالن روٹی سے شکم سیر نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

امام احمد (یحییٰ' ہشام' ابوہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ آل محمد پر ایک ماہ گزر جاتا تھا کہ وہ چولہے میں آگ نہ جلاتے تھے۔ ان کا خورد و نوش صرف کھجور اور پانی ہوتا تھا سوائے اس کے کہ کہیں سے گوشت آ جائے۔ صحیحین میں (ہشام بن عروہ از عروہ) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آل محمد ہر ایک ماہ گزر جاتا تھا کہ چولہے میں آگ نہ سلگاتے تھے' ان کی خوراک صرف کھجور اور پانی تھی' ہاں ہمارے گرد و نواح انصار آباد تھے' وہ رسول اللہ ﷺ کو دودھ ارسال کر دیتے تھے۔ آپ خود نوش فرماتے اور ہمیں بھی پلاتے۔ اس روایت کو امام احمد نے (بریدہ از محمد بن عمرو از ابی سلمہ) اس کی مثل بیان کیا ہے۔

امام احمد (عبداللہ' ابوہ' حسین' محمد بن مطرف' ابوحازم) عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے حضرت عائشہؓ سے سنا کہ دو ماہ گزر جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے خاندان میں آگ نہ سلگتی تھی میں نے پوچھا خالہ جی! آپ کا کس چیز پر گزارہ ہوتا تھا تو انہوں نے فرمایا کھجور اور پانی پر۔ (تفرد بہ احمد) ابوداؤد طیالسی (شعبہ' ابواسحاق' عبدالرحمان بن یزید' اسود) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ متواتر دو روز جو کی روٹی سے تاحیات شکم سیر نہیں ہوئے۔ امام مسلم نے اس روایت کو شعبہ سے بیان کیا ہے۔

چراغ نہ تھا : امام احمد (عبداللہ' ابوہ' بہز' سلیمان بن مغیرہ) حمید بن ھلال سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ آل ابوبکر نے ہمارے ہاں' رات کو بکری کی ایک ٹانگ ارسال کی' میں نے اسے پکڑا اور رسول اللہ ﷺ نے گوشت کاٹا یا رسول اللہ ﷺ نے پکڑا اور میں نے قطع کیا۔ نیز مخاطب کو یہ بھی بتایا کہ یہ کام چراغ کی روشنی کے بغیر اندھیرے میں کیا (اور ایک روایت میں ہے) اگر چراغ ہوتا اور اس میں تیل ہوتا تو ہم اس کا سالن بنا لیتے اور خاندان محمدؐ پر "ایک ماہ" گزر جاتا تھا وہ سالن اور روٹی نہ پکاتے تھے' اس روایت کو امام احمد نے بہز بن اسد از سلیمان بن مغیرہ بھی بیان کیا ہے۔ اور ایک روایت میں "دو ماہ" کا ذکر ہے۔ (تفرد بہ احمد)

دودھ کا تحفہ : امام احمد (خلف' ابو معشر' سعید بن ابی سعید) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں "آل رسولؐ پر" دو ماہ گزر جاتے' وہ گھروں میں آگ نہ سلگاتے نہ روٹی پکاتے نہ سالن بناتے۔ پوچھا جناب ابوہریرہ! کس چیز پر زندگی بسر کرتے تھے؟ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کھجور اور پانی پر۔ آپ کے انصار ہمسایہ تھے (اللہ ان کو جزائے خیر دے) وہ آپ کے ہاں دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ (تفرد بہ احمد) امام مسلم حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور لوگوں کا گزارہ صرف کھجور اور پانی پر تھا۔

گرم کھانا کھانا : ابن ماجہ (سوید بن سعید' علی بن مسہر' اعمش' ابی صالح) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک روز "گرم کھانا" پیش کیا گیا۔ آپ نے کھانے کے بعد "الحمد للہ" کہا اور فرمایا کئی روز کے بعد گرم کھانا کھایا ہے۔ امام احمد (عبدالصمد' عمار ابوہاشم صاحب الزعفرانی) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں "جو کی روٹی" کا قطعہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا تیرے والد کا تین روز سے یہ پہلا کھانا ہے۔ (تفرد بہ احمد)

امام احمد از عفان' ترمذی اور ابن ماجہ از عبداللہ بن معاویہ یہ دونوں (ثابت بن یزید از ہلال بن خباب عبدی کوفی از عکرمہ) از ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ متواتر کئی رات بھوکے سوتے اور اہل خانہ کے پاس بھی رات کا کھانا نہ ہوتا اکثر جو کی روٹی ہی دستیاب تھی۔ (ھذا لفظ احمد)

"شمائل" میں امام ترمذی (عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی' عمر بن حفص بن غیاث' ابوہ' محمد بن ابی یحیٰی اسلمی' یزید' ابوامیہ اعور) ابویوسف عبداللہ بن سلامؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھ کر فرمایا یہ اس کا سالن ہے پھر کھا لیا۔

مرغوب مشروب : صحیحین میں (زہری از عروہ) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا

مرغوب مشروب ٹھنڈا میٹھا پانی تھا۔ امام بخاری حدیث قتادہ میں حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میری دانست میں رسول اللہ ﷺ نے تاحیات چپاتی نہیں دیکھی اور نہ ہی بھنی ہوئی بکری اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دستر خوان پر نہ کھایا اور نہ چھوٹی پلیٹ میں سالن کھایا اور نہ ہی آپ کے لئے چپاتی تیار کی گئی۔ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا وہ کھانا کس چیز پر کھاتے تھے تو انہوں نے بتایا (ان سفرون پر) یعنی زمین پر کپڑے بچھا کر۔

نیز بخاری میں بذریعہ قتادہ انسؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جو کی روٹی اور باسی چربی لے کر حاضر ہوا اور آپؐ نے ایک یہودی کے ہاں زرہ گروی رکھ کر' اہل خانہ کے لئے جو خریدے۔ میں نے آپؐ سے ایک روز سنا کہ آل محمدؐ کے پاس کھجور کا صاع اور نہ غلے کا صاع موجود ہے۔

بیک وقت روٹی سالن : امام احمد (عفان' ابان بن یزید' قتادہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح اور شام بیک وقت روٹی اور گوشت نہیں کھایا سوائے دعوت عام کے' اس روایت کو ترمذی نے شمائل میں از عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی از عفان بیان کیا ہے اور یہ سند صحیحین کی شرط پر ہے۔ ابوداؤد طیالسی (شعبہ' سماک بن حرب) نعمان بن بشیر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کا خطبہ سنا آپ نے لوگوں کو خوشحالی کا ذکر کیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپؐ بھوک کی وجہ سے بے قرار رہتے تھے اور بھوک کے رفع کرنے کے لئے آپ کے پاس ادنیٰ درجہ کی کھجور بھی نہ تھی۔ (امام مسلم نے اس کو شعبہ سے بیان کیا ہے)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ نے ام سلیمؓ کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی ہے اور میں نے اس میں بھوک کا اثر محسوس کیا۔ یہ حدیث "معجزات" میں بیان ہو گی۔

ابوالھیثم بن تیھانؓ کے قصہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھوک کے باعث گھر سے باہر آئے۔ وہ ابھی کھڑے ہی تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی گھر سے باہر نکلے' آپ نے ان سے پوچھا' گھر سے باہر کیوں آئے ہو؟ انہوں نے بتایا بھوک کی وجہ سے۔ پھر آپ نے فرمایا واللہ! مجھے بھی بھوک نے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ چنانچہ ھیثم بن تیہان کے باغ میں تشریف لے گئے اس نے ان کو تازہ کھجوریں کھلائیں اور ان کے لئے بکری ذبح کی' چنانچہ سب نے کھایا اور یخ پانی پیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ خورد و نوش اس "نعیم" (۸/۱۰۲) میں سے ہے جس کی تم سے بازپرس ہو گی۔

امام ترمذی (عبداللہ بن ابی زیاد' سیار' یزید بن اسلم' یزید بن ابی منصور' انس) حضرت ابو طلحہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھوک کا اظہار کیا اور اپنے پیٹوں پر بندھے ہوئے ایک ایک پتھر سے کپڑا اٹھایا' تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے دو پتھروں سے کپڑا اٹھایا۔ (یہ حدیث غریب ہے)

بستر : صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کے بستر کے بارے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا وہ چرمی تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

چاہوں تو سیم و زر کے پہاڑ لگ جائیں : حسن بن عرفہ (عباد بن عباد مھلبی' مجالد بن سعید' شعبی' مسروق) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری خاتون میرے پاس آئی اور اس نے رسول اللہ ﷺ کا بستر دیکھا' دوہرا کمبل' وہ اپنے گھر واپس گئی اور بستر بھیج دیا جس میں اون بھری ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور پوچھا عائشہؓ یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فلاں انصاری خاتون میرے پاس آئی تھی' اس نے آپ کا بستر دیکھا اور واپس چلی گئی۔ چنانچہ اس نے یہ بستر مجھے بھیج دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اسے واپس کر دو۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے واپس نہ کیا' اس کا میرے گھر میں ہونا خوش نما تھا' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا اے عائشہ! اس کو واپس کر دو' واللہ! میں چاہوں تو سیم و زر کے پہاڑ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ رواں کر دے۔

نرم اور نازک بستر : "شمائل" میں امام ترمذی (ابوالخطاب زیاد بن یحییٰ بصری' عبداللہ بن مہدی' جعفر بن محمد) محمد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے دریافت ہوا آپ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کا بستر کیسا تھا؟ آپ نے فرمایا چرمی تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اسی طرح حضرت حفصہؓ سے دریافت ہوا تو انہوں نے بتایا کمبل کو دوہرا کر دیتے تھے آپ اس پر سو جاتے تھے۔ ایک روز میں نے سوچا کہ اگر اس کو چوہرا کر دوں تو آپ کے لئے نرم ہو جائے گا چنانچہ میں نے اس کو چوہرا کر دیا' صبح ہوئی تو پوچھا میرے لئے کیا بچھایا تھا عرض کیا وہی بستر ہے' لیکن ہم نے اس کو چوہرا کر دیا تھا یہ سوچ کر کہ وہ آپ کے لئے نرم و گداز ہو گا۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو پہلی حالت میں کر دو' اس کی نرمی اور گدگدے پن نے مجھے آج رات بروقت نماز پڑھنے سے غافل کر دیا۔

ذی یزن کا حلہ : حافظ طبرانی (محمد بن ابراہیم' ابن لھیعہ' ابوالاسود' عروہ) حضرت حکیم بن حزام ؓ سے بیان کرتے ہیں میں یمن گیا اور "ذی یزن شاہ یمن" کا حلہ خرید کر لایا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ ارسال کیا تو آپ نے اس کو واپس کر دیا پھر میں نے اسے فروخت کر دیا تو آپ نے اس کو خرید لیا اور پہن کر صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور میں نے اس سوٹ میں کسی کو آپ سے زیادہ حسین و جمیل نہ دیکھا اور میں نے فی البدیہ بے ساختہ کہا۔

ما ینظر الحکام بالفضل بعدما   بدا واضحٌ من غرَّة وَحُجُول
إذا قایسوه الجدَّ أربی علیهم   کمستفرع ما الذِّناب سَجِیل

(روشن پیشانی اور حسین و جمیل بدن کے نمایاں ہونے کے بعد منصف کس خوبی کو دیکھتے ہیں۔ جب وہ اس کی عظمت و رفعت کا مقابلہ کرتے ہیں تو وہ اپنی خوبی کے باعث ان کے وہم و گمان پر غالب آجاتا ہے' مکھی بھی پر نہیں مارتی)

رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار سماعت فرمائے اور میری طرف متوجہ ہو کر مسکرائے۔ پھر گھر تشریف لے گئے اور اس کو اتار کر اسامہ بن زید کو پہنا دیا۔

دولت کی باز پرس : امام احمد (حسین بن علی' زائدہ' عبدالملک بن عمیر' ربعی بن فراش) حضرت ام سلمہؓ

سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ کا چہرہ متغیر تھا۔ میں نے یہ تغیر کسی درد و الم کی وجہ سے سمجھ کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ کا چہرہ متغیر دیکھ رہی ہوں کیا کسی درد کے باعث ہے تو آپ نے فرمایا نہیں! بات یہ ہے کہ وہ سات دینار جو کل ہمارے پاس آئے تھے ہم نے شام تک ان کو فی سبیل اللہ صرف نہیں کیا اور بستر کے کونے میں بھول گئے تھے' تفرد بہ احمد۔

امام احمد (ابوسلمہ' بکر بن مضر' موسیٰ بن جبیر) ابوامامہ بن سہل سے بیان کرتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر ایک روز دونوں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا' کاش تم رسول اللہ ﷺ کو ایک روز بیماری کی حالت میں دیکھ لیتے؟ آپؓ نے بیان کیا میرے پاس چھ دینار رسول اللہ ﷺ کے تھے (یا سات بقول موسیٰ) آپؐ نے مجھے ان کے خیرات کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کی وجہ سے ان کو تقسیم نہ کر سکی' یہاں تک اللہ نے آپ کو صحت یاب کر دیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا ان ۶ یا ۷ دیناروں کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا واللہ! آپ کی تیمارداری کے باعث میں ان سے غافل ہو گئی۔ چنانچہ آپ نے ان کو منگوایا اور ہتھیلی میں ان کو پھیلا کر فرمایا ان دیناروں کے پاس ہوتے ہوئے اگر اللہ کا رسول فوت ہو جاتا تو اس کا کیا گمان ہوتا۔ تفرد بہ احمد۔

ذخیرہ اندوزی کا مفہوم : قتیبہ (جعفر بن سلیمان' ثابت)) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی چیز کا کل کے لئے ذخیرہ نہ کرتے تھے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ جلد خراب ہونے والی اشیاء کا ذخیرہ نہ کرتے تھے' مثلاً خورد و نوش وغیرہ کیونکہ حضرت عمرؓ کی متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنی نضیر کی اراضی میں سے (جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فے میں دی تھی جس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ) رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کا ایک سال کا خرچہ الگ کر لیتے تھے اور باقی ماندہ کو گھوڑوں اور اسلحہ کی خرید میں جہاد کے لئے خرچ کر دیتے تھے اور ہمارے اس بیان کی تائید امام احمد کی درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔

امام احمد (مروان بن معاویہ' ہلال بن سوید ابو معلیٰ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے کسی نے تین پرندے ہدیہ کئے۔ ایک پرندہ آپ نے اپنے خادم کو کھلایا' دوسرے روز وہ پرندے آپ کے پاس لائیں تو آپ نے فرمایا کیا میں نے کل کے لئے ذخیرہ کرنے سے منع نہیں کیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر روز کا رزق بھیجتا ہے۔

حدیث بلالؓ اور قرض کا فکر : بیہقی (ابوالحسین بن بشران' ابو محمد بن جعفر بن نصیر' ابراہیم بن عبداللہ بصری' بکار بن محمد' عبداللہ بن عون' ابن سیرین) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت بلالؓ --- جو آپ کے خازن تھے --- کے پاس تشریف لائے۔ ان کے پاس کھجور کا ایک ڈھیر دیکھا تو آپؐ نے پوچھا' بلال! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا ان کھجوروں کا ذخیرہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا صد حیف! اے بلال! کیا تجھے خوف نہیں کہ اس کے باعث دوزخ میں ہلاکت کے دریا میں جاؤ گے۔ بلال راہ خدا میں خرچ کر اللہ عرش والے سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔

امام بیہقی (ابوداؤد سجستانی اور ابوحاتم رازی' ابوتوبہ ربیع بن نافع' معاویہ بن سلام' زید بن سلام) عبداللہ الھوذنی سے بیان کرتے ہیں کہ حلب میں رسول اللہ ﷺ کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا' بلال! رسول اللہ ﷺ کے اخراجات کے بارے بتایئے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لے کر وفات تک میں رسول اللہ ﷺ کے اخراجات کا نگران تھا۔ جب کوئی مسلمان آپ کے پاس آتا اور آپ اسے تنگ دست سمجھتے تو مجھے حکم دیتے' میں جاتا اور قرض لے کر اس کے لئے چادر یا خورد و نوش کی کوئی چیز خرید کر لاتا' اسے پہناتا اور کھلاتا' یہاں تک کہ میرے پاس ایک مشرک آیا اور اس نے کہا اے بلال! میں سرمایہ دار ہوں' مجھ سے بھی قرض لیا کر۔ چنانچہ میں اسکے قول کے مطابق اس سے قرضہ لینے لگا۔ ایک روز میں وضو کر کے اذان کہنے لگا تو دیکھتا ہوں کہ وہ مشرک چند تجار کے ہمراہ موجود ہے اس نے مجھے دیکھ کر کہا او حبشی! میں نے کہا جناب! اور اس نے مجھے درشت بات اور نازیبا کلمات کہے اور پوچھا معلوم ہے اس ماہ کے کتنے روز باقی ہیں' میں نے عرض کیا ختم ہونے کے قریب ہے اس نے یاد دھانی کی خاطر کہا' صرف چار روز باقی ہیں میں تجھے قرضہ کے عوض غلام بنا لوں گا۔ میں نے یہ قرض تیرے اور تیرے رسول کی عزت و احترام کی خاطر نہیں دیا میں نے تو یہ صرف اس لئے دیا تھا کہ تو میرا غلام بن جائے اور میں تجھے بکریوں کا چرواہا مقرر کروں جیسا کہ تو قبل ازیں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ یہ دائرہ تہذیب سے گری ہوئی کلام سن کر' میرے دل پر وہی گزری جو لوگوں کے دلوں پر گزرتی ہے۔ پھر میں نے ان کے پاس سے جا کر اذان کہی اور عشا کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد' رسول اللہ ﷺ بھی اپنے گھر جا چکے تھے' میں نے باریابی کی اجازت طلب کی' مجھے اجازت مرحمت فرما دی۔ میں نے عرض کیا میرا ماں باپ آپ پر قربان' یارسول اللہ! وہ مشرک جس کا میں نے آپ کے پاس تذکرہ کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیتا ہوں اس نے اس' اس طرح مجھے غیر مہذبانہ باتیں کہی ہیں۔ قرض کی ادائیگی کے لئے نہ آپ کے پاس کچھ ہے اور نہ ہی میرے پاس' وہ مجھے رسوا کرے گا' آپ مجھے اجازت دیجئے میں ان مسلمان قبائل کے ہاں روپوش ہو جاتا ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس قدر مال عطا فرما دے کہ میرا قرض ادا کر دیں۔

چنانچہ میں چلا آیا اور گھر پہنچ کر سفر کا مصمم ارادہ کر لیا' تکیہ کے پاس اپنی تلوار' نیزہ برچھا اور جوتا رکھ کر لیٹ گیا اور منہ مشرق کی طرف کر کے سو گیا جب مجھے جاگ آتی تو میں معلوم کرتا کہ ابھی کافی رات ہے پھر سو جاتا یہاں تک "صبح کاذب" کا ستون اور عمود روشن ہوا تو میں سفر کی تیاری کا سامان کرنے لگا' تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص بلا رہا ہے' اے بلال! رسول اللہ ﷺ کی بات سنو۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا' دیکھا تو وہاں چار اونٹوں پر سامان لدا ہوا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اذن کا طلب کیا تو آپ نے مجھے فرمایا' مبارک ہو' اللہ تعالیٰ نے تیرے قرض کی ادائیگی کا سامان کر دیا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر کیا اور آپؐ نے فرمایا کیا تو چار بیٹھے ہوئے اونٹوں کے پاس سے نہیں گزرا؟ عرض کیا کیوں نہیں' پھر آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ اور ان پر لدا ہوا سامان سب تیرا ہے۔ ان پر پارچہ جات اور غلہ لدا ہوا تھا۔ یہ "عظیم فدک" نے تحفہ ارسال کیا ہے۔ ان کو اپنے قبضہ میں کر لو اور قرض ادا کر دو۔

حضرت بلال کا بیان ہے کہ میں نے ان کو قبضہ میں لے کر سامان اتارا اور اونٹوں کو چارہ ڈالا۔ پھر میں نے فجر کی اذان کہی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں بقیع میں چلا آیا اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر، اعلان کیا، جو شخص رسول اللہ ﷺ سے قرض وصول کرنا چاہتا ہے وہ آجائے۔ چنانچہ میں فروخت کرتا رہا اور قرض ادا کرتا رہا اور سامان تجارت کے لئے پیش کرتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا سب قرض بے باق ہو گیا، دو یا ڈیڑھ اوقیہ بچ رہا۔

پھر میں مسجد میں چلا آیا اور دن کا اکثر حصہ گزر چکا تھا۔ دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تنہا مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے سلام کہا اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا، قرض کا کیا ہوا تو میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے سب قرض کا اہتمام کر دیا ہے۔ سب قرض بے باق ہو گیا ہے۔ پوچھا کچھ بچا، عرض کیا "دو دینار" آپ نے فرمایا دیکھو (اس کو بھی راہ خدا میں تقسیم کر دو) کہ مجھے ان سے راحت ملے۔ جب تک ان کو تقسیم کر کے مجھے راحت میسر نہ کرو گے میں اپنے اہل و عیال میں سے کسی کے پاس جانے کا نہیں۔ چنانچہ کوئی صدقہ لینے والا نہ آیا تو رسول اللہ ﷺ صبح تک مسجد میں رہے اور دوسرے روز بھی مسجد میں قیام رہا۔ پچھلے پہر دو سوار آئے میں ان کو ساتھ لے گیا، ان کے لباس اور طعام کا انتظام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب عشا کی نماز پڑھی تو مجھے بلا کر پوچھا جو تمہاری پاس رقم تھی اس کا کیا ہوا؟ عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی ذمہ داری سے آپ کو سبکدوش کر دیا ہے، تب رسول اللہ ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اس ڈر سے کہ کہیں آپ فوت نہ ہو جائیں اور ان کے پاس یہ مال موجود ہو۔

پھر میں آپ کے پیچھے ہو گیا۔ آپ ایک ایک کر کے سب ازواج مطہرات کے ہاں گئے اور ان کو سلام کہا پھر اپنی شب باشی کے مقام پر چلے آئے۔ یہ ہے وہ مسئلہ جس کے بارے تم نے مجھ سے سوال کیا۔

دریا دلی : "شمائل" میں امام ترمذی (ہارون بن موسیٰ بن ابی علقمہ مدینی، ابوہ، ہشام بن سعد، زید بن اسلم، اسلم) حضرت عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سائل نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا میرے پاس کچھ موجود نہیں جو میں آپ کو دوں مگر آپ میرے نام پر خرید لیں، جب میرے پاس مال آیا تو میں قرض ادا کر دوں گا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! جو آپکے پاس تھا آپ دے چکے، جو چیز آپکی قدرت میں نہیں اللہ نے آپ کو اس کا **مکلف** نہیں بنایا۔ رسول اللہ ﷺ کو حضرت عمرؓ کا یہ مقولہ ناگوار گزرا۔ پھر ایک انصاری نے کہا یارسول اللہ! سخاوت کیجئے، عرش والے اللہ سے کمی کا اندیشہ نہ کیجئے (رسول اللہ ﷺ کو انصاری کا یہ مقولہ پسند آیا) آپ مسکرائے اور انصاری کے مقولہ کی وجہ سے آپکے چہرے پر خوشی کے آثار ہویدا تھے اور آپ نے فرمایا کہ اسی دریا دلی اور سخاوت کا مجھے حکم ہوا ہے۔

حدیث میں ہے کہ سنو! وہ لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے میری سرشت میں بخل پیدا نہیں کیا۔ اور نبی علیہ السلام نے غزوہ حنین میں مال غنیمت کی تقسیم کے وقت جب وہ مسلسل سوال کر رہے تھے فرمایا تھا اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے کانٹوں کے مطابق اونٹ ہوتے تو میں تم میں تقسیم کر دیتا اور تم مجھے بخیل، کنجوس اور جھوٹا نہ پاتے۔

امام ترمذی (علی بن حجر' شریک' عبداللہ بن محمد بن عقیل) ربیع بنت معوذ بن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھجوروں کا طباق اور چھوٹی چھوٹی ککڑیاں لے کر حاضر ہوئی تو آپ نے مجھے مٹھی بھر زیور دیا' سونا عطا کیا۔

ہر آن فکرمند : امام احمد (سفیان' مطرف' عطیہ) حضرت ابوسعیدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کیونکر خوش و خرم رہ سکتا ہوں حالانکہ صور والا فرشتہ' صور منہ میں لئے کھڑا ہے۔ اس نے اپنی پیشانی جھکائی ہوئی ہے اور کان لگائے ہوئے منتظر ہے کہ کب حکم ہو --- اسی وقت پھونک شروع کر دے --- صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! --- ان سنگین حالات میں ہم کیا کہیں تو آپ نے فرمایا تم کہو **حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل وعلی اللّٰہ توکلنا (۳/۱۷۳)**

اس روایت کو امام ترمذی نے (ابن ابی عمر' سفیان بن عیینہ' مطرف اور خالد بن طہمان) سے اور یہ دونوں عطیہ اور ابوسعید عوفی بجلی سے بیان کرتے ہیں --- اور ابوالحسن الکوفی بھی حضرت ابوسعید خدری سے بیان کرتے ہیں --- بقول ترمذی یہ حسن ہے۔ میں --- ابن کثیر --- کہتا ہوں کہ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے۔

نبی علیہ السلام کی تواضع اور انکساری : امام ابن ماجہ (احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید قطان' عمرو بن محمد' سباط بن نصر' سدی' ابوسعد ازدی جو ازد قبیلہ کا قاری تھا' ابوا لکنود) خبابؓ سے **ولا تطرد الذین یدعون ربھم (۵۲/۶)** کی تفسیر میں منقول ہے کہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری اور رسول اللہ ﷺ کو حضرت صہیبؓ' حضرت بلالؓ' حضرت عمارؓ اور حضرت خبابؓ وغیرہ دیگر ناتواں اور کمزور مسلمانوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے پایا' ان کو رسول اللہ ﷺ کے گردو نواح بیٹھے ہوئے دیکھ کر ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور رسول اللہ ﷺ سے تنہائی میں عرض کیا' ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے لئے "مخصوص نشست" کا اہتمام کریں جس کے باعث عرب ہماری فضیلت و برتری کے معترف ہوں کیونکہ عرب کے وفد آپ کی خدمت میں آتے ہیں۔ ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ ہمیں ان "غلاموں" کے ہمراہ بیٹھے ہوئے دیکھیں۔ چنانچہ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو آپؐ ان کو اٹھا دیں اور جب ہم آپ کی ملاقات سے فارغ ہو جائیں تو آپ ان کے ہمراہ' اگر چاہیں تو تشریف رکھیں' (ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا) آپ نے "ہاں" میں جواب دیا تو انہوں نے کہا آپ یہ معاہدہ تحریر کروا دیجئے۔ آپ نے کاغذ منگوایا اور حضرت علیؓ کو بلایا کہ وہ یہ معاہدہ لکھ دیں اور ہم مسجد کے کونے میں بیٹھے ہوئے (یہ منظر دیکھ رہے تھے) کہ جبرائیلؑ آئے اور انہوں نے کہا (۶/۵۳) "اور جو لوگ اپنے رب کو صبح اور شام پکارتے ہیں ان کو اپنے سے دور نہ کر' جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں' تیرے ذمہ ان کا کوئی حساب نہیں ہے اور نہ تیرا کوئی حساب ان کے ذمہ ہے اگر تو نے ان کو دور ہٹایا پس تو بے انصافوں میں سے ہو گا (پھر اقرع اور عیینہ کا ذکر کیا) اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ سے آزمایا ہے تاکہ یہ لوگ کہیں کیا یہی ہیں ہم میں سے جن پر اللہ نے فضل کیا ہے اللہ شکرگزاروں کو جاننے والا نہیں اور ہماری آیتوں کے ماننے والے جب تیرے پاس آئیں تو کہہ دو کہ تم پر سلام ہے تمہارے رب نے اپنے ذمہ

رحمت لازم کی ہے۔"

حضرت خباب کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اس قدر قریب ہو کر بیٹھتے کہ ہمارے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے مس ہوتے اور رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ تشریف رکھتے اور جب اٹھنے کا ارادہ ہوتا تو اٹھ کر چلے جاتے اور ہمیں مجلس میں چھوڑ جاتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۱۸/۲۸) "تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا--- اور اشراف کے ساتھ نہ بیٹھ --- اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے --- یعنی عیینہ اور اقرع --- اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ تباہ اور ہلاک ہے۔" (پھر سورہ کہف میں آیت ۳۲ سے لے کر ۴۴ تک دو آدمیوں کی مثال بیان کی پھر آیت ۴۵ سے سیاہ دنیا کا نقشہ کھینچا) حضرت خبابؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھتے جب اٹھنے کا وقت آتا تو ہم اٹھتے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ آپ پھر اٹھتے۔

امام ابن ماجہ (یحییٰ بن حکیم، ابوداؤد، قیس بن ربیع، مقدام بن شریح، شریح) حضرت سعدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ سورہ انعام (۶/۵۳) کی آیات، میرے ابن مسعود، صہیب، عمار، مقداد اور بلال (رضی اللہ عنہم) کے بارے نازل ہوئیں۔ قریش نے مطالبہ کیا یا رسول اللہ! ہم پسند نہیں کرتے کہ ان غلاموں کے تابع ہوں آپ ان کو مجلس سے بھگا دیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کبیدہ خاطر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۶/۵۲)

ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ

حافظ بیہقی (ابو محمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی، ابو سعید بن اعرابی، ابوالحسن خلف بن محمد واسطی دوسی، یزید بن ہارون، جعفر بن سلیمان ضبعی، معلی بن زیاد، علاء بن بشیر مازنی، ابوالصدیق ناجی) حضرت ابو سعید خدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں مہاجروں کے ایک گروہ میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ برہنگی کی وجہ سے ایک دوسرے کی اوٹ لیتے تھے اور ایک قاری مجلس میں تلاوت کر رہا تھا اور ہم سن رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ منتخب کئے ہیں جن کے ساتھ مجھے رہنے کا حکم ہوا ہے۔ پھر مجلس وسیع ہو گئی اور سب لوگوں کے چہرے نمایاں ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے میرے علاوہ کسی کو نہ پہچانا اور فرمایا اے نادار مہاجرین کے گروہ! قیامت کے روز تم "نور" کی بشارت قبول کرو، اغنیاء سے نصف یوم قبل تم جنت میں جاؤ گے اور نصف یوم کا عرصہ پانچ سو سال ہے۔

کس کے لئے قیام مکروہ ہے : امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی (حماد بن سلمہ، حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ صحابہؓ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ جب آپ تشریف لاتے تو آپ کو دیکھ کر، کھڑے نہ ہوتے تھے کہ ان کو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس قیام کو بہ نظر کراہت دیکھتے ہیں۔

نبی علیہ السلام کی عبادت و بندگی : حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ متواتر روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ رسول اللہ ﷺ روزہ نہ ترک کریں گے اور آپ مسلسل متعدد ایام روزہ نہ رکھتے اور ہم کہتے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے۔ رات کو تم رسول اللہ ﷺ کو قیام کی حالت میں دیکھنا چاہو تو

دیکھ سکو گے۔ اس طرح قیام اور نیند کی حالت میں دیکھنا چاہو تو دیکھ سکو گے۔

۸ تراویح ۳ وتر : حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں رسول اللہ ﷺ نے گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی آپ چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن و اعتدال اور درازی کے بارے مت پوچھو پھر چار رکعت پڑھتے' ان کی حسن و خوبی اور درازی کے بارے مت پوچھ' پھر تین رکعت وتر پڑھتے اور ایک سورت کو اس طرح آہستہ آہستہ پڑھتے کہ وہ طویل سے بھی طویل تر ہو جاتی۔

نہایت طویل : حضرت ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں ایک رات نماز پڑھی۔ پہلی رکعت میں سورہ بقرہ' نساء اور آل عمران تلاوت کی اور رکوع بھی اس کے قریب طویل کیا اور قومہ بھی' نیز سجدہ بھی۔ حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات قیام کیا اور (۵/۱۱۸) آیت کو بار بار اور مکرر صبح تک پڑھتے رہے۔ **ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم** (رواہ احمد) یہ تمام روایات صحیحین وغیرہ صحاح کتب میں موجود ہیں ان کی تفصیل کا مقام کتاب الاحکام الکبیر ہے۔

طویل قیام : صحیحین میں (سفیان بن عیینہ' زیاد بن علاقہ) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ اتنی دیر تک قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں پھٹ گئے۔ آپ سے طویل قیام کی بابت عرض کیا گیا' کیا آپؐ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے گئے تو آپ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ سلام بن سلیمان از ثابت از انسؓ کی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے خوشبو اور خواتین محبوب ہیں اور نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ (احمد اور نسائی)

امام احمد (عفان' حماد بن سلمہ' علی بن زید' یوسف بن مہران) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جبرائیلؑ نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ آپ کو نماز سب اعمال سے محبوب ہے۔ آپ جس قدر چاہیں پڑھیں۔ صحیحین میں ابوالدرداء سے مذکور ہے کہ شدید گرمی میں ماہ رمضان میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے۔ صرف رسول اللہ ﷺ اور عبداللہ بن رواحہؓ روزہ دار تھے۔

صحیحین میں (منصور از ابراہیم از علقمہ) مروی ہے کہ اس نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ بعض ایام کو اعمال کے لئے ساتھ مخصوص کیا کرتے تھے' تو آپ نے فرمایا "نہیں" رسول اللہ ﷺ کے عمل کا معمول ہمیشگی اور مداومت تھا۔ جس قدر رسول اللہ ﷺ کو اعمال کی استطاعت تھی' تم میں کوئی ایسی سکت رکھتا ہے؟

وصال صیام : صحیحین میں حضرت انسؓ' حضرت ابن عمرؓ' حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ متواتر روزے رکھتے اور صحابہؓ کو وصال اور مسلسل روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اعمال میں تم میں سے کسی ایک فرد کے مشابہہ نہیں ہوں' میں پروردگار کی عنایت میں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ دراصل یہ کھلانا اور پلانا دونوں معنوی ہے جیسا کہ ابن عاصم کی روایت میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اپنے مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور نہ کرو کہ

اللہ تعالیٰ ان کو کھلاتا پلاتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا۔

لها احادیث من ذکراک شغلها عن الشرب ویلهیها عن الزد

(تیری یاد میں اس کی نیاز مندانہ باتیں' اس کو خورد و نوش اور سامان سفر سے غافل اور بے نیاز کر دیتی ہیں)

سو بار استغفار : (نضر بن شمیل' محمد بن عمرو' ابو سلمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایک روز میں سو بار اللہ سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔

امام بخاری (فریابی' ثوری' اعمش' ابراہیم' عبیدہ) حضرت عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مجھے قرآن سنا' میں نے عرض کیا' کیا میں آپ کو سناؤں حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے تو آپ نے فرمایا' میں دوسرے سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں چنانچہ میں نے سورہ نساء سے آغاز کیا اور --- **فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنابک علی ھولاء شھیدا** (۴/۴۱) آیت تلاوت کی تو آپ نے فرمایا بس' میں نے دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہیں۔

زکوٰۃ سے اجتناب اور احتیاط : صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بستر پر کھجور پا کر فرماتے مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ صدقہ و زکوٰۃ میں سے ہوگی تو میں اس کو کھالیتا۔

امام احمد (وکیع' اسامہ بن زید' عمرو بن شعیب' ابوہ) جدہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی اور کھالی' پھر رات بھر نیند نہ آئی تو کسی بیوی نے عرض کیا' یارسول اللہؐ! آپ رات بھر کیونکر بیدار رہے۔ تو آپ نے بتایا کہ میں نے رات کو اپنے پہلو کے نیچے کھجور پائی اور کھالی اور ہمارے ہاں زکوٰۃ کی بھی کھجوریں تھیں۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ زکوٰۃ میں سے ہوگی (تفرد بہ احمد) سند میں اسامہ بن زید لیثی' مسلم کے رجال میں سے ہے) ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ کھجور زکوٰۃ کی نہ تھی' رسول اللہ ﷺ کی عصمت اور صیانت کی وجہ سے' لیکن آپ ورع اور تقویٰ کے کمال درجہ پر فائز ہونے کے باعث رات بھر بے خواب اور بیدار رہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا واللہ! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ میں کسی چیز سے پرہیز کروں اور بچوں (دوسری حدیث میں ہے) کہ مشتبہ اور مشکوک کام چھوڑ کر غیر مشتبہ اور صحیح کام کو اختیار کر۔

سینے سے ہنڈیا کے ابال کی آواز : حماد بن سلمہ (ثابت' مطرف بن عبداللہ بن شخیر' ابوہ سے) بیان کرتے ہیں کہ میں آیا تو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپ کے پیٹ سے ہانڈی کے جوش اور ابال کی سی آواز آ رہی تھی --- ایک روایت میں ہے --- کہ آہ و بکا کی وجہ سے آپ کے سینہ میں سے چکی کی سی آواز آ رہی تھی۔

بیہقی (ابو کریب محمد بن علاء ہمدانی' معاویہ بن ہشام' شیبان' ابو اسحاق' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں دیکھتا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو رہے ہیں آپؐ نے فرمایا مجھے سورہ ھود' واقعہ' مرسلات' **عم یتساءلون** اور **اذا الشمس کورت** کے معانی اور مطالب نے بوڑھا کر دیا

ہے۔ بیہقی (ابو کریب' معاویہ' ہشام' شیبان' فراس' عطیہ) ابو سعید سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! بڑھاپا آپ پر تیزی سے طاری ہو رہا ہے تو آپؐ نے فرمایا مجھے سورہ ھود اور اس کے ہم معنی سورہ واقعہ' عم یتساء لون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔

نبی علیہ السلام کی شجاعت و جسارت کا بیان : میں ---ابن کثیر--- نے تفسیر میں بعض اسلاف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے **لا تکلف الا نفسک** (۴/۸۴) سے استنباط کیا ہے کہ جب مشرکین آپؐ کے مقابلہ میں آئیں تو آپ کو صبر و ثبات اور استقامت کا حکم تھا خواہ آپ تنہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ شجاع اور دلیر تھے اور سب سے زیادہ صبر مند تھے اور سب سے زیادہ طاقتور تھے میدان جنگ سے کبھی فرار نہیں کیا اگرچہ ساتھی پسپا ہو جائیں۔ بعض صحابہؓ کا فرمان ہے کہ لڑائی سخت ہو جاتی اور لوگ جوش میں آجاتے تو ہم رسول اللہ ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے۔ بدر میں' آپ نے مٹھی بھر سنگریزے ایک ہزار مشرکین کی طرف پھینکے اور جب آپ نے "شاھت الوجوہ" چہرے بدشکل ہو گئے فرمایا تو وہ سب پر اثر انداز ہوئے۔ ایسا ہی جنگ حنین کا واقعہ ہے۔ (کما تقدم)

غزوۂ احد میں اکثر صحابہ آخری ٹائم میں پسپا ہو گئے اور خود نبی علیہ السلام بنفس نفیس ثابت قدم رہے۔ آپ کے ہمراہ محض بارہ صحابہؓ نے صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ سات شہید ہو گئے اور پانچ باقی بچے اور زندہ رہے۔ ابی بن خلف ملعون اسی وقت جہنم رسید ہوا۔ جنگ حنین میں' اسلامی فوج بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھی اکثر لوگ پسپا ہو گئے اور نبی علیہ السلام قریباً سو صحابہؓ کی جماعت میں ثابت قدم رہے۔ آپ اس روز "دلدل" خچر پر سوار تھے اور اس کو دشمن کی سمت آگے بڑھا رہے تھے اور علی الاعلان فرما رہے تھے **انا النبی لا کذب' انا ابن عبدالمطلب'** یہاں تک کہ حضرت عباسؓ' حضرت علیؓ اور حضرت ابو سفیانؓ اس خچر سے چمٹ رہے تھے کہ اس کی رفتار کو کم کریں مبادا کوئی دشمن آپ پر حملہ آور ہو جائے۔ آپؐ برابر جوش و جذبہ کا اظہار فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میدان میں فتح و کامرانی کے ہمکنار کیا۔ لوگ واپس لوٹے تو آپ کے سامنے انسانی "اعضاء" بکھرے پڑے تھے۔

ابو زرعہ (عباس بن ولید بن صبح دمشقی' مروان بن محمد' سعید بن بشیر' قتادہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سب لوگوں سے زیادہ اور شدید حملہ آور ہونے میں ممتاز ہوں۔

سابقہ انبیاء کی کتابوں میں نبی علیہ السلام کی صفات اور حلیہ مبارک : رسول اللہ ﷺ کے مولد سے قبل ہم "بشارت" میں اس قابل قدر حصہ بیان کر چکے ہیں اور اب ہم اس سے چیدہ چیدہ واقعات بیان کر چکے ہیں اور اب ہم اس سے چیدہ چیدہ واقعات بیان کریں گے۔

بخاری اور بیہقی (فلیح بن سلیمان' ہلال بن علی) عطاء بن یسار سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے تورات کے اندر' رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک کی بابت پوچھا تو انہوں نے اثبات میں جواب دے کر بتایا واللہ! آپ کی تورات میں بیان شدہ صفات میں سے' بعض صفات قرآن میں بھی موجود ہیں۔ اے نبی! ہم نے آپ کو مبعوث کیا ہے' شاہد' مبشر' نذیر اور ناخواندہ قوم کا

فرد اور پشت پناہ تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ نہ تند خو نہ سنگدل' نہ بازاروں میں چلانے والا' بدی کا بدلہ بدی نہیں دیتا' بلکہ معاف اور درگزر کرتا ہے۔ اس کی بدولت "ملۃ عوجاء" اور جاہلی دور کو درست کروں گا کہ وہ کلمہ توحید کے قائل ہو جائیں گے پھر ان کی روح قبض کروں گا۔ ان کے ذریعہ نابینا لوگوں کو بینائی بخشوں گا اور بہرے کانوں کو سماعت سے نوازوں گا۔ اور بیمار دلوں کو شفایاب کروں گا۔

عطا بن یسار کا بیان ہے کہ بعد ازاں "کعب احبار" سے ملاقات ہوئی اور اس سے دریافت کیا تو اس نے ہو بہو عبداللہ بن عمرو کا سا جواب دیا' ہاں کعب نے صرف "اعینا"" کہا بغیر "عمیا" کے۔

متن بخاری کا ایک نکتہ : نیز امام بخاری نے اس روایت کو "عبداللہ" سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون کی معرفت ہلال بن علی سے بیان کیا ہے۔ سند میں عبداللہ بغیر ولدیت کے بیان ہے بعض عبداللہ ابن رجا کہتے ہیں اور بعض عبداللہ بن صالح اور یہی ارجح اور درست ہے۔ امام بخاری نے (سعید' ہلال' عطا' عبداللہ بن سلام) سے معلق بیان کیا ہے۔ (بجائے عبداللہ بن عمرو کے)

بیہقی (یعقوب بن سفیان' ابوصالح عبداللہ بن صالح کاتب لیث' خالد بن یزید' سعید بن ابی ہلال' اسامہ' عطاء بن یسار) ابن سلام سے بیان کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی (یہ) صفات (تورات) میں پاتے ہیں ہم نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث کیا' شاہد اور مبشر' تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے' آپ تند خو اور سنگدل نہیں۔ بازاروں میں شوروغل نہیں کرتے' برائی کا بدلہ برائی نہیں دیتے مگر معاف اور درگزر کرتے ہیں میں اس کی روح کو قبض نہ کروں گا یہاں تک کہ وہ "ملت عوجاء" کو سیدھا کر دے کہ وہ کلمہ توحید کے قائل ہو جائیں' اس کے ذریعہ اندھی آنکھوں' بہرے کانوں اور بیمار دلوں کو شفایاب کرے گا۔

عطا بن یسار کا بیان ہے کہ مجھے لیثی نے آگاہ کیا کہ اس نے کعب احبار سے ہو بہو' ابن سلام کی طرح سنا ہے۔ یہ قصہ عبداللہ بن سلام سے اور سند سے بھی مروی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کے ہمراہ حضرت عیسیٰؑ دفن ہوں گے : امام ترمذی (زید بن اخرم طائی بصری' ابو قتیبہ مسلم بن قتیبہ' ابومودود مدنی' عثمان ضحاک' محمد بن یوسف' عبداللہ بن سلام' ابوہ' جدہ) بیان کرتے ہیں کہ تورات میں یہ تحریر موجود ہے کہ محمدؐ کے ساتھ عیسیٰؑ بن مریم دفن ہو گا' ابومودود کا بیان ہے کہ روضہ اطہر میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور سند میں معروف و مشہور ضحاک بن عثمان مدنی ہے ہمارے شیخ حافظ ابوالحجاج مزی نے بھی "اطراف" میں ابن عساکر سے امام ترمذی کے موافق نقل کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے جو ضحاک بن عثمان سے متقدم ہے۔ ابن ابی حاتم نے اس کو حاتم سے ان لوگوں کی فہرست میں بیان کیا جن کا نام عثمان ہے۔

ان صفات کے راوی اور عمدہ بحث : یہ صفات' حضرت عبداللہؓ بن سلام سے مروی ہیں۔ (آپ کا شمار ان ائمہ اہل کتاب میں سے ہے جو مسلمان ہوئے) اور حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص سے بھی۔ آپ

کو ان صفات پر دسترس اس وجہ سے تھی کہ آپ نے جنگ یرموک میں اہل کتاب کی کتب کے دو تھیلے حاصل کیے تھے' وہ ان کے باعث اہل کتاب سے نقل کرتے تھے۔ نیز کعب احبار سے بھی (یہ صفات مروی ہیں) وہ متقدمین کے اقوال کے شناسا تھے۔ بایں ہمہ ان میں خلط مبحث' غلط بیانی اور تحریف و تبدیلی ہے۔ کعب احبار بغیر کسی تبصرہ و تنقید کے ان کو نقل کرتا ہے اور بعض اسلاف نے ان پر حسن ظن کرتے ہوئے ان کو بعینہ نقل کر دیا ہے۔ اور ان کا بیشتر حصہ قرآن و حدیث کے مخالف اور ضد ہے۔ مگر اکثر لوگ اس کو سمجھتے نہیں۔

نوٹ : واضح رہے کہ اکثر اسلاف ''تورات'' کا نام اہل کتاب کی جملہ کتب پر اطلاق کرتے ہیں جیسا کہ ''قرآن'' کا اطلاق ''کتاب اللہ'' پر خصوصاً ہوتا ہے' مگر کبھی اس سے غیر قرآن۔ یہ مسئلہ دیگر مقام پر مفصل مذکور ہے' واللہ اعلم۔

امام بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' ابن اسحاق' محمد بن ثابت بن شرحبیل) ام الدرداء سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کعب احبار سے پوچھا کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک کیسے مذکور ہے تو اس نے بتایا ہم آپ کا نام محمد رسول اللہ ﷺ مذکور پاتے ہیں آپ کا صفاتی نام متوکل ہے آپ نہ تندخو ہیں اور نہ ہی سنگ دل اور نہ ہی بازاروں میں چلانے والے' ان کو زمین کے خزینوں کی کلید عطا کی گئی ہے۔ اللہ نے ان کو مبعوث فرمایا ہے کہ اندھی آنکھوں' بہرے کانوں اور کج زبانوں پر کلمہ توحید جاری کریں۔ مظلوم کے معاون ہوں گے اور اس کی حفاظت کریں گے۔

اسی سند کے ساتھ (یونس بن بکیر' یونس بن عمرو' عیزار بن حریث) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انجیل میں یہ تحریر ہے کہ آپ نہ تندخو ہیں نہ سنگدل اور نہ بازاروں میں چلانے والے' اور بدی کا بدلہ بدی نہیں دیتے بلکہ معاف اور درگزر کرتے ہیں۔

یعقوب بن سفیان (قیس بجلی' سلام بن مسکین) مقاتل بن حیان سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی ''اے ابن طاہر بتول! اے پاکدامن مریم کے بیٹے! میرے احکام میں سنجیدگی اختیار کر' ہزل اور مزاح سے اجتناب کر' سن اور اطاعت کر' میں نے تجھے بن باپ کے پیدا کیا ہے اور میں نے تجھے کائنات کے لئے معجزہ قرار دیا ہے پس تو میری ہی عبادت کر' اور صرف مجھ پر اعتماد و توکل کر اور ''اہل سوران'' کو بتا دے کہ میں زندہ جاوید حق ہوں تم عربی نبی کی تصدیق کرو جو اونٹوں والا ہے۔ زرہ پوش ہے' صاحب عمامہ ہے' نعلین والا ہے' صاحب عصا ہے' سر کے بال ''معمولی'' گھنگریالے' پیشانی کی کشادہ دونوں ابرو باہمی پیوستہ' سرمیلی آنکھیں' بلند بینی' صاف رخسار' داڑھی گھنی' رخ زیبا پر پسینہ موتیوں کی مانند' آپ کے جسم سے کستوری مہکتی ہے گردن گویا نقرئی صراحی دار' ہنسلیوں میں طلاء جاری ساری ہے' سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری' سینہ اور پیٹ بالوں سے عاری' قدم اور ہتھیلیاں مضبوط اور پرگوشت جب لوگوں میں شامل ہو تو ان پر محیط جب چلے تو آگے کو جھکتا ہوا گویا پہاڑ سے اتر رہا ہے اور ڈھلوان میں جا رہا ہے اور ان کی نسل نہ ہوگی۔''

حافظ بیہقی نے اپنی سند سے وہب بن منبہ یمامی سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰؑ کو مناجات کے لئے قریب کیا تو انہوں نے کہا

(۱) اے پروردگار! میں تورات میں ایک قوم کا ذکر موجود پاتا ہوں۔ جو سب سے بہتر ہے۔ لوگوں کے مفاد کے لئے پیدا کی گئی ہے' معروف کا حکم دیں گے اور منکر اور برائی سے منع کریں گے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں گے' ان لوگوں کو میری امت بنادے۔ اللہ نے بتایا یہ امت محمد ﷺ ہے۔

(۲) حضرت موسیٰؑ نے کہا اے رب میں تورات میں ایسی قوم کا ذکر پاتا ہوں جو اقوام عالم سے بہتر ہے جو سب اقوام سے بعد میں پیدا ہو گی اور بروز قیامت سب سے اول ہو گی۔ خدایا ان کو میری امت بنادے' اللہ نے فرمایا یہ امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۳) حضرت موسیٰؑ نے کہا اے رب! میں تورات میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں' ان کا قرآن ان کے سینوں میں ہو گا وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں' قبل ازیں لوگ کتاب کو دیکھ کر پڑھتے تھے اور اس کو حفظ نہ کرتے تھے' الٰہی! ان کو میری امت بنادے' اللہ نے فرمایا یہ امت احمد ﷺ ہے۔

(۴) اے رب! میں تورات میں ایسی قوم کا تذکرہ پاتا ہوں جو پہلی اور آخری کتاب پر ایمان لائیں گے جو ضلالت اور گمراہی کے علم برداروں سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ وہ یک چشم کذاب اور دجال سے جنگ و جدال کریں گے۔ ان کو میری امت بنادے' اللہ نے فرمایا یہ امت احمدؐ ہے۔

(۵) اے رب! میں تورات میں ایک امت کا ذکر پڑھتا ہوں جو اپنے صدقات کھاتی ہے۔ قبل ازیں جب کوئی مال سے اپنا صدقہ نکالتا اللہ اس پر آگ بھیجتا وہ اسے کھا جاتی اگر وہ صدقہ مقبول نہ ہوتا تو اس کو آگ بھسم نہ کرتی' ان لوگوں کو میری امت بنادے اللہ نے فرمایا یہ امت احمد ﷺ ہے۔

(۶) یا رب! میں تورات میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں جب کوئی ان میں سے بدی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسکے نامہ اعمال میں نہیں لکھی جاتی اگر اس پر عمل درآمد کرے تو اسکے نامہ اعمال میں ایک بدی لکھی جاتی ہے اور جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل درآمد نہیں کرتا تو اسکے نامہ اعمال میں ایک نیکی درج کی جاتی ہے اگر وہ اس پر عمل پیرا ہو جائے تو وہ نیکی اسکے دفتر عمل میں "حسب نیت" دس سے لے کر سات سو نیکی تک درج کی جاتی ہے ان کو میری امت بنادے' اللہ نے فرمایا یہ امت احمد ﷺ ہے۔

(۷) موسیٰؑ نے عرض کیا یارب! میں تورات میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں وہ سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول ہوگی خدایا! ان کو میری امت بنادے' اللہ نے فرمایا وہ امت احمد ﷺ ہے۔

حضرت داؤدؑ کو رسول اللہ ﷺ کی آمد کا مژدہ : وھب بن منبہ نے قصہ داؤد علیہ السلام اور زبور میں ان کی طرف وحی کے بارے میں بیان کیا ہے۔ اے داؤد! تیرے بعد ایک نبیؐ آئے گا' اس کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہے وہ راست گو' اور رئیس ہے۔ میں اس پر کبھی ناراض نہ ہوں گا۔ اور نہ وہ مجھے ناراض کرے گا۔ میں نے گناہ کے ارتکاب سے قبل اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اس کی امت مرحومہ ہے (مغضوبہ نہیں) میں ان پر ایسی نوازشات کروں گا جیسی انبیاءؑ بنی اسرائیل پر کی ہیں۔ میں نے ان پر وہ فرائض

و واجبات مقرر کئے ہیں جو انبیاء و رسل پر مقرر کئے تھے وہ میرے پاس قیامت کے روز آئیں گے ان کا نور انبیاءؑ کے نور کی طرح ہو گا کیونکہ میں نے ان پر لازم قرار دے دیا ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کریں جیسا کہ میں نے ان سے قبل انبیاء پر واجب کیا تھا' میں نے ان کو جنابت سے غسل کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ان سے قبل انبیاءؑ کو دیا ہے۔ میں نے ان پر حج فرض کیا ہے جیسا کہ ان سے قبل انبیاء پر فرض کیا تھا۔ میں نے ان کو "جہاد" کا حکم دیا ہے جیسا کہ ان سے قبل انبیاء و رسل کو حکم دیا تھا۔

اے داؤد! میں نے محمدؐ اور امت محمد کو اقوام عالم سے ممتاز کیا ہے میں نے ان کو چھ خوبیاں عطا کی ہیں جو کسی کو عطا نہیں کیں۔ (۱) میں ان کی خطا و نسیان پر گرفت نہ کروں گا (۲) جو گناہ وہ نادانستہ کریں گے اگر وہ مجھ سے بخشش کے طلب گار ہوں گے تو وہ میں ان کو معاف کر دوں گا۔ (۳) جو عمل انہوں نے' اپنی آخرت کی خاطر بطیب خاطر کیا' اس میں ان کے لئے بے حساب اضافہ کروں گا' ان کے لئے میرے پاس ذخیرہ شدہ اعمال میں کئی گناہ اضافہ ہے اور مزید برآں (۴) مصائب و آلام میں مبتلا ہوتے ہوئے جب وہ صبر کریں گے اور زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون کہیں گے میں ان کو بخشش و رحمت اور جنت کی طرف رہنمائی سے نوازوں گا۔ اگر وہ مجھ سے دعا کریں گے تو میں ان کی دعا قبول کروں گا۔ دعا کا ثمرہ وہ فوراً دیکھ لیں گے یا میں ان سے کسی مصیبت کو دور کر دوں گا۔ یا ان کے لئے آخرت میں ذخیرہ کر دوں گا۔ (۵) اے داؤد! امت محمدیہ کا جو فرد' کلمہ توحید تہ دل سے اعتراف و اقرار کرتا ہوا مجھے ملے گا وہ جنت اور نازو نعمت میں میرے ہمراہ ہو گا۔ (۶) اور جو شخص محمدؐ اور قرآن کی تکذیب اور اس کا مذاق اور تمسخر کرتا ہوا میرے پاس آئے گا' میں اس کو سخت ترین عذاب قبر میں مبتلا کروں گا اور قبر سے حشر کے وقت ملائکہ اس کے چہرے اور پشت پر ماریں گے پھر اس کو میں جہنم کے زیریں طبقہ میں ڈال دوں گا۔

انبیاء کی تصاویر : حافظ بیہقی (الشریف الوالفتح عمری' عبدالرحمان بن ابی شریح ھروی' یحییٰ بن محمد بن صاعد' عبداللہ بن شبیب ابوسعید' محمد بن عمر بن سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم' ام عثمان' بنت سعید بن محمد' ابوھا سعید بن محمد) ابوہ محمد بن جبیر بن مطعم سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں آپ کا بول بالا ہوا میں شام کی طرف روانہ ہوا جب میں "بصریٰ" پہنچا تو میرے پاس نصاریٰ کا ایک وفد آیا اور اس نے مجھ سے پوچھا کیا تو حرم کا باشندہ ہے میں نے "ہاں" میں جواب دیا تو انہوں نے پوچھا جس شخص نے تم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کو جانتے ہو؟ میں نے ہاں میں جواب دیا' تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر' مجھے اپنے دیر اور معبد میں لے گئے۔ اس میں مورتیاں اور تصویریں تھیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا' دیکھ' کیا تجھے ان میں اس نبی کی صورت نظر آرہی ہے جو تم میں مبعوث ہوا ہے؟ میں نے غور سے دیکھا اور آپ کی تصویر ان میں نہ پائی تو بتایا مجھے ان کی تصویر نظر نہیں آرہی تو وہ مجھے اس سے بڑے گرجا میں لے گئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں پہلے دیر کی نسبت زیادہ تصویریں اور مورتیاں ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا' غور کر' کیا ان میں وہ نظر آرہے ہیں؟ میں نے دیکھا تو اس میں رسول اللہ ﷺ کی تصویر ہے جو آپ کی صفات کی حامل ہے۔ نیز میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصویر مع ان کی صفات

و حلیہ کے دیکھی۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کی ایڑی کو پکڑے ہوئے ہیں۔

پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا ان کی تصویر دیکھ رہے ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا "وہ یہ ہیں" میں نے کہا ہاں' بخدا' میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ وہی ہیں پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا اس شخص کو جانتے ہو جو ان کی ایڑی پکڑے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں پھر انہوں نے کہا ہم گواہ ہیں یہ تمہارے نبی ہیں اور یہ ان کے بعد خلیفہ ہیں۔

امام بخاری نے اس کو "تاریخ" میں محمد سے --- جس کی ولدیت ذکر نہیں کی اس محمد بن عمر سے --- مختصر بیان کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ پہلے ہر نبی کے بعد نبی ہوتا تھا مگر اس نبی کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

ہم --- ابن کثیر --- نے تفسیر میں سورہ اعراف (۱۵۷/۷) کی تشریح کرتے ہوئے حافظ بیہقی وغیرہ سے بہ سند ابوامامہ باہلی' ہشام بن عاص اموی سے یہ بیان کیا ہے کہ میرے ہمراہ ایک قریش کو ہرقل شاہ روم کی طرف بھیجا گیا کہ ہم اس کو "اسلام" کی دعوت پیش کریں۔ پھر اس نے ہرقل کے پاس اپنی آمد کا ذکر کیا ہے کہ جب اس کے پاس کلمہ توحید پڑھا تو میں پہچان گیا کہ اس کی طبیعت پریشان اور مکدر ہو گئی ہے۔ پھر ہرقل نے ہمیں اپنے مہمان خانہ میں ٹھہرایا اور تین روز کے بعد اپنے دربار میں بلوایا۔ ہم پہنچ گئے تو اس نے مربع شکل کا' بڑا سا صندوق منگوایا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے ہیں اور ہر خانے پر دروازہ آراستہ ہے ان میں انبیاء کی نقشی تصاویر ہیں جو ریشمی پارچات پر بنی ہوئی ہیں از آدمؑ تا محمد صلی اللہ علیہم وسلم۔

وہ ایک ایک کر کے تمام تصاویر نکالنے لگا اور ان کی تفصیل سے آگاہ کرنے لگا۔ اس نے پہلے آدمؑ نوحؑ اور ابراہیمؑ کی تصاویر دکھائیں پھر اس نے بعجلت تمام رسول اللہ ﷺ کی تصویر دکھانے کا ارادہ کیا اور ایک در کھولا اس خانہ میں "سفید تصویر" ہے واللہ! ناگاہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں اس نے پوچھا کیا تم اس کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا' "ہاں" محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور ہم اشکبار ہو گئے۔ (ہشام اموی کا بیان ہے) بخدا! وہ کچھ دیر تعظیماً کھڑا رہا پھر بیٹھ گیا اور اس نے پوچھا واللہ! یہ وہی ہیں؟ ہم نے اس کی تصدیق و تائید کی کہ یہ وہی ہیں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں پھر اس نے تصویر کو ذرا دیر دیکھ کر کہا' یہ آخری خانہ میں تھی لیکن میں نے اس کو جلدی سے اس وجہ سے نکالا ہے کہ تمہارا عندیہ معلوم کر سکوں۔ پھر اس نے انبیاءؑ کی باقی ماندہ تصاویر کی بابت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (اور آخر میں یہ ہے) کہ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ تصاویر کہاں سے حاصل ہوئیں' کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ تصاویر انبیاءؑ کی شکل و صورت کے مطابق ہیں۔ اس لئے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی تصویر کو' آپ کے حلیہ مبارک کے موافق پایا ہے۔ اس نے بتایا کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ بنی آدم سے جو انبیاءؑ ہوں گے وہ دکھائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تصاویر آدم' پر نازل فرمائیں اور یہ تصاویر حضرت آدمؑ کے خزانہ میں تھیں جو "مغرب شمس" کے قریب ہے ان تصاویر کو وہاں سے "ذوالقرنین" نے نکالا اور دانیالؑ کے سپرد کر دیا۔

پھر اس نے کہا واللہ! میرا دل چاہتا ہے کہ میں ملک اور حکومت کو خیرباد کہہ دوں اور تم سے بدمزاج آدمی کا غلام بن کر رہوں یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔

ہشام کا بیان ہے کہ پھر اس نے ہمیں عمدہ عمدہ عطیات دے کر الوداع کہا۔ جب ہم حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور ان کو پوری روئداد سنائی تو حضرت ابوبکرؓ نے روتے ہوئے کہا' بے چارہ مسکین! اللہ تعالیٰ کو اس کی رشد و ہدایت منظور ہوتی تو وہ ایسا کر گزرتا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آگاہ کیا تھا کہ نصاریٰ اور یہود کے پاس محمد ﷺ حلیہ مبارک کتابوں میں موجود ہے۔

زید بن عمرو کا پیغام اور سلام : واقدی (علی بن عیسیٰ حکیمی' ابوہ) عامر بن ربیعہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل سے سنا کہ میں اولاد اسماعیلؑ میں سے ایک نبی کا منتظر ہوں۔ غالباً میں اس کا عہد مسعود نہ پا سکوں گا۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔ اے ابن ربیعہ! اگر تیری عمر دراز ہو' اور تیری ان سے ملاقات ہو جائے تو ان کو میرا سلام کہنا' اور میں تجھے ان کا حلیہ بتاتا ہوں' ان کی پہچان میں اخفاء نہ رہے گا۔

میں نے عرض کیا بتاؤ تو اس نے بتایا وہ درمیانہ قد نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ پست' سر کے بال بھی نہ کم نہ بیش' ان کی آنکھوں میں ہروقت سرخی ہو گی۔ ان کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ ان کا نام احمد ﷺ ہے۔ مکہ ان کا جائے ولادت اور مقام بعثت ہے ان کی قوم ان کو شہربدر کرے گی اور وہ ان کے دین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے یہاں تک کہ وہ سکونت ترک کر کے یثرب چلے جائیں گے اور ان کا بول بالا ہو جائے گا۔

ان کے بارے دھوکے اور فریب میں نہ آنا۔ میں نے دین ابراہیم کی تلاش و جستجو میں تمام دنیا چھان ماری ہے۔ میں نے جس یہودی' عیسائی اور مجوسی سے دین کے بارے پوچھا وہ سب یہی کہتے ہیں یہ --- ابراہیمی دین --- کامل ہے اور وہ نبی صادق ہے اور جیسا میں نے حلیہ بیان کیا وہ بھی ایسا ہی بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ آخری نبی ہے۔

عامر بن ربیعہ کا بیان ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو زید کا پیغام پہنچایا اور اس کا سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور اس کے لئے رحمت کی دعا کی اور فرمایا میں نے اس کو جنت میں دامن گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے۔

نبی علیہ السلام کے معجزات

قرآن ایک عظیم معجزہ : معجزات اور نبوت کے دلائل و شواہد دو قسم کے ہیں' ظاہری اور باطنی' مادی اور حسی' روحانی اور معنوی۔ روحانی اور معنوی معجزات میں سے قرآن پاک کا نزول ہے اور یہ سب سے عظیم معجزہ روشن دلیل اور بین برہان ہے اور وہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے جس کی نظیر محال ہے۔ عرب میں زبان دان شعراء اور آتش بیان خطباء موجود تھے۔ مخالفت اور عداوت میں چور تھے مگر سب کے سب اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یا توا بمثل ھذا القرآن لایاتون بمثلہ ولوکان بعضھم لبعض ظھیراً (۱۷/۸۸)

کہہ دو اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

ام یقولون تقولہ بل لا یؤمنون فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین (۵۲/۳۴)

"کیا کہتے ہیں کہ پیغمبر نے قرآن از خود بنا لیا ہے بات یہ ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بنا تو لائیں" یعنی اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ وہ محمد ﷺ کا تصنیف شدہ ہے تو سنو! وہ تم جیسا انسان ہے تم بھی ایسا کلام تصنیف کر کے لے آؤ کہ تمہیں اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز ہے۔

ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات (ھود' آیت۔۱۳)

"یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے کہہ دو اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ" یعنی ایسی کتاب ترتیب نہیں دے سکتے تو کم از کم ایسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ پھر اس چیلنج اور اعلان عام کو مزید کم کر کے صرف ایک سورت کا مطالبہ کیا کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو کہہ دو اس طرح کی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

قل فاتوا بسورۃ مثلہ (۲/۳۸) وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ (۲/۲۳)

اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے محمدؐ عربی پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ۔ فرمایا **فان لم تفعلوا ولن تفعلوا** اگر تم ایسی سورت نہ لا سکو تو آئندہ بھی تم ہرگز نہیں کر سکو گے۔ یہ ایک نیا چیلنج اور دوسرا معجزہ ہے کہ قرآن کا مقابلہ ایک محال امر ہے۔ اور ناشدنی بات' اس کا معارضہ اب ہو سکتا ہے نہ کبھی آئندہ ہو سکے گا۔ ایسا اعلان اور ناقابل تردید دعویٰ ایک بااعتماد اور پر وثوق انسان کر سکتا ہے۔ جس کو پورا یقین ہو کہ کوئی انسان اس دعویٰ کو چیلنج کرنے کی جرات نہیں کر سکے گا۔

بالفرض اگر اس کا اپنا کلام ہوتا تو اسے معارضے اور مقابلے کا اندیشہ ہوتا اور اس کا پول کھل جاتا۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ محمد ﷺ علی الاطلاق تمام کائنات سے دانشور اور کامل تر انسان ہیں۔ آپ نے ایسا چیلنج اسی لئے دیا کہ اسے قبول کرنے کی کوئی فرد بشر جرات نہیں کر سکے گا اور واقعات کی دنیا میں بھی ایسا ہی ہوا کہ نبی علیہ السلام کے عہد مسعود میں تو کجا' بلکہ اب تک دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر اور عاجز ہے۔ یہ رب العالمین کا کلام ہے مخلوق میں سے اس کی ذات صفات اور افعال میں اس کا کوئی بھی ہمسر اور مثیل نہیں تو پھر کلام اللہ کا معارضہ کیسے ممکن ہے۔

ایک وہم کا ازالہ : باقی رہا' **لو نشاء لقلنا مثل هذا ان هذا لا اساطير الاولين** (۸/۳۱) "اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کا کلام ہم بھی کہہ دیں اور یہ ہے ہی کیا صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔" یہ ایک بے دلیل بات اور باطل دعویٰ ہے۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو مقابلہ کرتے۔ وہ بالکل ڈینگیں مارتے ہیں اور شیخی بگھارتے ہیں اور ان کو اپنی کذب بیانی کا خوب علم ہے جیسے کہ وہ اس بات میں دروغ گو اور بہتان تراش ہیں۔

وقالوا اساطير الاولين اكتتبها فهى تصلى عليه بكرة واصيلا "یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھوا رکھی ہیں وہ صبح اور شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔" **قل انزله الذى يعلم السر فى السموات والارض** (۲۵/۶) "کہہ دو کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمان اور زمین کو پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔" یعنی قرآن پاک غیب جاننے والے نے اتارا ہے وہ ارض و سما کا مالک ہے جو ماضی اور مستقبل سے خوب آگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معجزہ "کتاب" کو اپنے ان پڑھ اور ناخواندہ نبیؐ پر اتارا ہے جو فن کتابت سے بالکل ناآشنا ہے سابقہ امتوں اور قوموں کی تاریخ سے بھی قطعاً ناواقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو **ماكان** اور **وما يكون** گذشتہ اور آئندہ کے غیبی علوم سے واقعاتی طور پر آگاہ فرمایا ہے اور وہ سابقہ سماوی کتابوں کے تضادات و اختلافات کو رفع کرتا ہے **تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا** (۱۱/۴۹) "یہ بعض خبریں ہیں غیب کی' کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف ان کو جانتا نہ تھا تو' نہ تیری قوم اس سے پہلے۔" **وكذالك نقص عليك من انباء ما قد سبق** (۲۰/۹۹) "اسی طرح پر ہم تم سے وہ حالات بیان کرتے ہیں جو گزر چکے ہیں۔" **وانزلنا اليك الكتاب بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب ومهيمنا عليه** (۵/۴۸) "ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے۔"

وما كنت تتلو من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذا لا رتاب المبطلون۔ بل هو ايت بينت فى صدور الذين اوتوا العلم وما يجحد باياتنا الا الظلمون۔ وقالوا لولا انزل عليه ايت من ربه قل انما الايت عند الله وانما انا نذير مبين اولم يكفهم انا انزلنا عليك الكتاب يتلى عليهم ان فى ذالك لرحمة ونكرى لقوم يومنون (۲۹/۴۸) "اور اس سے پہلے تو نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا اس وقت البتہ باطل پرست شک کرتے بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے دلوں میں

جنہیں علم دیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کا صرف ظالم ہی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتریں۔ کہہ دو نشانیاں تو اللہ ہی کے اختیار میں ہیں اور میں تو بس کھول کر سنا دینے والا ہوں۔" یعنی امی ہونے کے باوصف قرآن جیسی جامع مانع کتاب کا اترنا ایک بڑا معجزہ ہے۔ جو آپ کی صداقت کی علامت ہے۔

واذا تتلى عليهم آياتنا بينات قال الذين لايرجون لقاء نا ائت بقرآن غير هذا او بدله قل مايكون لى ان ابدله من تلقآئ نفسى ان اتبع الامايوحى الى انى اخاف ان عصيت ربى عذاب يوم عظيم قل لوشاء الله ماتلوته عليكم ولا ادركم به فقد لبثت فيكم عمراً من قبله افلا تعقلون (۱۰/۱۶)

"اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں کہ یا تو اس کے سوا کوئی اور قرآن بنالاؤ یا اس کو بدل دو کہہ دو کہ مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اس کے حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے سخت دن کے عذاب سے خوف آتا ہے یہ بھی کہہ دو کہ اگر خدا چاہتا تو (نہ تو) میں ہی کتاب تم کو پڑھ کر سناتا اور نہ وہی تمہیں اس سے واقف کرتا میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا۔ بھلا تم سمجھتے نہیں۔" تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ افترا کرے اور اس کی آیتوں کو جھٹلائے' بے شک گناہ گار فلاح نہیں پائیں گے۔ یعنی میں اپنے پاس سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا' اس میں رد و بدل صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ میں تو محض ایک پیامبر ہوں اور تم میری صداقت و دیانت کے قائل ہو میری ساری کتاب زندگی تمہارے سامنے ہے تم میرے حسب نسب اور دیانت امانت سے خوب آگاہ ہو' میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو پھر مجھے یہ کیونکر سزاوار ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کذب و بہتان کا افترا کروں جو سود و زیان کا مالک ہے ہر چیز اس کی دسترس میں ہے اور ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے۔

بتاؤ! اللہ تعالیٰ پر تہمت لگانے سے بڑھ کر کوئی جرم ہے خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لو تقول علينا بعض الا قاويل الاخذنا منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين فما منكم من احد عنه حاجزين (۶۹/۴۴) "اگر یہ پیامبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لائے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا" یعنی وہ افترا کرتا تو ہم اس سے سخت انتقام لیتے اور کوئی اسے ہمارے عذاب سے بچا نہ سکتا۔

ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا اوقال اوحى الى ولم يوح اليه شئى ومن قال سانزل مثل ماانزل الله (۶/۹۳) "اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو خدا پر جھوٹ افترا کرے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ آئی ہو اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب خدا نے نازل کی ہے اس طرح کی میں بھی بنا لیتا ہوں۔"

قل اى شئى اكبر شهادة قل الله شهيد بينى وبينكم واوحى الى هذا القرآن لو نذركم به ومن

بلغ (۱۹/٦) "ان سے پوچھو سب سے بڑھ کر (قرین انصاف) کس کی شہادت ہے' کہہ دو کہ خدا ہی مجھ میں اور تم میں گواہ ہے اور یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے اس کو آگاہ کروں۔" یعنی اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر اور گواہ ہے۔ اس سے عظیم گواہی کسی کی نہیں وہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔

بیان شہادت کا لفظ قسم اور حلف کے مفہوم کو متضمن ہے یعنی میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ اس نے مجھے مخلوق کی طرف مبعوث کیا ہے کہ مخلوق کو اس قرآن سے آگاہ کروں گویا جس تک یہ قرآن پاک پہنچ گیا ہے میں اس کے لئے نذیر ہوں۔ **ومن یکفر به من الاحزاب فالنار موعده (۱۷/۱۱)**

"اور ان کافر فرقوں میں سے جو کوئی اس قرآن یا پیامبر کو نہ مانے تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔"

الغرض قرآن پاک الوہیت باری تعالیٰ' ملائکہ' عرش' ارض و سماء اور اس کے مابین ہر چیز کے متعلق علم و آگہی سے بہرہ ور کرتا ہے (۱۷/۸۹) "اور ہم نے اس قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں۔" (۱۷/۸۹) "اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے سمجھانے کے لئے بیان کرتے ہیں اور اسے اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔ (۲۹/۴۳)

قرآن پاک گذشتہ واقعات کا صحیح حامل اور اہل کتاب کی ساری کتب کا شاہد عدل مزید بر آں وہ ایک امی اور ناخواندہ نبی پر نازل ہوا ہے جو فن کتابت سے یکسر مستغنی اور علم تاریخ سے بالکل بے نیاز تھے۔ الغرض قرآن پاک بہترین اور اعلیٰ علوم پر مشتمل ہے جس میں گذشتہ قوموں اور نبیوں کا تذکرہ ہے اور ان کے حالات اور سوانح حیات کا مرقع ہے' مسلمانوں کی سرفرازی اور کافروں کی ذلت و تباہی کا آئینہ ہے۔ ایسا شائستہ اور سلیس کہ انسان کا مبلغ علم اس کے سامنے ہیچ ہے۔ ایک ہی واقعہ مختلف پیرائے سے بیان ہے' گاہے مختصر گاہے طویل اور طرز بیان نہایت سلیس و شیریں اور شگفتہ گویا پڑھنے اور سننے والا واقعہ کا چشم دید گواہ اور عینی شاہد ہے۔

وما کنت بجانب الطور اذ نادینا ولکن رحمة من ربک (۲۸/۴٦)

"اور نہ تم اس وقت جب کہ ہم نے موسیٰ کو آواز دی طور کے کنارے تھے بلکہ تمہارا مبعوث کرنا تمہارے پروردگار کی رحمت ہے۔"

وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلا مھم ایھم یکفل مریم (۳/۴۴)

"اور جب وہ لوگ اپنے قلم بطور قرعہ ڈال رہے تھے کہ مریم کا کفیل کون بنے تو تم انکے پاس نہیں تھے۔"

وما کنت لدیھم اذ اجمعوا امرھم وھم یمکرون (۱۲/۱۱۱)

"اور جب برادران یوسف نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے تو تم ان کے پاس نہ تھے ان کے قصہ میں عقل مندوں کے لئے عبرت ہے' یہ قرآن ایسی بات نہیں ہے جو اپنے دل سے بنائی گئی ہو" (۱۲/۱۱۱) "اور کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے' کیا

ان کے پاس پہلی کتابوں کی نشانی نہیں آئی۔"

قل ارائیتم ان کان من عند اللّٰہ ثم کفرتم بہ من اضل ممن ھو فی شقاق بعید سنریھم آیاتنا فی الافاق وفی انفھم حتی یتبین لھم انہ الحق (۴۱/۵۲) "کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہو پھر تم اس سے انکار کرو تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو حق کی پرلے درجے کی مخالفت میں ہو۔ ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں بھی اور ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن حق ہے۔" اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ عنقریب ان کے گرد و پیش ایسے حالات رونما ہوں گے جن سے واضح ہو جائے گا کہ قرآن اور پیغمبر برحق تھے۔

اولم یکف بربک انہ علٰی کل شئی شھید (۴۱/۵۲) "کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبردار ہے اور ہر حال سے باخبر ہے اگر آپ (معاذ اللہ) افترا پرداز اور جھوٹے ہوتے تو آپؐ پر فوراً گرفت مضبوط کرلیتا۔"

قرآن پاک میں غیب کی باتیں اور پیش گوئیاں ہیں جو سب کی سب بلا کم و کاست حرف بحرف پوری اتریں۔ مثلاً **وآخرین یقاتلون فی سبیل اللّٰہ** (۷۳/۲۰) "اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے" یہ سورت مزمل مکی زندگی کے آغاز اور ابتدائی دور میں نازل ہوئی اور یہ پیش گوئی مدنی زندگی میں ظہور پذیر ہوئی۔ اسی طرح **سیھزم الجمع ویولون الدبر** (۵۴/۴۰)

"عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر جائیں گے۔" یہ سورت قمر جو مکی ہے اس کی یہ پیش گوئی کچھ عرصہ بعد بدر اور دیگر غزوات میں لفظ بلفظ صحیح ثابت ہوئی۔ آئندہ یہ بتفصیل بیان ہو گا۔ قرآن پاک عدل و انصاف پر مبنی احکام و مسائل کا عمدہ ذخیرہ ہے جس کے بارے میں فہم انسانی اور عقل سلیم کا قطعی فیصلہ ہے کہ یہ سراسر حکمت و دانائی پر مشتمل ہے اور رحیم و کریم کا اتارا ہوا ہے جو عیاں و پنہاں کو خوب جانتا ہے۔

تمت کلمات ربک صدقا وعدلا (۶/۱۱۶)

"تیرے رب کی باتیں حق و صداقت اور امر و نہی' عدل و نصفت کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔"

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق (۹/۳۳)

"اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث کیا ہے۔ علم نافع اور عمل صالح سے آراستہ کیا ہے۔" حضرت علیؓ نے کمیل بن زیاد کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا "قرآن پاک گذشتہ اقوام کا آئینہ دار ہے حالات حاضرہ کا حل ہے اور آئندہ کے حوادثات کی پیش گوئی ہے۔"

اعجاز قرآن : قرآن پاک بوجوہ معجزہ ہے۔ فصاحت و بلاغت کی حیثیت سے بدیع اور انوکھے نظم و نسق کی وجہ سے' عجیب اور نرالے فقروں کے لحاظ سے' جدید طرز بیان اور پسندیدہ اسلوب کی بدولت' اظہار غیب اور پیش گوئی کی وجہ سے احکام و مسائل اور قوانین و تعزیرات کے لحاظ سے۔ قرآن پاک کی فصاحت و شائستگی' الفاظ کی شیرینی اور کلام کے معجزانہ نظم و نسق کے تحدی اور چیلنج کے مخاطب فصحائے عرب ہیں۔

علاوہ ازیں دیگر وجوہ اعجاز از قسم احکام و معانی اور قوانین و تعزیرات کا چیلنج سارے جہاں اور اقوام عالم کو ہے۔

مغالطہ : بعض متکلمین کے نزدیک وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار کے باوصف چیلنج قبول کرنے سے باز رکھایا ان کی قوت گویائی کو سلب کرلیا اور ان کی زبانیں گنگ کردیں۔

یہ بات یکسر غلط اور باطل ہے اور قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ کی پیداوار ہے اور حقیقت امر کے خلاف ہے۔ بلکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حسب مشیت و ارادہ اس کا صدور ہوا۔ تمام کائنات اس کے مثل کلام کرنے اور قرآن پاک کا معارضہ کرنے سے قاصر و درماندہ ہے' بلکہ انبیاء علیہم السلام جو فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ اور ہمہ پہلو کامل ترین انسان ہوتے ہیں' بھی کلام اللہ کے مقابلے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ان کا اسلوب بیان اور طرز گفتار کلام اللہ کے بدیع بیان اور عجیب طرز کلام کے ہمسر نہیں ہوتا۔

اسی طرح نبی علیہ السلام کی فصاحت و بلاغت کا کوئی صحابی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا اور صحابہ کرام کا اسلوب بیان' تابعین کے طرز کلام سے بلند و بالا ہے۔ اور اسی طرح سلف صالحین کا کلام و بیان متاخرین کے طرز گفتار سے فائق ہوتا ہے۔ جیسے کہ عہد جاہلیت کے شعراء کا کلام بعد کے شعراء اور مولدین سے فصیح و بلیغ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ رسول اللہؐ سے بیان کرتے ہیں "ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزات عطا فرمائے کہ ان کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے۔ مجھے قرآن کا معجزہ عطا ہوا ہے' مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز میرے تابعداروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ (بخاری' مسلم' مسند احمد)

یعنی ہر نبی کو اس کے حسب حال اور بہ تقاضائے وقت معجزات عطا کئے گئے۔ بعض لوگ ان کی تصدیق و تائید کرکے سرخرو اور بامراد ہوئے اور بعض ان کی تکذیب و تردید کرکے رو سیاہ اور نامراد ہوئے۔ اور ان کے یہ معجزات وقتی اور عارضی تھے جو ختم ہو گئے' اب صرف ان کی یاد باقی ہے۔ باقی رہا قرآن مجید تو یہ ایک ابدی و دائمی اور سرمدی معجزہ ہے گویا کہ سامع آنحضور کی زبان مبارک سے سن رہا ہے اور یہ تاقیامت باقی رہے گا اور نئے نئے اشخاص کو اپنی معجزانہ کشش اور تاثیر سے متاثر اور مسحور کرتا رہے گا۔ اور اس تاثیر اور کشش کی بدولت رسول اللہ ﷺ کے تابعداروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا۔

رسول اللہؐ کی ہر ادا معجزہ ہے : آنحضور ﷺ کا حسن اخلاق' عادات و خصال اور جملہ گفتار و کردار معجزہ ہیں۔ غرضیکہ آپ کی کتاب زندگی کا ہر نقش اعجاز کا حامل ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی معرکہ آرا کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" ج ۴ ص ۸۰' پر ایک عمدہ اور قابل قدر بحث رقم فرمائی' وہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت : آپ کا اخلاق اور اقوال و افعال بھی آپ کا معجزہ ہیں۔ آپ کی شریعت بھی آپ کا ایک مستقل معجزہ ہے اور آپ کی امت کا علم اور ان کی دینداری اور زندگی بھی آپ کا ایک معجزہ ہے اور آپ کی امت کے صالحین کی کرامات بھی آپ کا ایک معجزہ ہے۔ آپ کی ولادت سے بعثت تک اور بعثت سے وفات تک پوری سیرت کے مطالعہ سے اور آپ کے وطن مالوف اور حسب و نسب میں غور و فکر

سے بالکل واضح ہے کہ آپ کی ذات (معجزہ ہے) اور ساری کائنات سے افضل ہے۔ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ آپ ابو الانبیا حضرت ابراہیمؑ کے خاندان سے ہیں جن کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت سے نوازا اور ہر نبی آل ابراہیمؑ میں سے آیا۔ اسماعیلؑ اور اسحاقؑ آپ کے دو فرزند ارجمند ہیں جن کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔

تورات میں ذریت اسماعیل کے مناقب و محاسن بیان ہوئے ہیں ان کا مصداق ماسوائے محمد ﷺ کے کوئی نہیں۔ نیز حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے کہ ذریت اسماعیلؑ سے رسول مبعوث فرما۔ آل ابراہیمؑ سے معزز و محترم قریش ہیں اور قریش میں سے بنی ہاشم قبیلہ اور بنی ہاشم میں سے رسول اللہ ﷺ کا انتخاب عمل میں آیا۔ آنحضور ﷺ کا مولد و منشا مکہ اور ام القریٰ ہے۔ جہاں بیت اللہ ہے جس کے معمار ابراہیمؑ ہیں جو حج کے داعی ہیں۔ عہد ابراہیم سے آج تک حج قائم اور جاری ہے اور ساری کتب میں مذکور ہے۔ تمام جہان سے آپ کی تربیت و پرورش اعلیٰ اور عمدہ تھی اور نشوونما بھی نرالی تھی۔ آپ کے اقوال و افعال اور اخلاق معیوب نہ تھے۔ آپ جھوٹ' ظلم و تعدی اور فحش گوئی سے مبرا اور پاک تھے۔ راست گوئی اور نیکی میں آپ مسلم اور ضرب المثل تھے۔ عدل و انصاف کے پیکر اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ تھے' اپنے اور بیگانے مسلم اور کافر آپ کی بلند اخلاقی اور عالی ظرفی کے قائل تھے' شکل و صورت میں آپ سب سے اعلیٰ تھے' حسن و جمال آپ کے کمال کے مظہر تھے۔ جاہل اور ناخواندہ قوم کے ایک فرد تھے۔ تورات' انجیل' علم اور علمی مجالس سے بے خبر تھے۔

چالیس سالہ بے داغ زندگی کے بعد آپ نے نبوت و رسالت کا اعلان کیا اور بے مثال کلام پیش کیا' ایسی علم و آگہی کا آغاز کیا جو سب سے نرالی اور انوکھی تھی۔ ازل سے نبیوں کے پیروکار' کمزور اور ناتوان انسان' نے آپ کی تصدیق کی' شریر اور رئیس آپ کی دل آزاری کے درپے تھے' صحابہؓ اور آپ کی ہلاکت کے ہر طرح سے کوشاں تھے' جیسے کہ گزشتہ نبیوں کے ساتھ ان کے مخالفین کا وطیرہ تھا۔ آپ کے تابعدار اور پیروکار کسی قسم کے خوف و خطرے اور خواہش و لالچ سے بے نیاز تھے۔ ان کو آپ سے کسی مال کا طمع تھا نہ منصب کا۔ بلکہ بہ ظاہر شان و شوکت اور دولت و حشمت کے قابض کفار تھے۔ جو صحابہ اور آپ کے درپے آزار تھے۔ مگر یہ رنج اور آزار ان کو بیزار اور دل برداشتہ نہ کر سکا اور ان کے ایمان کی حلاوت کو مکدر نہ کر سکا۔

حضرت ابراہیمؑ کے عہد سے ہی لوگ بیت اللہ کا حج کیا کرتے تھے اور موسم حج میں عرب قبائل جمع ہوا کرتے تھے۔ آپ ان کے سامنے توحید کی دعوت اور رسالت کا پیغام پیش کرتے تھے اور ہر قسم کی تکلیف اور مخالفت برداشت کرتے تھے۔ حسن اتفاق سے آپ کی ملاقات یثرب (مدینہ منورہ) کے باشندوں سے ہوئی جو یہود کے ہمسایہ تھے اور ان سے ایک نبی کی آمد کے بارے سنتے رہتے تھے۔ جب آپ نے ان کو دعوت پیش کی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ وہی نبی منتظر ہیں جن کا چرچا یہود کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کی تعلیمات سے متاثر ہوئے اور آپ کی قدر و منزلت کے معترف ہوئے کہ اتنے قلیل عرصہ میں آپ کی دعوت کا دائرہ اس قدر

وسیع ہو گیا ہے پھر انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کی بیعت کی کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ میں آباد ہوں گے۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہؓ سمیت مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں مہاجر اور انصار سب مقیم اور آباد تھے' دنیاوی مال و متاع اور منصب کے طمع سے پاک تھے ماسوائے چند انصار کے جن میں سے بعض کو پھر اخلاص نصیب ہوا۔

بعد ازاں آپ کو جنگ و جہاد کا اذن ہوا' آپ اشاعت اسلام کی خاطر برابر جہاد کرتے رہے اور اس کے اصول و قواعد کے پابند رہے' کذب بیانی' غداری اور بے وفائی کے داغ سے پاک رہے اور ہر حال میں اعلیٰ اخلاق ایفائے عہد اور عمدہ اصول پر قائم رہے۔ اسلام کی دعوت تمام سرزمین عرب پر چھا گئی جو اس سے پیشتر بتوں کی پرستش' کاہنوں کی اطلاعات' خالق کے انکار اور مخلوق کی اطاعت' خونریزی اور قطع رحمی سے معمور تھی نہ کسی کو آخرت کا علم تھا نہ زندگی بھر موت کا ہوش' یہ جاہل و کندۂ ناتراش آپ کی تعلیم کے فیض سے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم' سب سے بڑے دیندار' سب سے بڑے عابد اور سب سے بڑے فاضل بن گئے' عیسائیوں نے ان صحابہ کرام کو جب شام میں دیکھا تو انہوں نے کہا کہ سچی بات یہ ہے کہ مسیح کے حواری ان لوگوں سے افضل نہ تھے' یہ ان کے علم اور عمل کی یادگاریں ہیں جو تمام دنیا میں روشن درخشاں ہیں' ان کے مقابلہ میں دوسری قوموں کی یادگاریں اور آثار دیکھو۔ اہل عقل کو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔

بایں ہمہ سروری و پیشوائی اور صحابہ کی جان نثاری اور فدائیت کے' آپ نے پسماندگان کے لئے درہم و دینار' مال مویشی کوئی ترکہ نہیں چھوڑا' ماسوائے ایک خچر اور سامان حرب کے طرح یہ کہ آپ کی زرہ تیس وسق جو کے عوض ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ آپ کے زیر تصرف کچھ رقبہ تھا جس کی پیداوار سے اہل خانہ کا خرچہ چلتا تھا۔ اور باقی ماندہ حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس رقبہ کے بارے میں وصیت فرمائی کہ وارثان بازگشت اس میں حصہ دار نہ ہوں گے وہ صدقہ شمار ہو گا۔

ہمہ وقت آپ معجزات و عجائبات کا مظہر تھے۔ ماضی اور مستقبل کے واقعات سے آگاہ کرتے تھے۔ نیکی کی تلقین کرتے اور برائی سے منع کرتے' پاکیزہ اشیاء کے استعمال کو حلال قرار دیتے اور ناپاک کو حرام کرتے اور حسب ضرورت شرعی احکام نافذ فرماتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین محمدی کی تکمیل کا اعلان کر دیا اور آپ کی شریعت مکمل ترین شریعت ہے' کوئی ایسی معقول اور بھلی بات نہیں جو عقلی طور پر معقول و مستحسن ہو اور آپ نے حکم نہ دیا ہو اور کوئی ایسی نامناسب اور قبیح بات نہیں جس کو عقل نامناسب اور قبیح سمجھتی ہو اور آپ نے اس سے نہ روکا ہو۔ آپ نے کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا جس کے متعلق آج یہ کہنے کا موقع ہو کہ کاش آپ اس کا حکم نہ دیتے اور نہ کسی ایسی چیز کی ممانعت کی کہ آج یہ کہا جا سکے کہ کاش آپ اس کی ممانعت نہ کرتے۔ آپ نے تمام پاکیزہ صاف ستھری چیزوں کو حلال کیا اور ان میں سے کسی چیز کو حرام نہیں کیا' جیسا کہ بعض شریعتوں میں حرام کیا گیا تھا اور تمام ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام کیا' ان میں سے کسی چیز کو حلال نہیں کیا جیسے کہ بعض شریعتوں میں حلال ہوئیں۔ دنیا کی تمام قوموں کے پاس جتنی خوبیاں اور محاسن

ہیں اس شریعت میں وہ سب جمع ہیں' تورات و انجیل و زبور میں اس کے فرشتوں اور یوم آخرت کے متعلق جو اطلاعات ہیں وہ مکمل ترین طریقہ پر قرآن میں اور آپ کی شریعت میں آگئی ہیں۔ اور کچھ ایسی چیزوں کی بھی اطلاع دی گئی ہے جن کا ان کتابوں میں تذکرہ نہیں' ان کتابوں میں عدل کی ضرورت' صحیح فیصلہ' فضائل کی دعوت اور حسنات کی جو کچھ ترغیب آئی ہے وہ رسول اللہ ﷺ لائے اور اس پر اضافہ کیا اگر کوئی عقلمند ان عبادات کے بارے میں غور کرے گا تو اسلامی عبادات کی برتری اور فوقیت ظاہر ہو گی' یہی حال تمام حدود و احکام اور شریعت کے مسائل و قوانین کا ہے۔

آپ کی امت ہر فضیلت میں تمام امتوں سے زیادہ مکمل ہے' اگر تمام دنیا کی قوموں کے علم کا ان کے علم سے مقابلہ کیا جائے تو ان کے علم کی برتری ثابت ہو گی' اگر ان کے دین و عبادات اور طاعت الٰہی کو ان کے دین و عبادت و طاعت الٰہی کے مقابلہ میں لایا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے زیادہ دیندار ہیں' اگر شجاعت و جہاد فی سبیل اللہ' اللہ کے راستہ میں صبر علی المکارہ اور جفاکشی کو دیکھا جائے تو ان کا پلہ بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگر سخاوت و انفاق اور فراخ دلی اور بلند حوصلگی کو دیکھا جائے تو ان ہی میں زیادہ سخاوت و کرم نظر آتا ہے۔ یہ تمام فضائل و مکارم اخلاق ان مسلمانوں کو آپ ہی سے حاصل ہوئے اور آپ ہی کی ذات سے انہوں نے اخذ کئے اور آپ ہی نے ان کو ان کا حکم دیا آپ کی بعثت و نبوت سے پہلے وہ کسی کتاب کے پیرو نہ تھے۔ جس کی آپ نے تکمیل فرمائی ہوتی جیسے کہ حضرت مسیحؑ تورات کی شریعت کی تکمیل کے لیے تشریف لائے تو حضرت مسیحؑ کے پیروؤں کے فضائل و علوم کچھ تورات سے ماخوذ تھے' کچھ زبور سے' کچھ اور تعلیمات انبیاء سے اور کچھ حضرت مسیحؑ سے اور کچھ حصہ حواریوں کے بعد بعض دوسری تعلیموں اور فلاسفہ وغیرہ کے کلام سے ماخوذ۔ لیکن امت محمدی میں آپ سے پہلے نہ کسی کتاب کا وجود تھا اور نہ کسی نبی کی تعلیم تھی' بلکہ ان میں سے اکثر تو موسیٰؑ' عیسیٰؑ اور داؤدؑ اور تورات اور زبور پر بھی آپ ہی کے ذریعہ سے ایمان لائے آپ ہی نے ان کو تمام انبیاء پر ایمان لانے اور تمام کتب منزلہ کے اقرار کا حکم دیا اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان تفریق کرنے کی ممانعت کی۔

قولوا امنا باللّٰه وما انزل الٰی ابراهیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون (۲/۱۳۶)

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا ہے اور جو ابراہیم' اسماعیل' اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد (علیہم السلام) پر اتارا گیا۔ اور جو موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔

سب نے اللہ کو اور اسکے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اسکے رسولوں کو مان لیا ہے۔ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے (کہ ایک کو مانا دوسرے کو نہ مانا) (۲/۲۸۵)

امت محمدیہ کسی جدت کی روادار ہے اور نہ کسی بدعت کی قائل ہے اور نہ نئی ایجاد کی خوگر بلکہ صرف

انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے عبرت آموز۔ اہل کتاب کی تعلیمات جو مسلمانوں کے موافق ہوں اس کی تصدیق کرتے ہیں اور جو مشکوک ہوں اس سے خاموش رہتے ہیں اور جو باطل ہو اس کی تردید کرتے ہیں اور اسلام میں کسی قسم کے اضافے اور ایجاد کو ایجاد اور بدعت قرار دیتے ہیں۔ یہی وہ دین ہے جس پر جلیل القدر صحابہ' تابعین عظام اور ائمہ کرام گامزن تھے اور جو اس جادۂ مستقیم سے بھٹک گیا وہ ذلیل و خوار ہوا' یہی اہلسنّت والجماعت کا مسلک ہے جو تاقیامت غالب و فائق رہے گا جس کی رسول اللہؐ نے پیش گوئی فرمائی کہ "امت محمدیہ کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا تاقیامت ان کا مخالف اور دشمن ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

انبیاء کی دعوت توحید پر اتفاق کے باوصف بعض مسلمانوں میں اختلاف و تنازعہ پیدا ہوتا ہے۔ ان میں جو فرقہ دعوت انبیاء اور توحید کا مخالف ہو وہ ملحد اور بے دین ہوتا ہے۔ مسلمان عیسائیوں کی طرح بدعات و خرافات کے حامی نہیں جنھوں نے جدت اور بدعت ایجاد کی اور اکابر نے ان کی حمائت کی شاہان وقت نے ان کی خاطر جنگ و جدال کیا اور عیسائیوں کی اکثریت نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا یہ موجودہ عیسائیت بدعت و جدت کا ملغوبہ اور پلندہ ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ کا دین ہے نہ سابقہ انبیاء کی تعلیم' اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کو علم نافع اور عمل صالح عطا فرما کر مبعوث کیا' جس نے ان کی اطاعت و اتباع کی' اسے کونین کی سروری عطا ہوئی' بدعات و خرافات کا مرتکب وہی ہوتا ہے جو انبیاءؑ کی تعلیمات میں کوتاہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد کریم ﷺ کو سچا دین اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا اور امت محمدیہ نے اس ہدایت اور دین حق کو آپ سے اخذ کیا' چنانچہ ہر علم نافع اور عمل صالح امت مسلمہ کا ورثہ اور حق ہے۔ اور یہ حقیقت عیاں ہے کہ متعلم کا ہر کمال و عروج اور ارتقا معلم اور استاد کا مرہون منت ہوتا ہے تو واضح ہوا کہ آنحضور ﷺ علمی اور دینی سماجی اور اقتصادی ہمہ پہلو کامل ترین انسان تھے۔

آنحضور ﷺ کے فضائل و شمائل سے یہ بداہتہ" آشکارا ہوتا ہے" کہ آپ عالمگیر رسالت کے اعلان

یایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا (۱۰۸/۷)

میں بالکل صادق اور حق گو ہیں مفتری اور کاذب نہیں ہیں۔ کیونکہ رسول ہونے کا اعلان اور دعویٰ صرف بہترین بشر اور کامل ترین انسان یا بد طینت اور بدترین انسان سے بھی ممکن ہے کہ وہ مکار اور دروغ گو ہے۔ آپ کے ستودہ صفات اور حمیدہ خصال اور مذکور بالا کمالات و فضائل سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آنحضور ﷺ کو شرارت' خباثت اور جہالت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ تو واضح ہوا کہ آپ دین اور علم و عمل کے انتہائے عروج و کمال پر فائز تھے اور عالمگیر رسالت کے اعلان میں سچے اور راست گو تھے۔ کیونکہ جھوٹا شخص یا تو دانستہ جھوٹ بولتا ہے یا سہواً' دانستہ جھوٹ بکنے والا ظالم اور غاوی ہوگا۔ سہواً جھوٹ بولنے والا جاہل اور گمراہ ہوگا۔ علمی عروج کے باعث سہواً اور دینی کمالات کی بدولت ارادۃ" جھوٹ بولنا محال ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ضلالت "یعنی جہالت کے سبب بھٹک جانے سے" اور غوایت (یعنی عمداً راہ راست سے بھٹک جانے) سے پاک رکھا ہے۔

ماضل صاحبکم وما غوی (۲/۵۳) "تمہارا ساتھی نہ تو بہکا ہے نہ بھٹکا۔"
وما صاحبکم بمجنون (۸۱/۲۲) "اور نہ دیوانہ ہے۔"
پھر حضرت جبرائیلؑ سفارت کار فرشتہ کو کریم' مطاع اور امین ایسے معزز القاب سے نواز کر فرمایا کہ "یہ پیغام راندے ہوئے شیطان کا قول نہیں' بلکہ ایک معزز اور کریم رسول کا قول ہے جو رب العالمین کا اتارا ہوا ہے اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے" (۲۶/۱۹۱-۳)
"قرآن کو شیطان لے کر نہیں اترتے اور نہ ان کا یہ کام ہے اور نہ وہ اسے کر سکتے ہیں" (۲۶/۲۱۱) "کیا میں تمہیں بتاؤں شیطان کس پر اترتے ہیں ہر جھوٹے گناہ گار پر اترتے ہیں وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور اکثر ان میں سے جھوٹے ہوتے ہیں" (۲۶/۲۲۳)
یعنی شیطان شریر اور مفسد لوگوں کے پاس آتے ہیں شرارت کی اشاعت اور دروغ کے فروغ کی خاطر۔ بنابریں دینی مسائل میں سہو و نسیان شیطان کی جانب سے ہوتا ہے جیسا کہ ایک سوال کے جواب میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کہا تھا۔ یہ میری رائے ہے درست اور حق بجانب ہو تو یہ توفیق الٰہی سے ہے' غلط ہو تو یہ میری اور شیطان کی غلط کاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے بیزار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہر حال میں شیطان کی دسترس سے بالا ہوتا ہے۔ بخلاف عامی مسلمان اور امتی کے وہ خطاکار ہوتا ہے گو اس کی خطا معاف ہو جائے۔ واضح ہوا کہ شیطان کی نبی علیہ السلام کے پاس آمدورفت نہیں۔ ان کے پاس تو فرشتہ پیغام لاتا ہے اور (۲۹/۴۰) میں ہے' "اور یہ فرشتہ عالی مقام کا پیغام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ لیکن تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کا قول ہے مگر تم بہت ہی کم غور کرتے ہو وہ پروردگار عالم کا نازل کیا ہوا ہے۔"
چاند کا دو ٹکڑے ہونا : اقتربت الساعة وانشق القمر "قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا۔"
اہل علم اور ائمہ اسلام سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چاند کا شق ہونا رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں رونما ہوا' اس سلسلہ میں متعدد احادیث کئی ایک اسناد سے مروی ہیں جو یقین اور قطعی علم کا موجب ہیں۔ مسند احمد اور صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے آپ سے معجزے کا مطالبہ کیا تو آپ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا اور دو ٹکڑوں کے درمیان کوہ حرا نظر آیا۔ مسند احمد ابن جریر اور بیہقی میں جبیر بن مطعمؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہوا' ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پر۔ یہ منظر دیکھ کر کفار نے کہا محمدؐ نے ہم پر جادو کر دیا ہے تو بعض نے کہا اگر ہم پر جادو کر دیا ہے تو سب پر جادو نہیں کر سکتے۔
ابن جریر ابو عبدالرحمٰن سلمٰی سے بیان کرتے ہیں کہ ہم مدائن سے ایک فرسخ کی مسافت پر تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ چنانچہ میں اپنے والد کے ہمراہ نماز جمعہ میں حاضر ہوا۔ حضرت حذیفہؓ بن یمان نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا **اقتربت الساعة وانشق القمر** سنو! قیامت قریب آچکی ہے اور شق قمر کا معجزہ ظاہر ہو چکا ہے۔ اور کرو! دنیا ختم ہوا چاہتی ہے' آج گھوڑ دوڑ کا میدان ہے اور کل کو مسابقت کا نتیجہ ظاہر ہو گا۔

میں نے عرض کیا اباجی! کیا لوگ دوڑیں گے تو اباجی نے کہا بیٹا! تو' تو نرا جاہل ہے' یہ اعمال و کردار کی دوڑ ہے۔ دوسرا جمعہ آیا تو اس میں بھی حضرت حذیفہ نے یہ واقعہ دہرایا۔

دلائل النبوۃ میں ابو زرعہ رازی نے متعدد طرق سے یہ روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ چاند رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دو ٹکڑے ہوا۔

الا ان الیوم المضمار۔ وغدا السباق الا وان الغایۃ النار والسابق من سبق الی الجنۃ۔

مسلم اور بخاری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں چاند شق ہوا' دوسری روایت میں ہے کہ شق قمر کا معجزہ قبل از ہجرت نمودار ہوا۔

طبرانی (احمد بن عمرو بزار' محمد بن یحییٰ قطیعی' محمد بن بکر' ابن جریج' عمرو بن دینار' عکرمہ) حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند گرہن لگا تو کفار نے کہا چاند پر جادو چل گیا ہے تو **اقتربت الساعۃ وانشق القمر** آیات نازل ہوئیں۔ یہ سند غریب ہے۔ ممکن ہے شق قمر کے وقت گرہن بھی لگا ہو۔ اس سے واضح ہوا شق قمر چاندنی راتوں میں واقع ہوا' واللہ اعلم۔

سنن بیہقی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس جانب اور دوسرا پہاڑ کے عقب میں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدایا! گواہ رہ **اللّٰھم اشھد (رواہ مسلم و الترمذی و قال الترمذی حسن صحیح)**

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوا اور لوگوں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! گواہ رہو۔ امام بخاری نے ایک معلق روایت بیان کی ہے جو ابوداؤد طیالسی نے مسند میں (ابو عوانہ' مغیرہ' ابی الضحیٰ' مسروق) حضرت عبداللہ بن مسعود سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا تو کفار نے کہا یہ ابن ابی کبشہ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کا جادو ہے۔ تو باقی لوگوں نے کہا محمد ﷺ تمام دنیا پر جادو نہیں کر سکتے دیگر مقامات سے مسافروں کو آنے دو' دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ مختلف سمت سے مسافر آئے تو سب نے اس بات کی تصدیق کی۔

سنن بیہقی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا تو قریشی کافروں نے کہا یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔ مسافروں سے پوچھو اگر انہوں نے بھی یہ مشاہدہ کیا ہو تو محمد سچا ہے اگر انہوں نے دیکھا نہ ہو تو یہ نرا جادو ہے۔ چنانچہ ہر سمت سے آنے والے مسافروں سے دریافت ہوا تو انہوں نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھنے کا اقرار کیا اور اس وقت سورۃ قمر ۵۴ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند شق ہوا' میں نے چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان سے پہاڑ دیکھا۔

ابن جریر نے ابن سیرین سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ چاند کے شق ہونے کا معجزہ واقع ہو چکا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابن مسعودؓ کا بیان ہے جو سورت دخان کی تفسیر کے ذیل میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پانچ معجزات واقع ہو چکے ہیں۔ (۱) غلبہ روم (۲) لزام یعنی مکی زندگی میں

خشک سالی کا دور (۳) بطشہ جنگ بدر (۴) دخان یعنی بھوک کی شدت سے دھواں نظر آنا (۵) چاند کا پھٹنا۔ دلائل النبوۃ میں ابو زرعہ رازی نے ابن بکر سے نقل کیا ہے کہ شق قمر کا معجزہ مکہ میں قبل از ہجرت رونما ہوا تو مشرکین نے کہا چاند پر بھی ابن ابی کبشہ کا جادو چل گیا ہے شق قمر کا واقعہ قرآن پاک میں بصراحت مذکور ہے' علاوہ ازیں متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے دیگر اس کی شہرت اور تواتر کی بنا پر چنداں اسناد کی بھی ضرورت نہیں۔

موضوع روایت : اور بعض واعظ جو یہ بیان کرتے ہیں کہ چاند نبی علیہ السلام کے گریبان میں داخل ہو کر آستین سے خارج ہو گیا یہ بالکل بے اصل اور موضوع قصہ ہے۔ چاند جب دو ٹکڑے ہوا تو آسمان سے نیچے زمین پر نہیں آیا بلکہ آسمان پر ہی قائم رہا۔ ایک ٹکڑا کوہ حرا کے اس جانب تھا اور دوسرا اس کے پیچھے اور حراء ان کے درمیان سے نظر آیا۔ کفار مکہ نے یہ منظر دیکھ کر کہا ہماری نظر و نگاہ پر جادو چل گیا ہے۔ باہر سے آنے والے مسافروں سے دریافت کیا' انہوں نے تصدیق کی تو پھر ان کو اعتبار آیا۔

تنبیہہ : یہ اعتراض کہ روئے زمین کے دیگر ممالک میں یہ شق قمر کیوں معروف نہیں تو عرض ہے کہ اس کی نفی اور انکار کون کرتا ہے' عرصہ دراز گزر گیا اور طویل مدت بیت چکی ہے ممکن ہے ان کے علمی آثار و ذخائر ضائع ہو گئے ہوں۔ کفار اور منکرین نبوت' آیات الٰہی کے منکر تھے' غالب امکان ہے جب ان کو شق قمر کی اطلاع پہنچی ہو تو انہوں نے اسے چھپا لیا اور عمداً بھلا دیا ہو۔ علاوہ ازیں بیشتر سیاحوں کا بیان ہے کہ ہندوستان میں ایک عالی شان اور دیوہیکل عمارت ہے جس پر یہ تحریر کندہ ہے کہ شق قمر کی رات اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ نیز یہ معجزہ بوقت شب بہت رات گئے واقع ہوا بوجوہ اسے دیگر ممالک کے عوام نہ دیکھ سکے کہ آسمان ابر آلود ہو' اکثر لوگ محو خواب ہوں مختلف ممالک میں چاند کے طلوع اور غروب میں بھی خاصا فرق ہوتا ہے' علاوہ ازیں اور توجیہات بھی ہو سکتی ہیں' واللہ اعلم۔

سورج کے پلٹنے کی موضوع روایت : بہاء الدین القاسم بن المظفر بن تاج الامنا بن عساکر (ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عساکر نسابہ' ابو المظفر بن قشیری اور ابو القاسم المستملی' ابو عثمان البحر' ابو محمد عبداللہ بن محمد بن حسن' محمد بن احمد بن محبوب' بقول قشیری ابو العباس المحبوبی) سعید بن مسعود اور الحافظ ابو القاسم بن عساکر (حضرت ابو الفتح ماہانی' شجاع بن علی' ابو عبداللہ بن مندہ' عثمان بن احمد تنیسی) ابو امیہ محمد بن ابراہیم طرسوسی سے اور سعید بن مسعود اور ابو امیہ طرسوسی دونوں (عبیداللہ بن موسیٰ' فضیل بن مرزوق' ابراہیم بن حسن' فاطمہ بنت حسین) حضرت اسماء بنت عمیس سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک حضرت علیؓ کی آغوش میں تھا۔ حضرت علیؓ نماز عصر نہ پڑھ سکے اور سورج غروب ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا علی! نماز عصر پڑھ چکے ہو؟ عرض کیا جی نہیں' رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی' الٰہی! وہ تیری اور تیرے نبی کی طاعت میں تھا آفتاب واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء کا بیان ہے کہ میں نے سورج غروب ہوتے دیکھا اور پھر غروب کے بعد طلوع ہوتا دیکھا۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ : امام ابن جوزی نے اسے ابو عبداللہ بن مندہ کی سند سے موضوعات

میں درج کیا ہے۔ نیز یہ دوسری سند (ابو جعفر عقیلی' احمد بن داوٗد' عمار بن مطر' فضیل بن مرزوق) سے بیان کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے' دیگر سند میں شدید اضطراب اور الجھن ہے کہ سعید بن مسعود' عبیداللہ بن موسیٰ کی معرفت فضیل بن مرزوق سے بیان کرتے ہوئے فضیل کا استاد بجائے ابراہیم کے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار بتاتے ہیں اور عبدالرحمٰن کا استاذ علی بن حسن اور ان کی استاد فاطمہ بنت علی ۱۱۷ھ اور وہ اسماء سے بیان کرتی ہیں۔

نیز سابق سند میں احمد بن داوٗد بقول امام دار قطنی متروک اور کذاب ہے اور بقول ابن حبان حدیث وضع کرتا ہے اور عمار بن مطر بقول محدث عقیلی ثقہ لوگوں سے منکر روایات بیان کرتا ہے اور بقول ابن عدی متروک ہے اور فضیل بن مرزوق کو یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے (تاریخ عثمان دارمی عن یحییٰ ص ۱۹۱) اور بقول ابن حبان موضوع روایات بیان کرتا ہے اور ثقہ راویوں سے غلط روایات بیان کرتا ہے۔

ابن عساکر (ابو محمد' طاؤس' عاصم بن حسن' ابو عمرو بن مہدی' احمد بن محمد ابو العباس ابن عقدہ' احمد بن یحییٰ صوفی' عبدالرحمٰن بن شریک' شریک ابوہ) موسیٰ جہنی اور عروہ بن عبداللہ بن قشیر کہتے ہیں کہ میں فاطمہ بنت علیؓ کے پاس گیا جو بہت بوڑھی ہو چکی تھیں۔ ان کے گلے میں یاقوتی ہار اور ہاتھوں میں موٹے موٹے کنگن تھے۔ میں نے عرض کیا' اس عالم بزرگی میں یہ کیوں تو فرمایا "عورتوں کے لیے مردوں سے مشابہت ممنوع ہے" پھر انہوں نے مجھے حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے بتایا کہ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور ان پر وحی نازل ہو رہی تھی' آپ پر چادر ڈال دی۔ حضرت علی پاس رہے اور سورج غروب ہو گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے وحی سے فراغت کے بعد پوچھا علی! نماز پڑھ لی؟ تو عرض کیا جی نہیں تو آپ نے دعا فرمائی اور سورج واپس پلٹ آیا۔ حافظ ابن عساکر کہتے ہیں یہ حدیث منکر ہے اور اس میں کئی ایک راوی مجہول ہیں۔

امام ابن جوزی کی رائے : امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ابن شاہین م ۳۸۵ھ نے یہ حدیث ابو العباس بن عقدہ م ۳۳۳ھ سے بیان کی ہے اور اسے باطل کہا ہے اس میں متہم اور مشکوک راوی ابن عقدہ ہے جو رافضی ہے اور صحابہ کرامؓ کے معائب و مثالب بیان کرتا رہتا ہے۔ خطیب بغدادی (تاریخ بغداد ص ۱۴ ج ۵) علی بن محمد بن نصر کی معرفت حمزہ بن یوسف سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عقدہ براثا کی جامع مسجد میں صحابہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے معائب بیان کیا کرتا تھا۔ میں نے اسے ترک کر دیا اور بقول امام دار قطنی وہ بدترین انسان تھا۔

امام ابن عدی' ابوبکر بن ابوطالب سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عقدہ حدیث کا احترام نہیں کرتا تھا۔ حدیث کے نسخے وضع کر کے لوگوں کو اسے بیان کرنے کو کہتا تھا اور متعدد شیوخ سے کوفہ میں ہم اس کی دروغ گوئی بیان کر چکے ہیں۔

الذریۃ الطاہرہ' میں حافظ ابو بشر دولابی م ۳۱۰ھ (اسحاق بن یونس' سوید بن سعید' مطلب بن زیاد' ابراہیم بن حبان' عبداللہ بن حسن' فاطمہ بنت حسین) حضرت حسینؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک حضرت علیؓ کی آغوش میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اسی اثنا میں حضرت علیؓ کی نماز فوت ہو گئی'

محاکمہ : امام دار قطنی وغیرہ نے ابراہیم بن حبان کو متروک قرار دیا ہے اور الحافظ محمد بن ناصر بغدادی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔

ابن مردویہ (اپنی سند سے) حضرت ابوہریرہؓ سے حسب سابق متن بیان کرتے ہیں' بقول امام ابن جوزی' شعبہ نے داؤد کو ضعیف قرار دیا ہے نیز فرماتے ہیں کہ حدیث گھڑنے والے کی کس قدر عجیب غفلت ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کی فضیلت کو تو مدنظر رکھا مگر رد شمس کے بے فائدہ ہونے پر غور نہیں کیا' کیونکہ سورج غروب ہوتے ہی نماز قضا ہو گئی' سورج کے دوبارہ طلوع سے ادا نہ ہو گی اور صحیح حدیث میں ہے کہ سورج کی رفتار صرف یوشعؑ کے لئے رکی۔ سچ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی سند بھی ضعف اور قدرت و نکارت سے خالی نہیں' ایک میں متروک راوی ہے تو دوسری میں مجہول اور شیعہ ہے۔ ایسے مقام پر اس قدر ضعیف اور کمزور روایت ناقابل قبول ہوتی ہے کہ یہ ایک ایسا عجیب اور انوکھا واقعہ ہے جس کے راوی کثیر اور بے شمار ہونے چاہئیں۔ رد شمس اور سورج کے پلٹنے کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے پیش نظر انکار نہیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی دعا مستجاب کے مدنظر' کیونکہ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت یوشعؑ نے بیت المقدس کے محاصرہ کے دوران بروز جمعہ پچھلے پہر (وہ ہفتہ کے روز جنگ کو حرام سمجھتے تھے) سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر دعا کی' اے آفتاب! تو بھی اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان ہے اور میں بھی۔ خدایا! اس کی حرکت کو روک دے' چنانچہ حرکت رک گئی اور قبل از غروب اسے فتح کر لیا۔

غور کیجئے رسول اللہ ﷺ حضرت یوشع بن نونؑ سے بلند و برتر اور فائق ہیں بلکہ مطلقاً تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ لیکن ہم وہی حدیث بیان کرتے ہیں اور وہی بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہو اگر سورج پلٹنے کی روایت درست ثابت ہو جائے تو ہم سب سے پہلے اس کی تصدیق کریں گے اور اس کی صحت کے قائل ہوں گے۔

سوال اور جواب : اثبات امامتہ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ میں حافظ ابوبکر محمد بن حاتم بن زنجویہ بخاری بیان کرتے ہیں اگر کوئی رافضی اعتراض کرے کہ روایت رد شمس حضرت علیؓ کی خلافت و امامت پر ایک عظیم دلیل ہے تو عرض ہے کہ یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو ہم یہود و نصاریٰ کے سامنے اتمام حجت کی خاطر' امت محمدیہ کی فضیلت و کرامت کے طور پر یہ حدیث پیش کریں لیکن صد افسوس! کہ یہ حدیث موضوع اور بالکل بے بنیاد ہے اور روافض کی خانہ ساز ہے۔ آفتاب غروب کے بعد ظاہر ہوتا تو سب مسلم اور کافر اسے دیکھتے اور بہ تفصیل بیان کرتے۔ دیگر حضرت علیؓ کی نماز عصر کی خاطر تو سورج پلٹا دیا گیا مگر غزوہ خندق میں رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہؓ کی جن میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے نماز ظہر' عصر اور مغرب قضا ہو گئی اور سورج نہیں لوٹایا گیا۔

نیز غزوہ خیبر سے واپسی کے دوران ایک بار صبح کی نماز قضا ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کو سورج چڑھے جاگ آئی تو رات نہیں لوٹائی گئی اگر دن اور رات کا لوٹانا فضیلت کا موجب ہوتا تو لامحالہ رسول اللہ

ﷺ اس فضیلت کے سب سے لائق اور مستحق تھے۔

ابراہیم بن یعقوب جوزجانی ۲۵۹ھ نے محمد بن عبید طنافسی ۲۰۳ھ سے دریافت کیا کہ نماز عصر کی خاطر حضرت علیؓ کے لئے سورج کے لوٹانے اور دوبارہ طلوع کے قائل کے بارے آپکی کیا رائے ہے؟ تو طنافسی نے کہا یہ کاذب اور جھوٹا ہے اور -علی طنافسی ۲۰۹ھ سے دریافت کیا کہ ہمارے ہاں ایسے لوگ ہیں جو حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کا وصی اور جانشین تصور کرتے ہیں اور ان کی خاطر سورج کے پلٹنے کے قائل ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ سب داستان دروغ بے فروغ ہے۔

تصحیح رد الشمس وترغیم النواصب الشمس : (۱) مصنفہ ابو القاسم عبیداللہ بن عبداللہ حسکانی (احمد بن صالح مصری' احمد بن ولید انطاکی' حسن بن داؤد' محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک ثقہ' محمد بن موسیٰ فطری ثقہ' عون بن محمد حنفیہ' والدہ ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب) حضرت اسماء بنت عمیس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے علاقہ صہباء میں ظہر کی نماز پڑھائی بعد میں حضرت علیؓ کو کسی ضرورت کیلئے روانہ کر دیا۔ وہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ کی آغوش میں سر رکھا اور سورج کے غروب تک وہیں لیٹے رہے' پھر بیداری کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی' الٰہی! تیرا بندہ علیؓ نبی کی خدمت میں مصروف تھا (اس کی نماز قضا ہو گئی ہے) سورج کو لوٹا دے۔ بقول حضرت اسماءؓ سورج پلٹا اور وادی کے پہاڑ روشن ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے وضو کر کے نماز پڑھی پھر سورج غروب ہوا۔

رواۃ : عون اور اس کی والدہ ام جعفر کے حافظہ و یادداشت اور عدالت کے بارے کچھ معلوم نہیں جس کے باعث ان کی ایسی اہم روایت قبول کی جائے جو نہ صحابہ سے مروی ہے نہ سنن اور مسانید میں مذکور ہے دیگر یہ بھی معلوم نہیں کہ ام جعفر کا اسماء بنت عمیس سے سماع بھی ہے یا نہیں۔

ایک اور سند کی تحقیق : (۲) (حسین بن حسن اشقر' عبیداللہ بن موسیٰ عبسی شیعہ م ۲۱۳ھ' فضیل بن مرزوق عن ابراہیم بن حسین بن حسن' فاطمہ بنت حسین' اسماء بنت عمیس) اس روایت میں حسین اشقر غالی شیعہ ہے اور متروک ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۰) امام بخاری نے (تاریخ صغیر ص ۲۳۰) میں حد درجہ ضعیف قرار دیا ہے و قال عندہ مناکیر' کامل ابن عدی (ج ۱ ص ۹۷) میں ہے وہ اہل خیر کو سب و شتم کیا کرتا تھا۔ امام ابوداؤد نے اسے ضعیف کہا ہے اور اس کا برادر محمد کہتا ہے' حسین اشقر کذاب ہے' اس سے حدیث تحریر نہ کیا کرو۔

فضیل بن مرزوق : الاغر رقاشی یا رواسی' ابو عبدالرحمان' بنو عنزہ کا غلام' سفیان ثوری اور ابن عیینہ اسے ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد کہتے ہیں میرے علم میں وہ اچھا ہے یحییٰ بن معین نے ایک دفعہ اسے ثقہ کہا' پھر صالح اور اچھا کہا اور پھر لاباس بہ یعنی کوئی برا نہیں کہا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں راست گو ہے اس کی روایت اچھی ہے بہت وہمی ہے اس کی حدیث قابل تحریر ہے لیکن قابل حجت نہیں۔

عثمان بن سعید دارمی اور امام نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ امام ابن عدی کہتے ہیں امید ہے کہ وہ کوئی برا

ہو گا۔ امام ابن حبان کہتے ہیں اس کی حدیث نہایت منکر ہے' ثقہ راویوں سے غلط روایت بیان کرتا ہے اور عطیہ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔

امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے اس سے روایت نقل کی ہے مگر امام مسلم پر اس کی حدیث بیان کرنے کے سبب نکتہ چینی ہوئی ہے' (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۹۹)

ایسے راوی کے بارے میں دانستہ کذب بیانی کا تو شبہ نہیں مگر کبھی وہ تساہل سے کام لیتا ہے۔ بالخصوص ایسی روایت جو اس کے عقیدہ کے موافق ہو چنانچہ وہ کسی غیر معروف راوی سے بیان کرتا ہے یا حسن ظن کی بنا پر مجروح راوی سے روایت کرتا ہے اور تدلیس کر کے اس کا نام حذف کر دیتا ہے اور اس کے شیخ کا نام ذکر کر دیتا ہے۔ **اس لئے اس نے رد شمس والی روایت (جس میں شدید احتیاط کی ضرورت لاحق تھی اور کذب بیانی کے الزام سے بچنے کی اشد ضرورت تھی) کو بصیغہ تدلیس (عن) بیان کیا ہے اور لفظ (تحدیث) بیان نہیں کیا۔ احتمال ہے کہ ان کے درمیان کوئی مجہول اور مجروح راوی کا واسطہ ہو۔**

ابراہیم : باقی رہا اس کا شیخ ابراہیم تو اس کا حال معروف نہیں اور نہ ہی معتمد کتابوں میں اس کی روایت موجود ہے۔ فضیل اور یحییٰ بن متوکل کے علاوہ کوئی اس سے روایت نہیں کرتا۔ نیز امام ابو حاتم رازی اور ابو زرعہ رازی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جرح و تعدیل کے سلسلہ میں کوئی بیان نہیں دیا۔

فاطمہ بنت حسینؓ : آپ علی زین العابدین کی ہمشیرہ ہیں' حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد دمشق میں دیگر افراد کے ہمراہ تشریف لائیں تھیں۔ ثقہ ہیں' سنن اربعہ میں ان کی روایت موجود ہے' لیکن ان کا حضرت اسماءؓ سے سماع معلوم نہیں' واللہ اعلم۔ نیز حاشیہ الفوائد المجموعہ از شوکانی ص ۳۵۴ میں ہے **ولا یتحقق لها سماع من اسماء فیما اعلم۔**

حضرت اسماءؓ بنت عمیس : آپ آغاز اسلام میں مسلمان ہوئیں' اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی' فتح خیبر ۷ھ کے موقع پر حبشہ سے واپس آئیں' غزوہ موتہ میں ان کے شوہر شہید ہوئے۔ محمد' عبداللہ اور عون ان کے تین لڑکے ہیں۔ چھ ماہ بعد حضرت ابوبکرؓ سے شادی کی اور ایک لڑکا محمد بن ابی بکر پیدا ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے عقد میں آئیں اور ایک لڑکا یحییٰ پیدا ہوا اور ۴۰ھ میں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد فوت ہوئیں۔

(۴) ابو حفص کنانی (محمد بن عمر قاضی جعابی' قاسم بن جعفر عسکری' احمد بن محمد بن یزید بن سلیم خلف بن سالم' عبدالرزاق' سفیان ثوری' اشعث بن ابی الشعثاء' ام اشعث' فاطمہ بنت حسین) حضرت اسماء بنت عمیس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اور سورج پلٹ آیا۔

تبصرہ : عبدالرزاق اور سفیان ثوری کی سب روایات محدثین کے ہاں نہایت معروف اور محفوظ ہیں' کوئی اہم روایت ان سے اوجھل نہیں یہ عظیم معجزہ کی حامل روایت خلف بن سالم کے سوا کوئی بھی ان سے بیان نہیں کرتا' دراصل یہ روایت نہ سفیان نے بیان کی نہ عبدالرزاق نے نقل کی' نہ خلف نے روایت کی بفرض محال ان سے یہ حدیث مروی بھی ہو تو اس کی سند میں ام اشعث ایک گمنام اور مجہول راوی ہیں' واللہ اعلم۔

(۴) محمد بن مرزوق حسین اشقر، علی بن ہاشم بن یزید، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار علی بن حسین، فاطمہ بنت علی) حضرت اسماء بنت عمیس سے مذکور بالا حدیث رد شمس نقل کرتے ہیں۔

تبصرہ : حسین اشقر کا حال بیان ہو چکا ہے، بقول ابن حبان، علی بن ہاشم م ۱۸۹ھ غالی شیعہ ہے۔ ثقہ راویوں سے منکر اور اپنی غرض کے موافق روایات نقل کرتا ہے اور عبدالرحمٰن ضعیف ہے لیس بذاک (کلام یحییٰ بن معین فی الرجال ص ۱۰۷) علی بن حسین سے عبدالرحمٰن کا لقاء ثابت نہیں، الفوائد المجموعہ للشوکانی ص ۳۵۳، بس یہ سند صحیح ثابت نہیں۔

(۵) عبدالرحمٰن بن شریک، ابوہ ۱۷۷ھ، عروہ بن عبداللہ بن قیشر، فاطمہ بنت علی، اسماء بنت عمیس سے بیان ہے کہ سورج پلٹا اور اس کی دھوپ نصف مسجد تک پہنچ گئی۔

تبصرہ : عبدالرحمٰن ۲۲۷ھ سے ائمہ نے حدیث نقل کی ہے۔ امام بخاری نے ادب المفرد میں اس سے روایت بیان کی ہے (اور یہ یاد رہے کہ امام بخاری، صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب میں ضعیف راوی سے بھی روایت نقل کرتے ہیں --ندوی) امام ابو حاتم رازی اس کی حدیث واہی اور کمزور ہے۔ امام ابن حبان نے اسے ثقات میں بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے (ربما اخطاء) بسا اوقات وہ خطا کرتا ہے، دیگر یہ روایت ان سے ابن عقدہ بیان کرتا ہے جس کے بارے میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا متن سابقہ روایت (کہ یہ واقعہ خیبر میں پیش آیا) کے خلاف ہے اور اس قسم کا تفاوت اور اختلاف حدیث کے ضعیف اور واہی ہونے کا باعث ہوتا ہے۔

محمد بن عمر (قاضی جعالی، علی بن عباس بن ولید، عبادہ بن یعقوب رواجنی، علی بن ہاشم، صباح، عبداللہ بن حسن ابو جعفر، حسینؓ، فاطمہ) اسماء بنت عمیس کا بیان ہے کہ حضرت علی مال غنیمت کی تقسیم میں اس قدر مصروف رہے کہ سورج غروب ہو گیا یا غروب کے قریب تھا، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا عصر نہیں پڑھی؟ عرض کیا جی نہیں، آپ نے دعا فرمائی سورج واپس پلٹ آیا، حضرت علی نے نماز پڑھ لی تو سورج غروب ہونے کی آواز آئی جیسے لوہے میں آرہ چلنے کی۔

تبصرہ : محمد بن عمر جعالی رقیق الدین ہے دیوان الضعفا والمتروکین للذہبی عبادہ بن یعقوب رواجنی م ۲۵۰ھ غالی شیعہ ہے، سلف کو سب و شتم کرتا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے۔ اپنے مذہب کا داعی ہے اور مشاہیر سے منکر روایات بیان کرتا ہے لہٰذا محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار اور متروک ہے، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۰۹۔ علی بن ہاشم کے بارے آپ پڑھ چکے ہیں۔ صباح یہاں ولدیت کے بغیر بیان ہے، حسن شاذان فضلی نے ایک رسالہ میں صباح بن یحییٰ لکھا ہے، الفوائد المجموعہ للشوکانی ص ۲۵۵ الضعفا والمتروکین للذہبی رقم ۱۹۴۷ پر امام بخاری نے اسے فیہ نظر اور قابل اعتراض کہا اور حافظ ابن تیمیہ نے منہاج (ج ۴ ص ۱۹۲) پر صباح کے بارے سیر حاصل بحث کی ہے۔ دیگر حضرت حسینؓ اس واقعہ کے بارے فاطمہ خواہ وہ ان کی ہمشیرہ ہو یا بیٹی سے زیادہ باخبر ہوتے اور یہ واقعہ اگر صحیح ہوتا تو حضرت علیؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ اور اسماء سے براہ راست بیان کرتے۔

حضرت علیؓ مال غنیمت کی تقسیم میں مصروف رہے اور نماز فوت ہو گئی کوئی بھی تقسیم غنیمت کی خاطر نماز کے قضا کرنے کا قائل نہیں گو مکحول' اوزاعی اور انس بن مالک وغیرہ صحابہ کرامؓ کا مسلک امام بخاری نے جنگ و جہاد کے سلسلہ میں نماز کو موخر کرنے کا بیان کیا ہے اور غزوہ خندق کے قصہ سے استشہاد پیش کیا ہے اور بنی قریظہ کے محاصرہ کے وقت آپ کا فرمان نقل کیا ہے کہ وہیں جا کر عصر پڑھیں۔ اور بعض اہل علم کا مسلک ہے کہ نماز کو تاخیر سے پڑھنا نماز خوف سے منسوخ ہو چکا ہے۔

غرضیکہ کوئی صاحب علم بھی مال غنیمت کی تقسیم کے عذر کی خاطر نماز کو موخر کرنے کے جواز کا قائل نہیں طرہ یہ کہ یہ تاخیر حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے۔ جو والصلوۃ الوسطی (۲/۲۳۸) سے نماز عصر کے قائل ہیں۔ ان راویوں کے مطابق اگر نماز عصر کا دانستہ موخر کرنا اور رسول اللہ ﷺ کا کوئی تنبیہہ نہ کرنا ثابت ہو جائے تو یہ واقعہ تاخیر نماز کے جواز پر بہترین دلیل ہو گا اور امام بخاری کی دلیل سے بھی قوی' کیونکہ یہ غزوہ خیبر ۷ھ کا واقعہ ہے اور نماز خوف قبل ازیں مشروع ہے اور اگر حضرت علیؓ نسیان کا شکار ہو گئے اور نماز قضا ہو گئی تو آپ معذور ہیں۔

رد شمس کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ نماز کا جائز وقت غروب کے بعد ہی تھا کہ نماز کا وہی وقت ہے (جب یاد آئے) یہ سب توجیہات حدیث شمس کے ضعف پر قوی دلائل ہیں۔ اگر اسے کسی اور واقعہ پر محمول کیا جائے تو سورج کے بارہا لوٹنے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اس کے علاوہ یہ رد شمس کا واقعہ کسی مشہور اور معتبر کتاب میں منقول نہیں صرف یہی راوی یہ قصہ بیان کرتے ہیں جن میں بعض مجہول اور گمنام ہیں اور بعض متروک اور متہم ہیں۔

(۷) علامہ حسکانی ابن عقدہ (یحییٰ بن زکریا' یعقوب بن سعید) عمرو بن ثابت سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن حسن بن حسین بن علیؓ سے رد شمس والی حدیث کی بابت دریافت کیا تو کہا وہ صحیح ہے' میں نے کہا قربان جاؤں بالکل آپ نے سچ کہا ہے لیکن میں آپ سے اس روایت کا سماع چاہتا ہوں تو آپ نے اپنے والد حسن کی معرفت حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے بیان کیا کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز باجماعت پڑھنے کی خاطر آئے اور اتفاق سے رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر آپ کو سینے سے لگا لیا وحی سے فراغت کے بعد آپ نے دریافت فرمایا تم نے عصر پڑھی؟ آپ نے کہا جی نہیں! آپ کو ٹیک لگائے بیٹھا رہا اور سورج غروب ہو گیا۔ آپ نے دعا کی الٰہی! علی تیری طاعت میں مصروف تھا سورج کو اس کی خاطر لوٹا دے۔ بقول حضرت اسماءؓ سورج لوٹ آیا اور عصر کے وقت کے موافق ہو گیا اور لوٹنے کی گڑگڑاہٹ چکی کی آواز ایسی تھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو تاریکی چھا گئی اور آسمان پر ستارے نمودار ہو گئے۔ یہ روایت سند اور متن دونوں لحاظ سے غلط اور منکر ہے اور دیگر مضامین حدیث کے خلاف اور متضاد ہے۔

عمرو بن ثابت : بن ہرمز کوفی مولی بکر بن وائل' عمرو بن ابی المقدام حداد کے نام سے بھی معروف ہے۔ یہ متعدد تابعین سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابوداؤد طیالسی اور ابوالولید طیالسی روایت کرتے ہیں

اور یہی عمرو ہی اس روایت کے وضع یا سرقہ کا مرتکب ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے اس کو متروک کہا ہے اور فرمایا کہ اس سے کوئی روایت نقل نہ کرو کہ وہ اسلاف کرام کو سب و شتم کرتا تھا نیز آپ نے اس کے نماز جنازہ میں شرکت نہ کی۔ عبداللہ بن مہدی نے بھی اس کو متروک کہا ہے۔

ابو معین اور امام نسائی کا فرمان ہے کہ وہ غیر ثقہ اور ناقابل اعتبار ہے اور اس کی روایت تحریر کے قابل نہیں اور امام نسائی' ابوحاتم اور ابوزرعہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ بقول ابوحاتم غالی شیعہ اور بدطینت تھا۔ اس سے روایت نہ کی جائے۔ امام بخاری کہتے ہیں محدثین کے نزدیک وہ قوی اور معتبر نہیں۔ ابوداؤد طیالسی فرماتے ہیں یہ شریر' خبیث' رافضی اور بدترین انسان تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو میں نے اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی کیونکہ اس کا اعتقاد تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد پانچ صحابہ کرام کے علاوہ سب مرتد اور کافر ہو گئے تھے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ مشاہیر حفاظ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اور اس کی حدیث پر وضع کے آثار نمایاں ہیں۔ اس لئے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ اور ان کے والد گرامی حسن اس موضوع روایت کے بیان سے کوسوں دور ہیں۔ اس کی وفات ۲۷اھ میں ہوئی مگر تہذیب ج ۸ ص ۹ پر ہے کہ اس کی وفات ۱۷۲ھ میں ہوئی۔

(۸) علامہ حسکانی نے (عقیل بن حسن عسکری' ابو محمد صالح بن فتح نسائی' احمد بن عمر بن حوصا' ابراہیم بن سعید جوہری' یحییٰ بن یزید بن عبدالمالک نوفلی' یزید نوفلی' داؤد بن فراہیج و عمارہ بن برد) حضرت ابوہریرہؓ سے رد شمس والی روایت نقل کی ہے۔ امام ابن جوزی نے بھی یہ روایت موضوعات میں ابن مردویہ کی سند سے بیان کی ہے۔ یہ سند رکیک و تاریک ہے۔ یحییٰ بن یزید' یزید بن عبدالمالک نوفلی اور داؤد بن فراہیج سب کے سب ضعیف ہیں۔ امام نسائی اور شعبہ نے بھی داؤد کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس روایت کا خود ساختہ اور موضوع ہونا بالکل واضح ہے یا ممکن ہے کسی راوی سے نادانستہ غلطی ہو گئی ہو' واللہ اعلم۔

(۹) محمد بن اسماعیل جرجانی (ابو طاہر محمد بن علی الواعظ' محمد بن احمد بن مقیم۔ قاسم بن جعفر' جعفر بن محمد' محمد بن عبداللہ' عبداللہ بن محمد) عمر بن علی بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کا سر مبارک علیؓ کی آغوش میں تھا اور سورج غروب ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا علی! نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں یارسول اللہ ﷺ آپ کی تکلیف کے مدنظر سر مبارک کو سرکانا گوارہ نہ کیا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی! دعا کرو کہ سورج واپس کر دیا جائے تو علیؓ نے عرض کیا آپ دعا کیجئے میں آمین کہتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے دعا فرمائی یارب! (ان علیا فی طاعتک وطاعة نبیک فاردد علیه الشمس) حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں میں نے سورج پلٹنے کی آواز چرخی کی طرح سنی اور وہ بالکل سپید اور صاف شفاف تھا۔ یہ سند اور مضمون روایت دونوں ناقابل اعتبار اور منکر ہیں اور سابقہ مضمون حدیث کے متضاد اور برعکس ہے۔

ان وجوہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث خانہ ساز' موضوع اور خود ساختہ ہے اور روافض کی کارستانی

ہے اگر یہ واقعی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہوتی تو حدیث خوارج اور قصہ مخدج کی طرح صحابہ کرامؓ آپ سے ضرور بیان کرتے۔

(۱۰) ابو العباس فرغانی (ابو الفضل شیبانی' رجاء بن یحییٰ سامانی' ہارون بن سعدان سامرامین در ۲۴۰ھ عبداللہ بن عمرو بن اشعث' داؤد بن کیست یا عن عمہ مستہل بن زید بن سلہب' زید بن سلہب) جویریہ بنت شہر نے کہا میں ایک سفر میں حضرت علیؓ کے ہمراہ تھی۔ آپ نے فرمایا جویریہ! رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک میری آغوش میں تھا حسب سابق مضمون حدیث بیان کیا۔ اس سند کے راویوں کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ اکثر ان میں سے غیر معروف اور مجہول ہیں۔ بظاہر یہ روایت کسی رافضی کی شرارت ہے۔ جعلی اور موضوع ہے۔ اللہ ان کا برا کرے اور رسول اللہ ﷺ پر افترا کرنے والے پر لعنت کرے اور اس سزا اور پاداش سے ہمکنار کرے جس کا اس نے وعید سنایا ہے کہ جو شخص دانستہ مجھ پر افترا کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یہ بات ہر صاحب علم و دانش کے لئے ناقابل یقین ہے کہ حدیث حضرت علیؓ سے مروی ہو۔ اس میں آپ کی فضیلت و منقبت مذکور ہو اور آنحضور ﷺ کا عظیم معجزہ بیان ہو اور ایسی ناگفتہ بہ سند اور مجہول راویوں سے مروی ہو جن کا دنیا میں وجود بھی مشکوک ہو۔ پھر طرفہ یہ کہ وہ ایک مجہول اور غیر معروف خاتون سے مروی ہو۔ فرمایئے! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پختہ مزاج اور ثقہ تلمیذان گرامی عبیدہ سلیمانی' قاضی شریح اور عامر شعبی ایسے صاحب علم و فضل کہاں غائب تھے؟ اس کے علاوہ امام مالک وغیرہ اور ائمہ صحاح ستہ' اصحاب مسانید و سنن اور مولفین صحاح و حسان کا اس حدیث کو نظرانداز کرنا اور اپنی تالیفات میں نہ بیان کرنا ہی اس حدیث کے موضوع اور جعلی ہونے کی اہم دلیل ہے۔

غور فرمایئے! امام ابو عبدالرحمٰن نسائی اور امام حاکم صاحب مستدرک شیعیت کی طرف مائل سمجھتے جاتے ہیں اور امام نسائی کی تو خصائص علی کے نام سے ایک مستقل تصنیف موجود ہے' بایں ہمہ انہوں نے یہ حدیث بیان نہیں کی اور جس نے بیان کی ہے۔ اس نے صرف بر سبیل تعجب و حیرت بیان کی ہے۔ سنئے! ایک واقعہ روز روشن میں نمودار ہوتا ہے اور ہر ایک کا چشم دید ہوتا ہے پھر اس کا ضعیف اور کمزور سند سے بیان ہونا اور مجہول راویوں سے نقل ہونا اس کے جعلی اور مصنوعی ہونے کا بین ثبوت ہے۔

ان سب ضعیف اور موضوع روایات میں سے پہلی روایت کی سند نسبتاً عمدہ ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں اسی وجہ سے احمد بن صالح مصری م ۲۴۸ھ دھوکے میں آگئے اور اس کے صحت و ثبوت کی طرف مائل ہو گئے۔ مشکل الاثار از علامہ طحاوی (۲۲۹- ۹۳۱/۳۳۹ھ) میں احمد بن صالح مصری کا مقولہ علی بن عبدالرحمٰن کی معرفت منقول ہے کہ حدیث رد شمس ہر طالب علم اور علم پرور کو حفظ یاد ہونی چاہئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا معجزہ اور علامت ہے۔ امام طحاوی کا بھی اس کی صحت کی طرف میلان اور رجحان منقول ہے۔ ابوالقاسم حسکانی صاحب رسالہ نے ابوعبداللہ بصری معتزلی سے یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ غروب ہونے کے بعد سورج پلٹنے کا بیان پختہ اور یقینی ہے۔ گو اس میں حضرت علیؓ کی فضیلت و منقبت ہے مگر دراصل یہ

نبوت کا اعجاز اور علامت بھی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس حدیث کو مسلسل اور متواتر نقل کرنا چاہئے۔ یہ حدیث صحیح اسناد سے منقول ہوتی تو یہ بات لائق صد توجہ تھی مگر یہ صحیح طریق سے منقول نہیں تو واضح ہوا کہ دراصل یہ حدیث درست نہیں' واللہ اعلم۔ ہر دور میں ائمہ اسلام نے اس روایت کی صحت کو چیلنج کیا ہے اور اس کا اعلانیہ انکار کیا ہے (جیسے کہ ہم گزشتہ اوراق میں بہ تفصیل بیان کر چکے ہیں) مثلاً شیخ محمد بن عبید طنافسی اور علی بن عبید طنافسی' ابراہیم بن یعقوب جوزجانی خطیب دمشق' ابوبکر محمد بن حاتم عرف ابن زنجویہ بخاری' حافظ ابن عساکر' امام ابن جوزی وغیرہ۔

حافظ ابو الحجاج' مزی اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے اس روایت کو شد و مد سے موضوع کہا ہے۔ امام حاکم' قاضی القضاۃ ابوالحسن محمد بن صالح ہاشمی' عبداللہ بن حسین بن موسیٰ' عبداللہ بن علی بن مدینی' علی بن مدینی سے نقل کرتے ہیں کہ پانچ حدیثیں بالکل بے بنیاد اور باطل ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے قطعاً" منقول نہیں۔ وہ یہ ہیں

۱۔ اگر سائل سچا ہو تو اسے محروم لوٹانے والا فلاح نہیں پاتا۔
۲۔ صرف آنکھ کا درد ہی تکلیف دہ ہوتا ہے' قرضے کا فکر و غم ہی مہلک ہوتا ہے۔
۳۔ سورج حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاطر پلٹا۔
۴۔ اللہ تعالیٰ مجھے دو سو سال سے زیادہ زیر زمین مدفون نہیں رکھے گا۔
۵۔ سینگی لگانے والا اور لگوانے والا دونوں کا روزہ فاسد ہو گیا کہ وہ غیبت کر رہے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف : ابو جعفر طحاوی کا میلان گو حدیث رد شمس کی طرف واضح ہے مگر وہ امام ابوحنیفہؒ سے حدیث رد شمس کا انکار اور اس کے راویوں کا تمسخر اڑانا نقل کرتے ہیں۔

ابوالعباس بن عقدہ (جعفر بن محمد بن عمر' سلیمان بن عباد) بشار بن دراع سے بیان کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے محمد بن نعمان سے پوچھا حدیث رد شمس تم کن راویوں سے نقل کرتے ہو تو اس نے جواب دیا جن سے تم "ساریۃ الجبل" نقل نہیں کرتے۔

سنئے! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کوفہ کے باشندے ہیں' جلیل القدر امام ہیں۔ حضرت علیؓ سے ان کی محبت و عقیدت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ وہ بایں ہمہ اس روایت کے راوی کو منکر اور ناپسند سمجھتے ہیں۔ باقی رہا محمد بن نعمان کا جواب تو یہ کوئی معقول جواب نہیں بلکہ یہ محض بے کار معارضہ اور کٹ حجتی ہے۔ کجا یہ سند اور متن جو دونوں موضوع اور جعلی ہیں اور کجا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مکاشفہ اور رسول اکرم ﷺ کا ان کو محدث کہنا' ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

یاد رہے کہ یوشع علیہ السلام کیلئے سورج واپس نہیں لوٹا تھا بلکہ اس کی طبعی رفتار ذرا دھیمی ہو گئی تھی۔

نوٹ : ابوبشر دولابی کی الذریۃ الطاہرۃ میں جو روایت حضرت حسینؓ بن علیؓ سے مروی ہے وہ دراصل حضرت ابوسعید خدریؓ سے ہی مروی ہے' واللہ اعلم۔

منہاج الکرامہ فی اثبات الامامہ ص ۱۱۵ پر' جس کا رد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنہ کے نام سے لکھا ہے' ابن مطہر حلی م ۷۶ھ رقمطراز ہے کہ حضرت علیؓ کے لئے دو مرتبہ سورج واپس لوٹا (ایک دفعہ کی تفصیل گزشتہ اوراق میں ملاحظہ کر چکے ہیں) دوسری دفعہ جب بابل میں دریائے فرات عبور کیا اور چند رفقا کے ہمراہ نماز عصر ادا کی اور اکثر لوگ نماز میں شامل نہ ہو سکے تو انہوں نے نماز باجماعت کا مطالبہ کیا پھر آپ نے دعا فرمائی۔ اور سورج پلٹ آیا اور ان کو نماز پڑھائی اس واقعہ کو حمیری نے نظم کیا ہے۔

ردت علیہ الشمس لما فاتہ وقت الصلاۃ وقد دنت للمغرب

حتی تبلج نورھا فی وقتھا للعصر ثم ھوت ھویَّ الکوکب

وعلیہ قد ردت ببابل مرۃ أخری وما ردت لخلق مقرب

(جب نماز عصر کا وقت فوت ہو گیا اور سورج غروب کے قریب ہو گیا تو وہ آپ کے لیے واپس لوٹا دیا گیا۔ وقت عصر کے موافق اس کی چمک دمک ہو گئی' بعد ازاں پھر غروب ہو گیا۔ اور دوسری بار بابل میں واپس لوٹایا گیا اور کسی بھی مقرب انسان کے لئے نہیں لوٹایا گیا)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و فضیلت اور علو قدر و منزلت بہترین اسناد سے مروی ہے جو یقین اور اذعان کا باعث ہے' اس قسم کی موضوع اور غیر مصدقہ روایات سے ان کی فضیلت ثابت کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

امام ابو جعفر طحاوی اور قاضی عیاض وغیرہ نے رد شمس والی روایت کا ذکر کیا ہے اور اس کو رسول اکرم ﷺ کے معجزات میں شمار کیا ہے۔ منہاج السنہ ج ۴ ص ۱۸۵ پر حافظ ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کے تمام طرق بیان کر کے ان کی خوب تردید کی ہے اور ابوالقاسم حسکانی کی ہر بات کا جواب باصواب دیا ہے بحمد اللہ ہم نے یہاں البدایہ میں بہ تفصیل بیان کر دیا ہے اور مزید بھی۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احمد بن صالح مصری نے حدیث رد شمس کو اس وجہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ ان کو سند میں دھوکہ ہو گیا ہے اور چکمے میں آ گئے۔ اور امام ابو جعفر طحاوی کو اہل تحقیق حفاظ حدیث کی طرح سند میں مہارت تامہ نہیں ہے۔ قطعی اور یقینی بات صرف یہی ہے کہ یہ کذب و افتراء کا پلندہ ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن مطہر نے جو حدیث جابر پیش کی ہے وہ غریب ہے اور اس کی سند بھی بیان نہیں کی۔ نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رد شمس کی دعا خود حضرت علیؓ نے کی جو دیگر احادیث کے منافی ہے۔ رہا قصہ بابل یہ بھی بے سند ہے' معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی زندیق شیعہ کا وضع کردہ ہے۔ کیونکہ غزوہ خندق میں ایک روز سورج غروب ہو گیا' رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام (جن میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے) نماز عصر نہ پڑھ سکے' چنانچہ سب نے وادی بطحان میں وضو کیا اور سورج غروب ہونے کے بعد نماز ادا کی۔ اسی طرح بیشتر صحابہ کرام ایک مہم میں بنی قریظہ کی طرف گئے۔ ان کی نماز عصر فوت ہو گئی اور ان کی خاطر بھی سورج واپس نہیں کیا گیا۔

غزوہ خیبر سے واپسی کے دوران رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو طلوع شمس کے بعد جاگ آئی۔ سب

نے دن چڑھے نماز پڑھی اور رات نہیں لوٹائی گئی' پس جو فضیلت اور منقبت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو عطا نہیں فرمائی گئی وہ حضرت علیؓ کو بھی عطا نہیں ہوئی۔ البتہ حضرت علیؓ کے متعلق یہ مشہور ہے جو سنن ابی داوٗد میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ آپ بابل کے علاقہ میں گئے عصر کا وقت ہو گیا تو اسے عبور کرنے کے بعد نماز پڑھی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارض بابل میں نماز پڑھنے سے منع کیا تھا کہ وہ ملعون ہے۔ باقی رہے حمیری کے اشعار تو وہ بالکل ناقابل حجت ہیں بلکہ ابن مطہر حلی کی نثر کی طرح حذیان اور نامعقول ہیں بلکہ حقیقت سے بعید ہیں۔

ن کنت أدری فعلی بَدَنَهْ من کثرة التخلیط أنی من أنهْ

الملل والنحل میں حافظ ابن حزم نے رد شمس کے دعوے کی قلعی کھولتے ہوئے لکھا ہے کہ آسمان پر چڑھنا' ملائکہ سے بات کرنا' ارنڈ سے انگور اور کھجور توڑنا وغیرہ امور کے کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے اور روافض کے حضرت علیؓ کے لئے دو دفعہ رد شمس کے دعویٰ میں ذرا برابر فرق نہیں۔ جسے بقول ان کے حبیب بن اوس نے نظم کیا ہے اور نظم پر رکت اور پژمردگی کے آثار نمایاں ہیں۔

فردت علینا الشمس واللیل راغم بشمس لهم من جانب الخدر تطلع

ضا ضوءها صبغ الدجنة وانطوى لبهجتها نور السماء المرجّع

فوالله ما أدری علیّ بدا لنا فردت له أم کان في القوم یوشع

(رات کے برعکس ہم پر سورج لوٹایا گیا جو ان کی خاطر ایک پردہ سے طلوع ہو رہا ہے۔ اس کی روشنی نے رات کی تاریکی کو بدل دیا اور اس کی تروتازگی کے باعث آسمان کی روشنی دوبالا ہے۔ خدا کی قسم! معلوم نہیں کہ حضرت علی ظہور پذیر ہیں جن کی خاطر سورج لوٹایا گیا ہے یا قوم میں یوشعؑ موجود ہیں)

بارش سے متعلق معجزات : نبی علیہ السلام کا قوم اور امت کے لئے بارش کی دعا کرنا اور فوراً قبول ہونا کہ منبر سے اترنے بھی نہ پائے تھے کہ ریش مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور اسی طرح بارش کے تھم جانے کی دعا وغیرہ کا بیان۔

امام بخاری' عبداللہ بن دینار سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے ابوطالب عم رسول اللہ ﷺ کا یہ شعر سنا۔

ر بیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للأرامل

(سپید چہرہ جس کی بدولت ابر باراں طلب کیا جاتا ہے' یتیموں کا جائے پناہ اور بیواؤں کا بچاؤ اور سہارا ہے)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ استسقا کی دعا کرتے تو مجھے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر شاعر کا یہ شعر یاد آجاتا اور آپ کے منبر سے اترنے سے قبل بارش شروع ہو جاتی اور پرنالے زور شور سے بہنے لگتے۔

وأبیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للأرامل

امام بخاری کی اس معلق روایت کو امام ابن ماجہ نے سنن میں پوری سند سے بیان کیا ہے' ملاحظہ ہو

باب ماجاء نی فی الدعاء فی الاستسقاء

بخاری شریف میں حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ ایک شخص جمعہ کے روز منبر رسولؐ کے سامنے والے دروازے سے مسجد نبوی میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ فرما رہے تھے' اس نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہؐ! مویشی ہلاک ہو چکے ہیں' قحط کی وجہ سے راستے بند ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے باران رحمت کی دعا فرمایئے۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور تین بار کہا **اللّٰھم اسقنا** (الٰہی! بارش برسا) حضرت انسؓ کہتے ہیں آسمان بالکل صاف تھا' کوئی بادل نہ تھا' اس وقت ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی آبادی نہ تھی۔ آپ کے پیچھے سے چھوٹا سا بادل نمودار ہوا پھر آسمان کے وسط میں آکر پھیل گیا اور خوب برسا۔ ہم نے مسلسل چھ روز دھوپ نہیں دیکھی پھر آئندہ جمعہ وہی شخص یا کوئی اور' اسی دروازے سے داخل ہوا' رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ فرما رہے تھے اور اس نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہؐ! بارش کی وجہ سے مویشی مر گئے (مکانات گر گئے) راستے بند ہو گئے' دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ بارش روک لے' آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی **اللّٰھم حوالینا ولا علینا' اللّٰھم علی الآکام والجبال ومنابت الشجر**

"الٰہی! ہمارے گردونواح برسا' ہم پر نہ برسا' الٰہی! ٹیلوں پر' پہاڑوں پر' نباتات کے اگنے کے مقامات پر۔"

بادل فوراً پھٹ گئے' سورج چمک اٹھا اور ہم دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔

حضرت انسؓ سے شریک نے دریافت کیا کہ پہلے سائل نے ہی دوسرے جمعہ میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ مجھے معلوم نہیں۔ امام مسلم نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

یہی واقعہ حضرت انسؓ بن مالک سے شریک بن عبداللہ بن ابی عمر کے علاوہ قتادہ بن دعامہ' عبداللہ بن ابی طلحہ' یحییٰ بن سعید' ثابت' حمید اور عبدالعزیز صہیب بھی بیان کرتے ہیں۔ الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل ہے اور منظر کشی میں بھی کچھ تفاوت ہے۔ اور مسند احمد میں یہ ابن ابی عدی' حمید' انس بن مالکؓ سے ثلاثی سند سے بیان ہے جو مسلم اور بخاری کی شرط کی حامل ہے۔ امام بیہقی' مسلم ملائی کے واسطہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے قحط سالی کا شکوہ کیا ہے اور یہ اشعار پڑھے۔

أتيناك والعذراء يَدمى لَبانُها ‍ وقد شُغلت أم الصبى عن الطفل

وألقى بكفيه الفتى لاستكانة ‍ من الجوع ضعفا قائما وهو لا يُخلي

ولا شيء مما يأكل الناس عندنا ‍ سوى الحنظل العاميّ والعِلْهز الفَسْل

وليس لنا إلا إليك فرارنا ‍ وأين فرارُ الناس إلا إلى الرُّسل

(ہم آپ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوئے ہیں کہ کنواری لڑکی کا دل بھی گھائل ہے اور بچے والی بھی اپنے بچے کو دودھ پلانے سے بیزار ہے۔ اور نوجوان نے بھوک کی وجہ سے ہتھیلیاں ڈال دی ہیں اور وہ اس میں تنہا نہیں۔ ہمارے کھانے کو کچھ نہیں ماسوائے قحط سالی کے اندرائن کے اور خراب خون کے۔ آپ کی خدمت میں ہی ہمارا حاضر ہونا ہے بتایئے لوگ رسولوں کے علاوہ کس کے پاس جائیں)

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ حمد و ثنا کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا

فرمائی "الٰہی! ضرورت کے موافق فوراً بارش برسا خوشگوار اور خوب اگانے والی موسلا دھار دور دراز تک جلدی ہو دیر نہ ہو' مفید ہو نقصان دہ نہ ہو جس سے حیوانوں کے تھن بھر جائیں کھیتی خوب ہو مردہ زمین زندہ ہو۔"

واللہ! رسول اللہ ﷺ نے دعا سے ہاتھ نہیں ہٹائے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور لوگ چلاتے آئے یارسول اللہ ﷺ الغرق' الغرق سیلاب آگیا' طوفان آگیا' آپ نے پھر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی **اللھم حوالینا ولا علینا** الٰہی! بارش ہمارے گرد و نواح ہو' ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل فوراً چھٹ گئے اور تاج کی طرح مدینہ منورہ کا مطلع صاف ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کھل کھلا کر ہنسے اور فرمایا ابوطالب زندہ ہوتے تو ان کو خوب راحت ہوتی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی۔ تم میں سے کون ان کا کلام پیش کرتا ہے چنانچہ حضرت علی نے کھڑے ہو کر عرض کیا

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للأرامل
يلوذ به الهلاك من آل هاشم فهم عنده في نعمة وفواضل
كذبتم وبيت الله يُبزَى محمدٌ ولما نقاتل دونه ونناضل
ونسلمه حتى نصرَّع حوله ونذهل عن أبنائنا والحلائل

(سپید چہرہ جس کی بدولت ابر باراں طلب کیا جاتا ہے' یتیموں کا جائے پناہ اور بیواؤں کا بچاؤ اور سہارا ہے۔ کمزور و ناتواں ہاشمی اس کی پناہ لیتے ہیں وہ ان کے پاس خوب انعام و اکرام سے بہرہ مند ہیں۔ بیت اللہ کی قسم تم جھوٹے ہو کیا محمد تمہاری گرفت میں آجائیں گے؟ اور ابھی ہم نے ان کی حفاظت کی خاطر نہ برچھے چلائے نہ تیر چلائے۔ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے قتل و غارت سے قبل ہم ان کو بے یارومددگار نہیں چھوڑیں گے)

پھر ایک بنی کنانہ کے شاعر نے یہ کلام پیش کیا

لك الحمد والحمد ممن شكر سُقينا بوجه النبي المطر
دعا الله خالقه دعوة إليه وأشخص منه البصر
فلم يكُ إلا كلفِّ الرداء وأسرع حتى رأينا الدرر
رقاق العوالي عم البقاع أغاث به الله علينا مضر

(تیری حمد و ثنا اور یہ حمد ہے ایک شکر گزار کی' نبی اکرم کے رخ انور کی بدولت باراں رحمت ہوا۔ اس نے اپنے خالق کو پکارا اور اس کی طرف نگاہ لگ گئی۔ چادر کے تہہ کرنے کے مانند بلکہ اس سے بھی جلد بارش شروع ہو گئی اور ہم نے بارش دیکھی۔ اوتار کی نرم زمین پر پائی جو سب علاقہ پر محیط تھی اللہ تعالیٰ نے مضر قوم کی مدد فرمائی)

وكان كما قاله عمه أبو طالب أبيض ذو غرر
به الله يسقي بصوب الغمام وهذا العيان كذاك الخبر
فمن يشكر الله يلقى المزيد ومن يكفر الله يلقى الغيرَ

(اور یہ اسی طرح ہوا جیسے ان کے چچا ابوطالب نے کہا تھا کہ سپید روشن چہرہ ہے۔ جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بارش

برسائی یہ چشم دید ہے اور اس طرح شنید ہے۔ جو شخص خدا کا شکر گزار ہو وہ مزید انعام کا مستحق ہوتا ہے اور جو ناشکری کرے وہ آفتوں میں پڑے گا)

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر اسکی تعریف فرمائی اور کلمہ تحسین کہا۔ اس روایت میں غرابت اور عجوبہ پن ہے اور حضرت انسؓ سے مروی روایات کے مشابہ نہیں، بالفرض اگر یہ قصہ صحیح ہو تو یہ اور واقعہ ہو گا۔

امام بیہقی (ابوبکر بن حارث اصبہانی، ابو محمد بن حبان، عبداللہ بن مصعب، عبدالجبار، مروان بن معاویہ، محمد بن ابی ذئب المدنی، عبداللہ بن محمد بن عمر بن حاطب جمحی) ابو رجزہ یزید بن عبید سلمی بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک سے جب آنحضرت ﷺ واپس ہوئے تو آپ کی خدمت میں بنی فزارہ کا ایک مسلمان وفد حاضر ہوا۔ جس میں خارجہ بن حصین اور عینیہ بن حصن کا برادر زادہ حر بن قیس تھا وہ رملہ بن حارث انصاریہ کے احاطے میں فروکش ہوئے ان کی سواریاں نہایت لاغر اور کمزور تھیں اور وہ قحط سالی سے دوچار تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاقہ کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا ہمارا علاقہ خشک سالی کا شکار ہے۔ اہل و عیال بدحال ہے، مال مویشی تباہ ہے، دعا فرمایئے ہماری رب کے پاس سفارش کیجئے اور اللہ تعالیٰ آپ سے سفارش کرے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! ہاں! میں نے تو اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کی، مگر اللہ تعالیٰ کس سے سفارش کرے، اس کے بغیر تو کوئی کارساز نہیں اس کی کرسی سلطنت تو ارض و سما سے بھی وسیع ہے اور وہ اس کی عظمت و ہیبت سے نئے پلان کی طرح چر چرا رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی، تنگ دستی اور عنقریب فریاد رسی پر مسکراتا ہے۔ یہ سن کر اعرابی نے عرض کیا، کیا ہمارا پروردگار مسکراتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا بالکل، تو پھر اعرابی نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم ہنس مکھ خدا کی خیر و برکت سے محروم نہ رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ اس کی بات سن کر مسکرائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر کچھ کلمات کہے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اس قدر ہاتھ بلند کئے کہ بغلوں کی سپیدی نظر آئی اور آپ نے دعا فرمائی۔

اللّٰھم اسق بلدک وبھائمک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت اللّٰھم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعا طبقا واسعا عاجلا غیر آجل نافعا غیر ضار اللّٰھم سقیا رحمة ولا سقیا عذاب ولا ھدم ولا غرق ولا محق اللّٰھم اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء

یہ دعا سن کر ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ "کھجور سکھانے کے لئے باہر کھلی جگہ میں پڑی ہے" آپ نے پھر باران رحمت کی دعا کی اور ابولبابہ نے سہ بار یہ جملہ کہا اور آپ نے بھی اس طرح دعا کی۔ آخر کار آپ نے فرمایا خدایا! اس قدر بارش برسا کہ ابولبابہ قمیص اتار کر خود اپنے کھلیان کا سوراخ اپنی ازار سے بند کرے۔ واللہ! آسمان بالکل صاف تھا، ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا اس زمانہ میں مسجد نبوی اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی آبادی نہ تھی۔

سلع پہاڑ کے ورے سے معمولی سا بادل نمودار ہوا۔ آسمان کے وسط میں آکر پھیل گیا اور خوب برسا۔ مسلسل چھ روز بارش ہوتی رہی اور سورج نظر نہ آیا۔ اور ابولبابہ نے قمیص اتار کر اپنے کھلیان کا سوراخ بند

کیا کہ سوراخ سے کھجور باہر نہ بہہ جائے۔ پھر ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مال مویشی ہلاک ہو گئے ہیں' سب راستے سیلاب سے بند ہو گئے ہیں' تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اس قدر ہاتھ بلند کئے کہ بغلوں کی سپیدی نظر آئی اور دعا کی' الٰہی! ہمارے گردونواح بارش برسا' الٰہی! ٹیلوں' پہاڑوں اور وادیوں میں باران رحمت نازل فرما۔ تو فوراً کپڑے کی شگاف کی طرح بادل پھٹ گئے' یہ مضمون حدیث مسلم ملائی کی سابقہ روایت سے مشابہ ہے اور کچھ حصہ سنن ابوداؤد اور ابو رزین عقیلی کی روایت کے موافق ہے۔

دلائل میں امام بیہقی نے آٹھ واسطوں سے ابولبابہ انصاری سے بیان کیا ہے کہ بروز جمعہ رسول اللہ ﷺ نے باران رحمت کی دعا فرمائی۔ الٰہی! بارش برسا اللّٰھم اسقنا اور مطلع بالکل صاف تھا' تو ابولبابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ابھی تو کھجور کھلیان میں پڑی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر دعا فرمائی تو ابولبابہؓ نے پھر وہی عرض کیا کہ کھجور کا فصل باہر کھلیان میں پڑا ہے۔ آپ نے پھر دعا فرمائی الٰہی! اس قدر بارش برسا کہ ابولبابہ اپنے تہ بند سے کھلیان کے سوراخ بند کرے۔ چنانچہ خوب بارش ہوئی اور آپ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ ابولبابہ کے پاس آئے' واللہ بارش نہ رکے گی جب تک کہ تو جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے قمیص اتار کر اپنے کھلیان کا سوراخ بند نہ کرے گا۔ چنانچہ ابولبابہؓ نے کھلیان کا سوراخ بند کیا اور بارش تھم گئی۔ یہ سند حسن ہے۔ بیہقی کے علاوہ اسے نہ امام احمد نے بیان کیا ہے اور نہ دیگر کتب کے مولفین نے' واللہ اعلم۔

غزوہ تبوک کے دوران سفر بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا جو حضرت ابن عباسؓ' حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ تبوک میں موسم شدید گرم تھا۔ ایک منزل میں حال یہ تھا کہ پیاس کے مارے دم نکلا جا رہا تھا اور اس قدر پیاس کی شدت تھی کہ اپنے پلان نظر نہیں آتے تھے اور اونٹ کو ذبح کر کے اس کے اوجھ کا گندہ پانی پینے پر مجبور تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرماتا ہے' دعا فرمایئے! آپ نے کہا کیا تمھاری خواہش ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فوراً بارش آ گئی اور ہم نے سب برتن پانی سے بھر لئے پھر ہم نے ادھر اودھر جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ صرف اسلامی لشکر پر ہی بارش برسی ہے (یہ سند بھی خوب قوی ہے) مگر کتب صحاح میں اس کی تخریج نہیں۔ بقول مورخ واقدی اس جنگ میں ۳۰ ہزار فوج تھی' بارہ ہزار گھوڑے اور بارہ ہزار شتر تھے' موسم سخت گرم تھا اس قدر بارش ہوئی کہ تمام تالاب اور نشیب و فراز پانی سے بھر گئے۔ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ایسے کئی واقعات پیش آئے جو صحیح احادیث میں بیان ہیں۔ گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ جب قریشی سخت مخالفت پر اتر آئے تو آپ نے بددعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسا قحط ڈالے جیسا حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں پڑا تھا چنانچہ ان پر ایسا قحط پڑا کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں کتوں اور ان کے خون کے کھانے پر مجبور ہو گئے پھر آپ نے ابوسفیان کی خواہش پر دعا فرمائی اور بارش ہوئی۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمرفاروقؓ قحط سالی سے دوچار ہوتے تو حضرت عباسؓ کے ذریعہ بارش کی دعا کرتے۔ الٰہی! ہم اپنے نبی کے ذریعہ سے تجھ سے بارش کی دعا مانگا کرتے

تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا عباس کی معرفت بارش کی دعا مانگتے ہیں تو ہمیں برسات سے سیراب فرما چنانچہ اس دعا سے بارش برس جاتی (تفرد بہ البخاری)

انگلیوں سے پانی کا فوارہ : امام بخاری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ عصر کی نماز کا وقت آگیا مگر وضو کے لئے پانی ندارد، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وضو کے پانی کا برتن پیش کیا گیا آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھا اور صحابہ کرام کو وضو کرنے کو کہا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں، میں نے آنحضورؐ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی کا فوارہ نکلتا دیکھا، چنانچہ سب صحابہ کرام نے وضو کیا۔ مسلم، نسائی اور سنن ترمذی میں یہ روایت موجود ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

۲۔ امام احمد (یونس بن محمد، حزم، حسن) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز کسی مہم میں مدینہ سے باہر تشریف لے گئے دوران سفر نماز کا وقت آگیا اور وضو کے لئے پانی نہ تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وضو کا پانی نہیں ہے۔ بنابریں آپ نے ان کے چہروں سے ناگواری محسوس کی پھر ایک صحابی نے ایک پیالہ میں معمولی سا پانی پیش کیا اور آپ نے اس سے وضو کر لیا اور بعد میں پیالہ پر اپنی انگلیاں پھیلا دیں اور فرمایا! آؤ وضو کرو، چنانچہ سب حاضرین نے وضو کر لیا۔ حضرت انسؓ سے دریافت ہوا وہ کتنے لوگ تھے فرمایا ستر یا اسی تھے۔

امام بخاری نے یہ روایت حزم سے بواسطہ عبدالرحمٰن بن مبارک عنسی بیان کی ہے۔

۳۔ امام احمد (ابن ابی عدی، حمید و یزید) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں مسجد میں اذان ہوئی تو جن کے گھر قریب تھے وہ گھر سے وضو کر آئے اور دور دراز کے لوگ مسجد میں باقی رہ گئے، تو رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا پیالہ لایا گیا جس میں آپ کی انگلیاں بھی نہ سما سکیں، آپ نے انگلیاں بند کر کے اس میں مٹھی ڈال دی اور باقی ماندہ سب صحابہ نے وضو کر لیا۔ حضرت انسؓ سے ان کی تعداد دریافت ہوئی تو فرمایا اسی یا کچھ زائد ہوں گے۔

۴۔ امام بخاری نے (عبداللہ بن منیر، یزید بن ہارون، حمید) انسؓ سے یہی واقعہ نقل کیا ہے اس میں صرف اسی افراد بتائے ہیں۔

۵۔ امام احمد (محمد بن جعفر، سعید، قتادہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ "زوراء" مقام پر قیام پذیر تھے (اور وہاں پانی موجود نہ تھا) چنانچہ آپ کی خدمت میں چھوٹا سا برتن پیش کیا گیا جس میں انگلیاں بھی سما نہ سکتی تھیں۔ آپ نے اس میں دست مبارک رکھا اور فرمایا وضو کرو اور پانی انگلیوں اور اس کے اطراف سے پھوٹنے لگا۔ چنانچہ سب صحابہ کرام نے وضو کر لیا تو قتادہ کہتے ہیں، میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا آپ کتنے افراد تھے فرمایا تقریباً تین سو یا تین سو تھے۔

صحیحین میں بھی بہ اختلاف سند یہ روایت موجود ہے، اس میں تین سو یا قریباً تین سو کے الفاظ ہیں۔

۶۔ امام بخاری، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کنوئیں پر چار سو افراد فروکش تھے اور اس کا پانی ختم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی منڈیر پر بیٹھ کر اس میں کلی ڈالی، معمولی وقفہ کے

بعد ہم اور ہماری سواریوں نے اس سے خوب سیر ہو کر پیا۔

۷۔ امام احمد (عفان و ہاشم' سلیمان بن مغیرہ' حمید بن ہلال' یونس بن عبیدہ مولیٰ' محمد بن قاسم) حضرت براءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ چنانچہ دوران سفر ایک معمولی پانی والے کنوئیں پر قیام ہوا ہم چھ افراد اس میں نازل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کنوئیں کے منڈیر پر تشریف فرما تھے' ہم نے کنوئیں سے پانی کا ڈول نصف یا اس سے کم بھرا اور کنوئیں میں حلق تر کرنے کا بھی پانی باقی نہ رہا' ڈول آپ کی طرف اٹھایا گیا اور آپ نے ڈول میں ہاتھ ڈبویا اور کچھ پڑھا اور ڈول واپس کنوئیں میں لوٹا دیا گیا' پھر اچانک اتنا پانی جمع ہو گیا کہ ڈوبنے کے خطرہ سے ہم نے فوراً کپڑے باہر نکال لئے اور وہ ایک نہر بن گیا (یہ ایک الگ واقعہ ہے)

۸۔ مسند احمد (سنان بن حاتم' جعفر بن سلیمان' جعد ابو عثمان' انس بن مالک) جابر بن عبداللہ انصاری سے بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے شکوہ کیا۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں پیالے میں معمولی سا پانی پیش کیا آپ نے اس میں دست مبارک ڈالا اور فرمایا پیو چنانچہ سب صحابہؓ نے پی لیا جابر کہتے ہیں میں آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے سوتے پھوٹتے دیکھ رہا تھا۔

درخت' عذاب قبر' پانی اور مچھلی کا معجزہ : ۹۔ امام مسلم' حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور میں پانی کا لوٹا لے کر آپ کے ساتھ ہو گیا اور وہاں کوئی چیز اوٹ کے لئے نظر نہ آئی اور وادی کے کنارے صرف دو درخت تھے چنانچہ آپ ایک درخت کی طرف گئے اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر کہا "اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر۔" وہ نکیل دار اور فرمانبردار اونٹ کی طرح آپ کے ساتھ ہو لیا۔ پھر آپ نے دوسرے درخت کی شاخ پکڑ کر کہا (انقادی باذن اللہ) چنانچہ وہ بھی آپ کے ساتھ چلا آیا۔ جب وہ دونوں درخت قریب ہو گئے تو فرمایا "اللہ کے حکم سے تم دونوں مجھ پر چھا جاؤ۔" چنانچہ وہ دونوں باہم بالکل مل گئے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں پھر میں وہاں سے دور ہٹ کر بیٹھ گیا کہ مبادا رسول اللہ ﷺ مجھے محسوس کر کے دور نہ چلے جائیں پھر میں نے اچانک دیکھا تو رسول اللہ ﷺ فارغ ہو کر تشریف فرمائیں اور آپ نے سر مبارک سے دائیں بائیں اشارہ کیا اور وہ دونوں درخت الگ الگ اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔ پھر آپ میرے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا جابر! تو نے میرے جائے قیام کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا دونوں درختوں سے ایک ایک شاخ کاٹ لے اور جہاں میں کھڑا تھا وہاں ایک شاخ دائیں جانب ڈال دے اور ایک بائیں جانب۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں میں نے پتھر کی نوک کو تیز کیا اور ہر درخت سے ایک ایک شاخ کاٹ کر رسول اللہ ﷺ کے جائے قیام کے دائیں بائیں ڈال دیا پھر میں نے اطلاعاً" عرض کیا یا رسول اللہ! میں وہ کام سرانجام دے چکا ہوں۔ میں نے اس کام کی حکمت اور وجہ دریافت کی تو فرمایا وہاں دو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے میں نے چاہا کہ جب تک یہ شاخیں تر و تازہ رہیں میری سفارش کی بدولت ان سے عذاب رفع ہو جائے۔

ہم لشکر میں واپس چلے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جابر! وضو کا اعلان کر دو' میں نے وضو کا اعلان کر کے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قافلہ میں پانی بالکل نہیں۔ ایک انصاری آپ کے لئے ٹھنڈے پانی کا اہتمام کیا کرتا تھا' آپ نے فرمایا تم اسی انصاری کے پاس جاؤ اور پانی لاؤ' میں اس کے پاس آیا تو اس کے ہاں بھی معمولی سا پانی پایا۔ اگر میں وہ کسی دوسرے برتن میں ڈالتا تو وہ برتن کے خشک حصہ میں ہی جذب ہو کر رہ جاتا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسے لے آؤ' میں نے وہ ذرا سا پانی لا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا' آپ نے اس میں کچھ پڑھا اور مجھے پکڑا کر کہا جابر! کوئی بڑا طشت منگواؤ۔ چنانچہ وہ طشت آپ کے سامنے رکھ دیا گیا آپ نے طشت میں دست مبارک کی انگلیاں پھیلا کر رکھ دیں اور فرمایا جابر بسم اللہ پڑھ کر یہ ذرا سا پانی میرے ہاتھ پر ڈالو چنانچہ میں نے بسم اللہ پڑھ کر دست مبارک پر پانی ڈالا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی کا فوارہ پھوٹ پڑا اور طشت بھر گیا پھر آپ نے فرمایا' جابر اعلان کر دو جسے پانی کی ضرورت ہو وہ آجائے' چنانچہ سب نے حسب ضرورت استعمال کر لیا پھر رسول اللہ ﷺ نے طشت سے ہاتھ اٹھا لیا اور وہ طشت پانی سے لبالب تھا۔

پھر صحابہؓ نے آپ سے بھوک کا شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور کھلائے گا۔ پھر ہم سمندر کے ساحل پر پہنچے تو اس میں لہر آئی اور ایک بہت بڑی مچھلی باہر آپڑی ہم نے اس کے ایک پہلو پر آگ جلائی اور بھون کر خوب کھایا ہم پانچ شخص اس کے ایک چشم خانہ میں سما گئے پھر اس کی ایک پسلی کو کمان بنا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے نیچے سے ایک عظیم شترسوار سر نیچے کئے بغیر گزر گیا۔

۱۰۔ امام بخاری' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک برتن میں سے وضو فرما رہے تھے اور لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' دریافت کیا' کیا بات ہے؟ سب نے عرض کیا' وضو اور پینے کے لئے پانی میسر نہیں چنانچہ آپ نے اس برتن میں دست مبارک ڈالا اور انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹ پڑے۔ خوب پیا اور وضو کیا' دریافت ہوا' تم کتنے تھے؟ بتایا لاکھ بھی ہوتے تو پانی کافی تھا مگر ہم اس وقت ڈیڑھ ہزار تھے۔ اور مسلم میں اعمش کی روایت میں ہے کہ ہم چودہ سو تھے۔

۱۱۔ امام احمد (یحییٰ بن حماد' ابو عوانہ' اسود بن قیس' شفیق عبدی) جابر بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ۲۱۷' افراد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے' نماز کا وقت آگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا پانی ہے؟ تو ایک صحابی برتن میں معمولی سا پانی لیتا ہوا دوڑا آیا' آپ نے وہ پانی پیالے میں انڈیل لیا اور اس سے وضو کر لیا اور پیالہ وہیں چھوڑ دیا تو صحابہ کا ایک جم غفیر اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے بالکل صاف کر دیا یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو! ٹھہرو! پھر رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر اپنی ہتھیلی برتن میں رکھی اور فرمایا وضو کرو۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں واللہ! میں نے اس روز رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹتے دیکھے اور سب نے وضو کر لیا تو آنحضور ﷺ نے ہاتھ اٹھایا۔ **(وھذا اسناد جید تفرد بہ احمد)** سیاق و سباق سے واضح ہے کہ یہ ایک جدا معجزہ ہے۔

۱۲۔ مسلم شریف میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ میں

چودہ سو یا اس سے مزید افراد موجود تھے اور کنوئیں کا پانی ناکافی تھا جو پچاس افراد کو بھی سیراب نہیں کر سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کنوئیں کے منڈیر پر بیٹھ کر دعا فرمائی یا اس میں لعاب دہن ڈالا' اس میں اس قدر پانی جوش مارنے لگا کہ ہم سب سیراب ہو گئے اور جانوروں کو بھی پلایا۔

۱۳۔ بخاری شریف کی صلح حدیبیہ کی طویل حدیث میں جو مسور اور مروان بن حکم سے مروی ہے' یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے ایک گوشہ میں فروکش ہوئے کنوئیں میں پانی کم تھا۔ لوگ چلو' چلو لے رہے تھے پھر وہ بالکل ختم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ سے پیاس کا شکوہ کیا چنانچہ آپ نے ترکش سے ایک تیر کھینچا اور فرمایا کہ اسے کنوئیں میں گاڑ دو۔ پھر کنوئیں کا خوب جوش سے پانی نکلتا رہا کہ سب سیراب ہو گئے۔ کنوئیں میں تیر گاڑنے والا بقول ابن اسحاق ناجیہ بن جندب تھا اور یہی راجح ہے اور بعض سے براء بن عازب منقول ہے۔

۱۴۔ امام احمد (حسین اشقر' ابو کدینہ' عطاء' ابی النعمی) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز لشکر میں پانی نہ تھا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ لشکر میں پانی بالکل نہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ پانی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا وہ لے آؤ۔ چنانچہ وہ برتن میں معمولی سا پانی لے آیا' آپ نے برتن میں انگلیاں ڈال کر پھیلا دیں اور انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور حضرت بلالؓ کو کہا اعلان کر دو لوگ وضو کر لیں۔ طبرانی میں بھی مذکور ہیں۔

۱۵۔ امام بخاری حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ ہم معجزات کو خیر و برکت اور خوش حالی سمجھتے تھے اور تم لوگ ان کو خوفناک سمجھتے ہو۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے' پانی کی شدید قلت تھی' آپ نے فرمایا کچھ پانی تلاش کرو۔ چنانچہ وہ ایک برتن میں معمولی سا پانی لے آئے آپ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا بابرکت پانی کی طرف چلے آؤ میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے ابل رہا تھا' مزید برآں ہم دستر خوان پر طعام کی تسبیحات سنا کرتے تھے (ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے)

۱۶۔ امام بخاری حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ رات بھر چلتے رہے' صبح صادق سے کچھ دیر پہلے آرام کے لئے لیٹ گئے ایسے سوئے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد آنکھ کھلی اور سب سے قبل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی عادت تھی کہ وہ احتراماً رسول اللہ ﷺ کو بیدار نہیں کیا کرتے تھے تاوقتیکہ آپ خود ہی بیدار ہو جائیں۔ پھر حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو کر ذرا بلند آواز سے ذکر و اذکار میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی بیدار ہو گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔ ایک صحابی جماعت سے الگ ہو گیا' اس نے آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھی۔ نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جماعت میں شامل نہ ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے جنابت کا عذر پیش کیا۔ آپ نے اسے تیمم کر کے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ہراول دستے میں تھا اور ہم شدید پیاس سے دوچار تھے۔ چلتے چلتے راستہ میں ایک عورت ملی جو اونٹ پر دو مشکیزوں میں پانی لاد کر چلی آرہی تھی ہم نے اس سے چشمہ کا پتہ پوچھا اس نے کہا یہاں پانی نہیں ہے۔ پھر پوچھا تمہارے اور چشمہ کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے اس نے ایک رات اور دن کی مسافت بتائی۔ ہم نے کہا ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو اس نے کہا (مارسول اللہ) رسول اللہ کیا ہے؟ پھر ہم اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے اور اس نے آپ کو بھی وہی کچھ بتایا جو ہمیں بتا رہی تھی۔ پھر آپ نے اس کے مشکیزے اتارنے کا حکم دیا اور بسم اللہ پڑھ کران کو کھولا اور پانی کو اپنے دست مبارک سے چھوا۔ ہم چالیس افراد نے خوب سیر ہو کر پیا اور اپنے مشکیزے اور برتن سب بھر لیے اور یہ پہلے سے بھی زیادہ بھری معلوم ہوتی تھی۔ پھر آپ نے سب سے کھجور اور روٹی کے ٹکڑے جمع کر کے اس عورت کو دے دیئے اور اسے کہا یہ اپنے اہل و عیال کے لئے لے جاؤ اور سنو! ہم نے تمہارا پانی کم نہیں کیا' بس اللہ تعالیٰ نے ہمارے پانی کا اہتمام کیا ہے۔ وہ حیرت و استعجاب کے ملے جلے جذبات سے متاثر اپنے قبیلہ میں چلی آئی اور اس نے کہا "میں ایک عظیم ساحر کے پاس سے آئی۔ یا بقول ان کے رفقاء کے وہ ایک پیغمبر ہیں" اس معجزہ کی برکت سے وہ اور اس کا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

۱۷۔ امام احمد (یزید بن ہارون' حماد بن سلمہ' ثابت' عبداللہ بن رباح) ابو قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے فرمایا (آج) اگر پانی میسر نہ ہوا تو کل پیاسے رہو گے۔ چنانچہ تیز رفتار لوگ پانی کی تلاش میں روانہ ہو گئے اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ کو سواری پر اونگھ آگئی' میں نے سہارا دیا' آپ سنبھل گئے۔ پھر سر جھکایا' میں نے پھر سہارا دیا اور آپ سنبھل گئے۔ پھر اس قدر جھکے قریب تھا کہ آپ سواری سے گر پڑیں۔ میں نے سہارا تو آپ بیدار ہو گئے' پوچھا کون؟ عرض کیا ابو قتادہ۔ دریافت کیا تو کب سے میرے ساتھ ہے؟ عرض کیا آغاز شب سے۔ مجھے دعا دی' اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے جیسے تو نے اس کے رسول کی حفاظت و نگہداشت کی۔ پھر آپ نے فرمایا اگر ہم آرام کر لیتے (تو بہتر تھا) چنانچہ آپ ایک درخت کے قریب آرام فرما ہوئے اور پوچھا دیکھو! کوئی ہمارے قریب ہے؟ عرض کیا چھ سات افراد ہمارے قریب ہیں تو آپ نے فرمایا نماز کے وقت کا خیال رکھو۔ چنانچہ ہم سب سو گئے بس سورج کی تمازت نے ہی ہمیں بیدار کیا۔ پھر وہاں سے تھوڑی دور چل کر پڑاؤ کیا تو آپ نے پوچھا کیا پانی ہے؟ عرض کیا جی ہاں تھوڑا سا پانی ہے۔ فرمایا لاؤ' میں نے خدمت میں پیش کیا تو فرمایا اس سے وضو کرو۔ سب نے وضو کر لیا تو ایک جرعہ اور معمولی سا پانی بچ رہا۔ آپ نے فرمایا ابو قتادہ اس کو احتیاط سے رکھ لو' اس سے ایک عجیب بات ظاہر ہو گی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی' دو رکعت سنت کے بعد فرض پڑھے۔

پھر وہاں سے کوچ کیا تو لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے آپ نے پوچھا کیا سرگوشیاں کر رہے ہو سنو! اگر دنیاوی بات ہے تو تم جانو' دینی مسئلہ ہے تو مجھ سے پوچھ لو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم سے نماز میں کوتاہی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کوتاہی اور غفلت بیداری کی حالت میں ہوتی ہے۔ نیند میں غفلت کا دخل نہیں ہوتا' جب ایسا موقعہ پیش آجائے تو بیداری کے وقت ہی نماز ادا کرو اور آئندہ اس کے

اپنے وقت پر ہی پڑھو۔ پھر پوچھا باقی ماندہ لوگ کہاں ہیں؟ عرض کیا آپ نے کل فرمایا تھا اگر آج پانی نہ ملا تو کل کو پیاسے رہو گے چنانچہ لوگ پانی کی تلاش میں ہیں۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو مفقود پایا اور لوگ آپس میں کہنے لگے رسول اللہ ﷺ پانی کے چشمے پر قیام پذیر ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا لوگو! رسول اللہ ﷺ تمہارے بغیر چشمے پر مقیم ہونے کے نہیں۔ اگر لوگ ابوبکر اور عمر کی بات پر یقین کریں تو رشد و ہدایت پر ہوں گے۔ کچھ دیر کے بعد رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما ہوئے تو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ پیاس سے جان نکل رہی ہے، حلق سوکھے جا رہے ہیں۔ آپ نے تسلی دی فکر نہ کرو۔ آپ نے ابو قتادہ کو پانی کا برتن لانے کا ارشاد فرمایا اور کہا پیالہ بھی لے آؤ۔ چنانچہ وہ پیالے میں پانی ڈالتے جاتے تھے اور لوگ پی رہے تھے (پانی کی قلت محسوس کرتے ہوئے) لوگوں نے ہجوم کیا تو فرمایا ٹھہرو، ٹھہرو سب سیراب ہوں گے۔

ابو قتادہ کہتے ہیں میرے اور رسول اللہ ﷺ کے بغیر سب نے پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا پیو! میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ پہلے آپ پیئں تو فرمایا دستور ہے کہ پلانے والا بعد میں پیئے۔ چنانچہ میں نے پیا اور رسول اللہ ﷺ نے بعد میں پیا اور برتن میں پانی اسی طرح تھا جیسے پہلے تھا اور ہماری تعداد تین صد تھی۔

ابو قتادہ حرث بن ربعی انصاری کے شاگرد عبداللہ بن رباح انصاری کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد میں یہ حدیث بیان کر رہا تھا تو حضرت عمران بن حصینؓ نے کہا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا، عبداللہ بن رباح انصاری۔ تو انہوں نے کہا لوگوں کو اپنی بات خوب یاد ہوتی ہے۔ دھیان سے بیان کرو، میں اس رات ساتواں شخص تھا۔ جب میں بیان کر چکا تو حضرت عمرانؓ نے کہا میں سمجھتا تھا کہ میرے علاوہ یہ حدیث کسی کو یاد نہ ہو گی۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں جب رات کو کہیں قیام کرتے تو دائیں ہاتھ کا تکیہ بنا لیتے اور صبح کے قریب آرام کرتے تو بازو کھڑا کر کے دائیں ہتھیلی پر سر رکھ لیتے کہ زیادہ غفلت کی نیند نہ آئے۔

۱۸۔ امام بیہقی (ابو یعلی موصلی، شیبان، سعید بن سلیمان ضبعی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف ایک لشکر روانہ کیا (جس میں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے) آپ نے ان کو فرمایا ذرا تیز رفتار اور سبک گام چلو، وہاں ایک چشمہ ہے اگر مشرکین نے وہاں قبضہ کر لیا تو سخت مشقت اٹھانی پڑے گی۔ انسانوں اور جانوروں کو شدید پیاس ستائے گی۔

حضرت انس کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں ہم نو افراد باقی رہ گئے اور آپ نے فرمایا کیا ہم تھوڑی دیر یہاں آرام کر لیں پھر قافلہ سے جا ملیں گے تو رفقائے سفر نے "ہاں" میں جواب دیا تو وہاں آرام کے لئے اتر گئے (اتفاقاً اس قدر سوئے) کہ سورج کی تمازت سے ہی بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا آگے چلو اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو آؤ۔ پھر آپ نے پوچھا کیا کسی کے پاس پانی ہے تو ایک صحابی نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے پاس برتن میں کچھ پانی ہے۔ آپ نے فرمایا لے آؤ وہ لے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے

دونوں ہاتھوں سے چھو کر دعا فرمائی اور صحابہ سے کہا وضو کرو۔ وہ وضو کرتے رہے اور رسول اللہ ﷺ پانی ڈالتے رہے۔ اذان اور اقامت کے بعد آپ نے نماز پڑھائی اور پانی والے صحابی کو تاکید کی کہ اسے حفاظت سے رکھنا اس سے عجب بات ظاہر ہوگی۔ پھر آپ رفقاء سمیت چل پڑے۔ راستہ میں ان سے کہا کیا خیال ہے ہمارا قافلہ چشمہ پر قابض ہو گیا ہوگا؟ وہ کہنے لگے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا قافلہ میں ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں لوگ رشد و ہدایت میں ہوں گے۔

اتفاق سے اس چشمہ پر کفار قابض ہو گئے اور مسلمان سخت پیاس سے دوچار ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ پانی والا صحابی کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا وہ یہ ہے یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا وہ برتن لاؤ وہ لے آیا تو اس میں معمولی سا پانی تھا آپ نے فرمایا آؤ۔ پیو' چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے پانی ڈالتے رہے اور لوگ پیتے رہے یہاں تک کہ سب لوگ اور جانور خوب سیراب ہو گئے' مشکیزے اور برتن بھی بھر لئے پھر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کفار کے مقابلے میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے تیز ہوا چلائی' مشرکوں کو ہزیمت اور شکست سے دوچار کیا اور مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔ بہتوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور بیشتر کو قید کر لیا اور وافر مال غنیمت قبضہ میں کیا اور قافلہ صحیح سلامت واپس لوٹ آیا۔

۱۹۔ مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ انشاء اللہ کل بوقت چاشت تم تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے' سنو! میرے آنے تک کوئی پانی کو نہ چھوئے' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو دو آدمی وہاں پہلے پہنچ چکے تھے اور چشمہ جوتی کے تسمہ برابر تھا جس سے ذرا ذرا سا پانی رس رہا تھا آپ نے ان سے پوچھا کیا تم نے پانی کو چھوا ہے۔ انہوں نے یہ تسلیم کیا تو آپ نے ان کو برا بھلا کہا پھر چشمہ سے تھوڑا پانی جمع ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس پانی سے ہاتھ منہ دھو کر مستعمل پانی کو اس میں ڈال دیا اور چشمہ پانی سے خوب بھر گیا اور صحابہ کرام نے خوب پیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے معاذ! اگر تیری عمر دراز ہوئی تو عنقریب یہ صحرا باغ اور گلزار بن جائے گا۔

۲۰۔ زیاد حارث صدائی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ موسم سرما میں ہمارے کنوئیں کا پانی وافر ہوتا ہے اور ہم وہیں رہائش رکھتے ہیں' موسم گرما میں اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اور ہم مختلف چشموں پر رہائش کیلئے مجبور ہو جاتے ہیں اب ہم مسلمان ہو چکے ہیں' ہمارے گرد و نواح کافر ہیں۔ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ ہمارے کنوئیں کا پانی وافر کر دے اور ہم سب اکٹھے اس پر رہائش پذیر ہوں۔ چنانچہ آپ نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو ہاتھ میں مسلا اور ان پر دم کر کے فرمایا یہ لے جاؤ بسم اللہ پڑھ کر ایک ایک کنکری کنوئیں میں ڈال دو۔

صدائی کہتے ہیں ہم نے حسب فرمان عمل کیا بعد ازیں اس کنوئیں کا قطر اور تہہ نظر نہیں آئی۔ یہ حدیث مسند احمد' سنن ابی داؤد' ترمذی اور ابن ماجہ میں مختصر ہے اور بیہقی کی "دلائل النبوۃ" میں طول طویل ہے۔

قبا کا کنواں : ۲۱۔ بیہقی میں ہے کہ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ قبا میں تشریف لائے اور کنوئیں کی بابت پوچھا تو میں نے ان کو وہ کنواں بتایا تو حضرت انسؓ نے فرمایا اس کنوئیں کا پانی

ختم ہو جاتا تھا رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈول پانی کھینچنے کا حکم دیا۔ آپ نے اس سے وضو کیا یا اس میں لعاب ڈالا اور پھر وہی مستعمل پانی اس میں ڈال دیا گیا' بعد ازیں اس کا پانی ختم نہیں ہوا۔

۲۲۔ ابوبکر بزار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہم نے اپنے "نزور" نامی کنوئیں سے آپ کو پانی پلایا اور آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا پھر اس کنوئیں کا پانی کبھی ختم نہیں ہوا۔

دودھ میں برکت کا معجزہ : امام احمد (روح' عمر بن زر) مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ! میں اپنا پیٹ بھوک کے مارے زمین سے لگا دیتا (کہ ذرا تسلی ہو جائے) اور کبھی بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ میں ایک روز راستہ پر بیٹھ گیا حضرت ابوبکر گزرے' میں نے ان سے ایک آیت کی تفسیر پوچھی اور میرا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ کھانے کے لئے لے چلیں مگر وہ ساتھ نہ لے گئے۔

پھر اسی غرض سے حضرت عمرؓ سے ایک آیت کا مطلب پوچھا وہ بھی ساتھ نہ لے گئے پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ میرا چہرہ دیکھ کر بھانپ گئے اور میرے دل کی بات جان گئے۔ فرمایا ابوہریرہ! میں نے لبیک اور جی ہاں کہا پھر فرمایا آؤ' میں اجازت کے بعد اندر چلا آیا۔ وہاں ایک پیالہ دودھ کا پایا' آپ نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے' جواب ملا کہ یہ فلاں صاحب تحفہ دے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا' ابوہریرہ! عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ! فرمایا اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔

اصحاب صفہ اسلامی مہمان تھے' ان کا کوئی گھر بار نہ تھا' جب رسول اللہ ﷺ کے پاس ہدیہ اور تحفہ آتا تو اس سے خود کھاتے اور اصحاب صفہ کو بھی بھیج دیتے اور جب صدقہ آتا تو سارا ان کے پاس ارسال کر دیتے۔ یہ سن کر میں ذرا دل گیر ہوا میری خواہش تھی کہ میں تنہا ہوتا تو شب و روز کا گزارہ ہو جاتا' یہ لوگ آگئے تو میں ہی ان کو یہ دودھ پیش کروں گا ان کے بعد میرے لئے کیا بچے گا؟ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی ایک ناگزیر امر تھا۔ میں بادل نخواستہ چلا گیا وہ آگئے اور اجازت لے کر گھر میں بیٹھ گئے' پھر فرمایا ابوہریرہ! یہ پیالہ اٹھا اور ان کو پلا' میں یکے بعد دیگرے سب کو پلاتا رہا۔ وہ سب سیر ہو گئے پھر میں نے پیالہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے ہتھیلی پر رکھ کر میری طرف نگاہ اٹھائی اور مسکرا کر مجھے فرمایا ابوہریرہ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا اب میں اور تم دونوں پینے والے باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا درست یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا تم بیٹھ کر پی لو۔ میں نے پی لیا تو پھر مجھے برابر کہتے رہے اور پی' اور پی بالاخر میں نے عرض کیا اب پیٹ میں گنجائش نہیں۔

پھر آپ نے فرمایا اب مجھے دے دو چنانچہ آپ نے باقی ماندہ دودھ نوش فرمالیا۔ اس کو امام بخاری اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

۲۔ امام احمد (ابوبکر بن عیاش' زر) حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریوں کا چرواہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور فرمایا کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ میں

نے عرض کیا دودھ تو ہے مگر میں اس کا امین ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی ایسی بکری ہے جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو اور گابھن نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ میں نے پٹھ بکری آپ کی خدمت میں پیش کی آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دودھ اتر آیا۔ ایک برتن میں دوھا' خود پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو پلایا۔ پھر تھنوں سے کہا سمٹ جاؤ چنانچہ وہ سمٹ گئے۔

پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے بھی وہ وظیفہ بتا دیجئے' آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بچے! تجھ پر خدا کی رحمت ہو' تو تعلیم یافتہ ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ میں نے تنہا آپ سے ستر سورتیں یاد کیں' کوئی میرا ہم سبق نہ تھا۔

۳۔ بیہقی میں ہے کہ سفر ہجرت میں جب رسول اللہ ﷺ ام معبد کے خیمہ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس سے گوشت اور دودھ خریدنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے پاس یہ نہ تھا اس کے خیمہ میں ایک بکری دیکھی اور آپ نے پوچھا یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے کہا یہ اتنی کمزور ہے کہ ریوڑ کے ساتھ چراگاہ تک بھی نہیں جا سکتی' آپ نے فرمایا یہ کچھ دودھ بھی دیتی ہے اس نے کہا یہ اس قابل ہی نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا دودھ دھونے کی اجازت ہے؟ تو اس نے کہا اگر اس کا دودھ ہو تو دوھ لیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کو پاس منگوایا اس پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی پھر بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بڑا برتن منگوایا جو آٹھ نو افراد کے سیراب کرنے کو کافی تھا بکری نے اپنے پاؤں دوہنے کے لئے پھیلا دیئے اور جگالی شروع کر دی' آپ نے دودھ دوھ کر برتن بھر دیا۔ سب سے پہلے ام معبد کو پلایا' پھر اپنے رفقا کو' آخر میں خود پیا۔ اس کے بعد وہ برتن دوبارہ دودھ دوھ کر بھر دیا اور ام معبد کو دے دیا اور خود سفر پر روانہ ہو گئے۔

۴۔ امام احمدؒ مقداد بن اسود سے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے دو رفیقوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں آیا' تمام صحابہؓ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا لیکن کسی نے بھی ہماری کفالت اور مہمانی کا بار برداشت نہ کیا۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا' آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے وہاں چار بکریاں بندھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا مقداد! ان کا دودھ دوہ کر اس کے چار حصہ کرو اور ہر ایک کو اس کا حصہ دے دیا کرو۔ چنانچہ ہم دودھ کا اپنا حصہ پی لیتے اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ رکھ دیتے۔

ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کا حصہ رکھ دیا اور خود بستر پر لیٹ گیا اور میرے دل میں آیا کہ رسول اللہ ﷺ انصار کے ہاں آتے ہیں اور وہ آپ کی خاطر تواضع کرتے ہیں' لہٰذا آپ کو اس دودھ کی ضرورت نہیں اگر میں یہ دودھ پی لوں تو کیا حرج ہے یہ خیال برابر میرے دل میں رہا اور میں نے یہ دودھ اٹھا کر پی لیا جب میں پی چکا تو میرے دل میں آیا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے پیاسے تشریف لائیں گے اور پیالہ خالی پا کر (بددعا دیں گے) اسی کشمکش میں کپڑا اوڑھ کر لیٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آواز سے سلام کہا (جو جاگتے کو سنے اور سوتے کو نہ سنے) پھر پیالے کو خالی پا کر' آسمان کی طرف سر مبارک اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی! جس نے مجھے کھلایا ہے اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا ہے اسے پلا۔

یہ دعا سن کر میں بستر سے اٹھا اور ہاتھ میں چھری لی کہ ان بکریوں میں سے جو زیادہ فربہ ہو اسے ذبح

کروں، مگر میرا ہاتھ ایک بکری کے تھنوں پر پڑا تو معلوم ہوا کہ ان میں دودھ بھرا ہوا ہے چنانچہ سب کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ سب کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے، چنانچہ میں نے دودھ دوھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے پوچھا مقداد کیا قصہ ہے؟ میں نے عرض کیا پہلے دودھ نوش فرمایئے بعد میں قصہ بتاؤں گا، آپ جب خوب سیر ہو گئے تو باقی ماندہ میں نے پی لیا پھر آپ کو سارا ماجرا سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "هيه" اور کہو میں نے پھر وضاحت سے بتایا تو آپ نے فرمایا یہ برکت آسمان سے نازل ہوئی ہے۔

۵۔ ابوداؤد طیالسی (زہیر، ابو اسحاق) بنت حباب سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں ایک بکری پیش کی آپ اسے دوہنے لگے تو فرمایا کوئی بڑا برتن لاؤ۔ میں نے آٹا گوندھنے کا لگن پیش کیا آپ نے اس میں دوھ کر لبالب کر دیا اور فرمایا خود پیو اور اپنے ہمسایہ کو پلاؤ۔

۶۔ امام بیہقی چھ واسطہ سے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں قریباً چار سو اشخاص تھے اور ہم ایسے مقام پر ٹھہرے جہاں پانی نہ تھا اور سب شدت پیاس سے مضطرب تھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس شکوہ سے گریزاں تھے۔ چنانچہ ایک سینگوں والی بکری آکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آپ نے اسے دوھ کر آپ پیا اور سب کو خوب پلایا اور فرمایا نافع! اسے قابو کر لو اور مجھے امید ہے کہ تم اس کی حفاظت نہ کر سکو گے۔ وہ کہتے ہیں میں نے اسے رسی سے باندھ دیا۔ پھر میں رات کو اٹھا تو اسے نہ پایا اور خالی رسی پڑی ہوئی پائی۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نافع! جو اسے لایا تھا وہی لے گیا ہے۔ یہ حدیث سند و متن کے لحاظ سے غریب ہے۔

۷۔ امام بیہقی (ابو سعید مالینی، ابو احمد بن عدی، ابن عباس بن محمد بن عباس، احمد بن سعید بن ابی مریم، ابو حفص ریاحی، عامر بن ابی عامر الخزاز ابو عامر، حسن) سعد مولیٰ ابی بکر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بکری کا دوھ لاؤ، جبکہ بکری کا نام و نشان نہ تھا۔ میں اٹھا، دیکھا تو بکری ہے اور اس کے تھنوں میں دودھ ہے۔ میں نے اسے دوھ کر اس کی حفاظت کرنے کی تاکید کی۔ ہم سواریوں کی نگہداشت میں مشغول ہو گئے اور وہ گم ہو گئی، میں نے رسول اللہ ﷺ کو گمشدگی کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا اس کا مالک ہے جو اسے لے گیا ہے۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے اور اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

گھی کے متعلق معجزات : حافظ ابو یعلی (شیبان، محمد بن زیاد برجمی، ابی طلال، انس) حضرت ام سلیمؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بکری کے گھی کا ڈبہ بھر کر ربیبہ کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ کہہ کر پہنچا دیا کہ یہ گھی ام سلیم نے آپ کے لئے ارسال کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے ڈبہ خالی کر دو چنانچہ وہ خالی ڈبہ گھر لے آئی، اس وقت ام سلیم گھر میں نہ تھیں اور ربیبہ نے وہ ڈبہ ایک کھونٹی سے لٹکا دیا۔

ام سلیم گھر آئیں تو انہوں نے وہ ڈبہ گھی سے لبالب پا کر ربیبہ کو ڈانٹا کہ میں نے تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گھی دے کر نہیں بھیجا تھا۔ ربیبہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کو دے آئی تھی، اگر یقین نہ آئے تو جا کر ان سے دریافت کر لو۔ چنانچہ ام سلیم ربیبہ کو ہمراہ لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کے ہاتھ آپ کی خدمت میں گھی کا ڈبہ ارسال کیا تھا آپ نے فرمایا بالکل وہ آئی تھی اور لائی تھی تو ام سلیم نے کہا واللہ! وہ تو اب لبالب بھرا ہوا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم! اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ تم نے اللہ کے نبی کو کھلایا اس نے تمہیں کھلایا۔ جاؤ' خوب کھاؤ وہ کہتی ہیں میں نے گھر آکر اس سے گھی استعمال کے لئے نکالا اور ہم اس ڈبہ سے مسلسل ایک ماہ یا دو ماہ کھاتے رہے۔

۲۔ امام بیہقی آٹھ واسطوں سے ام اوس بہزیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے گھی صاف کر کے ڈبہ میں ڈالا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اسے قبول فرما لیا اور معمولی سا ڈبہ میں باقی رہنے دیا اور اس میں آپ نے دم کیا اور خیرو برکت کی دعا کی اور مجھے واپس لوٹایا تو وہ گھی سے لبریز تھا میں سمجھی کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہدیہ قبول نہیں فرمایا میں واویلا اور چیختی چلاتی ہوئی آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں تو آپ کے کھانے کے لئے لائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے دعا قبول ہو چکی ہے اور اسے فرمایا جاؤ کھاؤ اور برکت کی دعا کرو چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بعد حضرت علی اور امیر معاویہ کے دور تک اس سے کھاتی رہیں۔

۳۔ امام بیہقی حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ دوس قبیلہ کی خاتون ام شریک رمضان میں مسلمان ہوئیں اور سفر ہجرت کے دوران ایک یہودی سے پانی مانگا اس نے کہا یہودیت اختیار کر لو تو پانی ملے گا۔ چنانچہ اس نے خواب میں پانی پیا وہ بیدار ہوئیں تو بالکل سیر تھیں جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئیں اور یہ قصہ سنایا تو آپ نے اسے خطبہ کی دعوت دی مگر اس نے خود کو کمتر سمجھ کر عرض کیا آپ جس سے چاہیں نکاح کر دیں چنانچہ آپؐ نے اس کا نکاح زیدؓ سے کر دیا اور اسے تیس صاع جو کا غلہ دیا اور کہا اسے کھاؤ اور ماپو نہیں۔

اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاریہ کے ہاتھ گھی کا ڈبہ ارسال کیا آپ نے خالہ ڈبہ ارسال کر کے فرمایا کہ اس کو بند کئے بغیر لٹکا دے ام شریک نے دیکھا تو وہ گھی سے لبریز ہے اس نے جاریہ سے کہا میں نے تجھے یہ گھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچانے کے لئے کہا تھا اس نے کہا میں تو ابھی دے کر آئی ہوں یہ تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا' آپ نے فرمایا اسے بند نہ کرو جب ام شریک نے اس کا منہ بند کیا تو وہ ختم ہو گیا اسی طرح انہوں نے جو ماپے تو وہ بھی پورے ۳۰ صاع ہوئے ذرا بھی کم نہ ہوئے۔

۴۔ امام احمد ام مالک بہزیہ سے بیان کرتے ہیں کہ ام مالک ہمیشہ ایک برتن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گھی تحفہ ارسال کیا کرتی تھیں اور جب ان کے بچے سالن مانگتے اور سالن نہ ہوتا تو وہ اس برتن کو جس میں تحفہ بھیجا کرتی تھیں اٹھا لاتیں اور بقدر ضرورت گھی نکل آتا۔ ایک دن انہوں نے وہ برتن نچوڑ لیا اور وہ ختم ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا تم نے اسے نچوڑ لیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر تو اس کو نہ نچوڑتی تو اس سے ہمیشہ گھی نکلتا رہتا۔

۵۔ امام احمد' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے غلہ مانگا آپ نے

اس کو آدھا وسق جو دیئے۔ اس میں سے وہ روزانہ اپنے' اپنی بیوی اور مہمان کے لئے نکالتا رہا۔ پھر اس نے ایک دن ملیا تو وہ جلد ہی ختم ہو گئے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس کو نہ تولتے تو ہمیشہ ختم نہ ہوتا اور برابر موجود رہتا۔ یہ دونوں روایات امام مسلم نے عن ابی الزبیر عن جابر بیان کی ہیں۔

ابو طلحہؓ انصاری کے گھر میں معجزانہ دعوت : امام بخاری' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابو طلحہ نے ام سلیم سے کہا ہے کہ مجھے آنحضور ﷺ کی ضعیف آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھوکے ہیں' تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دے کر جو کی چند روٹیاں دوپٹے میں لپیٹ کر مجھے آپ کی خدمت میں بھیج دیا میں روٹیاں لے کر آیا تو آپؐ مسجد میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے میں ان کے پاس کھڑا ہوا تو آپ نے پوچھا کیا ابو طلحہ نے تمہیں بھیجا ہے' میں نے کہا جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے سب سے کہا اٹھو! اور وہ سب ابو طلحہ کے مکان پر تشریف لے آئے' میں نے ابو طلحہ کو ان کی آمد کی خبر دی تو ابو طلحہ نے ام سلیم سے کہا رسول اللہ ﷺ ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور ہمارے پاس کھلانے کا کوئی سامان نہیں۔ اس نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ابو طلحہ نے رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا اور آنحضور ﷺ ابو طلحہ کے ہمراہ گھر میں آئے اور ام سلیم سے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ' اس نے وہی انس والی روٹیاں ہی پیش کیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو چورا کیا اور اس میں گھی کا برتن انڈیل دیا اور وہ مالیدہ بن گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان پر کچھ پڑھا اور فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ' وہ شکم سیر ہو کر چلے گئے اور پھر دس آدمیوں کو بلایا۔ وہ بھی کھا کر چلے گئے' اسی طرح ستر یا اسی آدمیوں نے کھایا۔

۲۔ ابو یعلی' (ہدبہ بن خالد' مبارک بن فضالہ' بکیر اور ثابت بنانی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابو طلحہ رسول اللہ ﷺ کی بھوک دیکھ کر ام سلیم کے پاس آئے اور کہا رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے کہا ہمارے پاس قریباً ایک مد جو کا آٹا ہے تو ابو طلحہ نے کہا کھانا تیار کرو' ہم رسول اللہ ﷺ کی دعوت کرتے ہیں۔ کھانا تیار کر کے حضرت انسؓ کو کہا رسول اللہ ﷺ کو بلا لائے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ایک جماعت میں تھے جو غالباً اسی (۸۰) سے زائد اشخاص تھے' میں نے عرض کیا ابو طلحہ آپ کی دعوت کر رہے ہیں۔ آپ نے سب صحابہؓ سے کہا آؤ میں گھبرا کر واپس پلٹا اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ سمیت تشریف لا رہے ہیں تو ابو طلحہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو ہمارے گھر کا ہم سے زیادہ علم ہے۔

ابو طلحہ نے آپ کا استقبال کیا اور کہا ہمارے پاس تو یہی چند روٹیاں ہیں جو ام سلیم نے آپ کے لئے ابھی تیار کی ہیں' آپ نے وہ پرات میں رکھ دیں اور گھی دریافت کیا تو ابو طلحہ نے کہا "کچھ ہے تو" چنانچہ انہوں نے ڈبہ نچوڑا اور رسول اللہ ﷺ نے انگشت سے روٹیاں چپڑیں اور وہ خستہ ہو گئیں اور پھول گئیں' آپ نے بسم اللہ پڑھی اور وہ اس قدر پھولیں کہ پرات بھر گئی تو آپ نے فرمایا دس افراد کو بلاؤ وہ آئے تو

آپ نے پرات کے وسط میں دست مبارک رکھا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اسی طرح دس دس کی ٹولی کھاتی رہی حتیٰ کہ اسی (۸۰) سے زائد اشخاص نے کھانا کھایا اور کھانا اسی طرح تھا جس طرح شروع میں تھا۔

۳۔ امام احمد' عبداللہ بن عنبر' سعد بن سعید بن قیس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابو طلحہ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ کو بلا لاؤں میں آیا اور رسول اللہ ﷺ صحابہ کی جماعت میں تشریف فرما تھے آپ نے مجھے دیکھا اور میں نے شرماتے ہوئے کہا ابو طلحہ یاد کر رہے ہیں آپ نے سب کو کہا چلو تو ابو طلحہ نے کہا یارسول اللہ میں نے تو صرف آپ کے لئے ہی کھانا تیار کیا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے مس کیا اور خیر و برکت کی دعا کی اور فرمایا دس صحابہؓ کو اندر بلاؤ چنانچہ اس طرح دس دس کھاتے رہے اور سب سیر ہو گئے اور کھانا جوں کا توں رہا اور امام مسلم نے بھی اس کو سعد بن سعید سے بیان کیا ہے۔

۴۔ امام مسلم (عبد بن حمید' خالد بن مخلد' محمد بن موسیٰ' عبداللہ بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انسؓ

۵۔ ابو یعلی موصلی (محمد بن عباد مکی' حاتم' معاویہ بن ابی مردو' عبداللہ بن عبداللہ بن ابی طلحہ' عبداللہ) ابی طلحہؓ

۶۔ امام احمد (علی بن عاصم' حصین بن عبدالرحمٰن' عبدالرحمٰن بن ابی لیلی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حسب سابق بیان کرتے ہیں مگر اس میں دو مد جو کا تذکرہ ہے۔

۷۔ باب الاطعمہ میں امام مسلم نے بھی ابن ابی لیلی سے یہی روایت بیان کی ہے اور اس میں ہے کہ ابو طلحہ نے ام سلیم کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص کھانا تیار کرے۔

۸۔ ابو یعلی (شجاع بن مخلد' وھب بن جریر' جریر' جریر بن یزید' عمرو بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابو طلحہ نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں لیٹے دیکھا آپ بے چینی سے کروٹ بدل رہے تھے گھر آکر ام سلیم کو یہ کیفیت بتائی تو اس نے روٹی پکائی اور مجھے ابو طلحہ نے کہا جاؤ رسول اللہ ﷺ کو بلا لاؤ میں آیا تو آپ صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ابو طلحہ آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ چل پڑے اور صحابہ کو بھی ساتھ لیا اور میں دوڑتا ہوا ابو طلحہ کے پاس آیا اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ سمیت تشریف لا رہے ہیں۔ ابو طلحہ نے استقبال کر کے عرض کیا وہ تو صرف ایک روٹی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس میں برکت کرے گا۔ آپ کی خدمت میں ایک برتن میں روٹی پیش کی گئی' فرمایا گھی ہے چنانچہ کچھ گھی بھی لایا گیا آپ نے انگلی سے روٹی کو تر کر کے فرمایا کھاؤ چنانچہ دس دس کر کے سب نے کھا لیا پھر رسول اللہ ﷺ' ابو طلحہ' ام سلیم اور میں نے بھی تناول کیا اور باقی ماندہ کا تحفہ ہمسایہ کو دیا۔

باب الاطعمہ میں مسلم میں بھی یہ عمرو بن عبداللہ سے مروی ہے۔

۹۔ امام احمد (یونس بن محمد' حماد بن زید' ہشام' محمد بن سیرین) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ام سلیم نے نصف مد جو پیس کر اس میں کچھ گھی ڈال کر حلوہ سا تیار کیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کو بلانے کے لئے بھیجا۔ میں آیا تو آپ صحابہؓ میں تشریف فرما تھے' آپ نے فرمایا میں اور میرے رفقا آرہے ہیں۔ چنانچہ آپ صحابہ کرام سمیت اٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے ابو طلحہ کو کہا رسول اللہ ﷺ صحابہ سمیت چلے آرہے ہیں۔ ابو طلحہ نے فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر عرض کیا یہ تو معمولی سا حریرہ ام سلیم نے آپ کے لئے تیار

کیا تھا پھر آپ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا دس دس آکر کھاتے جاؤ چنانچہ چالیس اشخاص نے خوب سیر ہو کر کھالیا اور وہ اسی طرح موجود تھا۔

۱۰۔ باب الاطعمہ میں امام بخاری نے حضرت انسؓ سے ہشام بن محمد' جعد ابی عثمان' ابو ربیعہ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے۔

۱۱۔ ابو یعلی موصلی (عمرو بن ضحاک' ابوہ' اشعث حرانی' محمد بن سیرین) حضرت انسؓ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ ابو طلحہ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں کھانا نہیں ہے اس نے مزدوری سے ایک صاع جو حاصل کئے اور ام سلیم نے اس کا خطیفہ اور حلوہ بنایا اور اس نے یہ طویل حدیث بیان کی ہے۔

۱۲۔ امام احمد (یونس بن محمد' حرب بن میمون' نضر بن انس) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے ام سلیم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ اگر آپ ہمارے ہاں کھانا تناول فرمائیں تو زہے قسمت۔ میں نے پیغام دیا تو آپ نے کہا ہم اور جو لوگ ہمارے پاس ہیں میں نے کہا جی ہاں! آپ نے حاضرین مجلس سے کہا اٹھو! چلو! میں پریشان سا ام سلیم کے پاس آیا تو ام سلیم نے پوچھا انس کیا پیغام لائے ہو۔ میرے جواب سے قبل رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو ام سلیم سے پوچھا گھی ہے؟ اس نے عرض کیا ڈبہ میں کچھ ہے آپ نے فرمایا وہ لے آؤ اس کا منہ کھول کر آپ نے (**بسم اللہ اللھم اعظم فیھا البرکتہ**) پڑھا اور فرمایا اس کو خلط ملط کر دو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا نام لے کر وہ نچوڑا اور اس سے اسی سے زائد اشخاص سیر ہوئے اور جو بچ رہا ام سلیم کے حوالے کر دیا کہ خود کھاؤ اور ہمسایہ کو کھلاؤ۔

مسلم نے باب الاطعمہ میں یہ روایت یونس بن محمد موذب سے بیان کی ہے۔

۱۳۔ ابو القاسم بغوی (علی بن مدینی' عبدالعزیز بن محمد دراوردی' عمرو بن یحییٰ بن عمارہ انصاری مازنی' یحییٰ بن عمارہ) حضرت انس بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیم نے حلیم تیار کیا اور ابو طلحہ نے کہا بیٹا! جاؤ رسول اللہ ﷺ کو بلاؤ میں آیا تو آپ صحابہ کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا ابا جی آپ کو دعوت میں بلا رہے ہیں۔ آپ نے سب حاضرین سے کہا چلو۔ جب میں نے آپ کے ہمراہ سب کو آتے دیکھا تو فوراً دوڑ کر عرض کیا ابا جی! رسول اللہ ﷺ سب حاضرین سمیت تشریف لا رہے ہیں۔

ابو طلحہ نے اٹھ کر دروازے پر آنحضور ﷺ کا استقبال کر کے عرض کیا معمولی سا کھانا تھا۔ آپ نے فرمایا لاؤ اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا اور دعا فرما کر کہا دس دس اشخاص آتے جائیں چنانچہ اسی طرح اسی (۸۰) اشخاص نے کھانا تناول فرمایا۔ یہ روایت باب الاطعمہ میں امام مسلم دراوردی سے قعنبی کی معرفت بیان کرتے ہیں۔

۱۴۔ امام مسلم باب اطعمہ میں (حرملہ' ابن وہب' اسامہ بن زید لیثی' یعقوب بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سابق روایت کے موافق بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ معجزہ حضرت انس سے مختلف طرق اور اسانید سے مروی ہے جو حد تواتر کو پہنچتے ہیں۔

حضرت انسؓ سے ان کے بیٹے نضر کے علاوہ ان کے اخیافی بھائی عبداللہ بن ابو طلحہ انصاری کے پانچ

بیٹے اسحاق، عمرو، یعقوب، عبداللہ اور بکر بیان کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ثابت بنانی، جعد ابو عثمان، ہشام بن محمد، سنان بن ربیعہ یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن انصاری بھی بیان کرتے ہیں۔

غزوہ خندق میں معجزانہ دعوت : بخاری شریف میں حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے بیان ہے کہ جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے ہیں۔ میں نے آ کر بیوی سے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے ایک صاع جو نکالے اور گھر میں ایک بکری تھی جس کو میں نے ذبح کیا۔ اس نے آٹا پیس کر تیار کیا اور گوشت ہانڈی میں ڈال دیا اور میں آنحضورؐ کو لینے کے لئے چلا آیا بیوی نے کہا آپ کے ساتھ اور لوگوں کو لا کر رسوا نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں میں نے چپکے سے آپ کے کان میں کہا میں نے کھانے کا انتظام کیا ہے، آپ چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے چلیئے۔ آپ نے یہ سن کر تمام اہل خندق کو کہا، آؤ جابر نے دعوت کا اہتمام کیا ہے۔ پھر فرمایا میرے آنے تک ہانڈی نہ اتاری جائے اور روٹی نہ پکے۔ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ میں نے گھر میں آ کر بتایا تو بیوی نے برا بھلا کہا۔ میں نے کہا میں نے تمہاری بات کی تعمیل کی ہے چنانچہ آپ آئے تو بیوی نے آٹا آپ کے سامنے پیش کیا، آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی اس طرح ہانڈی میں بھی لعاب مبارک ملا دیا اور خیر و برکت کی دعا کی۔ بعد ازیں آپ نے فرمایا کسی روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمہارے ساتھ مل کر روٹی پکائے اور ہانڈی کو نیچے اتارے بغیر سالن ڈالو، قریباً ایک ہزار آدمی تھے (سب کھا کر فارغ ہو گئے) لیکن ہانڈی اور آٹے میں کوئی کمی نہ تھی۔

العجائب الغریبہ : میں حافظ ابو عبدالرحمٰن بن محمد بن منذر ہروی معروف بہ یشکر ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کرتے ہیں کہ (محمد بن علی بن طرخان، محمد بن مسرور، ابو برزہ ہاشم بن ہاشم در بیت اللہ، ابو کعب بداح بن سہل انصاری مدنی مصیصہ میں (جو ہارون رشید کے حکم سے بغداد میں منتقل ہو چکے تھے)، سہل بن عبدالرحمان بن کعب بن مالک، عبدالرحمٰن، کعب بن مالک سے نقل کیا ہے) حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے بھوک محسوس کی اور گھر آ کر بکری ذبح کر کے اس کو پکایا اور پھر اس کا ثرید بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا تو آپ نے اسے کہا کہ سب انصار کو بلا لایئے چنانچہ وہ گروہ در گروہ آتے رہے اور سب کھا کر چلے گئے اور کھانا بدستور اسی طرح موجود تھا۔ ہاں رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی تھی کہ گوشت کھاتے وقت ہڈی نہ توڑیں چنانچہ آپ نے سب ہڈیوں کو جمع کر کے ان پر دست مبارک رکھا اور دعا کی اور بکری کان جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تو آپ نے حضرت جابرؓ سے کہا اپنی بکری لے جاؤ، اللہ تعالیٰ اس میں برکت کرے۔ جابر کہتے ہیں میں اسے پکڑ کر گھر لے آیا اور وہ راستہ میں مجھ سے کان چھڑا رہی تھی، مجھے بیوی نے کہا جابر! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا واللہ! یہ ہماری بکری ہے جو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ذبح کی تھی آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا یہ سن کر اس کی بیوی نے تین بار کہا "میں شہادت دیتی ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

دعوت ولیمہ میں اعجاز : ابو یعلیٰ اور باغندی، (شیبان، محمد بن عیسیٰ بصری) ثابت بنانی کہتے ہیں میں نے

حضرت انسؓ سے عرض کیا کوئی عجیب واقعہ سنایئے تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے آپ نے مجھے کسی غلط کام پر برا بھلا نہیں کہا۔ جب رسول اکرم ﷺ نے زینب بنت جحش سے شادی کی تو مجھے میری والدہ نے کہا بیٹا رسول اللہ ﷺ نے شادی کی ہے' معلوم نہیں آپ کے ہاں کھانا ہے یا نہیں' گھی کا ڈبہ لاؤ۔ میں نے گھی اور کھجور والدہ کے سامنے پیش کی تو اس نے دونوں کو ملا کر مالیدہ بنا دیا اور مجھے کہا رسول اللہ ﷺ اور ان کی بیوی کے پاس لے جا۔ جب میں یہ کھانا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو فرمایا یہ کھانا ایک گوشے میں رکھ دو اور ابوبکر' عمر' علی اور عثمان رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کو بلا لاؤ جو لوگ مسجد میں ہیں' ان کو بھی بلا لاؤ اور جو شخص راستے میں ملے اسے بھی لیتے آنا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں حیران تھا کہ کھانا معمولی اور تھوڑا سا ہے اور دعوت بے شمار لوگوں کی ہے۔ چنانچہ گھر کا صحن اور کمرہ سب بھر گئے تو آپ نے فرمایا وہ برتن لاؤ میں نے وہ برتن آپ کے سامنے رکھ دیا آپ نے اس میں تین انگلیاں ڈالیں تو کھانے میں اضافہ ہونے لگا وہ سب کھا کر واپس چلے گئے تو برتن میں اس قدر کھانا موجود تھا جس قدر میں لایا تھا پھر آپ نے فرمایا زینب کے پاس لے جاؤ چنانچہ وہاں رکھ کر دروازہ بند کر کے چلا آیا۔ ثابت کہتے ہیں میں نے ابو حمزہ انسؓ سے دریافت کیا کہ کتنے افراد کھا گئے؟ تو انہوں نے کہا ۷۱ یا ۷۲ اشخاص تھے۔

ایک مد جو میں حیرت انگیز اضافہ : جعفر بن محمد فریابی (عثمان بن ابی شیبہ' حاتم بن اسماعیل' انیس بن ابی یحییٰ' اسحاق بن سالم) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اصحاب صفہ کو بلا کر لانے کا حکم فرمایا میں ان سب کو تلاش کر کے رسول اللہ ﷺ کے در پر لایا پھر اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرما دی پھر ہمارے سامنے ایک برتن میں کھانا رکھا جو قریباً ایک مد جو سے تیار ہوا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں دست مبارک رکھ کر فرمایا بسم اللہ کر کے کھاؤ ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا اور رسول اللہ ﷺ نے کھانا ہمارے سامنے رکھتے وقت یہ فرمایا بس ہمارے گھر میں صرف یہی کھانا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے دریافت ہوا جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو کتنا بچ رہا فرمایا اس قدر باقی جتنا پہلے تھا' البتہ اس پر انگلیوں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں دعوت : جعفر فریابی (ابو سلمہ یحییٰ بن خلف' عبد الاعلیٰ' سعید بن جریدی' ابو الدردا' ابو محمد حضرمی) حضرت ابو ایوبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کی دعوت کی اور صرف اسی قدر کھانا تیار کیا میں رسول اللہ ﷺ کو لینے آیا تو فرمایا انصار میں سے ۳۰ معززین کو بلا لاؤ اور مجھے یہ شاق گزرا کہ میرے ہاں اس کے سوا اور کھانا نہ تھا اور میں نے کچھ ہچکچاہٹ محسوس کی تو دوبارہ فرمایا تیس معزز انصاری بلا لاؤ۔ وہ تشریف لے آئے وہ کھا چکے تو انہوں نے آپ کی رسالت کا اقرار اور پھر بیعت کی پھر فرمایا ساٹھ معززین انصار کو بلاؤ ابو ایوب کہتے ہیں مجھے ساٹھ اشخاص بلانے میں تردد نہ تھا جس قدر تیس اشخاص بلانے میں تھا۔ وہ بھی آئے اور شکم سیر ہو کر کھا گئے اور جانے سے پہلے وہ بھی آپ کی رسالت پر ایمان لائے اور بیعت کر کے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا نوے انصاری اور بلا لاؤ ان کو

بلایا وہ بھی کھا چکے اور جانے سے قبل آپ کی رسالت کے اقراری ہوئے اور بیعت کی' الغرض اس معمولی طعام سے ایک سو اسی انصاری شکم سیر ہوئے۔ یہ حدیث سند اور متن دونوں لحاظ سے نہایت غریب ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو عبدالاعلی سے بیان کیا ہے بذریعہ محمد بن ابی بکر مقدمی۔

حضرت فاطمہؓ کے گھر کھانے میں معجزانہ اضافہ : حافظ ابو یعلی (سہل بن حنظلہ' عبداللہ بن صالح' ابن لہیعہ' محمد بن منکدر) حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی روز سے کھانا نہیں کھایا تھا اور یہ حالت آپ پر شاق تھی چنانچہ آپ نے سب ازواج مطراہت سے طعام معلوم کیا اور کسی کے پاس بھی کچھ نہ پایا تو حضرت فاطمہ سے کہا! بیٹی! تمہارے پاس کوئی چیز ہے مجھے بھوک لگی ہے؟ انہوں نے کہا' میں آپ پر قربان' واللہ! میرے پاس کچھ نہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس چلے آئے تو کسی ہمسایہ عورت نے حضرت فاطمہ کو دو روٹی اور کچھ گوشت تحفہ بھیجا تو آپ نے اسے برتن میں رکھا اور ڈھانپ کر کہا میں یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گی (حالانکہ تمام اہل خانہ بھوکے تھے)

چنانچہ حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور آپ واپس چلے آئے تو عرض کیا کچھ تحفہ ہمسایہ سے آیا تھا وہ میں نے آپ کے لئے چھپا رکھا ہے۔ فرمایا لاؤ چنانچہ برتن سے کپڑا سرکایا تو وہ گوشت اور روٹیوں سے لبریز ہے جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا تو بھانپ گئیں کہ یہ برکت من جانب اللہ ہے' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے حمد و ثنا کے بعد دریافت کیا یہ حیرت انگیز اضافہ کہاں سے ہے تو فاطمہؓ نے عرض کیا ابا جی! یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے' اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد کہا اس خدا کی تعریف و ستائش ہے جس نے تمہیں مریمؑ کی شبیہ بنایا وہ بھی جب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا تو یہی کہتی تھیں کہ یہ من جانب اللہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں نہ تھے' ان کو بلایا پھر رسول اللہ ﷺ' حضرت علیؓ' حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ و حسینؓ سب نے کھایا اور سب ازواج مطہرات نے بھی کھایا اور پیالہ اسی طرح لبریز تھا جیسے شروع میں تھا اور باقی ماندہ ہمسایہ میں تقسیم کیا۔ یہ حدیث سند اور متن دونوں وجوہ سے غریب ہے۔

آغاز اسلام میں دعوت : (انذر عشیرتک الا قربین) آیہ مبارک نازل ہوئی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا ایک بکری کا گوشت ایک صاع گندم اور دودھ کا انتظام کرو اور اولاد عبدالمطلب کو دعوت دو چنانچہ چالیس افراد جمع ہو گئے سب نے خوب کھایا اور کھانا جوں کا توں باقی تھا اور اسی طرح دودھ بھی یہ انتظام مسلسل تین روز رہا اور ان کو دعوت توحید پیش کی رواہ ربیعہ بن ماجذ از علی

ثرید کے پیالہ میں برکت : امام احمد (سلیمان تیمی' ابوالعلا بن یزید بن شخیر) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے تناول فرمایا اور سب حاضرین مجلس نے کھایا اور برابر ظہر تک کھاتے رہے کسی نے پوچھا اس میں اور کھانا ڈالا جاتا تھا؟ ادھر سے تو نہیں البتہ آسمان اور پردہ غیب سے ڈال دیا جاتا ہو گا۔

ترمذی اور نسائی میں یہ روایت معتمر بن سلیمان بذریعہ سلیمان مروی ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں معجزانہ طعام : امام بخاری، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ حاجت مند لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا ہر آدمی اپنے ہمراہ ان میں سے کسی کو لے جائے چنانچہ رسول اللہ ﷺ دس اشخاص کو ساتھ لے گئے اور حضرت ابو بکرؓ تین آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے رات کا کھانا نبی علیہ السلام کے پاس کھا لیا اور رسول اللہ ﷺ کے کھانا کھانے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر کچھ رات گزر جانے کے بعد گھر تشریف لائے تو بیوی سے کہا تم نے مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا؟ اس نے کہا جناب! انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا کہ ابو بکرؓ آ جائیں تو کھائیں گے اور میں ڈر کے مارے چھپ گیا تو آپ نے مجھے ارے احمق کہا اور جلی کٹی سنائیں اور مہمانوں سے کہا کھاؤ واللہ! میں نہیں کھاؤں گا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ کھانے سے ہم ایک لقمہ اٹھاتے تو کھانے میں اسی قدر اور اضافہ ہو جاتا۔ ہم سب شکم سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے زیادہ تھا۔ حضرت ابو بکر نے یہ منظر دیکھ کر اپنی بیوی سے کہا یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا یہ تو پہلے سے تین گنا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے کھایا اور فرمایا قسم ایک شیطانی حرکت تھی۔ پھر آپ نے یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ مسلمانوں کا ایک قوم کے ساتھ معاہدہ تھا جس کی میعاد ختم ہو چکی تھی، ان کے بارہ نمائندے آئے۔ ہر ایک کے ہمراہ متعدد اشخاص تھے، اللہ جانے وہ کتنے تھے؟ آپ نے وہ کھانا ان کے لئے بھیج دیا چنانچہ ان سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور مسلم شریف میں بھی یہ ابو عثمان عبدالرحمٰن بن مل نہدی سے مذکور ہے۔

کلیجی میں حیرت انگیز اضافہ : امام احمد (حازم، معتمر بن سلیمان، سلیمان، ابو عثمان) عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ۱۳۰ اشخاص تھے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کا سامان ہے؟ چنانچہ ایک شخص ایک صاع آٹا لایا اور وہ گوندھا گیا، اتنے میں ایک پریشان بال والا لمبا تڑنگا کافر بکریاں ہنکاتا ہوا آیا، آپ نے فرمایا فروخت کرو گے یا تحفہ پیش کرو گے اس نے کہا بیچوں گا چنانچہ آپ نے اس سے ایک بکری خریدی اور ذبح کے بعد کلیجی بھوننے کا حکم دیا اور ہر شخص کو تقسیم کی پھر گوشت دو بڑے پیالوں میں بھرا گیا سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور جو باقی بچ رہا اپنے ساتھ اٹھا لیا بخاری اور مسلم میں بھی معتمر سے مروی ہے۔

کھانے میں غیر معمولی برکت : امام احمد (فزارہ بن عمر، فلیح، سہیل بن ابی صالح) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنگ میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام کو خوراک کی اس قدر تکلیف اور تنگی ہوئی کہ لوگوں نے سواریوں کو ذبح کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دے دی حضرت عمر کو معلوم ہوا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سواریاں ذبح کر دیں گے تو جنگ کیسے کریں گے؟ آپ بچا کھچا زاد راہ طلب فرمائیں اور برکت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے بچا ہوا زاد سفر منگوایا تو سب لوگ وہاں لے

آئے آپ نے اس پر برکت کی دعا کی اور فرمایا اپنے اپنے برتن بھر لیں پھر بھی بکثرت کھانا بچ رہا یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں شاہد ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں جس شخص کا توحید اور میری رسالت پر یقین ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

امام مسلم' امام نسائی اور فریابی نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن حافظ ابو یعلی اس نے سند کو اعمش سے شک کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ روایت ابی صالح' ابوسعید سے مروی ہے یا ابی ہریرہ سے اور اس میں غزوہ تبوک کی صراحت ہے اور امام مسلم یہ روایت اسی طرح شک کے ساتھ بھی بیان کرتے ہیں' واللہ اعلم۔

حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل : امام احمد (علی بن اسحاق' عبداللہ بن مبارک' اوزاعی' مطلب بن حنطب مخزومی' عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری) ابوعمرہ انصاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ لوگوں کو اس قدر خوراک کی تکلیف ہوئی کہ سواریاں ذبح کرنے کی اجازت طلب کی۔ یہ بات حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمانے کا ارادہ کر لیا ہے تو عرض کیا دشمن سے ہم پیادہ اور بھوکے کیسے جنگ کریں گے؟ آپ کا خیال ہو تو لوگوں کا باقی ماندہ زاد راہ طلب فرما کر دعا فرمائیں' اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سے برکت کرے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے باقی ماندہ زاد راہ کے جمع کرنے کا اعلان کر دیا ایک آدمی جو سب سے زیادہ کھانا لے کر آیا کھجور کا ایک صاع تھا۔ آپ نے اس پر برکت کی دعا کی' پھر لشکر کو برتن لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب برتن بھر لئے گئے اور کھانا جوں کا توں باقی تھا یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے کہ آپ کے دانت نظر آئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا کہ اس کلمہ کی بدولت انسان دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ امام نسائی نے بھی اس کو ابن مبارک سے بیان کیا ہے۔

ابوبکر بزار (احمد بن معلی ادمی' عبداللہ بن رجا' سعید بن سلمہ' ابوبکر عمری) ابراہیم بن عبدالرحمٰنؓ بن ابی ربیعہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے ابوقیس غفاری سے سنا کہ ہم جنگ تہامہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب ہم عسفان میں پہنچے تو لوگوں نے بھوک کا شکوہ کیا تو سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ نے سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت فرما دی ہے تو پھر کس پر سوار ہوں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر کیا رائے ہے؟

عرض کیا کہ آپ لوگوں سے باقی ماندہ زاد سفر طلب فرمائیں اور اس پر دعائے برکت فرمائیں۔ چنانچہ بچا ہوا سامان سفر ایک کپڑے میں جمع کیا پھر دعا کے بعد فرمایا اپنے اپنے برتن لے آؤ وہ سب برتن بھر کر لے گئے تو کوچ کا اعلان فرمایا راستے میں بارش ہوئی تو سب نے سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر تین شخص آئے' دو تو آپؐ کے پاس بیٹھ گئے اور تیسرا اعراض کر کے چلا گیا۔ آپ نے فرمایا ان میں ایک اللہ تعالیٰ سے شرما گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے حیا کی لاج رکھی۔ دوسرے نے توبہ کی' اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمائی۔ باقی رہا تیسرا تو اس نے انحراف کیا اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمایا۔

ہمارے علم میں اس سند سے صرف ابو خنیس سے یہ حدیث مروی ہے۔ امام بیہقی نے بھی یہ حدیث ابو خنیس غفاری سے بیان کی ہے۔

حافظ ابو یعلی (محمد بن یزید رفاعی' ابن فضل' یزید بن ابی زیاد' عاصم بن عبیداللہ بن عاصم' عبیداللہ بن عاصم) حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جنگ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دشمن طاقتور اور تازہ دم ہے' ہم کمزور اور فاقہ مست ہیں۔ انصار نے عرض کیا' حکم ہو تو سواریاں ذبح کر کے لوگوں کو کھلائیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زائد طعام ہو وہ لے آئے چنانچہ پورے لشکر سے ۲۰/۲۵ صاع خوراک جمع ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر دعائے برکت کی اور فرمایا آرام سے لو' لوٹ نہ مچاؤ۔ چنانچہ سب برتن بھر لئے یہاں تک کہ آستینوں میں بھی اٹھا لیا گیا اور کھانا جوں کا توں باقی تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا کہ جو شخص اس کا صدق دل سے قائل ہو گا وہ دوزخ کی حرارت سے محفوظ رہے گا۔ نیز ابو یعلی نے یہ روایت اسحاق بن اسماعیل طالقانی' جریر' یزید بن ابی زیاد سے بھی بیان کی ہے جو سابق روایت کی شاہد' واللہ اعلم۔

غزوہ خیبر میں آب و دانہ کا اعجاز : حافظ ابو یعلی (محمد بن بشار' یعقوب بن حضرمی قاری' عکرمہ بن عمار' ایاس بن سلمہ بن اکوع) حضرت سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم جنگ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے زاد سفر جمع کرنے کا حکم فرمایا' ایک دسترخوان پر وہ جمع کیا اس کی مجموعی مقدار میرے اندازے میں' بیٹھی ہوئی بکری کے برابر تھی۔ ہم چودہ سو افراد نے یہ کھانا کھایا میں نے پھر اندازہ کیا تو ابھی بکری کے جثہ کے برابر کھانا موجود تھا اور مسلم کی روایت میں ہے ہم نے توشہ دان بھر لئے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا وضو کے لئے پانی ہے؟ چنانچہ ایک شخص لوٹے میں ذرا سا پانی لایا آپ نے وہ پانی پیالے میں انڈیل دیا۔ چودہ سو اشخاص نے خوب دل کھول کر وضو کیا۔

خندق کی کھدائی کے دوران معجزہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ نعمانؓ بن بشیر کی ہمشیرہ کو اس کی والدہ (عمرہ بنت رواحہ) نے کچھ کھجوریں دے کر کہا اپنے والد اور ماموں عبداللہ کے پاس لے جاؤ۔ وہ کہتی ہیں میں کھجوریں لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ابو اور ماموں جان کو تلاش کرتے ہوئے گزری' تو آپ نے فرمایا' بیٹی! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا' یہ امی نے ابو اور ماموں کے لئے بھیجا ہے' آپ نے فرمایا ادھر لاؤ میں نے وہ آپ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیا وہ بھرے نہیں پھر آپ نے دسترخوان بچھوایا اور اس پر ڈال دیا' پھر آپ نے اعلان کروایا کہ سب خندق والے کھانے کے لئے چلے آئیں۔ سب سیر ہو گئے اور دسترخوان ہے ابھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے کھایا ہی نہیں۔

حضرت جابرؓ کی کھجوروں میں عجب اضافہ : حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ احد میں شہید ہو گئے اور وہ مقروض تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے پاس قرض ادا کرنے کا سوائے کھجوروں کی پیداوار کے کوئی سامان نہیں اور اس پیداوار سے کئی برس تک قرض ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں (کہ آپ کے احترام سے) قرضدار مجھ سے بدکلامی نہ کریں۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے گئے اور کھجوروں کے ڈھیر کے گرد چکر لگا کر دعا فرمائی اور اسی ڈھیر پر بیٹھ گئے فرمایا اپنے اپنے قرض لیتے جاؤ قرض بھی پورا ہو گیا اور اتنی ہی کھجوریں باقی بچ رہیں۔ یہ حدیث حضرت جابرؓ سے

متعدد طرق سے مروی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ : مسند احمد میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ نقل ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سونے کی اس معمولی سی ڈلی سے میرا قرض کیسے اتر سکتا ہے؟ آپ نے اسے پکڑ کر نوک زبان پر پھیر کر فرمایا' یہ لے جاؤ اور قرض ادا کر دو' چنانچہ میں نے اس معمولی سی ڈلی سے چالیس اوقیہ قرض اتارا (اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے)

حضرت ابو ہریرہؓ کا توشہ دان : مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں معمولی سی کھجوریں لایا اور عرض کی ان میں دعائے برکت فرما دیجئے۔ آپ نے ان کو اکٹھا کر کے دعا کی اور فرمایا اسے توشہ دان میں رکھ لو' ہاتھ ڈال کر نکالتے رہو' جھاڑیو نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر سے بندھا رہتا تھا' ہم اس سے کھاتے اور کھلاتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دوران یہ توشہ دان میری کمر سے کٹ کر کہیں گر پڑا۔

سنن ترمذی میں بھی یہ واقعہ ابو العالیہ' ابو ہریرہ سے بیان ہے اور امام ترمذی نے حسن غریب کہا۔

۲۔ امام بیہقی (ابو الفتح ہلال بن محمد بن جعفر حضار' حسین بن یحیٰی بن عباس قطان' حفص بن عمر' سہل بن زیاد ابو زیاد' ایوب سختیانی' محمد بن سیرین) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں شامل تھے۔ بھوک کی شدت نے ستایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ! کچھ کھانا تمہارے پاس ہے؟ عرض کیا توشہ دان میں کچھ کھجور ہے۔ فرمایا' لاؤ' میں نے لا کر پیش کیں تو فرمایا چرمی دستر خوان بچھا دو' میں نے بچھا دیا تو آپ نے توشہ دان سے سب کھجوریں نکال لیں جو ۲۱ تھیں اور ہر ایک کو بسم اللہ پڑھ کر جدا جدا رکھ دیا بعد ازیں اکٹھی کر کے فرمایا فلاں صاحب اور اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ' وہ شکم سیر ہو کر چلے گئے تو فرمایا فلاں آدمی اور اس کے ہمراہیوں کو لے آؤ' وہ بھی تناول فرما کر چلے گئے تو فرمایا فلاں اور اس کے رفقا کو دعوت دو' وہ بھی کھا کر چلے گئے تو کھجوریں بچ رہیں مجھے فرمایا' بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا تو ہم دونوں نے کھایا اور باقی ماندہ کھجوریں میں نے توشہ دان میں رکھ لیں اور مجھے نصیحت فرمائی' ابو ہریرہ اس میں سے ہاتھ سے نکالو' پلٹو نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکالتا رہا اور اس سے ۵۰ وسق راہ خدا میں خیرات کیئے۔ وہ توشہ دان میرے پالان کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ حضرت عثمان کے عہد میں گر کر ضائع ہو گیا۔ ایک وسق قریباً ڈیڑھ سو کلو کا ہوتا ہے۔

۳۔ حافظ ابوبکر بیہقی' حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں اسلامی زندگی میں مجھ پر تین مصائب نہایت سخت آئے رسول اللہ ﷺ کی وفات' حضرت عثمانؓ کی شہادت اور توشہ دان۔ توشہ دان کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے آپ نے فرمایا تیرے پاس کچھ ہے؟ عرض کیا توشہ دان میں کھجور ہے۔ فرمایا دس اشخاص کو بلاؤ' آپ نے اس میں سے کھجوریں نکال کر دعائے برکت کی اور فرمایا دس اشخاص کو بلاؤ' وہ کھا کر چلے گئے تو یکے بعد دیگرے دس دس افراد کو بلایا یہاں تک کہ سارا لشکر سیر ہو گیا اور کھجوریں باقی بچ گئیں تو آپ نے فرمایا ابو ہریرہؓ اس میں ہاتھ ڈال کر نکالتے رہو' الٹ کر خالی نہ کرو۔ چنانچہ

میں اس سے حضرت عثمان کی شہادت تک کھاتا رہا' ان کی شہادت کے بعد میرا مال و متاع لوٹ لیا گیا اور توشہ دان بھی۔ میں نے اس سے کم از کم دو سو وسق کھجور کھائی ہو گی۔

۴۔ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چند کھجوریں عطا فرمائیں میں نے وہ تھیلے میں ڈال کر چھت سے لٹکا دیں ہم ہمیشہ اس سے کھاتے رہے بالآخر مدینہ پر شامیوں کے حملہ کے دوران وہ ضائع ہو گئیں' تفرد بہ احمد۔

سات کھجوروں کا اعجاز : حافظ ابن عساکر نے عرباض بن ساریہ کے ترجمہ و تعارف میں یہ قصہ نقل کیا ہے کہ میں سفر حضر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی خاطر دروازے پر رہتا تھا تبوک میں ایک رات کسی ضرورت کے لئے چلا گیا واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہاں تھا؟ میں نے بتایا تو اتنے میں جعال بن سراقہ اور عبداللہ بن معقل مزنی بھی آ نکلے۔ ہم تینوں بھوکے تھے' رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ سے کھانے کے لئے کچھ طلب کیا مگر نہ ملا تو حضرت بلالؓ سے کہا تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے تھیلی سے ٹٹول کر سات کھجوریں نکالیں اور ایک پلیٹ میں رکھ دیں آپ نے اس پر دست مبارک رکھ کر کچھ پڑھا اور فرمایا بسم اللہ کیجئے۔ میں کھاتا جاتا تھا اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں رکھتا جاتا تھا' میں نے ۵۴ کھجوریں کھائیں اور میرے ساتھیوں نے پچاس پچاس ہم خوب سیر ہو چکے تو کھجوریں بدستور پوری سات تھیں۔ آپ نے بلال کو فرمایا اسے تھیلی میں رکھ لو' دوسرے دن پھر پلیٹ میں رکھ کر فرمایا کھاؤ۔ دس اشخاص نے خوب سیر ہو کر کھائیں اور کھجوریں بدستور اسی طرح تھیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے شرمسار نہ ہوتا تو مدینہ میں واپسی تک انہی سے کھاتے رہتے۔ چنانچہ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو ایک لڑکے کو دے دیں وہ چباتا ہوا چلا گیا۔

حضرت عائشہؓ کے غلہ میں برکت : صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو میرے گھر میں صرف تھوڑے سے جو مچان پر رکھے تھے' میں دیر تک کھاتی رہی (وہ ختم نہ ہوئے) میں نے تو لے تو ان کی برکت جاتی رہی اور وہ ختم ہو گئے۔

شادی میں معجزانہ تعاون : امام بیہقی نے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا قصہ نقل کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے شادی کے سلسلہ میں تعاون طلب کیا آپ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا تو ابو رافع اور ابو ایوب کو درع دے کر ایک یہودی کے پاس بھیجا وہ رہن کر کے تیس صاع جو لے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے وہ نوفل کے حوالے کر دیئے۔ نوفل کہتے ہیں میں نے یہ ۶ ماہ تک کھائے' پھر تولے تو پورے تیس صاع تھے۔ نوفل کہتے ہیں میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی تو آپ نے فرمایا اگر تم اسے ماپتے نہ تو زندگی بھر اس سے کھاتے رہتے۔

چکی کا تعجب خیز واقعہ : امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص اپنے گھر آیا اور اہل خانہ کو خستہ حال پایا وہ جنگل میں نکل گیا اس کی بیوی نے دعا کی الٰہی! ہمیں کھانا عطا فرما۔ وہ دیکھتی ہے کہ چکی چلنے لگی' آٹے سے برتن بھر گیا تنور روٹیوں اور گوشت سے بھرپور ہے۔ وہ جنگل سے

واپس آیا اور پوچھا کچھ کھانا ہے؟ بیوی نے کہا جی ہاں! اللہ کا دیا سب کچھ ہے پھر اس نے چکی اٹھا کر سب آٹا جمع کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا اگر چکی نہ اٹھاتی تو قیامت تک چلتی رہتی **لو ترکھا لدادت الی یوم القیامه** ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری فاقہ مست اور محتاج تھا' پریشانی کی حالت میں گھر سے باہر چلا گیا۔ اس کی بیوی کو خیال آیا اگر چکی چلاؤں اور تنور میں آگ جلا دوں تو ہمسایہ پر ہماری ناداری کا راز فاش نہ ہو گا وہ ہمیں خوشحال سمجھیں گے چنانچہ اس نے آگ جلائی اور چکی چلائی۔ اتنے میں شوہر گھر آیا اور دروازے پر دستک دی' چکی کی آواز سن کر کہا کیا پیس رہی ہو' اس نے اپنا خیال بتایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ چکی سے آٹا نکل رہا ہے چنانچہ انہوں نے سب برتن آٹے سے بھر لئے پھر تنور دیکھا تو اس میں تازہ روٹیاں موجود ہیں۔ اس نیک مرد نے یہ سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کیا تو پوچھا اب چکی چل رہی ہے تو اس نے کہا' جی نہیں! ہم نے وہ اٹھا کر آٹا صاف کر لیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس کو اٹھاتے نہ تو وہ میری زندگی بھر چلتی رہتی یا تمہاری زندگی تک۔ **هذا الحديث غريب سندا ومتنا۔**

کافر مہمان ثمامہؓ : مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کے ہاں ایک کافر مہمان آیا' وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ وہ صبح کو مسلمان ہو گیا تو صرف ایک بکری کے دودھ سے سیر ہو گیا اور دوسری کا دودھ نہ پی سکا تو آپ نے فرمایا مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور غیر مسلم سات آنت میں۔ یعنی مسلمان ایمان کی برکت سے خوراک کم کھاتا ہے اور کافر پیٹو اور حریص ہوتا ہے۔

امام بیہقی' حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں ایک دیہاتی آنحضور ﷺ کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ آپ نے بسیار تلاش کے بعد معمولی سا روٹی کا ٹکڑا مہیا کیا' اس کے متعدد ٹکڑے بنا کر دعا فرمائی۔ اس نے کھایا تو پھر بھی بچ رہا تو اس نے کہا اے محمدؐ آپ صالح انسان ہیں۔ آپ نے فرمایا مسلمان ہو جا تو اس نے پھر وہی تعریفی کلمات کہے اور چلا گیا۔

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں ایک مہمان آیا' آپ نے جستجو کے بعد کھانے کو کچھ نہ پایا تو دعا کی **اللّٰھم انی اسئلک من فضلک ورحمتک فانه لا یملکھا الا انت)** اچانک آپ کی خدمت میں بھنی ہوئی سالم بکری کا تحفہ آیا تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل و کرم ہے اور ہم اس کے انتظار میں ہیں۔

(امام بیہقی' الحافظ ابو عبداللہ' ابو علی حسین بن علی حافظ' عبدان اہوازی' محمد بن زیاد برجمی' عبیداللہ بن موسیٰ' مسعر' زبید' حرہ) یہ روایت بجائے مرفوع کے مرسل درست ہے اور امام بیہقی نے ایسا ہی ایک واقعہ واثلہ بن اسقع سے بیان کیا ہے مگر اس میں اصحاب صفہ کا واقعہ ہے کہ رمضان میں افطاری کے بعد ان کو ہر کوئی حسب استطاعت اپنے ساتھ لے جاتا تھا مگر مسلسل تین روز ان کو کسی نے کچھ نہ کھلایا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا اظہار کیا تو آپ نے بھی بسیار تلاش کے بعد گھر میں کچھ نہ پایا تو آپ نے دعا فرمائی الٰہی! ہم تیرے فضل و کرم کے سائل ہیں جو تیرے قبضہ میں ہے تیرے علاوہ کسی کے قبضہ میں کچھ نہیں چنانچہ فوراً ایک بھنی ہوئی بکری "سالم" کا تحفہ آیا سب نے سیر ہو کر کھایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم نے اللہ تعالیٰ سے

فضل و رحمت کا سوال کیا تھا یہ اس کا فضل ہے اور رحمت اس کے پاس ہمارے لئے ذخیرہ ہے۔

بکری کی دستی : امام احمد (اسماعیل، یحییٰ بن اسحاق، غفاری) سالم بن عبداللہ مجلس میں کسی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روٹی اور گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا دستی اٹھا دو پھر دوسری دستی طلب کی تو وہ بھی تناول فرمائی تو پھر دستی طلب فرمائی تو اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا تیرے باپ کی قسم! اگر تو خاموش رہتا تو میں جس قدر مانگتا تو دیتا رہتا۔

یہ حدیث درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آباؤ اجداد کی حلف اٹھانے سے منع فرمایا ہے، دیگر اس سند میں دو راوی مبہم ہیں۔

۲۔ امام احمد (خلف بن ولید، ابو جعفر رازی، شرحبیل) ابی رافع مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں ایک بکری بطور تحفہ آئی رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو دریافت کیا یہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ تحفہ آیا ہے، چنانچہ میں نے وہ پکائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو رافع دستی لاؤ، میں نے پیش کی تو فرمایا دوسری بھی لاؤ، میں نے وہ بھی پیش کر دی تو فرمایا اور لاؤ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بکری کی دستی دو ہی ہوتی ہیں تو آپ نے فرمایا اگر تم خاموش رہتے تو میں مانگتا رہتا تم دیتے رہتے۔ پھر آپ نے کلی کر کے ہاتھ دھوئے اور نماز پڑھی پھر ٹھنڈا سالن کھا کر مسجد میں چلے گئے، نماز پڑھائی اور دوبارہ وضو نہیں کیا۔

۳۔ امام احمد، ابی رافع سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سالم بکری کا گوشت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا دستی لاؤ میں نے وہ پیش کر دی۔ پھر دوسری دست طلب کی میں نے وہ بھی پیش کر دی تیسری طلب کی تو میں نے عرض کیا بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تو خاموش رہتا تو میں جب تک مانگتا رہتا تو دیتا رہتا۔

رسول اللہ ﷺ کو دستی کا گوشت پسند تھا، اسی وجہ سے زینب یہودیہ نے خیبر میں دستی کے گوشت میں زہر حل کر دیا تھا۔ جب آپ نے ایک لقمہ کھایا تو لقمہ نے ہی آپکو زہر سے مطلع کر دیا تھا۔

۴۔ یہی معجزہ حافظ ابو یعلی، ابو رافع سے منقطع اور موصول دو طرق سے روایت کرتے ہیں اور ایسا ہی ایک واقعہ مسند احمد میں ابو ہریرہؓ سے منقول ہے، اس میں ہے اگر تم اور تلاش کرتے تو موجود پاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں معجزانہ برکت : مسند احمد میں دکین بن سعید خثعمی کا بیان ہے کہ ہم چار سو چالیس افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے غلے کی درخواست کی تو آپ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا جاؤ ان کو غلہ دو۔ انہوں نے کہا میرے پاس تو صرف اہل خانہ کے لئے ہی غلہ موجود ہے اور عیال کثیر ہے۔

آپ نے فرمایا جاؤ ان کو حسب ضرورت دو۔ چنانچہ آپ نے ارشاد کی تعمیل کی اور ان کو ساتھ لے کر چلے آئے اور اپنے بالاخانہ میں لے گئے۔ نیفہ سے چابی نکال کر تالا کھولا۔ وہ کھجوریں جو اونٹ کے بچہ کے بیٹھنے کی جگہ کو محیط تھیں۔ آپ نے فرمایا اٹھا لاؤ، ہم نے حسب منشا اٹھائیں اور میں سب سے آخر لے کر فارغ ہوا میں نے دیکھا کہ کھجوروں میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔ رواہ ابوداؤد عن عبدالرحیم رواہی۔

سو کھجوروں میں برکت : حضرت ابو رجاؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اور انصاری سے کہا اگر ہم یہ باغ سیراب کر دیں تو کیا اجرت ہو گی؟ اس نے عرض کیا میں تو اسے بڑی محنت سے بھی سیراب نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا اعلیٰ قسم کی سو کھجور کے عوض ہم اسے سیراب کر دیتے ہیں۔ اس نے عرض کیا جیسے چاہیں۔ چنانچہ آپ نے اسے فوراً سیراب کر دیا اور مالک کہنے لگا باغ تو ڈوب گیا۔ پھر آپ نے سو عدد عمدہ قسم کی کھجوریں پسند فرمائیں۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھائی اور باقی ماندہ وہی سو کھجور اسے واپس فرما دی۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں علی بن عبدالعزیز بغوی سے بیان کیا ہے۔

درخت کا چلنا : امام احمد (ابومعاویہ' اعمش' ابوسفیان' طلحہ بن نافع) حضرت انس سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ایک روز خون میں لت پت غمناک بیٹھے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کیا بات ہے؟ فرمایا ان کفار مکہ نے مجھے بدحال کر دیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کیا کوئی معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو جبرائیلؑ نے ایک درخت کو دیکھ کر فرمایا اسے بلائیں۔ آپ نے بلایا تو وہ چلا آیا اور سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ جبرائیلؑ نے کہا اب اسے واپس جانے کا حکم دیجئے' وہ واپس چلا گیا تو آپ نے فرمایا بس کافی ہے۔ یہ سند شرط مسلم کی حامل ہے اور صرف ابن ماجہ میں مذکور ہے۔

۲۔ بیہقی' حماد بن سلمہ سے بواسطہ علی بن زید' ابو رافع سے حضرت عمرؓ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ کفار مکہ کی اذیت سے رسول اللہ ﷺ پریشان ہو کر حجون پر بیٹھے تھے' دعا فرمائی' الٰہی! مجھے آج کوئی نشانی دکھایئے' بعد ازیں مجھے کسی تکذیب کرنے والے کی پرواہ نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ کو اشارہ ہوا کہ فلاں درخت کو بلایئے' چنانچہ وہ درخت زمین کو چیرتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا آیا۔ پھر آپ نے اسے حکم دیا وہ واپس اسی مقام پر چلا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے اب کسی تکذیب کرنے والے کی پرواہ نہیں۔

۳۔ امام بیہقی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کفار مکہ کی تکذیب سے پریشان ہو کر کسی شعب میں جا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو طعنہ دیا تھا جناب! کیا آپ اپنے آباؤ اجداد سے بھی افضل ہیں تو اسی وقت **افغیر اللّٰہ تامرونی عبد ایھا الجاہلون** نازل ہوئی۔ آپ نے دعا کی' خدایا! مجھے کوئی اطمینان بخش معجزہ دکھا جس سے غم کافور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اس درخت کی جس شاخ کو چاہو بلاؤ چنانچہ آپ نے ایک شاخ کو بلایا تو وہ ٹوٹ کر زمین کو پھاڑتی ہوئی آپ کے سامنے آکھڑی ہوئی تو آپ نے خدا کا شکر کیا اور طبیعت خوش ہو گئی اور پھر وہ آپ کے حکم سے واپس چلی گئی۔

کھجور کے خوشہ کا آنا : امام احمد (ابومعاویہ' اعمش' ابو ظبیان حصین بن جندب) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عامری نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے مہر نبوت دکھایئے جو آپ کے شانہ مبارک پر ہے' میں حاذق طبیب ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا میں آپ کو ایک معجزہ دکھاؤں اس نے کہا بالکل اس نے کھجور کے خوشے کو دیکھ کر کہا اسے بلایئے آپ نے اسے بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ کے سامنے آگیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واپس چلا جا وہ واپس چلا گیا تو عامری

نے کہا اے آل عامر! میں نے اس سے بڑا جادو گر آج تک نہیں دیکھا۔

۲۔ امام بیہقی کی روایت (بذریعہ ابی ظبیان) میں ہے کہ اس عامری نے معجزہ خود طلب کیا تھا اور ابو ظبیان سے سماک یہ بھی روایت کرتا ہے کہ اس نے آپ کی رسالت کا اقرار کیا اور ایمان لے آیا۔ تاریخ بخاری میں یہ محمد بن سعید' اصبہانی سے بھی منقول ہے' امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابتداء میں اس نے آپ کو ساحر سمجھا' پھر وہ اپنی بصیرت سے مسلمان ہو گیا۔

۳۔ امام بیہقی نے بواسطہ سالم بن ابی الجعد' حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ وہ خوشہ زمین چیرتا ہوا آپکے روبرو کھڑا ہو کر سجدہ ریز ہوا اور سر اٹھایا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ نے اسے واپس جانے کا حکم فرمایا یہ منظر دیکھ کر عامری نے کہا اے آل عامر! آئندہ میں آپکی کبھی تکذیب نہیں کروں گا۔

درخت کا شہادت دینا : امام حاکم' حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے' ایک دیہاتی سے آپ نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ اس نے کہا گھر کا' آپ نے فرمایا کیا کسی نیک کام کی بھی ضرورت ہے؟ اس نے پوچھا وہ کیا؟ تو آپ نے فرمایا تو میری رسالت اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کر لے اس نے کہا کیا اس پر کوئی دلیل بھی ہے فرمایا یہ درخت شاہد ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ نے اس سے تین بار اللہ کی الوہیت اور رسول کی رسالت کی شہادت طلب کی' اس نے شہادت دی اور اپنے اصل مقام پر لوٹ گیا۔ اس دیہاتی نے وعدہ کیا اگر میری قوم نے میری بات مان لی تو پوری قوم کو آپ کی خدمت میں لے آؤں گا ورنہ میں تنہا واپس چلا آؤں گا اور آپ کی رفاقت اختیار کروں گا (یہ سند جید ہے)

ستون کا رسول اللہ ﷺ کے اشتیاق میں رونا اور درد فراق سے جزع فزع کرنا :

۱۔ حدیث ابی ہریرہؓ امام شافعی' (ابراہیم بن محمد' عبداللہ بن محمد بن عقیل' طفیل بن ابی) ابی بن کعب سے بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت جب کھجور کے پتوں اور ڈالیوں کی تھی رسول اللہ ﷺ کھجور کے تنے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک صحابی نے استفسار کیا کہ منبر تیار کریں جس پر آپ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے تصویب فرمائی تو تین منزلہ منبر تیار کیا گیا۔ مسجد نبوی میں رکھ دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ کا اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا ارادہ ہوا اور اس کے پاس سے گزر کر منبر پر بیٹھ گئے تو اس ستون سے رونے کی بیل جیسی آواز آئی اور وہ پھٹ گیا' رسول اللہ ﷺ نے اس کے رونے کی آواز سنتے ہی منبر سے اتر کر اس پر ہاتھ پھیرا (اور وہ چپ ہو گیا) تو پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔

(ف) جب مسجد کی تجدید و مرمت کا ارادہ ہوا تو یہ خرما کا ستون حضرت ابی بن کعبؓ نے اپنی حفاظت میں رکھ لیا ان کے پاس اسے دیمک نے چاٹ لیا اور بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور وہ چپ ہو گیا **(ثم سکن)** کا اضافہ راوی نمبر ۳ کا شاگرد عبیداللہ بن عمرو الرقی بیان کرتا ہے جسے امام احمد زکریا بن عدی سے نقل کرتے ہیں اور دیکھو سنن ابن ماجہ **باب ماجاء فی بدء شان المنبر**۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ : حافظ ابو یعلی (ابو خیثمہ' عمر بن یونس حنفی' عکرمہ بن عمار' اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز مسجد میں نبی علیہ السلام ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک رومی نے کہا کیا آپ کے لئے تین منزلہ منبر تیار کر دیں جس پر آپ خطبہ دیا کریں۔ چنانچہ جب منبر تیار ہو گیا اور آپ اس پر خطبہ کے لئے جلوہ افروز ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے فراق کی وجہ سے وہ بیل کی طرح دھاڑنے لگا تو رسول اللہ ﷺ منبر سے اتر کر اس سے لپٹ گئے تو اس کی آواز بند ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اسے سینہ سے نہ لگاتا تو تاقیامت درد فراق سے روتا رہتا پھر آپ کے حکم سے دفن کر دیا گیا۔ عمر بن یونس سے امام ترمذی نے بھی بذریعہ محمود بن غیلان یہ روایت بیان کی ہے اور اس کی صحیح کو غریب کہا ہے۔

۳۔ ابوبکر بزار (مسند میں) (ہدبہ' حماد' ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو اس پر خطبہ دینے لگے وہ ستون رونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا اسے گود میں نہ لیتا تو وہ تاقیامت روتا رہتا اور یہ روایت ابن ماجہ میں بھی حماد سے بذریعہ بہز بن اسد' ابوبکر بن فلاد سے بیان ہے۔

۴۔ امام احمد (ہاشم' مبارک' حسن بصری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ خطبہ کے وقت ایک ستون سے ٹیک لگاتے تھے جب سامعین زیادہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا منبر تیار کرو کہ سب سن سکیں۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس ستون سے مامتا کی ماری کی طرح رونے کی آواز آئی تو رسول اللہ ﷺ نے منبر سے اتر کر اسے گود میں لے لیا تو اس کی آواز تھم گئی۔ ابوالقاسم بغوی نے حسن بصری سے اس حدیث میں اضافہ نقل کیا ہے کہ وہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو زاروقطار رونے لگتے اور فرماتے لوگو! ایک بے جان لکڑی رسول اللہ ﷺ کے درد فراق سے رونے لگی تو پھر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے فراق کا درد زیادہ ہونا چاہئے۔

۵۔ حافظ ابو نعیم نے یہ حدیث (ولید بن مسلم' سالم بن عبداللہ خیاط) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

۶۔ ابو نعیم (ابوبکر بن خلاد' حارث بن محمد بن ابی اسامہ' یعلی بن عباد' حکم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ : ۷۔ امام احمد (وکیع' عبدالواحد بن ایمن' ابوہ ایمن حبشی مکی مولی ابن ابی عمرہ مخزومی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ خرمے کے تنے سے ٹیک لگا کر دیا کرتے ہیں ایک انصاری خاتون نے کہا جس کا غلام نجار تھا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنوا لیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں' بنواؤ۔ منبر تیار ہوا تو جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اچانک ستون بچے کی طرح رونے لگا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے اور اس کو پہلو سے لگایا اور وہ بچے کی طرح سسکیاں بھر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ اس لئے رو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سنا کرتا تھا۔ امام بخاری نے یہ روایت صحیح میں متعدد مقامات پر درج کی ہے۔

۸۔ امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کے ستونوں پر قائم تھی اور

رسول اللہ ﷺ ایک ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر تیار ہوا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے اس ستون سے اونٹنیوں کی طرح بلبلانے کی آواز سنی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔

۹۔ حافظ ابوبکر بزار سے (محمد بن مثنی' ابو المسادر' ابوعوانہ' اعمش' ابو صالح' جابر بن عبداللہ) اور بہ سند (ابوعوانہ از ابی اسحاق از کریب از جابر) بھی منقول ہے۔ اس میں کریب کی بجائے سعید بن ابی کریب درست ہے۔ جیسا کہ (محمد بن عثمان بن کرامہ' عبیداللہ بن موسیٰ' اسرائیل' ابی اسحاق' سعید بن ابی کریب عن جابر) سے مروی ہے نیز سعید بن ابی کریب سے صرف اسحاق ہی روایت کرتا ہے باقی رہا متن حدیث تو وہ حسب سابق ہے۔

۱۰۔ امام احمد (یحییٰ بن آدم' اسرائیل' ابواسحاق' سعید بن ابی کریب) جابر سے بیان کرتے ہیں **کان النبی یخطب الی خشبة فلما جعل له منبر حنت جنین الناقة فاتاها فوضع یده علیها وسکنت**

۱۱۔ ابوبکر بزار (محمد بن معمر' محمد بن کثیر' سلیمان بن کثیر' زہری' سعید بن مسیب) حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ منبر تیار ہونے سے قبل رسول اللہ ﷺ ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ منبر پر خطبہ شروع کیا تو ستون سے رونے کی آواز آئی جو سب نے سنی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔

بقول امام بزار امام زہری سے صرف سلیمان بن کثیر ہی روایت کرتے ہیں۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں یہ سند جید ہے' اس کے راوی صحیح بخاری کی شرط کے حامل ہیں۔

۱۲۔ ابو نعیم (دلائل میں) (عبدالرزاق عن معمر عن زہری عن رجل سماہ عن) جابر۔

۱۳۔ ابو نعیم (ابی عاصم بن علی' سلیمان بن کثیر' یحییٰ بن سعید' سعید بن مسیب) جابر۔

۱۴۔ ابوبکر بن فلاد (احمد بن علی بن الخزار' عیسیٰ بن مساور' ولید بن مسلم' اوزاعی' یحییٰ بن ابی کثیر' ابی سلمہ) جابر۔

۱۵۔ امام احمد (عبدالرزاق' ابن جریج اور روح' ابوالزبیر) جابر

۱۶۔ امام احمد (ابن ابی عدی' سلیمان' ابو نضرہ) جابر اور یہ ابن ماجہ میں باب بدء شان المنبر کی آخری روایت ہے' ابوبشر بکر بن خلف از ابن ابی عدی ان پانچ اسناد کا متن قریباً ایک ہی ہے۔ معمولی الفاظ کا فرق ہے اور یہ روایت حضرت جابر سے دس اسناد سے مروی ہے۔

حدیث سہل بن سعدؓ : ۱۷۔ ابوبکر بن ابی شیبہ' سفیان بن عیینہ' ابی حازم کہتے ہیں کہ (منبر رسول اللہ ﷺ کی لکڑی کے بارے میں اختلاف ہوا تو وہ سہل بن سعد کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ غابہ موضع کے جھاڑ سے بنا تھا) رسول اللہ ﷺ قبل ازیں خرمہ کے تنے سے سہارا لگا کر خطبہ دیا کرتے اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جب (جھاؤ) کا منبر بنا تو اس پر خطبہ کے لئے تشریف فرما ہوئے تو اس ستون سے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے اتر کر اسے تھاما تو وہ خاموش ہو گیا۔ یہ حدیث سہل بن سعد سے ان کا بیٹا عباس بھی روایت کرتا جو عباس سے کئی راوی بیان کرتے ہیں۔

حدیث عبداللہؓ بن عباسؓ

کرتے ہیں۔ ان رسول اللّٰہ کان یخطب الی جذع قبل ان یتخذ المنبر فلما اتخذ المنبر وتحول الیه حن الیه فاتاه فاحتضنه فسکن قال ولو لم احتضنه لحن الیٰ یوم القیامه۔ یہ حدیث شرط مسلم کی حامل ہے اور حماد بن سلمہ سے ابن ماجہ باب بدء شان المنبر میں بھی ہے۔

حدیث عبداللہؓ بن عمرؓ : ۱۹۔ باب "علامات النبوۃ" میں امام بخاری، حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا اور اس پر خطبہ دینا شروع کیا تو ستون رویا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا (تو وہ خاموش ہو گیا)

۲۰۔ عبدالحمید نے یہ (عثمان بن عمر، معاذ بن علاء) نافع رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا ہے۔

۲۱۔ ابو عاصم (ابن ابی رواد، نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۲۔ امام ترمذی (عمرو بن فلاس، عثمان بن عمر اور یحییٰ بن کثیر، ابو غسان عنبری، معاذ بن علاء، نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں اور اس کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

۲۳۔ استاذنا ابو الحجاج مزی اطراف میں (علی بن نصر بن علی جہضمی احمد بن خالد خلال، عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، عثمان بن عمر، معاذ بن علاء) حضرت نافعؒ اور حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

تنبیہ : بقول ابو الحجاج مزی امام بخاری نے جو عبدالحمید ذکر کیا ہے وہ دراصل عبد بن حمید متوفی ۲۴۹ھ ہے، واللہ اعلم۔ نیز ہمارے استاذ ابو الحجاج مزی کہتے ہیں کہ بعض علماء سے نقل ہے کہ امام بخاری سے ابو حفص کے نام میں وہم ہوا ہے ان کا نام عمرو نہیں بلکہ معاذ ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ بخاری شریف کے تمام نسخوں میں نہیں ہے بلکہ بخاری شریف کے جو نسخے میرے زیر مطالعہ رہے ہیں میں نے ان میں سے کسی نسخہ میں یہ نام درج نہیں دیکھا، واللہ اعلم۔

نیز یہ حدیث حافظ ابو نعیم نے دو سند سے نافع عن ابن عمرؓ بیان کی ہے، اس میں ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہم منبر تیار کریں؟

۲۴۔ امام احمد (حسین، خلف، ابی خباب یحییٰ بن ابی حیہ، یحییٰ مذکور) حضرت ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کان جزع نخلة فی المسجد یسند رسول اللّٰہ ظهره الیه اذا کان یوم جمعة اوحدث امر یرید ان یکلم الناس فقالوا الا تجعل لک یارسول اللّٰہ شیئا کقدر قیامک قال لا علیکم ان تفعلوا فضعو اله منبر اثلاث مراقی قال فجلس علیه فخار الجزع کما تخور البقره جزعا علی رسول اللّٰہ فالتزمه ومسحه حتی سکن (ترجمہ سابقہ احادیث والا ہی ہے)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت : ۲۵۔ عبد بن حمید لیثی (علی بن عاصم، جریری، ابو نضرہ عبدی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز ایک خرمے کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو چکا ہے اور وہ سب آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ اگر آپ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمائیں تو سب آپ کا دیدار کر سکتے ہیں، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، اچھا کون شخص منبر تیار کرے گا؟ ایک صاحب نے اٹھ کر کہا

جی میں! آپ نے فرمایا تو اسے بنا سکے گا؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! مگر اس نے انشاء اللہ نہ کہا۔ آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے نام بتایا تو آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ اسی طرح دو اشخاص نے بنانے کی پیشکش کی مگر یہ دونوں بھی ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ پھر چوتھے نے منبر تیار کرنے کی خواہش کی تو اس نے کہا میں انشاء اللہ تیار کروں گا۔ پھر اس کا نام دریافت کیا تو اس نے کہا ابراہیم۔ آپ نے منبر تیار کرنے کی اجازت فرمائی' پھر جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگ آپ کی طرف متوجہ تھے تو خرما کے تنے سے رونے کی آواز آئی اور میں نے خود سنی جب کہ میں مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھا تھا' رسول اللہ ﷺ نے منبر سے اتر کر اسے گلے لگایا اور وہ خاموش ہو گیا پھر آپ نے حمدوثنا کے بعد برسر منبر فرمایا یہ کھجور کا ستون میرے درد فراق سے رویا ہے اگر میں اتر کر اس کو گلے لگا کر دلاسا نہ دیتا تو وہ تاقیامت روتا رہتا۔ اس بیان میں عجوبہ پن ہے۔

۲۶۔ حافظ ابو یعلی (مسروق بن مرزبان' زکریا' مجالد' ابو الوداک' جبر بن نوف) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ہر جمعہ ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک رومی نے تجویز پیش کی کہ میں آپ کے لئے ایک منبر تیار کر دیتا ہوں جس پر آپ بیٹھے ہوئے نمایاں معلوم ہوں۔ آپ نے تجویز کو درست فرمایا تو اس نے منبر تیار کر دیا آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے تو ستون رونے لگا جیسے اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے۔ آپ نے اتر کر اس پر ہاتھ رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔

میں نے دوسرے روز اسے وہاں نہ پا کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ' ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے گزشتہ شب اسے یہاں سے تبدیل کر دیا ہے۔ یہ حدیث بھی غریب ہے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت : ۲۷۔ حافظ ابو یعلی (علی بن احمد حوار' قبیصہ' حبان بن علی' صالح بن حبان' عبداللہ بن بریدہ) حضرت عائشہؓ سے ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں' اس میں ہے کہ آپ نے اسے دنیا یا آخرت کی رفاقت کا اختیار دیا۔ اس نے آخرت کی رفاقت کو ترجیح دی اور زمین میں اس قدر دھنس گیا کہ اس کا نشان باقی نہ رہا۔ یہ حدیث بھی متن اور سند دونوں لحاظ سے ضعیف ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کی روایت : ۲۸۔ ابو نعیم (قاضی شریک' عمرو بن ابی قیس معلّٰی بن ہلال' عمار ذہبی' ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن) حضرت ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے تو وہ بیل کی طرح آواز کرنے لگا اور سب نمازیوں نے آواز سنی رسول اللہ ﷺ اتر کر آئے تو وہ چپ کر گیا۔

معلّٰی بن ہلال کی روایت میں ہے وہ منبر گوگل کے درخت کی لکڑی سے تیار ہوا تھا۔ اسی سند سے مسند احمد اور سنن نسائی میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ میرے منبر کے پائے جنت کے ایک زاویہ میں ہیں' میرے منبر اور گھر کا درمیانی قطعہ ارضی جنت کا باغیچہ ہے۔ اس معجزہ کا صحابہؓ کے جم غفیر سے متعدد اسناد کے ساتھ مروی ہونا اس کے وقوع کا قطعی اور بین ثبوت ہے۔

امام بیہقی نے عمرو بن سواد کی معرفت حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس

قدر معجزات محمد ﷺ کو عطا فرمائے ہیں اس قدر کسی نبی کو بھی عطا نہیں فرمائے۔

ابن سواد نے پوچھا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا ہے تو کیا حضرت محمد ﷺ کو بھی؟ تو امام شافعی نے کہا ایک بے جان لکڑی کا آپ کے درد فراق میں رونا اور آپ کے تھامنے سے یکایک چپ ہو جانا احیا موتی اور مردوں کو زندہ کرنے سے بڑھ کر معجزہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا : امام بیہقی (ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید صفار' کدیمی محمد بن یسار' قریش بن انس' صالح بن ابی الاخضر' زہری) سوید بن یزید سلمی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذرؓ سے سنا کہ ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھنے کے بعد میں تو عثمان ؓ کا نام نہایت ادب و احترام سے لیتا ہوں۔ وہ یوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی تنہائیوں کا متلاشی رہتا تھا۔ میں نے ایک روز رسول اللہ ﷺ کو تنہا بیٹھے دیکھ کر موقعہ غنیمت سمجھا اور آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا پھر ابوبکر ؓ تشریف لے آئے اور سلام کے بعد آپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ پھر عمر ؓ آئے وہ ابوبکر ؓ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ پھر عثمان ؓ آئے وہ عمر ؓ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے سامنے سے سات یا نو کنکریاں پکڑیں تو ان سے مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر آپ نے ان کو نیچے رکھ دیا تو وہ آواز بند ہو گئی پھر آپ نے ان کو پکڑ کر حضرت ابوبکرؓ کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو ان سے اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر ان کو زمین پر رکھ دیا تو ان کی آواز رک گئی۔ پھر ان کو حضرت عمرؓ کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو پھر بھی ان سے اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر ان کو نیچے رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر پکڑ کر حضرت عثمانؓ کی ہتھیلی میں رکھ دیں تو اسی طرح ان سے تسبیح کی آواز آنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ نبوت کی طرز پر خلافت ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں صالح بن ابی الا نضر کا حافظہ قوی تھا اور محفوظ سند یہ ہے کہ صالح ابو حمزہ کے واسطہ سے زہری سے بیان کرتا ہے۔

امام بیہقی بیان کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ ذہلی م ۲۵۸ھ (مجموعہ زھریات میں ہے) ابوالیمان شعیب سے بیان کرتے ہیں کہ ولید بن سوید نے کہا کسی سلیمی بوڑھے کا بیان ہے جس نے ابوذر سے ربذہ میں ملاقات کی۔ اتفاقاً ایک مجلس میں حضرت عثمانؓ کا ذکر خیر آیا' جس میں ابوذر بھی موجود تھے (تو سلیمی نے کہا میرے خیال میں تھا کہ ابوذر حضرت عثمانؓ سے ناراض ہوں گے کہ ان کو ربذہ میں پابند مسکن کر دیا تھا) تو آپ نے کہا عثمانؓ کو ایسا ویسا مت کہو میں نے ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھا ہے۔ اسے تاحیات فراموش نہ کر سکوں گا پھر انہوں نے سابق روایت کی طرح سارا قصہ بیان کیا۔

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں صالح کی روایت سے شعیب کی روایت اصح ہے' دلائل النبوۃ میں ابونعیم (داؤد بن ہند' ولید بن عبدالرحمٰن حرشی' جبیر بن نفیر) حضرت ابی ذرؓ سے سابق روایت کی طرح بیان کرتے ہیں۔ نیز یہ شہر بن حوشب اور سعید بن مسیب' حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ سے بھی بیان کرتے ہیں۔

در و دیوار کا آمین کہنا : حافظ بیہقی (عبداللہ بن عثمان بن اسحاق بن سعد بن ابی وقاص' اپنے نانا مالک بن حمزہ بن ابی اسید ساعدی' حمزہ) ابی سعید ساعدی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس ؓ سے کہا

کل آپ اہل و عیال سمیت میرے آنے تک گھر میں ہی رہیں' مجھے ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ تشریف لائے' سلام کے بعد رسمی بات چیت کے بعد فرمایا قریب قریب ہو جاؤ۔ باہم قریب ہو گئے تو آپ نے ان پر چادر پھیلا کر دعا فرمائی' یارب! یہ میرا چچا ہے اور بمنزلہ باپ ہے اور میرا کنبہ ہے ان کو آگ سے بچا اور محفوظ رکھ جیسے میں نے ان پر اپنی چادر پھیلا دی ہے اور گھر کے در و دیوار سے آمین کی تین مرتبہ آواز آئی۔

ابن ماجہ میں یہ مختصر ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن اسحاق راوی حدیث کے بارے ابن معین کہتے ہیں میں اسے جانتا نہیں' ابوحاتم کہتے ہیں یہ مشتبہ روایات بیان کرتا ہے۔

پتھروں کا سلام کرنا : امام احمد اور ابوداؤد طیالسی نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے نقل کیا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو مجھے قبل از بعثت سلام کیا کرتا تھا۔

امام ترمذی (عباد بن یعقوب کوفی' ولید بن ابی ثور' سدی' عباد بن ابی یزید) حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بار میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ ہم ایک طرف کو نکل گئے' راستہ کا ہر کوہ و شجر آپ کو سلام عرض کرتا اور السلام علیکم یارسول اللہ ﷺ کہتا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ولید بن ابی ثور کے تلامذہ فروہ بن ابی القراء وغیرہ عباد سے سدی کے واسطہ کے بغیر روایت بیان کرتے ہیں اور حافظ ابونعیم (زیاد بن خثیمہ' سدی' ابی عمارہ حیوانی) حضرت علی سے سابق روایت کے موافق بیان کرتے ہیں۔

مشت خاک : بدر میں رسول اللہ ﷺ نے ایک مشت خاک کفار کی طرف پھینکی' کفار کا زور ٹوٹ گیا اور مسلمانوں کو فتح اور کامرانی نصیب ہوئی۔ **وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمٰی** آپ نے نہیں پھینکا جب آپ نے پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا اور غزوہ حنین میں بھی ایسا ہی ہوا کہ ایک مشت خاک اٹھا کر دشمن کی طرف پھینکی اور فوراً جنگ کا نقشہ بدل گیا اور دشمن کو شکست فاش ہوئی۔

بتوں کا اشارہ سے گرنا : فتح مکہ کے بعد جب آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپ بت کی طرف **جاء الحق وزھق الباطل** (بنی اسرائیل/۹) پڑھتے ہوئے چھڑی سے اشارہ کرتے تو وہ گر پڑتا۔

تصویر کا مٹ جانا : امام بیہقی حضرت ابوبکرؓ سے نقل کرتے ہیں حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میرے دوپٹہ پر تصویر تھی۔ آپ نے وہ پھاڑ کر فرمایا قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب مصور کو ہوگا۔

ایک ڈھال پر عقاب کی تصویر تھی آپ نے اس پر دست مبارک رکھا تو وہ تصویر مٹ گئی۔

اونٹ کا آپ کو سجدہ کرنا : امام احمد' حضرت انس بن مالک ؓ سے بیان کرتے ہیں کسی انصاری کا شتر تھا' وہ اس سے آب پاشی کا کام لیتا تھا۔ وہ بگڑ کر بے قابو ہو گیا' اس نے آپؐ سے شکایت کی کہ کھیتی باڑی اور باغ خشک ہو رہا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا چلو! چنانچہ جب وہ باغ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ اونٹ کی طرف بڑھے تو انصار پکار اٹھے وہ کتے کی طرح باؤلا ہے۔ آپ پر حملہ کا خطرہ ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ اونٹ آپ کو دیکھ کر آپ کی طرف لپکا' آپ کے سامنے اس نے گردن جھکا دی اور سجدہ میں گر پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر رہٹ میں جوت دیا۔ یہ منظر

دیکھ کر صحابہ کرام نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ یہ بے شعور جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم باشعور انسان آپ کو سجدہ کرنے کے بالاولیٰ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر کسی انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی کی خاطر اسے سجدہ کرے۔ خدا کی قسم اگر وہ سرتاپا زخمی ہو اور زخموں سے پیپ بہہ رہی ہو اور عورت اس کے زخم زبان سے چاٹ کر صاف کرے تو بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتی' یہ سند عمدہ ہے۔ نسائی میں اس کا بعض حصہ خلف سے مروی ہے۔

رسالت سے سب واقف ہیں : امام احمد (مصعب بن سلام' ابوہ' اجلح' ذیال بن حرملہ) حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہم کسی سفر سے واپس آ رہے تھے۔ جب ہم بنی نجار کے نخلستان کے پاس آئے تو وہاں ایک مست اونٹ تھا' کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ لوگوں نے آپ کو بتایا تو آپ نے باغ میں جا کر اونٹ کو بلایا تو وہ گردن جھکائے آپ کی طرف چلا آیا اور سامنے بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی مہار منگوا کر اسے ڈال دی اور مالک کے سپرد کر دیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ارض و سما کے درمیان ہر مخلوق جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ماسوائے گنہگار جن اور نافرمان انسان کے۔

طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے ایسا ہی واقعہ مروی ہے کہ مست اونٹ نے آپ کے سامنے سر جھکا دیا اور آپ نے اسے مالک کے حوالے کر دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! گویا کہ وہ جانتا ہے کہ آپ نبی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا "گنہگار جن اور انسان کے علاوہ سب جانتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں" (یہ نہایت غریب ہے)

دو اونٹوں کا آپ کے سامنے سجدہ کرنا : طبرانی (عباس بن فضل اسفاطی' محمد بن عون زیادی ابوعزہ دباغ' ابویزید مدینی' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ کسی انصاری کے دو اونٹ مست تھے۔ ان کو باغ میں بند کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ دعا فرما دیں۔ وہ آیا تو نبی علیہ السلام صحابہ میں تشریف فرما تھے' اس نے اپنی کہانی سنائی تو آپ نے فرمایا آؤ چلیں آپ باغ کے دروازے پر پہنچے تو آپ نے فرمایا کھول دو۔ اس نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے ذرا تامل کیا تو آپ نے پھر فرمایا کھولو' چنانچہ اس نے دروازہ کھولا تو ایک اونٹ جو دروازے کے قریب تھا وہ آپ کو دیکھ کر سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ نے مہار منگوا کر اسے مالک کے حوالے کر دیا پھر دوسرے اونٹ کے پاس گئے تو وہ بھی آپ کو دیکھ کر سجدہ میں گر گیا پھر اسے مہار ڈال کر مالک کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا یہ تیرے تابع فرمان رہیں گے۔

صحابہ کرامؓ نے یہ منظر دیکھ کر کہا یارسول اللہؐ! ان بدمست اونٹوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے۔ کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا میں کسی انسان کو دوسرے کے لئے سجدہ کا حکم نہیں دیتا۔ اگر کسی کو دوسرے کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ (اس حدیث کا متن اور سند دونوں غریب ہیں) دلائل النبوۃ میں فقیہ ابو محمد عبداللہ بن حامد نے اسے بیان کیا ہے اور قریباً یہی روایت ابن ابی اوفیٰؓ سے بھی نقل کی ہے۔

ابو محمد عبداللہ بن حامد فقیہ' حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینہ سے باہر ایک باغ کی طرف گئے۔ وہاں ایک اونٹ نے آپ کو سر اٹھا کر دیکھا تو زمین پر گردن رکھ دی۔ صحابہؓ نے یہ دیکھ کر عرض کیا یارسول اللہ! اس لاشعور شتر کی نسبت ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں' تو آپؐ نے حیرت آمیز انداز میں فرمایا' سبحان اللہ' کیا اللہ کے بغیر مجھے سجدہ کیا جائے؟ کسی بشر کو لائق نہیں کہ دوسرے کو سجدہ کرے اگر میں ایک انسان کا دوسرے کو سجدہ روا سمجھتا تو عورت کو حکم دیتا وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اونٹ کا شکوہ کرنا : مسند احمد میں عبداللہ بن جعفر کا قصہ ہے کہ مجھے ایک روز رسول اللہ ﷺ نے سواری کے پیچھے بٹھایا اور ایک راز کی بات بتائی وہ میں تاحیات کسی کو بتانے کا نہیں۔

رفع حاجت کے لئے کسی مخفی مقام کا تلاش کرنا آپ کا دستور تھا۔ چنانچہ آپؐ ایک باغ میں تشریف لے گئے' وہاں ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ آپ نے قریب جا کر اس کی گردن اور کنپٹی پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اس کا مالک کون ہے؟ ایک نوخیز انصاری نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ میرا ہے' تو آپ نے فرمایا ان جانوروں پر جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد کر دیا ہے رحم کیا کرو۔ اس نے مجھ سے شکوہ کیا ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور سخت مشقت لیتا ہے (رواہ مسلم)

اکرموا اخاکم : امام احمد (عبدالصمد و عفان' حماد بن سلمہ' علی بن زید' سعید بن مسیب) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انصار اور مہاجروں کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اونٹ آیا اور وہ سجدہ ریز ہو گیا' صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ درخت اور جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہمیں بالاولیٰ آپ کو سجدہ کرنا چاہئے' تو آپ نے فرمایا عبادت اور سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرو' اور اپنے بھائی کا احترام بجالاؤ' میں اگر ایک انسان کو دوسرے کے لئے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیتا تو صرف عورت کو شوہر کے لئے سجدہ کا حکم دیتا اگر شوہر عورت کو زرد پہاڑ کو سیاہ پہاڑ پر اور سیاہ کو سفید پر منتقل کرنے کا حکم دے تو بھی اسے شوہر کا حکم بجا لانا چاہئے۔ یہ سند شرط سنن کی حامل ہے۔

درخت' اونٹ اور قبر کا قصہ : مسند احمد میں یعلی بن سیابہ کا بیان ہے کہ میں آنحضور ﷺ کے ہمراہ تھا آپ نے رفع حاجت کا ارادہ کیا تو دو پیڑوں کو حکم دیا وہ باہم پیوست ہو گئے۔ آپ نے فراغت کے بعد ان کو واپس چلے جانے کا حکم دیا وہ اپنے مقام پر چلے گئے۔ ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آپ کی خدمت میں آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پتہ ہے یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ اپنے مالک کی شکایت کر رہا ہے کہ وہ مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے مالک کو بلا کر کہا کیا مجھے یہ ہبہ کر سکتے ہو؟ تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ میرا پسندیدہ مال ہے تو آپ نے فرمایا اس کی خوب پرورش کرو اس نے عرض کیا بہتر یارسول اللہ ﷺ۔ پھر ایک قبر کے پاس سے گزرے جس میں میت کو عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا یہ معمولی گناہ کے عذاب میں مبتلا ہے' آپ نے اس پر تازہ شاخ گاڑنے کا حکم دیا اور فرمایا ممکن ہے جب تک یہ تازہ رہے وہ عذاب سے محفوظ

رہے۔

تین معجزے : امام احمد (عبدالرزاق' عطاء بن سائب' عبداللہ بن جعفر) ۔علی بن مرہ ثقفی سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے آپ کے تین معجزے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ہم آپ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے آپ سرکش اونٹ کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کو دیکھ کر بلبلایا اور گردن زمین پر رکھ دی۔ آپ وہاں رک گئے اور اس کے مالک کو بلایا اور اسے کہا یہ ہمارے ہاتھ فروخت کر دو اس نے عرض کیا' نہیں' ہم آپ کو ہبہ کرتے ہیں لیکن اس کے مالک کی اس کے سوا کوئی گزر اوقات نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو سنو! اس نے شکوہ کیا ہے مشقت زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو' فرمایا اس سے حسن سلوک کرو پھر ہم ایک منزل پر آرام کے لئے اتر گئے اور رسول اللہ ﷺ خواب کے لئے دراز ہو گئے تو ایک درخت زمین چیرتا ہوا آیا اور آپ پر سایہ افگن ہوا پھر اسی طرح واپس لوٹ گیا جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے یہ بات گوش گزار کی تو آپ نے فرمایا اس نے مجھے سلام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت فرما دی۔

پھر وہاں سے روانہ ہو کر ایک چشمہ پر اترے' ایک عورت آسیب زدہ بچے کو لائی۔ آپ نے اس کا ناک پکڑ کر فرمایا نکل جا' میں محمد رسول اللہؐ ہوں۔ واپسی پر اسی چشمہ کے پاس وہ عورت آئی ایک بکری اور دودھ کا تحفہ لائی۔ آپ نے فرمایا بکری واپس کر دو اور دودھ پی لو پھر اس بچے کے بارے پوچھا تو اس نے کہا خدا کی قسم (والذی بعثک بالحق) اس کے بعد اسے کوئی شکایت لاحق نہیں ہوئی۔

۲۔ امام احمد (عبداللہ بن نمیر' عثمان بن حکیم' عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز کی معرفت) ۔علی بن مرہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے تین چیزیں دیکھیں جو کبھی کسی نے دیکھی نہ تھیں اور نہ کوئی آئندہ دیکھے گا۔ ہم سفر میں آنحضور ﷺ کے ہمراہ ایک مقام پر گزرے وہاں ایک عورت بچہ لئے بیٹھی تھی اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ بچہ آسیب زدہ ہے اور تنگ کرتا ہے اور اس کو روزانہ کئی بار دورہ پڑتا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے دو آپ نے اسے پکڑ کر اس کا منہ کھولا اور تین بار "بسم اللہ انا عبد اللہ اخسا عدو اللہ" پڑھ کر پھونکا اور فرمایا واپسی میں ہمیں یہاں ملنا اور صورت حال بتانا واپسی میں ہم وہاں آئے تو وہ تین بکریاں لئے موجود تھی آپ نے بچہ کے بارے پوچھا تو اس نے کہا اس دن سے آج تک اسے کوئی تکلیف نہیں ہے اور یہ بکریاں قبول فرمایئے۔ آپ نے فرمایا ایک پکڑ لو اور باقی واپس کر دو۔

ایک روز ہم جبانہ کی طرف نکلے دور تک چلے گئے' تو آپ نے فرمایا دیکھو کوئی اوٹ ہے؟ میں نے عرض کیا صرف یہ جھاڑی نظر آرہی ہے' آپ نے فرمایا اس کے آس پاس کیا ہے عرض کیا ایسی ہی ایک جھاڑی ہے۔ آپ نے فرمایا ان کو کہو کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے تم "باذن اللہ" مشیت ایزدی سے باہم مل جاؤ وہ باہم پیوست ہو گئیں اور آپ رفع حاجت سے فارغ ہوئے تو مجھے کہا ان کو کہو کہ رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے واپس اپنے مقام پر چلی جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلی گئیں۔

ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا ایک عمدہ اونٹ آیا۔ آپ کے سامنے اپنی گردن نیچی کر دی

اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں آپ نے فرمایا اس کی حالت عجب ہے معلوم کرو اس کا مالک کون ہے؟ چنانچہ میں اس کے مالک انصاری کو تلاش کر کے لے آیا۔ آپ نے پوچھا اس اونٹ کا حال کیا ہے؟ اس نے عرض کیا مجھے یہی معلوم ہے کہ ہم اس سے آب کشی کی مشقت لیتے ہیں اب وہ کمزور ہو گیا ہے۔ ہم نے گزشتہ رات مشورہ کیا تھا کہ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو، مجھے ہبہ کر دیا یا فروخت کر دو' اس نے کہا یارسول اللہ! یہ آپ کا ہی ہے۔ چنانچہ آپ نے اس پر صدقہ کا امتیازی نشان لگا دیا اور صدقات کے اونٹوں میں شامل کر دیا۔

۳۔ امام احمد (وکیع' اعمش بن منہال' عمرو) ۔علی بن مرہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک خاتون آسیب زدہ بچہ لائی آپ نے فرمایا نکل جا اللہ کے دشمن میں اللہ کا برحق رسول ہوں۔ چنانچہ وہ بچہ تندرست ہو گیا' اس نے دو مینڈھے' کچھ پنیر اور گھی آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا آپ نے ایک مینڈھا واپس کر دیا اور باقی سب قبول کر لیا (نیز اس روایت میں درختوں کا قصہ بھی ہے)

۴۔ احمد (اسود' ابوبکر بن عیاش' حبیب بن ابی عمرہ' منہال بن عمرو) ۔علی سے بیان کرتے ہیں اس روایت میں بھی پہلی روایت کی طرح معجزات بیان ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ آپ نے فرمایا اونٹ تیرا گلہ کرتا ہے کہ جوانی میں مجھ سے کام لیتا رہا' اب بوڑھا ہو گیا تو اسے ذبح کرنا چاہتا ہے اس نے عرض کیا بخدا! آپ نے درست فرمایا ہے' واللہ! میں اب اسے ذبح نہ کروں گا۔

۵۔ امام بیہقی (حاکم وغیرہ' اصم' عباس بن محمد دوری' حمدان بن اصبہانی' یزید' عمرو بن عبداللہ بن ۔علی بن مرہ' عبداللہ بن ۔علی) ۔علی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے تین معجزے دیکھے یعنی اونٹ' دو درختوں اور آسیب زدہ بچے کا واقعہ۔

تبصرہ : یہ عمدہ اور بہترین سلسلہ اسناد قطعی اور یقینی علم کا موجب ہے کہ ۔علی کا بیان کسی قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ صحاح ستہ میں یہ واقعہ مذکور نہیں' صرف ابن ماجہ میں اس کے بعض الفاظ (کان اذا ذھب الی الغائط ابعد) مذکور ہیں اور جابرؓ سے ابوداؤد میں بھی مذکور ہیں۔ دلائل النبوۃ میں حافظ ابونعیم نے حدیث ۔عیر کو متعدد طرق سے بیان کیا ہے۔

اور عبداللہ بن قرط یمانیؓ سے یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چھ اونٹ پیش کئے گئے ہر اونٹ آپ کے دست مبارک سے ذبح ہونے کے لئے سبقت کر رہا تھا۔

اونٹ کا تیز ہونا : غزوہ تبوک سے واپسی میں حضرت جابر ؓ کا اونٹ اس قدر تھک گیا کہ تقریباً چل نہیں سکتا تھا اور سب سے پیچھے رہتا تھا۔ آپ نے دعا فرمائی اور خفیف سی ضرب لگائی' اب وہ اس قدر تیز ہو گیا کہ سب سے آگے آگے رہتا تھا۔ پھر پوچھا اب کیا حال ہے؟ عرض کیا آپ کی دعا کی برکت سے اب بہت اچھا ہے۔ آپ نے وہ چالیس درہم کے عوض خرید لیا اور مدینہ تک اس پر سوار ہونے کی اجازت فرمائی' مدینہ میں پہنچ کر میں اونٹ لے کر حاضر ہوا تو مجھے اونٹ کے علاوہ اسکی قیمت بھی دے دی۔

سست گھوڑے کا تیز ہونا : حضرت ابوطلحہؓ کا سست رفتار گھوڑا تھا۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں شور و غل

ہوا۔ لوگ اس شور کی سمت سوار ہوئے اور آپ ابو طلحہ کے بے زین گھوڑے پر سوار ہوئے اور چکر لگا کر واپس آرہے تھے فرمایا کوئی خطرہ نہیں واپس آجاؤ اور فرمایا یہ گھوڑا تو دریا کے پانی کی رفتار کی طرح تیز ہے (وان وجدناه لبحرا) پھر وہ آپ کی برکت سے اس قدر تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

اونٹ کا دعا کرنا اور آپ کا آمین کہنا : "دلائل النبوۃ" از ابو محمد عبداللہ بن حامد الفقیہ جو از بس مفید کتاب ہے میں (ابو علی فارسی' ابو سعید' عبدالعزیز بن شہلان قورس' ابو عمرو عثمان بن محمد راسی' عبدالرحمن بن علی بصری' سلامہ بن سعید بن زیاد بن ابی ہند رازی' ابوہ' جدہ) غنیم بن اوس رازی سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر گھبراہٹ کے عالم میں کھڑا ہو گیا آپ نے فرمایا شتر! رک جا' اگر تو سچا ہے تو یہ سچائی تیرے لئے مفید ہے' اگر تو دروغ گو ہے تو یہ دروغ گوئی تیرے لئے وبال جان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پناہ لینے والے کو امن و امان دیا ہے اور ہماری آڑ لینے والا بے خوف ہوتا ہے۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا اسے ذبح کرنے لگے تھے یہ بھاگ آیا ہے اور تمہارے نبی کے پاس فریاد لایا ہے۔ ہم مجلس میں ہی تھے کہ اس کے مالک دوڑتے ہوئے آئے۔ اونٹ ان کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو گیا انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا یہ اونٹ تین روز سے غائب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ آپ کا سخت شکوہ کر رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے کہ موسم گرما میں تم اس پر سامان لاد کر آب و گیاہ کی طرف سفر کرتے ہو اور سرما میں تم اس پر گرم مقامات کی طرف رخ کرتے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بالکل درست ہے۔ اب ہم اسے ذبح کریں گے نہ فروخت کریں گے۔

آپ نے فرمایا اس نے تم سے فریاد کی تم نے اس کی فریاد رسی نہ کی' میں تم سے زیادہ مہربان ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دل سے رافت و رحمت کو سلب کر لیا ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں بسا دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے سو درہم کے عوض خرید لیا اور اس کو فی سبیل اللہ آزاد کر دیا۔ وہ آپ کے قریب ہو کر بڑبڑایا تو آپ نے آمین کہا پھر دوسری بار بلبلایا تو آپ نے آمین پکارا پھر تیسری بار اس نے آواز کی تو بھی آپ نے آمین کہا پھر چوتھی بار وہ چلایا تو آپ نے آمین کہا۔

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا اس نے کہا اے نبیؐ! اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور قرآن کی تبلیغ کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ تو میں نے آمین کہا پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیری امت کا قیامت کے روز خوف و دہشت دور کرے جیسے آپ نے میری دہشت دور کر دی ہے تو میں نے آمین کہا' پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیری امت کو دشمنوں سے محفوظ رکھے جیسے تو نے میری جان کو محفوظ رکھا تو میں نے پھر آمین کہا۔ پھر اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آپس میں خونریزی اور باہمی خانہ جنگی نہ برپا کرے تو مجھ پر گریہ و زاری طاری ہو گئی۔ یہی معروضات میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے تین قبول فرمالیں اور ایک منظور نہ فرمائی اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ امت محمدیہ کی ہلاکت باہمی

جنگ و جدال میں ہے اور یہ نوشتہ تقدیر ہے۔

یہ حدیث نہایت غریب ہے ان کے علاوہ کسی مولف نے بیان نہیں کی۔ اس کی سند اور متن دونوں میں نہایت عجوبہ پن اور نکارت ہے۔

بکریاں سجدہ کرتی ہیں : شیخ ابن حامد الفقیہ (یحییٰ بن صاعد' محمد بن عوف حمصی' ابراہیم بن علاء زبیدی' ابو عثمان عباد بن یوسف کندی' ابو جعفر رازی' ربیع بن انس) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ابو بکرؓ' عمرؓ اور صحابہ کرام کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں بکریاں تھیں وہ بکریاں سجدہ ریز ہو گئیں تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا ہم ان لاشعور بکریوں سے آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ایک انسان کا دوسرے کو سجدہ روا نہیں اگر ایک انسان کا دوسرے کو سجدہ کرنا روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ یہ غریب ہے اس کی سند میں غیر معروف اور مجہول راوی ہیں۔

بھیڑیئے کا بات کرنا اور رسالت کی شہادت دینا : امام احمد (یزید بن ہارون' قاسم بن فضل حرانی' ابو نضرہ) حضرت ابو سعیدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بکری پر بھیڑیا حملہ آور ہوا۔ چرواہے نے آگے بڑھ کر اس سے بکری چھین لی تو بھیڑیئے نے چرواہے کو مخاطب کر کے کہا کیا تجھے خدا کا خوف نہیں تم نے میرا رزق چھین لیا ہے؟ چرواہے نے کہا تعجب ہے کہ ایک بھیڑیا آدمیوں کی طرح کلام کرتا ہے تو بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمدؐ یثرب میں گزشتہ واقعات بتاتا ہے۔ وہ چرواہا بکریاں ہانکتا ہوا مدینہ میں چلا آیا۔ بکریاں ایک گوشہ میں روک کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ گوش گزار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ہنگامی اجلاس کا اعلان کروایا۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے چرواہے سے کہا ان کو وہ واقعہ بتاؤ وہ بتا چکا تو آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے خدا کی قسم! والذی نفس محمد بیدہ قیامت سے قبل درندے آدمیوں سے کلام کریں گے اور اس کے کوڑے کا پھندنا اور جوتی کا تسمہ بھی اس سے بات کرے گا اور اس کا ران اس کے گھر کا حال کہے گا۔

یہ حدیث صحیح بخاری کی شرط پر ہے۔ بیہقی نے اس کو صحیح کہا ہے' ترمذی میں اس کا آخری حصہ مروی ہے۔ قاسم بن فضل سے اور امام ترمذی نے اسے حسن غریب صحیح کہا ہے۔ یاد رہے قاسم بن فضل محدثین کے نزدیک ثقہ اور مامون ہے' امام یحییٰ بن معین اور ابن مہدی نے اس کی توثیق کی ہے۔

۲۔ امام احمد (ابوالیمان' شعیب' عبداللہ بن ابی حسین' شہر بن حوشب) حضرت ابو سعید خدری ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی مدینہ کے نواح میں بکریوں کی رکھوالی کر رہا تھا۔ بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑ لیا۔ دیہاتی نے دوڑ کر اسے چھڑا لیا' اسے ڈانٹا اور للکارا۔ بھیڑیا ذرا پرے ہٹ کر بیٹھ گیا اور اس سے مخاطب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے دیا تھا وہ تو نے چھین لیا ہے۔

اس نے کہا کتنے تعجب کی بات ہے کہ بھیڑیا بات کرتا ہے تو بھیڑیئے نے کہا واللہ! تو نے اس سے بھی تعجب خیز بات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس نے پوچھا وہ کیا؟ تو بھیڑیئے نے کہا مدینہ کے باغات میں اللہ کا رسول لوگوں کو گزشتہ اور آئندہ ماضی اور مستقبل کے حالات سے آگاہ کرتا ہے۔ چنانچہ اعرابی نے بکریوں کو ایک

گوشہ میں چھوڑا اور خود رسول اللہ ﷺ کے مکان پر جا کر دستک دی۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد فرمایا بکریوں والا دیہاتی کہاں ہے؟ تو دیہاتی سامنے کھڑا ہو گیا' آپ نے فرمایا جو تم نے دیکھا اور سنا ہے وہ لوگوں کو بتاؤ چنانچہ دیہاتی نے وہ سارا قصہ سنا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واقعی اس نے سچ کہا ہے ایسے واقعات قیامت سے قبل رونما ہوں گے' واللہ! قیامت سے قبل یہ ہو گا کہ آدمی کو اس کے گھر کے حالات سے اس کا جوتا اور عصا آگاہ کریں گے (یہ حدیث سنن اربعہ کی شروط کی حامل ہے) امام بیہقی' امام حاکم اور حافظ ابو نعیم نے اس واقعہ کو حضرت ابو سعیدؓ سے بیان کیا ہے۔

۳۔ امام احمد (عبدالرزاق' معمر' اشعث بن عبدالمالک' شہر بن حوشب) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ بھیڑیئے نے چرواہے کے ریوڑ سے ایک بکری کو پکڑ لیا۔ چرواہے نے جھپٹ کر وہ بکری اس سے چھڑا لی۔ بھیڑیئے نے ایک ٹیلے پر بیٹھ کر چرواہے کو مخاطب کیا اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے دیا تھا وہ تو نے چھین لیا ہے' تو چرواہے نے تعجب سے کہا بھیڑیا بات کرتا ہے تو بھیڑیئے نے کہا اس سے بھی حیرت ناک بات یہ ہے کہ ایک آدمی تمہیں ماضی اور مستقبل کے حالات سے باخبر کرتا ہے۔ وہ چرواہا یہودی تھا' نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام لایا اور سارا قصہ بتایا۔ نبی علیہ السلام نے اس کی تصدیق فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **انها امارة من امارات بين يدی الساعة قد اوشک الرجل ان يخرج فلا يرجع حتی تحدثه نعلاه وسوطه بما احدثه اهله بعده** یہ روایت سنن کی شرط کی حامل ہے دیگر غالب امکان ہے کہ یہ واقعہ شہر بن حوشب نے حضرت ابو سعیدؓ کے علاوہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی سنا ہو' واللہ اعلم۔

۴۔ ابو نعیم دلائل النبوۃ میں (عبداللہ بن محمد بن جعفر' محمد بن یحییٰ بن مندہ' علی بن حسن بن سالم' حسین بن سلیمان الرفا طلحی کوفی' عبدالملک بن عمیر' انس بن مالک' (سلیمان طبرانی بھی بترتیب عبداللہ بن محمد بن ناجیہ اور ہشام لولوی کی معرفت حسین الرفا) حضرت انس سے اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں آنحضور ﷺ کے ساتھ تھا' ریوڑ سے بکریاں ادھر ادھر بھاگ گئیں۔ بھیڑیئے نے ان سے ایک بکری پکڑ لی چرواہے اس کے پیچھے دوڑے تو اس نے کہا اللہ نے مجھے رزق دیا تم مجھ سے چھین رہے ہو۔ یہ سن کر وہ حیران رہ گئے تو اس نے کہا بھیڑیئے کی بات سن کر تم کیوں تعجب کر رہے ہو یہ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ محمد ﷺ پر وحی آ رہی بعض تصدیق کرتے ہیں اور بعض تکذیب۔ بقول حافظ ابو نعیم اس سند میں حسین بن سلیمان منفرد ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں حافظ ابن عدی نے "حسین عن عبدالملک" چند روایات بیان کر کے فرمایا ہے کہ ان کی روایات کی متابعت اور تائید نہیں ہوتی۔

بھیڑیئے سے بات کرنے والا : امام بیہقی (ابو سعید مالینی' ابو احمد بن عدی' عبداللہ بن ابی داؤد سجستانی' یعقوب بن یوسف بن ابی عیسیٰ' جعفر بن حسن' ابو حسن' عبدالرحمٰن بن حرملہ' سعید بن مسیب) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں ایک چرواہا تھا۔ ریوڑ سے ایک بکری بھیڑیئے نے پکڑ لی اور چرواہے نے اس کے منہ سے چھڑا لی تو بھیڑیئے نے کہا کیا تجھے خدا کا خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے دیا تم نے مجھ سے چھین لیا تو چرواہے نے کہا بڑا تعجب ہے کہ بھیڑیا بات کرتا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا

اس سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد ﷺ اس نخلستان میں ماضی اور مستقبل کی باتیں بتاتے ہیں۔ اس چرواہے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب بات بتائی اور مسلمان ہو گیا۔

حافظ ابن عدی کہتے ہیں مجھے ابوبکر بن ابی داؤد نے بتایا کہ اس چرواہے کا نام اھبان خزاعی ہے اس کی اولاد "بنی مکلم الذئب" کے نام سے معروف ہے۔ محمد بن اشعث خزاعی اسکی نسل سے ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں یہ بات حدیث کے قوی اور شہرہ آفاق ہونے کی دلیل ہے۔ تاریخ میں یہی واقعہ امام بخاری نے اھبان بن اوسؓ سے بیان کر کے فرمایا ہے "اسنادہ لیس بالقوی" یہ سند قوی نہیں ہے۔

گدھا بات کرتا ہے : امام بیہقی' حسین بن احمد رازی سے ابوسلیمان مقری کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں گدھے پر سوار تھا۔ گدھا دائیں بائیں کج راستہ اختیار کرنے لگا تو میں نے اس کے سر پر متعدد ضربیں لگائیں تو وہ مجھ سے متوجہ ہو کر کہنے لگا خوب مار' ابوسلیمان! تیرے دماغ پر بھی ایسی ضربیں لگیں گی۔ شاگرد نے پوچھا جناب! یہ بات قابل فہم تھی تو ابوسلیمان نے کہا بالکل جیسے ہم آپس میں باتیں کرتے ہیں۔

بھیڑیوں کا نمائندہ : سعید بن مسعود (حبان بن علی' عبدالملک بن عمیر' ابو الاوس حارثی) حضرت ابوہریرہ سے بیان کرتے ہیں کہ بھیڑیا آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر دم ہلانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا یہ بھیڑیوں کا نمائندہ ہے تمہارے مویشیوں میں سے کچھ حصہ مانگنے آیا ہے پھر وہ اپنے حصہ پر قناعت کریں گے زائد مویشی پر حملہ آور نہ ہوں گے لوگوں نے کہا یہ نامنظور ہے۔ چنانچہ ایک آدمی نے اسے پتھر مارا' وہ چیختا چلاتا بھاگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بھیڑیا" کیا عجب بھیڑیا تھا۔"

یہ واقعہ امام بیہقی نے عبدالملک بن عمیر سے ایک گمنام راوی کی معرفت بیان کیا ہے۔ امام بزار نے بھی یہ عبدالملک بن عمیر سے ایک گمنام راوی کے ذریعہ مکحول از ابی ہریرہ بیان کیا ہے اور (یوسف بن موسیٰ' جریر بن عبدالحمید' عبدالملک بن عمیر' ابوالاوبر) حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی تو فرمایا یہ بھیڑیا ہے اور کیا عجب ہے؟ تمہارے مویشیوں میں سے اپنی خوراک مانگنے آیا ہے پھر ایک آدمی نے اسے پتھر مارا' وہ چلاتا ہوا چلا گیا۔ محمد بن اسحاق نے امام زہری کی معروفت حمزہ بن ابی اسید سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بقیع میں کسی انصاری کے جنازہ میں تشریف لے گئے۔ راستہ میں بھیڑیا ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تم سے کچھ مانگنے آیا ہے صحابہ نے عرض کیا جیسے آپ کی رائے آپ نے فرمایا ایک سال میں ہر ریوڑ سے ایک بکری' صحابہ نے کہا حضور! یہ تو زیادہ ہے۔ آپ نے یہ سن کر اشارہ کیا ان سے اچک لے جا' چنانچہ بھیڑیا چلا گیا (روایت بیہقی)

واقدی بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بھیڑیا حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ درندوں کا نمائندہ ہے چاہو تو ان کا حصہ مقرر کر دو وہ زیادتی نہ کریں گے۔ چاہو تو ایسے ہی رہنے دو' تم اپنے مال کی حفاظت کرو جو چھین لے جائیں وہ ان کا حصہ ہے۔ صحابہؓ نے کہا ہم حصہ معین کرنا نہیں چاہتے آپ نے اس کی طرف تین انگلیوں سے اشارہ کیا اچھا ان سے چھین لے جانا۔ وہ دھاڑتا ہوا چلا گیا۔ ابونعیم نے ایک مجہول سند سے بیان کیا ہے کہ جہینہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو قریباً سو

بھیڑیوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ وفد تم سے اپنا حصہ مانگنے آیا ہے۔ وہ مقرر حصہ ہی لیں گے' باقی ماندہ جانور ان سے محفوظ رہیں گے کچھ طے نہ ہوا تو وہ دھاڑتے ہوئے چلے گئے۔ "شفا" میں قاضی عیاض (۴۷۶ھ۔ ۵۴۴ھ) نے حدیث ذئب حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابو سعیدؓ اور حضرت اہبان اوسؓ مکلم الذئب سے نقل کی ہے۔

عجیب واقعہ : ابن وہب بیان کرتے ہیں ایسا ہی ایک واقعہ ابوسفیان اور صفوان بن امیہ کو پیش آیا۔ بھیڑیا بچے کو پکڑنے لگا بچہ حرم میں داخل ہو گیا تو بھیڑیا واپس ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ان کو تعجب لاحق ہوا تو بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد ﷺ مدینہ میں تمہیں جنت کی دعوت پیش کرتے ہیں اور تم دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہو۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا لات اور عزیٰ کی قسم! یہ بات تم نے اہل مکہ کے سامنے کہی ہوتی تو وہ سب یہاں سے مدینہ کوچ کر جاتے۔

وحشی جانور : امام احمد (ابونعیم' یونس بن ابی اسحاق بیہقی) مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے ہمارا ایک وحشی جانور تھا۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو اچھلتا کودتا اور گھر میں تشریف لے آتے تو وہ آرام اور اطمینان سے رہتا کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ یہ حدیث مشہور ہے' واللہ اعلم۔

شیر راہنمائی کرتا ہے : رسول اللہ ﷺ کا غلام ایک کشتی میں سوار تھا۔ کشتی حادثہ کی نذر ہو گئی' وہ ایک تختہ پر بیٹھ کر ساحل پر آ لگا۔ وہاں ایک شیر تھا' آپ نے اسے کہا میرا نام سفینہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ یہ سن کر اس نے ان کے کندھے پر ہلکی سی دم ماری اور ساتھ ہو لیا اور راستہ پر پہنچا کر ہلکی سی آواز نکالی۔ سفینہؓ کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے الوداع کہہ رہا ہے۔

مسند عبدالرزاق میں محمد بن منکدر سے مذکور ہے سفینہؓ رسول اللہ ﷺ کا غلام روم میں لشکر سے بچھڑ گیا یا وہاں گرفتار ہو گیا تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا' راستہ میں شیر ملا آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں' راستہ بھول گیا ہوں۔ چنانچہ وہ آپ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا راستہ بھر آپ کی حفاظت کرتا رہا اور آپ کو لشکر میں پہنچا کر واپس ہوا' (روایت بیہقی)

ہرنی کا واقعہ : حافظ ابونعیم دلائل النبوۃ میں (سلیمان بن احمد' محمد بن عثمان بن ابی شیبہ' ابراہیم بن محمد بن میمون' عبدالکریم بن ہلال جعفی' صالح مری' ثابت بنانی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ہرنی پکڑ کر خیمہ کے ستون سے باندھ دی۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزرے تو ہرنی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں ان کے قبضہ میں ہوں اور میرے دو بچے ہیں' آپ ان سے مجھے اجازت لے دیجئے' میں دودھ پلا کر واپس چلی آؤں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا مالک کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں' آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو' وہ بچوں کو دودھ پلا کر واپس چلی آئے گی۔ انہوں نے کہا اس بات کا ذمہ دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا میں ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو وہ دودھ پلا کر واپس چلی آئی اور انہوں نے باندھ لی۔ واپسی میں اسے بندھا دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اس کے مالک کدھر ہیں؟ انہوں نے

عرض کیا جی ہم ہیں' آپ نے فرمایا یہ مجھے فروخت کر دو تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ ہی کی ہے تو آپؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو' چنانچہ وہ بھاگ گئی۔

۲۔ حافظ ابو نعیم (ابو احمد محمد بن عطریفی' احمد بن موسیٰ بن انس بن نضر بن عبیداللہ بن محمد بن سیرین در بصرہ' زکریا بن یحییٰ بن فلاد' حبان بن اغلب بن تمیم' ابوہ' ہشام بن حبان' حسن' نبہ بن محسن) حضرت ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجر کے علاقہ میں تھے' ہاتف نے دوبار یا رسول اللہ ﷺ کہا آپ ادھر ادھر جھانکے تو کچھ نظر نہ آیا' تھوڑی دور چلے تو پھر وہی آواز آئی آپ نے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا چنانچہ آواز کی سمت چل دیئے تو وہاں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی اور ایک بدوی دھوپ میں چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا۔ ہرنی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے مجھے پکڑ رکھا ہے اس پہاڑ کے اندر میرے دو بچے ہیں آپ مجھے کھول دیں میں دودھ پلا کر واپس چلی آؤں گی۔ آپ نے فرمایا واقعی تو واپس آجائے گی تو اس نے کہا میں وعدہ وفا نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے ٹیکس گیر کا عذاب کرے۔ چنانچہ آپ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ دودھ پلا کر واپس چلی آئی۔ رسول اللہ ﷺ اسے باندھ رہے تھے تو وہ بدوی بھی بیدار ہو گیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے ابھی شکار کیا تھا' آپ کو ضرورت ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں! اس نے کہا قبول فرمائیے آپ نے اسے کھول دیا تو وہ کلمہ شہادت پڑھتی ہوئی جنگل میں خوش خوش دوڑ گئی۔

۳۔ حافظ ابو نعیم' آدم بن ابی ایاس' نوح بن ہیثم' حبان بن اغلب بن تمیم' ہشام بن حبان سے یہ مذکور واقعہ بیان کرتے ہیں۔

۴۔ ولائل النبوۃ میں ابو محمد عبداللہ بن حامد الفقیہ نے (ابراہیم بن مہدی' ابن اغلب' ابوہ' ہشام بن حبان) حسن بن ضبہ بن ابی سلمہ سے یہ واقعہ رقم کیا ہے۔

۵۔ امام بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابو جعفر محمد بن علی بن وحیم شیبانی' احمد بن حازم بن ابی عروہ غفاری' علی بن قادم' ابو العلاء خالد بن طہمان' عطیہ) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیمہ کے ساتھ ایک ہرنی بندھی ہوئی دیکھی تو ہرنی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے کھول دیں میں بچوں کو دودھ پلا کر واپس چلی آؤں گی پھر آپ مجھے باندھ دیں۔ آپ نے اس سے پختہ عہد لے کر کھول دیا تھوڑی دیر بعد دودھ پلا کر واپس آئی اور اس کے تھن دودھ سے خالی تھے تو آپ نے اسے باندھ دیا پھر آپ نے مالکان سے بطور ہبہ لے کر اسے آزاد کر دیا اور فرمایا اگر جانوروں کو انسان کی طرح موت کی تکلیف معلوم ہو تو وہ کبھی موٹے تازے نہ ہوں۔

۶۔ امام بیہقی (ابو بکر احمد بن حسن قاضی' ابو علی حامد بن محمد مروی' بشر بن موسیٰ' ابو حفص عمر بن علی' معلی بن ابراہیم غزالی' ہیثم بن حماد' ابی کثیر) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں آنحضور ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ میں تھا' ایک بدوی کا خیمہ تھا خیمہ کے ستون سے ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ ہرنی نے عرض کیا مجھے یا رسول اللہ ﷺ اس نے پکڑ لیا ہے۔ صحرا میں میرے دو بچے ہیں' تھنوں میں دودھ جم چکا ہے' یہ مجھے ذبح کرتا ہے کہ مجھے استراحت ہو اور نہ چھوڑتا ہے کہ بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں

کھول دوں تو تو واقعی واپس چلی آئے گی؟ اس نے کہا جی ہاں! اگر میں واپس نہ آؤں تو مجھے اللہ تعالیٰ بے جا ٹیکس گیروں کے عذاب میں مبتلا کرے۔ چنانچہ آپ نے اسے چھوڑ دیا وہ واپس آئی تو آپ نے اسے باندھ دیا پھر آپ نے اس بدوی سے کہا اسے فروخت کرے گا؟ اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ آپ ہی کی ہے آپ نے اسے کھول کر آزاد کر دیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے خود دیکھا وہ جنگل میں کلمہ توحید پڑھتی ہوئی بھاگ رہی تھی۔ حافظ ابونعیم نے بھی اس واقعہ کو بشر بن موسیٰ سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں حدیث کے بعض مندرجات میں نکارت اور عجوبہ پن ہے' واللہ اعلم۔

حدیث ضب اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ : امام بیہقی (ابو منصور احمد بن علی دامفاتی سکنہ بستی نامین متصل بیہق' امام ابو احمد عبداللہ بن عدی در شعبان ۳۰۲ھ محمد بن ولید سلمی' محمد بن عبدالعلیٰ' معمر بن سلیمان' **کھمس**' داؤد بن ابی ہند' عامر بن عمر) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ بنی سلیم کا ایک بدوی گوہ شکار کر کے کھانے کے لئے گھر لے جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اس نے مجمع میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں؟ صحابہؓ نے بتایا یہ نبی علیہ السلام ہیں وہ مجمع کو چیرتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا لات اور عزیٰ کی قسم! آسمان تلے کوئی متنفس اور متکلم مجھے آپ سے زیادہ ناپسند اور برا نہیں۔ لوگ مجھے جلد بازی کا طعنہ نہ دیتے تو میں تم کو قتل کر کے عرب و عجم کی مسرت کا سامان مہیا کر دیتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت فرمایئے میں اس کا سر قلم کر دوں۔ آپ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ بردباری اور عقلمندی نبوت کا ایک جزو ہے۔

پھر آپ بدوی سے مخاطب ہوئے' تم نے اس قدر درشت کلام کیوں کیا اور میری توقیر و تعظیم کیوں نہ کی؟ تو اس نے کہا آپ مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے آپ کے سامنے گوہ پھینکتے ہوئے لات اور عزیٰ کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا جب تک یہ گوہ ایمان نہیں لائے گی' اس وقت تک میں بھی ایمان نہ لاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ضب! ضب نے سلیس عربی زبان میں جواب دیا جسے حاضرین مجلس نے سنا (لبیک وسعدیک) اے حاضرین محشر کی زیب و زینت! آپ نے اس سے پوچھا اے ضب! تو کس کی عبادت گزار ہے؟ اس نے کہا جس کا عرش آسمان میں ہے' جس کی حکومت زمین پر ہے اور سمندر میں اس کا (بنایا ہوا) راستہ ہے بہشت میں اس کی رحمت ہے دوزخ میں اس کا عذاب ہے پھر آپ نے پوچھا بتا میں کون ہوں؟ تو اس نے جواب دیا آپ رب العالمین کے رسول اور آخری نبی ہیں' آپ کی تصدیق کرنے والا کامیاب اور تکذیب کرنے والا ناکام و نامراد ہے۔ یہ سن کر اعرابی نے کہا واللہ! اب میری کایا پلٹ گئی ہے' آیا تھا تو میری نگاہ میں آپ روئے زمین کے بدترین شخص تھے اور اب آپ مجھے میری ذات اور باپ سے بھی پیارے ہیں اور اب میں آپ کو تہہ دل سے چاہتا ہوں توحید اور رسالت کی شہادت دیتا ہوں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری بدولت آپ کو ہدایت نصیب فرمائی یہ دین غالب ہو گا مغلوب نہ ہو گا نماز اس کا اہم شعار ہے اور نماز قرآن کی تلاوت کے بغیر قبول نہیں اس نے عرض کیا مجھے قرآن سکھایئے' آپ نے اسے سورت اخلاص پڑھائی اس نے کہا مزید بتایئے' میں نے بسیط

اور طویل و وجیز اور مختصر کلام اس سے بہتر نہیں سنا تو آپ نے فرمایا سنو! یہ کلام اللہ ہے شعر و اشعار نہیں' سورت اخلاص کا ایک بار پڑھنا قرآن کے تہائی اجر کا موجب ہے' دوبارہ تلاوت کرنا دو تہائی قرآن کے ثواب کے مترادف ہے اور سہ بار قرات کرنا پورے قرآن کے برابر ہے۔

تو دیہاتی نے کہا ہمارا خدا بہت اچھا ہے۔ معمولی عمل کا غیر معمولی اجر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہاری گزر اوقات کیا ہے؟ اس نے عرض کیا تمام قبیلہ سے میں نادار و ناتواں ہوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے گزارہ کیلئے کچھ دو چنانچہ صحابہؓ نے اتنا دیا کہ وہ مالا مال ہو کر اترانے لگا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے پاس دو ماہ کی گابھن اونٹنی ہے' نہایت تیز گام ہے جو آپ نے غزوہ تبوک میں عطا کی تھی میں یہ اسے عطا کرتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسی عمدہ اونٹنی کے عوض تجھے بروز محشر ایک کھوکھلے اور جوف دار موتی کی اونٹنی عطا ہو گی جس کے پاؤں سبز زبرجد کے ہوں گے اور گردن سرخ موتی کی ہودج پر ریشمی غالیچے ہوں گے۔ تمہیں دوزخ کے پل سے بجلی کی طرح پار لے جائے گی' ہر شخص تمہیں رشک کی نگاہ سے دیکھے گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا بس میں تہہ دل سے خوش ہوں چنانچہ وہ بدوی چلا گیا اور راستہ میں اسے ایک ہزار سلیم قبیلہ کے سوار ملے جو سیف و سنان سے مسلح تھے اس نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس نبوت کے دعویدار اور خداؤں کے ساتھ بدتمیزی کرنے والے کو تہ تیغ کرنے چلے ہیں۔ اس نے کہا ایسا نہ کرو باز آجاؤ میں خود اس کا کلمہ پڑھتا ہوں اور اس کی رسالت کا معتقد ہوں۔ پھر اس نے سارا ماجرا سنایا تو وہ سب مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کا استقبال کیا وہ سواریوں سے اتر کر پیادہ آپ کی خدمت میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے آئے۔ پھر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں جہاد کرو۔ یاد رہے' قبل ازیں عرب و عجم سے بیک وقت اس قدر مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

امام بیہقی کہتے ہیں الشیخ ابو عبداللہ الحافظ نے معجزات میں اس کو امام ابن عدی سے بیان کیا ہے' حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے بھی یہ مروی ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں حافظ ابو نعیم نے دلائل میں ابوالقاسم بن احمد طبرانی کی معرفت محمد بن علی بن ولید سلمی سے بیان کیا ہے نیز ابوبکر اسماعیلی نے بھی محمد بن علی بن ولید سلمی سے بیان کیا ہے۔ اور جو سند ہم نے نقل کی ہے وہ سب سے بہتر ہے' لیکن اس کے باوجود ضعیف ہے' اس میں ضعف محمد بن علی بن ولید سلمی کی وجہ سے ہے' واللہ اعلم۔

گدھے والی حدیث : (گدھے والی حدیث کا اکثر محدثین نے انکار کیا ہے)

ابو محمد عبداللہ بن حامد فقیہہ (ابو الحسن احمد بن حمدان سحرکی' عمر بن محمد بن بجیر' ابو جعفر محمد بن یزید' ابو عبداللہ محمد بن عقبہ بن ابی الصہباء' ابو حذیفہ' عبداللہ بن حبیب ہذلی' ابو عبدالرحمٰن سلمی) ابو منظور سے بیان کرتے ہیں خیبر کی غنیمت میں سے نبی علیہ السلام کے حصہ میں یہ اشیاء آئیں' ۴ خچر' ۴ جوڑے موزے دس اوقیہ سیم و زر ایک پیمانہ' ایک سیاہ گدھا۔ آپ گدھے سے ہم کلام ہوئے اور اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا میرا نام ہے یزید بن

شہاب میرے آباؤ اجداد سے ساٹھ گدھے ایسے تھے جن پر انبیاء سوار ہوئے اور اب اس نسل سے صرف میں باقی ہوں اور جملہ انبیاء میں اب صرف آپ ہی روئے زمین پر زندہ ہیں۔ مجھے توقع تھی کہ آپ مجھ پر سوار ہوں گے۔ قبل ازیں میں ایک یہودی کی ملکیت تھا میں اس کو دانستہ اپنی پشت سے گرا دیا کرتا تھا وہ مجھے بھوکا پیاسا رکھتا اور مارتا تھا تو آپ نے فرمایا میں نے تیرا نام یعفور رکھ دیا ہے۔ اس نے لبیک کہا آپ نے پوچھا جفتی کی خواہش ہے اس نے عرض کیا جی نہیں۔

چنانچہ نبی علیہ السلام اس پر حسب ضرورت سوار ہوتے اور کسی صحابی کو بلانا چاہتے تو اسے بھیج دیتے وہ سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا وہ باہر آتا تو اسے سر کے اشارے سے بتا دیتا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ بلا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ آپ کے درد فراق میں ابوالھیثم بن تیہان کے چاہ میں گر کر ہلاک ہو گیا اور وہی اس کا مدفن بن گیا۔ الکامل لابن اثیر ج ۲ ص ۲۱۴ پر ہے وہ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد فوت ہو گیا تھا۔ زاد المعاد ج ۱ ص ۳۴ پر ہے یہ گدھا آپ کو مقوقس شاہ قبط نے بھیجا تھا۔ جو حدیث حمار قاضی عیاض نے شفا میں اور امام الحرمین م ۴۷۸ھ نے الارشاد فی اصول الدین میں بیان کی ہے اس کی سند قطعاً غیر معروف ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابو حاتم وغیرہ حفاظ حدیث نے اس کا انکار کیا ہے اور حافظ ابو الحجاج مزی نے اس کا بارہا شد و مد سے انکار فرمایا ہے۔ دلائل النبوۃ میں حافظ ابونعیم نے جو حدیث حمار معاذ بن جبل سے بیان کی ہے' وہ بھی نہایت غریب ہے۔

چڑیا : ابوداؤد طیالسی (مسعودی' حسن بن سعد) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ایک صاحب باغ میں گئے اور چڑیا کے انڈے اٹھا لائے اور چڑیا فضا میں رسول اللہ ﷺ کے قافلہ کے اوپر گھومنے لگی تو آپ نے کہا اسے کس نے پریشان کیا ہے؟ ایک صاحب بولے میں اس کا انڈا اٹھا لایا ہوں آپ نے مہربان ہو کر فرمایا اسے وہیں رکھ دو۔

امام بیہقی (حاکم وغیرہ' اصم' احمد بن عبدالجبار' ابو معاویہ' ابو اسحاق شیبانی' عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود) عبداللہ بن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ ایک درخت پر ایک گھونسلے سے ہم نے چڑیا کے دو بچے اٹھا لئے' وہ چڑیا پر پھیلائے رسول اللہ ﷺ کی طرف لپکی تو آپ نے فرمایا اس کے بچے اٹھا کر کس نے پریشان کیا ہے؟ عرض کیا ہم اٹھا لائے تھے۔ آپ نے فرمایا وہیں لوٹا دو' چنانچہ وہ وہیں رکھ دیئے۔

پرندہ اور سانپ : امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' محمد بن حسین علوی' ابوالعباس محمد بن یعقوب اموی' محمد بن عبید بن عتبہ کندی' محمد بن صلت' حبان' ابوسعید' عکرمہ) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لئے دور دراز جایا کرتے تھے۔ ایک روز رفع حاجت کے لئے گئے اور کیکر کے سایہ تلے آرام کی خاطر بیٹھ کر موزے اتار دیئے۔ پھر ایک موزہ پہنا تو دوسرے کو پرندہ اٹھا کر فضا میں لے گیا' اس سے سیاہ سانپ نیچے گر پڑا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر نوازش تھی۔ (اللّٰھم انی اعوذبک من شر مامشی علی رجلیہ ومن شر ما یمشی علی بطنہ)

روشنی : بخاری شریف باب علامات نبوت میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ دو صحابی رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے فارغ ہو کر باہر نکلے (تو رات اندھیری تھی) راستے بھر ان کے سامنے دو روشنیاں تھیں۔ جب ان کا راستہ جدا ہو گیا تو ہر ایک کے ہمراہ گھر پہنچنے تک ایک ایک روشن چراغ رہا۔

عبدالرزاق (معمر' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اسید بن حضیر اور ایک انصاری (جس کا نام بخاری کی معلق روایت میں عباد بن بشیر بتاتا ہے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باتیں کرتے رہے رات اندھیری تھی ہر ایک کے پاس عصا تھا کام سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو ایک کا عصا روشن ہو گیا۔ جب راستہ جدا ہوا تو دوسرے کا عصا بھی منور ہو گیا اور اپنے گھر پہنچ گئے۔ (بیہقی اور نسائی میں یہ مذکور ہے)

آسمانی بجلی کی چمک : امام بیہقی حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے جب آپ سجدہ ریز ہوتے تو حسنؓ اور حسینؓ آپ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے ان کو آہستہ سے نیچے بیٹھا دیتے ایک دفعہ نماز سے فراغت کے بعد ان کو رانوں پر بٹھا لیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی والدہ کے پاس چھوڑ آؤں۔ اتنے میں بجلی کی کرن نمودار ہوئی تو آپ نے فرمایا والدہ کے پاس چلے جاؤ پھر ان کے پہنچنے تک بجلی کی روشنی برابر قائم رہی۔

روشن انگلیاں : تاریخ بخاری میں حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے نہایت تاریک رات تھی' ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ واپس لوٹے تو میری انگلیاں منور ہو گئیں اور ان کی روشنی بے ضرر تھی۔ (روایت بیہقی و طبرانی)

عصا روشن ہونا : بیہقی میں ہے کہ ابو عبس بدری صحابیؓ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں سب نمازیں ادا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اندھیری رات میں بارش ہو رہی تھی تو راستہ میں اس کا عصا روشن ہو گیا اور وہ اس روشنی میں گھر پہنچ گیا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں یزید بن اسود تابعی دمشق کی جامع میں "جسرین" محلہ سے نماز کے لئے آیا کرتا تھا بسا اوقات تاریک رات میں اس کے پاؤں کا انگوٹھا روشن ہو جاتا۔

حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ : مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے۔ وطن واپس جانے لگے تو آنحضور ﷺ سے کسی کرامت کے طالب ہوئے۔ وہاں پہنچے تو ان کی پیشانی منور ہو گئی پھر دعا کی تو یہ روشنی عصا میں تبدیل ہو گئی' وہ قندیل کی طرح منور تھا۔

حضرت تمیم داریؓ کی کرامت : امام بیہقی (عفان بن مسلم' حماد بن مسلمہ' جریری) معاویہ بن حرمل سے نقل کرتے ہیں وادی حرہ میں آگ نمودار ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت تمیم داریؓ کو کہا اس کو دور دھکیل دیجئے تو انہوں نے عرض کیا جناب امیر المومنین! میں کون ہوتا ہوں اور کیا ہوں (کہ یہ کام سرانجام دے سکوں) حضرت عمرؓ ان کو پیہم آمادہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ تیار ہو گئے پھر وہ دونوں آگ کی سمت چلے اور تمیم داریؓ اسے دونوں ہاتھوں سے اکٹھا کرتے رہے اور وہ شعب میں داخل ہو گئی اور تمیم داری بھی اس کے پیچھے پیچھے داخل ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے تین بار کہا' دید اور شنید کتنا فرق ہے۔

دعا کی قبولیت کا عجیب واقعہ : حسن بن عروہ (عبداللہ بن ادریس' اسماعیل بن ابی خالد) ابو سبرہ نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے روانہ ہوا' راستہ میں اس کا گدھا مر گیا اس نے دو رکعت نماز کے بعد دعا کی' الٰہی! میں دفینہ" سے تیری راہ میں جہاد کے لئے آیا ہوں اور تیری رضا کا طلبگار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور ان کو میدان محشر میں جمع کرے گا آج مجھے کسی کا منت کیش اور ممنون نہ کر میں اپنے گدھے کی زندگی کا امیدوار ہوں' چنانچہ وہ گدھا کان جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ بقول امام بیہقی یہ سند صحیح ہے اور یہ محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ محمد بن عبید' اسماعیل بن ابی خالد' شعبی سے بھی روایت کرتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا' اسحاق بن اسماعیل وغیرہ' محمد بن عبید' اسماعیل بن ابی خالد' شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ یمن سے کچھ رضاکار جہاد کی خاطر آئے' راستہ میں کسی کا گدھا مر گیا' رفقا نے سواری کی پیشکش کی۔ اس نے ٹھکرا دی اور نماز کے بعد دعا کی الٰہی! میں دفینہ" سے تیری راہ میں جہاد کے لئے آیا ہوں اور تیری رضا کا طلبگار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور ان کو میدان محشر میں جمع کرے گا آج مجھے کسی کا منت کیش اور ممنون نہ کر میں اپنے گدھے کی زندگی کا امیدوار ہوں۔ دعا کے بعد وہ گدھے کے پاس گیا تو وہ کان جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور گدھے پر سوار ہو کر رفقا سے جا ملا اور ان کی دریافت پر گدھے کے زندہ ہونے کا واقعہ سنایا۔ امام شعبی کہتے ہیں میں نے یہ گدھا کوفہ کے بازار میں فروخت ہوتا دیکھا ہے۔ ابن ابی الدنیا گدھے والے کا نام بناتہ بن یزید نخعی بتاتے ہیں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جہاد کے لئے آیا تھا' کناسہ (کوفے کا بازار) میں وہ اسے فروخت کرنے لگا تو کسی نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ نے تیری خاطر زندہ کیا تھا اور اب تو اسے فروخت کر رہا ہے تو اس نے کہا پھر کیسے کروں۔

ان کے کسی عزیز نے اس واقعہ کو تین اشعار میں منظوم کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے

ومنا الذی أحیا الالہ حمارہ وقد مات منہ کل عضو ومفصل

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی گدھی : حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی زخمی اور لاغر گدھی واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ کی بدولت' سب سے تیز رفتار تھی۔ اسی طرح ان کے مال مویشی اور دودھیل جانوروں کے دودھ اور مکھن میں اضافہ بھی آپ کی برکت سے تھا۔ **صلوات اللّٰہ وسلام علیہ**

بچے کا دعا سے زندہ ہونا : ابوبکر بن ابی الدنیا' حضرت انس بن مالک حضرت سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری نوجوان کی عیادت کے لئے گئے تو وہ یکایک جان بحق ہو گیا۔ ہم نے اس کی آنکھیں بند کر کے اس کو ڈھانپ دیا اور اس کی والدہ کو تسلی دی اس نے پوچھا فوت ہو گیا؟ عرض کیا جی ہاں! اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی' الٰہی! میں ایماندار عورت ہوں اور تیرے رسول کے پاس ہجرت کر کے آئی ہوں جب مجھے کوئی مصیبت درپیش آئی تو نے رفع فرمائی۔ الٰہی! میری التجا ہے کہ اس جانکاہ مصیبت سے نجات فرما۔ چنانچہ اس نے چہرے سے کپڑا سرکایا (تو وہ زندہ سلامت تھا) اور ہم نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔

۲۔ امام بیہقی (ابوسعید مالینی' ابن عدی' محمد بن طاہر بن ابی الدمیل' عبداللہ بن عائشہ' صالح بن بشیر مزنی بصری (جو ایک

عابد زاہد اور کمزور راوی ہے) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں' اس میں ہے وہ عورت ام سائب ایک اندھی بڑھیا تھی۔

تین عجیب امور : امام بیہقی ایک منقطع روایت عبداللہ بن عون کی معرفت حضرت انسؓ بن مالک سے بیان کرتے ہیں۔ امت مسلمہ میں تین عجائبات دیکھے ہیں اگر وہ بنی اسرائیل میں رونما ہوتے تو کوئی قوم اس کی مدمقابل نہ ہوتی۔ ابن عون نے پوچھا' جناب ابو حمزہ! وہ کیا ہیں؟

بتایا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اصحاب صفہ میں تھے' ایک خاتون نوجوان بیٹے کے ہمراہ ہجرت کر کے آئی۔ اس خاتون کو ازواج مطہرات کے پاس بھیج دیا اور نوجوان کو اصحاب صفہ میں شامل کر دیا۔ تھوڑے دنوں بعد وہ وبائی مرض سے فوت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے کفن دفن کا حکم دیا' ہم نے اس کے غسل کی تیاری کی تو آپ نے فرمایا اس کی والدہ کو اطلاع کر دو۔ میں نے مطلع کیا تو وہ آکر اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے قدموں کو پکڑ کر کہنے لگی الٰہی! میں بخوشی مسلمان ہوئی' بتوں کی مخالفت کی' بصد شوق ہجرت کی۔ الٰہی! مجھے مصیبت میں مبتلا کر کے بت پرستوں کو خوشی کا موقع فراہم نہ کر اور ناقابل برداشت مصیبت سے نجات بخش۔ وہ دعا سے فارغ نہیں ہو پائی تھی کہ لڑکے کے پاؤں میں حرکت پیدا ہوئی اور اس نے چہرے سے کپڑا اٹھا دیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہا۔

حضرت عمرؓ نے ایک لشکر تیار کیا' میں اس میں شامل تھا۔ علاء بن حضرمی امیر کارواں تھا۔ ہم میدان جنگ میں اترے' شدید گرمی کا موسم تھا پانی کا نام و نشان نہ تھا انسان اور حیوان سب پیاس سے دوچار تھے۔ جمعہ کا روز تھا' امیر کارواں نے زوال کے بعد دو رکعت نماز جمعہ پڑھائی' پھر آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے مطلع بالکل صاف تھا۔ ابھی دعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے کہ آسمان ابر آلود ہو گیا۔ بارش آئی اور جل تھل ہو گیا' خوب پیا اور جانوروں کو پلایا۔

پھر غنیم کی طرف بڑھے تو وہ خلیج عبور کر چکا تھا آپ خلیج کے ساحل پر کھڑے ہوئے اور دعا کی (یاعلیم یاعظیم یاحلیم یاکریم) اور فرمایا اللہ کا نام لے کر عبور کرو۔ چنانچہ خلیج عبور کر گئے اور گھوڑوں کی سم بھی تر نہ ہوئی دشمن پر حملہ آور ہوئے قتل و غارت کے بعد باقی کو اسیر بنا لیا۔

پھر خلیج کے ساحل پر آئے وہی دعا کی اور عبور کرنے کا حکم دیا پھر بھی گھوڑوں کے پاؤں تر نہ ہوئے پھر امیر کارواں علا بن حضرمی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ ہم نے نماز جنازہ کے بعد دفن کر دیا تو ایک اجنبی نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا یہ بہترین انسان ابن حضرمی ہے۔ اس نے کہا یہ دریا کا ساحل ہے قبر محفوظ نہیں رہتی' مردہ ننگا ہو جاتا ہے۔ میل دو میل دور دفن کرو تو بہتر ہے' چنانچہ ہم نے قبر کھودی تو وہ لحد میں موجود نہیں اور حد نظر تک منور ہے پھر ہم نے قبر کو استوار کیا اور واپس چلے آئے۔

موت کے قصہ کے بغیر یہ روایت ابی ہریرہ سے منقول ہے اور امام بخاری نے تاریخ میں اس کو اور سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے سہم بن منجاب سے یہ واقعہ نقل کیا ہے اس میں دعائیہ کلمات میں کچھ اضافہ ہے۔

امام بیہقی (حسین شبران، اسماعیل صفار، حسن بن علی بن عثمان، ابن نمیر) اعمش کے کسی استاذ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم دجلہ کے ساحل پر پہنچے، اس میں شدید طغیانی تھی اور دشمن اس کے پار تھا ایک مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور وہ پانی کی سطح پر تیرنے لگا۔ باقی فوج نے بھی اسی طرح گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور تیرنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر کافر کہنے لگے دیوانے دیوانے پاگل پاگل دریا عبور کیا تو صرف ایک پیالہ گم تھا۔ کافر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور مسلمانوں نے اس قدر مال غنیمت جمع کیا کہ مال ان کی نگاہوں میں ہیچ ہو گیا۔

ابو مسلم خولانی : امام بیہقی، سلیمان بن مغیرہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی جن کا نام عبداللہ بن ثوب ہے، وہ دجلہ کے ساحل پر آئے۔ سخت طوفان تھا، وہ بمع رفقا اسے پیدل عبور کر گئے اور پوچھا کوئی سامان تو گم نہیں ہوا کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ واپس لوٹا دے۔ **(هذا اسناد صحيح)**

زید بن خارجہ کا دوبارہ زندہ ہونا : امام بیہقی (ابو صالح بن ابو طاہر عنبری، اپنے دادا قاضی یحییٰ بن منصور، ابو علی بن محمد بن عمرو بن کشمرد، قعنبی، سلیمان بن بلال، یحییٰ بن سعید) سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ زید بن خارجہ انصاری خزرجی حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے اور ان کی نعش ڈھانپ دی گئی، ان کے سینہ سے گھنٹی کی سی آواز آئی پھر انہوں نے کہا:

"محمد ﷺ کا اسم گرامی لوح محفوظ میں احمد ثبت ہے۔ ابوبکر صدیق راست گو ہیں کمزور و ناتواں ہیں مگر اللہ کے احکام کے نفاذ میں خوب طاقتور ہیں، یہ کتاب اول کا نوشتہ ہے۔ عمرؓ صادق انسان ہیں، نوشتہ تقدیر میں ان کی صفت قوی امین ہے۔ عثمان بھی ان کے جادہ پر قائم ایک صدق شعار انسان ہیں۔ چار برس بیت گئے پھر طاقتور کمزور کو ہڑپ کر جائے گا اور قیامت کے آثار برپا ہوں گے اور اسلامی لشکر کی خبر عنقریب آئے گی اور قبا مسجد کے سامنے چاہ اریس ہے، وہ عجب ہے" (اس میں نبی علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہو گئی)

سعید بن مسیب کہتے ہیں پھر بنی خطمہ کا ایک شخص فوت ہوا اس کو چادر سے ڈھانپ دیا گیا تو اس کے سینہ میں سے گھنٹی کی آواز آئی پھر اس نے کہا، واقعی زید خزرجی نے سچ کہا ہے۔

امام بیہقی نے یہ روایت ایک اور سند سے بیان کے بعد کہا ہے یہ سند درست ہے اور اس کے شواہد موجود ہیں، "**من عاش بعد الموت**" میں ابن ابی الدنیا (ابو مسلم عبدالرحمٰن بن یونس، عبداللہ بن ادریس) اسماعیل بن خالد سے نقل کرتے ہیں کہ یزید بن نعمان بن بشیر اپنے والد کا مکتوب قاسم بن عبدالرحمٰن کے حلقہ درس میں ان کی والدہ کے نام لے کر حاضر ہوئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، مکتوب نعمان بن بشیر بنام بنت عبداللہ بن ہاشم، سلام علیک، میں خدائے وحدہ لاشریک کی حمد و ثنا کا تحفہ پیش کرتا ہوں، آپ نے تحریر کیا ہے کہ میں زید بن خارجہ (برادر حبیبہ بنت خارجہ زوجہ ابی بکر صدیق، والدہ ام کلثوم بنت صدیقؓ) کا سانحہ ارتحال لکھ کر ارسال کروں۔

جناب زیدؓ بالکل تندرست تھے، اچانک ان کے حلق میں شدید درد محسوس ہوا اور وہ ظہر اور عصر کے درمیان انتقال کر گئے۔ ان کو دراز کر کے ڈھانپ دیا گیا۔ بعد از مغرب مجھے کسی نے بتایا کہ زیدؓ فوت ہونے

کے بعد بول رہا ہے' میں فوراً آیا وہاں کچھ انصاری بھی موجود تھے وہ کہہ رہا تھا (یا اس کی بات دہرائی جا رہی تھی) تین خلفاء میں سے درمیانی خلیفہ زیادہ قوی ہے۔ وہ دینی امور میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ طاقتور کو کمزور کا مال ہضم کرنے نہیں دیتا' یہ اللہ کا بندہ امیر المومنین راست گو تھا' لوح محفوظ میں اسی طرح نوشت ہے۔

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی اکثر کوتاہیاں معاف کرتے ہیں۔ دو برس بیت گئے' چار باقی ہیں پھر خانہ جنگی ہوگی' طاقتور کمزور کو تختہ مشق بنائے گا' ملکی نظام درہم برہم ہو گا۔ خفیہ عداوت رنگ لائے گی' پھر باہمی عداوت سے باز آجائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ اے لوگو! اپنے امیر کی بات قبول کرو' غور سے سنو' اور طاعت کرو۔ جو شخص پہلو تہی کرے گا اس کا جان و مال محفوظ نہ ہو گا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا دو ٹوک فیصلہ ہے۔

اللہ اکبر! یہ جنت ہے' وہ دوزخ ہے۔ نبی اور صدیق سلامتی کا سوال کریں گے' اے عبداللہ بن رواحہ! آپ نے میرے والد خارجہ اور سعد بن ربیع کو یہاں پایا جو جنگ احد میں شہید ہوئے اور ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔

ایسا ہرگز نہ ہوگا وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے کھال ادھیڑنے والی ان لوگوں کو اپنی طرف بلائے گی جنہوں نے دین حق سے اعراض کیا اور مال جمع کیا (۱۵/۷۰) پھر اس کی آواز بند ہو گئی۔

حاضرین سے میں نے بات کا آغاز پوچھا تو بتایا کہ اس نے کہا' (انصتوا انصتوا) خاموش! خاموش! ہم ایک دوسرے کی طرف تعجب سے دیکھنے لگے تو معلوم ہوا کہ آواز لباس کے نیچے سے آرہی ہے اس کے چہرے سے کپڑا سرکایا تو اس نے کہا' آپ ہیں احمد' اللہ کے رسول' یارسول اللہ آپ پر اللہ کی رحمت و برکت ہو' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہے۔ جسم ناتواں مگر احکام الٰہی میں تنومند' درست ہے۔ درست' یہ لوح محفوظ میں ہے۔

امام بیہقی نے اس واقعہ کو ایک اور سند سے بیان کیا ہے اور اس کو درست قرار دیا ہے۔ "کتاب البعث" میں ہشام بن عمار نے (ولید بن مسلم' عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر' عمر بن ہانی) نعمان بن بشیر سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں' سعید بن مسیب کی طرح حبیب بن سالم بھی نعمان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں' اس میں بیئر اریس کا ذکر ہے' وہ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انگوٹھی تیار کروائی وہ آپ کے پاس رہی پھر یکے بعد دیگرے خلفاء کے پاس رہی بعد ازاں حضرت عثمان کے پاس آئی ان کی خلافت کے چھ سال بعد وہ چاہ اریس میں گر گئی۔ (بسیار تلاش کے بعد نہ ملی) تو پھر ان کی خلافت کے حالات دگرگوں ہو گئے اور فتنہ فساد کا دور دورہ ہو گیا۔ جیسا کہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی زبانی معلوم ہوا اور یہ مطلب ہے "دو برس بیت گئے' چار باقی ہیں" کا۔ تاریخ بخاری میں ہے کہ زید بن خارجہ انصاری خزرجی بدری ہیں' خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں فوت ہوئے اور فوت ہونے کے بعد انہوں نے کلام کی۔ بقول امام بیہقی ان کا موت کے بعد کلام کرنا متعدد صحیح اسناد سے مروی ہے۔

ایک سلمی کا کلام کرنا: ابن ابی الدنیا (خلف بن ہشام بزار' خالد لحان' حصین) عبداللہ بن عبید انصاری سے نقل کرتے ہیں کہ بنی سلمہ کے ایک شخص نے موت کے بعد یہ کلام کیا' محمد رسول اللہ' ابوبکر صدیق' عثمان اللین الرحیم۔ ولا ادری ایش قال فی عمر۔

ربیع کا بعد از موت بولنا: کتاب البعث میں (ہشام بن عمار' حکم بن ہشام ثقفی' عبدالحکیم بن عمر) ربعی بن خراش عبسی سے بیان کرتے ہیں کہ میرا بھائی ربیع بیمار پڑ گیا' موت کے بعد تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے تو اس نے چہرے سے کپڑا اٹھا کر السلام علیکم کہا ہم نے وعلیکم السلام کے بعد پوچھا واپس آگیا؟ اس نے کہا کیوں نہیں مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات نصیب ہوئی اس نے مجھے اپنی رافت و رحمت سے نوازا مجھ پر مہربان ہے اور سبز ریشمی لباس پہنایا میں نے اس سے آپ کو مژدہ سنانے کی اجازت طلب کی اور اجازت مرحمت ہوئی' بات ایسی ہی ہے۔ جیسا تمہارا خیال ہے اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو' خوشخبری سناؤ' نفرت نہ دلاؤ' اس کی آواز پانی میں کنکر گرنے کے مشابہ تھی۔

نوزائیدہ بچے کا بولنا: بیہقی (علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید صفار' محمد بن یونس کدیمی' شاصونہ بن عبید ابو محمد یمانی (عدن کی حردہ بستی میں) معرض بن عبداللہ بن معرض بن معیقیب' عبداللہ) معرض سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا۔ آپ سے ایک گھر میں ملاقات ہوئی' آپ کا چہرہ چاند سا تھا۔ ایک یمامی آپ کے پاس نوزائیدہ بچہ لایا' آپ نے پوچھا میں کون ہوں؟ اس بچے نے جواب دیا آپ خدا کے رسول ہیں آپ نے فرمایا درست ہے' اللہ برکت کرے پھر اس بچے نے جوان ہونے تک بات نہ کی ہم اسے "مبارک یمامہ" کہتے تھے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں محمد بن یونس کدیمی اور اس کے شیخ کی وجہ سے اس حدیث پر لوگ جرح کرتے ہیں مگر شرعی اور عقلی طور پر اس میں کوئی قباحت نہیں۔ صحیح بخاری میں قصہ جریج اس کا شاہد ہے' جریج نے پوچھا اور بچے نے بتایا میں چرواہے کا بچہ ہوں علاوہ ازیں یہ حدیث کدیمی کی بجائے محبوب بن عثمان بھی شاصونہ سے بیان کرتے ہیں' مگر سند غریب ہے' (روایت بیہقی)

امام بیہقی نے یہ سند بھی نقل کی (شیخ ابوعبداللہ الحافظ' ابی الحسن علی بن عباس وراق' ابی الفضل احمد بن خلف بن محمد بن مقری قزوینی' ابی الفضل العباس بن محمد بن شاصونہ)

امام حاکم' ثقہ راوی' ابو عمر زاہد سے روایت کرتے ہیں' میں یمن کی حروہ بستی میں گیا' یہ حدیث دریافت کی اور شاصونہ کی قبر کی زیارت کی وہاں اس کی نسل آباد ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں اس حدیث کی تائید اہل کوفہ کی ایک درج ذیل "مرسل روایت" سے ہوتی ہے البتہ اس میں نوزائیدہ بچے کی بجائے نوجوان کا ذکر ہے' ملاحظہ ہو

وکیع (اعمش' شمر بن عطیہ) یکے از شیوخ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نوجوان گونگے کو لائی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یہ بولتا نہیں تو آپ نے اس سے پوچھا میں کون ہوں تو اس نے جواب دیا آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ مزید سنئے!

امام حاکم (اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' اعمش' شمر بن عطیہ) یکے از شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کیا یہ بچہ بولتا نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے ذرا میرے قریب کرو۔ اس نے قریب کیا تو آپ نے فرمایا بتاؤ میں کون ہوں؟ تو بچے نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔

آسیب زدہ بچہ : امام احمد (یزید' حماد بن سلمہ' فرقد سنجی' سعید بن جبیر) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں ایک عورت اپنے بچے کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائی اور عرض کیا میرا بچہ دیوانہ ہے' خورد و نوش خراب کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی' تب اس نے قے کی۔ وہ آسیب اس کے پیٹ میں سے کتے کے کالے بچے کی شکل میں نکل بھاگا۔ فرقد سنجی م ۱۳۱ھ صالح آدمی ہے مگر اس کا حافظہ کمزور ہے۔

جن : ابوبکر بزار (محمد بن مرزوق' مسلم بن ابراہیم' صدقہ بن موسیٰ' فرقد سنجی' سعید بن جبیر) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں آنحضور ﷺ کے پاس ایک انصاری عورت آئی اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ خبیث جن مجھ پر غالب ہے' آپ نے فرمایا اگر اس حالت پر صبر کرو تو قیامت کے روز تمہارا کوئی حساب نہ ہو گا' تو اس نے کہا واللہ! میں صبر کروں گی مگر مجھے خطرہ ہے کہ یہ خبیث مجھے برہنہ نہ کر دے۔ چنانچہ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی جب اس کو خطرہ لاحق ہوتا تو کعبہ کے پردے سے چمٹ کر دعا کرتی تو وہ بالکل نکل جاتا۔ صدقہ راوی میں کوئی مضائقہ نہیں اور فرقد سنجی کے کمزور حافظہ کے باوصف شعبہ وغیرہ اس سے حدیث بیان کرتے ہیں۔

امام احمد' یحییٰ بن عمران ابی بکر' عطا بن ابی رباح سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن عباس نے کہا میں آپ کو جنتی عورت دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ فرمایا اس سیاہ فام عورت نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ دیوانگی میں میرا ستر کھل جاتا ہے' دعا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا چاہو تو اس حال پر صبر کرو اور جنت کا مژدہ سنو' چاہو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شفا بخشے گا۔ اس نے کہا میں اس حال پر صبر کرتی ہوں' بس آپ صرف یہ دعا فرمائیں کہ میرا ستر نہ کھلے۔ پھر آپؐ نے اس کے لئے یہ دعا فرمائی۔

بخاری اور مسلم میں بھی یہ روایت (عطا بن ابی رباح از ابن عباس) مذکور ہے اور امام بخاری (محمد' مخلد' ابن جریج) سے بیان کرتے ہیں کہ عطا نے مجھے بتایا کہ میں نے کعبہ کے پاس یہ سیاہ فام دراز قامت ام زفر عورت دیکھی۔ حافظ ابن اثیر کے اسد الغابہ میں ہے کہ یہ ام زفر حضرت خدیجہؓ کی مشاطہ تھی اور کنگھی چوٹی کرتی تھی۔ اس کی عمر اس قدر دراز ہوئی کہ عطاء بن ابی رباح نے اس کا زمانہ پایا' واللہ اعلم۔

بخار : امام بیہقی (علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید' محمد بن یونس کدیمی' قرہ بن حبیب الضوی' ایاس بن ابی تمیمہ' عطا) حضرت ابوہریرہ سے بیان کرتے ہیں کہ بخار نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی' آپ مجھے اپنے محبوب تر احباب کے پاس بھیجئے۔ آپ نے فرمایا انصار کے پاس چلا جا' چنانچہ وہ انصار کو لاحق ہوا تو وہ اس سے نڈھال ہو گئے۔ انصار نے عرض کیا بخار نے ہمیں لاچار کر دیا ہے دعا فرمایئے۔ آپ نے دعا فرمائی تو وہ

تندرست ہو گئے اسی طرح ایک انصاری عورت نے بھی دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا دعا کروں اور مرض دور ہو جائے یا صبر کرتی ہو جنت ملے گی اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں صبر کو ترجیح دیتی ہوں اس سند میں محمد بن یونس کدیمی ضعیف ہے۔

۴۔ بیہقی (علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید صفار' عبداللہ بن احمد بن حنبل' احمد بن حنبل' ہشام بن لاحق در ۱۸۵ھ' عاصم احول) ابی عثمان نہدی سلمان فارسی سے بیان کرتے ہیں کہ بخار نے آپ سے اجازت طلب کی آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میرا نام بخار ہے میں جسم کو دبلا کر دیتا ہوں اور خون چوس لیتا ہوں' آپ نے فرمایا اہل قبا کے پاس جا' وہ بخار میں مبتلا ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے چہرے زرد پڑ چکے تھے' بخار کے عارضہ کی شکایت کی آپ نے فرمایا چاہو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بخار رفع فرما دے گا۔ چاہو تو اسی حالت میں رہو یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو گا سب نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اسی حالت پر صبر کرتے ہیں۔ یہ حدیث نہ مسند احمد میں اور نہ ہی صحاح ستہ میں ہے۔

آب و ہوا : مدینہ منورہ کی فضا خراب تھی' وبائی امراض کی آماج گاہ تھی' آپ کی دعا کی برکت سے وہ صحت افزا مقام بن گیا۔ صلوت اللہ وسلامہ علیہ

بینائی بحال ہونا : امام احمد (روح' عثمان بن عمرو' ابو جعفر مدینی' عمارہ بن خزیمہ بن ثابت) عثمان بن حنیف سے بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا ارادہ ہو تو دعا نہ کروں اور یہ تیری آخروی زندگی کے لئے بہتر ہے۔ چاہو تو دعا کرتا ہوں اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے تو آپ نے اسے فرمایا کہ وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ اور یہ دعا کر۔

الٰہی! میں تیری ذات سے سوال کرتا ہوں اور تیرے رحمت والے نبی ﷺ کی سفارش کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں' اے محمد! میں اپنی اس ضرورت میں متوجہ کرتا ہوں کہ وہ پوری ہو اور آپ میری اس میں سفارش کریں۔ اور آپ کی سفارش میرے حق میں قبول ہو۔ وہ بار بار یہ دعا پڑھتا رہا پھر اس نے کہا میرا یقین ہے کہ آپ کی سفارش میرے حق میں قبول ہو گی چنانچہ اس نے یہ عمل کیا تو وہ تندرست ہو گیا اور اس کی بینائی بحال ہو گئی۔

۲۔ ترمذی اور نسائی میں محمود بن غیلان اور ابن ماجہ میں احمد بن منصور بن سیار یہ دونوں عثمان بن عمرو سے شعبہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں اور ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے کہ یہ صرف ابو جعفر خطمی سے مروی ہے۔

۳۔ امام احمد (موئل بن حماد بن سلمہ' ابو جعفر' عمارہ بن خزیمہ) عثمان بن حنیف سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

۴۔ امام نسائی (محمد بن معمر' حبان' حماد بن سلمہ) ابو جعفر سے حسب سابق روایت کرتے ہیں۔

۵۔ نیز امام نسائی (زکریا بن یحییٰ' محمد بن مثنیٰ' معاذ بن ہشام' ہشام' ابو جعفر' ابو امامہ بن سہل بن حنیف' اپنے چچا عثمان بن حنیف سے) ممکن ہے ابو جعفر کا سماع ابو امامہ اور عمارہ بن خزیمہ دونوں سے ہو' واللہ اعلم۔

امام بیہقی اور حاکم (یعقوب بن سفیان' احمد بن شبیب' سعید بن حنظلی' روح بن قاسم' ابو جعفر) ابو امامہ بن سہل

بن حنیف و عثمان بن حنیف سے بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی آپ کی خدمت میں آیا اور بینائی ختم ہونے کی تکلیف کا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا کوئی خدمتگار بھی نہیں مجھے سخت تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا وضو خانہ میں جا اور وضو کر اور پھر یہ دعا پڑھ۔

اللّٰھم انی اسئلک واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمه یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فینجلی بصری اللّٰھم فشفعه فی شفعنی فی نفسی۔

عثمان کہتے ہیں ہم ابھی مجلس سے اٹھے نہیں اور نہ ہی کچھ زیادہ باتیں کیں کہ وہ نابینا آیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ نابینا تھا ہی نہیں۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ ابو جعفر سے یہ روایت روح کے علاوہ ہشام دستوائی بھی بیان کرتے ہیں۔

لعاب مبارک سے بینائی بحال کرنا : ابن ابی شیبہ' حبیب بن مریط سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان کی آنکھیں بالکل سفید تھیں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے بتایا میں اونٹوں کا چرواہا تھا' میرا پاؤں سانپ پر پڑا تو میری بینائی ختم ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے دم کیا تو اس کی بینائی بحال ہو گئی۔ ان کی بینائی اتنی تیز ہو گئی کہ وہ اسی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگہ پرو لیا کرتے تھے۔ امام بیہقی کہتے ہیں بعض لوگ حبیب بن مریط کی بجائے حبیب بن مدرک کہتے ہیں۔

آنکھ کا باہر نکلنا : قتادہ بن نعمان کی آنکھ جنگ میں خانہ چشم سے باہر لٹک آئی رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے خانہ چشم میں ڈال دیا تو معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی زخمی تھی۔

پنڈلی کا درست ہونا : ابو رافع یہودی کے معاملہ میں محمد بن عتیک کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو آپ نے دست مبارک پھیرا اور وہ فوراً ٹھیک ہو گئی۔

جلا ہوا ہاتھ : محمد بن حاطب کا ہاتھ آگ میں جل گیا' آپؐ نے دم کیا تو وہ فوراً مندمل ہو گیا۔

ہتھیلی کا غدود : شرحبیل جعفی کے ہاتھ میں غدود تھی آپ نے چھوا تو وہ غدود ختم ہو گئی۔

آنکھ درست ہونا : حضرت علی کی آشوب زدہ چشم پر لب لگایا تو وہ درست ہو گئی۔

حافظے کا تیز ہونا : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نسیان کا شکوہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اس کو ایک دعا بتائی پھر یہ مرض دور ہو گیا۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی چادر پر دم کیا اور وہ بعد ازیں کسی بات کو بھولتے نہ تھے۔

ابو طالب کیلئے دعا : بیہقی میں ہے کہ اپنے چچا ابو طالب کے مرض کے بارے دعا کی وہ فوراً تندرست ہو گئے۔ اس قسم کے اور بیشتر واقعات بیہقی نے بیان کئے ہیں ہم نے ان کو ضعف سند کی وجہ سے قلم زدن کر دیا ہے۔

کمزور گھوڑی کا تیز ہونا : امام بیہقی (ابو بکر قاضی' حامد بن محمد ہروی' علی بن عبدالعزیز' محمد بن عبداللہ رقاشی' رافع بن سلمہ بن زیاد' عبداللہ بن ابی الجعد) جعیل اشجعی سے بیان کرتے ہیں کہ میں کسی جہاد میں آپ کے ہمراہ تھا

اور میری گھوڑی دبلی پتلی اور کمزور تھی اور میں سب سے پیچھے چل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تیز چلو" میں نے عرض کیا حضور یہ نہایت کمزور ہے' رسول اللہ ﷺ نے ہلکا سا کوڑا مار کر برکت کی دعا فرمائی۔ وہ اتنی تیز رفتار ہو گئی کہ روکے نہ رکتی تھی اور اس کا ایک بچہ بارہ ہزار میں فروخت کیا۔

۲۔ امام نسائی نے یہ واقعہ محمد بن رافع کی معرفت محمد بن عبداللہ رقاشی سے بیان کیا ہے۔

۳۔ ابن ابی خیثمہ نے عبید بن یعیش' زید بن حباب کے واسطے سے رافع سے بیان کیا ہے۔

۴۔ تاریخ میں امام بخاری نے (رافع بن زیاد بن جعد بن ابی جعد' زیاد بن جعد' عبداللہ بن ابی جعد برادر سالم) جعیل سے یہ روایت بیان کی ہے۔

اونٹنی کا تیز چلنا : سنن بیہقی اور مسلم شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے انصاریوں میں رشتہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے بیوی کو پہلے کیوں نہ دیکھ لیا' انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ خلل ہوتا ہے۔ اس نے کہا میں نے دیکھ لیا (مہر کے سلسلہ میں تعاون فرما دیں) پوچھا کتنا تو اس نے اپنی حیثیت سے زیادہ بتایا تو آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم ان پہاڑوں سے سیم و زر کاٹ کے لاتے ہو۔ ہمارے پاس آج بالکل کچھ نہیں' ممکن ہے میں تمہیں کسی جہاد میں روانہ کروں تو وہ حاصل ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے اسے بنی عبس کی طرف جہاد کے لئے روانہ ہونے کو کہا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری سواری تو اٹھ نہیں سکتی' کیونکر جا سکتا ہوں؟ آپ نے اسے سہارے کے لئے ہاتھ پکڑایا اور پھر اس کی اونٹنی کے پاس چلے آئے اور اسے پیر سے ٹھوکر ماری' حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں وہ اس قدر تیز رفتار ہو گئی کہ امیر کارواں سے بھی آگے رہتی۔

عجب دعا : امام بیہقی مجاہد سے ایک مرسل روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے اونٹ خریدا اور رسول اللہ ﷺ سے برکت کی دعا کا سوال کیا۔ آپ نے برکت کی دعا فرمائی تو وہ مر گیا۔ اس نے ایک اور اونٹ خریدا اور برکت کی دعا کا طلب گار ہوا' آپ نے دعا فرمائی تو وہ بھی جاں بحق ہو گیا' پھر اس نے تیسرا اونٹ خرید کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے دو اونٹوں میں برکت کی دعا فرمائی اب دعا فرمائیں کہ وہ میری سواری کے قابل ہو۔ آپ نے دعا فرمائی تو وہ بیس برس اس کے پاس رہا۔ بقول امام بیہقی پہلی دو دعائیں اجر آخرت کے متعلق تھیں۔

دم جھاڑ سے آپریشن : امام بیہقی' حبیب بن اساف ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں اور میرا ہم قوم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی جہاد میں شرکت کے لئے آئے۔ آپ نے پوچھا تم مسلمان ہو بتایا جی نہیں تو فرمایا ہم مشرکوں کے خلاف مشرکوں سے تعاون نہیں لیتے۔ چنانچہ ہم مسلمان ہو گئے اور جنگ میں شریک ہوئے۔ میرے کندھے پر ایسی کاری ضرب لگی کہ میرا بازو کٹ کر لٹک گیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے لٹکے ہوئے حصہ کو جوڑ کر دم کر دیا تو وہ فوراً اچھا ہو گیا۔ اور میں نے ضرب لگانے والے کو قتل کر دیا پھر اتفاقاً میں نے اس کی دختر سے شادی کی تو وہ مجھے کہتی۔ لا عدمت الذی

وشحک وھذا الوشاح اور میں کہتا' لا عدمت الذی اعجل اباک الی النار (رواہ الامام احمد)

حضرت ابن عباسؓ کے حق میں دعا : متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو پانی موجود پایا پوچھا کون لایا معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ لائے ہیں تو آپ نے دعا دی الٰہی اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ م ۶۸ھ سے نقل کیا ہے کہ یہ دعا میرے شانے پر دست مبارک رکھ کر فرمائی۔

آپ شرعی علوم کے مقتدا اور پیشوا تھے' خصوصاً قرآن فہمی اور تفسیر میں اپنی عقل و دانش سے جملہ پیش رو صحابہ کرام کے علوم کے حامل خازن اور امین تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ھ کا مقولہ ہے کہ اگر ابن عباسؓ ہمارے ہم عمر ہوتے تو ان کے علم کا عشرِ عشیر بھی کسی کو حاصل نہ ہوتا' آپ قرآن کے بہترین ترجمان ہیں۔

یاد رہے کہ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن مسعودؓ کے بعد ۳۶ سال بقید حیات رہے۔ اندازہ کیجئے کہ ۳۶ سال کے اس طویل عرصہ میں آپ کو شرعی علوم اور قرآن فہمی میں کس قدر دسترس حاصل ہوئی ہو گی۔

منقول ہے کہ حضرت ابن عباس نے میدان عرفات میں خطبہ کے دوران قرآن پاک کی ایسی تفسیر بیان فرمائی وہ تفسیر اگر رومی' ترکی اور دیلمی سن پاتے تو مسلمان ہو جاتے' رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

دعا کی تاثیر : بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انسؓ کے لئے مال اور کثرت اولاد کی دعا فرمائی۔ ترمذی میں ہے کہ حضرت انسؓ نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی اور آپ نے اس کے لئے کثرت مال اور عیال کی دعا فرمائی۔ ان کا ایک باغ تھا جس میں دو بار پھل آتا تھا اور اس میں ایک ریحان سے کستوری مہکتی تھی۔ ان کی قریباً سو سے زائد اولاد تھی اور ایک سو سال عمر تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللھم اطل عمرہ)

دعا کی قبولیت : ام سلیم اور ابو طلحہ کے لئے آپ نے دعا کی ایک بچہ پیدا ہوا رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور عبداللہؓ کے نو بیٹے حافظ قرآن تھے۔

دعا کی درخواست : مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی والدہ کے مسلمان ہونے کی دعا کی درخواست کی اور حضرت ابو ہریرہؓ گھر واپس آئے تو والدہ کو غسل میں مشغول پایا۔ غسل سے فارغ ہو کر اس نے کلمہ پڑھا اور کہا خوشی سے میری آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا اور دعا کا تقاضا کیا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے آپ نے دعا فرمائی اور وہ بار آور ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہر مومن مرد اور عورت ہم سے محبت رکھتا ہے اور بالکل درست ہے کہ ہر جمعہ کے خطبات میں اور درس و تدریس کے دوران آپ کا اکثر ذکر خیر آتا ہے اور یہی قضاء و قدر کا فیصلہ ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ : آپ بیمار تھے' رسول اللہ ﷺ کی دعا سے شفایاب ہوئے اور آپ نے دعا فرمائی' الٰہی! اس کی دعا مستجاب ہو اور اس کا نشانہ درست ہو اور تیر بہدف ہو۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی

اور آپ بہترین سپہ سالار تھے۔ ابو سعدہ اسامہ بن قتادہ نے جب جھوٹی گواہی دی تو آپ نے اس کو مجبوراً بددعا دی۔ الٰہی! دراز عمر ہو' فقر و فاقہ سے دوچار ہو' آزمائش میں مبتلا ہو چنانچہ اسی طرح ہوا وہ اعلانیہ کہا کرتا تھا بوڑھا پھونس ہوں آزمائش میں مبتلا ہوں۔ مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ : رسول اللہ ﷺ نے حضرت سائبؓ کے حق میں دعا کی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ چنانچہ وہ ۹۴ سال کی عمر میں بھی تنومند تھے' ہوش و حواس قائم تھے اور سر کے جس حصہ پر رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک پہنچا اس کے بال سیاہ رہے۔

حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ : بیان کرتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذرا قریب آؤ۔ میں قریب ہوا تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی الٰہی! اس کو حسن و جمال بخش اور جمال کو دوام بخش۔ ان کی عمر سو سال سے اوپر تھی داڑھی میں چند بال سفید تھے' ہشاش بشاش چہرہ تھا' آخر دم تک جھریوں کا نام و نشان نہ تھا (قال السهيلى اسناده صحيح موصول)

حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ : امام احمدؒ ابو العلاء سے نقل کرتے ہیں جہاں قتادہؓ فوت ہوئے' میں وہاں موجود تھا' ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا' میں نے قتادہ کے چہرے میں (آئینہ کی طرح) اس کا عکس دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا' ان کا چہرہ تر و تازہ اور شاداب رہتا جیسا کہ ابھی تیل استعمال کیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ : متفق علیہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لباس پر (شادی کے سلسلہ میں) زعفران کے نشانات دیکھ کر برکت کی دعا فرمائی۔ چنانچہ انہیں تجارت اور مال غنیمت سے اس قدر مال متاع ملا کہ ان کی وفات کے بعد ان کی چار بیویوں میں سے ایک کو اسی ہزار دینار پر رضامند کیا جو سارے مال کے آٹھویں حصے کا چوتھائی تھا۔

تجارت میں برکت : شبیب بن غرقد بیان کرتے ہیں کہ عروہ بن ابی جعد مازنی کو رسول اللہ ﷺ نے ایک بکری خریدنے کے لئے ایک دینار دیا چنانچہ اس نے دینار سے دو بکریاں خرید لیں' ایک کو دینار میں فروخت کر دیا۔ ایک دینار اور ایک بکری لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کی تجارت میں برکت کی دعا کی چنانچہ وہ اگر مٹی اور نکما سودا بھی خرید لیتے تو ان کو منافع ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ : اپنے پوتے ابو عقیل کو بازار میں ہمراہ لے جاتے اور غلہ وغیرہ خریدتے۔ ان کو وہاں حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت ابن عمرؓ مل جاتے تو وہ ان سے تجارت میں شراکت کی درخواست کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں برکت کی دعا فرمائی تھی۔ وہ ان صاحبان کو شریک فرما لیتے تھے۔ بسا اوقات عبداللہ بن ہشام ایک سودے میں ایک سواری منافع کما لیتے۔

بے پناہ سردی : امام بیہقی حضرت بلالؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کافی سردی تھی' میں نے فجر کی اذان کہی' رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور مسجد میں کوئی نمازی نہ تھا دریافت فرمایا نمازی کہاں ہیں؟ بتایا

شدید سردی کے باعث نہیں آئے' دعا کی الٰہی سردی ختم کر دے' چنانچہ لوگ فوراً پنکھے ہلاتے چلے آئے۔

باہمی محبت کا دم : امام بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' عبدالعزیز بن عبداللہ' محمد بن عبداللہ اصبہانی' ابو اسماعیل ترمذی' محمد بن اسماعیل' عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی' علی بن ابی علی لہبی' ابی ذئب' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں جا رہے تھے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان عورت ہوں' میرا شوہر نامرد ہے آپ نے فرمایا اسے بلاؤ اس نے بلایا (وہ جوتا بنانے کا کام کرتا تھا) آپ نے پوچھا اپنی بیوی کے بارے تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا واللہ! میں نے کبھی غسل نہیں کیا۔ بیوی نے کہا مہینہ میں صرف ایک بار وہ ایسا کرتا ہے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم اسے برا سمجھتی ہو؟ اس نے عرض کیا بالکل' تو رسول اللہ ﷺ نے عورت کی پیشانی مرد کی پیشانی پر رکھ کر دعا فرمائی۔ الٰہی! ان کے درمیان الفت پیدا فرما اور ایک دوسرے کا محبوب بنا۔ پھر کسی روز رسول اللہ ﷺ "نمط" بازار میں گئے' حضرت عمرؓ بھی ساتھ تھے۔ وہی عورت سر پر چمڑا اٹھائے' سامنے سے آ رہی تھی' اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر چمڑا سر سے اتار دیا اور آپ کی قدم بوسی کی۔ پھر آپ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اب وہ "شوہر" مجھے ہر چیز سے پیارا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں گواہ ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں (کچھ اور نہیں) اور حضرت عمرؓ نے بھی اسی طرح رسالت کی شہادت دی۔

اس سند میں علی لہبی' منکر روایات کا راوی ہے' بقول امام بیہقی یہ قصہ حضرت جابرؓ سے بھی منقول ہے' مگر اس میں حضرت عمرؓ کا نام مذکور نہیں۔

نوزائیدہ بچے کے لئے دعا : ابوالقاسم بغوی' حضرت ابو الطفیلؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب اپنے نوزائیدہ بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ نے اس کی پیشانی پکڑ کر برکت کی دعا فرمائی اور اس کی پیشانی پر بالوں کا گچھا اگ آیا۔ خوارج کے ظہور کے زمانہ میں اس کا میلان خوارج کی طرف ہو گیا تو وہ بال کا گچھا غائب ہو گیا' اس کے والد نے اسے گھر میں بند کر دیا' مبادا ان کے ہمراہ چلا جائے پھر وہ سمجھانے بجھانے سے باز آ گیا تو بالوں کا گچھا بدستور نمودار ہو گیا۔

درد سر : امام بیہقی نے حضرت ابوالطفیلؓ سے نقل کیا ہے کہ فراس بن عمرو لیثی کو شدید سر درد لاحق ہوا اس کے والد نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا کر بٹھا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی آنکھوں کے درمیانی حصہ کو پکڑ کر کھینچا تو معاً بال نمودار ہو گئے اور سر کا درد غائب ہو گیا۔

آپ کی دعا سے دانت کا سلامت رہنا : حافظ ابوبکر بزار اور حافظ بیہقی نے اپنی اپنی سند سے یعلی بن اشدق کی معرفت نابغہ جعدی سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا قصیدہ رائیہ پیش کیا۔

بلغنا السماء عفۃ وتکرما وإنا لنرجو فوق ذلك مظهرا

(ہم پاک دامنی اور بزرگی میں آسمان کی بلندی کو چھو چکے ہیں اور اب ہم اس سے اوپر پرواز کرنے کے امیدوار ہیں)

آپ نے فرمایا اے ابو لیلی ابن المظہر یعنی اوپر پرواز کہاں' عرض کیا "جنت" آپ نے تصدیق فرمائی ہاں

ہاں انشاء اللہ پھر میں نے پڑھا۔

ولا خیر فی حلم إذا لم یکن لہ بوادر تحمی صفوہ أن یکدرا

تو آپ نے فرمایا خوب' خوب (لا یفضض اللّٰہ فاک) خدا تیرے دانت سلامت رکھے۔یعلی بن اشدق کہتے ہیں وہ ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے ان کے دانت رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے "بالکل صحیح سلامت اولہ کی طرح شفاف تھے۔"

مقبول دعا : امام بیہقی' حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے عراق شام اور یمن (ترتیب مشکوک ہے) کی طرف نظر اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی! ان کے دلوں کو اپنی طاعت و بندگی کی طرف مائل کر اور ان کے گناہ معاف کر۔

۲۔ ابوداؤد طیالسی نے زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا فرمائی (اللّٰھم اقبل بقلوبھم) پھر شام کی جانب نظر اٹھا کر دعا فرمائی (اللّٰھم اقبل بقلوبھم) پھر عراق کی سمت دیکھ کر دعا کی واللّٰھم اقبل بقلوبھم)

چنانچہ ایسا ہی وقوع پذیر ہوا کہ اہل شام سے قبل یمنی مسلمان ہوئے اور آخر میں عراقی مسلمان ہوئے۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت سے قبل عراق کے نیک اور اچھے لوگ شام میں منتقل ہو جائیں گے اور شام کے شریر اور بد طینت لوگ عراق میں چلے آئیں گے۔

بد دعا سے ہاتھ شل ہونا : مسلم شریف میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا آپ نے فرمایا "کل بیمینک" دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا میں اس سے کھا نہیں سکتا' چونکہ اس نے غرور سے کہا تھا' آپؐ نے بد دعا کی "لا استطعت" خدا کرے تو نہ کھا سکے۔ چنانچہ اس کا ہاتھ بیکار ہو گیا' وہ منہ تک نہ لے جا سکا۔

مسلم شریف میں حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں ہمجولیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں چھپ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری گردن پکڑ کر ہلایا اور مجھے حضرت معاویہؓ کو بلانے کے لئے بھیجا میں آیا تو وہ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے واپسی اطلاع دی کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں' پھر دوبارہ بھیجا' میں آیا تو وہ ابھی کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے پھر آ کر بتایا کہ وہ ابھی کھا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا (لا اشبع اللّٰہ بطنہ)

امام بیہقی نے یہ روایت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے (الفاظ میں معمولی کمی بیشی ہے)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ نہیں سیر ہوتا تھا۔ امارت کے عہد میں وہ روزانہ سات دفعہ گوشت کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور وہ کہتے میرا پیٹ نہیں بھرتا اور میں کھاتے کھاتے تھک جاتا ہوں۔

لاپاہج : جنگ تبوک میں لوگ باجماعت نماز پڑھ رہے تھے' ایک لڑکا آگے سے گزرا' آپ نے بددعا فرمائی وہ لاپاہج ہو گیا پھر نہ اٹھ سکا۔

نقال : امام بیہقی نے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نبی علیہ السلام کی گفتگو کی نقل اتارتا اور منہ چڑاتا' آپ نے اسے دیکھ کر بددعا فرمائی (کن کذالک) ایسا ہی ہو جا۔ چنانچہ وہ آخر دم تک اسی بیہودہ شکل و صورت میں رہا بعض روایات میں تصریح ہے کہ وہ آدمی حکم بن ابی العاص بن امیہ تھا۔

شہادت کی دعا : امام مالک' زید بن اسلم کی معرفت حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کو نبی علیہ السلام نے پرانا لباس پہنے دیکھا اور اس کے پاس اور لباس بھی تھا آپ نے اسے نیا لباس زیب تن کرنے کا حکم دیا وہ پہن کر آیا اور واپس چلا گیا آپ نے فرمایا وہ کیسا ہے' اللہ اس پر موت طاری کرے' کسی نے کہا خدا کی راہ میں (فی سبیل اللہ) آپؐ نے فرمایا ہاں (فی سبیل اللہ) چنانچہ وہ جہاد میں شہید ہو گیا۔

دعائے مستجاب : نبی علیہ السلام کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کر کے آپ کی پشت پر سجدہ کی حالت میں اوجھڑی رکھ دی۔ حضرت فاطمہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے آپ کی پشت سے نیچے اتار پھینکی' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو بددعا فرمائی' خدایا قریش کو تباہ کر' خداوند! ابو جہل بن ہشام' شیبہ بن ربیعہ' عتبہ بن ربیعہ' ولید بن عتبہ' ابی بن خلف' عقبہ بن ابی معیط' عمارہ بن ولید سب کو ہلاک کر' عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں واللہ! میں نے ان کے لاشے بدر کے پرانے کنوئیں میں پڑے دیکھے۔ متفق علیہ۔

مرتد : امام احمد' حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا اور سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ چکا تھا اور ہم ایسے قاری کو جلیل القدر سمجھتے تھے۔ نبی علیہ السلام' آیت کا اختتام "غفور الرحیما" تحریر کرواتے تو علیما حکیما لکھ لیتا۔ رسول اللہ ﷺ اس کو لکھنے کی ہدایت فرما کر کہتے "اکتب کیف شئت" جیسے چاہو لکھ لو' آپ "علیما حکیما" لکھواتے تو وہ "سمیعا بصیرا" لکھ لیتا اس غلط فہمی میں کہ مجھے بھی کچھ دخل ہے' یہ خدا کی طرف سے وحی نہیں' وہ مرتد ہو گیا اور مشرکوں کے ساتھ جا ملا اور ڈینگیں مارنے لگا۔ میں محمدؐ کے بارے تم سے زیادہ جانتا ہوں' جو میرے دل میں آتا وہی لکھ لیتا تھا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی کہ زمین اسے قبول نہ کرے گی۔ ابو طلحہ کا بیان ہے کہ جس علاقہ میں وہ مرا تھا میں وہاں گیا اس کی لاش باہر پڑی تھی' میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ہم نے اسے بارہا دفن کیا ہے مگر زمین اسے باہر پھینک دیتی ہے۔

بخاری میں ہے کہ ایک عیسائی مسلمان ہو گیا ہے اس نے سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھ لی وہ کاتب وحی بھی تھا اور کہا کرتا تھا کہ محمد وہی جانتے ہیں جو میں تحریر کرتا ہوں۔ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا پھر اسے دفن کیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا اس کے وارثوں نے سمجھا کہ یہ مسلمانوں کی کارستانی ہے چنانچہ انہوں نے اس کو خوب گہرا دفن کیا کہ کوئی باہر نکال نہ سکے چنانچہ صبح کو دیکھا تو وہ زمین پر پڑا ہوا ہے تو وہ سمجھ گئے کہ یہ کسی انسان کی کارروائی نہیں پھر وہیں پڑا رہا۔

آسمانی کتب میں بیان شدہ مسائل کے مطابق سوالات کا جواب دینا : قریش نے مدینہ میں یہود کے پاس ایک وفد بھیجا جو ان سے ایسے مسائل معلوم کرے جو وہ رسول اللہ ﷺ سے بطور امتحان

دریافت کریں چنانچہ یہود نے بتایا کہ ان سے روح کے متعلق سوال کرو اور ان نوجوانوں کے بارے دریافت کرو جو سکونت ترک کر کے چلے گئے' معلوم نہیں ان کا کیا ہوا اور ایک آدمی کے متعلق سوال کرو جس نے روئے زمین کا سفر کیا۔ جب وہ واپس آئے تو یہ سوالات رسول اللہ ﷺ سے دریافت کئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے روح کے بارے قرآن میں نازل فرمایا (قل الروح من امر ربی) (۱۷/۸۵) اور سورت کہف میں ان نوجوانوں کا قصہ ۹ تا ۲۶/۱۸ آیات میں بیان کیا۔ اور بتایا کہ وہ ۳۰۹ سال کی نیند کے بعد بیدار ہوئے۔ مومن اور کافر کا قصہ ۳۲ تا ۴۴/ ۱۳ آیات میں بتایا۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ ۶۰ تا ۸۲/ ۲۳ آیات میں بیان کیا۔ ذوالقرنین کا بیان ۸۳ تا ۹۸ سولہ آیات میں ذکر کیا۔

سابقہ سماوی کتب کے بیانات جو قرآن پاک کے مطابق ہیں وہ برحق ہیں اور جو قرآن پاک کے مخالف ہیں وہ مردود اور ناقابل قبول ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حق اور سچ دے کر مبعوث فرمایا ہے اور ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جو اختلافی مسائل میں دو ٹوک فیصلہ کرتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوالات : جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ جلدی جلدی آپ کی طرف دوڑے اور میں (عبداللہ بن سلام) بھی فوراً ان کی طرف لپکا اور جب میں نے پہلی بار آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو بے ساختہ کہا۔ یہ جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں' سب سے پہلا فرمان میں نے آپ سے یہ سنا' سلام عام کرو' رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو' کھانا کھلاؤ' رات کو نماز پڑھو جب لوگ نیند میں ہوں۔

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت میں حضرت عبداللہؓ بن سلام کے سوالات کا واقعہ مذکور ہے کہ تین سوال ہیں جن کا پیغمبر کے سوا جواب کوئی نہیں جانتا۔

(۱) قیامت کی علامت کیا ہے؟ (۲) جنتیوں کی پہلی غذا کیا ہے؟ (۳) بچہ کبھی باپ کے کبھی ماں کے مشابہہ ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور اہل جنت کی پہلی غذا مچھلی کا جگر ہے۔ والدین سے بچے کی مشابہت کا سبب یہ ہے جب باپ کا نطفہ رحم میں پہلے داخل ہو جائے تو بچہ باپ سے مشابہہ ہوتا ہے اور جب ماں کا نطفہ سبقت لے جائے تو ماں سے مشابہہ ہوتا ہے۔

امام بیہقی نے چھ واسطوں سے سعید مقبری سے یہ روایت بیان کی ہے مگر اس میں قیامت کی پہلی علامت کے بجائے چاند کی سیاہی کے بارے سوال ہے' آپ نے فرمایا چاند میں جو سیاہی ہے وہ یوں کہ چاند اور سورج دونوں منور ستارے تھے (۱۷/۱۲) ہم نے رات اور دن کے دو نمونے بنا دیئے پھر رات کے نمونے کو دھندلا کر دیا چاند کی سیاہی جو تمہیں نظر آتی ہے وہ دھندلا پن ہے۔ یہ جواب سن کر عبداللہ بن سلام نے کہا میں اللہ کی الوہیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔

یہودی عالم : سنن بیہقی اور مسلم شریف میں حضرت ثوبانؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا تھا تو ایک یہودی عالم نے کہا السلام علیکم یا محمدؐ۔ میں نے اسے دھکا دیا وہ گرتے گرتے بچا۔ اس نے کہا تم

نے مجھے دھکا کیوں دیا؟ میں نے کہا تو یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں کہتا تو اس نے کہا میں نے اسی نام سے بلایا ہے جو ان کے اہل خانہ نے تجویز کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واقعی میرا نام اہل خانہ نے محمد ہی تجویز کیا ہے۔

یہودی نے کہا میں آپ سے چند سوالات دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بتادوں تو تجھے کچھ فائدہ ہو گا' تو اس نے کہا میں غور سے سنوں گا اور وہ تنکے سے زمین کریدنے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا پوچھو! تو یہودی نے کہا قیامت کے روز جب زمین اور آسمان بدلے جائیں گے لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا پل کے پیچھے تاریکی میں۔ پھر پوچھا سب سے پہلے جنت میں جانے کی کسے اجازت ہوگی؟ فرمایا فقیر اور تہی دست مہاجرین کو پوچھا جنت میں داخلہ کے بعد ان کو کیا تحفہ ملے گا؟ فرمایا مچھلی کا جگر۔ پوچھا اس کے بعد ان کو کیا خوراک ملے گی؟ فرمایا جنت کا بیل جو وہاں چرتا رہتا ہے ان کی خاطر ذبح ہو گا۔ پوچھا پھر کیا پئیں گے؟ فرمایا سبیل چشمہ سے' اس نے ان مسائل کی تصدیق کر کے کہا اب میں ایک بات پوچھتا ہوں جو سوائے نبی کے صرف ایک دو آدمی جانتے ہیں۔ فرمایا بتاؤں تو تجھے مفید ہو گا' اس نے کہا غور سے سنوں گا۔ پھر اس نے عرض کیا بچہ کبھی لڑکا اور لڑکی کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا آدمی کی منی سفید ہوتی ہے' عورت کی زرد' ملاپ کے وقت آدمی کی منی غالب آجائے تو باذن اللہ بچہ ہوتا ہے اور اس کے برعکس ہو تو باذن اللہ بچی پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہودی نے کہا صحیح صحیح آپ واقعی نبی ہیں پھر وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا یہ جوابات اب مجھے اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں قبل ازیں مجھے معلوم نہ تھے۔ یہ سائل ممکن ہے' حضرت عبداللہؓ بن سلام یا کوئی اور ہو۔

چند اور سوالات : امام ابوداؤد طیالسی' حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز یہود کے ایک گروہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ہم چند باتیں پوچھنا چاہتے ہیں جن کا جواب سوائے نبی کے کوئی نہیں دے سکتا فرمایا جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔ لیکن تم مجھے اللہ کا عہد دو اور وہ پختہ وعدہ جو یعقوب نے اپنی اولاد سے لیا تھا کہ تم اگر ان کو صحیح سمجھو تو مسلمان ہو جاؤ گے انہوں نے کہا یہ شرط منظور ہے۔ تو آپ نے فرمایا جو چاہو پوچھو' انہوں نے پوچھا فرمائیے؟

یعقوب علیہ السلام نے تورات کے نازل ہونے سے قبل کون سا کھانا از خود حرام کر لیا تھا' (۲) بتائیے منی سے کبھی لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی (۳) نبی کی نیند کے بارے بتائیے (۴) کون سا فرشتہ آپ کا دوست ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ سے پختہ عہد کرو' میں نے صحیح بتا دیا تو تم میری اطاعت کرو گے۔ سب نے پختہ عہد و میثاق دیا تو آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں' جس نے موسیٰ پر تورات نازل فرمائی کیا تمہیں معلوم ہے کہ یعقوبؑ کی علالت طویل ہو گئی تو انہوں نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا بخشی تو میں اپنا پسندیدہ کھانا پینا اور مرغوب خورد و نوش ترک کر دوں گا اور تمہیں معلوم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا محبوب خورد و نوش اونٹوں کا گوشت اور دودھ تھا۔ سب نے تصدیق کی تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان کیا' الٰہی! ان پر گواہ رہ۔

پھر آپ نے فرمایا میں تمہیں وحدہ لاشریک خدائے تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا مادہ منوی سفید ہوتا ہے اور عورت کا پتلا زرد' ملاپ کے وقت جو غالب آجائے اسی سے مشابہت ہو جاتی ہے۔ مرد کی منی غالب آجائے تو خدا کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے اگر عورت کی منی غالب آجائے تو حکم الٰہی سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ سب نے بیک زبان تائید کی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا خدایا! گواہ رہو۔

پھر آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ اور تورات کا واسطہ دے کر فرمایا کیا تم جانتے نہیں کہ نبی کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے؟ سب نے بہ اتفاق تائید کی تو آپ نے فرمایا' الٰہی! ان پر گواہ رہ۔

پھر سب نے کہا اب آپ فرمائیے کہ آپ کا دوست کون فرشتہ ہے؟ بس یہی ایک جواب فیصلہ کن ہو گا۔ آپ کو تسلیم کرلیں گے یا اٹھ کر چلے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا میرا دوست جبرائیلؑ ہے اور وہ ہر نبی کا مہربان دوست ہے۔ یہود نے کہا بس یہ جواب ہمارے نزاع کا موجب ہے اگر کوئی اور فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم مسلمان ہو کر آپ کی تصدیق کرتے۔ آپ نے پوچھا اس میں آپ کو کیا امر مانع ہے؟ سب نے کہا وہ ہمارا دشمن ہے' تو اس وقت **قل من کان عدو الجبرایل فانه نزله علی قلبک باذن اللّٰه** (۲/۹۷) آیت نازل ہوئی۔

نو معجزات : امام احمد (یزید' شعبہ' عمرو بن مرہ' عبداللہ بن سلمہ) صفوان بن عسال مرادی سے بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے رفیق کو کہا چلو نبی علیہ السلام سے (**ولقد آتینا موسیٰ تسع آیات**) کے بارے دریافت کریں تو اس نے کہا خاموش! اگر اس نے یہ بات سن لی تو اس کی آنکھیں چار ہو جائیں گی۔ بالاخر انہوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا' (۱) شرک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) ناحق قتل نہ کرو (۵) جادو نہ کرو (۶) سود نہ کھاؤ (۷) بے گناہ پر مقدمہ نہ کرو کہ اس کے قتل کا موجب ہو (۸) پاک دامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ یا فرمایا میدان جنگ سے فرار نہ کرو (شعبہ راوی کو شک ہے) (۹) اور خصوصاً تمہارے لئے اے یہود! یہ حکم ہے کہ بروز ہفتہ شکار مت کرو۔

انہوں نے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے دست و پا چوم لئے اور آپ کے نبی ہونے کی تصدیق کی۔ آپ نے فرمایا مسلمان ہونے سے کیا امر مانع ہے؟ یہودیوں نے بتایا کہ داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ہمیشہ نبوت ان کی نسل میں رہے گی دیگر ہم مسلمان ہو گئے تو خطرہ ہے کہ یہود ہمیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔ ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' ابن جریر' حاکم اور بیہقی نے متعدد اسناد سے امام شعبہ سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں اس کی سند میں بعض مجروح راوی ہیں اور نو معجزات کا راوی کو دس کلمات اور وصایا سے مغالطہ اور وہم ہو گیا ہے۔ یہ دس کلمات اور وصیتیں وہ ہیں جو مصر سے ہجرت کے بعد لیلتہ القدر کی رات کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کے دوران عطا فرمائیں' اس وقت ہارون علیہ السلام اور اسرائیل علیہ السلام کوہ طور پر موجود تھے۔ باقی رہے نو معجزات اور خوارق عادات جن کا مظہر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات تھی اور مصر میں بطور تائید الٰہی رونما ہوئے تھے' وہ یہ ہیں (۱) عصا (۲) ید بیضا (۳) طوفان (۴) لکڑی (۵) جوئیں (۶) مینڈک (۷) خون (۸) خشک سالی (۹) رزق میں کمی۔

مباہلہ سے انحراف کرنا : صداقت کے اظہار کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے ان کو مباہلہ کی پیشکش کی کہ باطل پرست پر اللہ تعالیٰ موت مسلط کر دے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے وہ مباہلہ سے منحرف ہو گئے' مبادا اس دعا کا وبال ان پر پڑے۔ یہ معجزہ سورہ بقرہ اور سورہ جمعہ میں مذکور ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بہ تفصیل بیان ہے۔

وفد نجران : ۹ھ میں عیسائیوں کا مذہبی وفد نجران سے آیا۔ رسول اللہ ﷺ کی فہمائش کے باوجود وہ اپنے مشرکانہ عقائد سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا جب آپ کی طرف سے مباہلہ کا عمل پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو وہ یہ منظر دیکھ کر مباہلہ سے دست کش ہو گئے اور جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے اس معجزہ سے جو سورہ آل عمران (۶۱) میں مذکور ہے' عیسائی حلقہ میں کھلبلی مچ گئی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مباہلہ کے انداز میں مشرکین کے حق میں بد دعا کی۔ **قل من كان في الضلالة فليمدد له الرحمٰن مدا** (۱۹/۷۵) کہہ دو جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے سو اللہ اسے ڈھیل دیتا ہے۔

حد زنا کا معجزانہ فیصلہ : عبداللہ بن مبارک' معمر کی معرفت امام زہری سے نقل کرتے ہیں کہ میں سعید بن مسیب کے پاس تھا اور ان کے پاس مزینہ قبیلہ کا ایک آدمی تھا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سے تھا جس کی وہ بہت تعظیم کرتے تھے اور اس کا والد صلح حدیبیہ میں شامل تھا وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتا تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھا یہود کا ایک وفد زنا کا کیس لے کر حاضر ہوا' ان کا باہمی مشورہ تھا کہ ان کے شرعی احکام اور فیصلے ہلکے پھلکے ہوتے ہیں اگر وہ رجم کے علاوہ کوئی فیصلہ صادر کریں تو اس پر عمل درآمد کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک نبی کی تصدیق کرکے سرخرو ہوں گے۔ اگر وہ رجم کا فیصلہ کریں تو ہم قبول نہ کریں گے کہ ہم تورات کے اس فیصلہ کی پہلے ہی مخالفت کر چکے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں یہ مقدمہ پیش کیا جناب شادی شدہ زانی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور حاضرین سمیت اٹھ کر یہود کی درس گاہ میں چلے آئے وہ تورات پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا اے یہود کے گروہ! میں آپ کو اس خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی کہ شادی شدہ زانی کی تورات میں کیا سزا ہے؟

انہوں نے بتایا کہ دونوں کو گدھے پر مخالف سمت پر بٹھا کر جلوس نکالتے ہیں اور ان کا نوجوان استاد خاموش رہا۔ آپؐ نے اسے خاموش دیکھ کر کہا خدارا بتایئے' تو اس نے کہا آپ نے خدا کا واسطہ دے کر ہی پوچھا ہے تو اصل بات یہ ہے کہ تورات میں ایسے زانی کی سزا رجم ہے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اس جلوس اور تجبیہ کا آغاز کیسے ہوا۔ اس نے بتایا کہ ایک شہزادے نے زنا کیا اور اس کو رجم نہ کیا۔ پھر پبلک میں سے کسی نے زنا کیا تو شاہ نے اسے رجم کرنا چاہا تو اس کی قوم اس کے آڑے آئی کہ پہلے شہزادہ رجم ہو گا پھر یہ ہو

گا۔ چنانچہ مسئلہ رجم میں ترمیم ہو گئی کہ صرف سیاہ منہ کر کے گدھے پر بٹھا کر جلوس نکالا جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تورات کے غیر ترمیم شدہ حکم کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق رجم کر دیئے گئے۔

امام زہری فرماتے ہیں اس موقعہ پر "**انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادو**" (۵/۴۴) آیت نازل ہوئی۔ اور محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ) نے بھی یہ روایت امام زہری سے بیان کی ہے اس میں ہے کہ عبداللہ بن صوریا اعور بعد ازیں کافر اور منکر ہو گیا اور سورہ مائدہ (۵/۴۱) کی چند آیات نازل ہوئیں۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں ان آیات مقدسہ (۴۱۔۵/۴۴) کے ذیل میں ہم نے اس کے متعلقہ سب روایات تفسیر ابن کثیر میں بیان کر دی ہیں۔

یہودی لڑکے کا صفات رسول اللہ ﷺ کا اعتراف اور اسلام لانا : حماد بن سلمہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کا خدمت گار تھا' رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت اور بیمار پرسی کے لئے گئے تو اس کا باپ سرہانے کے پاس تورات پڑھ رہا تھا' رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا خدارا بتاؤ! کیا تورات میں میری صفات و علامات اور میری جائے پیدائش مذکور ہے؟ اس نے کہا جی نہیں! لڑکے نے کہا' کیوں نہیں واللہ! یارسول اللہ! مذکور ہیں اور میں آپ کی رسالت کی شہادت دیتا ہوں اور کلمہ توحید پڑھتا ہوں' تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا اس بوڑھے یہودی کو اس کے پاس سے اٹھا دو اور اپنے بھائی کی خدمت کرو' (روایت بیہقی)

۲۔ ابن ابی شیبہ (عفان' حماد بن سلمہ' عطا بن سائب' ابو عبیدہ بن عبداللہ) عبداللہ کا مقولہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے بہشت میں داخل کرنے کی خاطر روانہ فرمایا۔ چنانچہ آپ ایک کنیسہ میں تشریف لائے وہاں ایک یہودی تورات تلاوت کر رہا تھا' جب وہ آپ کی صفات کے بیان پر آیا تو چپ ہو گیا اور وہاں ایک بیمار شخص تھا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے پوچھا چپ کیوں ہو گئے تو مریض نے کہا اس لئے کہ وہ نبی کے صفات کے بیان پر آ گیا تھا۔ مریض گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا آیا اور یہودی سے کہا ہاتھ اٹھا۔ چنانچہ اس نے پڑھ کر کہا یہ آپ کی اور آپ کی امت کی صفات ہیں۔ میں اللہ کی الوہیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور کلمہ توحید پڑھتا ہوں پھر وہ فوت ہو گیا تو آپ نے فرمایا اپنے دینی بھائی کی تکفین اور تدفین کا انتظام کرو۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے یہود کی درسگاہ میں فرمایا اے یہودیو! مسلمان ہو جاؤ اللہ کی الوہیت کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ انہوں نے کہا جناب ابوالقاسم آپ تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے' آپ نے فرمایا "ذالک ارید" میرا بھی یہی مقصد ہے۔

عالمگیر رسول ؐ : کتاب و سنت سے یہ بات قطعی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کی بشارت اور اطلاع تمام انبیاء علیہم السلام نے دی اور ان کی امتیں اس امر سے بخوبی آگاہ تھیں لیکن ان

کی اکثریت اس کو صیغہ راز میں رکھتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی عالم گیر رسالت کا تذکرہ ان آیات مقدسہ ۲/۱۴۶، ۲/۲۰، ۳/۱۹، ۶/۱۴۴، ۶/۱۵۷، ۷/۱۷، ۱۱/۵۲، ۱۴/۷۰، ۳۶/۷ میں بہ صراحت موجود ہے۔

رسول اللہؐ عربی عجمی، کتابی، مشرک ساری کائنات کی طرف مبعوث ہیں اور جس شخص کے کان میں آپ کی آواز پہنچ گئی وہ آپ کا مخاطب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میری تبلیغ کی آواز کسی یہودی یا عیسائی الغرض کسی تک بھی پہنچ گئی اور اسے ایمان نہ نصیب ہوا تو وہ دوزخی ہو گا۔ متفق علیہ روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری خصوصیات پانچ ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں (۱) ایک ماہ کی مسافت تک دنیا مجھ سے مرعوب ہے (۲) غنیمت کا مال میرے لئے حلال اور گزشتہ نبیوں پر حرام تھا (۳) روئے زمین میرے لئے جائے نماز اور پاک ہے (۴) شفاعت کا حق مجھے عطا ہوا ہے ہر نبی صرف اپنی قوم کا رسول ہوتا تھا اور میں ساری دنیا کا نبی ہوں۔ کالے گورے، عربی عجمی، جن اور انسان غرض ساری کائنات کے لئے رسول ہوں۔ اور آپ کے بارے سابقہ ساری کتب میں بشارات و اطلاعات موجود ہیں اور بنی اسرائیل کے آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام نے فرزندان اسرائیل میں اس کا ببانگ دہل اعلان کیا تھا۔ اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں، تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہو گا (۶۱/۶)

غرضیکہ رسول اللہؐ کے بارے موافق و مخالف سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپؐ ساری کائنات سے دانشور اور زیرک انسان ہیں آپ کی امت کی تبلیغ چہار دانگ عالم میں پھیل چکی ہے اور مشرق و مغرب میں ان کی حکومت قائم ہے۔ خدانخواستہ اگر آپ نبی نہ ہوتے تو آپ کی ذات سب سے زیادہ نقصان دہ ہوتی اور سابق انبیاء آپ کی مخالفت کی تاکید کرتے اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کرتے اور نفرت دلاتے کیونکہ ہر نبی نے اپنی امت کو گمراہ قیادت سے آگاہ کیا ہے یہاں تک کہ آدم ثانی اور پہلے رسول بعد از آدم نوح علیہ السلام نے بھی دجال سے باخبر کیا۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی نبی نے بھی محمد ﷺ کی اتباع سے نہ نفرت دلائی نہ مخالفت کی تاکید کی اور نہ ان کی شان میں نامناسب بات کہی بلکہ ان کی پیروی کا حکم دیا مخالفت سے منع کیا، سرکشی سے روکا۔

"اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا، البتہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس پیغبر آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے البتہ اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا اللہ نے فرمایا تو اب گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں" (۳/۸۱)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ہر نبی سے اللہ تعالیٰ نے پختہ عہد لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمدؐ مبعوث ہوئے تو لازماً ان پر ایمان لائیں گے اور ان کا تعاون کریں گے اور سب کو حکم دیا کہ وہ اپنی امتوں سے بھی یہ عہد لیں۔ رواہ البخاری۔

سابقہ انبیاء کی بشارات اور پیش گوئیاں : حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں موجودہ تورات کے سفراول پر ہے کہ آتش نمرود کی آزمائش سے نجات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو وحی فرمائی "اٹھ اور بچے کی خاطر مشرق و مغرب میں چل

حضرت ابراہیمؑ نے جب یہ وحی اپنی بیوی سارہ کو بتائی تو اس کی خواہش ہوئی کہ یہ بشارت اس کے بچے کو حاصل ہو' حضرت ہاجرہ اور ان کے بچے (علیہما اسلام) کو یہاں سے اور مقام پر منتقل کرنے کا اظہار کیا چنانچہ حضرت ابراہیمؑ ان کو حجاز کے چٹیل میدان اور فاران کے پہاڑ پر چھوڑ آئے اور حضرت ابراہیمؑ کا بھی یہی گمان تھا کہ اس بشارت کا مصداق اسحاقؑ ہوگا۔ (وحی کے بعد پتہ چلا کہ معاملہ برعکس ہے) اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آپ کے لڑکے اسحاقؑ کی کثیر اولاد ہو گی۔

باقی رہا آپ کا فرزند اسماعیلؑ تو میں اسے برکت دوں گا اور بار آور کروں گا' اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس کی اولاد سے "ماذ ماذ" یعنی محمدؐ پیدا کروں گا اور میں اس کی اولاد سے بارہ سردار پیدا کروں گا اور اس کی عظیم امت ہو گی۔ جب حضرت ابراہیمؑ بیت اللہ کے پاس ہاجرہؓ کو چھوڑ آئے' (مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا) پیاس نے ستایا اور بچے کے غم نے رلایا۔ فرشتہ آیا' اس نے چشمہ زمزم جاری کیا اور بچے کی نگہداشت کا حکم دیا کہ عنقریب اس کی نسل سے عظیم بچہ پیدا ہو گا۔ ستاروں کی طرح اس کی اولاد بے شمار ہوگی۔ اور یہ مخفی نہیں کہ ذریت اسماعیلؑ بلکہ اولاد آدمؑ سے کوئی بشر محمد ﷺ سے جلیل القدر عالی مرتبت اور اعلیٰ منصب نہیں آپ کی امت کی حکومت مشرق و مغرب پر قائم ہوئی اور اکثر اقوام ان کے زیر نگیں ہوئیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام : تورات کے سفر اول میں حضرت اسماعیلؑ کے قصہ میں ہے۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اقوام عالم پر غالب ہو گی سب قومیں اس کے تابع ہوں گی اور ساری برادری پر وہ حاوی ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام : تورات کے سفر رابع' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے' اے موسیٰؑ! میں ان کے عزیز و اقارب سے تیرے ایسا اولوالعزم نبی بھیجوں گا اور اپنی وحی ان کی زبان پر جاری کروں گا اور تم سنو گے اور سفر خامس یعنی سفر میعاد میں ہے کہ میدان تیہ کے ۳۹ویں سال حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو خطبہ کے دوران کہا' سنو! اللہ تعالیٰ تمہارے عزیز و اقارب میں سے میرے ایسا نبی تمہاری طرف مبعوث کرے گا' وہ نیکی کی اشاعت کرے گا' برائی سے منع کرے گا' پاکیزہ اشیاء حلال کرے گا۔ غلیظ اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دے گا' اس کی معصیت دنیا میں رسوائی اور آخرت میں شدید عذاب ہے۔

موجودہ تورات کے سفر خامس کے آخری حصہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ (کی شریعت اور اس کا دین) طور سینا سے آیا' ساعیر (جو حضرت عیسیٰؑ کی قیام گاہ ہے) سے طلوع ہوا' اور کوہ فاران (جو مکہ میں ہے) سے جلوہ گر ہوا اور اس کا مصداق صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

سورت والتین والزیتون میں یہ پیش گوئی واقعاتی ترتیب کے لحاظ سے حلف کے دستور کے موافق مذکور ہے کہ پہلے فاضل (عیسیٰؑ) بیان کیا پھر افضل (موسیٰؑ) اور پھر افضل ترین بیان کیا۔

چنانچہ تین اور زیتون سے مراد بیت المقدس میں دو باغات ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کا مولد منشا ہے اور طور سینین سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا اور "بلد امین" سے مراد شہر مکہ ہے جو رسول اللہؐ کی بعثت کا مرکز ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام : حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور میں ہے کہ امت محمدیہ (**علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام**) عابد و زاہد اور مجاہد ہے اور اس میں رسول کریم کی ایک مثال بیان ہے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے تعمیر شدہ گنبد کی آخری زینت ہیں' جس سے وہ پایہ تکمیل تک پہنچی۔ جیسا کہ متفق علیہ روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا کہ میری اور سابق انبیاء کی مثال ایک معمار کی ہے جس نے عمارت کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ماسوائے ایک اینٹ کے مقام کے۔ لوگ اسے گھوم پھر کر دیکھنے لگے اور کہنے لگے یہاں اینٹ کیوں نہیں لگائی اس بات کی تائید ہے **ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** (۴۰/۳۳ (احزاب) "لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں اور ان کی مہر ہیں۔"

زبور میں آنحضور ﷺ کی یہ صفات ہیں کہ آپ کی نبوت اور دعوت خوب پھیلے گی اور ایک سمندر سے لے کر دوسرے تک آپ کی شریعت کا نفاذ ہو گا۔ ہر سمت سے بادشاہ اس کے پاس زکوٰۃ اور تحائف لے کر پیش ہوں گے۔ وہ پریشان حال کا مداوا کرے گا۔ اقوام عالم کی تکلیفیں دور کرے گا' ضعیف اور بے سہارا شخص کا حامی ہو گا۔ ہر آن اس پر درود و سلام ہو گا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اس پر برکت ہو گی۔ اس کا ذکر دائمی اور سرمدی ہو گا۔ اس پیش گوئی کا مصداق محمد ﷺ کے سوا کون ہو سکتا ہے۔

شعیاء علیہ السلام : شعیا علیہ السلام کے صحف میں ہے کہ میں اقوام عالم کی طرف ایک ناخواندہ نبی مبعوث کروں گا۔ وہ بدخلق' سنگدل' بازاروں میں شور کرنے والا نہ ہو گا۔ ہر اچھے کام میں اسے اعتدال پر رکھوں گا اور خوش خلق عطا کروں گا۔ وقار اور سنجیدگی اس کی پوشاک ہے۔ نیکی اس کا شعار ہے۔ تقویٰ اس کے دل میں ہے۔ حکمت و دانائی اس کی جبلت ہے' وفا اس کی افتاد طبع ہے' عدل و انصاف اس کی سیرت ہے' حق و صداقت اس کی شریعت ہے' رشد و ہدایت اس کی ملت ہے' اسلام اس کا طریقہ اور دین ہے' قرآن اس کی طرف نازل شدہ کتاب ہے' احمدؐ ان کا نام ہے' ان کے سبب میں گمراہی سے راہ راست پر لاؤں گا' گمنام لوگوں کو شہر آفاق کروں گا۔ اس کی بدولت انتشار کے بعد شیرازہ بندی کروں گا' باہمی رنجیدہ دلوں میں انکے ذریعہ الفت و پیار پیدا کروں گا۔ اس کی قوم و امت اقوام عالم سے بہتر ہو گی۔ ان کی قربانیاں ان کی جانیں ہوں گی' قرآن ان کے سینوں میں ہو گا۔ رات کو شب زندہ اور دن کو میدان جنگ کے شاہ سوار' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے' اللہ بڑا صاحب فضل و کرم ہے۔ تورات کی ۵ ویں فصل میں ہے وہ دشمن اقوام کو روند ڈالے گا اور مشرکین عرب کو مصائب سے دوچار کر دے گا اور وہ سب شکست کھا جائیں گے اور ۲۶ ویں فصل میں ہے۔ خشک بیاباں کو خوش و خرم ہونا چاہئے۔ احمدؐ اسے لبنان کی سی سرسبزی و شادابی بخشے گا اور لوگ ان کے چہرے سے اللہ کا جلال ٹپکتا دیکھیں گے۔

حضرت الیاس علیہ السلام : کے صحائف میں ہے کہ وہ اپنے صحابہؓ کے ہمراہ سیر کے لئے نکلے حجاز کے

علاقہ کو دیکھ کر اپنے صحابہ سے کہا غور کرو یہ حجازی تمہارے قلعوں پر غالب آجائیں گے۔ انہوں نے پوچھا وہ معبود اور خدا کی عبادت کیسے کریں گے؟ فرمایا ہر بلند مقام پر وہ اپنے رب العزت کی تعظیم و تکریم بجا لائیں گے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام : کے صحیفہ میں ہے کہ میرا بندہ بہترین شخصیت ہے وہ میری وحی کا مظہر ہو گا اور اقوام عالم میں میرا عدل و انصاف ظاہر کرے گا۔ میں نے اسے پسند کر لیا ہے اور اپنی ذات کے لئے منتخب کر لیا ہے اور برحق دین و شریعت عطا کر کے اسے عالم کی طرف بھیجا ہے۔ کتاب النبوات میں ہے کہ ایک نبی سفر میں مدینہ کے پاس سے گزرا بنو قریظہ اور بنو نظیر نے اس کی میزبانی کی۔ انہوں نے اسے روتا دیکھ کر پوچھا یا نبی اللہ! کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ حرہ کی جانب سے نبی بھیجے گا جو تمہارے گھروں کو برباد کر دے گا اور تمہاری عورتوں کو گرفتار کر لے گا یہ سن کر یہود نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ فرار ہو گئے۔

حزقیل علیہ السلام کے + کلام میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے شکم مادر میں تیری تصویر بنانے سے قبل تجھے پاک کیا اور نبی بنایا اور تمام امتوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔

صحیفہ شعیاءؑ : میں مکہ کی ایک ضرب المثل ہے اے مکہ کی سرزمین! تو اس گرامی قدر بچے کی بدولت جو تجھے تیرا پروردگار عطا کرے گا۔ مسرت کے شادیانے بجا اس کی برکت سے تیرا علاقہ وسیع ہو جائے گا۔ اور تیرا سکہ بیٹھ جائے گا اور تیرے باشندوں کے در و دیوار عالی شان ہوں گے۔ روئے زمین کے بادشاہ چپ و راست سے تحائف لے کر تیرے در پر حاضر ہوں گے۔ یہ گرامی قدر بچہ اقوام عالم کا وارث ہو گا۔ شہروں اور ملکوں پر قابض ہو گا تو رنج و فکر مت کر' دشمن کا ظلم و ستم تجھے کبھی نہیں ستائے گا اور گزشتہ مصائب کا مداوا ہو جائے گا۔

یہ سب کچھ نبی علیہ السلام کے عہد مسعود میں ہوا اور مکہ مکرمہ اس کا صحیح مصداق ہے۔ یہود اس کلام کا مصداق بیت المقدس گردانیں تو بالکل غلط اور نامناسب ہے' واللہ اعلم۔

حضرت ارمیاؑ : کے صحیفہ میں ہے کہ ایک درخشندہ ستارہ جنوب سے ظاہر ہوا اس کی شعائیں بجلی کی کرنیں ہیں اس کے نیزے شگاف کرنے والے ہیں اور پہاڑ اس کی وجہ سے ہموار ہو گئے ہیں (اس سے بھی نبیؐ ہی مراد ہیں)

حضرت عیسیٰؑ : کا بیان انجیل میں ہے' میں جنت کی طرف جا رہا ہوں تمہاری طرف فار قلیط کو روانہ کروں گا۔ جو تمہیں ہمہ قسم کی تعلیم دے گا۔ فار قلیط سے مراد محمد ﷺ ہیں جیسا کہ (۶۱/۶) میں مذکور ہے۔

(ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد)

اس قسم کے اقتباسات بیشتر سماوی کتب میں مذکور ہیں' طوالت کے خوف سے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اہل کتاب علماء اور دانشور ان سے خوب آگاہ ہیں مگر وہ ان کو صیغہ راز میں رکھتے ہیں۔

حافظ ابوبکر بیہقی غلیان بن عاصمؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے'

آپ نے ایک شخص کو دیکھ کر بلایا وہ یہودی شخص شلوار قمیص اور جوتا پہنے ہوئے چلا آیا اور وہ یارسول اللہ ﷺ کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا کیا تو میرے رسول اللہ ﷺ ہونے کا شاہد ہے؟ وہ کسی جواب دیئے بغیر رسول اللہ ﷺ کہہ رہا تھا آپ نے پوچھا کیا تو میرے رسول اللہ ہونے کا قائل ہے؟ اس نے انکار کیا تو آپ نے پوچھا کیا تو تورات کی تلاوت کرتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے کہا' اور انجیل؟ تو اس نے کہا انجیل بھی اور فرقان بھی' مجھے رب محمد کی قسم! میں چاہوں تو آپ کے سامنے پڑھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خدارا بتاؤ! کیا تو تورات اور انجیل میں میری صفات پڑھتا ہے؟ اس نے کہا ہم آپ جیسی صفات اس میں پاتے ہیں مگر ہم امیدوار تھے کہ وہ اسرائیلی ہو گا۔ جب آپ کی نبوت منظر عام پر آئی تو ہم سمجھے کہ آپ وہ ہیں ہم نے خوب غور کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی آپ وہ نہیں' آپ نے پوچھا کیونکر معلوم ہوا؟ تو اس نے کہا اس کی امت سے ستر ہزار اشخاص جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے اور آپ کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ آپ نے نعرہ توحید اور تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' میں وہی ہوں (جس کی صفات تم تورات میں پڑھتے ہو) اور میری امت میں سے جنت میں ستر ہزار سے زائد لوگ جنت میں بلا حساب جائیں گے' ستر اور پھر ستر۔

نیکی کیا ہے؟ : امام احمد (عفان' حماد بن سلمہ' زبیر بن عبدالسلام' ایوب بن عبداللہ بن مکرز) وابصہ اسدی (نے خود نہیں بلکہ ان کے کسی ہم نشین نے بتایا اور وہ غالباً وابصہ سے ہی بیان کرتے ہیں) سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور ہر نیکی اور گناہ کے بارے پوچھنا چاہتا تھا۔ اور آپ کے پاس اور لوگ بھی مسائل پوچھنے والے بہت موجود تھے۔ میں لوگوں کو پھاندتا جا رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔ وابصہ! رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہو اور میں کہہ رہا تھا چھوڑ جانے دو میں ان کے قریب ہونا چاہتا ہوں' مجھے ان کی قربت سب سے عزیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوڑو وابصہ کو (آنے دو) قریب آجاؤ وابصہ (یہ بات دو یا تین بار دہرائی) وہ کہتے ہیں میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو فرمایا وابصہ! میں سوال کا جواب دوں؟ یا تم پہلے سوال بتاؤ' میں نے عرض کیا میں سوال نہیں کرتا آپ پہلے جواب ہی بتایئے؟ تو آپ نے فرمایا نیکی اور گناہ کی بابت پوچھنے آئے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! پھر آپ نے انگلیاں اکٹھی کر کے میرے سینے میں مار کر تین بار کہا' اے وابصہ! دل سے پوچھو نیکی وہ ہے جس سے دل میں سکون پیدا ہو' گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور تردد پیدا ہو' اگرچہ مفتی اس کے جواز کا فتویٰ دے۔

کتاب و سنت سے ثابت شدہ صرف چند پیش گوئیوں کا بیان

جہاد کی پیش گوئی : ابتداء میں تہجد کی نماز فرض تھی یہ حکم قریباً سال بھر رہا پھر سورت مزمل جو مکی ہے کی آخری آیات (وآخرون یقاتلون فی سبیل اللّٰہ) اور بعضے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کافروں سے لڑتے ہوں گے نازل ہوئیں تو فرضیت ساقط ہو گئی اور تہجد کی نفلی حیثیت باقی رہ گئی۔ اور یہ واضح ہے کہ مکی زندگی میں جہاد کا تصور بھی نہ تھا' جہاد ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں شروع ہوا ہے۔

جنگ بدر کی پیش گوئی : ام یقولون نحن جمیع منتصر' سیھزم الجمع ویولون الدبر (۴۵/ ۵۴) "کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم زبردست جماعت ہیں عنقریب یہ جماعت بھی شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔"

یہ سورت القمر کی آیات ہیں جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں' یہ پیش گوئی جنگ بدر میں پوری ہوئی۔ ان آیات کو تلاوت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور ان کی طرف کنکریوں کی مٹھی پھینکی تو فتح اور کامیابی ہوئی۔

ابولہب اور اس کی بیوی کے بارے پیش گوئی : سورت لہب مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب اور اس کی بیوی دونوں دوزخی ہیں' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مرتے دم تک مسلمان نہ ہوئے اور مشرک مرے۔

تین پیش گوئیاں : "اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور ان کے لئے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کرے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔"

یہ پیش گوئیاں حرف بہ حرف پوری ہوئیں۔ خلافت قائم ہوئی' اسلام کو اللہ تعالیٰ نے مستحکم اور غالب کیا اور دنیا میں اس کی نشرواشاعت کے اسباب پیدا کئے۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے ابوبکر صدیق کی خلافت کی پیش گوئی کی ہے۔ بلاشبہ خلافت صدیقی پر یہ وعدہ صادق آتا ہے بلکہ یہ وعدہ اور بشارت تمام امت کو شامل ہے۔ جیسے کہ صحیح بخاری میں ہے "جب قیصر ختم ہو گیا تو اس کے بعد قیصر نہ ہو گا۔ اسی طرح جب کسریٰ ختم ہو گیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہو گا۔ (والذی نفسی بیدہ) خدا کی قسم ان کے خزانے فی سبیل اللہ تقسیم کر دیئے جائیں گے۔" حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ خلفائے ثلاثہ کی خلافت میں یہ فتوحات ہوئیں۔

دین اسلام کا غلبہ : "وہی تو ہے جس نے اپنا رسول' ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔" (۶۱/۹)

بعینہ اسی طرح یہ پیش گوئی واقع ہوئی اور دین اسلام غالب ہوا' مشرق و مغرب میں پھیلا' اقوام عالم اس کے تابع فرمان ہوئیں۔ بعض مومن تھے جو خلوص دل سے اسلام میں داخل ہوئے بعض جزیہ ادا کر کے صلح کرنے والے تھے۔ بعض اسلام کے غلبہ اور سطوت سے خائف' جنگجو تھے۔ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کے مشرق اور پچھم کو سمیٹ دیا۔ جہاں تک مجھے یہ زمین دکھائی گئی ہے میری امت کی حکومت وہاں تک قائم ہوگی۔

جنگجو قوم سے پالا پڑے گا : "ان (صلح حدیبیہ سے) پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہہ دو کہ بہت جلد تمہیں ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کے لئے بلایا جائے گا۔ تم ان سے لڑو گے یا وہ اطاعت قبول کرلیں گے۔" (۴۸/۱۶)

یہ پیش گوئی بھی حرف بہ حرف پوری ہوئی اس جنگجو قوم کا مصداق خواہ ہوازن ہوں یا بنو حنیفہ یا رومی۔

فتح مکہ کی پیش گوئی : "اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے' جنہیں تم حاصل کرو گے پھر تمہیں اس نے یہ غنیمت خیبر جلدی دے دی اور اس نے تم سے لوگوں کے ہاتھ روک دیئے اور تاکہ ایمان والوں کے لئے یہ ایک معجزہ ہو اور تاکہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے (اور بھی فتوحات ہیں کہ جو اب تک تمہارے بس میں نہیں آئیں) البتہ اللہ کے بس میں ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۴۸/۲۰) واخری لم تقدروا علیہا سے مراد فتح مکہ کی پیش گوئی ہے جو لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔

مسجد حرام میں داخلہ کی پیش گوئی : سورت فتح (۴۸/۲۷) میں ہے کہ "اگر اللہ نے چاہا تو مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے۔" یہ پیش گوئی ۶ھ میں ہوئی اور ۷ھ میں "عمرۃ القضا" کی صورت میں معرض وجود میں آئی۔ صلح حدیبیہ میں جب عمرہ نہ ہو سکا تو حضرت عمرؓ نے اعتراض کیا کہ آپ نے فرمایا تھا ہم بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کریں گے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے کب کہا تھا کہ تم اس سال عمرہ کرو گے تو حضرت عمر نے کہا ہاں واقعی یہ نہیں کہا تھا تو آپؐ نے فرمایا آئندہ عمرہ ضرور ہوگا۔

تجارتی قافلہ یا مال غنیمت : رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی اطلاع ملی تو آپ اس کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے' ابوسفیان کو تعاقب کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً مکہ خبر پہنچادی اور خود راستہ تبدیل کر لیا چنانچہ قریش قریباً ہزار مسلح افراد لے کر روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کو بھی ان کے بارے معلوم ہو گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجارتی قافلہ یا فوج میں سے ایک پر فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ اکثر صحابہؓ کا خیال تھا کہ تجارتی قافلے کا تعاقب جاری رکھنا چاہئے مگر اللہ کو مسلح لشکر سے قتال منظور تھا چنانچہ دشمن کو شکست ہوئی۔ مال غنیمت کے علاوہ ستر قتل کئے' ستر گرفتار کئے' گرفتار شدگان کا فدیہ ملا۔ وہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح اور تجارتی قافلہ ہاتھ لگے مگر اللہ چاہتا تھا حق بات قائم ہو۔ اور کافروں کی جڑ کٹے (واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللّٰہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین (۸/۷)

فدیہ ادا کرنے والے قیدیوں سے وعدہ : "اے نبی! جو قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے کہہ دو

کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے" (۷۰/۸)

فدیہ ادا کرتے وقت بعض نے اظہار کیا کہ ہم تو مجبوراً یہاں آئے' ہم سے فدیہ نہ لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی چنانچہ حضرت عباس نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا تو مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت عباسؓ کو اس قدر مال دیا کہ وہ بمشکل اٹھا کر گھر لائے۔

فقر سے خوف : حج میں مشرکین کی عدم شرکت سے معیشت متاثر ہوگی' کاروبار معطل ہو جائے گا تو اللہ نے فرمایا (۹/۲۸) "اگر آپ کو فکر و فاقہ کا خطرہ ہے تو مت فکر کرو خدا نے چاہا تو اپنے فضل و کرم سے تمہیں مستغنی کر دے گا" یعنی جزیہ اور مال غنیمت سے مالا مال کر دے گا اور حج میں مشرکین کے نہ آنے سے کاروبار مندا نہ پڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جزیہ اور مال غنیمت خوب ملا۔ روم' عراق' ایران اور دیگر ممالک میں اسلام پھیل گیا۔

بے جا حیلے بہانے کی پیش گوئی : غزوۂ تبوک میں چند منافقین شریک نہ ہوئے' اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ واپسی میں جھوٹی معذرت پیش کریں گے۔ آپ ان سے کوئی تعرض نہ کریں۔ ان کو حسب حال چھوڑ دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیھم لتعرضوا عنھم فاعرضوا عنھم انھم رجس (۹/۹۵) اور آپ نے حذیفہ کو ان کی پہچان سے آگاہ کر دیا تھا۔

معمولی مہلت کی پیش گوئی : دارالندوہ میں کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ محمد ﷺ کو سپر طاقت بننے سے قبل قید کر دیا جائے یا جلا وطن کر دیا جائے یا پھر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ بالآخر قتل پر فیصلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا آپ ہجرت کر کے باہر مدینہ چلے آئیں اور تہدیداً فرمایا اگر ایسا کر چکے ہیں تو پھر وہ بھی تیرے بعد بہت ہی کم مدت ٹھہر سکیں گے (۱۷/۷۶) اور یہ واقعہ ہجرت (۸/۳۰) میں بھی مذکور ہے۔

چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی جو لوگ مجلس مشاورت میں شریک تھے وہ سب کے سب غزوہ بدر میں ہلاک ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا تھا لہٰذا حضرت سعدؓ بن معاذ نے امیہ بن خلف سے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ تجھے قتل کریں گے تو اس نے پوچھا واقعی تو نے سنا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو امیہ نے کہا واللہ! وہ دروغ گو نہیں۔ دیگر آپ نے جنگ بدر سے قبل اکثر ہلاک شدگان کے بارے بتا دیا تھا کہ وہ فلاں' فلاں مقام پر قتل ہوں گے۔

روم کے فاتح ہونے کی پیش گوئی : فارس اور روم کی حد بندی دجلہ اور فرات تھی۔ ان دونوں حکومتوں کی آپس میں چھیڑ چھاڑ رہتی تھی' بعثت نبوی کے پانچویں سال باہمی جنگ شروع ہو گئی اور وہ مسلسل تین سال جاری رہی جس کے نتیجہ میں فارس روم کے اکثر و بیشتر علاقے عراق' شام' فلسطین' مصر اور ایشیائے کوچک پر غالب آگیا۔ اس کامیابی سے مشرکین مکہ پھولے نہ سماتے تھے کہ وہ آتش پرست آج غالب آچکے ہیں تو ہم (بت پرست) بھی مسلمانوں پر غالب آجائیں گے جو اہل کتاب کے دینی بھائی ہیں۔

اندریں حالات قرآن پاک نے پیش گوئی فرمائی کہ رومی قریب تر زمین میں مغلوب ہو چکے ہیں لیکن وہ

چند سال میں مغلوب ہو جانے کے بعد پھر غالب ہوں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس حیران کن پیش گوئی کے متعلق کفار مکہ سے سو اونٹ پر شرط لگائی کہ ۹ سال کے عرصہ میں روم فارس پر غالب آجائے گا۔ چنانچہ غزوہ بدر کے موقع پر ہرقل، فارس پر غالب آگیا اور قرآن کی یہ پیش گوئی عین وقت پر معرض وجود میں آئی۔

آفاق و انفس میں آیات کے ظہور کی پیش گوئی : "ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ (محمدؐ) برحق ہیں۔" (۴۱/۵۷)

یہ پیش گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی کہ ان کے بالواسطہ اور بلاواسطہ دشمنان اسلام سرنگوں ہو گئے اور خود یہ مشرک غزوہ بدر میں ہلاک و برباد ہو گئے اور دور دور تک رسول اللہ ﷺ کے رعب کی دھاک بیٹھ گئی۔ جب کسی قوم سے نبرد آزمائی کا ارادہ کرتے تو وہ خوف زدہ اور مرعوب ہو جاتی۔ یہ فتوحات اور اسلامی غلبہ شاہد عدل ہیں کہ محمدؐ برحق رسول ہیں اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔

عہد نامہ کو دیمک کا چاٹنا : کفار قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو معاشی اور سماجی بائیکاٹ کرنے کی دھمکی دی تاوقتیکہ وہ محمد ﷺ کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ چنانچہ بنو ہاشم اور بنو مطلب مسلمان اور کافر سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی حمایت میں شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے کہ وہ تازندگی محمد ﷺ کو ان کے سپرد کرنے کے نہیں۔ اسی دوران جناب ابو طالب نے مشہور قصیدہ لامیہ کہا۔

کفار قریش نے ایک عہد نامہ تحریر کر کے کعبہ کی چھت پر لٹکا دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دیمک کو حکم دیا وہ "اسمائے الٰہی" چاٹ گئی کہ اسمائے الٰہی اس ظالمانہ عہد نامہ میں باقی نہ رہیں یا وہ اسمائے الٰہی کے علاوہ سب عہد نامہ کھا گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات چچا ابوطالب کو بتائی تو انہوں نے قریش سے کہا میرے برادر زادہؐ نے تمہارے عہد نامہ کی بابت بتایا ہے کہ اسے دیمک کھا گئی ہے صرف اس میں اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے (او کما قال)

عہد نامہ کو لا کر دیکھو اگر وہ آپ کے بیان کے مطابق ہے تو بہتر ورنہ ہم محمد ﷺ کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ عہد نامہ اتار کر دیکھا تو وہ آپ کے حسب فرمان دیمک خوردہ تھا۔ پھر کفار نے معاہدہ منسوخ کر دیا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب گھاٹی سے نکل کر مکہ میں چلے آئے۔

امن و امان کی پیش گوئی : امام احمد (محمد بن عبید، اسماعیل، قیس) خباب سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کعبہ کے سایہ میں چادر پر ٹیک لگائے دراز تھے، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ خدا سے دعا کیجئے یہ سن کر آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کو گڑھے میں ڈال کر سر پر آرہ چلا کر دو لخت کر دیا جاتا تھا اور جسم کو آہنی کنگھی سے چھیل دیا جاتا تھا، پھر بھی وہ دین سے باز نہیں آتے تھے اور اسے ترک نہیں کرتے تھے۔ (صبر کرو) اللہ تعالیٰ اسلام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا۔ (اور امن بپا کرے گا)

رسول اللہ ﷺ کے خواب : بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رسول اللہ ﷺ

سے بیان کرتے ہیں مجھے خواب آیا کہ میری ہجرت گاہ نخلستان ہے' میرے ذہن میں آیا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر جب کہ وہ مدینہ ہے۔

۲۔ مجھے خواب آیا کہ میں نے تلوار کو حرکت دی تو اس کا درمیانی حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کی تعبیر جنگ احد میں مسلمانوں کے مصائب ہیں پھر اسے دوبارہ حرکت دی تو وہ پہلے سے عمدہ بن گئی اس کی تعبیر اسلامی فتوحات اور مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ہے۔

امیہ بن خلف کے قتل کی پیش گوئی : بخاری شریف میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا بیان ہے کہ سعدؓ بن معاذ مکہ میں عمرہ کی خاطر امیہ بن خلف کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ اسی طرح امیہ جب شام جاتا تو مدینہ میں سعدؓ کے ہاں قیام کرتا۔ امیہ نے سعدؓ سے کہا دوپہر کو جب لوگ نہ ہوں تو طواف کر لینا۔ آپ طواف کر رہے تھے تو ابوجہل نے کہا یہ کون طواف کر رہا ہے' سعد نے کہا میں ہوں سعد بن معاذ۔

ابوجہل نے کہا تم نے محمد اور اس کے رفقا کو پناہ دی اور اب مزے سے طواف کر رہے ہو۔ چنانچہ دونوں کی آپس میں تو تکار ہوئی تو امیہ سعد سے کہنے لگا ابوالحکم "یعنی ابوجہل" کے سامنے اونچی آواز سے مت بولو' یہ' یہاں کے رئیس اور مطاع ہیں تو سعد کہنے لگے طواف سے منع کر دو گے تو تمہارا شام کا راستہ بند کر دوں گا اور امیہ بار بار کہہ رہے تھے اونچی نہ بولو' آہستہ بات کرو۔ تو سعدؓ ناراض ہو کر امیہ سے کہنے لگے چھوڑو' مجھے محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ تجھے قتل کریں گے۔ تو امیہ نے استفہامی انداز میں کہا مجھے قتل کریں گے؟ سعدؓ نے کہا جی ہاں! جناب۔ یہ سن کر امیہ نے کہا محمد جھوٹ تو نہیں بولتے۔ گھر جا کر امیہ نے اپنی بیوی سے کہا پتہ ہے میرے بارے محمدؐ نے کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا کیا کہا؟ بتایا میں نے سنا ہے کہ محمد مجھے قتل کریں گے تو بیوی نے کہا ہاں واقعی محمدؐ دروغ گو نہیں ہیں۔

جنگ بدر کا جب اعلان ہوا اور وہ گھر سے نکلنے لگا تو بیوی نے کہا محمدؐ کی بات بھول گئے ہو؟ یہ سن کر اس نے ارادہ ترک کر دیا تو ابوجہل نے کہا جناب آپ کا شمار مکہ کے رؤسا میں ہے' ایک دو روز تک ساتھ چلیں پھر گھر واپس چلے آئیں۔ چنانچہ وہ لشکر کے ساتھ چلا' مگر واپس نہ آسکا اور جنگ میں ہلاک ہو گیا۔ امیہ بن خلف اپنے گھوڑے کی خصوصی پرورش کرتا تھا' رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرتا ہوا کہنے لگا' اس پر سوار ہو کر تجھے قتل کروں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ میں انشاء اللہ تجھے نیست و نابود کروں گا چنانچہ آپ نے اسے جنگ احد میں قتل کیا۔

ایک جری بہادر کے بارے پیش گوئی : جنگ احد یا خیبر یا حنین میں ایک آدمی بقول بعض "قزمان" نے بڑی جسارت کا مظاہرہ کیا جو سامنے آتا اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا یہ منظر دیکھ کر لوگ کہنے لگے اس نے آج خوب کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخی ہے۔ ایک صحابی اس کی ٹوہ میں لگ گیا چنانچہ وہ لڑائی میں زخمی ہو گیا۔ پھر تلوار کی دھار سینے پر رکھ کر اپنے جسم کا بوجھ اس پر ڈال دیا اور خودکشی کر لی۔ ٹوہ لگانے والا صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کلمہ شہادت پڑھا تو آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا آپ نے فلاں شخص کا تذکرہ کیا تھا کہ وہ دوزخی ہے' واقعی اس نے

خود کشی کر لی۔

چمک سے پیش گوئی : غزوۂ احزاب میں خندق کھودتے وقت ایک چٹان پر ضرب لگائی تو اس سے چمک پیدا ہوئی پھر دوبارہ سہ بار ضرب سے روشنی کی کرن پھوٹی تو آپ نے فرمایا مجھے اس روشنی میں سے ایوان کسریٰ اور شام کے محلات نظر آئے ہیں۔

اسی طرح بکری کی زہریلی دستی نے آپ کو بتا دیا آپ نے نہ کھایا اور حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کھا لیا تو وہ زہر خورانی سے فوت ہو گئے۔

کشتی کا ساحل پر پہنچنا : اشعری لوگ کشتی پر سوار تھے۔ کشتی ڈگمگانے لگی تو آپ نے دعا فرمائی "اللّٰھم نج اصحاب السفینة" الٰہی! کشتی کے سواروں کو نجات بخش' ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا "قد استمرت" بھنور سے نکل کر چل پڑی ہے۔

سونے کی چھڑی کی پیش گوئی : آپؐ طائف جاتے ہوئے راستہ میں ابورغال کی قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا اس کی قبر میں سونے کی چھڑی ہے۔ چنانچہ کھود کر اسے نکال لیا گیا' رواہ ابوداؤد۔

خلفاء ثلاثہ : آپ نے فرمایا کسریٰ و قیصر ختم ہو جائیں گے اور ان کے خزانے فی سبیل اللہ تقسیم ہو جائیں گے۔ اس میں خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی پیش گوئی ہے کہ ان کے عہد خلافت میں یہ مال اور خزانے مفتوح ہوئے اور صحیح طریق پر تقسیم ہوئے۔

امن و امان کی پیش گوئی : بخاری شریف میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا اظہار کیا' دوسرے نے رہزنی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اے عدی! حیرہ دیکھا ہے؟ عرض کیا جی سنا ہے دیکھا نہیں۔

آپ نے فرمایا اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو دیکھو گے کہ وہاں سے ایک عورت تنہا حج کرنے چلی آئے گی۔ اسے صرف اللہ عزوجل کا ہی خوف ہو گا اور راستہ میں کوئی خطرہ لاحق نہ ہو گا۔ میرے دل میں آیا کہ قبیلہ طے کے ڈاکو اور رہزن کہاں چھپ جائیں گے جنہوں نے علاقہ میں فساد برپا کر رکھا ہے؟ پھر آپ نے فرمایا تیری زندگی میں کسریٰ کے خزانے فتح ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ نے فرمایا ہاں! کسریٰ بن ہرمز کے۔ پھر فرمایا تو اپنی زندگی میں دیکھے گا کہ ایک آدمی سونا اور چاندی صدقہ کی خاطر لئے پھرے گا اسے کوئی لینے والا نہ ملے گا۔

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ بغیر کسی ترجمان کے ملاقات ہو گی۔ اللہ تعالیٰ آدمی کو مخاطب کر کے فرمائے گا۔ کیا میں نے رسول مبعوث نہیں کیا تھا وہ اعتراف کرے گا پھر اللہ فرمائے گا کیا میں نے تجھے اولاد اور مال کی نعمت سے سرفراز نہیں کیا تھا وہ اقرار کرے گا پھر اسے چپ و راست سوائے جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا۔

عدی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا کہ جہنم سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی خیرات کرو کھجور میسر نہ ہو تو بھلی بات کہو۔ حضرت عدیؓ کہتے ہیں میں نے تنہا عورت کو تو سفر حج کرتے ہوئے دیکھ لیا

ہے اور کسریٰ کے خزانے کی فتوحات میں' میں خود شامل تھا اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم دیکھ لوگے کہ کوئی خیرات قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

اس روایت کی بخاری' مسلم اور نسائی میں متعدد سندیں موجود ہیں۔

فتوحات کی پیش گوئی : بخاری شریف کی کتاب علامات النبوة میں عتبہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہؐ گھر سے نکلے اور شہدائے احد کے حق میں دعا کی۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا "**انا فرطکم وانا شهيد عليكم وانى والله لا نظر الى حوضى الان۔ وانى قد اعطيت مقاتيح خزائن الارض وانى والله واخاف بعدى ان تشركوا ولكنى اخاف ان تنافسوا فيها۔** آپ نے حاضرین سے مرض موت میں فرمایا کہ میں تم سے قبل فوت ہوں گا۔ چنانچہ یہ بات حرف بحرف پوری ہوئی اور فرمایا کہ ان سب علاقوں کے خزینوں کی چابیاں مجھے عطا ہوئیں ہیں اور یہ سب علاقے یکے بعد دیگرے مفتوح ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا ہے اور اب تم ان علاقوں کو فرداً فرداً فتح کرو گے۔ نیز آپ نے بتایا کہ صحابہ شرک میں مبتلا نہ ہوں گے' بحمد اللہ یہ بھی اسی طرح واقع ہوا۔

پھر آپ نے فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ تم دنیا کے مال میں رغبت کرو گے۔ یہ خطرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں رونما ہوا اور اب تک موجود ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو جنت کا مژدہ : بخاری شریف میں حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیسؓ کو مجلس میں نہ دیکھا تو ذرا تشویش ہوئی۔ ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں پتہ کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ ان کے گھر آیا تو انہیں غمگین اور سر جھکائے متفکر پایا۔ پوچھا کیا حال ہے؟ (ان کی آواز رسول اللہ ﷺ سے ذرا اونچی تھی' اس لئے انہیں اپنے اعمال ضائع ہونے کا خطرہ پیدا ہوا) بتایا' بدترین' عمل برباد ہے اور جہنم تیار ہے' اس آدمی نے آکر سارا ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا' جاؤ اسے جا کر کہو تو جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہے' چنانچہ آپ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے لشکر سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ : اسی طرح آپ نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو بھی اسلام پر فوت ہونے کی بشارت سنائی۔ لوگ آپ کو زندگی میں ہی جنتی کہا کرتے تھے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے موافق اسلام پر ہی فوت ہوئے۔ نیز آپ نے عشرہ مبشرہ کو بھی جنت کی خوشخبری سنائی اور فرمایا بیعت رضوان میں شامل صحابہ سب جنتی ہوں گے۔ ان کی تعداد چودہ یا پندرہ سو تھی۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ یہ سب صحابہ کرام اسلام پر قائم رہے اور ایمان پر ان کا خاتمہ ہوا (**اللّٰهم فتوفنا مسلمين والحقنا بالصالحين**) آمین۔

خودکشی کا واقعہ : جابر بن سمرہ کہتے ہیں کسی آدمی نے آکر بتایا یارسول اللہ ﷺ فلاں فوت ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے دوبارہ آکر اطلاع دی کہ وہ مر گیا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا نہیں مرا۔ تیسری بار آکر بتایا کہ اس نے چھری سے خودکشی کر لی ہے۔ "وہ دفن کر دیا گیا اور اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی"

عجب خبر : امام احمد نے قیسؓ بن ابی شم کا قصہ بیان کیا ہے کہ مدینہ میں اس کے پاس سے ایک لڑکی

گزری۔ اس نے کمر سے پکڑلی پھر کسی روز اس نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کے لئے ہاتھ دراز کیا تو آپؐ نے بیعت نہ کی اور فرمایا صاحب الجبیذہ "زبردستی کرنے والے" تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ واللہ! میں آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کی بیعت لے لی۔ (رواہ النسائی ایضاً)

احتیاط : بخاری شریف میں حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں فضول گفتگو سے پرہیز کیا کرتے تھے اور اپنی بیویوں سے چہل اور کھل کر بات چیت کرنے سے رکتے تھے' مبادا ہمارے بارے وحی نازل ہو (اور رسوائی ہو) سہل بن سعدؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

بلا اجازت بکری ذبح کرنے کی خبر : ابوداؤد (محمد بن علاء' ابن ادریس' عاصم بن کلیب' کلیب) یکے از انصار سے بیان کرتے ہیں کہ کسی جنازے میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ قبر کھودنے والے کو قبر چوڑی کرنے کی ہدایت فرما رہے تھے۔ جب واپس ہوئے تو ایک صاحب کسی عورت کے ہاں دعوت کا پیغام لے کر آئے' آپ تشریف لے گئے کھانا سامنے آیا تو لوگ کھانے لگے اور حاضرین نے آپ کو دیکھا کہ لقمہ منہ میں ہلا رہے ہیں اور فرمایا معلوم ہوتا ہے یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔

چنانچہ اس عورت نے بتایا یا رسول اللہؐ! نقیع میں خریدار بھیجا وہاں کوئی جانور نہ ملا' پھر میں نے ہمسایہ کو پیغام بھیجا جو بکری آپ نے خریدی ہے وہ مجھے قیمتاً دے دو۔ اس نے نہ دی تو میں نے اس کی بیوی کو پیغام دیا اس نے بھیج دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کھانا اسیروں کو کھلا دو۔

قیامت تک کے واقعات کی پیش گوئی : بخاری اور مسلم میں حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ میں قیامت تک کے حسب ضرورت تمام حالات و واقعات بیان کر دیئے' کسی کو یاد رہے اور کوئی بھول گیا۔ چنانچہ واقعہ دیکھ کر مجھے بھولی ہوئی بات یاد آجاتی ہے۔ جیسے آدمی کسی انسان کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ کہتے ہیں لوگ تو رسول اللہ ﷺ سے خیر اور نیکی کے امور دریافت کرتے تھے اور میں فتنہ و فساد کی باتیں پوچھتا تھا مبادا مجھے وہ پیش آجائیں' میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم جاہلیت اور برے دور میں تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کا خیر و برکت کا عہد دکھایا ہے' کیا اس اچھے دور کے بعد برا زمانہ بھی آئے گا؟ آپ نے فرمایا بالکل میں نے پھر عرض کیا' کیا اس برے دور کے بعد اچھا وقت بھی آئے گا؟ فرمایا ہاں! لیکن اس میں ذرا خرابی کی آمیزش ہوگی۔ میں نے پوچھا وہ ملاوٹ کیا ہے؟ فرمایا لوگ میری سنت ترک کر کے دوسری راہ پر چلیں گے۔ میں نے عرض کیا اس بھلے دور کے بعد بھی برا دور آئے گا؟ فرمایا' ہاں! دوزخ کے دروازوں کی طرف لوگ دعوت دیں گے۔ جو ان کی بات مان لے گا وہ دوزخی ہو گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیسے ہوں گے؟ فرمایا وہ ہماری قوم سے ہوں گے اور ہماری زبان میں باتیں کریں گے' میں نے پوچھا اگر میری زندگی میں یہ دور آجائے تو آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کی اطاعت کو لازم پکڑ۔ میں نے عرض کیا "لوگ شتر بے مہار ہوں" آپس میں اتفاق و اتحاد نہ ہو اور نہ کوئی

امام ہو' تو آپؐ نے فرمایا ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر گوشہ تنہائی میں زندگی بسر کر۔ اگرچہ کوئی عمدہ ذریعہ معاش نہ ہو۔ درخت کی جڑ چبانا پڑے اور معمولی گزر اوقات پر اکتفا کرنا پڑے۔ بس اسی پر زندگی کا خاتمہ ہو۔

بیگمات کے فتنہ کی پیش گوئی : مسلم شریف میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا سرسبز و شاداب اور شیریں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر نوازش کرنے والا ہے اور تمہارا امتحان لینے والا ہے۔ بس دنیا کی نعمتوں سے پرہیز کرو اور عورتوں کے فتنہ سے بچو' بنی اسرائیل میں پہلی آزمائش اور خرابی عورتوں کی وجہ سے ہوئی' میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی خرابی نہیں چھوڑی۔

مال و دولت کی فراوانی کا مژدہ : متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خوش خلق رہو اور خوشی کی امید رکھو' واللہ! مجھے تمہارے فقروفاقہ کا بالکل اندیشہ نہیں' مجھے تو یہ خطرہ ہے کہ گزشتہ اقوام کی طرح تم بھی دولت مند اور دنیا کے حریص بن گئے تو ان کی طرح تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔"

انماط اور قالین کی پیش گوئی : متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کیا تمہارے ہاں قالین ہیں؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کہاں سے آئے؟ فرمایا سنو! عنقریب تمہارے ہاں قالین ہوں گے۔ چنانچہ میں اب اپنی بیوی کو کہتا ہوں کہ اپنے انماط مجھ سے ہٹا لے تو وہ کہتی ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں تھا کہ تمہارے ہاں انماط ہوں گے' پھر میں اسے نظرانداز کر دیتا ہوں۔

فتح یمن کی پیش گوئی : صحیحین' سنن اربع اور مسانید وغیرہ میں سفیان بن ابی زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یمن مفتوح ہو گا اور لوگ اپنے اہل و عیال اور احباب کو وہاں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ منورہ کا قیام ان کے لئے بہتر تھا اگر وہ سمجھتے۔

شام کی فتح کی خوشخبری : مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب شام کا علاقہ فتح ہو گا۔ مدینہ سے آکر لوگ یہاں آباد ہوں گے۔ یہ علاقہ اور اس کی آرام دہ زندگی ان کو پسند آئے گی' حالانکہ مدینہ کی رہائش بہتر ہوتی اگر وہ جانتے۔ پھر عراق فتح ہو گا وہاں بھی لوگ بکثرت آباد ہو جائیں گے' حالانکہ مدینہ میں قیام ان کیلئے بہتر تھا اگر وہ سمجھتے۔

قیامت سے قبل چھ امور کا ظہور : بخاری شریف میں حضرت عوف بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں فرمایا قیامت سے پہلے چھ باتیں شمار کرو' (۱) میرا وصال (۲) بیت المقدس کا فتح ہونا (۳) وبائی مرض کا پھیل جانا (۴) کثرت مال و دولت (۵) فتنہ فساد (۶) مسلمانوں اور رومیوں کے مابین صلح۔

مصر کی فتح کا مژدہ : مسلم شریف میں حضرت ابوذرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم عنقریب ایک علاقہ فتح کرو گے۔ جہاں قیراط کا رواج عام ہو گا ان لوگوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ وہ امن و امان میں ہیں اور ان کے ساتھ ناطہ بھی ہے اور جب وہاں ایک اینٹ بھر کی جگہ کی خاطر دو آدمیوں کو لڑتے

دیکھو تو وہاں سے نکل آنا۔

مصر ۲۰ھ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ حضرت ابوذرؓ نے ربیعہ اور عبدالرحمٰن بن شرحبیل بن حسنہ کو ایک اینٹ بھر جگہ میں تنازع کرتے دیکھا تو وہاں سے چلے آئے۔

ذمة ورحما کا معنیٰ : اذا افتتحتم مصرنا ستوصوابا لقبط خیر افان لھم ذمة ورحما (۶/۱۹۳)

امام احمد' سفیان بن عیینہ سے بیان کرتے ہیں ان سے رحما" کا معنی دریافت ہوا تو فرمایا اسماعیل کی والدہ قبطیہ تھیں یا حضرت ابراہیمؑ کی والدہ ماریہ قبطیہ تھیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں۔ باقی رہا ذمة تو مقوقس کا ہدیہ ارسال کرنا اور آپ کا قبول کرنا ایک قسم کی صلح اور عہد و امان ہے۔ واللہ اعلم

بارہ خلفاء : مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دین برابر قائم رہے گا جب تک بارہ خلیفہ ہوں گے اور یہ سب قریش ہوں گے اور قبل از قیامت جھوٹے نبی آئیں گے اور مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کے خزانے فتح کرے گی اور میں تمہارا حوض کوثر پر پیش خیمہ ہوں۔

کسریٰ کی ہلاکت : فرمایا قیصر ہلاک ہو گیا تو پھر دوبارہ قیصر نہ ہو گا اور کسریٰ کی تباہی کے بعد دوبارہ کسریٰ نہ آئے گا۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں کسریٰ کا لباس' تلوار' تاج اور کنگن لائے گئے تو یہ سراقہ بن مالک کو پہنائے گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے کسریٰ کا لباس ایک بدوی کو پہنایا۔ امام شافعی کہتے ہیں یہ اس لئے ان کو پہنایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بازو دیکھ کر فرمایا تھا گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے ہیں۔

حیرہ کی فتح کی پیش گوئی : حضرت عدیؓ بن حاتم کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کتے کے دانتوں کی طرح میرے سامنے حیرہ کی شکل پیش کی گئی ہے عنقریب تم اس کو فتح کرو گے" تو ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ شاہ حیرہ کی بیٹی نضیلہ مجھے ہبہ کیجئے۔ آپ نے اسے ہبہ کر دی۔

چنانچہ جب وہ اس کے قبضہ میں آئی تو اس کے والد نے کہا' کیا اسے فروخت کرو گے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو کہا مانگو جو چاہتے ہو۔ چنانچہ اس نے ہزار درہم طلب کیا سودا طے ہو گیا تو احباب نے کہا تم تیس ہزار بھی مانگتے تو مل جاتا' تو اس نے کہا کیا گنتی ہزار سے بھی زائد ہوتی ہے؟

فتوحات کی پیش گوئی : امام احمد' عبداللہ بن حوالہ ازدی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مدینہ کے نواح میں پیدل کسی مہم پر روانہ کیا ہم خالی ہاتھ تھکے ماندے واپس آئے تو آپ نے دعا فرمائی' الٰہی! ان فاقہ مست لوگوں کو میرے سپرد نہ کر' میں کمزور ہوں اور نہ ہی خود ان کے سپرد کر' وہ بھی عاجز و ناتواں ہیں اور عوام کے بھی ذمہ نہ کر' وہ بھی اپنے آپ کو ان سے مقدم اور بہتر سمجھیں گے۔

پھر آپ نے بشارت فرمائی' شام' روم اور فارس سب ممالک مفتوح ہوں گے تمہیں کثیر اونٹ' بکری اور گائے مال غنیمت ملے گا اور سو دینار کے عطیہ کو ہیچ سمجھو گے' پھر آپ نے میرے سر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا اے ابن حوالہ! جب حکومت شام میں قائم ہو گی تو زلزلے مصائب اور عظیم واقعات کا ظہور ہو گا

اور اس وقت قیامت تیرے ہاتھ سے بھی جو تیرے سر پر ہے زیادہ قریب ہو گی۔ رواہ ابوداؤد۔

مسند احمد میں ابن حوالہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایک اسلامی لشکر شام میں ہو گا۔ ایک یمن میں اور ایک عراق میں۔ ابن حوالہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں کس لشکر میں شامل ہوں' فرمایا تو شامی لشکر میں شرکت کر یہ بہتر ملک ہے' جہاں بہترین آدمی آباد ہوں گے۔ اگر یہ ناپسند ہو تو یمن چلے جاؤ اور اس کے تالابوں سے دور سکونت اختیار کرو' اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اس کے باشندوں کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔

امام بیہقی عبداللہ بن حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجلس میں رونق افروز تھے' ہم نے خستہ حالی' تنگ دستی کا شکوہ کیا تو آپؐ نے فرمایا خوشخبری سنو! واللہ! مجھے تمہاری تنگ دستی کی نسبت فراخ دستی کا زیادہ خطرہ محسوس ہوتا ہے' واللہ! یہ دین تم میں استوار اور قائم رہے گا۔ شام' فارس' روم اور حمیر کے علاقے مفتوح ہوں گے۔ پھر تمہارا ایک لشکر شام میں ہو گا ایک عراق میں اور ایک یمن میں اور تم ایک سو درہم پر بھی قناعت نہ کرو گے بلکہ ناراض ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! شام سے مقابلہ کی کون تاب لا سکتا ہے؟ وہاں تو رومی بڑے طاقتور ہیں۔ آپ نے فرمایا واللہ! یہ علاقے ضرور فتح ہوں گے اور تم ان کے حکمران ہوں گے۔

وہ سفید فام رومی' فوجی وردی میں ملبوس ایک پست قامت سر منڈے سیاہ فام حاکم کے اشارہ ابرو کے منتظر ہوں گے۔ جز بن سہیل سلمی کو صحابہ اس حدیث کا مصداق سمجھتے تھے' جو عجمیوں پر حکمران تھے اور وہ یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ جاتے۔ مسند احمد میں عبداللہ بن حوالہ ازدی سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تین قسم کے غم و اندوہ سے محفوظ رہا وہ کامیاب اور سرخرو ہے' (۱) میری موت کے غم سے (۲) مظلوم خلیفہ کی شہادت کے افکار سے اور (۳) مسیح دجال کی آزمائش سے۔

مسند احمد میں عبداللہ بن حوالہ ازدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ گوگل کے درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے' آپ کاتب کو املا کروا رہے تھے۔ مجھے فرمایا ابن حوالہ! تجھے کچھ تحریر کر دیں عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ کس بارے؟ آپ پھر تحریر کروانے میں مشغول ہو گئے پھر دوبارہ فرمایا ابن حوالہ! کچھ تحریر کر دیں' میں نے دل میں کہا نامعلوم اللہ اور اس کے رسول کو کیا منظور ہے چنانچہ پھر کاتب کی طرف متوجہ ہو گئے اس طرح دو مرتبہ ہوتا رہا۔ پھر فرمایا' اے ابن حوالہ! تیرے گردونواح گائے کے سینگوں کی طرح فتنہ بپا ہو گا تو تیرا کیا طرز عمل ہو گا؟ عرض کیا جو آپ پسند فرما دیں۔

پھر فرمایا دوسرے فتنہ میں تمہارا طریق کار کیا ہے جو پہلے کی نسبت کہیں بڑا ہو گا۔ عرض کیا کیا معلوم؟ جو بھی آپ تجویز فرما دیں' فرمایا' اس کو تلاش کرنا وہ آدمی اس وقت پیٹھ موڑے جا رہا تھا۔ میں نے دوڑ کر اس کو کندھوں سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف چہرہ کر کے کہا یہ۔ فرمایا ہاں' وہ عثمان غنیؓ تھے۔

فتوحات کے بعد لگان کی تجویز کی پیش گوئی : مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل عراق اپنے "لگان" روپیہ اور غلہ روک لیں گے' اہل شام اپنے "خراج" کا غلہ

اور روپیہ روک لیں گے اور مصری اپنے ٹیکس کا غلہ اور سکہ روک لیں گے اور سہ بار فرمایا اور تم واپس چلے آؤ گے۔ "روک لینے" کا مطلب بعض لوگ یہ بیان کرتے ہیں وہ مسلمان ہو جائیں گے اور ان کا خراج معاف ہو جائے گا۔ امام بیہقی نے اسی مفہوم کو فوقیت دی ہے۔ مگر بقول امام ابن کثیر یہ مرجوح اور محل نظر ہے۔ اور بعض یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ باغی ہو جائیں گے خراج وغیرہ ادا کرنے سے انکار کر دیں گے۔ اس لیے آخر میں فرمایا جہاں سے تم نکلے تھے وہیں واپس آجاؤ گے۔ جیسے کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ اسلام کا آغاز غربت اور بیکسی کے عالم میں ہوا اور ایک زمانہ میں پھر اس پر بے چارگی اور بے کسی کا عالم طاری ہو گا۔ ایسے دور کے مسلمانوں کے لئے طوبیٰ بہشت ہے۔

امام احمد کی روایت سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے جو حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا عنقریب اہل عراق کو غلہ اور روپیہ نہ ملے گا عرض کیا کہاں سے؟ بتایا جو عجمیوں سے وصول ہوتا تھا وہ روک لیں گے۔ پھر فرمایا اہل شام کو خراج وصول نہ ہو گا۔ پوچھا کہاں سے؟ تو فرمایا رومی ادا نہیں کریں گے انکار کر دیں گے۔ پھر معمولی سی خاموشی کے بعد بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امت مسلمہ کے آخری دور میں ایک خلیفہ ہو گا جو لوگوں کو مٹھی بھر بھر کر سخاوت کرے گا گن کر نہ دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں (ابو نضرہ اور ابو العلاء) سے جریری نے پوچھا اس کا مصداق عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہیں؟ فرمایا نہیں۔

میقات حج : حج کے احرام کے لئے میقات مقرر کرنا بھی اسلام کے پھیلنے اور نشر و اشاعت کی واضح پیش گوئی ہے اور معجزات میں شمار ہے۔ متفق علیہ روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لئے "ذوالحلیفہ" میقات مقرر کیا۔ شامیوں کے لئے "جحفہ" اور اہل یمن کے لئے "یلملم" اور مسلم میں ہے عراقیوں کے لئے "ذات عرق"

صحابی' تابعی اور تبع تابعی کی برکت کی پیش گوئی : حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک وقت آئے گا جس میں ایک بڑا لشکر جہاد میں مصروف ہو گا اعلان ہو گا کہ ان میں کوئی صحابی موجود ہے؟ چنانچہ صحابی کی موجودگی کا پتہ چلے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو صحابی کی برکت سے "فتح اور کامیابی" نصیب کرے گا۔

پھر ایک لاکھ آدمیوں کا لشکر جنگ کر رہا ہو گا تو دریافت ہو گا کہ لشکر میں کوئی تابعی ہے؟ اثبات میں جواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت و سعادت سے کامرانی عطا فرمائے گا۔ پھر کثیر فوج جہاد اور میدان جنگ میں ہو گی۔ (اور معرکہ طویل ہو جائے گا' تو سوال ہو گا لشکر میں کوئی تبع تابعی ہے؟ جب اس کی موجودگی معلوم ہو گی (اور وہ دعا کرے گا) تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فتح نصیب کرے گا۔

اہل فارس کے ایمانی جذبہ کی پیش گوئی : متفق علیہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور آخرین منهم لما يلحقوا بهم (۶۲/۳) اور دوسروں کے لیے بھی نبی ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے' آیت نازل ہوئی تو ایک آدمی نے پوچھا یہ "دوسرے" کون ہیں یا رسول اللہ ﷺ'

آپ نے سلمان فارسی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے کی بلندی پر بھی ہو تو فارس کے لوگ اسے ضرور حاصل کریں گے۔ یہ پیش گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔

کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھنے کی پیش گوئی : امام بیہقی عبداللہ بن بشر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' فارس اور روم فتح ہوں گے' غلہ اور اناج کی کثرت ہوگی اور کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے گی۔

مرو کی فضیلت : حضرت عبداللہ بن بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کئی لشکر روانہ کئے جائیں گے' عبداللہ تم خراسان کے لشکر میں شامل ہونا اور "مرو" میں رہائش رکھنا کہ اس کا بانی ذوالقرنین ہے اور اس نے اس کے حق میں خیروبرکت کی دعا کی تھی کہ اس کے باشندوں پر مصیبت نہ آئے۔

یہ مسند احمد کی غریب حدیث ہے اور بعض اس کو موضوع اور جعلی کہتے ہیں۔

ظالم حکمرانوں کی پیش گوئی : بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے انبیاء سیاست کرتے' ان کا ملکی انتظام چلاتے اور حکومت کرتے تھے۔ ایک نبی فوت ہوا تو دوسرا اس کا جانشین ہوگیا۔ سنو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا ہاں خلیفہ ہوں گے اور بہت ہوں گے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ تو کیا حکم ہے؟ فرمایا پہلے خلیفہ کے بیعت نبھاؤ اور اس کی وفاداری کرو ان کے حقوق اور فرائض بجالاؤ' اللہ تعالیٰ ان سے رعایا کی بابت باز پرس کرے گا۔ مسلم شریف میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی روایت ہے کہ ہر نبی کے حواری اور خاص لوگ ہوتے ہیں جو اس کی سیرت پر چلتے ہیں اور سنت پر عمل کرتے ہیں پھر ان کے ناخلف اور نالائق جانشین محض ڈینگیں مارتے ہیں اور برے کام کرتے ہیں۔

امام بیہقی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء کے بعد خلیفے ہوں گے جو کتاب و سنت پر عمل کریں گے اور رعایا میں انصاف کریں گے پھر خلفاء کے بعد بادشاہ ہوں گے جو انتقام لیں گے اور رعایا کو قتل کریں گے۔ ناحق مال جمع کریں گے اپنے کردار اور گفتار کے پابند نہ ہوں گے اور دین و ایمان سے تہی دست ہوں گے۔

ابوداؤد طیالسی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اسلام کا آغاز اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رحمت سے کیا پھر خلافت اور رحمت ہو گی۔ پھر ظالمانہ بادشاہت ہو گی' پھر امت میں طاقت کا مظاہرہ اور فتنہ فساد برپا ہو گا۔ شراب و شاہد اور ریشمی لباس کو حلال سمجھیں گے۔ بایں ہمہ مال و دولت اور رزق کی فراوانی ہو گی۔ یہ پیش گوئی حرف بحرف چشم دید ہے' ذرا برابر فرق نہیں۔

مدت خلافت کی پیش گوئی : مسند احمد' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے غلام کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا خلافت میرے بعد تیس برس ہو گی۔ پھر بادشاہت ہو جائے گی۔ (اور ایک روایت میں ہے) اور پھر اللہ تعالیٰ اپنا ملک جسے چاہے دے گا یہ بات بھی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی مدت ۲ سال ۳ ماہ ۲۰ یوم اور حضرت عمرؓ کی مدت خلافت ۱۰ سال ۶ ماہ ۴ یوم' حضرت

عثمانؓ کی خلافت ۱۲ یوم کم ۱۲ سال اور حضرت علیؓ کی خلافت ۲ ماہ کم ۵ سال پھر حضرت حسنؓ کی خلافت قریباً ۶ ماہ بعد ازیں ۴۰ھ میں آپ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ نے مذکور بالا روایت حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بیان کی تو آپؓ نے فرمایا "**رضينا بالملک**" ہم بادشاہت پر ہی قناعت کرتے ہیں۔ جو رافضی شیعہ تین خلفاء کی خلافت کے منکر ہیں اور جو ناصبی حضرت علیؓ کی خلافت کے خلاف ہیں' اس حدیث میں ان سب کی تردید بصراحت موجود ہے۔

تطبیق : مسلم شریف میں حضرت جابرؓ بن سمرہ کی روایت (یہ دین اٹل قائم رہے گا جب تک بارہ خلفاء حکومت کریں گے اور یہ تمام قریشی ہوں گے اور حضرت سفینہؓ کی اس روایت کے مابین تطبیق یہ ہے کہ دین اسلام برابر غالب اور قائم رہا جب تک بارہ خلفاء حکومت پر متمکن رہے' پھر بنی امیہ کے عہد میں کچھ گڑبڑ واقع ہوئی اور بعض علماء کہتے ہیں اس حدیث میں بارہ عادل قریشی خلفاء کی خلافت کی بشارت ہے اور ترتیب شرط نہیں۔

چنانچہ خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدت میں چار خلفاء اور پھر باقی عادل خلفاء ہوں گے جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خلافت بہ اتفاق رائے شمار ہے۔ یہاں تک کہ امام احمد نے کہا ہے کہ تابعین میں صرف حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول حجت ہے۔ اور بعض نے ان بارہ میں مہدی عباسی کا بھی نام لیا ہے۔ جس کی خلافت ۱۵۸ھ سے ۱۶۹ھ تک قائم رہی اور آخر الزمان محمد بن عبداللہ مہدی موعود بھی ان میں شمار ہیں۔

اس سے روافض کا مہدی منتظر جو ان کے زعم میں سامراء غار میں مخفی ہے' مراد نہیں کہ اس کا قطعاً کوئی وجود نہیں' محض رافضی اس کے منتظر ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی پیش گوئی : از عروہ از عائشہؓ متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا ارادہ تھا کہ میں تمہارے بھائی اور باپ کو بلا کر تحریر کروا دیتا کہ کوئی معترض اعتراض نہ کرے یا کوئی خواہش مند تمنا نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ ابوبکرؓ کے سوا اور کسی کی امامت نہ اللہ مانتا ہے اور نہ مسلمان۔

اسی طرح آپ کی بات کی تصدیق ہوئی اور سب مسلمانوں نے آپ کی بیعت کی۔ بخاری شریف میں ہے ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو (کیا کروں؟) آپ نے فرمایا میں نہ ملوں تو ابوبکرؓ موجود ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کی بشارت : حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں اپنے آپ کو کنوئیں پر دیکھا۔ میں نے اس سے اس قدر پانی نکالا جو اللہ کو منظور تھا پھر وہ ڈول ابوبکرؓ نے پکڑ لیا انہوں نے بھی اس سے ایک یا دو ڈول پانی کھینچا اللہ معاف کرے ان کے کھینچنے میں معمولی ضعف تھا پھر یہ عمرؓ نے لے لیا اور وہ بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے اس کا سا طاقتور آدمی نہیں دیکھا جو اس کی طرح کھینچتا ہو۔ اتنا کھینچا کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو خوب پلایا۔

۱؎امام شافعی فرماتے ہیں نبیوں کا خواب برحق ہوتا ہے۔ "ان کے کھینچنے میں قدرے ضعف تھا" کا مطلب ہے کہ ان کو موت نے مہلت نہ دی اور مدت خلافت کم رہی اور یہ عرصہ بھی مرتدین سے برسرپیکار گزارا۔ یہ خواب شیخین کی خلافت کی بشارت اور پیش گوئی ہے۔

مسند احمد' ترمذی' ابن ماجہ اور ابن حبان میں حذیفہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرو۔

نیز کنکریوں کی تسبیح والی روایت میں مذکور ہے۔ ھذہ خلافۃ النبوۃ صحیح بخاری میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں تشریف لائے اور پاؤں لٹکا کر کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور میں دربان کی حیثیت میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ ایک صاحب آئے' میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا ابوبکرؓ' رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی تو فرمایا دروازہ کھول دو اور جنت کا مژدہ سناؤ۔ پھر حضرت عمرؓ آئے تو ان کو بھی اسی طرح اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے تو فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' مصیبت اور آزمائش کے ساتھ' چنانچہ آپ اللہ المستعان پڑھتے ہوئے اندر آئے۔

بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ احد پر تشریف لائے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی تھے تو یکایک پہاڑ کی جنبش ہوئی تو آپ نے پیر مار کر کہا ٹھہر جاؤ تیری پشت پر ایک نبی ہے' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ حضرت سہلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ کوہ حرا ہل گیا اور اس پر زلزلہ طاری ہوا اور وہاں نبی علیہ السلام' حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ موجود تھے تو آپ نے فرمایا تھم جا' تیری پشت پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں حضرت علیؓ' حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا بھی اضافہ ہے۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو بشارت : بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مذکور ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے' جن کے چہرے بدر کی طرح روشن ہوں گے۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے ان کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آپ نے دعا کی الٰہی اس کو ان میں شامل فرما دے۔ پھر ایک انصاری نے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا بس عکاشہ بازی لے گیا۔

جنگ یمامہ میں حضرت عکاشہؓ طلیحہ اسدی کے ہاتھوں شہید ہوئے' بعد ازاں طلیحہ اسدی نبوت کے دعویٰ سے توبہ تائب ہوا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا۔

دو طلائی کنگن : صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ میری کلائی میں دو کنگن ہیں۔ میں نے ان کو یوں قطع کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ان پر پھونک مارو میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ وہ دو جھوٹے نبی ہیں' صاحب صنعا اور صاحب یمامہ۔

مسیلمہ کذاب : اپنی قوم کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے عرض کیا "اگر محمدؐ

اپنے بعد حکومت میرے نام منتقل کر دیں تو میں آپ کا تابع فرمان ہوں" (رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں ایک شاخ تھی آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اگر وہ مجھ سے یہ شاخ بھی مانگے تو میں دینے کا نہیں، اگر "بغیر اسلام" کے چلا گیا تو تجھے اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا۔ واللہ! میں تجھے وہی سمجھتا ہوں جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اسود عنسی صاحب صنعا کی طرح مسیلمہ کذاب بھی جنگ میں جہنم رسید ہوا۔

امام بیہقی حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں، مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آیا آپ میری رسالت کے گواہ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میرا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے سب رسول پر ایمان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اسے اپنی قوم کی ہلاکت و تباہی کی خاطر مہلت ملی ہے۔ (ورنہ ابھی ہلاک ہو جاتا)

مکتوب مسیلمہ : بعد ازیں اس نے یہ مکتوب تحریر کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من جانب مسیلمہ رسول اللہ (نعوذ باللہ) بنام محمد رسول اللہ سلام علیک" بعد ازیں عرض ہے کہ آپؐ کے بعد میری حکومت ہو گی اور آپ کے زیر فرمان شہر اور قصبات میں میرے تابع جنگلات ہیں۔ میں یہ تحریر کر رہا ہوں مگر مجھے امید نہیں کہ تم مان جاؤ گے۔ کیونکہ قریشی قوم ظلم و تعدی کی عادی ہے۔

مکتوب گرامی : رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب تحریر فرمایا **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم منجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنام مسیلمہ کذاب** رشد و ہدایت کے تابع لوگوں کو سلام، امابعد! ساری زمین اللہ کی ملکیت ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے وہ چاہتا ہے اسے وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام صرف خدا ترس لوگوں کا ہے تنذ! انجام بخیر صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کے تابع فرمان لوگوں کو میسر ہوا کہ وہ متقی اور خدا ترس تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اکثر عرب مرتد ہو گئے تو خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا اور وہ پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے چنانچہ درج ذیل آیت (۵/۵۴) کا مصداق حضرت ابوبکرؓ اور ان کے رفقا ہیں۔

یاایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین۔

حضرت فاطمہؓ کو بشارت : متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام مجھ سے سال میں ایک بار قرآن شریف کا دور کیا کرتے تھے اور اب کے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ رونے لگیں اور پھر اس کو چپکے سے بتایا کہ جنتی عورتوں کی سربراہ ہیں اور اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملاقات کرو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ ۲ ماہ یا ۳ ماہ یا ۸ ماہ یا چھ ماہ زندہ رہیں اور یہ چھ ماہ والی ہی روایت صحیح ہے جو زہری از عروہ عائشہ منقول ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں : متفق علیہ روایت میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گزشتہ اقوام میں محدث اور روشن ضمیر لوگ گزرے ہیں اگر میری امت میں بھی

کوئی محدث اور روشن ضمیر ہو تو وہ عمرؓ ہے۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ ہم بیشتر صحابہ اس بات کو بعید از عقل نہیں سمجھتے تھے۔ متانت اور سنجیدگی حضرت عمر کے کلام سے ٹپکتی ہے ان السکینتہ ینطق علی لسان عمر طارق بن شہاب کہتے ہیں ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ فرشتے کی زبان پر گفتگو کرتے ہیں اور حق بات کہتے ہیں۔

دراز ہاتھ والی کے بارے پیش گوئی : بخاری شریف میں ہے کہ سب ازواج مطہرات نبی علیہ السلام کے پاس حاضر تھیں۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم سے کون آپ کو سب سے پہلے ملے گا؟ فرمایا جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہو گا۔

حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا بس وہ سب سے پہلے فوت ہوئیں۔

یونس بن بکیر زکریا بن ابی زائدہ کی معرفت شعبی سے ایک مرسل روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زینب نے وفات پائی تو پتہ چلا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد سخاوت اور فیاضی تھی کہ زینب خیرات و صدقات میں سب سے زیادہ فراخ دست تھیں۔ اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی کہ زینبؓ ہم سب سے زیادہ کشادہ دست اور سخی تھیں کہ وہ دست کار تھیں اور دباغت کا کام جانتی تھیں اور خوب صدقہ و خیرات کرتی تھیں۔

تاریخ دان حضرات میں یہی مشہور ہے کہ ازواج مطہراتؓ میں سے سب سے اول (بقول واقدی ۲۰ھ میں) حضرت زینب نے وفات پائی اور حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں حضرت سودہؓ بھی (بقول ابن ابی خیثمہ) حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے آخری دور میں فوت ہوئیں۔

اویس قرنیؒ : مسلم میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی اویس قرنی بہترین تابعی ہیں۔ وہ برص میں مبتلا تھے' اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو مرض سے افاقہ ہو گیا اور صرف بقدر درہم مرض باقی رہ گیا اور حضرت عمرؓ کو ان سے مغفرت کی دعا کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں آپ مدینہ میں آئے۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں یہ بحث ہم نے "مسند عمرؓ" میں بہ تفصیل بیان کی ہے۔

ام ورقہؓ بنت نوفل : ابوداؤد میں ام ورقہؓ سے منقول ہے کہ جنگ بدر میں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے علاج معالجہ کی خاطر جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی کہ شاید مجھے بھی شہادت کا درجہ نصیب ہو آپ نے پیش گوئی فرمائی۔ اپنے گھر ہی رہو' اللہ تعالیٰ آپ کو شہادت نصیب کرے گا۔ چنانچہ وہ شہیدہ کے لقب سے معروف تھیں۔ قرآن کی قاری تھیں اور رسول اللہ ﷺ سے اپنے گھر میں موذن رکھنے کی اجازت طلب کی تھی۔ انہوں نے اپنی وفات کے بعد اپنے غلام اور لونڈی کو آزاد کرنے کی وصیت کی تھی۔ ان دونوں نے مل کر ایک رات انہیں چادر سے ڈھانپ دیا۔ وہ سخت گھٹن سے مرگئیں اور خود فرار ہو گئے۔ صبح کو حضرت عمرؓ نے اعلان کیا کسی نے ان کو دیکھا ہو' یا اسے ان کے بارے کچھ معلوم ہو وہ فوراً ان کو حاضر کرے۔ چنانچہ پیش کیا گیا تو آپ نے ان کو سولی چڑھا دیا اور مدینہ کی تاریخ میں یہ پہلے مجرم تھے جن کو سولی کی سزا دی گئی۔ بیہقی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر ملاقات کو تشریف لے جاتے اور ان کو شہیدہ

کہہ کر پکارتے۔

واقعی رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا کہ وہ شہیدہ ہے اور آپؐ فرمایا کرتے تھے آؤ شہیدہ کی زیارت کیلئے چلیں۔

وبا کی پیش گوئی : بخاری شریف میں عوف بن مالک کی روایت میں چھ پیش گوئیوں میں ایک یہ ہے کہ وبا پھیلے گی۔ چنانچہ ۱۸ھ میں شدید وبا پھیلی اور اس میں ہزاروں لوگوں کے علاوہ مندرجہ ذیل جلیل القدر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ معاذ بن جبل' ابوعبیدہ' یزید بن ابوسفیان' شرحبیل بن حسنہ' فضل بن عباس' ابو جندل' سہل بن عمرو اور ان کے والد گرامی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام بیہقی نے اپنی سند سے سلیمان بن موسیٰ کے ذریعہ طاعون عمواس کا واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا اے لوگو! واقعی یہ مرض اور وبا سخت ناگوار ہے۔ اس سے دور چلے جاؤ۔ یہ سن کر شرحبیل بن حسنہ نے کہا اے لوگو! میں نے عمرو کی بات سنی ہے۔ واللہ! میں مسلمان اور تابع فرمان ہوں۔ سنو! عمرو اپنے بے شعور اونٹ سے بھی زیادہ بھکا ہوا ہے۔ یہ وبا اللہ کی جانب سے ایک بلا ہے' صبرو شکر کرو۔ پھر حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا میں نے آپ دونوں کی بات سن لی ہے۔ یاد رہے یہ طاعون تمہارے لئے رحمت و برکت ہے اور نبی علیہ السلام کی پیش گوئی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم شام میں آؤ گے اور وہاں وبائی علاقہ میں فروکش ہو گئے۔ جسم میں زہریلا مادہ جوش مارے گا اس کی تکلیف پھوڑے کی سی ہوگی' جو جان و مال کے تزکیہ و طہارت کا باعث ہو گی۔

الٰہی! اگر مجھے واقعی رسول اللہ ﷺ سے اس کا سماع ہے تو مجھے اور میری آل کو طاعون کا وافر حصہ عطا فرما۔ چنانچہ ان کی انگشت شہادت میں طاعون کا مادہ پھوٹ پڑا اور وہ کہہ رہے تھے خدایا اس میں برکت فرما' جب اس میں برکت کرے گا تو یہ بڑا ہو گا۔ پھر ان کے بیٹے کو یہ تکلیف ہوئی تو کہنے لگے (الحق من ربک فلا تکونن من الممترین) پروردگار کے ہاں جا اور شک میں مبتلا نہ ہو اور بیٹے نے کہا ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔

فتنہ کا بند : متفق علیہ روایت ہے شقیق' حضرت حذیفہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے ہاں بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا فتنہ فساد کے بارے کسی کو حدیث یاد ہے؟ عرض کیا مجھے یاد ہے فرمایا بیان کرو' بڑے جری اور بہادر ہو۔ میں نے عرض کیا آدمی کے بیوی بچوں کی کوتاہی' ہمسایہ سے خرابی اور مال و دولت کے فتنے کا کفارہ' نماز و خیرات اور تبلیغ ہے فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا میں تو بڑا فتنہ پوچھتا ہوں جو سمندر کی طرح موجیں مارتا ہوگا۔ میں نے کہا تمہارے اور اس فتنہ کے درمیان ایک دروازہ بند ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا ہائے افسوس بتاؤ اسے اللہ تعالیٰ کھولے گا یا توٹے گا؟ عرض کیا بلکہ وہ ٹوٹے گا تو حضرت عمرؓ نے کہا پھر کبھی بند نہ ہوگا میں نے عرض کیا جی ہاں۔ شقیق کہتے ہیں ہم نے حذیفہ سے پوچھا کیا حضرت عمرؓ جانتے ہیں کہ یہ دروازہ کون ہے؟ اس نے کہا بالکل' یہ بامقصد حدیث ہے' معمہ نہیں۔

پھر ہم حضرت حذیفہؓ کی ہیبت کے باعث یہ نہ پوچھ سکے کہ دروازہ کون ہے ہم نے مسروق کی معرفت

پوچھا تو معلوم ہوا وہ دروازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ایسا ہی ہوا کہ فتنہ و فساد بپا ہو گیا اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مزید اضافہ ہو گیا۔

عروہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے خطبہ کے دوران کہا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے مجھے شام کی طرف روانہ کیا جب وہ فتح ہو گیا مکھن اور شہد بن گیا تو یہاں کسی اور کو مقرر کرنا چاہتے ہیں اور مجھے ہندوستان کی طرف بھیجنا چاہتے ہیں۔ کسی ماتحت فوجی نے کہا جناب! صبر کیجئے' فتنہ و فساد کا دور آ چکا ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا سنو! وہ دور حضرت عمرؓ کی زندگی میں نہ آئے گا' البتہ ان کی وفات کے بعد آئے گا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کی پیش گوئی : امام احمد (عبدالرزاق' معمر' زہری' سالم) عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو ایک کپڑا پہنے دیکھ کر پوچھا نیا ہے یا دھلا ہوا؟ عرض کیا حضور! دھلا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا نیا پہن' عمدہ زندگی بسر کر اور شہادت کی موت نصیب ہو اور فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک اور آرام و راحت نصیب کرے۔

تبصرہ : امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی عبدالرزاق کی روایت بیان کی ہے اور امام نسائی نے اس کو منکر کہا ہے اور یحییٰ قطان نے بھی اس کو منکر کہا ہے اور یہ روایت امام زہری سے ایک اور سند سے مرسل مذکور ہے۔ حمزہ بن محمد الکغانی الحافظ فرماتے ہیں مجھے علم نہیں کہ زہری سے معمر کے علاوہ کسی نے بھی یہ روایت بیان کی ہو۔ اور میں اسے صحیح نہیں سمجھتا' واللہ اعلم۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سند کے راوی اور اس کا متصل ہونا صحیحین کی شرط پر ہے۔ نیز متعدد روایات میں امام زہری سے معمر کے منفرد ہونے اور تنہا روایت کرنے کو شیخین نے قبول کیا ہے۔ یہ حدیث امام بزار نے جابر جعفی (ایک ضعیف راوی) کی سند سے عبدالرحمٰن بن سابط از جابر بن عبداللہؓ بعینہ اسی طرح مرفوع بیان کی ہے۔ اور یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی آپ مسجد نبوی کے محراب میں فجر کی نماز کی امامت کے دوران شہید ہوئے۔

تین خلفاء کی خلافت کی پیش گوئی : نعیم بن حماد (عبداللہ بن مبارک' خرج بن بناتہ' سعید بن جمہان) حضرت سفینہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی تعمیر فرمائی تو حضرت ابو بکرؓ نے ایک پتھر لا کر رکھا پھر حضرت عمرؓ بھی ایک پتھر لائے اور رکھا اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی ایک پتھر لا کر رکھا تو بعد ازیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

تین قبریں روضہ اطہر میں : صحیحین میں سعید بن مسیب سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں گھر سے وضو کر کے اس ارادہ سے باہر نکلا کہ آج کا دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بسر کروں چنانچہ میں نے مسجد میں آکر آپ کے بارے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ اس سمت چلے گئے ہیں چنانچہ میں بھی آپ کے پیچھے چلا آیا اور بیئر اریس کے پاس پہنچ گیا اور اس کے دروازے پر رک گیا اور میں نے اندازہ لگایا کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت سے فارغ ہو چکے ہیں' تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور آپ

چاہ اریس کی منڈیر پر پاؤں لٹکائے پنڈلیاں برہنہ کئے بیٹھے ہیں اور میں واپس آکر دروازے پر نگاہ بان کی حیثیت سے بیٹھ گیا۔ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ دروازے پر دستک آئی پوچھا کون؟ آواز آئی ابوبکر۔ میں نے کہا ذرا ٹھہریئے میں نے جاکر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ابوبکرؓ اجازت طلب کر رہے ہیں' آپؐ نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کا مژدہ سناؤ۔ میں جلدی سے واپس آیا اور جنت کا مژدہ سنایا اور اندر تشریف لانے کو کہا۔ چنانچہ آپ نبی علیہ السلام کی دائیں جانب پنڈلیاں ننگی کر کے بالکل آپ کی طرح بیٹھ گئے اور میں واپس چلا آیا۔

میں اپنے بھائی کو وضو کرتے چھوڑ آیا تھا' اس نے مجھے کہا تھا آپ چلیں' میں بھی آپ کے پیچھے آیا۔ میرے دل میں خیال آیا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو آجائے گا۔ میں اسی خیال میں تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز آئی پوچھا کون؟ آواز آئی عمرؓ۔ میں نے کہا انتظار فرمایئے' میں نے سلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ چنانچہ میں نے آکر خوشخبری سنائی اور اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے بائیں پہلو بیٹھ گئے بالکل اسی طرح پنڈلیاں ننگی کر کے جیسے رسول کریم اور ابوبکرؓ بیٹھے تھے۔ میرے دل میں بھائی کا پھر خیال آیا اور دروازے پر دستک کی آواز آئی۔ پوچھا کون؟ بتایا عثمان' عرض کیا ذرا رکئے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ عثمان اجازت طلب کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اسے اجازت اور جنت کی خوشخبری سناؤ بلوہ کی زحمت کے ساتھ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا اور اجازت دی آپ اللہ المستعان کہتے ہوئے اندر چلے آئے اور آپ ان کے سامنے پنڈلیاں ننگی کر کے پاؤں لٹکا کر منڈیر پر بیٹھ گئے بالکل اسی طرح جیسے رسول اللہؐ' ابوبکرؓ اور عمرؓ بیٹھے تھے۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں میں نے ان کی نشست سے یہ مطلب سمجھا کہ رسول اللہؐ' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبریں اکٹھی ہوں گی اور حضرت عثمانؓ کی قبر جدا ہو گی۔

جنت کی خوشخبری : امام بیہقی (عبدالاعلی بن ابی اسماور' ابراہیم بن محمد بن حاطب' عبدالرحمان بن بجیر) زید بن ارقم سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجا اور کہا وہ گھر میں گوٹھ مار کر بیٹھے ہوں گے ان کو میرا سلام کہو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ پھر عمرؓ کے پاس جاؤ' وہ تمہیں گدھے پر سوار ملیں گے' ان کا گنجا پن چمک رہا ہو گا' ان کو بھی میرا سلام کہو اور بہشت کا مژدہ سناؤ۔ پھر عثمانؓ کے پاس آؤ وہ تجھے بازار میں خرید و فروخت کرتے ہوئے ملیں گے' ان کو میرا سلام کہو اور بڑی مصیبت کے بعد جنت کے حصول کی خوشخبری سناؤ۔ چنانچہ ان صاحبان کو اسی حالت میں پایا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی اور ہر ایک نے رسول اللہ ﷺ کے جائے قیام کے بارے پوچھا اور وہ آپ کی خدمت میں چلا آیا۔

حضرت عثمانؓ نے واپسی پر پوچھا یارسول اللہ ﷺ مجھے کون سی مصیبت پہنچے گی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق رسول بھیجا ہے کہ میں کسی جنگ سے غائب نہیں ہوا اور نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور جب سے آپ کی دائیں ہاتھ سے بیعت کی ہے کبھی اس ہاتھ سے شرم گاہ کو نہیں چھوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بس وہی ہے۔

امام بیہقی کہتے ہیں عبدالاعلیٰ ضعیف راوی ہے اگر اسے یہ حدیث واقعی یاد ہے تو ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس زید بن ارقم کو بھیجا ہو گا۔ اور ابو موسیٰ از خود نگہبانی اور حارس کی حیثیت سے چلا آیا ہو۔

مسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی صحابی کو بلاؤ۔ میں نے کہا' ابوبکرؓ؟ فرمایا نہیں۔ پھر میں نے کہا عمرؓ؟ فرمایا نہیں پھر عرض کیا علی؟ بتایا نہیں۔ میں نے آخر کار عثمانؓ کا نام لیا تو فرمایا ہاں عثمانؓ! جب وہ تشریف لے آئے تو آپ نے فرمایا ذرا ہٹ جاؤ۔ پھر آپ ان سے چپکے چپکے باتیں کرنے لگے اور عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے غلام ابو سہلہ کہتے ہیں جب آپ "تاریخی یوم" میں محصور ہوئے تو عرض کیا' کیا آپ ان سے مقابلہ نہ کریں گے؟ فرمایا بالکل نہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی اور میں اس کا پابند ہوں۔ ابن ماجہ الفتن والملاحم میں (نعیم بن حماد' عتاب بن بشیر اموی' خصیف' مجاہد) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ عثمان سے سرگوشی کر رہے تھے میں نے عثمانؓ کے صرف یہ لفظ سنے (**ظلما وعدوانا یارسول اللہ**) یہ ظلم و زیادتی ہوگی یا رسول اللہ۔ جب حضرت عثمان شہید ہوئے تو مجھے ان الفاظ کا مطلب سمجھ آیا۔

جب جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کے ہودج میں اس قدر تیر پیوست ہوئے کہ وہ خارپشت کی طرح ہو گیا تو فرمایا میری آرزو تھی کہ میں بھی عثمان کی طرح چھلنی کر دی جاؤں گی ان (مخالفوں) کے سوا انشاء اللہ سب جانتے ہیں کہ میں ان کے قتل سے خوش نہ تھی۔ اگر میں ان کے قتل کی خواہشمند ہوتی تو قتل کر دی جاتی۔

ابوداؤد طیالسی میں حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل تم اپنے امام اور خلیفہ کو قتل کرو گے اور آپس میں تلواریں چلاؤ گے اور بدترین لوگ دنیا کے حکمران ہوں گے۔

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ تم میں بارہ خلفاء ہوں گے۔ ابوبکرؓ کی مدت خلافت بالکل معمولی ہے اور چکی والے صاحب خوشگوار زندگی بسر کریں گے اور شہید ہوں گے۔ کسی نے پوچھا کون یارسول اللہ؟ فرمایا عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا لوگ تم سے خلعت خلافت جو اللہ نے عنایت فرمائی ہے اتروانا چاہیں گے۔ خدا کی قسم اگر تم نے اسے اتار پھینکا تو جنت میں تب داخل ہو گے جب سوئی کے سوراخ سے اونٹ گزر جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رفاقت : امام احمد' موسیٰ بن عقبہ سے اور وہ اپنے نانا ابوحبیبہ سے بیان کرتے ہیں کہ محاصرہ کے دوران وہ ان کے پاس گئے۔ حضرت ابوہریرہؓ ان سے بات کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ اجازت ملنے کے بعد فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ تم لوگ میرے وصال کے بعد فتنہ و فساد اور اختلاف سے دوچار ہو گے۔ کسی نے کہا یارسول اللہ ﷺ تو آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے عثمانؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "اس امین اور اس کے رفقا کی رفاقت اختیار کرو۔"

ایک اور پیش گوئی : مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کا نظام ۳۵' ۳۶ یا ۳۷ سال بخوبی چلے گا۔ پھر یہ لوگ نیست و نابود ہو گئے تو ہلاک شدگان کا یہی انجام ہے اگر اسلامی نظام قائم رہا تو ستر سال بدستور قائم رہے گا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ یہ ستر سال گزشتہ عرصہ سمیت یا اس کے علاوہ فرمایا وہ اس کے علاوہ ہوں گے۔

اس حدیث میں حضرت عثمان کی شہادت جنگ جمل اور صفین کی طرف اشارہ ہے اور ستر سال سے بنی امیہ کی مدت حکومت کی طرف اشارہ ہے۔

ابوذر کی وفات کی پیش گوئی : امام احمد' ام ذرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابوذرؓ کی وفات قریب ہوئی تو میں رو پڑی' ابوذرؓ نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ عرض کیا کیوں نہ روؤں؟ آپ جنگل میں فوت ہو رہے ہیں نہ میں آپ کو دفن کر سکتی ہوں اور نہ میرے پاس کفن ہے آپ نے فرمایا مت رو اور خوشخبری سن کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی جنگل میں فوت ہو گا اس کی نماز جنازہ میں مسلمانوں کا ایک گروہ شامل ہو گا۔ حاضرین مجلس میں سب لوگ آبادی میں فوت ہو چکے ہیں اور میں تنہا باقی رہ گیا ہوں جو جنگل میں فوت ہوں گا۔ واللہ! رسول اللہ ﷺ نے غلط بیان نہیں کیا۔

امام بیہقی نے یہ حدیث مفصل بیان کی ہے حضرت ابوذرؓ ۳۲ھ میں حضرت عثمانؓ کے دوران خلافت ربذہ میں فوت ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک قافلہ میں تشریف لائے اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی' پھر مدینہ میں تشریف لے آئے اور دس روز بعد فوت ہو گئے' (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

حضرت ابو درداء کے بارے پیش گوئی : امام بیہقی' حضرت ابودرداء سے بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوا کہ آپ فرماتے ہیں لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا اور فرمایا حوض کوثر پر میں تمہارا پیش خیمہ ہوں وہاں تمہارا منتظر ہوں۔ میں تم سے کسی کو ایسے حال میں نہ پاؤں کہ مجھ سے چھین لیا جائے اور میں کہوں کہ وہ میری امت سے ہے۔ اور مجھے جواب ملے کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات اور ایجادات کیں۔ حضرت ابودرداء کہتے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید "میں ان میں سے ہوں' میں نے اس اندیشہ کا اظہار رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا تم ان میں سے نہیں ہو۔ چنانچہ ابودرداء حضرت عثمانؓ کی شہادت اور فتنے کے دور سے پہلے فوت ہو گئے۔ واقدی اور ابوعبید وغیرہ کا بیان ہے کہ وہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے اور سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے جب وہ فوت ہوئے۔

فتنوں کی پیش گوئی : حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کی ایک متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی ایک مجلس کو دیکھ کر فرمایا جو مجھے نظر آرہا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں پر بارش کی طرح فتنے برس رہے ہیں۔

مسند احمد اور مسلم شریف میں ابو ادریس خولانی' حضرت حذیفہؓ سے نقل کرتے ہیں واللہ! میں قیامت تک بپا ہونے والے فتنوں کا سب سے زیادہ واقف ہوں۔ یہ بات نہیں کہ صرف رسول اللہ ﷺ نے مجھے

چپکے سے بتا دیا اور کسی کو نہیں سنایا بلکہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے' میں بھی وہاں موجود تھا۔ فتنوں کے بارے سوال ہوا اور آپ نے وہ فتنے گن گن کر بتائے' ان میں تین فتنے ہیں جن سے تم محفوظ رہو گے۔ بعض ان میں سے ہولناک ہیں اور بعض چھوٹے معمولی۔ حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ اس مجلس کے حاضرین میرے علاوہ سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ بقول امام بیہقیؒ حضرت حذیفہؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جنگ جمل اور جنگ صفین سے قبل فوت ہوئے۔ بقول امام ابن کثیر عجلی وغیرہ علمائے تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت حذیفہؓ شہادت عثمانؓ کے چالیس روز بعد فوت ہوئے اور آپ کا مقولہ ہے اگر عثمانؓ کا قتل اچھا کارنامہ ہوتا تو لوگ آرام و راحت اور فلاح و بہبود میں ہوتے لیکن ان کا قتل ایک نامعقول فعل اور بھیمانہ حرکت تھی۔ پس لوگ ان کے بعد خون کی ہولی کھیلے۔ سنو! اگر کوئی تمہارے اس سلوک سے خوش ہو جو تم نے حضرت عثمانؓ سے روا رکھا ہے تو واقعی اسے خوشی کے شادیانے بجانا چاہئے۔

امام احمد (سفیان بن عیینہ' زہری' عروہ' زینب بنت ابی سلمہ' حبیبہ بنت ام حبیب' ام حبیبہ ام المومنین) زینب بنت جحش ام المومنین سے بیان کرتے ہیں کہ آپ (**لا الہ الا اللہ**) پڑھتے ہوئے بیدار ہوئے اور آپ کا چہرہ سرخ تھا آپ نے پیش گوئی فرمائی۔ عرب کے لئے ہلاکت ہے اس شر و فساد سے جو قریب آچکا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں انگوٹھے اور انگشت شہادت کے گول دائرہ کی مقدار سوراخ ہو گیا ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم امت کے نیک لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک ہو جائیں گے؟ فرمایا ہاں جب برائی بکثرت ہو جائے۔ امام مسلم اور ترمذی نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور امام ترمذی نے بیان کر کے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عجب اتفاق : امام ترمذی بذریعہ حمیدی سفیان بن عیینہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے امام زہری کی یہ بات یاد ہے کہ اس سند میں چار خواتین ہیں۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بخاری اور مسلم میں یہ روایت زہری سے (سفیان بن عیینہ کے علاوہ) عمرو الناقد بیان کرتے ہیں۔ نیز شعیب' صالح بن کیسان' عقیل' محمد بن اسحاق' محمد بن ابی عتیق' اور یونس بن یزید بھی بیان کرتے ہیں اور "حبیبہ" کا نام سند میں ذکر نہیں کرتے' واللہ اعلم۔

چنانچہ سفیان بن عیینہ کی بیان کردہ سند کے مطابق اس میں زہری اور عروہ دو تابعی ہیں اور چار صحابیات ہیں دو بیٹیاں اور دو ازواج مطہرات۔ ایسی عجیب سند نہایت کمیاب ہوتی ہے' **ھذا عزیز جدا**۔

عام فتنہ کی پیش گوئی : ابوداؤد طیالسی' صلت بن دینار' عقبہ بن صہبان اور ابو رجاء عطاردی کہتے ہیں ہم نے حضرت زبیرؓ کی زبان مبارک سے **واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصه** آیت سنی اور انہوں نے کہا میں عرصہ دراز یہ آیت تلاوت کرتا رہا اور اپنے آپ کو اس کا مصداق نہیں سمجھتا تھا اور اب ہم اس کا مصداق بن چکے ہیں۔ حضرت زبیرؓ جنگ جمل میں سے واپسی کے دوران "وادی سباع" میں شہید کر دیئے گئے۔ یہ سند ضعیف ہے۔ لیکن امام احمد اور امام نسائی نے اسے اور دو سندوں سے بیان کیا ہے (جو اس کی تائید کرتی ہیں)

سنن ابی داؤد میں سعید بن زید سے مروی ہے کہ ہم نبی علیہ السلام کی مجلس میں تھے۔ آپ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اسے بڑا مہیب بتایا تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر ہم اس کی لپیٹ میں آگئے تو تباہ کر دے گا' فرمایا بالکل نہیں۔ آپ کو قتل ہی کافی ہے۔ سعید بن زید کہتے ہیں وہ سب لوگ میری زندگی میں قتل ہو گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ : امام ابوداؤد' حضرت حذیفہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے ماسوائے محمد بن مسلمہؓ کے ہر شخص کے فتنہ میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے اے محمدؓ! تجھے فتنے کا خطرہ نہیں۔ یہ سند منقطع ہے۔ ابوداؤد طیالسی' حضرت حذیفہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں ایسے شخص کو خوب جانتا ہوں جسے فتنہ اور فساد نقصان رساں نہ ہو گا۔ ہم مدینہ منورہ آئے' وہاں (شہر سے باہر) محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ وجہ پوچھی تو بتایا کہ جب تک یہ فتنہ دب نہ جائے میں شہر میں سکونت اختیار نہ کروں گا۔

سند پر تبصرہ : امام ابوداؤد سجستانی بذریعہ عمرو بن مرزوق اور ابوداؤد طیالسی بلا واسطہ شعبہ سے اور وہ (اشعث' ابوبردہ' ثعلبہ بن ابی ضبیعہ) حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

نیز امام ابوداؤد سجستانی (مسدد' ابوعوانہ' اشعث بن سلیم' ابی بردہ' ضبیعہ بن حصین ثعلبی) حضرت حذیفہؓ سے بھی یہ روایت نقل کرتے ہیں تاریخ میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد کی یہ سند میرے نزدیک اولیٰ ہے۔

امام احمد' ابی بردہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ربذہ میں ایک خیمہ کے پاس سے گزر ہوا۔ میں نے پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے؟ معلوم ہوا محمد بن مسلمہؓ کا ہے۔ میں اجازت لے کر اندر آیا اور عرض کیا' خدا رحمت کرے' آپ بلند مرتبہ صحابی ہیں' لوگوں کو تبلیغ کریں' نیکی کی دعوت دیں' برائی سے منع کریں تو کتنا اچھا ہے۔ تو انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی عنقریب فتنہ و فساد کا دور ہو گا' اختلاف اور انتشار بپا ہو گا۔ ایسا وقت آجائے تو اپنی تلوار کو جبل احد پر مار کر توڑ دے' تیر تلف کر دے' کمان کی تانت ضائع کر دے اور مسکن میں پابند رہ یہاں تک کہ کوئی خطاکار ہاتھ تیرا کام تمام کر دے یا اللہ تجھے خیر و عافیت عطا کرے۔ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کا دور آچکا ہے اور میں نے آپ کی وصیت پر عمل کیا ہے۔ پھر آپ نے خیمہ کے ستون کے ساتھ آویزاں تلوار اتار کر دکھائی تو وہ لکڑی کی تلوار ہے اور کہا یہ محض لوگوں کو مرعوب کرنے کی خاطر ہے۔

امام بیہقی' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ جب بے راہ لوگوں میں اختلاف برپا ہو تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا' تلوار کو توڑ کر پابند مسکن ہو جا یہاں تک کہ کوئی خطاکار ہاتھ تیرا کام تمام کر دے یا موت آجائے۔

مسند احمد کی روایت : امام احمد (عبدالصمد' زیاد بن مسلم' ابو عمر) ابوالاشعث صنعانی سے بیان کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہؒ نے ہمیں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی طرف مدینہ منورہ روانہ کیا۔ مدینہ پہنچ کر میں فلاں (زیاد

راوی کو نام یاد نہ رہا) کے پاس آیا اور عرض کیا لوگ خانہ جنگی اور قتل و قتال میں مصروف ہیں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا مجھے میرے خلیل ابوالقاسم نے وصیت فرمائی تھی اگر تیری زندگی میں فتنہ و فساد سر اٹھائے تو تلوار کی دھار کو جبل احد پر مار کر توڑ دے اور خود گھر میں پابند ہو جا اگر کوئی صحن میں گھس آئے تو بند کوٹھڑی میں چھپ جا اگر وہاں بھی آجائے تو گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہہ تو میرے اور اپنے گناہ میں ماخوذ ہو اور دوزخی بن۔ بس میں تو اپنی تلوار توڑ کر گھر میں پابند ہو گیا ہوں۔

تبصرہ : یہ حدیث امام احمد نے نام کے ابہام کے باوجود مسند محمد بن مسلمہ میں درج کی ہے۔ حالانکہ یہ روایت محمد بن مسلمہ کی نہیں بلکہ کسی اور صحابی کی ہے' کیونکہ محمد بن مسلمہؓ نے یزید اور ابن زبیرؓ کا زمانہ نہیں پایا اور سب مورخ بہ اتفاق رائے بیان کرتے ہیں کہ وہ ۴۰ھ اور ۵۰ھ کے مابین فوت ہوئے ہیں ۴۲ھ ۴۳ھ یا ۴۷ھ میں پس واضح ہوا کہ یہ روایت محمد بن مسلمہ کی نہیں بلکہ کسی اور صحابی کی ہے۔

اھبانؓ کی وصیت : الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اھبان بن صیفی کے پاس آئے اور کہا ہمارے ہاتھ مضبوط کرنے سے آپ کو کیا مانع درپیش ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ مجھے میرے خلیل اور آپ کے ابن عم نے وصیت فرمائی تھی کہ عنقریب افتراق و اختلاف اور فتنہ و فساد برپا ہو گا جب یہ حالات رونما ہوں تو آہنی تلوار توڑ کر چوبی تلوار تیار کر لے اور گھر میں بیٹھ جا اور ایک روایت میں ہے حتی یاتیک ید خاطئة امنية قاضية

فتنے سے بچنے کی ترکیب : بخاری شریف میں حضرت ابوہریرةؓ سے مروی ہے کہ عنقریب فتنے بپا ہوں گے اس دور میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا اور چلنے والا دوڑنے والے سے اچھا ہو گا۔ جو شخص ان فتنوں کی طرف متوجہ ہو گا وہ اسے اپنی طرف مائل کر لیں گے اور جو شخص پناہ گاہ پائے وہ اس میں پناہ حاصل کر لے۔

حق تلفی کی پیش گوئی : بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب حق تلفی بلاوجہ ترجیح اور ناگوار امور کا دور آئے گا۔ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ایسے دور میں ہمیں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا تم اپنے فرائض اور ذمہ داری کو پورا کرو اپنے حقوق اور مسائل کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔

فتنے کے زمانہ کا پروگرام : مسند احمد میں حضرت ابوبکرةؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب فتنہ و فساد کا دور آنے والا ہے' سنو! اس پرفتن دور میں پیادہ چلنے والا ان فتنوں کی طرف دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا۔ غور کرو! اور لیٹنے والا بیٹھنے والے سے اچھا ہو گا۔ سنو! جب یہ فتنے کا دور آجائے تو جس کے پاس بکریوں کا ریوڑ ہو وہ اس میں رہائش اختیار کر لے اور جس کے پاس زرعی رقبہ ہو وہ اس میں سکونت اختیار کرے اور جس کے پاس اونٹ ہوں وہ ان کی چراگاہ میں مقیم ہو جائے۔

ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ پر فدا ہوں جس کے پاس بکریاں ہوں نہ اونٹ اور نہ

رقبہ وہ کیا کرے؟ فرمایا وہ اپنی تلوار کی دھار کو پتھر کی چٹان پر مار کر کند کر دے اور توڑ ڈالے۔ فتنوں سے کنارہ کش ہو جائے پھر فرمایا! میں نے ان فتنوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ پھر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (مجھے اللہ تعالیٰ آپ پر قربان کرے) اگر کوئی مجھے ان فتنوں میں جبراً لے جائے اور میں قتل کر دیا جاؤں تو میری پوزیشن کیا ہو گی فرمایا گناہوں کا بوجھ اور اس کے اپنے گناوں کا وبال اس پر ہو گا اور وہ دوزخی ہو گا۔

حواب کے کتے : امام احمد، یحییٰ بن اسماعیل کی معرفت، قیس بن ابی ماز سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل کے سفر کے دوران حضرت عائشہؓ رات کو بنی عامر کی آبادی میں پہنچیں اور کتے بھونکے، تو پوچھا یہ کون سی آبادی ہے؟ تو معلوم ہوا یہ "حواب" ہے (تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی "تم میں سے کون سی بی بی ہیں جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے" یاد کر کے واپس لوٹ آنے کا قصد کیا تو ہم سفروں نے کہا لوٹئے نہیں، بلکہ ہمارے ساتھ تشریف لے چلئے۔ آپ کو وہاں مسلمان اپنے درمیان پائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان میں صلح کا سبب پیدا کر دے گا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم ازواج مطہرات کو ایک روز مخاطب کر کے فرمایا تھا، **کیف باحداکن تبنح علیھا کلاب الحواب**

الفتن والملاحم میں یہ پیش گوئی ابو نعیم بن حماد نے یزید بن ہارون سے، ابو خالد کی معرفت قیس مذکور سے بیان کی ہے اور امام احمد نے (غندر، شعبہ، اسماعیل بن ابی خالد) قیس سے بھی بیان کی ہے، یہ سند صحیحین کی شرط کی حامل ہے۔ لیکن انہوں نے اسے بیان نہیں کیا۔ حافظ ابو بکر بزار، (محمد بن عثمان بن کرامہ، عبداللہ بن موسیٰ، عصام بن قدامہ بجلی، عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے قریباً یہی متن حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں ہمارے علم میں حضرت ابن عباسؓ سے صرف اسی سند سے مروی ہے۔

جنگ جمل میں پیش گوئی : طبرانی میں ابن عباسؓ سے منقول ہے جب حضرت علیؓ کی فوج میں یہ خبر پہنچی کہ بصرہ کے لوگ طلحہ اور زبیرؓ کے زیر قیادت جنگ کے لئے جمع ہو چکے ہیں تو وہ پریشان ہو کر گھبرا گئے۔ پھر حضرت علی نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی قسم! اہل بصرہ مغلوب ہوں گے اور شکست کھا جائیں گے، طلحہؓ اور زبیرؓ شہید ہو جائیں گے اور کوفہ سے تمہاری امداد کے لئے چھ ہزار ساڑھے پانچ صد افراد آئیں گے یا پانچ ہزار ساڑھے پانچ صد (یہ اجلح راوی کی طرف سے شک ہے)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں یہ سن کر میرے دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا، چنانچہ جب کوفہ پہنچے تو میں نے کہا اب اندازہ ہو جائے گا اگر کوفہ سے مذکور بالا کمک آگئی تو یہ ایک پیش گوئی ہے جو علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی ورنہ ایک جنگی چال ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں میں نے ایک فوجی سے پوچھا کوفہ سے کتنی کمک آئی ہے تو اس نے وہی تعداد بتائی جو حضرت علیؓ نے فرمائی تھی تو پھر میں نے کہا یہ بات حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ نے بتائی تھی۔

جنگ جمل کے بارے ایک وصیت : امام بیہقی ایک نہایت غریب سند سے ام سلمہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ازواج مطہرات میں سے کسی ایک جنگ میں شمولیت کا تذکرہ کیا اور حضرت عائشہؓ ہنس پڑی تو فرمایا اے حمیرا! اے عائشہؓ! دیکھو! تمہاری شمولیت نہ ہو۔ پھر حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہو

کر فرمایا اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے تو ان سے حسن سلوک اور نرمی اختیار کرنا۔

اس سے بھی زیادہ ضعیف منکر اور غریب وہ روایت ہے جو امام بیہقی حضرت ابو بکرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے جنگ جمل میں کیوں شمولیت نہ کی؟ تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ایک قوم جنگ کے لیے نکلے گی وہ ہلاک اور ناکام ہو گی۔ ان کی قائد ایک عورت ہو گی اور وہ جنتی ہو گی۔ دراصل حضرت ابو بکرہؓ سے محفوظ اور درست روایت وہ ہے جو بخاری میں حسن بصری سے مروی ہے کہ ابو بکرہ نے کہا میرے لئے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث نہایت مفید ثابت ہوئی۔ وہ یہ کہ جب نبی علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ اہل فارس نے حکومت کا سربراہ کسریٰ کی بیوی کو بنا لیا ہے تو آپؐ نے فرمایا جس قوم کی حکومت عورت کے سپرد ہو وہ فلاح اور کامیابی نہیں پاتی (لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ)

مسند احمد میں ابو وائل سے منقول ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ اور حضرت حسنؓ کو کوفہ روانہ کیا کہ اہل کوفہ کو جنگ کے لئے نکلنے پر آمادہ کریں۔ حضرت عمارؓ نے دوران تقریر کہا میں خوب جانتا ہوں کہ عائشہؓ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو تمہارا امتحان مطلوب ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہو یا ان کی بیوی کی۔ یہ پیش گوئی اور وصیت حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

ایک پیش گوئی کا یاد کرانا : عبدالرزاق معمر کی معرفت قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو جنگ جمل سے حضرت زبیرؓ کی واپسی کا علم ہوا تو فرمایا اگر وہ حق پر ہوتے تو واپس نہ ہوتے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ سقیفہ بنو ساعدہ میں رسول اللہ ﷺ نے زبیرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کیا آپ علیؓ سے محبت رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ان کی محبت سے کیوں باز رہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوچو! تمہارا کیا حال ہو گا جب تم اس سے ناحق جنگ کرو گے۔ چنانچہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اس حدیث کی بنا پر میدان جنگ سے واپس چلے آئے یہ روایت مرسل ہے۔

اور امام بیہقی نے اس ضعیف حدیث کو ابوالاسود دئلی سے مرفوع بیان کیا ہے کہ جب حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ حضرت علی کے بالمقابل میدان جنگ میں اترے اور دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے آگئے تو حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے خچر پر سوار ہو کر اعلان کیا زبیرؓ کو بلانا چنانچہ حضرت زبیرؓ آئے اور اتنا قریب ہو گئے کہ ان کی سواریوں کی گردنیں باہم مل گئیں تو حضرت علیؓ نے کہا جناب زبیر! خدارا بتاؤ کیا یاد ہے جس روز فلاں مقام پر رسول نے کہا تھا اے زبیرؓ! کیا تم علیؓ کو دوست رکھتے ہو؟ تو تم نے کہا تھا میں اپنے ماموں زاد بھائی اور ہم مذہب کو کیسے دوست نہ رکھوں پھر مجھے مخاطب کر کے کہا تھا کیا تم زبیرؓ کو دوست رکھتے ہو تو میں نے عرض کیا تھا میں اپنے پھوپھی کے بیٹے اور ہم مسلک کو کیونکر دوست نہ رکھوں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اے زبیر! واللہ! تم اس سے جنگ کرو گے اور تم ظالم ہو گے تو زبیرؓ نے کہا واقعی کہا تھا واللہ! میں بھول گیا تھا اور اب تو نے مجھے یاد کرایا واللہ! میں آپ سے جنگ نہ کروں گا۔ چنانچہ وہ صفوں کو چیرتے ہوئے میدان جنگ سے نکل گئے۔ تو عبداللہ بن زبیر نے کہا' کیا بات ہے؟ اس نے کہا مجھے علی نے حدیث یاد دلائی ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔

چنانچہ میں ان سے جنگ نہ کروں گا تو حضرت ابن زبیرؓ نے کہا کیا آپ لڑائی کے لئے آئے ہیں؟ آپ تو صرف صلح کی خاطر تشریف لائے ہیں۔ پھر حضرت زبیرؓ نے کہا میں تو جنگ نہ کرنے پر حلف اٹھا چکا ہوں' تو ابن زبیرؓ نے کہا (پھر کیا) غلام آزاد کر دیجئے اور صلح تک یہیں قیام کیجئے۔ چنانچہ وہ غلام آزاد کر کے وہیں ٹھہر گئے' لیکن صلح نہ ہو سکی اور جنگ چھڑ گئی تو وہ واپس چلے آئے۔

امام بیہقی نے ایک ضعیف سند کے ساتھ' ابو وجرہ مازنی سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے سنا جناب زبیر! خدارا یہ بتایئے' کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ تم علی سے جنگ کرو گے اور تم ظالم ہو گے' تو حضرت زبیرؓ نے کہا بالکل سنا تھا لیکن میں بھول گیا تھا۔

زید بن صوحان کے بارے پیش گوئی : امام بیہقی (ہذیل بن بلال ایک ضعیف راوی' عبدالرحمٰن بن مسعود عبدی) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی خواہش ہو کہ ایسے جنتی کو دیکھے جس کے جسم کا بعض حصہ اس سے قبل جنت میں جائے گا وہ زید بن صوحان کو دیکھ لے۔ چنانچہ جنگ جلولا ۱۶ھ میں ان کا ہاتھ کٹ گیا اور جنگ جمل ۳۶ھ میں خود شہید ہو گئے۔

جنگ جمل اور صفین کی پیش گوئی : صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "قیامت سے قبل دو عظیم گروہ باہم جنگ و جدال کریں گے۔ دونوں کا منشور اور مدعا ایک ہی ہو گا۔" دو فریق سے مراد جنگ جمل اور صفین کے شرکاء ہیں' دونوں کا مدعا اسلام تھا۔ تنازع صرف ملکی انتظام' رعایا کی فلاح و بہبود اور حکمرانی میں تھا' تاہم صلح اور جنگ نہ کرنا لڑائی سے بہتر تھا (والصلح خیر)

تعداد : شامی فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی' ان میں سے بیس ہزار شہید ہو گئے۔ عراقی فوج ایک لاکھ بیس ہزار افراد پر مشتمل تھی اس میں سے چالیس ہزار شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال برحق تھے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال غلطی پر تھے۔ جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمارؓ کو مخاطب کر کے کہا تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

مسلم شریف میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمارؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا اور ایک روایت میں ہے "قاتله فی النار" اس حدیث میں بعض رافضی "لا انالها الله شفاعتی یوم القیامه" (اور اس کو محشر کے روز میری شفاعت نصیب نہ کرے) کا اضافہ کرتے ہیں یہ اضافہ بالکل بے سند اور رافضیوں کی اختراع ہے۔

حضرت عمارؓ کی شہادت : امام بیہقی عمار کی مالکہ سے بیان کرتے ہیں عمار بیمار ہوئے' ان پر غشی طاری ہو گئی۔ کچھ افاقہ ہوا تو کہا کیوں رو رہے ہو؟ آپ کا خیال ہے کہ میں بستر پر فوت ہوں گا "بالکل نہیں مجھے میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اور آخری غذا دودھ ہو گا۔ امام احمد' ابوالبختری سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمارؓ نے جنگ صفین میں دودھ منگوا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تمہاری آخری خوراک دودھ ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے وہ دودھ پی لیا اور آگے بڑھ کر جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ دودھ سامنے دیکھ کر مسکرائے (اور کہا آخر شراب اشربہ لبن حین اموت)

امام بیہقیؒ حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب لوگ اختلاف کا شکار ہوں گے تو عمارؓ برحق گروہ کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت عمارؓ صفین میں حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے فریق میں سے ابوالغادیہؓ نے آپ کو شہید کیا۔

ابو الغادیہؓ : صحابی ہیں' استیعاب میں ابن عبدالبر نے ان کا نام یسار جہنی بتایا ہے۔ بعض کہتے ہیں مزنی ہیں' مگر صاحب اصابہ نے ان کی تغلیط کی ہے۔ پہلے شام سکونت اختیار کی' پھر واسط چلے آئے' حضرت عمارؓ کے قتل کی کیفیت بلا جھجک بیان کیا کرتے تھے۔ ان کو بدری کہنے والا خطاکار ہے۔ مسند احمد میں ان سے "دمکم واموالکم علیکم حرام" مروی ہے نیز ایک اور روایت ان سے مروی ہے۔

امام احمد' حنظلہ بن خویلد عشری سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ کے پاس "ابن جوی سکسکی" اور ابوالغادیہ آئے اور ہر ایک کا دعوٰی تھا کہ میں نے عمارؓ کو قتل کیا ہے تو پاس بیٹھے ہوئے عبداللہ بن عمرو نے کہا تم میں سے ایک کو مبارک باد ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ اس کا قاتل باغی گروپ ہو گا۔

امیر معاویہ نے عمرو کو مخاطب کر کے کہا کہ اس کو یہاں سے اٹھا دو' اس کا ہمارے ساتھ کیسا رویہ ہے تو عبداللہ نے کہا دراصل بات یہ ہے کہ میرے والد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس میرا شکوہ کیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھے نصیحت کی تھی زندگی بھر اپنے والد کی اطاعت کر' نافرمان نہ بن۔ چنانچہ میں آپ کے ہمراہ ہوں اور جنگ سے بیزار ہوں۔

امام احمد' عبداللہ بن حرث بن نوفل سے بیان کرتے ہیں کہ صفین سے واپسی کے دوران امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے درمیان چل رہا تھا کہ عبداللہؓ بن عمروؓ نے کہا' اباجی! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا جب آپؐ نے عمارؓ کو کہا تھا "ویحک یا ابن سمیہ تقتلک الفئة الباغیه" عمروؓ نے امیرؓ کو کہا کیا آپ اس کی بات سن رہے ہیں؟ تو امیر معاویہؓ نے کہا یہ ایسی باتیں بناتا رہتا ہے کیا ہم اس کے قاتل ہیں' دراصل اس کا قاتل تو وہ فریق ہے جو اسے ہمراہ لایا "اونحن قتلناه انما قتله من جاؤ ابه"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل اور تشریح بعید از قیاس ہے۔ بالفرض اگر یہ صحیح ہو تو پھر شہدائے اسلام کا قاتل بھی ان کا امیر اور سپہ سالار ہو گا۔

عبدالرزاق' مسعود بن مخرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ ہم جاهدوا فی اللّٰه حق جهاده (۲۲/۷۸) کے متصل پڑھا کرتے تھے "فی آخر الزمان کما جاهدتم فی اوله" یعنی تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو آخری زمانہ میں جیسے تم پہلے زمانہ میں جہاد کیا کرتے تھے۔ عبدالرحمٰنؓ نے پوچھا یہ کب ہو گا؟ تو عمرؓ نے کہا جب بنی امیہ امیر ہوں گے اور بنی مغیرہ وزیر۔

دو ثالثوں کی پیش گوئی : امام بیہقیؒ (علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید صفار' اسماعیل بن فضل' قتیبہ بن سعید' جریر' زکریا بن یحیٰی' عبداللہ بن یزید و حبیب بن بشار) سوید بن غفلہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ

کے ہمراہ فرات کے ساحل پر چل رہا تھا تو آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل میں اختلاف رونما ہوا تو انہوں نے دو ثالث مقرر کئے۔ چنانچہ وہ خود گمراہ تھے اور اپنی پیروی کرنے والوں کو بھی گمراہ کر دیا۔ سنو! امت محمدیہ میں بھی یہ اختلاف برپا ہو گا وہ بھی دو ثالث مقرر کریں گے وہ خود گمراہ ہوں گے اور اپنے پیروکاروں کو گمراہ کریں گے۔

یہ حدیث از بس منکر ہے اور اس کا باعث زکریا بن یحییٰ کندی حمیری اعور ہے' بقول یحییٰ بن معین یہ بالکل لاشئی اور بے کار راوی ہے۔

سنئے! حضرت علیؓ کی جانب سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ثالث تھے۔ یہ دونوں اکابر اور اخیار صحابہ میں سے ہیں (ہدایت یافتہ اور جنتی ہیں) ان کی ثالثی کی تجویز' صلح' اتحاد اور جنگ بندی پر مبنی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کی وجہ سے سوائے خوارج کے کوئی فریق گمراہ نہیں ہوا۔ ان سے ابن عباس نے ثالثی کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ چنانچہ ان کی اکثریت تائب ہو کر راہ راست پر آگئی اور باقی ماندہ سے حضرت علیؓ نے جہاد کیا' ان میں سے اکثر نہروان میں قتل ہو گئے۔

خوارج کے بارے پیش گوئی : امام بخاری' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ سب کے سامنے رسول اللہ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ذوالخویصرہ تمیمی نے آکر کہا یا رسول اللہ ﷺ انصاف فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا اے تجھے خرابی ہو' اگر میں عدل و انصاف نہ کروں تو کون کرے گا؟ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہا یا رسول اللہ ﷺ اجازت فرمایئے اس گستاخ کا سر قلم کر دوں۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو' اس گستاخ کے ایسے رفقا ہوں گے جن کے نماز روزے کے مقابل تمہیں اپنے نماز روزے حقیر اور ہیچ معلوم ہوں گے' وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن گلے کے نیچے نہ اترے گا' اس کی تاثیر سے محروم ہوں گے' وہ دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔ تیر کا ملاحظہ کیا جائے تو اس کے پر دھار اور نوک پر خون کا دھبہ اور شائبہ تک نہ ہو گا۔ اس گروہ کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام آدمی ہو گا اس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح جنبش کرتا ہو گا۔ اور یہ گروہ لوگوں کے افتراق کے وقت بغاوت کرے گا۔ دو طائفوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہو گا وہ ان کو قتل کرے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث خود رسول اللہ ﷺ سے سنی۔ حضرت علیؓ نے ان سے لڑائی کی' میں اس میں خود شریک تھا۔ آپ کے حکم سے ان علامات والے آدمی کو تلاش کر کے لایا گیا' اس میں وہی صفات تھیں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کی۔

یہ حدیث مسلم اور بخاری میں سات اسناد سے مذکور ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ بشیر بن عمرو نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے حدیث خوارج رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا میں نے سنا تھا اور عراق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا وہ لوگ زبان سے تلاوت کریں گے' حلق کے نیچے دل پر اثر نہ ہو گا وہ دین سے باہر نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے۔ صحیحین میں یہ روایت حضرت ابوذرؓ' حضرت انسؓ اور حضرت علیؓ سے مذکور ہے۔ اس میں ہے یہ لوگ

نوخیز، کم عقل ہوں گے، زبان سے اسلام کے دعویدار ہوں گے مگر ایمان سے خالی ہوں گے۔ ان کو جہاں پاؤ تہ تیغ کر دو، ان کے قتل میں اجر و ثواب ہے۔ حضرت علیؓ نے یہ روایت حلفاً بیان کی ہے کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی۔

یعقوب بن سفیان نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ذوالخویصرہ کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ پہاڑی شیطان ہے، گھوڑوں کے چرواہے ایسا ہے، اسے بجیلہ قبیلہ کا اشہب نامی شخص لائے گا۔ سفیان بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے شیطان ردھ کو قتل کیا۔

ملعون لشکر : علی بن عیاش، حبیب کی معرفت مسلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ مروہ کا لشکر، اور نہروان کے مقتولین کو رسول اللہ ﷺ نے ملعون کہا ہے۔ بقول حضرت ابن عباسؓ مروہ کے لشکر سے مراد قاتلین عثمانؓ ہیں۔ (روایت بیہقی)

قرآن کی تشریح : امام بیہقی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسے میں نے قرآن پاک نازل ہونے پر جنگ کی ہے بعض لوگ تم میں سے اس کی تاویل و تفسیر پر جنگ لڑیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ میرے حق میں ہے؟ فرمایا نہیں

حضرت عمرؓ نے کہا اس سے مراد میری ذات ہے فرمایا نہیں، بلکہ اس سے مراد حضرت علیؓ ہیں جو قریب بیٹھے جوتا ٹھیک کر رہے تھے۔ یعقوب بن سفیان، لاحق سے نقل کرتے ہیں خوارج کی تعداد چار ہزار تھی، نہروان میں مسلمانوں نے ان کو نیست و نابود کر دیا اور مسلمانوں سے صرف نو آدمی شہید ہوئے چاہو تو ابوبرزہؓ سے دریافت کر لو وہ اس بات کی تائید و توثیق کریں گے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ خوارج کے ساتھ جنگ و جدال کی روایت رسول اللہ ﷺ سے حد تواتر کو پہنچی ہے جو قطعی علم کی موجب ہیں۔

حضرت علی کی شہادت کی پیش گوئی : امام احمد، حضرت عمار بن یاسر سے نقل کرتے ہیں کہ غزوہ عشیرہ سے واپسی کے دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو خاک آلود دیکھ کر فرمایا اے ابوتراب! میں بتاؤں کہ سب سے زیادہ بدبخت دو انسان کون ہیں؟ عرض کیا فرمایئے! تو آپ نے فرمایا ایک قوم ثمود کا سرخا جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ دوسرا اے علی! جو تیرے سر پر تلوار مار کر داڑھی کو رنگین کرے گا۔

امام بیہقی فضالہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں اپنے والد ابوفضالہ انصاری بدری ش ۳۷ھ کے ہمراہ "ینبع" میں حضرت علیؓ کی عیادت کے لئے گیا۔ آپ خطرناک اور مہلک مرض میں مبتلا تھے۔ میرے والد نے کہا جناب! آپ یہاں کیوں مقیم ہیں؟ خدانخواستہ فوت ہو گئے تو یہاں جہینہ قبیلہ کے لوگ ہی کفن دفن کا انتظام کریں گے۔ فوراً مدینہ روانہ ہو جایئے، موت آئی بھی تو اپنے گھر بار والے کفن دفن اور نماز جنازہ کا اہتمام کریں گے۔ تو حضرت علیؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ تجھے موت تب آئے گی جب سر کے زخم سے داڑھی تر بتر ہو جائے گی۔

ابوداؤد طیالسی نے زید بن وہب سے بیان کیا ہے کہ ایک خارجی لیڈر نے حضرت علیؓ سے کہا، اللہ سے

ڈر۔ بس تو موت کے منہ میں آنے والا ہے' تو آپ نے کہا واللہ میں قتل ہوں گا' سر پر ایک کاری ضرب سے جس سے داڑھی رنگین ہو جائے گی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اور قضا مبرم ہے' غلط بیان کرنے والا خائب و خاسر ہے۔

امام بیہقی' ابوسنان مدد کی' ابوادریس خولانی' ثعلبہ بن یزید حمامی "ان تینوں" سے حضرت علیؓ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میرے بعد تم سے میری امت بے وفائی کرے گی۔ بقول امام بخاری ثعلبہ راوی محل نظر ہے اور اس کی متابعت کم ہوتی ہے۔ امام بیہقی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے سر اور داڑھی کی طرف اشارہ کر کے کہا واللہ! یہ سر کے خون سے تر ہو گی اور قاتل روکا نہ جائے گا۔ یہ سن کر عبداللہ بن سبع نے کہا جناب امیرالمومنین واللہ! اگر کسی نے یہ حرکت کی تو ہم اس کے قبیلہ سے بدلہ لیں گے آپ نے فرمایا میرے قاتل کے بغیر کسی اور کو قتل نہ کرنا۔

حاضرین نے کہا آپ خلیفہ نامزد کر دیں۔ تو آپ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق کسی کو نامزد نہ کروں گا۔ لوگوں نے کہا نامزدگی کے بغیر فوت ہو گئے تو خدا کے ہاں کیا جواب دیں گے تو فرمایا میں عرض کروں گا' خدایا! جب تک تو نے مجھے زندگی بخشی میں خلافت کے امور سرانجام دیتا رہا۔ جب تو نے مجھے اپنے ہاں بلا لیا تو وہ تیرے سپرد ہیں تو چاہے تو ان کو فلاح و بہبود سے نوازے' اگر چاہے تو ان میں فتنہ و فساد بپا کر دے۔

یہ روایت موقوف ہے الفاظ اور معانی دونوں لحاظ سے عجوبہ پن کا مظہر ہے۔ مگر مشہور بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ نماز فجر کے لئے گھر سے باہر نکلے تو مکان کے چھجے کے پاس ابن ملجم نے نیزا مارا۔ آپ دو یوم زندہ رہے' ابن ملجم کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ نے حضرت حسنؓ کو وصی اور جانشین مقرر فرمایا۔ جب آپ فوت ہو گئے تو ابن ملجم کو بطور قصاص و بدلہ یا حد قتل کر دیا گیا۔

حضرت حسنؓ کے بارے پیش گوئی : بخاری شریف میں حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز حضرت حسنؓ کو لے کر گھر سے نکلے اور ان کو گود میں لے کر منبر پر چڑھے پھر فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے' اس کے ذریعے اللہ تعالٰی مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرا دے گا۔ کتاب الصلح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حسنؓ ایک لشکر جرار لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے بالمقابل آئے تو حضرت عمروؓ بن عاص نے کہا میرے خیال میں یہ لشکر اپنے مدمقابل کو تہس نہس کر کے ہی واپس لوٹے گا تو امیر معاویہؓ نے' واللہ! جو ایک بہتر انسان تھے' کہا جناب عمرو! اگر فریقین شہید ہو گئے تو دنیا کے امور کون سرانجام دے گا' عورتوں کا کیا حال ہو گا' زمین کون سنبھالے گا؟ چنانچہ آپ نے عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز کو حضرت حسنؓ کی خدمت میں صلح کی خاطر بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کا مطالبہ کیا تو حضرت حسنؓ نے فرمایا ہمارا جانی اور مالی بے شمار نقصان ہو چکا ہے تو دونوں قاصدوں نے کہا' امیر معاویہؓ اس کی تلافی کریں گے۔ آپ نے فرمایا اس بات کا ضامن کون ہے تو انہوں نے اس کی ذمہ داری اٹھائی تو حضرت حسنؓ نے صلح فرما لی۔

حسن بصری کہتے ہیں میں نے ابوبکرہؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے منبر پر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور حضرت حسنؓ آپ کے پہلو میں تھے۔ کبھی آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسنؓ کی طرف۔ اور آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے۔

ف : امام بخاری کہتے ہیں علی بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ اس حدیث سے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہوتا ہے۔

بخاری' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی میں یہ روایت ابی موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ' اشعث' اور زید بن علی بن جدعان' حسن بصری سے نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی کہ حضرت علیؓ کے بعد جب حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے تو ایک عظیم لشکر لے کر امیر معاویہؓ کی طرف چلے اور امیر معاویہؓ بھی اپنا لشکر لے آئے اور دونوں صفین میں فروکش ہو گئے۔ حضرت حسنؓ نے مصالحت قبول کر لی اور امور سلطنت حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیئے۔ چنانچہ دونوں فریقوں نے آپ کی متفقہ طور پر بیعت کر لی۔ اس لئے اس سال کا نام "عام الجماعۃ" مشہور ہوا کہ ایک امیر پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق دونوں فریق مسلمان ہیں۔ ان دونوں یا ایک فریق کو کافر کہنے والا خطاکار ہے اور فرمان رسول کا مخالف نیز حدیث سفینہ میں جو مدت خلافت ۳۰ سال مذکور ہے' وہ پایہ تکمیل کو پہنچی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے پیش گوئی : الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد (محمد بن فضیل' سری بن اسماعیل' عامر شعبی' سفیان بن عیینہ' حسن بن علی) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اختتام دنیا سے قبل امت مسلمہ کا اتفاق امیر معاویہؓ کی حکومت پر ہو گا۔

امام بیہقی ایک ضعیف راوی اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر کی معرفت عبدالملک بن عمار سے حضرت امیر معاویہؓ کا مقولہ نقل کرتے ہیں' واللہ! مجھے حکومت پر رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان نے آمادہ کیا۔ معاویہ! اگر حکومت میسر ہو تو لوگوں سے اچھا سلوک کرنا۔

حضرت سعیدؓ بن عاص سے مروی ہے کہ امیر معاویہؓ پانی کا لوٹا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ہوئے۔ آپؐ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا معاویہ! اگر حکومت ملے تو خدا ترسی سے کام لینا اور انصاف کرنا۔ حضرت امیر معاویہؓ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر یقین ہو گیا کہ سلطنت سے میری آزمائش ہو گی۔

راشد بن سعد داری' امیر معاویہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا معاویہ! اگر تو لوگوں کے مخفی عیوب کی ٹوہ میں لگا رہا تو رعایا کو خراب اور اس کا اعتماد کھو بیٹھے گا۔

حضرت ابودرداء کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سنی جو ان کو مفید رہی۔

شام کے بارے پیش گوئی : امام بیہقی' حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ منورہ میں خلافت ہو گی اور شام میں حکومت اور سلطنت۔ امام احمد حضرت ابودرداءؓ سے بیان

کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کتاب میرے تکیہ کے نیچے سے اٹھالی گئی ہے۔ مجھے گمان ہوا کہ وہ نابود ہو جائے گی' پھر میں نے دیکھا کہ اسے شام پہنچا دیا گیا ہے۔ سنو! پر آشوب دور میں ایمان شام میں ہو گا۔

امام بیہقی نے قریباً یہی روایت حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ حضرت ابوامامہؓ اور حضرت عمرؓ سے مختلف اسناد سے بیان کی ہے۔

شام میں ابدال : عبدالرزاق' عبداللہ بن صفوان سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے جنگ صفین میں کہا الٰہی! اہل شام پر لعنت بھیج تو حضرت علیؓ نے کہا اہل شام کو سب و شتم نہ کرو وہاں ابدال ہیں "یہ تین بار کہا"

امام احمد' شریح بن عبید حضرمی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس عراق میں اہل شام کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے عرض کیا ان پر لعنت بھیجے تو آپ نے لعنت سے انکار کر کے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ شام میں یکے بعد دیگرے چالیس ابدال ہوں گے۔ ان کی وجہ سے باران رحمت ہو گا۔ دشمنوں پر فتح ہو گی اور اللہ تعالیٰ کا عذاب رفع ہو گا۔ امام احمد اس میں منفرد ہیں اور اس میں انقطاع ہے۔ امام ابو حاتم رازی نے بیان کیا ہے کہ روایت منقطع ہے اور شریح حضرمی کا سماع حضرت ابو امامہؓ اور حضرت ابومالک اشعریؓ سے ثابت نہیں تو حضرت علیؓ سے کیونکر ہو سکتا ہے جو ۴۰ھ میں ان سے قبل فوت ہو چکے ہیں۔

قبرص کے بارے پیش گوئی : امام مالک' حضرت انس بن مالک ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز اپنی محرم ام حرام بنت ملحان زوجہ عبادہ بن صامت کے ہاں تشریف لائے اس نے کھانا کھلایا اور سر سے جوئیں دیکھیں پھر آپ سو گئے اور خواب راحت سے مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ اس نے آپ سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھائے گئے ہیں جو بحر "اخضر" میں جہاد کے لئے سوار ہوں گے جو بادشاہوں کی طرح تخت پر متمکن ہیں۔

ام حرام نے ان میں شمولیت کی خاطر دعاء کی درخواست کی تو آپؐ نے دعا فرمائی پھر آپ لیٹ کر سو گئے اور "حسب سابق" مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو پھر ام حرام نے ہنسی کی وجہ پوچھی تو فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھائے گئے ہیں "جو سمندر میں سوار ہیں جہاد کی خاطر" ام حرام نے پھر وہی دعا کی درخواست پیش کی تو آپ نے فرمایا تو پہلے گروہ میں شامل ہے۔ چنانچہ ام حرامؓ امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں بحری جہاد میں گئیں۔ واپسی میں سمندر سے باہر نکلتے وقت سواری سے گر کر فوت ہو گئیں۔

ایک اور پیش گوئی : اسحاق بن یزید دمشقی (یحییٰ بن حمزہ قاضی' ثور بن یزید) خالد بن معدان سے بیان کرتے ہیں کہ عمر بن اسود عنسی' حضرت عبادہ بن صامت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ایک خیمہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ دریائے حمص کے ساحل پر فروکش تھے۔ ان کی بیوی ام حرام نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ میری امت میں سے پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا' وہ جنتی ہے۔ ام حرام نے

عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا شمار بھی ان میں ہے؟ فرمایا تو ان میں شامل ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا' وہ بخشش یافتہ ہے۔ میں نے پھر عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ میں بھی ان میں شامل ہوں گی؟ فرمایا نہیں۔ یہ روایت صحاح ستہ میں سے صرف امام بخاری نے بیان کی ہے۔ البتہ بیہقی نے یحییٰ بن حمزہ قاضی سے ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

یہ پہلا جہاد ۲۷ھ میں ہوا' حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں جب امیر معاویہ شام میں حاکم تھے۔ ام حرام اپنے خاوند کے ہمراہ گئیں اور واپسی میں فوت ہو گئیں۔ دوسرا جہاد ۵۲ھ میں قسطنطنیہ میں ہوا اس کے میر کارواں یزید بن معاویہؓ تھے' ان کے ہمراہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی جہاد میں شریک ہوئے اور وہیں فوت ہو گئے۔

ہندوستان کے بارے پیش گوئی : امام احمد (ہشیم' سیار بن حسین بن عبیدہ) حضرت ابوہریرہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ہند کے غزوہ کا وعدہ فرمایا "اگر میں نے وہ زمانہ پایا" اور وہاں شہید ہو گیا تو بہترین شہید ٹھہروں گا اگر زندہ واپس لوٹ آیا تو دوزخ سے آزاد ابوہریرہ ہوں گا۔

امام نسائی م ۳۰۲ھ نے بھی یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

امام احمد (یحییٰ بن اسحاق' براء' حسن بصری) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل صادق مصدوق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ سندھ اور ہند میں جہاد کے لئے جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں اگر میں زندہ رہا اور وہاں شہید ہو گیا تو یہی مطلوب ہے۔ اگر میں واپس زندہ چلا آیا تو ابوہریرہ محدث ہوں گا جسے اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے آزاد کر دیا ہو گا۔ ۴۴ھ میں امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں ہندوستان سے جنگ ہوئی۔ ۳۹۲ھ میں سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان کی حکومت سے جنگ کی' سومنات فتح کیا' ان کے بڑے بت کو توڑا۔ بے شمار اسیر اور مال غنیمت لے کر فتح مند واپس آیا۔

ترک سے جہاد کی پیش گوئی : امام بخاری' حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت سے قبل تم ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے۔ تم چھوٹی آنکھوں والے سرخ چہروں والے چپٹی ناکوں والے (گویا کہ وہ ہتھوڑوں سے پٹی ہوئی ڈھالیں ہیں) ترکیوں سے جنگ کرو گے۔

خوز اور کرمان سے جہاد کی پیش گوئی : امام بخاری' ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روز محشر سے پہلے تم خوز اور کرمان عجمی اقوام سے جہاد کرو گے ان کے چہرے سرخ چپٹی ناکیں' چھوٹی آنکھیں ہیں گویا ان کے چہرے چوڑے چپٹے پٹی ہوئی ڈھال کی طرح ہیں ان کے جوتے بال کے ہوں گے۔

امام احمد سے منقول ہے کہ خوز خا معجمہ کے ساتھ عبدالرزاق راوی نے بیان کر کے غلطی کی ہے۔ دراصل وہ جیم ہے یعنی جوز اور کرمان مشرق کا معروف شہر' واللہ اعلم۔

امام بخاری' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی رفاقت تین سال نصیب

ہوئی اور مجھے حدیث یاد کرنے کا بڑا شوق تھا' رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا قیامت سے پہلے تم ان لوگوں سے جہاد کرو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے۔

سفیان سے وھم اہل البارز بھی مروی ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں مشہور روایت را مہلہ کے بعد زا معجمہ ہے شاید اس میں کسی سے تصحیف اور تبدیلی ہو گئی ہے۔ دراصل بازر سوق یعنی بازار کے معنی میں ہے' واللہ اعلم۔ غرضیکہ صحابہ کرام کے آخری دور میں ترک سے جنگ ہوئی اور ان کو شکست ہوئی اور نبی علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے پیش گوئی : امام احمد (اسحاق بن یوسف ازرق' ابن عون' محمد بن سیرین) بشر بن عباد سے بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی آیا' اس نے دو رکعت مختصر سی نماز پڑھی' اس کے چہرے پر خشوع و خضوع کے آثار نمایاں تھے۔ لوگوں نے کہا یہ جنتی شخص ہے جب وہ مسجد سے باہر نکلا تو میں بھی اجازت لے کر ان کے ساتھ چلا آیا کچھ مانوس ہوا تو عرض کیا جب آپ مسجد میں آئے تو لوگوں نے آپ کو "جنتی" کہا تو اسؓ نے کہا واہ' سبحان اللہ بلا علم بات کرنا مناسب نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے عہد نبوی میں ایک خواب دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس بیان کیا کہ میں ایک سرسبز باغ میں ہوں۔ اس کے وسط میں ایک فلک بوس لوہے کا ستون ہے۔ اس کی چوٹی پر ایک کنڈا ہے۔ مجھے کسی نے کہا اس پر چڑھو۔ عرض کیا سکت نہیں تو وہ ایک خادم لایا۔ اس نے مجھے پیچھے سے اٹھا کر کہا چڑھو میں نے اوپر چڑھ کر کنڈا پکڑ لیا اس نے کہا مضبوطی سے پکڑ لو میں خواب سے بیدار ہوا تو وہ میرے ہاتھ میں ہے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ خواب سنایا تو آپ نے تعبیر بتائی باغ سے مراد چمن اسلام ہے' اور ستون سے مراد اسلام کا ستون ہے اور کنڈے سے مراد ایمان ہے۔ آپ کی وفات اسلام پر ہوگی۔ یہ خواب دیکھنے والے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔

شہادت کا رتبہ نہ ملے گا : امام مسلم' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مجھے ایک پہاڑ کے پاس لا کر کہنے لگا' اس پر چڑھیے۔ میں نے چڑھنے کی مسلسل کوشش کی مگر چڑھ نہ سکا اور سر کے بل گر پڑا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پہاڑ شہیدوں کا رتبہ ہے' آپ اس سے محروم ہوں گے۔

چنانچہ یہ پیش گوئی اور خواب کی تعبیر اسی طرح واقع ہوئی کہ آپ کو شہادت کا رتبہ نہ ملا اور ۴۳ھ میں فوت ہوئے' بقول قاسم بن سلام۔

حضرت میمونہؓ کے بارے پیش گوئی : تاریخ میں امام بخاری یزید بن اصم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت میمونہؓ مکہ مکرمہ میں بیمار پڑ گئیں اور وہاں کوئی ان کا بھانجا تیمار دار نہ تھا تو آپ نے کہا مجھے یہاں سے لے چلو مجھے یہاں موت نہ آئے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مکہ میں فوت نہ ہوں گی۔ چنانچہ آپ کو سرف مقام میں لے آئے۔ جہاں رسول اللہ ﷺ نے آپ سے شادی کی تھی۔ چنانچہ وہ ۵۱ھ میں سرف مقام میں فوت ہوئیں۔

حجر بن عدیؓ اور دیگر احباب : یعقوب بن سفیان (ابن بکیر' ابن لہیعہ' حارث' یزید) عبداللہ بن رزین

غافقی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے یہ بات سنی! اے عراقیو! تم میں سے سات آدمی عذرا مقام پر قتل کئے جائیں گے اور ان کی مثال "اصحاب اخدود" یعنی کھائیوں والوں کی ہے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں ابو نعیم نے یہ بیان کیا ہے کہ زیاد بن سمیہ نے بر سر منبر حضرت علیؓ کا نازیبا کلمات سے تذکرہ کیا تو حجر بن عدی نے مٹھی میں کنکریاں اٹھائیں پھر وہ وہیں پھینک دیں اور انکے آس پاس سے لوگوں نے زیاد کو کنکریاں ماریں' تو زیاد نے امیر معاویہ کو تحریر کیا کہ مجھے منبر پر حجر نے کنکریاں ماری تھیں (اور میری توہین کی ہے) چنانچہ امیر معاویہ نے یہ جواب تحریر کیا کہ حجر وغیرہ کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ جب حجر وغیرہ لوگ دمشق کے قریب "عذرا" مقام پر پہنچے تو امیر معاویہ نے ان کو قتل کروا دیا۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ اس قسم کی پیش گوئی حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ سے سنے بغیر بیان نہیں کر سکتے۔

یعقوب بن سفیان (حرملہ' ابن وہب' ابن لہیعہ) ابی الاسود سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہؓ حضرت عائشہؓ کی زیارت کے لئے آئے تو آپ نے کہا' تم نے حجرؓ وغیرہ کو کیوں قتل کیا؟ تو عرض کیا اے ام المومنین! قوم کی اصلاح کی خاطر ان کا قتل ہوا ہے' ان کی زندگی فتنہ کی موجب تھی۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عذراء مقام پر لوگ قتل ہوں گے' اللہ تعالیٰ اور آسمان والے ان کی خاطر ناراض ہوں گے۔

یعقوب بن سفیان' مروان بن حکم سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امیر معاویہ کے ہمراہ حضرت عائشہؓ سے ملاقات کی۔ تو آپ نے فرمایا معاویہ! تم نے حجر وغیرہ کو قتل کر کے ایک ناگوار حرکت کی ہے۔ تجھے خطرہ نہ لاحق ہوا کہ میں یہاں کوئی قاتل چھپا کر تجھے قتل کروا دیتی۔ تو امیر معاویہ نے عرض کیا مجھے کوئی اندیشہ نہیں' میں تو دار الامن میں ہوں۔ رسول اللہؐ کا فرمان ہے کہ ایمان اچانک غفلت کی حالت میں مار ڈالنے سے مانع ہے۔ اے ام المومنین! مومن غفلت میں کسی کو نہیں مارتا۔

امیر معاویہ نے عرض کیا اپنی ضروریات کے سلسلہ میں مجھے آپ نے کیسا پایا؟ فرمایا صالح اور اچھا۔

دسویں کی موت آگ سے ہو گی : یعقوب بن سفیان (عبیداللہ بن معاذ' ابوہ' شعبہ' ابی سلمہ' ابو نضرہ عبدی) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس صحابہؓ کی موجودگی میں فرمایا (ان میں ایک سمرہ بن جندب تھے) کہ "تم سے آخری آدمی کی موت آگ سے ہو گی۔" اس روایت کے راوی ثقہ ہیں صرف ابو نضرہ عبدی کا حضرت ابوہریرہؓ سے سماع ثابت نہیں' واللہ اعلم۔

انس بن حکیم کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں آتا۔ حضرت ابوہریرہ سے ملاقات ہوتی تو وہ رسمی گفتگو سے بھی پہلے حضرت سمرہؓ بن جندب کا حال ضرور پوچھتے۔ جب ان کی ٹھیک ٹھاک صحت بتاتا تو وہ خوش ہوتے۔ ایک دفعہ بتایا کہ ہم ایک مکان میں دس افراد تھے' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' ہمارے چہروں کو دیکھ کر اور کواڑ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر کہا تم سے آخری شخص کی موت آگ سے ہو گی۔

ابوہریرہ کہتے ہیں آٹھ اشخاص فوت ہو چکے ہیں میرے اور سمرہ کے بغیر کوئی زندہ نہیں اور اب مجھے طبعی موت کے علاوہ کوئی چیز عزیز نہیں۔ یعقوب بن سفیان' اوس بن خالد سے بیان کرتے ہیں جب میری ملاقات

حضرت ابو محذورہؓ سے ہوتی تو وہ حضرت سمرہؓ کا حال پوچھتے۔

میں نے ان سے دریافت کیا کیا راز ہے جب میں آپ کے پاس آتا ہوں تو آپ حضرت سمرہؓ کا حال پوچھتے ہیں اور جب ان کے پاس جاتا ہوں تو وہ آپ کا حال دریافت کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں سمرہؓ اور ابو ہریرہؓ ایک مکان میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "آخرکم موتاً فی النار" چنانچہ ابو ہریرہ ۵۷ھ میں فوت ہوئے پھر ابو محذورہ ۵۹ھ میں فوت ہوئے' بعد ازیں سمرہؓ ۵۹ھ میں فوت ہوئے۔

عبدالرزاق' معمر' ابن طاؤس وغیرہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ' حضرت سمرہؓ اور ایک آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا تم سب سے آخری شخص آگ سے فوت ہو گا۔ چنانچہ وہ آدمی مر گیا' حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت سمرہؓ زندہ تھے۔ جب کوئی آدمی حضرت ابو ہریرہؓ کو مذاق سے کہہ دیتا سمرہؓ فوت ہو گئے ہیں تو وہ بے ہوش ہو جاتے اور ان پر غشی طاری ہو جاتی۔ چنانچہ حضرت سمرہؓ سے قبل حضرت ابو ہریرہؓ فوت ہوئے اور حضرت سمرہؓ نے بیشتر خوارج کو قتل کیا (اور وہ آگ سے فوت ہوئے)

امام بیہقی نے ان روایات میں سے اکثر کو انقطاع اور ارسال کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ احتمال ہے وہ بعض گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں پھر ایمان اور توحید کی بدولت سفارشیوں کی سفارش سے نجات پا جائیں' واللہ اعلم۔ مگر یہ احتمال درست نہیں کیونکہ ہلال بن علارقی بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن معاویہ نے ایک شخص کے حوالے سے بتایا کہ سمرہ نے تاپنے کے لئے آگ منگوائی' اہل خانہ کی غفلت سے وہ اس میں گر کر فوت ہو گئے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں' حضرت سمرہؓ کزاز مرض (جو سخت سردی سے پیدا ہوتا ہے) میں مبتلا تھے' شدید گرم پانی سے بھرے ہوئے دیگچے پر اس کے بخارات سے حرارت حاصل کرنے کی خاطر بیٹھا کرتے تھے' ایک روز اس میں گر کر فوت ہو گئے۔ آپ ۶ ماہ بصرہ میں زیاد کی نیابت کرتے اور سرکاری امور سرانجام دیتے' اسی طرح کوفہ میں ۶ ماہ قیام کرتے۔ آپ خوارج کے لیے شمشیر برہنہ تھے اور فرمایا کرتے تھے آسمان تلے یہ بدترین مقتول ہیں۔ محمد بن سیرین اور حسن بصری وغیرہ علماء بصرہ آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا شوق شہادت : امام بیہقی (مسلم بن ابراہیم' عمرو بن مرزوق واقحی' یحییٰ بن عبدالحمید بن رافع) حضرت رافع سے نقل کرتے ہیں غزوہ احد یا حنین میں ان کی چھاتی پر تیر لگا وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تیر جسم سے باہر نکال دیجئے۔ آپ نے فرمایا' رافع! چاہو تو تیر بمع دستے کے نکال دیتا ہوں ارادہ ہو تو صرف تیر نکال دوں اور دستہ جسم میں پیوست رہنے دوں اور میں روز محشر تمہاری شہادت کا گواہ ہوں گا۔ تو رافع نے عرض کیا صرف تیر نکال دیں اور دستہ جسم میں پیوست رہنے دیں اور میری شہادت پر گواہ رہیں۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ م ۶۰ھ کے عہد خلافت میں ان کا زخم ہرا ہو گیا اور وہ عصر کے بعد فوت ہو گئے۔ مگر واقدی وغیرہ کا بیان ہے کہ وہ ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں فوت ہوئے' واللہ اعلم۔

بنی ہاشم کے فتنہ و فساد کے دور کی پیش گوئی : امام بخاری' ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب حق تلفی بلاوجہ ترجیح اور ناگوار امور کا دور آئے گا صحابہؓ نے عرض کیا تو پھر کیا ارشاد ہے فرمایا تم اپنے فرائض سرانجام دو اور اللہ سے اپنے حقوق اور مطالبے مانگو۔

امام بخاری' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو یہ قریش تباہ و برباد کر دیں گے۔ دریافت ہوا' یارسول اللہؐ آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کاش! لوگ ان سے جدا رہیں۔

مسلم اور بخاری میں سعید اموی سے مذکور ہے کہ ایک بار میں مروان اور حضرت ابو ہریرہؓ کے ہمراہ تھا تو حضرت ابو ہریرہؓ سے میں نے سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے میری امت کی بربادی قریش کے چند نوخیز جوانوں کے ہاتھ سے ہو گی۔ مروان نے ازراہ تعجب کہا نوخیز نوجوانوں کے ہاتھوں' تو حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا چاہو تو ان کو نام بنام گنوا دوں۔

امام احمد' حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **"هلكة امتى على يدى غلمة"** تو مروان نے تخت حکومت پر متمکن ہونے سے قبل ان نوخیز نوجوانوں پر لعنت بھیجی اور حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا میں چاہوں تو ان کا حسب نسب بیان کر دوں۔ ابو امیہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ اور دادا کے ہمراہ شام میں بنی مروان کے حکمرانوں کے پاس جایا کرتے تھے وہ لڑکوں کو بلکہ شیر خوار بچوں کو حکومت کے لئے نامزد کرتے اور یہ نامزد حکمران بالکل حدیث ابی ہریرہؓ کا صحیح مصداق ہیں۔

امام احمد (ابو عبد الرحمٰن' حیوہ) بشر بن ابی عمرو خولانی سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے ولید بن قیس تجیبی نے بتایا کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنی کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف اور نالائق پیدا ہوں گے نماز گنوا دیں گے اور دنیا کے مزوں میں لگ جائیں گے' پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تلاوت کریں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ قرآن کی تلاوت تین قسم کے لوگ کرتے ہیں۔ مومن' منافق' فاجر۔

بشر نے ولید سے پوچھا یہ کیسے؟ تو فرمایا منافق اس کا منکر ہوتا ہے' فاجر کا یہ ذریعہ معاش ہے اور مومن کا اس پر ایمان و یقین ہے۔ امام بیہقی نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ صفین سے واپس ہوئے تو فرمایا اے لوگو! امیر معاویہؓ کی امارت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے مت دیکھو' ان کے بعد تم دیکھو گے کہ سر کندھوں سے جدا ہو جائیں گے۔

امام حاکم وغیرہ عمر بن ہانی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ کے بازاروں میں چلتے ہوئے دعا کیا کرتے تھے' الٰہی! میری زندگی میں ۶۰ھ نہ آئے۔ لوگو! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تھام لو۔ خدایا! مجھے نوخیز لڑکوں کی حکومت سے بچا لے۔ بقول امام بیہقی حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ایسی باتیں اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے لامحالہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سماعت فرمائی ہو گی۔

یعقوب بن سفیان' حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلامی نظام بالکل درست رہے گا۔ یہاں تک کہ بنو امیہ کا ایک آدمی اس میں خلل انداز ہو گا۔

امام بیہقی (عوف اعرابی' ابو خلدہ' ابو العالیہ) ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے

سنا کہ پہلا شخص میرے طریقے اور اسلامی نظام کو تبدیل کرنے والا بنو امیہ کا ایک فرد ہو گا۔

یہ حدیث منقطع ہے ابو العالیہ اور ابوذرؓ کا باہمی لقا نہیں۔ لیکن امام بیہقی نے مذکور بالا حضرت ابوعبیدہ کی روایت کی بنا پر اس کو راجح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے قرین قیاس یہ ہے کہ اس شخص سے مراد یزید ہو گا' واللہ اعلم۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں یزید کے بارے لوگوں کے مختلف خیالات ہیں' شام کے ناصبی ان سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور رافضی ان کو برا بھلا کہتے ہیں' زندیق اور بے دین سمجھتے ہیں اور بے سروپا اتہام لگاتے ہیں' تیسرا گروہ نہ اس سے اندھی عقیدت رکھتا ہے اور نہ گالی گلوچ دیتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ وہ زندیق نہ تھا جیسا کہ روافض کا عقیدہ ہے۔

یزید کے عہد حکومت میں حضرت حسینؓ کا قتل ایک عظیم المیہ ہے۔ ممکن ہے یزید نے اسے نہ برا سمجھا ہو نہ اچھا کہ یہ المیہ اس کی لاعلمی میں ہوا۔ اسی طرح مدینہ منورہ کا محاصرہ بھی ایک شنیع فعل اور نہایت برا عمل ہے۔ دراصل یزید کے دور حکومت میں ایسے ناگوار اور ناپسندیدہ امور کا ظہور اس کی شخصیت کو مجروح اور داغدار کرنے کے لئے ازبس کافی ہے۔

حضرت حسینؓ کی شہادت کی پیش گوئی : امام احمد (عبدالصمد بن حسان' عمارہ بن زاذان' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ فرشتہ ابر و باراں نے آنحضور ﷺ سے زیارت کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے اجازت مرحمت کی اور ام سلمہؓ کو کہا' دروازے کا خیال رکھنا کوئی اندر نہ آنے پائے۔ پھر حسینؓ کودتے ہوئے اندر چلے آئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے شانہ مبارک پر چڑھنے لگے' فرشتے نے کہا' کیا آپ کو یہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا بالکل۔ تو فرشتے نے کہا آپ کی امت اسے قتل کرے گی چاہیں تو میں آپ کو مقتل دکھا دوں؟ چنانچہ فرشتے نے آپ کو وہاں کی سرخ مٹی دکھائی اور حضرت ام سلمہؓ نے یہ مٹی دامن میں باندھ لی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم سنا کرتے تھے کہ وہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

تبصرہ : یہ حدیث عمارہ بن زاذان سے عبدالصمد کے علاوہ سفیان بن فراخ بھی بیان کرتے ہیں نیز یہ حدیث ایک اور سند سے حضرت عائشہ سے بھی سنن بیہقی میں مذکور ہے۔ باقی رہا عمارہ بن زاذان تو اس کی شخصیت مختلف فیہ ہے۔ بقول امام ابو حاتم اس کی حدیث قابل تحریر ہے قابل حجت نہیں اور نہ ہی قوی اور مضبوط ہے۔ امام احمد اس کی کبھی توثیق کرتے ہیں اور کبھی اس کو ضعیف گردانتے ہیں۔

مقتل کی مٹی : امام بیہقی (امام حاکم وغیرہ' اصم' عباس دوری' محمد بن خالد بن مخلد' موسیٰ بن یعقوب' ہاشم بن ہاشم' عتبہ بن ابی وقاص) عبداللہ بن وہب بن زمعہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ام سلمہؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز لیٹے اور پریشانی کی حالت میں بیدار ہوئے پھر دراز ہو کر سو گئے۔ پھر بے چین اور حیران ہو کر بیدار ہوئے (مگر یہ حیرانی پہلے کی نسبت کچھ کم تھی) پھر لیٹے اور بیدار ہوئے' آپ کے دست مبارک میں سرخ مٹی ہے آپ اسے ہاتھ میں الٹ پلٹ رہے ہیں' میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ کون سی مٹی ہے تو آپ نے فرمایا مجھے جرائیلؑ نے بتایا ہے کہ یہ عراق میں حسینؓ کے مقتل کی مٹی ہے میں نے جرائیلؑ کو کہا تھا

کہ مجھے حسینؓ کے قتل گاہ کی مٹی دکھا چنانچہ اس نے کہا یہ وہ مٹی ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ سے یہ روایت ابان بواسطہ شہر بن حوشب اور ابو موسیٰ جہنی بواسطہ صالح بن یزید نخعی بھی منقول ہے۔

مسند ابوبکر بزار میں (ابراہیم بن یوسف صیرفی' حسین بن عیسیٰ' حکم بن ابان' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت حسینؓ رسول اللہ ﷺ کی گود میں بیٹھے تھے۔ جبرائیلؑ نے پوچھا کیا آپ اس سے پیار اور محبت رکھتے ہیں؟ فرمایا کیونکر محبوب نہ ہو وہ میرا لخت جگر ہے تو جبرائیلؑ نے کہا آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔ میں آپ کو اس کی قبر کی مٹی دکھاتا ہوں چنانچہ وہ ایک مشت سرخ مٹی لائے۔

امام بزار کہتے ہیں میرے علم میں صرف اس سند سے مروی ہے اور حسین بن عیسیٰ' حکم بن ابان سے ایسی روایات بیان کرتے ہیں جو کسی اور کے پاس نہیں ہوتیں۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں' حسین بن عیسیٰ بن مسلم حنفی ابو عبدالرحمٰن کوفی برادر سلیم قاری کے بارے امام بخاری فرماتے ہیں یہ مجہول الحال ہے' گو اس سے سات راوی بیان کرتے ہیں۔ امام ابو زرعہ اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ امام ابو حاتم اس کو غیر قوی کہتے ہیں اور حکم بن ابان سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ امام ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی روایات کم ہیں اور ان میں بھی اکثر غریب ہیں اور بعض منکر ہیں اور ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

امام بیہقی (حکم وغیرہ' ابی الاحوص' محمد بن ہیثم قاضی' محمد بن مصعب' اوزاعی' ابو عمار شداد بن عبداللہ) ام فضل بنت حارث سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آج شب مجھے ایک برا خواب آیا ہے۔ آپ نے فرمایا بتاؤ تو اس نے عرض کیا کہ آپ کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری آغوش میں آپڑا ہے' آپ نے فرمایا یہ خواب بہت اچھا ہے' فاطمہ زہرا کے انشاء اللہ بچہ پیدا ہو گا اور وہ تیری گود میں ہو گا۔ چنانچہ حضرت حسینؓ پیدا ہوئے اور میری گود میں آئے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب کی تعبیر بیان کی تھی۔ پھر میں نے آپ کی گود میں دے دیا ذرا سی دیر کے بعد دیکھا تو رسول اللہ ﷺ اشکبار ہیں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قربان جاؤں کیا بات ہے؟ فرمایا کہ جبرائیلؑ نے مجھے بتایا ہے تیری امت اسے قتل کرے گی۔ عرض کیا اس بیٹے کو' تو اثبات میں جواب دے کر انہوں نے مجھے تربت کی سرخ مٹی دکھائی۔

رسول اللہ ﷺ نے خواب کی تعبیر بیان کی : امام احمد' ام فضلؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب بتایا کہ میری گود میں آپ کے پاک جسم کا ایک عضو ہے۔ آپ نے تعبیر بتائی کہ انشاء اللہ فاطمہ زہرا کے ہاں بچہ پیدا ہو گا تو اس کی کفالت و نگہداشت کرے گی۔

چنانچہ جب حضرت حسین پیدا ہوئے تو ان کو دیا' انہوں نے قثم بن عباس کے ہمراہ اسے دودھ پلایا۔ وہ کہتی ہیں ایک روز میں حسینؓ کو لئے آپ کی زیارت کے لئے آئی تو آپ نے اسے سینے پر بٹھالیا۔ حضرت حسین نے بول کیا جس سے آپ کی آزار تر ہو گئی۔ میں نے اس کے کندھوں پر معمولی سی چپت لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ رحم کرے' تم نے میرے لخت جگر کو اذیت دی۔

میں نے عرض کیا چادر دیں اسے پاک کر دوں تو آپ نے فرمایا لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے بول سے صرف چھینٹا لگایا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا خواب : امام احمد بذریعہ عمار حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ ﷺ کو پراگندہ اور گرد آلود دیکھا' آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے' اس میں خون ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے فرمایا یہ حسینؓ اور اس کے رفقا کا خون ہے جو آج صبح سے میرے پاس ہے۔

عمار کا بیان ہے کہ ہم نے تاریخ شمار کی تو قتل حسین رضی اللہ عنہ ٹھیک اسی روز واقع ہوا۔

یوم شہادت : قتادہ' لیث' ابوبکر عیاش' خلیفہ بن خیاط' ابو معشر وغیرہ کا بیان ہے کہ حضرت حسینؓ کا قتل بروز جمعہ' عاشورہ کے دن ۶۱ھ میں ہوا اور یہی درست ہے بعض ہفتہ کا روز بتاتے ہیں۔

بے سروپا باتیں : عاشورہ کے روز سورج کو گہن لگنا' آسمان سے خون برسنا' جس پتھر کو اٹھاؤ نیچے سے خون ٹپکنا' بعض خون کے ٹپکنے کو بیت المقدس کے پتھروں کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور اس خوشبو کا راکھ بن جانا' گوشت کا مزہ اندرائن کا ہو جانا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو بالکل بے سروپا اور خانہ ساز ہیں' واللہ اعلم۔

غور کیجئے! سرور دو عالم کا وصال ہوا تو ایسی چیزوں کا ظہور نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول فوت ہوئے اور ان امور میں سے کوئی بات بھی معرض وجود میں نہیں آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز محراب مسجد میں پڑھتے ہوئے شہید ہوئے اور ایسا کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور کوئی عجیب واقعہ رونما نہیں ہوا۔

حماد بن سلمہ ام سلمہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے جنات کو حسین پر روتے اور نوحہ کرتے سنا ہے۔ شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ ام سلمہؓ کو قتل حسین کی خبر معلوم ہوئی تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

شہادت کے اسباب : کوفی خواہشمند تھے کہ حضرت حسینؓ کوفہ چلے آئیں اور تخت خلافت پر متمکن ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کو عام لوگوں اور مسلم بن عقیل کے مسلسل خطوط اور دعوت نامے موصول ہو رہے تھے۔ جب اس سازش کا عبیداللہ بن زیاد حاکم کوفہ کو علم ہوا تو اس نے قصر حکومت میں مسلم بن عقیل کو قتل کر کے نیچے پھینک دیا۔ چنانچہ مسلم کے حامی منتشر ہو گئے اور ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔

کسی کا مشورہ قبول نہ کیا : اس صورت حال سے حضرت حسینؓ بالکل بے خبر تھے اور حجاز سے قریباً ۳ سو افراد کے ہمراہ کوفہ کے لئے روانگی کا ساز و سامان مہیا کر رہے تھے۔ جب صحابہ کرام کو اس روانگی کا علم ہوا تو حضرت ابو سعید خدریؓ' حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ' حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ نے منع کیا مگر آپ نے کسی کی بات تسلیم نہ کی۔

اس سلسلہ میں حضرت ابن عمرؓ کا استدلال نہایت وقیع اور عجیب تھا۔ امام بیہقی عامر حضرت شعبی سے بیان کرتے ہیں' ابن عمرؓ مدینہ منورہ میں آئے تو ان کو معلوم ہوا کہ حضرت حسین عراق جانا چاہتے ہیں۔ مدینہ

سے دو تین مراحل پر ان کو راستہ میں ملے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ بتایا عراق کا۔ آپ کے پاس اس وقت بے شمار خطوط اور دعوت نامے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ نے کہا' آپ ان کے پاس تشریف نہ لے جائیں۔ حضرت حسینؓ نے کہا کیونکر نہ جاؤں' یہ رہے ان کے دعوت نامے اور بیعت کے خطوط۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دنیا اور آخرت دونوں میں سے کسی کو پسند کرنے کا اختیار دیا' آپ نے دین اور آخرت کو پسند فرمایا اور دنیا کی حکومت کو پسند نہیں کیا اور آپ آنحضور ﷺ کے لخت جگر ہیں' واللہ! آپ میں سے کوئی بھی تخت و تاج کا والی نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکومت و خلافت سے محروم کر کے دین اور آخرت کے بہترین سرمایہ سے سرفراز فرمایا ہے' لہٰذا آپ واپس چلے جائیں۔ آپ پھر بھی عزم سفر سے باز نہ آئے تو حضرت ابن عمرؓ روتے ہوئے آپ سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا میں ایک قتیل اور شہید کو الوداع کہہ رہا ہوں۔ جو کچھ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے کہا وہی پیش آیا۔

الفتن والملاحم میں شیخ ابو صالح خلیل بن احمد نے حضرت عثمانؓ اور علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اہل بیت میں سے کوئی بھی تخت و تاج کا والی نہ ہو گا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں مصر کا فاطمی خاندان اپنے دعوائے نسب میں دروغ گو تھا۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار اہل بیت میں نہیں۔ بایں ہمہ خلفا ثلاثہ کی طرح ان کا دور خلافت مستحکم نہ تھا اور پوری اسلامی سلطنت پر بھی ان کی حکمرانی نہ تھی۔ باقی رہا حضرت حسنؓ کا خلیفہ ہونا تو آپ جب شامی فوج کے آمنے سامنے ہوئے تو خلافت سے ایک بڑی مصلحت کے تحت دست بردار ہو گئے۔ اور حضرت حسینؓ کو حضرت ابن عمرؓ نے عراق جانے سے منع کیا۔ جب آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے تو آپ نے ان کو بغل گیر ہو کر الوداع کیا کہ میں ایک شہید اور قتیل کو الوداع کہہ رہا ہوں' بالکل وہی ہوا جو ابن عمرؓ نے کہا۔

جب آپ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے تو عمرو بن سعد بن ابی وقاص کے زیر قیادت ابن زیاد نے چار ہزار کا لشکر روانہ کیا۔ مقام کربلا میں یہ معرکہ پیش آیا۔ حضرت حسینؓ اور ان کے حامیوں نے سرکنڈے کے جھنڈ کو پشت کی جانب کیا اور مدمقابل کی طرف رخ کیا۔ حضرت حسینؓ نے مخالف فریق سے تین میں سے کسی ایک شرط پر صلح کی پیشکش کی۔ (۱) کوئی مزاحمت نہ ہو جہاں سے آیا ہوں ادھر واپس چلا جاتا ہوں (۲) ملک کی کسی سرحد پر چلا جاؤں وہاں کفار سے جہاد میں مصروف رہوں (۳) یا یزید کے پاس جانے دو میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دوں گا جو چاہے وہ میرے بارے فیصلہ کر لے۔

ظالموں نے ان شرائط سے ایک بھی نہ مانی اور اس بات پر بضد رہے کہ عبیداللہ بن زیاد کے ہاں غیر مشروط طور پر جانا پڑے گا۔ آپ نے ان کے اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا اور جنگ کو ترجیح دی چنانچہ آپ شہید ہو گئے۔ ظالم آپ کا سر مبارک کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ وہ آپ کے دندان مبارک پر چھڑی سے کریدنے لگا تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ارے! چھڑی اٹھا لے' میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان دانتوں کا بوسہ لیا کرتے تھے۔

پھر ابن زیاد نے آپ کے باقی ماندہ اہل و عیال کے ہمراہ آپ کا سر مبارک بھی شام میں یزید کے پاس ارسال کر دیا اس نے سر مبارک دیکھ کر یہ شعر پڑھا

نفلق هاماً من رجال أعزة علينا وهم كانوا أعق وأظلما

(ہم سرکشوں کے سر پھاڑ دیتے ہیں جو قطع رحمی کرنے والے ظالم تھے)

پھر یزید نے سب اہل و عیال کو بہ حفاظت تمام مدینہ روانہ کر دیا۔ مدینہ کے نواح میں پہنچے تو خانوادہ عبدالمطلب کی ایک خاتون بال پھیلائے روتی چلاتی سر پر ہاتھ رکھے یہ شعر پڑھتی ہوئی آئی

ماذا تقولون إن قال النبي لكم ماذا فعلتم وأنتم آخر الأمم

بعترتي وبأهلي بعد مفتقدي منهم أسارى وقتلى ضرجوا بدم

(نبی نے تم سے سوال کیا تو کیا جواب دو گے تم نے کیا کیا حالانکہ تم آخری امت ہو۔ میرے بعد میرے اہل اور خاندان کے ساتھ بعض ان میں سے اسیر ہیں اور بعض خون میں لت پت)

حادثہ حرہ کی پیش گوئی : یعقوب بن سفیان' ایوب بن بشیر معاضری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں مدینہ سے باہر نکلے جب میدان حرہ کے پاس سے گزرے تو انا للہ پڑھا۔ رفقاء سفر یہ سن کر غمناک ہوئے کہ آنحضور ﷺ کو اس سفر سے کچھ اذیت ہوئی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جرات کر کے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ فرمایا اس سفر سے متعلق بات نہیں۔ دریافت ہوا تو پھر کس کے متعلق ہے؟ بتایا اس میدان میں میری امت کے بہترین اشخاص شہید ہوں گے۔ (یہ حدیث مرسل ہے)

یعقوب بن سفیان' حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ (۱۴/۳۳) **ولو دخلت عليهم من اقطار هاثم سئلوا الفتنة لا توها** "اور اگر فوجیں اطراف مدینہ سے ان پر آ داخل ہوں پھر ان سے خانہ جنگی کے لئے کہا جائے تو فوراً کرنے لگیں" کی تفسیر اور تاویل ۶۳ھ کے آخر میں ظاہر ہوئی کہ بنی حارثہ نے شامیوں سے مدینہ میں مداخلت کی التجا کی۔

یہ سند صحیح ہے اور اکثر علماء کے نزدیک صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔

الفتن والملاحم میں ابوذرؓ سے منقول ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے ابوذر! لوگ اس قدر قتل ہوں گے کہ "احجار زیت" خون سے ڈھک جائے گا تو تم کیا رویہ اختیار کرو گے؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ اور بہتر علم ہے۔ فرمایا اپنے گھر میں گھس جانا۔ عرض کیا کوئی میرے گھر پر حملہ آور ہو تو میں اس کا مقابلہ کروں۔ فرمایا تو بھی اس جیسا گنہ گار ہو گا عرض کیا پھر کیا کروں؟ فرمایا تجھے اندیشہ ہو گا کہ تلوار کی چمک تیری آنکھوں کو چکا چوند کر دے گی تو اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ لے۔ وہ تیرے اور اپنے گناہ کا وبال لے کر لوٹ جائے گا۔" مسند احمد میں یہ روایت ابی عمران جونی سے مفصل مذکور ہے۔

اسباب معرکہ : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کا ایک وفد دمشق میں یزید کے پاس آیا۔ یزید نے ان کی نہایت خاطر تواضع کی اور امیر وفد حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کو قریباً ایک لاکھ کا عطیہ پیش کیا۔ یہ وفد جب مدینہ منورہ واپس آیا تو اہل مدینہ کے سامنے یزید کا کردار پیش کیا کہ یزید شراب پیتا ہے' نہایت قبیح

اور برے افعال کا ارتکاب کرتا ہے اور سب سے بری بات یہ ہے کہ وہ شراب کے نشہ کی وجہ سے نماز بھی بے وقت پڑھتا ہے۔

چنانچہ اکثر لوگوں نے منبر نبوی کے پاس یزید کی بیعت توڑ کر بغاوت کا اعلان کر دیا جب یزید کو اطلاع ہوئی تو اس نے مسلم بن عقبہ (جسے اسلاف مسرف کہتے ہیں) کے زیر قیادت ایک لشکر روانہ کیا' اہل مدینہ کو زیر کرنے اور شکست دینے کے بعد اس نے مدینہ میں اپنے لشکر کو تین روز تک کھلی چھٹی دے دی چنانچہ ان ایام میں بے شمار لوگ تہ تیغ کر دیئے گئے' بقول امام مالک تین صحابہ کرام کے علاوہ سات سو قاری شہید کر دیئے گئے۔ سعید بن کثیر انصاری کہتے ہیں حادثہ حرہ میں عبداللہ بن یزید مازنی معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ' قاری معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ' اور عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ بقول امام لیث واقعہ حرہ ۲۷ ذوالحج ۶۳ھ میں رونما ہوا۔

مکہ کا محاصرہ : پھر مسرف بن عقبہ مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا' حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو زیر کرنے کے لئے کہ وہ یزید کی بیعت سے فرار ہو کر مکہ میں پناہ گزین تھے۔ مکہ مکرمہ کے محاصرہ کے دوران یزید انتقال کر گیا۔ بعد ازیں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کا دائرہ خلافت وسیع ہو گیا' عراق اور مصر پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا۔ ۷۳ھ میں حجاج کے ہاتھوں مکہ میں شہید ہوئے۔ عبدالملک کے عہد حکومت میں یزید کے انتقال کے بعد معاویہ بن یزید تخت نشین ہوا۔ یہ نوجوان ایک پارسا اور صالح انسان تھے۔ تخت نشینی کے بعد صرف ۲۰ یا ۴۰ روز زندہ رہا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔ (رحمہ اللہ) پھر مروان بن حکم حکومت پر قابض ہو گیا اور نو ماہ بعد فوت ہو گیا پھر اس کا بیٹا عبدالملک حکومت پر متمکن ہوا۔

عمرو بن سعید اشدق جو حضرت امیر معاویہؓ کے عہد حکومت سے "۶۵ھ" تک مدینہ کا حاکم اعلیٰ چلا آ رہا تھا' اس نے بزعم خود حسب وصیت مروان' عبدالملک کے بعد وصی اور جانشین ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان سے عبدالملک کو شدید صدمہ پہنچا چنانچہ عبدالملک اسی فکر میں رہا حتیٰ کہ اسے ۶۹ یا ۷۰ھ میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر عبدالملک م ۸۶ھ نے اپنے بعد ولید' سلیمان' یزید اور ہشام اپنے سب بیٹوں کو یکے بعد دیگر وصی اور جانشین نامزد کر دیا۔

نوجوانوں کی حکومت سے پناہ مانگنے کا ارشاد : امام احمد (اسود اور یحییٰ بن ابی بکر' کامل ابو العلا' ابو صالح میناء' موذن' غلام ضباعہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۷۰ھ کے آخری ایام سے پناہ مانگو اور بچوں کی حکومت سے بھی اور امام ترمذی نے اسی سند سے یہ درج ذیل حدیث بیان کی ہے۔ "عمر امتی من ستین سنة الی سبعین سنة وقال حسن غریب"

بر سر منبر نکسیر پھوٹنے کی پیش گوئی : امام احمد (عفان' عبدالصمد' حماد بن سلمہ' علی بن یزید بن جدعان) یکے از تلامذہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے ابو ہریرہ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنی کہ بنی امیہ کا ایک جابر حاکم میرے اس منبر پر زور' زور سے چلائے گا۔ حتیٰ کہ اس کی نکسیر پھوٹ پڑے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ منبر نبوی پر عمرو بن سعید اشدق کی نکسیر پھوٹی۔ بقول امام ابن کثیر علی بن جدعان کی

روایت میں عجوبہ پن اور غرابت بین ہے اور اس کا شیعیت کی طرف میلان ہے۔

عمرو بن سعید بن عاص اموی مدنی اشدق : عبدالملک بن مروان کی پھوپھی ام بنین کا بیٹا عاص بن امیہ جنگ بدر میں کفار کی جانب سے مقتول کا پوتا' خوش اخلاق اور شریف انسان تھا۔ متعدد صحابہؓ کا خوشہ چین اور تلمیذ تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک روایت فضیلت وضو کے بارے مسلم میں منقول ہے۔

وفات سے قبل حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکوں (عمرو' امیہ' موسیٰ) سے کہا' میرا قرض کون ادا کرے گا؟ تو عمرو نے فوراً کہا' اباجی! میں' اور وہ کتنا ہے؟ بتایا ۳۰ ہزار دینار۔ وصیت کی کہ میرے احباب میرے جسم و جان کے علاوہ میری شجاعت و شرافت کو غائب نہ پائیں اور اپنی ہمشیرگان کا نکاح کفو اور خاندان میں کرنا خواہ ان کا گزر اوقات نان جوین پر ہو۔ پھر والد نے کہا تم نے تو اس جرات اور ذمہ داری کا مظاہرہ اب کیا ہے' مجھے تو یہ بات بچپن سے ہی تمہارے چہرے سے آشکارا تھی۔

تورات میں پیش گوئی : بیہقی میں محمد بن یزید بن ابی زیاد ثقفی سے مذکور ہے کہ قیس بن حرشہ اور کعب احبار م ۳۲ھ دونوں کسی سفر میں صفین کے مقام پر پہنچے تو کعب نے کہا یہاں آئندہ مسلمانوں کی خونریزی ہو گی اور یہ تورات میں موجود ہے۔

حضرت قیسؓ کے بارے پیش گوئی : حضرت قیس بن حرشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے حق گوئی پر بیعت کی تو آپؐ نے فرمایا' قیس! ممکن ہے میرے بعد حالات بگڑ جائیں اور تو ان کے سامنے حق بات کہنے کی جرات نہ کر سکے تو میں نے عرض کیا' واللہ! میں جس بات پر بیعت کروں گا اسے پورا کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تجھے ضرر بھی نہیں پہنچا سکیں گے۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے زمانہ میں بقید حیات تھے' ابن زیاد نے کسی معاملہ میں ان پر نکتہ چینی کی اور ان کو ایوان حکومت میں بلا کر کہا تو ہی وہ ہے جو بزعم خویش کہتا ہے کہ تجھے کوئی شخص ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ تو حضرت قیسؓ نے کہا بالکل۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا آج پتہ چل جائے گا کہ تو ایک دروغ گو اور جھوٹا انسان ہے۔ اچھا جلاد کو بلاؤ چنانچہ جلاد کے آنے سے قبل ہی وہ وہیں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ کے نابینا ہونے کی پیش گوئی : بیہقی میں مذکور ہے کہ حضرت عباسؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو کسی ضرورت کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا' وہ ایک آدمی کی موجودگی کی وجہ سے بات کئے بغیر ہی واپس چلے آئے۔ پھر حضرت عباسؓ نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ کے پاس تذکرہ کیا تو آپ نے پوچھا عبداللہ نے اسے دیکھا بھی تھا تو عباس نے کہا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا معلوم ہے کہ وہ کون تھا؟ جبرائیلؑ تھا۔ عبداللہ بصارت چلے جانے کے بعد فوت ہو گا اور اسے کثیر علم عطا ہو گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ ۵۸ھ میں نابینا ہونے کے بعد فوت ہوئے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بارے پیش گوئی : حضرت زیدؓ کی بیٹی انیسہ اپنے باپ سے بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ زید بن ارقم کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے اور فرمایا اس بیماری سے کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور نابینا ہو جاؤ گے تو انہوں نے

عرض کیا میں صبر کر کے ثواب کا آرزو مند ہوں گا۔ آپ نے فرمایا تم بغیر حساب کے جنت جاؤ گے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اندھے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی بحال کر دی اور پھر وہ ۶۸ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

دجال کے بارے پیش گوئی : بخاری میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے اور مسلم میں حضرت جابرؓ بن سمرہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل تیس کذاب اور دجال پیدا ہوں گے۔ سب نبوت کے دعویدار ہوں گے۔

امام بیہقیؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل تیس کذاب پیدا ہوں گے ان میں سے مسیلمہ کذاب' اسود عنسی اور مختار ثقفی ہے عرب کے بدترین قبائل میں سے بنو امیہ' بنو حنیفہ اور ثقیف ہیں۔

بقول ابن عدی' محمد بن حسن اسدی کے کچھ افرادات ہیں اور ثقہ راوی ان سے روایت کرتے ہیں' لہٰذا میں اس سے حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا' امام بیہقی کہتے ہیں اس کی حدیث کے صحیح شواہد موجود ہیں۔

مختار اور حجاج : ابوداؤد طیالسی میں حضرت اسماءؓ بنت ابوبکرؓ سے مذکور ہے کہ انہوں نے حجاج کو مخاطب کر کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں کذاب اور ایک بے جا ہلاک کرنے والا پیدا ہو گا۔ کذاب تو ہم دیکھ چکے ہیں باقی رہا تباہی مچانے والا' میرا غالب گمان ہے کہ وہ تو ہی ہے۔

حدیث حذیفہؓ کی تشریح از اوزاعی : امام حاکم' ولید بن مرثد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ کی حدیث کا اوزاعی سے مطلب دریافت ہوا کہ۔ "الشر الذی یکون بعد الخیر" بہتر دور کے بعد برا دور ہو گا کا کیا مطلب ہے اس نے کہا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کا زمانہ ہے۔

حضرت حذیفہؓ نے پوچھا کیا اس بدترین زمانہ کے بعد اچھا دور ہو گا' فرمایا ہاں لیکن اس میں ذرا خرابی کی آمیزش ہوگی۔ فھل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن امام اوزاعی نے کہا اچھا دور سے مراد جماعت اور اجتماعی زندگی ہے اور اجتماعی زندگی کے سربراہ بعض اچھے ہوں گے اور بعض ناگفتہ بہ۔ یہ ہے مطلب نعم فیہ دخن کا ہاں! لیکن اس میں ذرا خرابی کی آمیزش ہوگی اور برے سربراہوں اور حکام سے بغاوت درست نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔

ابوداؤد طیالسی' حضرت حذیفہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا تم عہد نبوت میں رہو گے پھر اللہ تعالیٰ اس دور کو ختم کر دے گا۔ پھر خلافت نبوت کے طریق پر ہو گی۔ حبیب کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ یزید بن نعمان بن بشیر ہمارے ہاں تشریف لائے تو میں نے یہ حدیث لکھ کر یہ تحریر کیا غالب امید ہے کہ آپ اس عہد سعید کے بعد امیر المومنین ہوں۔ یہ تحریر یزید نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دکھائی تو وہ بہت مسرور ہوئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا خواب : حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب

میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ کے پاس حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور علیؓ موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا ذرا قریب ہو جا میں اس قدر قریب ہوا کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا عنقریب تجھے حکومت نصیب ہو گی اور تو عدل و انصاف کرے گا۔

امام بیہقیؒ' نافع از ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میری نسل سے ایک شخص حکمران ہو گا اس کے چہرے پر داغ ہو گا وہ بلا تمیز ساری قلمرو میں عدل و انصاف کرے گا۔ نافع راوی نے کہا وہ شخص عمر بن عبدالعزیز ہی ہے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ نسل فاروق سے کون شخص ہے جس کے چہرے پر داغ ہے اور وہ ساری سلطنت میں عدل و انصاف کرے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ولادت سے پہلے ہی یہ بات مشہور تھی کہ مروان کی نسل سے اشج (سر پر زخم کے داغ والا) حکمران ہو گا۔ آپ کی والدہ اروی بنت عاصم بن عمر بن خطاب سے اور والد عبدالعزیز ہیں جو اپنے برادر خلیفہ عبدالملک کے مصر میں نائب اور حاکم اعلیٰ تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ کی تعظیم و تکریم کرتے اور اکثر تحفے تحائف بھیجتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؒ بچپن میں اپنے والد عبدالعزیز کے اصطبل میں آئے تو انہیں گھوڑے نے لات ماری اور پیشانی زخمی ہو گئی۔ عبدالعزیز زخم سے خون صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے اگر تو بنی مروان کا اشج ہے تو تو سعادت مند اور نیک بخت ہے۔

یہ بات زبان زد عام تھی کہ اشج اور ناقص' بنی مروان کے عادل حکمران ہیں' اشج سے مراد عمر بن عبدالعزیز اور ناقص سے مراد یزید بن ولید بن عبدالملک ہے جس کے بارے یہ شعر ہے۔

رأیت الیزید بن الولید مبارکا شدیداً بأعباء الخلافة کاھلہ

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک م ۹۹ھ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ۳۰ ماہ خلافت پر متمکن رہے اور ساری قلمرو میں عدل و انصاف جاری کیا اور مال و دولت میں اس قدر فراوانی تھی کہ صدقہ و خیرات لینے والا بمشکل دستیاب ہوتا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز امت مسلمہ کے بہتر فرد ہیں : امام بیہقیؒ نے اسید سے بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے مکہ مکرمہ کا عزم کیا۔ راستہ میں ایک مردہ سانپ دیکھ کر کہا کدال لاؤ' اسے دفن کر دیں۔ ہم سفر ساتھیوں نے کہا جناب ہم دفن کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں میں خود دفن کروں گا۔ پھر آپ نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا تو غیبی آواز آئی "رحمة الله علیک یا سرق" سرق تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا تو کون ہے؟ تو اس نے کہا میں جن ہوں اور یہ مردہ سانپ سرق نامی جن ہے۔ جن جنات نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی ان میں سے صرف میں اور یہ باقی تھے۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا سرق تو چٹیل میدان میں فوت ہو گا اور تجھے میری امت کا بہتر فرد دفن کرے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ وہ بیعت کرنے والے ۹ جن تھے اور عمر بن عبدالعزیز نے حلفاً" پوچھا کیا واقعی رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا؟ جب اس نے قسم اٹھائی تو عمر بن عبدالعزیز فرط مسرت سے اشکبار ہو

گئے۔ امام بیہقی نے اس کو حسن کہا ہے' واللہ اعلم۔

وھب اور غیلان : امام بیہقی (ہشام بن عمار وغیرہ' ولید بن اسلم' مروان بن سالم برقانی' احوص بن حکیم' خالد بن معدان) حضرت عبادہ بن صامتؓ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں "وھب" نامی ایک شخص پیدا ہو گا اللہ تعالیٰ اسے علم و حکمت عطا فرمائے گا۔ اور ایک "غیلان" نامی شخص ہو گا جو میری امت کے لئے ابلیس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہو گا۔ یہ حدیث صحیح نہیں کہ اس میں مروان بن سالم متروک راوی ہے۔

امام بیہقی (ہشام بن عمار وغیرہ' ولید بن اسلم' ابن لھیعہ' موسیٰ بن وردان) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ شام میں شیطان ایک دفعہ چلائے گا تو دو تہائی لوگ قضاء و قدر کی تکذیب کر دیں گے اس قسم کی روایات سے غیلان مراد ہے جو شام میں پیدا ہوا اور قضاء و قدر کے انکار کے باعث قتل ہوا۔

محمد بن کعب قرظی کے بارے پیش گوئی : حرملہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریظہ نضیر قبیلہ سے ایک بے نظیر عالم پیدا ہو گا اور قرآن کا ماہر ہو گا۔

اہل علم کہتے ہیں کہ اس سے مراد محمد بن کعب قرظی ہے جو قرآن پاک کا بے مثال عالم تھا۔ عون بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے ابن کعب جیسا مفسر قرآن نہیں دیکھا۔

ایک صدی کے اختتام کی پیش گوئی : بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے آخری ایام میں عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو فرمایا "تم نے یہ رات دیکھی؟ (اس کی تاریخ یاد رہے) جو شخص آج روئے زمین پر بقید حیات ہے وہ ایک صدی تک زندہ باقی نہ رہے گا۔" حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے غلط فہمی ہوئی آپ کا مقصد تھا اس صدی کے لوگوں کا ختم ہو جانا۔

مسلم میں حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے ایک ماہ قبل فرمایا لوگ مجھ سے قیامت کے بارے دریافت کرتے ہیں اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' بخدا! روئے زمین پر آج جو شخص زندہ ہے' وہ ایک صدی میں فوت ہو جائے گا۔ ان روایات سے اہل علم یہ استدلال کرتے ہیں کہ خضرؑ اب دنیا میں بقید حیات نہیں۔

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ آج روئے زمین پر جو لوگ زندہ ہیں وہ ایک صدی تک فوت ہو جائیں گے۔ یہ پیش گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی صدی کے اختتام تک سب صحابہؓ فوت ہو گئے۔ بعض علماء نے "حدیث مائتہ" کا اطلاق ہر صدی پر کیا ہے مگر حدیث میں اس کی کوئی صراحت نہیں' واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے بارے پیش گوئی : محمد بن عمرو واقدی (شریح بن یزید' ابراہیم بن محمد بن زیاد الھانی' محمد بن زیاد الھانی) عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھ کر فرمایا یہ لڑکا ایک قرن زندہ رہے گا۔ چنانچہ وہ سو سال زندہ رہے۔

تاریخ بخاری میں ہے کہ ان کے چہرے پر رسولی سی تھی آپؐ نے فرمایا موت سے قبل یہ رسولی ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ موت سے پہلے یہ رسولی ناپید ہو گئی۔ یہ سند سنن اربعہ کی شرائط کی حامل ہے مگر ان میں مذکور نہیں۔ امام بیہقی نے بھی مذکور بالا سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ بقول واقدی وغیرہ عبداللہ بن بسرؓ حمص میں ۸۸ھ میں ۹۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور شام میں آپ آخری صحابی تھے۔

ولید کے بارے پیش گوئی : یعقوب بن سفیان (محمد بن خالد بن عباس سکسکی' ولید بن مسلم' ابو عمرو اوزاعی' ابن شہاب) سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ ام سلمہؓ کے بھائی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام ولید رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی اولاد کے نام مصر کے فرعونوں کے نام ایسے رکھتے ہو۔ عنقریب میری امت میں ایک شخص ولید نامی ہو گا وہ فرعون سے بھی زیادہ ظالم ہو گا۔

امام اوزاعی کہتے ہیں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اس سے مراد ولید بن عبدالملک ہے' پھر واضح ہوا کہ اس سے مراد "وہ نہیں" بلکہ ولید بن یزید مراد ہے کہ اس کے عہد میں لوگ مصائب میں مبتلا ہوئے اور بالآخر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور عوام فتنہ و فساد کے شکار ہو گئے۔ یہ روایت امام بیہقی نے بھی نقل کی ہے۔ مگر اوزاعی کا مقولہ بیان نہیں کیا اور اس مرسل روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

نعیم بن حماد (ہیثم' ابو حمزہ) حسن بصری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ولید نامی ہو گا۔ اس سے جہنم کا ایک زاویہ پر ہو جائے گا۔ یہ روایت بھی مرسل ہے۔

ابو العاص کی اولاد کے بارے : سلیمان بن بلال' حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ابو العاص کی نسل کے چالیس افراد پورے ہو جائیں تو دین میں بگاڑ پیدا کر دیں گے اور لوگوں کو اپنے خادم اور نوکر سمجھیں گے۔ بیت المال اور سرکاری خزانہ کو اپنا سرمایہ سمجھیں گے۔

نعیم بن حماد (بقیہ بن ولید و عبدالقدوس' ابوبکر بن ابی مریم' راشد بن سعد) حضرت ابوذر ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ جب بنو امیہ چالیس اشخاص تک ہو جائیں گے تو وہ اللہ کے بندوں کو اپنے نوکر چاکر سمجھیں گے اور سرکاری خزانے کو عطیہ تصور کریں گے اور کتاب اللہ کو بگاڑ دیں گے۔ یہ روایت منقطع ہے۔ راشد کا ابوذر سے سماع اور لقا نہیں۔

امام احمد (عثمان بن ابی شیبہ' اسحاق بن راھویہ' جریر' اعمش' عطیہ) حضرت ابو سعیدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس روایت میں چالیس کی بجائے ۳۰ افراد کا ذکر ہے۔

حکم ابن ابی العاص والد مروان کی نسل کے بارے : امام بیہقی (علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید صفار' بسام یعنی محمد بن غالب' کامل بن طلحہ' ابن لہیعہ' ابو قبیل) ابن وہب سے بیان کرتے ہیں کہ وہ امیر معاویہؓ کے پاس تھے کہ مروان آیا اور اس نے کوئی ضرورت پیش کر کے کہا واللہ! مجھے سخت تکلیف ہے عیالدار ہوں میرے دس بچے ہیں دس چچا ہیں اور دس بھائی ہیں۔ اس وقت ابن عباسؓ بھی امیر معاویہؓ کے پاس موجود تھے' مروان یہ کہہ کر واپس چلا گیا تو امیر معاویہؓ نے کہا اے ابن عباسؓ خدارا بتایئے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جب حکم کی نسل میں سے تیس آدمی پیدا ہو جائیں گے تو وہ مال غنیمت کو اپنی

دولت سمجھیں گے اور رعایا کو خادم اور نوکر تصور کریں گے اور کتاب اللہ کو بگاڑ دیں گے اور جب ان کی تعداد ۴۹۷ ہو جائے گی تو ان کی ہلاکت و بربادی کھجور چبانے کے عرصہ سے بھی قبل ہو جائے گی تو حضرت ابن عباسؓ نے امیر معاویہؓ کی تصدیق کی۔ مروان نے جا کر عبدالملک کو حضرت معاویہؓ کے پاس بھیج دیا اور اس نے اپنی ضرورت کے بارے گفتگو کی اور واپس چلا آیا تو حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو مخاطب کر کے کہا خدارا بتایئے رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کا ذکر کر کے فرمایا "چار جابر حکمرانوں کا باپ" تو بھی ابن عباسؓ نے تصدیق کی۔ اس حدیث میں غرابت اور عجوبہ پن ہے اور شدید منکر ہے اور ابن لہیعہ راوی اس میں ضعیف ہے۔

امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی (مسلم بن ابراہیم' سعد بن زید برادر حماد' علی بن حکم بنانی' ابو الحسن حمصی) عمرو بن مرہ ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حکم بن ابی العاص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کی۔ آپ نے اس کی آواز پہچان کر کہا اسے اندر آنے کی اجازت دو اور کہا سانپ ہے یا سانپ کی نسل (راوی کو شک ہے) اس پر اور اس کی اولاد پر خدا کی لعنت ہو "ماسوائے مسلم اولاد کے" اور ان میں سے مسلمان نہایت قلیل ہیں' دنیاوی مال و متاع خوب ملے گا اور آخرت میں بہت بہت کم' مکار اور دھوکے باز ہیں' دنیا میں خوش نصیب اور آخرت میں بے نصیب۔

الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد (عبداللہ بن مروان المروانی' ابوبکر بن ابی مریم) راشد بن سعد سے بیان کرتے ہیں نوزائید مروان بن حکم کو دعا کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے دعا سے انکار کے بعد فرمایا ابن زرقاء! اس کے اور اس کی اولاد کے ہاتھوں میں میری امت ہلاک ہو گی۔ یہ روایت مرسل ہے۔

خلفاء بنی امیہ کے بارے : یعقوب بن سفیان' حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے حکم بن ابی العاص کی اولاد کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح اچھلتے کودتے دیکھا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات تک مجھے کھل کھلا کر ہنستے نہیں دیکھا۔

ثوری' علی بن زید بن جدعان' سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں منبر پر بنی امیہ کو دیکھا تو آپ کو رنج و ملال لاحق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی یہ صرف دنیا کا جاہ و جلال ہے تو آپ یہ سن کر خوش ہو گئے اور یہ ہے تفسیر **وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس یعنی بلاء للناس** کی۔

اس میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے اور مرسل ہے۔

ابوداؤد طیالسی' قاسم بن فضل حدائی' یوسف بن مازن راسبی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسنؓ کو حضرت معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہونے کے بعد کسی نے کہا ہے' اے مسلمانوں کو رسوا کرنے والے! تو آپ نے فرمایا مجھے ملامت کر کے شرمندہ نہ کر۔ رسول اللہ ﷺ نے بنی امیہ کو خواب میں اپنے منبر پر دیکھا اور فکرمند ہوئے تو سورت قدر نازل ہوئی کہ لیلتہ القدر بنی امیہ کی ہزار ماہ کی حکمرانی سے کم و بیش نہیں

ہے۔ یہ روایت امام ترمذی' ابن جریر طبری' حاکم اپنی مستدرک میں بیہقی دلائل النبوۃ میں قاسم سے بیان کرتے ہیں یحییٰ بن سعید قطان اور ابن مہدی نے اس کی توثیق کی ہے۔

مجہول راوی : باقی رہا یوسف بن مازن راسبی کا نام ایک روایت میں یوسف بن سعد بھی ہے اور ابن جریر طبری نے عیسیٰ بن مازن کہا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ مجہول ہے اور اسی سند سے معلوم ہے۔ بقول امام ابن کثیر اسے مجہول کہنا' مشکل ہے۔ البتہ مجہول الحال مراد ہو تو ممکن ہے کیونکہ اس سے حماد بن سلمہ' خالد حذاء' اور یونس بن عبیدہ وغیرہ روایت بیان کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معین ان کو مشہور کہتے ہیں اور ایک روایت میں ان کو ثقہ کہا ہے۔ لہٰذا جہالت و گمنامی کا شائبہ تک نہ رہا (بقول امام ابن کثیر) البتہ اس کا دست برداری کے موقعہ پر حاضر ہونا مشکوک ہے ممکن ہے کسی غیر معتبر راوی سے بیان کیا ہو' واللہ اعلم۔ حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے اس کو منکر کہا۔

قاسم بن فضل : کا یہ بیان کہ حکومت بنی امیہ کا حساب کیا گیا تو وہ واقعی "ہزار ماہ سے کم و بیش" نہ تھے' بھی عجیب و غریب اور محل نظر ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ۱۲ سالہ دور حکومت اس میں کسی طرح بھی شمار نہ ہو گا کہ ان کا دور خلافت ممدوح اور قابل تعریف ہے اور خلفاء راشدین میں شمار ہے جو عدل و انصاف کے جادۂ مستقیم پر قائم رہے۔ نیز یہ حدیث جو بنو امیہ کے دور حکومت کے لئے بیان ہوئی ہے۔ اس سے مذمت کا پہلو بھی نہیں ثابت ہوتا کہ "لیلۃ القدر" ان کی ہزار ماہ کی حکومت سے افضل ہے' میں لیلۃ القدر کی افضلیت مسلم ہے اور یہ فضیلت ان کی حکومت کی مذمت کو مستلزم اور ضروری نہیں' کجا یہ کجا وہ' غور کیجئے! یہ ایک باریک نکتہ ہے جس سے اس حدیث کی صحت مشکوک نظر آتی ہے' واللہ اعلم۔

۴۰ھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری اور اتفاق و اتحاد کے سال سے ان کی حکومت کا آغاز شمار کیا جائے جو ۱۳۲ھ تک مسلسل قائم رہی تو ان کی حکومت کا عرصہ ۹۲ سال بنتا ہے۔ جو ہزار ماہ مساوی تراسی سال ۴ ماہ کے بالکل مطابق نہیں۔ بصورت دیگر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ۹ سالہ دور حکومت کو اس مدت سے خارج کر دیا جائے تو ان کی حکومت کا عرصہ ۸۳ سال بنتا ہے یہ بھی ہزار ماہ کے تقریباً برابر ہے پوری طرح مساوی نہیں جیسا کہ بقول قاسم "اس میں معمولی کمی بیشی بھی نہیں"

علاوہ ازیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ۹ سالہ دور حکومت (جس میں حجاز اہواز' عراق اور بقول بعض مصر تک ان کی حکومت محدود رہی) میں بھی بنی امیہ کی حکومت شام میں مستحکم رہی۔ نیز بنی امیہ کی مذموم حکومت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا اڑھائی سالہ دور اقتدار کا زمانہ بھی لازماً شمار ہو گا کہ وہ بھی اموی ہیں۔ مگر اس کا کوئی شخص بھی قائل نہیں بلکہ ائمہ اسلام کی صراحت موجود ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا شمار خلفائے راشدین میں ہے۔ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جملہ تابعین میں سے میں صرف عمر بن عبدالعزیز کے قول کو حجت سمجھتا ہوں۔

غور کیجئے! اب یہ اڑھائی سالہ دور حکومت اس سے خارج کر دیا جائے تو حساب میں خاصا خلل واقع ہو

گا۔ اگر اس میں داخل سمجھا جائے تو ان کے اڑھائی سالہ دور حکومت کا مذموم اور برا ہونا لازم آتا ہے' جو ائمہ اسلام کی صراحت کے سراسر خلاف ہے۔ ان وجوہات سے اس حدیث کی غرابت اور نکارت بالکل واضح ہے۔

اختلاف تک حکومت : نعیم بن حماد (سفیان' علاء بن ابی العباس' ابوالطفیل) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب تک بنوامیہ میں باہمی اختلاف نہ پیدا ہوا اس وقت تک یہ حکومت ان میں قائم رہے گی۔

ابو سالم جیشانی حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں حکومت بنی امیہ میں قائم رہے گی یہاں تک کہ وہ اپنے حکمران کو قتل کریں گے اور آپس میں حسد کریں گے۔ جب یہ صورت حال پیدا ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان پر مشرقی اقوام کو مسلط کر دے گا جو ان کو یکے بعد دیگر نیست و نابود کر دیں گے اور ان کا محاصرہ کریں گے۔ واللہ! وہ ایک سال حکومت کریں گے تو ہم دو سال حکمران ہوں گے دو سال حکمران رہیں گے تو ہم چار سال حکومت کریں گے۔

نعیم بن حماد (ولید بن مسلم' حصین بن ولید' زہری بن ولید' ام الدرداء) حضرت ابودرداء سے بیان کرتے ہیں کہ جب شام اور عراق کے درمیان نوجوان مظلوم خلیفہ (ولید بن یزید) قتل کر دیا گیا تو ناحق خون ریزی ہو گی اور حکومت کی طاعت برائے نام ہو گی۔

عباسی حکومت کے بارے : یعقوب بن سفیان (محمد بن خالد بن عباس' ولید بن مسلم' ابو عبداللہ' ولید بن ہشام معیطی) ابان بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ حضرت معاویہؓ کے ہاں "میری موجودگی میں" تشریف لائے تو امیر معاویہؓ نے خوب عطیات پیش کئے۔ پھر پوچھا اے ابن عباس! کیا آپ کی نسل میں حکومت ہوگی؟ فرمایا جناب امیر المومنین چھوڑیئے اس میں کیا ہے؟ امیر معاویہؓ نے اصرار کیا تو آپ نے بتایا ہاں ہماری حکومت ہوگی۔ پوچھا آپ کے معاون کون ہوں گے؟ فرمایا خراسانی اور امویوں کے ہاشمیوں سے روابط ہیں۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے میں رسول اللہ ﷺ کے قریب سے گزرا (آپ جبرائیل کے ہمراہ تھے۔ (میں سمجھا وہ دحیہ کلبی ہے) تو جبرائیلؑ نے نبی علیہ السلام کو بتایا اس کا لباس میلا کچیلا ہے اس کی نسل کا لباس سیاہ ہو گا اس کی سند میں حجاج بن تمیم ایک ضعیف راوی ہے۔

امام بیہقی (حاکم' ابو بکر بن اسحاق و ابوبکر بن بالونہ وغیرہ' عبداللہ بن احمد بن حنبل' یحییٰ بن معین' عبیداللہ بن ابی قرہ' لیث بن سعید' ابو قبیل' ابومیسرہ غلام عباس) حضرت عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ آپ نے فرمایا آسمان پر کوئی چیز نظر آرہی ہے؟ عرض کیا جی ہاں! پوچھا کیا ہے؟ عرض کیا ثریا ہے پھر فرمایا تیری نسل سے کہکشاں کے ستاروں کے موافق امت محمدیہ کے راہنما اور حکمران ہوں گے۔ عبیداللہ بن ابی قرہ کی اس حدیث میں کسی نے متابعت نہیں۔

امام بیہقی نے ایک ضعیف راوی محمد بن عبدالرحمٰن عامری کی سند سے حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ کو فرمایا تمہارے خاندان میں نبوت اور سلطنت ہے۔ ابوبکر بن خیثمہ'

ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ نے جس طرح ہمارے خاندان میں حکمرانی کا آغاز کیا ہے امیدوار ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر ہی اس کا اختتام کرے گا۔ یہ سند عمدہ ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا اپنا کلام ہے۔

سفاح اور منصور : یعقوب بن سفیان' حضرت سعید بن جبیر سے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے ۱۲ امیر ہوں گے اور بارہ' پھر قیامت ہوگی۔ یہ بات سن کر ابن عباس نے کہا کیسے احمق ہو! ابھی قیامت؟ بعد ازیں ہمارے خاندان سے منصور' سفاح اور مہدی ہوں گے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام تک۔

امام بیہقی (اعمش' ضحاک) حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ ہمارے خاندان سے سفاح' منصور اور مہدی ہے۔ یہ سند ضعیف اور منقطع ہے کہ ضحاک کا ابن عباسؓ سے سماع نہیں ہے۔

مہدیؑ : عبدالرزاق (ثوری' خالد حذاء' ابو قلابہ بن ابی اسماءؒ) حضرت ثوبان ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تمہاری اس بھٹی کے پاس خلیفہ کے ۳ بچے قتل ہوں گے اور کوئی فیصلہ نہ ہوگا' پھر خراسان سے سیاہ علم بردار لوگ آئیں گے ان سے عظیم جنگ ہوگی۔ پھر خلیفہ مہدی آئے گا جب تم اس کی آمد کی خبر سنو! تو اس کی بیعت کے لئے چلے آؤ' خواہ برف پر چل کر آنا پڑے۔

ابن ماجہ نے یہ روایت احمد بن یوسف سلمی اور محمد بن یحییٰ ذہلی کی معرفت عبدالرزاق سے بیان کی ہے۔ اور بیہقی نے بھی اس کو عبدالرزاق سے بیان کر کے یہ کہا ہے کہ عبدالرزاق اس میں منفرد ہے اور امام بیہقی نے (عبدالوہاب بن عطا از خالد حذاء از ابی قلابہ از اسماء) موقوف بھی بیان کیا ہے۔

سیاہ علم : حافظ بیہقی (علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید صفار' محمد بن غالب' کثیر بن یحییٰ' شریک' علی بن زید' ابوقلابہ' ابی اسماء) حضرت ثوبانؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے آئیں تو تم ان کی طرف چلے آؤ خواہ برف پر چل کر آنا پڑے ان میں خلیفہ مہدی ہے۔

حافظ بزار (فضل بن سہل' عبداللہ بن داھر رازی بن یحییٰ' داھر بن یحییٰ رازی' ابن ابی لیلیٰ' حکم' ابراہیم) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی ہاشم کے نوجوانوں کا تذکرہ کیا تو آپ آبدیدہ ہو گئے اور جھنڈوں کا تذکرہ کر کے فرمایا جو شخص ان کو پائے وہ ان کی طرف چلا آئے خواہ برف پر چل کر آنا پڑے۔

حافظ بزار فرماتے ہیں ہمارے علم یہ حدیث حکم سے صرف ابن ابی لیلیٰ ہی نقل کرتے ہیں اور اس سے صرف داھر بن یحییٰ رازی ہی بیان کرتا ہے جو اھل رائے میں سے ہے اور اسکی حدیث درست ہے۔

حافظ ابو یعلی (ابوہشام بن یزید بن رفاعہ' ابوبکر بن عیاش' یزید بن ابی زیاد' ابراہیم' علقمہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ سیاہ جھنڈے سے مشرق کی جانب سے آئیں گے۔ وہ جنگ میں مصروف رہیں گے' عدل و انصاف کے غالب ہونے تک اور عدل و انصاف کا مطالبہ کریں گے مگر وہ منظور نہ ہوگا پھر وہ غالب آجائیں گے ان سے بھی عدل کا مطالبہ ہوگا وہ بھی پورا نہیں کریں گے۔ یہ سند حسن ہے۔

امام احمد (یحییٰ بن غیلان اور قتیبہ بن سعید' رشد بن سعد' یونس بن یزید' ابن شہاب' قبیصہ بن ذؤیب خزاعی)

حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے۔ ان کا مقابلہ دشوار ہو گا یہاں تک کہ وہ ایلیا میں گاڑ دیئے جائیں گے۔

امام ترمذی نے قتیبہ سے بیان کیا ہے اور غریب کہا ہے۔ امام حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت رشد بن سعد کی سند سے بیان کی ہے اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ رشد بن سعد منفرد اور تنہا ہے۔ قریباً اسی مفہوم کی حامل روایت کعب احبار سے مروی ہے اور احتمال ہے کہ یہی درست ہو' واللہ اعلم۔

یعقوب بن سفیان (محمد' ابوالمغیرہ' عبدالقدوس' اسماعیل بن عیاش' یکے از تلامذہ کعب احبار) کعب احبار سے نقل کرتے ہیں کہ عباسیہ کے سیاہ جھنڈے آئیں گے اور وہ شام میں فروکش ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر دشمن اور ہر ظالم کو قتل کروائے گا۔

سفاح : امام احمد (عثمان بن ابی شیبہ' جریر' اعمش' عطیہ عونی) حضرت ابوسعید خدری ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ آخری زمانہ اور پر آشوب دور میں سفاح ظاہر ہو گا وہ خوب مال و دولت تقسیم کرے گا۔

سفاح ابوالعباس' عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ۱۳۰ھ میں ظاہر ہوا ان کے سیاہ علم تھے اور سیاہ لباس تھا جیسے کہ رسول اللہ ﷺ سیاہ عمامہ باندھے فتح کے روز مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ پھر اس نے بنی امیہ کے ساتھ جنگ و جدال کے لئے اپنے چچا عبداللہ کو روانہ کیا اور ۱۳۲ھ میں ان کو یکسر نیست و نابود کر دیا اور بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان الحماد میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ بعض اسے مروان جعدی بھی کہتے ہیں کہ وہ جعد بن درہم سے برسرپیکار رہا اور عبداللہ دمشق میں ان کے جملہ املاک پر قابض ہو گیا۔ الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد نے سیاہ علم والی روایات کا استقصا کیا اور ساری بیان کی ہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ واقعہ ابھی ظاہر نہیں ہوا بلکہ آخری زمانہ میں ظہور پذیر ہو گا

ذلیل بن ذلیل : عبدالرزاق' معمر' زہری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل حکومت لکع بن لکع اور ذلیل بن ذلیل کے ہاتھ میں ہو گی' یعنی ابومسلم خراسانی جو عباسی حکومت قائم کرنے میں بنیادی کردار کا حامل تھا۔

انتقال اقتدار : غرضیکہ ۱۳۲ھ میں اقتدار بنو امیہ سے بنو عباس میں منتقل ہو گیا اور درج ذیل خلفاء تخت حکومت پر متمکن ہوئے۔ ابوالعباس سفاح' ابوجعفر عبداللہ منصور' مہدی محمد بن عبداللہ' ہادی' ہارون رشید وغیرہ۔ گذشتہ روایات میں جو مہدی مذکور ہے اس سے مراد یہی بنی عباس کا تیسرا خلیفہ ہے' مہدی آخرالزمان علیہ السلام مراد نہیں جو دکھی دنیا میں عدل و انصاف قائم کریں گے۔

مہدی : مہدی علیہ السلام کے بارے جو روایات منقول ہیں ان کو ہم (امام ابن کثیر) نے ایک مستقل تصنیف میں بیان کر دیا ہے اور امام ابوداؤد نے بھی سنن میں ایسی روایات کو ایک مستقل باب میں جمع کر دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مہدی یہ اقتدار عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ کی گذشتہ روایت "**یخرج عند انقطاع من الزمان وظهور من الفتن رجل یقال له السفاح**" میں مذکور سفاح سے پہلا عباسی خلیفہ مراد لینا ذرا بعید از عقل ہے اس کو آخری زمانہ پر

محمول کرنا قرین قیاس ہے کہ نعیم بن حماد' نضیح بن عامر سے نقل کرتے ہیں کہ سفاح ۴۰ برس زندہ رہے گا اس کا نام تورات میں "طاہر السماء" ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں ممکن ہے سفاح "خون ریز" آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے مہدی کی صفت ہو اس لئے کہ وہ عدل و انصاف قائم کرنے کی خاطر بکثرت خونریزی کرے گا اور یہ سیاہ علم اس کے ہمراہ ہوں گے۔ (بشرط صحت حدیث) سب سے اول وہ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہو گا پھر اس کے معاون و مددگار خراسان سے آئیں جیسے کہ پہلے عباسی خلیفہ کے لئے آئے۔ مذکور بالا احادیث و روایات کی کوئی اسناد بھی جرح قدح سے مبرا نہیں' "واللہ اعلم بالصواب"

بارہ امام : سے مراد رافضیوں کے بارہ امام مراد نہیں بلکہ خلفاء اربعہ اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ مراد ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بارہ خلفاء ہوں گے۔ "پھر آہستہ سے کچھ کہا میں سمجھ نہ سکا" پوچھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سب قریشی ہوں گے۔

الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے خلفاء کی تعداد بھی موسیٰ کے نقیبوں اور سرداروں جتنی ہو گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت حذیفہ بن یمان' حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت کعب احبار سے بھی ایسے اقوال منقول ہیں۔ امام ابوداؤد' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ "یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ اس میں بارہ خلفاء گزر جائیں اور امت کا ان پر اتفاق ہو گا" میں ایک بات نہ سمجھ سکا اپنے والد سے پوچھی تو اس نے بتایا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ وہ سب قریشی ہوں گے۔

امام ابوداؤد (ایک اور سند سے) حضرت جابر بن سمرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امت مسلمہ کا حال معتدل اور درست ہو گا۔ اپنے دشمن پر غلبہ ہو گا۔ یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گزر جائیں اور وہ سب قریشی ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے بعد گھر تشریف لے آئے تو قریش نے گھر میں آکر پوچھا پھر کیا ہو گا' فرمایا پھر قتل و غارت۔ امام بیہقی فرماتے ہیں پہلی روایت میں بارہ کی تعداد مذکور ہے' دوسری میں ان کا معزز اور غالب ہونا اور تیسری میں قتل و غارت کا ذکر ہے۔

ولید بن یزید بن عبدالملک کے عہد تک یہ صفت بدرجہ اتم موجود رہی' پھر کشت و خون کا زمانہ آیا' بعد ازیں عباسیہ کا دور آیا۔ حدیث میں مذکور غلبہ کی صفت نظر انداز کر دی جائے یا قتل و غارت کے بعد والے خلفاء اس میں شمار کر لئے جائیں تو بارہ سے متجاوز ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حکومت قریش میں قائم رہے گی جب تک لوگوں میں سے دو شخص بھی باقی ہوں گے۔ بخاری شریف میں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت قریش میں ہو گی' ان سے جو کوئی دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اوندھا گرا دے گا جب تک وہ دین کے پابند رہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ جب تک وہ شریعت کے احکام کے پابند ہوں گے گو ان میں کوئی عملی

کوتاہی ہو۔

بارہ خلفاء : امام بیہقی وغیرہ کا یہ مسلک کہ بارہ خلفاء سے مراد مسلسل خلفاء مراد ہیں جو ولید بن یزید بن عبدالملک کے عہد تک ہوئے۔ یہ مسلک محل نظر اور قابل اعتراض ہے کہ ولید بن یزید کے عہد تک خلفاء کی تعداد بارہ سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ حدیث سفینہ کے مطابق تیس سال تک ۴ خلفاء راشدین پانچویں حضرت حسن بن علی حسب وصیت علی رضی اللہ عنہ۔

(بخاری شریف میں حدیث ابی بکرۃؓ کے موافق) پھر امیر معاویہؓ پھر یزید بعد ازیں معاویہ بن یزید' پھر مروان بن حکم پھر عبدالملک پھر ولید بن عبدالملک پھر سلیمان بن عبدالملک پھر عمر بن عبدالعزیز پھر یزید بن عبدالملک پھر ہشام بن عبدالملک پھر ولید بن یزید یہ ولید سے قبل پندرہ خلفاء ہوئے۔

اگر اس میں ابن زبیر کو شمار کر لیا جائے تو سولہ ہو گئے۔ بہرحال یہ بارہ کی تعداد عمر بن عبدالعزیز سے قبل ہی پوری ہو جاتی ہے۔ جس میں یزید بن معاویہ تو شامل ہے اور عمر بن عبدالعزیز خارج ہیں جن کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے کہ وہ خلفاء راشدین میں سے ہیں اور ان کا دور خلافت بہترین دور ہے جس کے رافضی بھی معترف ہیں۔ اگر امام بیہقی یہ فرمائیں کہ بارہ خلفاء سے وہ مراد ہیں جن پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہو تو بھی یہ مسلک درست نہیں کہ اس اصول کے پیش نظر حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ دونوں کا بارہ سے اخراج لازم آتا ہے۔ کیونکہ تمام اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ساری امت کا ان پر اتفاق نہیں ہوا۔ لہٰذا اس قاعدہ کے تحت بارہ کی تعداد کچھ اس طرح ہو گی۔ حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ' حضرت معاویہؓ' یزید' عبدالملک' ولید بن سلیمان' حضرت عمر بن عبدالعزیز' یزید' ہشام۔ یہ دس ہوئے پھر ولید بن یزید بن عبدالملک مگر یہ بھی قابل ترجیح نہیں کیونکہ اس سے حضرت علیؓ اور حسنؓ کا بارہ خلفاء سے اخراج کے علاوہ حدیث سفینہؓ کی مخالفت لازم آتی ہے اس میں ہے کہ آپؐ کے بعد خلافت تیس سال قائم رہے گی پھر بادشاہت کا دور ہو گا اس کے پیش نظر حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ کہنا ہی درست نہیں ہو گا۔

راجح مسلک : خلافت مسلسل تیس سال قائم رہی پھر اس میں وقفہ آگیا اور انقطاع پیدا ہو گیا' آئندہ پھر بھی راشد خلفاء پیدا ہوں گے جیسے کہ حدیث جابرؓ میں مذکور ہے۔

نعیم بن حماد نے حذیفہ بن یمان سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بعد بنی امیہ سے بارہ حکمران اور بادشاہ ہوں گے۔ کسی نے کہا یعنی خلفاء؟ فرمایا نہیں بلکہ بادشاہ۔

ابوالجلد کی رائے : امام بیہقی' حاتم بن صفرہ کی معرفت ابوبکر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ہمسایہ ابوالجلد سے سنا ہے وہ حلفاً کہتا تھا کہ قیامت سے قبل امت محمدیہ میں بارہ خلفا ضرور پیدا ہوں گے جو دین اور شریعت کے پابند ہوں گے۔ دو ان میں سے اہل بیت سے ہوں گے۔ ایک کی عمر ۴۰ سال ہو گی اور دوسرے کی ۳۰ سال۔

امام بیہقی نے ابوالجلد کے اس مسلک (کہ بارہ خلفا ضرور پیدا ہوں گے مگر تسلسل شرط نہیں) کی خوب تردید کی ہے مگر بن نہیں پڑی۔ ابوالجلد کے اس مسلک کی بیشتر علماء نے تائید کی ہے اور سابقہ گزارشات کے

پیش نظر' یہی مسلک قابل ترجیح ہے۔ ابوالجلد مطالعہ کا شوقین تھا' اس کے زیر مطالعہ سابقہ سماوی کتب بھی تھیں چنانچہ موجودہ تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیلؑ کی بشارت دی اور بتایا کہ اس کی نسل کو خوب پھیلائے گا اور اس کی اولاد میں سے ۱۲ عظیم لوگ پیدا ہوں گے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہی بارہ خلفا ہیں جن کی بشارت اور پیش گوئی حدیث جابرؓ بن سمرہ میں مذکور ہے یہ مسلسل نہیں بلکہ متفرق دور میں پیدا ہوں گے۔

مغالطہ : یہودیت کے بعد اسلام قبول کرنے والے بیشتر مسلمانوں کو یہ مغالطہ پیدا ہوا ہے کہ بارہ خلفاء سے مراد وہ بارہ امام ہیں جن کی امامت کے روافض قائل ہیں۔ نعیم بن حماد' کعب احبار سے نقل کرتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے بارہ قیم اور حکمران پیدا ہوں گے۔ حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ان سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

نعیم بن حماد' یحییٰ بن عمرو شیبانی سے بیان کرتے ہیں کہ جس کے زیر حکومت حرمین شریفین نہیں وہ خلیفہ نہیں۔

عباسی دور کے بارے پیش گوئی : الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ میرے پاس حذیفہ بن یمانؓ تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب نے مجھ سے "حمعسق" کے بارے مکرر سوال کیا جواب نہ ملا تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا میں آپ کے بار بار سوال کرنے کی وجہ سمجھ گیا ہوں سنئے! یہ آیت اہل بیت میں سے عبداللہ یا عبدالالہ نامی حکمران کے بارے نازل ہوئی ہے۔ وہ ایک مشرقی نہر پر فروکش ہوگا' اس کے دونوں ساحل پر دو شہر تعمیر کرے گا' ان میں ہر متکبر اور ضدی شخص آباد ہوگا۔

من گھڑت روایت : ابوالقاسم طبرانی (احمد بن عبدالوہاب بن بخد حوطی' ابوالمغیرہ' عبداللہ بن سمط' صالح بن علی ہاشمی' علی ہاشمی) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا "۱۵۴ھ کے بعد اپنی حقیقی اولاد کی پرورش سے کتے کا پلہ پالنا بہتر ہے۔" یہ حدیث موضوع ہے اور عبداللہ بن سمط کی کارستانی ہے۔

الفتن والملاحم میں امام بخاری کے استاد نعیم بن حماد خزاعی نے' ابو عمرو بصری' ابوبیان معافری' بدیع' کعب احبار سے بیان کیا ہے ۱۶۰ھ میں تحمل مزاج لوگوں کے حلم میں دانشوروں کی دانش میں کمی اور کوتاہی پیدا ہو جائے گی۔

امام مالکؒ کے بارے پیش گوئی : امام ترمذی (ابن عیینہ' ابن جریج' ابوالزبیر' ابوصالح) حضرت ابوہریرہ سے روایت بیان کرتے ہیں "عنقریب لوگ علم کی تلاش میں دور دراز سفر کریں گے۔ لیکن مدینے کے عالم سے کوئی زیادہ علم والا نہیں پائیں گے۔" یہ حدیث حسن ہے۔ بقول ابن عیینہ اور عبدالرزاق اس سے مراد امام مالک م ۱۷۹ھ ہیں۔

امام شافعیؒ : ابوداؤد طیالسی نے عبداللہ سے اور امام حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قریش کو برا بھلا مت کہو۔ ان کا عالم روئے زمین کو علم سے منور اور مالا مال کر دے گا الٰہی! قریش کے اولیں طبقہ کو خستہ حالی سے دوچار کیا ہے تو ان کے بعد آنے والی نسل کو خوشحال بنا' بقول حافظ

ابو نعیم اصبہانی اس سے مراد امام محمد بن ادریس شافعی م ۲۰۴ھ ہیں ہم "امام ابن کثیر" نے امام شافعی اور ان کے تلامذہ کے حالات و تراجم ایک مستقل تصنیف میں مرتب اور جمع کئے ہیں۔

کم عیال : رواد بن جراح' حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ ۲۰۰ھ کے بعد خفیف الحاذ اور کم عیال شخص سب سے بہتر ہو گا' رسول اللہ ﷺ سے دریافت ہوا خفیف الحاذ کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا جس کا اہل و عیال اور مال کم ہو۔

کرامات : ابن ماجہ میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کرامات کا ظہور ۲۰۰ھ کے بعد ہو گا۔

طبقات : نصر بن علی جہضمی (نوح بن قیس' عبداللہ بن معقل' یزید رقاشی) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے پانچ طبقے ہیں۔ پہلا طبقہ چالیس سال کا نیک اور متقی لوگوں کا' دوسرا ایک سو بیس تک باہمی رحمت و مودت اور صلہ رحمی کا۔ تیسرا ایک سو ساٹھ تک' منافرت اور قطع رحمی کا دور' پھر قتل و غارت کا دور ہو گا۔ نجات اور اپنی خلاصی کیلئے سر توڑ کوشش کرو۔

نصر بن علی جہضمی (حازم ابو محمد عنزی' مسور بن حسن' ابی معن) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے پانچ دور ہیں ہر دور چالیس سال کا ہے۔ میرا اور صحابہؓ کا دور اہل علم اور اہل ایمان کا دور ہے۔ اسی سال تک دوسرا دور نیک اور متقی لوگوں کا دور ہے۔ پھر مذکورہ بالا روایت کی طرح بیان کی ہے۔

یہ حدیث دونوں سند سے غریب ہے اور اس میں نکارت اور عجوبہ پن واضح ہے' واللہ اعلم۔

تین دور : امام احمد (وکیع بن اعمش' ہلال بن بیان) عمرانؓ بن حصین سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے' پھر ان لوگوں کا جو اس دور کے متصل ہیں پھر ان لوگوں کا جو اس دور کے بعد ہوں گے پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے کو موٹا کرنا چاہیں گے مٹاپے کو پسند کریں گے' گواہی دیں گے گواہی کے لئے بلانے سے پہلے (یعنی کذب و افترا کیلئے ہروقت تیار) رواہ الترمذی۔

مسلم اور بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کا بہترین دور میرا دور ہے۔ پھر ان لوگوں کا دور جو میرے بعد ہیں پھر ان لوگوں کا دور جو ان کے بعد ہیں پھر ان لوگوں کا جو ان سے بھی بعد ہیں۔ پھر ایسے بے دین لوگ آئیں گے جو گواہی اور قسم دینے میں نہایت بے باک ہوں گے۔

ابراہیم راوی کہتے ہیں ابتدائی ایام میں ہمیں گواہی اور حلف دینے پر مار پڑتی تھی۔

مامون کے بارے : نعیم بن حماد' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا "عباسؓ کی اولاد سے ساتواں خلیفہ لوگوں کو کفر کی دعوت دے گا' لوگ اس کی بات تسلیم نہیں کریں گے اور اس کے اہل خانہ کہیں گے تو ہمیں زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہے گا میں تو ابوبکرؓ اور عمرؓ کی سیرت پر چلنا چاہتا ہوں لوگ اس کی دعوت کا انکار کریں گے۔"

اس پیش گوئی کا مصداق خلیفہ مامون ہے جس نے قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ کی لوگوں کو دعوت دی اور اللہ تعالیٰ نے اس غلط عقیدہ سے لوگوں کو محفوظ رکھا۔

پانچ صد سال : امام احمدؒ جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے لوگوں کو قسطنطنیہ کے جہاد کے لئے روانہ کیا تھا اور عہد معاویہ میں، میں نے خیمہ کے اندر ابو ثعلبہ خشنی سے سنا، واللہ! "مسلم قوم نصف یوم یعنی پانچ صد سے کم زندگی نہیں پائے گی جب شام ایک خاندان کے زیر حکومت ہو گا اس وقت قسطنطنیہ فتح ہو گا۔"

ابوداؤد میں حضرت ابو ثعلبہ خشنی ؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلم قوم کو نصف یوم تک ضرور قائم رکھے گا۔ امام ابوداؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلم قوم کو نصف یوم تک ضرور قائم رکھے گا۔ حضرت سعدؓ سے نصف یوم کی مدت دریافت ہوئی تو فرمایا پانچ صد سال۔

اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ ۵ سو سال تک ضرور باقی رہے گی۔ نیز پانچ صد سال تک بقا اور قیام مزید مدت کے منافی نہیں۔ اور یہ نصف یوم سے ۵۰۰ سال کا مفہوم **وان یوماً عند ربک کالف سنة مما تعدون** (۲۲/۴۷) سے ماخوذ ہے کہ ایک یوم تمہارے حساب کے لحاظ سے اللہ کے نزدیک ہزار برس کے برابر ہے۔

ہزار سال : "**انه علیه السلام لا یولف فی قبره**" کہ "نبی علیہ السلام کو روضہ مبارک میں زیر زمین ہزار سال سے زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا۔" یہ ایک بے بنیاد بات ہے، اسلامی کتب میں موجود نہیں۔ صرف عوام کی زبان پر عام ہے۔

حجاز سے آتش کے ظہور کی پیش گوئی : بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس کی روشنی سے بصرہ ملک شام کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

شیخ شہاب الدین ابو شامہ ۶۶۵ھ تاریخ میں رقمطراز ہے کہ بروز جمعہ ۵ جمادی الاخریٰ ۶۵۴ھ کو آگ نکلی اور یہ ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ رہی اور مدینہ سے متعدد خطوط موصول ہوئے جن میں مدینہ کے مشرقی جانب شظا وادی کے گوشے سے جبل احد کے سامنے اس کے ظاہر ہونے کی کیفیت بیان ہے کہ وہ پورے میدان میں پھیل چکی ہے اور اس سے چنگاریاں اڑ رہی ہیں جو حجاز کو تباہ کر دیں گی۔

بروز سوموار یکم جمادی الاخریٰ ۶۵۴ھ میں سخت دھماکہ ہوا اور زلزلہ آیا جو شب و روز بڑھتا رہا، یہاں تک کہ ۵ جمادی الاخریٰ بروز جمعہ یہ آگ نمودار ہوئی آگ کی شدت سے وادی شظا کے پہاڑ بہہ پڑے اس کا طول ۱۲ میل عرض ۴ میل عمق آدمی کے ڈیڑھ قامت کے برابر تھا۔ تانبے کی طرح پتھر پگھل کر بہہ پڑے، پھر وہ کوئلے کی طرح سیاہ ہو گئے۔ اس کی روشنی تیما تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اتنی تیز تھی کہ رات کے وقت لوگوں نے اس روشنی میں لکھا گویا ہر گھر میں چراغ ہے اور مکہ کے باشندوں نے بھی آگ کی روشنی دیکھی۔

مجھے (امام ابن کثیر) قاضی صدر الدین علی بن ابی قاسم تیمی حنفی نے اپنے والد شیخ صفی الدین مدرس مدرسہ بصریٰ کی معرفت بتایا کہ ان کو متعدد لوگوں نے جو اس وقت بصریٰ میں موجود تھے بتایا کہ انہوں نے اس آگ کی روشنی میں رات کو بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں دیکھیں۔

مورخ ابوشامہ لکھتے ہیں کہ مدینہ کے باشندوں نے ان دنوں مسجد نبوی میں پناہ لی اور توبہ و استغفار کی' غلام آزاد کئے' صدقہ و خیرات تقسیم کئے۔ اسی سال بغداد میں پانی کا سخت سیلاب آیا جیسے مدینہ کے نواح میں آگ کا طوفان آیا کسی شاعر نے یہ اس طرح نظم کیا ہے۔

سبحان من أصبحت مشيئته جارية في الورى بمقدار

أغرق بغداد بالمياه كما أحرق أرض الحجاز بالنار

ظالم انتظامیہ اور عریانی : امام احمد' حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو ایسے لوگ دیکھو گے جو صبح شام اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب میں ہوں گے اور ملعون ہوں گے ان کے ہاتھوں میں گائے کی دم ایسے کوڑے ہوں گے۔ رواہ مسلم۔

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو قسم کے دوزخی ابھی تک میرے مشاہدے میں نہیں آئے۔

(۱) ان کے ہاتھوں میں گائے کے دم ایسے کوڑے ہیں جو لوگوں پر برساتے ہیں۔

(۲) عورتیں لباس پہنے ہوئے مگر عریاں' خود گناہ کی طرف مائل اور دوسروں کو خراب کرنے اور گناہ کی ترغیب دینے والیاں۔ ان کی چوٹیاں اور جوڑے بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ہوں گی وہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی مہک پائیں گی۔ اس کی مہک بہت دور مسافت سے آتی ہے۔

اس پیش گوئی کے مطابق یہ کوڑے بردار سپاہی صدیوں سے موجود ہیں۔ اسی طرح عریاں لباس پہننے والی عورتیں بھی جو ان کی عریانی میں مزید اضافے کا موجب ہوتا ہے اور غیروں کے لئے زیب و زینت کا سامان ہوتا ہے۔

رزق کی فراوانی : امام احمد اور حافظ بیہقی' طلحہ بن عمرو بصری سے بیان کرتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے رزق کی تنگی کا شکوہ کیا' یارسول اللہ ﷺ صرف کھجور کھانے سے معدے خراب ہو چکے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا ایسا وقت آیا ہے کہ ہمارے پاس کھانے کو سوائے پیلو کے اور کچھ نہ تھا۔ پھر ہم ہجرت کر کے انصار کے پاس آئے انہوں نے ہمیں اپنے کھانے میں شریک کیا' وہ کھجور کھاتے ہیں' واللہ! مجھے اگر روٹی کھلانے کی استطاعت ہوتی تو ضرور کھلاتا۔ ہاں! البتہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے' تمہارے لباس کعبہ کے غلاف کی طرح ریشمی ہوں گے اور صبح شام کھانے سے برتن لبریز ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہماری یہ فقر و فاقہ کی زندگی بہتر ہے یا وہ؟ فرمایا تمہاری یہ تنگ دستی کی زندگی بہتر ہے۔ تم آج آپس میں بھائی ہو اور خوشحالی میں تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے۔

سفیان ثوری نے یحییٰ بن سعید کی معرفت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میری امت کے لوگ نازو نخرے سے اترا کر چلیں گے' فارس اور روم کے لوگ ان کے خادم ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان میں باہمی رقابت اور بغض پیدا کر دے گا۔ امام بیہقی نے یہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے بیان کی ہے۔

ہر صدی کے اختتام پر مجدد : امام ابوداؤد (سلیمان بن داؤد مہری' ابن وھب' سعید بن ابی ایوب' شراحیل بن زید معافری' ابو علقمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں اس امت کے لئے ایسا عالم پیدا کرے گا جو بدعات اور خرافات کو مٹا کر دین کو تازہ کر دے گا۔

امام ابوداؤد کہتے ہیں یہ روایت عبدالرحمٰن بن شریح' اسکندرانی نے بھی بیان کی ہے۔ مگر صرف شراحیل تک سند بیان کی ہے۔ صدی کے اختتام پر ہر فرقہ اپنے اپنے علماء اور مشائخ کو مجدد قرار دیتا ہے اور اس حدیث کا مصداق ٹھہراتا ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ حدیث تجدید' صدی کے ہر عالم اور مبلغ پر صادق آتی ہے جس نے تبلیغ وغیرہ کے ذریعہ دین کی آبیاری کی اور بدعات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا' جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ہر زمانہ میں کچھ اچھے اور نیک لوگ دین کا علم حاصل کریں گے جو غالی اور بدعتی لوگوں کی تحریفات اور بدعات کو واضح بیان کریں گے' جھوٹے اور باطل لوگوں کی جعل سازی کو مٹا دیں گے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ طریق کار آج آٹھویں صدی تک موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جاری ساری رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر کرے' اپنے نیک بندوں میں شامل فرمادے اور جنت کے وارث قرار دے۔ آمین یارب العالمین۔

حق پرست گروہ اہل حدیث : بخاری شریف میں ہے ایک گروہ میری امت کا ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اس کا ساتھ چھوڑ کر اسے رسوا کرنے والا اور مخالفت کرنے والا کوئی بھی اس کو تاقیامت نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ وہ اسی طرح اپنے راستے پر گامزن رہے گا۔

بخاری شریف میں ہے یہ گروہ شام میں ہے۔ اور اکثر علماء سلف کا خیال ہے وہ اہل حدیث ہیں۔ یہ بھی ایک پیش گوئی ہے اور شام میں بہ نسبت اور ممالک کے اہل حدیث بکثرت موجود ہیں۔ خصوصاً دمشق میں' اللہ اس کو محفوظ و مامون رکھے' جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ پر آشوب دور میں شام مسلمانوں کا قلعہ اور ڈیرہ ہے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی : مسلم شریف میں حضرت نواس بن سمعانؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے دمشق میں سفید مشرقی منارہ پر اتریں گے۔

تصحیح : حدیث مسلم میں ہے "انه ینزل من السماء علی المنارة البیضاء شرقی دمشق" غالب خیال ہے کہ یہ الفاظ یوں ہیں "علی المنارة البیضاء الشرقیه بدمشق" کسی صاحب سے معلوم ہوا ہے کہ مسلم کے ایک نسخہ میں اسی طرح ہے مگر مجھے وہ اب تک نہیں میسر ہوا' واللہ المیسر۔

۷۴۰ھ میں عیسائیوں نے ایک سازش کے تحت یہ منارہ جلا کر خاکستر کر دیا تو بطور پاداش ان کے مال و

دولت سے اس کی تجدید اور مرمت ہوئی۔ اس حدیث میں یہ راز مضمر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی مینار پر نزول فرمائیں گے جو عیسائیوں کے سرمایہ سے تیار شدہ ہے اور ان کے بہتان اور جھوٹے الزامات کی تردید کریں گے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ اور آپ پر تراشے' صلیب توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل اور ہلاک کر ڈالیں گے' جزیہ موقوف کر دیں گے اور صرف اسلام ہی قبول کریں گے اور اس کے مخالف کو تہ تیغ کر دیں گے۔

یہ بات بھی رسول اللہ ﷺ نے بتائی اور باقی پیش گوئیوں کی طرح پوری ہوگی۔ "صلوات اللّٰہ علیہ وسلامہ دائما"

نبی علیہ السلام کے معجزات کا دیگر انبیاء کرام کے معجزات سے تقابل اور آنحضور ﷺ کے خصوصی اعجازات

آنحضور ﷺ کے خصوصی معجزات میں سے کتاب اللہ ایک ایسا لاجواب معجزہ ہے کہ باطل کی مجال ہی نہیں کہ اس پر کسی پہلو سے حملہ آور ہو سکے' نہ اعلانیہ نہ خفیہ۔ یہ ایک زندہ جاوید معجزہ' تابندہ دلیل و برہان' بے نظیر و بے مثال کلام ہے۔ جن و انسان سب کو چیلنج ہے کہ ایسی لاجواب کتاب لاؤ (کتاب ممکن نہیں) تو دس سورتیں ہی بنا لاؤ (یہ بھی دشوار ہے) تو کم از کم ایک سورت ہی مرتب کر ڈالو مگر وہ سب دم بخود اور عاجز رہ گئے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزات عطا فرمائے کہ ان کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے' مجھے قرآن کا معجزہ عطا ہوا ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز میرے تابعداروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

یعنی ہر نبی کو خارق عادت معجزات سے نوازا گیا ہے جو عقل مند اور دانشور کی دانش و بینش سے ایمان کی اپیل کرتے تھے۔ قرآن پاک مجسم معجزہ ہے' جو نبی پاک کو ملا ہے وہ ایک لازوال ابدی اور دائمی معجزہ ہے' پہلے انبیاء کے معجزات کی طرح وقتی اور عارضی معجزہ نہیں جو ان کی وفات کے ساتھ ختم اور ناپید ہو گئے۔ اب صرف ان کی یاد باقی ہے۔

خصوصی معجزات : بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ معجزات عطا ہوئے ہیں' جس سے ہر نبی محروم رہا ہے۔ ایک ماہ کی مسافت پر دشمن مجھ سے مرعوب اور لرزہ براندام رہتا ہے۔ تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ (اور اس کی مٹی تیمم کے لئے) پاک ہے۔ مسلمان کو جہاں وقت نماز آجائے وہیں پڑھ لے۔ میرے لئے مال غنیمت حلال اور پاک ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا۔ مجھے شفاعت کا اذن عطا ہوا ہے۔ پہلے نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے

تھے' میں عالمگیر نبی اور رسول ہوں۔

سابقہ انبیاءؑ کا ہر معجزہ دراصل خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا ہی معجزہ ہے کیونکہ ہر نبی نے آپؐ کی آمد کی بشارت سنائی اور آپ کی متابعت اور پیروی کا حکم دیا۔ اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت و دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہو گا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہو گی۔ اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا۔ انہوں نے کہا "ہاں" ہم نے اقرار کیا۔ خدا نے فرمایا کہ تم اس عہد و پیمان کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (۳/۸۱)

بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پہلے سب انبیاء سے فرداً فرداً عہد و پیمان لیا گیا تھا کہ اگر ان کے زمانے میں محمدؐ مبعوث ہوں تو لازماً ان پر ایمان لانا' ان کی اتباع اور مدد کرنا۔

بیشتر اہل علم سے منقول ہے کہ ہر امتی اور ولی کی کرامت نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے کہ ولی اور امتی کا یہ شرف اور کرامت محض نبیؐ کی متابعت اور پیروی کی برکت کا نتیجہ اور اسکے ایمان کا ثمرہ ہے۔

"آنحضور ﷺ کے معجزات کا دیگر انبیاء کرام کے معجزات پر ترجیح اور موازنہ" کے اضافہ کا خیال مجھے استاذ گرامی شیخ الاسلام کمال الدین ابو المعالی محمد بن علی انصاری سماکی عرف زملکانی رحمہ اللہ ۷۲۷ھ کا رسالہ دیکھ کر ہوا جو سیرت ابن ہشام وغیرہ کا خلاصہ اور اختصار ہے۔ یہ کتاب معلومات افزاء اور بیشتر فوائد کی حامل ہے مگر نامکمل اور ناقص ہے' شاید کچھ اوراق گم ہو گئے یا کسی اور وجہ سے نامکمل رہ گئی' بعض احباب نے مجھ سے اس کی تکمیل کا تقاضا کیا' میں نے اجر و ثواب کی خاطر اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا۔

معجزات میں موازنہ کے بانی : استاذ گرامی امام ابوالحجاج مزیؒ ۷۴۲ھ سے میں نے ایک درس سنا تھا کہ معجزات میں تقابل اور موازنہ کے مؤسس اور بانی امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے عمر بن سوار سے امام شافعی کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو معجزہ کسی نبی کو عطا کیا اس جیسا معجزہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی عطا کیا۔ ابن سوار نے استفسار کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کے زندہ کرنے کا معجزہ عطا ہوا؟ تو امام شافعی نے حنانہ ستون اور کھجور کے تنے کے رونے کا ذکر کیا اور فرمایا یہ بے جان اور بے زبان لکڑی کا رونا مردہ کے زندہ کرنے سے بہت بڑا معجزہ ہے۔ تین جلدوں کی ضخیم کتاب "دلائل النبوۃ" میں حافظ ابونعیم نے بھی ایک فصل میں معجزات کا نہایت عمدہ تجزیہ اور تقابل پیش کیا ہے۔ اور امام فقیہ ابو محمد عبداللہ بن حامد نے بھی اپنی تصنیف "دلائل النبوۃ" میں جو ایک نہایت نفیس اور جلیل القدر کتاب ہے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے۔ اسی طرح صرصری شاعر نے بھی اپنے بعض قصائد میں یہ تقابل پیش کیا ہے۔ انشاء اللہ ان جملہ مصادر اور ماخذ سے بہ اختصار اقتباسات پیش کریں گے۔ **واللہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔**

حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات کے بارے : جب نوح علیہ السلام قوم کی فلاح اور صلاح سے مایوس ہو گئے اور ان کی رشد و ہدایت سے ناامید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی' الٰہی! میں ان کے

مقابلہ میں کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے۔ پس ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دھانے کھول دیئے اور زمین میں چشمے جاری کر دیئے تو پانی ایک کام کے لئے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر سوار کر لیا جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی۔ (۲/۱۰) پھر اللہ تعالیٰ نے نوح اور ان کے رفقا کو سلامتی سے ہمکنار کیا اور کفار کو تہس نہس کر دیا۔

شیخ ابوالمعالی زملکانی کے مخطوطہ سے میں نے نقل کیا ہے کہ ہر نبی کے معجزہ کے موافق ہمارے نبی کریم کے بھی معجزات ہیں ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ مفصل بیان کرنا تو بڑی طوالت کا باعث ہے جو کئی جلدوں میں بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ ہم چیدہ چیدہ بیان کرتے ہیں مثلاً سفینہ نوح کا قصہ۔

یاد رہے کہ پانی کی سطح پر کشتی کے بغیر چلنا کشتی پر سوار ہو کر چلنے سے نہایت عجیب و غریب اور انوکھا کارنامہ ہے۔ امت محمدیہ کے متعدد بزرگان پانی میں اترے' اور صحیح سلامت ساحل پر پہنچے کہ ان کی کوئی چیز بھی نہ بھیگی تھی۔ منجاب بیان کرتا ہے کہ دارین میں ہم حضرت علا بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جہاد میں مصروف تھے' آپ نے تین دعائیں کیں اور وہ سب قبول ہوئیں۔ ہم ایک منزل میں فروکش ہوئے مگر پانی ناپید تھا۔ حضرت علاؓ نے دو رکعت نماز کے بعد دعا کی الٰہی! ہم تیرے بندے ہیں اور تیری راہ میں دشمن سے جہاد کر رہے ہیں' الٰہی! بارش برسا' وضو کریں اور پئیں' لیکن مجاہدین کے علاوہ یہ کسی کو نصیب نہ ہو۔

ہم تھوڑی دور چلے تو ایک میدان میں بارش ہو چکی تھی' ہم نے وضو کیا اور حسب ضرورت پیا۔ راوی کہتا ہے میں نے آزمائش کے لئے اپنا برتن پانی سے بھر کر وہیں چھوڑ دیا اور خود چلا آیا تھوڑی دیر چلنے کے بعد میں نے کہا میں اس منزل پر اپنا برتن بھول آیا ہوں وہ لے کر میں ابھی آیا۔ چنانچہ میں واپس گیا تو وہاں بارش کا نام و نشان نہ تھا (گویا وہ صرف مجاہدین کے لئے تھی) پھر ہم چلتے چلتے سمندر کے ساحل پر پہنچے تو علا بن حضرمیؓ نے دعا کی اے اللہ ! ہم تیرے غلام ہیں اور تیری راہ میں مجاہد ہیں۔ الٰہی! ہمارے لئے کفار کی طرف راستہ بنا دے۔ چنانچہ ہم سمندر میں داخل ہوئے اور پار کر گئے اور ہماری کوئی چیز بھی پانی میں بھیگی نہیں۔

یہ کرامت' کشتی پر سوار ہو کر پار ہونے سے بدرجہا اعلیٰ ہے کیونکہ کشتی پر سوار ہو کر پار ہونا تو ایک معتاد و معروف اور عام بات ہے۔ غور کریں تو یہ کرامت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بحر قلزم کے پھٹنے سے بھی عجیب تر ہے۔ وہ تو سمندر کے خشک ہونے کے بعد پار ہوئے اور اس کرامت سے پانی زمین کی طرح جامد ہو گیا۔ اس کرامت کا ظہور بھی نبی علیہ السلام کی برکت سے ہوا۔

یہ مذکور بالا واقعہ دلائل النبوۃ' میں امام بیہقی (ابن ابی الدنیا' ابی کریب' محمد بن فضیل' صلت بن عطر عجلی' عبدالملک' بھانجا سہم) سہم بن منجاب سے بیان کرتے ہیں اور تاریخ کبیر میں امام بخاری نے اور سند سے بیان کیا ہے ۔ نیز امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں بھی علاء بن حضرمی کے ہمراہ تھا۔

عجائبات : امام بیہقی (عیسیٰ بن یونس' عبداللہ' عون) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں امت مسلمہ میں تین عجائبات دیکھے ہیں اگر وہ بنی اسرائیل میں رونما ہوتے تو کوئی قوم اس کے مدمقابل نہ ہوتی۔

حاضرین نے پوچھا جناب ابو حمزہ! وہ کیا ہے؟ بتایا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اصحاب صفہ میں تھے' ایک خاتون نوجوان بیٹے کے ہمراہ ہجرت کر کے آئی خاتون کو اہل خانہ کے پاس بھیج دیا اور نوجوان کو اصحاب صفہ میں شامل کر دیا کچھ دنوں بعد وہ وبائی مرض سے فوت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے کفن دفن کا حکم دیا' ہم نے اس کے غسل کی تیاری کی تو آپ نے فرمایا اس کی والدہ کو اطلاع کر دو میں نے مطلع کیا تو وہ آ کر اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے قدموں کو پکڑ کر دعا کی' الٰہی! میں بخوشی مسلمان ہوئی' بتوں کی مخالفت کی' "بصد شوق ہجرت کی" مجھے ایسی مصیبت میں مبتلا نہ کر جسے میں برداشت نہ کر سکوں' واللہ! اس کی دعا ابھی پوری طرح ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے پاؤں کو جنبش دی اور چہرے سے کپڑا اتار دیا وہ رسول اللہ ﷺ کے وصال اور اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی اس میں شامل تھا اور حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ میر کارواں تھے۔ ہم میدان جنگ میں آئے تو پانی کا نام و نشان نہ تھا اور شدید گرمی کا موسم تھا' انسان اور حیوان سب پیاس سے بلک رہے تھے۔

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا : یہ واقعہ جمعہ کے روز پیش آیا۔ زوال کے بعد میر کارواں نے دو رکعت نماز "جمعہ" پڑھا کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ آغاز دعا کے وقت مطلع بالکل صاف تھا۔ ابھی دعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے' ہوا آئی اور آسمان ابر آلود ہو گیا' بارش آئی اور جل تھل ہو گیا' خوب پیا اور جانوروں کو پلایا۔ پھر غنیم کی طرف بڑھے تو وہ خلیج عبور کر چکا تھا۔ امیر کارواں نے خلیج کے ساحل پر کھڑے ہو کر دعا کی (یاعلی یاعظیم یا حلیم یاکریم) اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر عبور کرو۔ چنانچہ ہم سب عبور کر گئے اور گھوڑوں کے پاؤں بھی تر نہ ہوئے' دشمن پر حملہ آور ہوئے' قتل و قتال کے بعد باقی ماندہ کو گرفتار کر لیا پھر خلیج کے ساحل پر واپس آئے' وہی دعا کی اور عبور کرنے کا حکم دیا پھر بھی گھوڑوں کے پاؤں تر نہ ہوئے۔

پھر امیر کارواں علاء بن حضرمی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ ہم نے نماز جنازہ کے بعد دفن کر دیا تو ایک اجنبی نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا یہ بہترین انسان' ابن حضرمی ہے۔ اس نے کہا یہ دریا کا ساحل ہے' قبر محفوظ نہیں رہتی' نعش ننگی ہو جاتی ہے۔ کچھ دور دفن کرو تو بہتر ہے۔ چنانچہ ہم نے قبر کھودی تو وہ لحد میں موجود نہیں اور لحد حد نظر تک منور ہے' پھر ہم نے قبر کو استوار کیا اور واپس چلے آئے۔

دلائل النبوۃ میں امام بیہقی' اعمش کے کسی استاذ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم دجلہ کے ساحل پر پہنچے' اس میں شدید طغیانی تھی اور دشمن اس پار تھا۔ ایک مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور وہ پانی کی سطح پر تیرنے لگا۔ باقی مسلمانوں نے بھی گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور تیرنے لگے تو یہ منظر دیکھ کر کافر کہنے لگے' دیوانے' دیوانے' پاگل' پاگل۔ دریا عبور کیا تو صرف ایک پیالہ گم پایا جو زین کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ جب پار ہوئے تو مال غنیمت خوب ملا۔

تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ابو عبیدہ ثقفیؒ امیر کارواں نے **وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا** پڑھ کر سب سے پہلے گھوڑا دریا میں ڈالا تھا' اور پھر سارے لشکر نے

ان کے پیچھے گھوڑے ڈال دیئے۔ عجمیوں نے یہ منظر دیکھ کر دیوانے' دیوانے کہنا شروع کر دیا پھر وہ پسپا ہو گئے' مسلمانوں نے ان کو موت کے گھاٹ اتارا اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

حافظ ابن عساکر نے ابوعبداللہ بن ایوب خولانی کے ترجمہ و تعارف میں یہ نقل کیا ہے کہ ابومسلم خولانی روم کے علاقہ میں جہاد میں مصروف تھے۔ ایک نہر کے پاس آئے تو ابومسلم خولانی نے کہا بسم اللہ پڑھ کر عبور کرو۔ خود آگے چلنے لگے اور دوسرے آپ کے پیچھے' جب عبور کر گئے تو پوچھا کسی کا کچھ گم تو نہیں ہوا' گم شدہ چیز کا میں ضامن ہوں' چنانچہ ایک آدمی نے اپنا تھیلہ عمداً پھینک دیا تھوڑی دور گئے تو اس نے کہا میرا تھیلا گر پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ہے' اٹھالو۔ ابوداؤد میں بھی یہ مروی ہے۔

حافظ ابن عساکر' حمید بن ہلال عدوی کے ابن عم سے نقل کرتے ہیں کہ ابومسلم خراسانی کے ہمراہ میں ایک جنگ میں گیا۔ ہم ایک عظیم نہر کے ساحل پر آئے ہم نے وہاں کے باشندوں سے پوچھا پتن کہاں ہے؟ معلوم ہوا کہ پتن یہاں سے دو رات کی مسافت پر ہے تو ابومسلم خراسانی نے کہا الٰہی! تو نے اسرائیل کو بحر قلزم عبور کرا دیا تھا ہم بھی تیرے بندے ہیں اور تیرے راستے میں جہاد کے لئے آئے ہیں' ہمیں بھی یہ نہر پار کرا دے۔ پھر انہوں نے کہا بسم اللہ پڑھ کر عبور کرو۔ ہم سب عبور کر گئے اور پانی کی سطح گھوڑوں کے گھٹنوں سے ذرا بلند تھی' عبور کرنے کے بعد پوچھا کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو دعا کریں۔

اصحاب رسول ﷺ کے یہ واقعات رسول اکرم ﷺ کے ہی معجزات ہیں کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی کا ثمرہ اور آپ کی رسالت کی برکت ہے۔ یہ واقعات حضرت نوحؑ کی کشتی کے معجزات اور حضرت موسیٰؑ کے سمندر پھٹنے کے اعجاز کے عین مشابہ ہیں۔ بلکہ یہ اس سے بھی عجیب تر ہے کہ وہ کشتی کے ذریعہ سطح آب پر چلے اور یہ گھوڑوں پر' دیگر سمندر کا پانی ساکن اور غیر متحرک تھا اور یہ جاری تھا۔ جاری پانی پر چلنا ساکن پانی کی نسبت دشوار ہوتا ہے" گو طوفان نوح عظیم اور بے مثال تھا۔ اور یہ اس کی نسبت معمولی' مگر اعجاز اور خرق عادت میں قلیل کثیر کا کوئی تفاوت نہیں۔

اسی طرح بحر قلزم میں راستے بن گئے اور راستوں میں کوئی کیچڑ نہ تھا بالکل صاف اور خشک ان کی سواریاں بلا جھجک عبور کر گئیں۔ جس سب پار ہو گئے تو فرعون نے اپنا لشکر آگے بڑھایا اور وہ سب سمندر کی لہروں کی نذر ہو گئے۔ جیسے اسرائیلی بلاکم و کاست سب عبور کر گئے' اسی طرح فرعون سب کے سب غرق ہو گئے۔

الغرض حضرت علا بن حضرمی رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی اور حضرت ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی کا پانی کی سطح پر چلنا اور صحیح سلامت پار کر جانا ایک عظیم کرامت ہے۔ اگر رسول اکرم ﷺ سید الانبیاء خاتم الانبیاء صاحب معراج' امام شب معراج' خطیب محشر' صاحب جنت' صاحب مقام محمود کے عہد میمون میں اس عبور و مرور کی ضرورت لاحق ہوتی تو لامحالہ آپ پار ہو جاتے۔

دلائل النبوۃ : از ابونعیم اصبہانی کی ۳۳ویں فصل' بعنوان "معجزات مصطفیٰ اور دیگر انبیاء کرام کے معجزات میں موازنہ" مذکور ہے کہ نوحؑ کی معجزانہ دعا ان کے غیظ و غضب کی شفا کہ نافرمانوں کو روئے زمین

سے نیست و نابود کر دینا اور مومنوں کو کچھ گزند نہ پہنچنا' ایک عظیم معجزہ ہے جو قضاء و قدر کے موافق رونما ہوا۔

اوجھڑی کا واقعہ : ایسے ہی نبی کریمؐ کی جب کفار قریش نے تکذیب کی' اذیت پہنچائی' ذلت و رسوائی سے ہمکنار کیا یہاں تک کہ بے وقوف عقبہ نے بحالت سجدہ آپ کی پشت مبارک پر اوجھڑی ڈال دی' کسی کو اتار پھینکنے کی ہمت نہ ہوئی بلکہ کفار اس منظر سے ایسے محظوظ اور مسرور تھے کہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ حضرت فاطمہ زہراؓ تشریف لائیں اور پشت سے اوجھڑی اتار کر ان کفار کو جلی کٹی سنائیں۔ سلام کے بعد نبی علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور نام بہ نام بددعا کی۔ الٰہی! ابوجہل' عتبہ' شیبہ' ولید بن عتبہ' امیہ بن خلف' عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو پکڑ لے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی مبعوث کیا' یہ سب جنگ بدر میں ہلاک ہوئے اور بدر کے بے آباد کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔

جنگ بدر میں دعا : قریش بڑی شان و شوکت دبدبہ اور آن بان سے میدان بدر میں آئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے صف آراء ہوئے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی! یہ قریش بڑے فخرو غرور سے آئے ہیں' تیرے نبیؐ کی تکذیب کر رہے ہیں اور جنگ و جدال پر آمادہ ہیں ان پر آج مصیبت ڈال۔ چنانچہ ان میں سے ستر قتل ہوئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب ہلاک ہو جاتے۔ لیکن قدرت کو یہ منظور تھا کہ بعض ان سے مسلمان ہوں گے۔

عتبہ بن ابی لہب : عتبہ بن ابی لہب نے جب رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور نازیبا الفاظ کہے تو رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی' الٰہی! اس پر درندہ مسلط کر۔ چنانچہ شہر بصریٰ کے قریب وادی زرقا میں اسے شیر نے پھاڑ ڈالا۔ اسی طرح مکہ میں قریش آپ کی بددعا سے قحط سالی کا شکار ہوئے' ان کی التجا پر آپ نے دعا فرمائی اور خشک سالی رفع ہوئی (ایسے ہی بیشتر اور واقعات ہیں)

امام الفقیہ ابو محمد عبداللہ بن حامد دلائل النبوۃ میں "رسول اکرمؐ کے معجزات اور دیگر انبیاء کرام کے معجزات میں موازنہ اور مقابلہ" کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ جب نوح علیہ السلام کفار کی جانب سے ناقابل برداشت اذیت' بے حد رسوائی اور ذلت' شریعت سے انحراف' کفر پر اصرار سے دل برداشتہ ہوئے تو ان پر بددعا کی۔ **رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا** (۲۶/۷۱) "میرے پروردگار کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ سب غرقاب ہوئے' جانور تک کوئی زندہ نہ بچا۔

ہاں! رسول اکرم ﷺ سے بھی جب قریش گستاخی سے پیش آئے اور آپ کی بات قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں وہ بجالائے۔ آپ نے بددعا نہیں کی' بلکہ صبر کیا اور ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی' بقول امام ابن کثیر یہ موازنہ نہایت دل آویز ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ طائف تشریف لے گئے' ان کو دعوت توحید پیش کی تو وہ درپے آزار ہوئے۔ آپ نہایت مغموم اور بے کسی کے عالم میں تھے کہ قرن الثعالب کے قریب آپ

سے پہاڑوں کے فرشتہ نے عرض کیا حضور! اللہ تعالیٰ آپ کے احوال سے خوب باخبر ہے' اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ کا حکم بجالاؤں۔ اگر آپ کہیں تو ان پر پہاڑ گرا کر کچل دوں آپ نے فرمایا کوئی ضرورت نہیں' میں انہیں مہلت دیتا ہوں۔ اور اس انتظار میں ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے کوئی توحید پرست پیدا کر دے۔

موسلا دھار بارش : حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول کی اور ہم نے موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دھانے کھول دیئے **ففتحنا ابواب السماء بماء منهم** اس کے بالمقابل حافظ ابو نعیم نے احادیث استسقا پیش کی ہیں مثلاً ایک دیہاتی نے خشک سالی اور فقر و فاقے کا شکوہ کیا تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ الٰہی بارش برسا **اللّٰھم اسقنا** آپ منبر سے اترنے بھی نہیں پائے تھے کہ آپ کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکنے لگے' اور موقعہ کی مناسبت سے کسی نے جناب ابو طالب کے قصیدہ لامیہ کے یہ دو شعر پڑھے

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للأرامل

يلوذ به الهلاك من آل هاشم فهم عنده فى نعمة وفواضل

(سپید چہرہ جس کی بدولت ابر باراں طلب کیا جاتا ہے' یتیموں کا جائے پناہ اور بیواؤں کا بچاؤ اور سہارا ہے۔ کمزور و ناتواں ہاشمی اس کی پناہ لیتے ہیں وہ ان کے پاس خوب انعام و اکرام سے بہرہ مند ہیں)

اسی طرح بارش کی آپ نے بارہا دعا کی اور قبول ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا کرایا کرتے تھے اور بارش برس جاتی تھی۔ نیز ساری دنیا میں مسلمان بارش کی دعائیں کرتے ہیں اور خوب بارش برستی ہے۔ جب کہ غیر مسلمانوں کی اکثر دعا قبول نہیں' وللہ الحمد۔ علاوہ ازیں بارش کا پانی رحمت اور برکت ہوتا ہے اور طوفان ہلاکت اور زحمت کا مظہر ہوتا ہے۔

مدت رسالت میں تقابل : حافظ ابو نعیم اصبہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام مسلسل ۹۵۰ سال وعظ و تبلیغ کرتے رہے۔ اتنی مدت مدید میں صرف سو سے کم لوگ ہی مسلمان ہوئے اور ۲۳ سالہ زندگی میں رسول اللہ ﷺ پر مشرق و مغرب کے لاتعداد لوگ ایمان لائے۔ بڑے بڑے جابر حکمران مطیع ہوئے' قیصر و کسریٰ لرزہ براندام تھے' نجاشی اور اکثر اقیال یمن برضاء و رغبت مسلمان ہوئے۔ جو ایمان کی نعمت سے محروم رہے وہ جزیہ اور خاکساری پر آمادہ ہوئے' مثلاً اہل نجران' حجر' ایلہ اور دومہ کے باشندے سب کے سب آپ سے مرعوب اور خوفزدہ تھے اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہو رہے تھے۔ جیسا سورۃ نصر میں مذکور ہے۔ **ورایت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا** (۱۱۰/۲)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی مدینہ منورہ' خیبر' مکہ مکرمہ' یمن کا بیشتر علاقہ اور حضر موت فتح ہو چکا تھا اور ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام کا جم غفیر آپ پر فدا اور جاں نثار تھا اور زندگی کے آخری ایام میں مختلف حکمرانوں اور بادشاہوں کو مکتوبات اور خطوط کے ذریعہ اسلام کی دعوت پیش کی۔ بعض مشرف بہ اسلام ہوئے اور بعض خاطرداری اور حسن اخلاق سے پیش آئے اور بعض نے غرور اور گھمنڈ دکھایا اور اپنے کئے کا مزہ پایا۔ مکتوب گرامی کو پرزہ پرزہ نہیں کیا بلکہ اپنی سلطنت کو ریزہ ریزہ کیا۔

پھر خلفا اربعہ کے عہد مسعود میں بحر غربی سے لے کر بحر شرقی تک فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا کہ مجھے روئے زمین کا مشرق و مغرب سمیٹ کر دکھایا گیا ہے۔ میری امت کی حکمرانی کا دائرہ وہاں تک وسیع ہو گا۔ قیصرو کسریٰ ہلاک ہو جائیں گے۔ ان کے خزانے فی سبیل اللہ لٹا دیئے جائیں گے۔

یہ پیش گوئیاں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں۔ ۳۶ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک قیصرو کسریٰ کے سارے علاقے مسلمانوں کے زیر نگیں ہوئے ماسوائے قسطنطنیہ کے۔ جس قدر حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا سے روئے زمین پر طوفان اور تباہی پھیلی اسی قدر رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور دعوت کی برکت سے رحمت اور رافت عام ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **انما انا رحمة مهداة** میں تو دنیا کے لئے مجسم رحمت کا تحفہ ہوں جیسے کہ قرآن حکیم میں آیا ہے **وما ارسلنک الا رحمة للعالمین** (۲۱/۱۰۷) اور ہم نے آپ کو تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

کتاب البعث میں ہشام بن عمار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مسلمان کے لئے تو آپ دنیا اور آخرت دونوں جہان میں رحمت ہیں اور کافر کیلئے اس طرح کہ سابقہ اقوام کی طرح وہ فوری عذاب کا مستحق تھا جو آپکی بدولت روک دیا گیا اور **الم ترالی الذین بدلوا نعمة الله کفرا و احلوا قومهم دارالبوار** (۱۴/۲۸) "کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے نعمت الٰہی کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا" بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ آیت میں **نعمة الله** سے مراد محمد ﷺ ہیں اور **الذین بدلوا** سے کفار قریش ہیں جیسا کہ **ومن یکفر به من العذاب فالنار موعده** میں ہے۔

نام میں موازنہ : حافظ ابو نعیم اصبہانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے ایک صفاتی نام سے یاد کیا ہے۔ **انه کان عبدا شکورا** (۱۷/۳) تو یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دو نام عطا ہوئے **بالمومنین رؤف رحیم** (۹/۱۲۸)

دیگر انبیاء کرام کا نام لے کر ذکر کیا مثلاً یانوح، یا ابراہیم، یاموسیٰ، یاداؤد، یاعیسیٰ مگر آپ ﷺ کو معزز القاب (**یاایھاالرسول، یاایھا النبی، یاایھا المزمل، یاایھا المدثر**) سے یاد کیا جو کنیت کے قائم مقام ہیں۔

دفاع میں موازنہ : متعدد انبیاء کرام کو مشرکین نے بے وقوف اور دیوانہ کہا تو انبیاء نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ ہم سفاہت اور جنون سے کوسوں دور ہیں مثلاً نوح علیہ السلام نے کہا **لیس بی سفاهة** (۶۷/۷) میں بے وقوف نہیں ہوں۔ محمد ﷺ کو کفار نے مجنون ۱۵/۶، ۶۸/۲، ۶۸/۵۱ شاعر ۵۲/۳۰، ۶۹/۴۱ کاہن ۶۹/۴۲ اور بشر کا شاگرد ۱۶/۱۰۳ ہونے کے الزامات لگائے تو خود ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے جوابات دیئے اور نبی علیہ السلام کو دیگر انبیاء کرام کی طرح خود جواب دینے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔

رسول اکرم ﷺ اور ہود علیہم السلام کے معجزات میں موازنہ : جب ہم نے قوم عاد پر خشک ہوا چلائی (۵۱/۴۱) جس نے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیا اور محمد ﷺ کی مدد غزوہ احزاب میں پوربی ہوا سے کی۔ ابو نعیم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں غزوہ احزاب میں دکھنی ہوا نے شمالی سے کہا آؤ رسول اللہ ﷺ

کی مدد کریں تو شمالی ہوا نے دکھنی کو جواب دیا کہ حرارت رات کو نقصان رساں کم ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر باد صبا اور پوربی ہوا چلائی۔

فارسلنا علیهم ریحًا (۹/۳۳) ہم نے ان پر باد صبا بھیجی' حدیث میں ہے **نصرت بالصبا واهلكت عاد بالدبور** میری مدد پوربی ہوا سے ہوئی اور عادی پچھم ہوا سے تباہ ہوئے۔

محمد ﷺ اور صالح علیہ السلام کے معجزات میں تقابل : اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کے لئے بطور معجزہ پہاڑ سے ناقہ پیدا کی' تو عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس سے بھی اعلیٰ معجزہ سے نوازا گیا کہ ناقہ محض پہاڑ سے پیدا ہوئی اور اس نے حضرت صالحؑ کی رسالت اور نبوت کی شہادت نہیں دی اور محمد ﷺ سے ایک اونٹ نے مالکان کا شکوہ کیا کہ کام زیادہ اور چارہ کم دیتے ہیں اور اب ذبح کرنا چاہتے ہیں اور اس نے آپ کی رسالت کی گواہی بھی دی۔ علاوہ ازیں اسی مفہوم کی حامل حدیث غزالہ (ہرن) اور حدیث ضب (گوہ) بھی مذکور ہے اور صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ قبل از بعثت شجر' حجر آپ کو سلام کہتے تھے۔

حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزات میں تقابل : شیخ زملکانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالنے سے آگ کے ٹھنڈا اور بے ضرر ہو جانے سے نہایت عجیب معجزہ یہ ہے کہ محمدؐ کی ولادت باسعادت کے وقت' نبوت سے ۴۰ سال قبل' آتش کدہ فارس بجھ گیا جو مکہ سے طویل مسافت پر تھا (سیرت نبوی کے آغاز میں یہ حدیث بمع اسناد مذکور ہے) نیز امت مسلمہ کے بعض افراد پر رسول اللہ ﷺ کی برکت اور عظمت کی بدولت آگ اثر انداز نہیں ہوئی مثلاً ابو مسلم خولانی۔

آپ غربی دمشق میں مقیم تھے' فجر کی نماز کے لئے سب سے پہلے جامع دمشق میں پہنچتے تھے' روم کے علاقہ میں جہاد میں مصروف رہتے تھے وہیں حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں فوت ہوئے یا ۶۰ھ کے بعد' واللہ اعلم۔ یمن میں اسود بن قیس عنسی متنبی نے ابو مسلم خولانی کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کیا تو محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت دیتا ہے؟ اس نے کہا بالکل پھر اس نے پوچھا تو میری رسالت کا بھی شاہد اور گواہ ہے؟ اس نے کہا مجھے سنائی نہیں دیتا بار بار تکرار کے بعد اس نے ایک الاؤ جلانے کا حکم دیا پھر اس میں ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو پھینک دیا۔ آگ نے کچھ اثر نہ کیا تو اسود عنسی کو کسی نے مشورہ دیا اسے جلا وطن کر دو ورنہ سارے علاقہ میں بدامنی پھیل جائے گی۔

چنانچہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں آئے اور مسجد نبوی میں ایک ستون کے سامنے نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ عرض کیا یمن سے آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس شخص کا کیا حال ہے جس پر آگ اثر انداز نہیں ہوئی؟ عرض کیا وہ عبداللہ بن ایوب ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا خدارا بتایئے آپ وہی ہیں۔ عرض کیا جی ہاں! پھر ان کی پیشانی کو چوم لیا' اپنے اور ابوبکر صدیقؓ کے درمیان بٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی زیارت نصیب کی جس پر حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ اثر انداز نہیں ہوئی۔

تاریخ میں حافظ ابن عساکر نے ابو مسلم خولانی کے ترجمہ و تعارف میں عبدالوہاب بن محمد بن اسماعیل بن

عیاش حطیمی، شراحیل بن ابومسلم خولانی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اسماعیل حطیمی کا بیان ہے کہ یمن کے قبیلہ خولان کے مجاہدین عنسی مجاہدین کو مزاحاً" کہتے کہ تمہارے جھوٹے نبی نے ہمارے خولانی کو آگ میں پھینک دیا اور وہ صحیح سالم زندہ رہا۔

حافظ ابو القاسم بن عساکر تاریخ میں ابو البشر جعفر بن ابی وحشیہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی مسلمان ہوا، قوم نے اسے ارتداد اور کفر پر مجبور کیا، بالآخر اسے آگ میں پھینک دیا گیا۔ ماسوائے ایک پور کے آگ اس پر اثر انداز نہ ہوئی۔ پھر اس نے حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لئے بخشش کی دعا کی گزارش کی تو ابوبکر نے کہا آپ ہمارے لئے دعا کیجئے، آپ پر تو آگ اثر انداز نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس نے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کی اور شام چلا گیا، لوگ اسے ابراہیم کہتے۔ یہ محض رسول اللہ ﷺ کی متابعت اور پیروی کی برکت کا ثمرہ ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے کے اعضا کو آگ پر حرام قرار دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق سے پھینکنا : ایسا ہی ایک واقعہ حضرت براءؓ بن مالک برادر حضرت انسؓ بن مالک کو مسیلمہ کذاب کے بالمقابل جہاد میں پیش آیا۔ وہ یوں کہ مسیلمہ کی فوج نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیے تو حضرت براءؓ نے کہا مجھے چمڑے میں لپیٹ کر نیزوں سے اوپر اٹھا کر دیوار کے اوپر سے اندر پھینک دو۔ چنانچہ مسلمانوں نے اسے اسی طرح اندر پہنچا دیا، انہوں نے خوب جوہر دکھائے اور مسیلمہ قتل ہو گیا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کو مسیلمہ اور بنی حنیفہ کے بالمقابل جنگ کے لئے روانہ کیا۔ وہ ایک لاکھ سے زائد تھے اور مسلمان دس ہزار سے زیادہ تھے۔

جب میدان جنگ میں معرکہ گرم ہوا تو اکثر دیہاتی اور اعرابی میدان سے فرار ہونے لگے تو صحابہ کرام جو قریباً اڑھائی ہزار تھے، نے حضرت خالدؓ سے کہا ہمیں ان سے جدا کر دو۔ چنانچہ ان سے الگ کر دیا تو صحابہ حملہ آور ہوئے اور ان کو پسپا کر کے قلعہ میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا جو "حديقة الموت" کے نام سے معروف ہے۔ پھر حضرت براء بن مالک نے سابقہ ترکیب سے اندر داخل ہو کر خوب جدوجہد کے بعد قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ مسیلمہ اپنے محل کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ وحشی قاتل حمزہؓ نے اسے تیر مارا اور ابو دجانہ انصاری نے تلوار سے حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا، اس وقت مسیلمہ کی عمر ایک سو بیس سال تھی، واقعی طویل عمر اور برے عمل خدا کی لعنت ہے۔ قبحہ اللہ۔

حضرت ابراہیمؑ خلیل ہیں : اور اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھی خلیل اور حبیب بنایا اور حبیب کا مقام خلیل سے نازک تر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا۔ مگر میں تمہارا رفیق اور اللہ تعالیٰ کا خلیل ہوں۔

ابو نعیم (عبداللہ بن زحر، علی بن یزید، قاسم، ابو امامہ) حضرت کعب بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ امت میں سے ہر نبی کا خلیل ہوتا ہے اور میرا خلیل ابوبکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے

تمہارے رفیق کو یعنی مجھے خلیل بنا لیا ہے (یہ سند ضعیف ہے)

محمد بن عجلان عن ابیہ' عن ابی ہریرہ (غریب سند سے مروی ہے) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لکل نبی خلیل و خلیلی ابوبکر بن ابی قحافہ' وخلیل صاحبکم الرحمٰن"

عبدالوہاب بن ضحاک (اسماعیل بن عیاش' صفوان بن عمرو' عبدالرحمان بن جبر بن نفیر' کثیر بن مرہ) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابراہیم خلیل کی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی خلیل بنا لیا ہے۔ جنت میں میرا اور ابراہیمؑ کا محل آمنے سامنے ہو گا اور عباسؓ دو خلیلوں کے درمیان مومن ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند محل نظر ہے۔

مسلم شریف میں حضرت جندب بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات سے پانچ یوم قبل فرمایا میں تم سے کسی کو خلیل بنانے سے بیزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابراہیمؑ کی طرح خلیل بنا لیا ہے۔ اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابوبکر ہوتے۔ سنو! گزشتہ اقوام اپنے نبیوں' ولیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ' عبادت خانہ بناتے تھے' تم ایسا نہ کرنا' میں تمہیں اس سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہوں۔ باقی رہا حضرت حسین ؓ کو خلیل بنانا مگر اس کی سند ابو نعیم نے بیان نہیں کی۔

البعث : کتاب میں ہشام بن عمار نے عروہ بن رویم لخمی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری ذات سے نوشتہ اجل پورا کیا ہے۔ اور مجھے اپنے قرب کا ذریعہ بنایا ہے اور پردۂ غیب سے حاضر کیا ہے' ہم دنیا میں سب سے آخری قوم ہیں اور قیامت کے روز سب سے اول ہوں گے۔ میں ایک بات کہتا ہوں حقیقت ہے خود ستائی نہیں۔ ابراہیمؑ اللہ کا خلیل ہے۔ موسیٰؑ صفی اللہ ہے اور میں حبیب اللہ ہوں' قیامت کے روز فرزندان آدم کا سردار ہوں۔ میرے ہاتھ میں حمد و ثنا کا علم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تین بات سے محفوظ رکھنے کا بتایا ہے۔ (۱) عام قحط سے ہلاک نہیں کرے گا (۲) دشمن اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ نہ سکے گا (۳) ضلالت و گمراہی پر سب کا اجتماع نہ ہو گا۔

خلیل اور حبیب : فقیہ ابو محمد عبداللہ بن حامد بیان کرتے ہیں خلیل وہ ہے جو شوق اور خوف سے عبادت کرے اور حبیب وہ ہے جو محبت اور شوق دیدار سے عبادت میں مگن رہے۔ بعض کہتے ہیں خلیل وہ ہے جو عطیہ کا منتظر ہو اور حبیب وہ ہے جو ملاقات کا شائق ہو۔

بالواسطہ اور براہ راست : بعض یہ کہتے ہیں خلیل وہ ہے جس کا بالواسطہ وصل ہو کہ ابراہیم کو زمین اور آسمان کے عجائبات دکھائے کہ اس کے لئے ایمان و یقین کا موجب ہوں (۶/۷۵) اور حبیب وہ ہے جس کا براہ راست وصال ہو فکان قاب قوسین او ادنیٰ (۵۳/۹) پھر فاصلہ دو کمان کے برابر تھا یا اس سے بھی کم۔

ابراہیمؑ نے دعا کی مجھے امید ہے کہ میرے گناہ قیامت کے دن بخش دے گا (۲۶/۸۲) اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے خود ہم کلام ہوا تاکہ آپکے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے (۴۸/۲) اور ابراہیمؑ نے خود خواہش کی خدایا! مجھے ذلیل نہ کر جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ (۲۶/۸۷) اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں فرمایا جس دن اللہ اپنے نبی کو اور ان کو جو اسکے ساتھ ایمان لائے رسوا نہیں کرے گا (۶۶/۸)

ابراہیم خلیل علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے راہ بتائے گا (۲۷/۹۹) اور محمد ﷺ کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آپ کو بے خبر پایا پھر راستہ بتایا (۷/۹۳) ابراہیم خلیلؑ نے دعا کی مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا (۱۴/۳۵) اور اپنے حبیب کے بارے اللہ نے فرمایا اور اللہ یہی چاہتا ہے اے اہل بیت! تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے۔ (۳۳/۳۳)

ابراہیم خلیل علیہ السلام نے دعا کی' مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں کر دے۔ (۲۶/۸۵) اور محمد ﷺ کے بارے فرمایا بے شک ہم نے آپ کو کوثر دیا۔ (۱۰۸/۱) اور ابراہیم خلیل علیہ السلام نے دعا کی آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ (۲۶/۸۴) اور اپنے حبیب محمد ﷺ کے بارے فرمایا اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا (۴/۹۴) مسلم شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز ایک ایسا مقام آئے گا کہ سب مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف رغبت کریں گے۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ سب سے افضل ہیں کیونکہ وہاں سب آپ (کی شفاعت) کے محتاج ہوں گے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ابراہیمؑ آپ کے بعد افضل کائنات ہیں۔

حجابات : ابو نعیم' اصبہانی فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام تین حجابات میں نمرود سے محفوظ رہے' اسی طرح محمد ﷺ بھی اپنے مخالفوں سے پانچ حجابات میں محفوظ رہے اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار ہے پھر ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے کہ وہ نہیں دیکھ سکتے (۳۹) پس وہ طوق ٹھوڑیوں تک ہیں سو وہ اوپر کو سر اٹھائے ہوئے ہیں (۳۶/۸) اور جب تو قرآن پڑھتا ہے ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان (جو آخرت کو نہیں مانتے) ایک مخفی پردہ کر دیتے ہیں (۱۷/۴۵)

یہ پورے پانچ حجابات ہیں فقیہ ابن حامد نے بھی یہ نکتہ بیان کیا ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں معلوم نہیں ان دونوں میں سے سابق اور پہلا نکتہ رس کون ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے حجابات سے پتہ نہیں کیا مراد ہے اور آیات میں مذکور پانچ حجابات سے مراد معنوی اور روحانی حجابات ہیں محسوس اور آشکارا نہیں یعنی وہ حق بات سے برگشتہ ہیں صحیح بات ان کے دلوں پر اثر انداز نہیں ہوتی جیسے کہ وہ کہتے ہیں ہمارے دل اس بات سے کہ جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے پردوں میں ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ پڑا ہوا ہے (۴۱/۵)

ام جمیل : ام جمیل' ابولہب کی بیوی' ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بہن جب سورۃ تبت نازل ہوئی تو آپ کو پتھر مارنے کے لئے آئی۔ آپ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ام جمیل نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہارے ساتھی کہاں ہیں تو انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ ام جمیل نے کہا اس نے میری ہجو کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تمہاری ہجو نہیں کی۔ اس نے کہا واللہ! اگر میں اسے دیکھ لیتی تو ضرور مارتی۔ چنانچہ وہ "مذمما ابینا' ودینه قلینا" کہتی ہوئی واپس چلی گئی۔

ابوجہل : ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کی حالت میں دیکھ کر سر کچلنا چاہا تو کھائی میں آگ' دہشت ناک عذاب اور ملائکہ کو دیکھ کر آگے کو ہاتھ پھیلائے پسپا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ تو اس نے یہ

چشم دید واقعہ بتایا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر پیش قدمی کرتا تو ملائکہ اس کی تکا بوٹی کر ڈالتے۔

ہجرت کی رات : کفار نے آپ کا محاصرہ کیا اور دروازے پر نوجوان جمع کر دیئے جونہی رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر نکلیں فوراً حملہ کر کے قتل کر دیئے جائیں (معاذ اللہ) آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر سلا دیا اور خود شاہت الوجوہ کہتے ہوئے ان کے سروں پر خاک بکھیرتے ہوئے باہر نکل آئے' وہ آپ کو دیکھ نہ پائے۔ پھر آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار ثور میں پناہ گزین ہو گئے اور غار کے دھانے پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ اگر کسی نے نیچے جھانک لیا تو دیکھ لے گا تو آپ نے فرمایا فکر نہ کرو' اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

نسج داود ما حمی صاحب الغا ر وکان الفخار للعنکبوت

(زرہ نے غار والوں کو حفاظت و صیانت نہ کی۔ یہ فضل و منقبت مکڑی کے حصہ میں ہے)

سراقہ : اسی طرح سراقہ بن مالک بن جعشم کا واقعہ ہے جو ہجرت کے سفر میں آپ کو پیش آیا اور وہ رسول اللہ ﷺ سے امن کا پروانہ لے کر واپس چلا آیا۔

ذبح : بموجب امر الٰہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسماعیل علیہ السلام کو لٹا کر چھری چلانے کے بالمقابل ہے نبی علیہ السلام کا بنفس نفیس غزوات میں شامل ہونا' سر مبارک پر چوٹ آنا اور دانت کا ٹوٹنا۔

آگ کا سرد ہونا : حضرت ابراہیمؑ کے لئے بامر الٰہی آگ کا سرد اور راحت ہو جانا اور اذیت ناک نہ ہونا بعینہ اسی طرح آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ آپ کے لئے راحت جان اور آخر دم تک صحت و سلامتی کا پیام تھا اور بشر بن برا جو آپ کے ہمراہ کھانے میں شریک تھے' فوراً فوت ہو گئے۔ زہر آمیختہ گوشت کی دستی نے خود رسول اللہ ﷺ کو زہر سے مطلع فرمایا' آپ اس زہر کے اثر سے تاحیات محفوظ رہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے نزع کے عالم میں اس زہر کی تاثیر محسوس فرمائی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ : فاتح شام' کفار کے سامنے زہر کھا گئے اور آپ کو زہر سے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

حضرت ابراہیمؑ کا معجزانہ مناظرہ : حضرت ابراہیمؑ نے نمرود سے مناظرہ کیا اور وہ لاجواب ہو گیا ایسے ہی ابی بن خلف' منکر حشر' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بوسیدہ ہڈی لایا اور اسے مسل کر کہنے لگا اسے کون زندہ کرے گا۔ **قال من یحی العظام وھی رمیم** (۳۶/۷۸) اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی اور بتایا یوں کہو جس نے پہلی بار اسے بتایا وہی زندہ کرے گا۔ **قل یحییھا الذی انشاھا اول مرہ** (۳۶/۷۹) چنانچہ وہ حیران اور پریشان ہو کر واپس چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حجت باز کو غزوہ احد میں اپنے دست حق پرست سے نیزا مارا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا ساتھیوں نے کہا معمولی بات ہے صبر کر' اس نے کہا مجھے اس قدر درد ہے اگر کسی اور کو ہوتا تو وہ فوراً مرجاتا۔ واللہ! وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مرجاتا۔

نظری یا بدیہی : امام ابن کثیر فرماتے ہیں' پیدائش اور آغاز عالم سے' حشر اور نشاۃ ثانیہ پر استدلال ایک عمدہ اور فیصلہ کن دلیل ہے۔ جس نے "صرف دو حرف سے لاشئ" اور معدوم کو شئ بنایا اور وجود بخشا وہ

اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ ملاحظہ ہو سورت یٰسین کی آیت (۳۶/۸۱) اور (۲۷/۴۰'۳۰/۴۰'۷۵/۴۰) بنابریں بعض متکلمین کے نزدیک یہ حشر اور دوبارہ زندہ ہونے کا مسئلہ نظری ہے' بدیہی اور فطری نہیں اور اکثر کے ہاں یہ معاد کا مسئلہ ایک بدیہی اور فطری امر ہے جس کے ثبوت کے لئے دلیل و حجت کی قطعاً ضرورت نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کا مدمقابل ایک ضدی اور معاند شخص تھا' کیونکہ یہ مسئلہ ایک فطری اور طبعی بات ہے' ہر کوئی جانتا ہے۔ البتہ جو شخص اپنے خراب ماحول سے متاثر ہو جائے' اس کے نزدیک یہ مسئلہ نظری ہے۔

بہرحال اس کا مردے کو زندہ کرنے کا دعویٰ عقل اور نقل ہر لحاظ سے ناقابل قبول تھا۔ اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے دوسرا اسلوب بیان اختیار کیا کہ اگر تیرا دعویٰ درست ہے تو سورج کو مغربی افق سے طلوع کر کے دکھا۔ تب وہ کافر حیران اور لاجواب ہو گیا۔

بت شکن : ابونعیم اصبہانی فرماتے ہیں' حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کی رضا کی خاطر بت توڑ دیئے تھے' تو عرض ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ۳۶۰ بت توڑ دیئے تھے آپ جاء الحق وزھق الباطل پڑھ کر اشارہ کرتے تو وہ بت خود بخود دھڑام سے گر جاتے پھر آپ نے ان شکستہ بتوں کو باہر پھینکوا دیا۔

بعض علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت بھی بت گر پڑے تھے اور فارس کے آتش کدہ کی آگ بجھ گئی تھی جو ایک ہزار سال سے روشن تھی اور کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے تھے جو تین ہزار سال سے مستحکم حکومت کے معمولی عرصہ میں چودہ سلاطین کے بعد ختم ہونے کی علامت تھے۔

عجائبات عالم : اور ہم نے اسی طرح ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھائے اور دکھانے کا مقصد تھا تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو جائے (۶/۷۵)

اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو معراج کی رات مکہ سے بیت المقدس تک' سات آسمان جنت جہنم وغیرہ سب عجائبات عالم سے آگاہ فرما دیا گیا ہے۔ مسند احمد اور ترمذی وغیرہ میں مذکور ہے۔ میرے سامنے ہر چیز جلوہ گر ہوئی اور میں نے پہچان لیا۔ فتجلی لی کل شئی وعرفت

حضرت یعقوب علیہ السلام : حضرت یوسف علیہ السلام کے اغوا اور گمشدگی سے یعقوبؑ رنج و الم میں مبتلا ہوئے اور صبر کیا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیمؓ کی وفات پر صبر کیا اور فرمایا آنکھیں اشکبار ہیں' دل غمناک ہے اور مرضی مولیٰ سب سے اولیٰ ہے۔ اے ابراہیم! ہم تیرے فراق سے درد مند اور بے تاب ہیں۔ بقول امام ابن کثیر بعثت کے بعد آپ کی تین بیٹیاں فوت ہوئیں اور حمزہ شہید ہوئے' آپ نے صبر کیا اور اللہ سے اجر طلب کیا۔ (چند دنوں کے وقفے میں شفیق اور مہربان چچا ابوطالب اور غم گسار بیوی حضرت خدیجہؓ فوت ہوئیں)

حضرت یوسف علیہ السلام : حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کے بالمقابل رسول اللہ ﷺ کو ایسا حسن و کمال عطا ہوا کہ ان کا حسن ان کے سامنے ماند تھا۔ بقول ربیع بنت مسعود' میں آپ کو دیکھتی تو

آپ سورج کی طرح منور ہوتے۔ حضرت یوسفؑ کا وطن سے بے وطن ہونا' اور فراق کا رنج و الم سہنا' حضرت محمد ﷺ کے ہجرت کرنے' مالوف وطن ترک کرنے اور احباب کو خیرباد کہنے کے برابر اور مساوی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام : شیخ ابن زملکانی فرماتے ہیں' حضرت موسیٰؑ کے عصا میں زندگی کے آثار نمایاں ہونا یہ ایک عظیم معجزہ ہے۔ سنگ ریزوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں تسبیحات کہیں پھر اسی طرح یکے بعد دیگر حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں میں بھی' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اھذہ خلافۃ النبوۃ) یعنی یہ نبوت کے بعد خلافت ہے۔

۲۔ ابو مسلم خولانی کے ہاتھ میں تسبیح تھی آپ کو نیند آگئی پھر جاگے تو تسبیح ہاتھ میں گھوم رہی ہے اور اس سے "سبحانک یا منبت النبات و یا دائم الثبات" کی مسلسل آواز آرہی ہے۔ آپ نے ام مسلم کو بلایا اور کہا یہ عجب منظر ہے' وہ آئیں تو تسبیح گھوم رہی تھی اور اس سے تسبیح کی آواز آرہی تھی۔ جب ام مسلم قریب بیٹھ گئی تو وہ خاموش ہو گئی۔

۳۔ بخاری شریف میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ ہم کھانے میں سے تسبیحات کی آواز سنا کرتے تھے۔

۴۔ مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبل از بعثت مجھے ایک پتھر سلام کہا کرتا تھا' میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں' بقول بعض یہ حجر اسود ہے۔

۵۔ ترمذی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مکہ کے کسی گوشہ میں تھا ہر کوہ شجر کہہ رہا تھا' السلام علیک یا رسول اللہ!

۶۔ ولائل النبوۃ میں حضرت علیؓ سے مذکور ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ باہر نکلا' راستہ میں ہر حجر شجر وغیرہ آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ! کہہ رہا تھا اور آپ نے ایک درخت کو بلایا تو وہ آپ کے پاس آیا۔ اس میں دو درختوں کو رفع حاجت کیلئے اکٹھا ہو جانے کا حکم بھی ہے اور اس روایت میں "انقادا علی باذن اللہ" یعنی اللہ کے حکم سے میرے تابع ہو جاؤ" سے صاف واضح ہے کہ ان میں آپ کا کلام سمجھنے کی اہلیت تھی کہ وہ آپ حکم کے تابع ہو گئے۔

۷۔ آپؐ نے کھجور کے ایک درخت کو بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ کے سامنے آکھڑا ہوا اور آپ کی رسالت کی تین بار شہادت دی' پھر واپس اپنے مقام پر چلا گیا۔

۸۔ مسند احمد' تاریخ بخاری' ترمذی اور بیہقی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عامر قبیلہ کے ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ کی رسالت کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا کھجور کے خوشے کو اپنے پاس بلا لوں تو پھر میری رسالت کو مان جائے گا' اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے خوشے کو بلایا خوشہ ٹوٹ کر زمین پر آگیا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر آپ نے اسے واپس لوٹ جانے کا حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا تو وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا۔

۹۔ بیہقی کی ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عامر بن صعصعہ عامری رسول اللہ ﷺ کے پاس نخلستان میں آیا اور پوچھنے لگا آپ کے بارے صحابہ کیا کہہ رہے ہیں' آپ نے فرمایا کوئی معجزہ

دکھاؤں' اس نے کہا جی ہاں دکھایئے' پھر آپ نے کھجور کی ایک شاخ کو بلایا وہ زمین چیرتی ہوئی آپ کے سامنے کھڑی ہو گئی اور بار بار آپ کو سجدہ کرنے لگی۔ پھر آپ نے واپس لوٹ جانے کا ارشاد فرمایا' تو وہ واپس چلی گئی اور عامری بھی یہ کہتا ہوا گیا واللہ! میں آپ کی کبھی تکذیب نہیں کروں گا۔

۱۰۔ امام حاکم نے حضرت ابن عمرؓ سے مستدرک میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت پیش کی تو اس نے کہا کوئی دلیل بھی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ درخت جو وادی کے کنارے پر کھڑا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ کے سامنے آکھڑا ہوا' آپ نے اس سے تین بار شہادت طلب کی' تو اس نے آپ کے حسب فرمان گواہی دی پھر وہ درخت اپنے مکان پر چلا گیا اور دیہاتی اپنی قوم کے پاس چلا آیا کہ اگر وہ میری بات مان گئے تو ان کو ساتھ لے آؤں گا ورنہ میں تنہا واپس چلا آؤں گا۔

ستون حنانہ : رسول اللہ ﷺ کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے' منبر تیار ہو گیا اور آپ اس پر خطبہ دینے کے لئے چڑھے تو وہ اونٹنی کی طرح بلبلانے لگا' سب حاضرین سن رہے تھے' پھر رسول اللہ ﷺ نے اتر کر اسے گلے لگا لیا اور خاموش کرایا۔ پھر اسے دنیا میں شادابی یا جنت میں پھل دار درخت جس کا پھل اولیا تناول فرمائیں گے کا اختیار دیا تو اس نے آخرت کو ترجیح دی اور چپ ہو گیا۔

الشفا میں قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ حدیث مشہور و معروف اور متواتر ہے۔ ابی بن کعب' انس بن مالک' بریدہ' سہل بن سعد' ابن عباس' ابن عمر' ابوسعید خدری' مطلب بن ابی وداعہ' عائشہ اور سلمہ وغیرہ صحابہؓ (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے۔ ان صحابہ کرام سے متعدد تابعی بیان کرتے ہیں اور ان سے ان کے بے شمار تلامذہ روایت کرتے ہیں جن کا کذب و زور پر اتفاق ایک محال امر ہے۔

باقی رہا ستون کے اختیار کا مسئلہ تو یہ متواتر نہیں بلکہ اس کی سند تک بھی صحیح نہیں' جمادات کا تسبیح کہنا' نباتات کا رونا اور رسالت کی شہادت دینا عصائے موسیٰ کے سانپ بننے سے کم نہیں۔

بیہقی میں عمرو بن سوار سے منقول ہے کہ مجھے امام شافعی نے بتایا کہ جس قدر معجزات محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوئے ہیں' اس قدر کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ میں نے عرض کیا' حضرت عیسیٰ کو مردہ زندہ کرنے کا معجزہ ملا ہے' تو آپ نے فرمایا محمد ﷺ کو حنانہ ستون کا معجزہ عطا ہوا' یہ مردہ کے زندہ کرنے کی نسبت عظیم معجزہ ہے۔ کیونکہ ستون انسانی زندگی کا مظہر نہیں' بایں ہمہ اسے شعور پیدا ہوا اور غمگین ہو کر رویا اور رسول اللہ ﷺ کے بغل گیر ہونے سے خاموش ہوا۔ حسن بصری فرمایا کرتے تھے جب بے جان لکڑی رسول اللہ ﷺ کے فراق میں روئی تو ہم لوگوں کو تو بالاولیٰ رونا چاہئے۔

نوٹ : رسول اللہ ﷺ کا ایک علم تھا ایک ماہ کی مسافت سے بھی دشمن اس سے لرزاں و ترساں رہتے تھے' آپ کا ایک نیزہ تھا جب کوئی سترہ نہ ہوتا تو نماز کے وقت اسے سامنے گاڑ لیتے آپ کا ایک عصا تھا' جس پر آپ ٹیک لگا کر چلتے تھے' یہی وہ عصا ہے جس کا تذکرہ سطیح کاہن نے اپنے برادر زادہ عبدالمسیح بن نضیلہ سے کہا تھا جب تلاوت بکثرت ہو گی اور صاحب عصا ظاہر ہو جائے گا اور بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے تو سطیح کا نام نہ رہے گا۔ ان متعدد اشیاء سے مختلف مقامات میں بہ نسبت ایک عصا کے' زندگی کے آثار ظاہر ہونا' عظیم

علامت طلب کی جس کی بدولت ان کی قوم مسلمان ہو جائے۔ چنانچہ ان کی پیشانی چراغ کی طرح چمک اٹھی تو انہوں نے دعا کی الٰہی! کسی اور جگہ پر ہو۔ چنانچہ وہ روشنی ان کے کوڑے کی دستی پر رونما ہوئی' وہ چراغ کی طرح منور تھی۔ اس کرامت کی برکت اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کی بدولت وہ لوگ مسلمان ہو گئے' لوگ حضرت طفیلؓ کو ذوالنور کہتے تھے۔

عصا کا روشن ہونا : بخاری وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت عابد بن بشرؓ نہایت تاریک رات میں رسول اللہ ﷺ کی محفل سے باہر آئے تو چراغ کی طرح ایک عصا روشن ہو گیا۔ جب راستہ جدا ہو گیا تو دونوں کے عصا منور ہو گئے۔

انگلیوں کا روشن ہونا : حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے' رات نہایت تاریک تھی۔ چنانچہ میری انگلیاں منور ہو گئیں اور اس روشنی میں سوزش نہ تھی۔ رفقا سے بہتیرا چھپاتے تھے مگر وہ روشنی چھپتی نہ تھی۔

خواب میں مردوں سے ہمکلام ہونا : کتاب البعث میں ہشام بن عمار نے عبدالاعلیٰ بن محمد بکر' جعفر بن سلیمان بصری' ابوالتیاح ضبعی سے بیان کرتے ہیں کہ مطرف بن عبداللہ م ۹۵ھ ہر جمعہ صحرا میں جاتا بسا اوقات اس کا کوڑا منور ہو جاتا۔ چنانچہ وہ ایک رات گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا چلتا چلتا قبرستان کے پاس پہنچا تو اس کو اونگھ آگئی' وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ہر مردہ اپنی قبر پر بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے یہ مطرف جمعہ کے روز آتا ہے' میں نے ان سے پوچھا تم جمعہ کے روز کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے "ہاں" کہہ کر کہا جمعہ کے روز جو کچھ پرندے بولتے ہیں' ہم تو وہ بھی جانتے ہیں۔ پوچھا پرندے اس روز کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا وہ بولتے ہیں اے پروردگار قوم صالح کو سلامت رکھ۔

طوفان کی بددعا : طوفان وبا اور بکثرت موت کو بھی کہتے ہیں' حضرت موسیٰؑ جب ان سے مایوس ہو گئے تو طوفان کی بددعا کی' شاید وہ نادم اور پشیمان ہو کر راہ راست پر آجائیں۔ **فارسلنا علیھم الطوفان** (۱۳۳/۷) "پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان۔" اسی طرح قریش نے بھی جب محمد ﷺ کی مسلسل مخالفت کی تو آپ نے بھی ان پر خشک سالی کی بددعا فرمائی۔ چنانچہ وہ ہر گری پڑی چیز کھا گئے اور بھوک کی وجہ سے فضا میں دھواں نظر آنے لگا۔ حضرت ابن مسعود نے (۱۰/۴۴) **بدخان مبین**" یعنی ظاہر دھواں کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ "رواہ البخاری"

پھر قریش نے رشتہ داری کا واسطہ دیا اور بارش کی دعا کی درخواست کی ویسے بھی آپ رؤف رحیم ہیں چنانچہ دعا فرمائی اور بارش ہوئی تو جان میں جان آئی۔

بحر قلزم کا پھٹنا : سمندر کے ساحل پر پہنچے تو دوسرا فریق بھی آگیا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی کیفیت پیدا ہو گئی تو اللہ کے حکم سے عصا سمندر پر مارا وہ پھٹ گیا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ چاند کی چودھویں رات ایک مجلس میں تشریف فرما تھے' کفار کی خواہش کے موافق چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

علامت طلب کی جس کی بدولت ان کی قوم مسلمان ہو جائے۔ چنانچہ ان کی پیشانی چراغ کی طرح چمک اٹھی تو انہوں نے دعا کی الٰہی! کسی اور جگہ پر ہو۔ چنانچہ وہ روشنی ان کے کوڑے کی دستی پر رونما ہوئی' وہ چراغ کی طرح منور تھی۔ اس کرامت کی برکت اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کی بدولت وہ لوگ مسلمان ہو گئے' لوگ حضرت طفیلؓ کو ذوالنور کہتے تھے۔

عصا کا روشن ہونا : بخاری وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت عابد بن بشرؓ نہایت تاریک رات میں رسول اللہ ﷺ کی محفل سے باہر آئے تو چراغ کی طرح ایک عصا روشن ہو گیا۔ جب راستہ جدا ہو گیا تو دونوں کے عصا منور ہو گئے۔

انگلیوں کا روشن ہونا : حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے' رات نہایت تاریک تھی۔ چنانچہ میری انگلیاں منور ہو گئیں اور اس روشنی میں سوزش نہ تھی۔ رفقا اسے بہتیرا چھپاتے تھے مگر وہ روشنی چھپتی نہ تھی۔

خواب میں مردوں سے ہمکلام ہونا : کتاب البعث میں ہشام بن عمار نے عبدالاعلیٰ بن محمد بکر' جعفر بن سلیمان بصری' ابوالتیاح ضبعی سے بیان کرتے ہیں کہ مطرف بن عبداللہ م ۹۵ھ ہر جمعہ صحرا میں جاتا بسا اوقات اس کا کوڑا منور ہو جاتا۔ چنانچہ وہ ایک رات گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا چلتا چلتا قبرستان کے پاس پہنچا تو اس کو اونگھ آ گئی' وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ہر مردہ اپنی قبر پر بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے یہ مطرف جمعہ کے روز آتا ہے' میں نے ان سے پوچھا تم جمعہ کے روز کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے "ہاں" کہہ کر کہا جمعہ کے روز جو کچھ پرندے بولتے ہیں' ہم تو وہ بھی جانتے ہیں۔ پوچھا پرندے اس روز کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا وہ بولتے ہیں اے پروردگار قوم صالح کو سلامت رکھ۔

طوفان کی بددعا : طوفان وبا اور بکثرت موت کو بھی کہتے ہیں' حضرت موسیٰؑ جب ان سے مایوس ہو گئے تو طوفان کی بددعا کی' شاید وہ نادم اور پشیمان ہو کر راہ راست پر آجائیں۔ **فارسلنا علیھم الطوفان** (۱۳۳/ ۷) "پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان۔" اسی طرح قریش نے بھی جب محمد ﷺ کی مسلسل مخالفت کی تو آپ نے بھی ان پر خشک سالی کی بددعا فرمائی۔ چنانچہ وہ ہر گری پڑی چیز کھا گئے اور بھوک کی وجہ سے فضا میں دھواں نظر آنے لگا۔ حضرت ابن مسعود نے (۱۰/۴۴) **بدخان مبین**" یعنی ظاہر دھواں کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ "رواہ البخاری"

پھر قریش نے رشتہ داری کا واسطہ دیا اور بارش کی دعا کی درخواست کی ویسے بھی آپ رؤف رحیم ہیں چنانچہ دعا فرمائی اور بارش ہوئی تو جان میں جان آئی۔

بحر قلزم کا پھٹنا : سمندر کے ساحل پر پہنچے تو دوسرا فریق بھی آگیا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی کیفیت پیدا ہو گئی تو اللہ کے حکم سے عصا سمندر پر مارا وہ پھٹ گیا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ چاند کی چودھویں رات ایک مجلس میں تشریف فرما تھے' کفار کی خواہش کے موافق چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

یہ ایک عظیم الشان حسی اور آسمانی معجزہ ہے۔ ایسا عظیم معجزہ کسی نبی کو عطا نہیں ہوا اور یہ یوشع بن نون کے لئے سورج کی رفتار کم ہونے سے بھی بڑا معجزہ ہے۔ جب وہ بروز جمعہ بیت المقدس فتح نہ کر سکے تو دعا کی کہ سورج کی رفتار رک جائے۔

فلق بحر : ابن حامد کہتے ہیں کہ موسیٰؑ کے عصا کی ایک ضرب سے سمندر پھٹ گیا اور یہ ایک عظیم معجزہ ہے۔

حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر کے لئے نکلے تو راستہ میں ایک عظیم وادی میں پانی بہہ رہا ہے۔ چودہ قامت اس کا عرض تھا۔ رفقا نے عرض کیا' دشمن پیچھے ہے' وادی آگے ہے بس ہم تو محاصرہ میں آگئے چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس میں اترے اور سب سوار بھی اس کو عبور کر گئے' بس پانی صرف پاؤں تک آیا۔

یہ واقعہ بے سند ہے۔ کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں' نہ صحیح سند اور نہ ضعیف سے' واللہ اعلم۔

بادلوں کا سایہ میدان تیہ میں : قبل از نبوت بارہ سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ' چچا ابوطالب کے ہمراہ ایک تجارتی قافلہ میں شام کی جانب روانہ ہوئے' راستہ میں بحیرا راہب نے بدلی کے سایہ کی بنا پر آپ کو پہچان لیا جو صرف آپ پر سایہ افگن تھی۔ یہ معجزہ تیہ کے سایہ دار بادلوں سے کہیں عظیم اور وقیع ہے۔ بادلوں کے سایہ کا مقصد صرف حرارت اور تمازت سے محفوظ رہنا تھا۔ ہم گزشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ شدید خشک سالی کے دوران لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی' آپ نے ہاتھ اٹھا کر بارش کی دعا کی' تو حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں مطلع بالکل صاف تھا' اچانک بادل نمودار ہوا اور سارے آسمان پر محیط ہو گیا' ہفتہ بھر بارش ہوتی رہی۔

اور جب بارش کے تھم جانے کی درخواست کی تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر **اللّٰھم حوالینا ولا علینا** پڑھا اور ہاتھ کا اشارہ کیا تو مدینہ سے بادل پھٹ گئے۔ مدینہ تاج کی طرح چمک رہا تھا اور گردو نواح بارش ہو رہی تھی۔ حسب ضرورت بادلوں کے مفید سایہ کے علاوہ بارش ایک جلیل القدر معجزہ ہے اور لوگوں کے لئے نہایت سود مند ہے۔

من اور سلویٰ کا اترنا : بے شمار مواقع میں رسول اللہ ﷺ کی دعا سے خورد و نوش میں بے پناہ اضافہ ہوا اور ہزارہا افراد اس سے سیر ہوئے مثلاً غزوہ خندق میں جابرؓ کی ایک بکری اور معمولی جو سے ہزار سے زائد لوگ شکم سیر ہوئے اور ایک دفعہ مٹھی بھر خوراک پورے قافلے کو کفایت کر گئی۔

محنت و مشقت کے بغیر روزی : حافظ ابو نعیم اور الفقیہ ابن حامد بیان کرتے ہیں کہ من اور سلویٰ سے مراد بغیر محنت اور مزدوری کے خوراک ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کیلئے مال غنیمت حلال ہوا جو قبل ازیں کسی امت کے لئے حلال نہ تھا اور ایک لشکر کو بھوک ستا رہی تھی' بلامشقت سمندر سے عنبر مچھلی ملی' مسلسل تیس شب و روز مچھلی کھاتے رہے۔ اور خوب موٹے تازے ہو گئے۔

ابو موسیٰ خولانی کا واقعہ : ابو موسیٰ خولانی حج کا قافلہ لے کر چلے اور ان کو تاکید کی کہ بالکل بے

سروسامان چلیں۔ چنانچہ جس منزل میں اترتے ابو موسیٰ خولانی دو رکعت کے بعد دعا کرتے تو خوردونوش کے علاوہ جانوروں کے لئے چارہ بھی مہیا ہو جاتا۔ لگاتار سارے سفر میں واپسی تک یہی معمول رہا۔

عصا کی ایک ضرب سے بارہ چشمے پھوٹنا : اور ہر گروہ کے لئے جدا گھاٹ بن جانا یہ موسیٰؑ کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹے سے برتن میں جس میں آپ کا ہاتھ بھی نہیں سما سکتا تھا' دست مبارک رکھا اور انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹ پڑے' اسی طرح ایک عورت اونٹ پر دو مشک میں پانی لا رہی تھی' آپ کی دعا سے سارے کے سارے لشکر نے اس سے پانی استعمال کیا اور دو مشکوں میں پانی جوں کا توں تھا۔

صلح حدیبیہ میں بھی پانی کا واقعہ پیش آیا اور کئی مقام پر ایسے واقعات پیش آئے۔ گوشت پوست کی انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹنا ایک پتھر سے جو قدرتی منبع ہے' پانی بہہ نکلنے سے کہیں عظیم تر معجزہ ہے۔

حضرت ابو عمرہ انصاری حضرت بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک جہاد میں تھے' لوگ شدید پیاس سے بلک رہے تھے۔ آپ نے ایک برتن طلب فرمایا پھر پانی منگوا کر اس میں معمولی سا پانی ڈالا پھر اس میں کچھ پڑھ کر کلی کا پانی ڈالا اور اس میں اپنا دست مبارک رکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔ پھر آپ نے سب کو استعمال کی اجازت فرمائی چنانچہ لوگوں نے حسب ضرورت استعمال کیا اور پیا اور برتن بھر لئے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری : کتاب البعث میں ہشام بن عمارہ پیش کرتے ہیں سابقہ انبیاء کرام کو جو معجزات ملے وہ آنحضور ﷺ کو بھی عطا ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرش کے خزینوں میں سے ایک آیت عطا ہوئی۔ **رب لا تولج الشیطان فی قلبی واعذنی منه ومن کل سوء فان لک الید والسلطان والملک والملکوت دهر الداهرین وابدالآبدین** آمین' آمین' اور حضرت محمد ﷺ کو سورہ بقرہ کی دو آخری آیات عرش کے خزانوں میں سے عطا ہوئیں۔

حضرت یوشع بن نون بن افرائم بن یوسف علیہم السلام : حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ بنی اسرائیل میدان تیہ سے باہر ان کی زیر قیادت نکلے' طویل جہاد اور محاصرے کے بعد بیت المقدس میں داخل ہوئے' معرکہ جمعہ کے روز عصر کے بعد تک طویل ہو گیا۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ ہفتہ کے آغاز کا خطرہ تھا' جس میں جنگ و جدال ممنوع تھا' تو سورج کو دیکھ کر کہا' تو بھی اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان ہے اور میں بھی' پھر دعا کی خدایا! اس کی رفتار دھیمی کر دے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رفتار موقوف کر دی شہر فتح ہو گیا اور پھر سورج غروب ہوا۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نبی نے جنگ کی اور وہ عصر کے وقت فتح یاب ہونے کے قریب تھا' تو اس نے سورج کو خطاب کیا تو بھی محکوم ہے اور میں بھی' پھر دعا کی الٰہی! کچھ دیر تک اس کی رفتار روک دے۔ چنانچہ اس کی رفتار رک گئی اور شہر اسی روز فتح ہو گیا۔

اس حدیث میں "نبی" سے مراد یوشع علیہ السلام ہیں کیونکہ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً

مروی ہے کہ سورج کی رفتار صرف یوشع علیہ السلام کے لئے موقوف کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا' سورج کی معمولی دیر رفتار دھیمی ہونے کے بالمقابل ایک عظیم تر معجزہ ہے۔

شیخ ابو المعالی بن زملکانی فرماتے ہیں جنگ و جدال اور فتح بیت المقدس کی خاطر سورج کی حرکت حضرت یوشعؑ کے لئے موقوف ہونا ایک عظیم معجزہ ہے اور اس کے بالمقابل محمد ﷺ کے اشارے سے چاند کا دو لخت ہو جانا اس سے بدرجہا بالا اور اعلیٰ معجزہ ہے۔ **اقتربت الساعة وانشق القمر** دیگر رسول اللہ ﷺ کے لئے دو مرتبہ سورج پر معجزانہ عمل ہوا۔

امام طحاوی نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک حضرت علیؓ کی آغوش میں تھا۔ آپ نے غروب کے بعد سر اٹھایا اور حضرت علیؓ نے نماز عصر نہ پڑھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی الٰہی! وہ تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا' پس اس پر سورج لوٹا۔ چنانچہ اللہ نے سورج لوٹایا اور سورج نظر آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی اور پھر غروب ہوا۔

۲۔ شب معراج کی صبح (سورج کچھ دیر سے طلوع ہوا) آپ نے قریش کو اپنے اسرا اور رات کے سفر کے بارے بتایا' متعدد اشیاء کے علاوہ انہوں نے اپنے قافلے کی بابت پوچھا جو راستہ میں چلا آرہا تھا تو آپ نے فرمایا وہ طلوع شمس کے وقت ہی پہنچ جائے گا۔ اتفاقاً اسے کچھ دیر ہو گئی' اللہ تعالیٰ نے سورج کے طلوع کو کچھ دیر کے لئے موخر کر دیا۔ یہ روایت "زیادات علی السنن" میں ابن بکیر نے بیان کی ہے۔

تبصرہ : حضرت علیؓ کے لئے رد شمس والی روایت اسماء بنت عمیس' ابوسعید خدری' ابوہریرہ اور خود حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ یہ تمام طرق اور اسانید سے منکر اور غلط ہے۔ البتہ امام طحاوی احمد بن صالح مصری' قاضی عیاض اور ابن مطہرؒ وغیرہ کا میلان اس کی صحت و تقویت کی طرف ہے۔ لیکن بڑے بڑے حفاظ حدیث اور جرح و نقد کے ائمہ نے ردشمس کی بہت تردید کی ہے اور اس کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے۔ مثلاً علی بن مدینی' ابراہیم بن یعقوب جوزجانی' محمد و علی پسران عبید طنافسی' ابوبکر محمد بن حاتم بخاری معروف بہ ابن زنجویہ' حافظ ابوالقاسم بن عساکر اور امام ابن جوزی نے تو اسے اپنی کتاب موضوعات میں ذکر کیا۔ حافظ ابوالحجاج مزی اور امام ابوعبداللہ ذہبی نے بھی اس کے موضوع ہونے کی صراحت کی ہے' یہ تمام بحث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ باقی رہا یونس بن بکیر کا "زیادات علی السنن" میں بیان کہ سورج کا کچھ دیر موخر طلوع ہونا اس کے علاوہ کسی سے بیان نہیں' علاوہ ازیں یہ دیر سے طلوع ہونا مشاہدہ نہیں۔

دو مرتبہ سورج پلٹنا : ابن مطہر رافضی نے تو اس سے بھی عجیب (من گھڑت) بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج دو دفعہ پلٹا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے اور دوسری دفعہ جب دریائے فرات عبور کیا' اکثر لوگ اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند رفقاء کو نماز باجماعت پڑھائی پھر دیگر رفقاء کے مطالبہ پر دعا کی سورج پلٹا اور آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔

حضرت ادریس علیہ السلام : **ورفعنا مکانا علینا** (۱۹/۵۷) اور ہم نے اسے بلند مرتبہ پر پہنچایا اور عالی مقام پر سرفراز فرمایا۔ اور حضرت محمد ﷺ کو اس سے بھی اعلیٰ اور افضل مقام عطا فرمایا' آپ کا اسم

مبارک دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا **ورفعنالک ذکرک** (۹۴/۴) اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ ہر موذن' خطیب اور نمازی آپ کا نام ضرور لیتا ہے۔ اور اشهد ان محمداً رسول اللہ ﷺ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم مبارک کے ساتھ آپ کا اسم گرامی بھی روئے زمین پر اذان میں ملایا جو نماز کے آغاز کی علامت اور مفتاح ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے **ورفعنا لک ذکرک** کی تفسیر میں نقل کیا ہے جبرائیلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا ذکر کیا جائے گا آپ کا نام بھی لیا جائے گا۔

ابونعیم اصبہانی (ابواحمد محمد بن احمد غطریفی' موسیٰ بن سہل جونی' احمد بن قاسم بن بہرام ہیتی' نصر بن حماد' عثمان بن عطاء' زہری) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں زمین آسمان کی آیات اور فارق عادات امور کے منظر سے فارغ ہو گیا تو میں نے عرض کیا یارب! سابقہ انبیاء کو تیری ذات نے اعزاز و اکرام بخشا ہے۔ ابراہیم کو خلیل بنایا' موسیٰ کو کلیم اور داؤد علیہ السلام کے لئے جبال کو مسخر کیا' سلیمان کے لئے ہوا اور شیطانوں کو تابع بنایا اور عیسیٰ کو مردہ زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا تو فرمایئے! مجھے کیا عطا کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے آپ کو ان سب سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز کیا ہے کہ میرے نام کے ہمراہ تیرا نام بھی لیا جائے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو قرآن کا سفینہ بنایا ہے۔ یہ معجزہ کسی امت کو نصیب نہیں اور میں نے آپ کو عرش کے خزانوں میں سے ایک عظیم تحفہ دیا ہے' وہ ہے **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ**۔

اس سند میں غرابت ہے۔ لیکن امام ابونعیم نے اس کا یہ شاہد پیش کیا ہے' (ابوالقاسم بن دختر منیع بغوی' سلیمان بن داؤد مہرانی' حماد بن زید' عطاء بن سائب' سعید بن جبر) حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً حسب سابق۔

عجب مذاکرہ : دلائل النبوۃ میں امام ابوزرعہ رازی نے یہ حدیث درج ذیل سند سے بیان کی ہے مگر وہ بھی منقطع ہے۔ ہشام بن عمار دمشقی' ولید بن مسلم' شعیب بن زریق نے عطا خراسانی سے سنا کہ وہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک سے حدیث معراج بیان کر رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی آیات بینات دیکھ کر فارغ ہو گیا تو ایک عمدہ مہک آئی میں نے پوچھا جناب جبرائیل! یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ جنت کی مہک ہے۔

میں نے عرض کیا یارب! میرے اہل و عیال سے میری ملاقات ہو' اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کا وعدہ وفا ہو گا۔ ہر وہ موحد مسلمان جو فی سبیل اللہ خرچ کرے میں اسے اپنا قرب بخشوں گا اور جس نے مجھ پر اعتماد کیا میں اس کے لئے کافی ہوں' جس نے سوال کیا میں اسے نوازوں گا' آپ متقی لوگوں کا بہترین مرکز اور قلعہ ہیں' میں نے عرض کیا خدایا میں راضی ہو چکا ہوں۔ جب سدرۃ المنتہی کے مقام پر پہنچا تو سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کیا یارب! ابراہیمؑ کو خلیل بنایا ہے اور موسیٰؑ کو کلیم' داؤدؑ کو زبور عطا کی ہے اور سلیمان کو بادشاہت سے نوازا ہے "فرمایئے مجھے کیا عطا کیا ہے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیرا نام بلند کیا ہے کسی خطیب کا خطبہ تیری رسالت کی شہادت کے بغیر نامکمل اور ناجائز ہے اور تیری امت کے سینوں میں قرآن محفوظ کیا ہے اور سورۃ البقرہ کی دو آخری آیات اپنے خاص خزانے سے عطا کی ہیں۔

پھر آپ کی ارواح انبیاء سے ملاقات ہوئی ہر نبی نے اپنے پروردگار کی حمد وثنا بیان کی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا سب تعریف اس ذات کی ہے جس نے مجھے خلیل بنایا اور عظیم ملک عطا کیا اور مجھے بمنزلہ ایک امت کے اپنا فرمانبردار بنایا' میرا جینا اور مرنا صرف اللہ کی خاطر ہے' مجھے آتش نمرود سے نجات بخشی اور میرے لئے اس کو ٹھنڈے اور راحت جان بنایا۔

پھر حضرت موسیٰؑ نے کہا سب تعریف ہے اس ذات کی جس نے مجھے ہم کلامی کا شرف بخشا اور مجھے رسالت اور نبوت کے لئے منتخب فرمایا اور مجھ سے سرگوشی کی اور مجھے تورات سے نوازا اور میرے ہاتھوں فرعون کو تباہ کیا۔ پھر حضرت داوٗدؑ نے کہا سب ستائش اس ذات کی ہے جس نے مجھے عظیم مملکت عطا فرمائی اور زبور سے بھی نوازا اور میرے لئے لوہا موم کیا' پہاڑ اور پرندے میرے تابع کئے جو تسبیح کیا کرتے تھے اور مجھے حکمت و دانائی اور فیصلہ کن بات عطا کی۔

پھر حضرت سلیمانؑ نے کہا سب حمد وثنا اس ذات کی ہے جس نے ہوا' جن اور انسان میرے تابع کئے اور شیطانوں کو میرے تابع فرمان بنایا جو میرے حسب منشا عالی شان محل مورتیاں بڑے بڑے لگن جیسے تالاب اور حوض اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں بناتے تھے اور سب تعریف اس ذات بے ہمتا کی ہے جس نے مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور مجھے ایسے مملکت عطا کی جو میرے بعد کسی کو بھی شایان نہ ہو۔

پھر حضرت عیسیٰؑ نے کہا سب تعریف اس ذات کی ہے جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور جس نے مجھے مادر زاد اندھے اور برص والے کو تندرست کرنے کا معجزہ عطا فرمایا اور بامر الٰہی مردوں کو زندہ کرنے کا اعجاز عطا کیا اور سب حمد وثنا اس ذات کی ہے جس نے مجھے گناہوں سے پاک رکھا اور کافروں میں سے اوپر اٹھالیا اور شیطان مردود سے پناہ دی' پس شیطان کا ہم پر کوئی تسلط نہیں۔

پھر محمد ﷺ نے فرمایا کہ آپ سب نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور اب میں اس کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں۔ سب ستائش اس ذات کی ہے جس نے مجھے رحمت عالم بنا کر بھیجا اور عالم گیر بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن اتارا جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے اور میری قوم کو اقوام عالم سے بہتر بنایا اور معتدل بنایا اور میری امت کو ایسا منصب عطا کیا کہ وہ جنت میں اول داخل ہوں گے گو دنیا میں بالکل آخر زمانہ میں ہیں اور سب تعریف اس ذات کی ہے جس نے میرا سینہ کشادہ کیا اور مجھ سے دنیاوی بوجھ اتارا اور میرے نام کو بلند کیا اور سب تعریف اس ذات کی ہے جس نے مجھے فاتح عالم بنایا اور آخری نبی بنایا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اس فضیلت میں محمدؐ سب سے ممتاز اور منفرد ہیں۔

امام حاکم اور بیہقی رحمہ اللہ (عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمرؓ) بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے کہا یا رب! میں محمدؐ کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری لغزش بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہنوز میں نے محمدؐ کو پیدا بھی نہیں کیا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو آدمؑ نے کہا میں نے عرش کے پائے پر کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے اسم گرامی کی نسبت اپنی محبوب ترین مخلوق کی طرف ہی کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا بجا اے آدم! **لولا محمد ما خلقتک** اگر محمدؐ کا

وجود مسعود نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ (یہ حدیث من گھڑت ہے' نص قرآنی کے بھی خلاف ہے' ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ از البانی ص ۳۸ اور سیرت انبیاء ص ۱۲۳)

رفع ذکر : اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کا نام بلند کیا ہے اور دنیا میں اپنے نام کے ساتھ ملحق کیا ہے۔ اسی طرح قیامت میں آپ کی قدر و منزلت کو بلند کرے گا اور آپ کو مقام محمود پر سرفراز کرے گا جس کا سب رشک کریں گے اور محشر کے روز سب مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیمؑ بھی آپ کی طرف دیوانہ وار لپکیں گے۔

گزشتہ اقوام میں حضرت محمد ﷺ کی عزت و عظمت : بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ اگر اس کی زندگی میں محمدؐ مبعوث ہوں تو وہ لازماً آپ پر ایمان لائے گا۔ آپ کی پیروی ضرور کرے گا اور بالکل آپ کا تعاون کرے گا۔ نیز اس کو پابند کیا کہ اپنی امت سے بھی یہ پختہ عہد لے اگر ان کی زندگی میں محمد علیہ السلام مبعوث ہوں تو وہ سب ان پر ضرور ایمان لاویں گے اور ان کی اتباع و پیروی کریں گے۔ گزشتہ انبیاء کرام نے آپ کی بعثت کی بشارت دی یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آپؐ کی بعثت کی خوشخبری سنائی اسی طرح آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع یہودی علماء' کاہنوں اور راہبوں نے بھی دی۔

معراج کی رات : حضرت محمد ﷺ معراج کی رات یکے از دیگر آسمانوں سے پرواز کرتے ہوئے حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس چوتھے آسمان پر پہنچے' پھر چھٹے میں حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ پھر ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے پاس حضرت ابراہیم خلیل سے سلام و تحیہ ہوا پھر وہاں سے پرواز کیا' اور ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے جس میں قلموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لائے جنت جہنم اور عظیم آیات بینات دیکھیں اور انبیاء کی امامت فرمائی اور ہر ایک نے آپ کو الوداع کہا' رضوان فرشتہ نگران جنت اور مالک فرشتہ خازن جہنم نے آپ کو سلام کہا۔

یہ ہے رفعت و بلندی' عظمت و احترام' علو مرتبت اور سرفرازی' صلوٰۃ اللہ و سلامہ' علیہ و علیٰ سائر الانبیاء۔

آخری زمانہ میں رفعت : کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا دین تاقیامت باقی رہے گا اور سب دین منسوخ ہو جائیں گے اور آپ کی امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا تاقیامت اس گروہ کو کوئی دشمن اور مخالف نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ روزانہ پانچ مرتبہ' بلند مقام پر آپ کا اسم گرامی پکارا جاتا ہے' اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ۔ اسی طرح ہر خطیب خطبہ میں آپ کے اسم گرامی کا ذکر کرتا ہے اور درود و سلام بھیجتا ہے۔

وضم الإلہ اسم النبی الی اسمہ	إذا قال فی الخمس المؤذن أشھد
وشق لہ من اسمہ لیُجلّہُ	فذو العرش محمود وھذا محمد

(اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی کو اپنے اسم گرامی کے ساتھ اذان میں ملحق کر دیا ہے۔ عزت و احترام کی خاطر اپنے اسم مبارک سے آپ کا نام مشتق کیا ہے۔ عرش والا محمود ہے اور آپ کا نام محمدؐ ہے)

صرصری مرحوم کا کلام۔

أَلَمْ تَـرَ أَنَّـا لَا يَصِـحُّ أَذَانُنَـا وَلَا فَرْضُنَـا إِنْ لَمْ نُكَـرِّرْهُ فِيهِمَـا

(کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہماری اذان اور نماز بغیر آپ کے مکرر اسم مبارک کے پوری اور درست نہیں ہوتی)

داؤد علیہ السلام : حضرت داؤد علیہ السلام نہایت خوش آواز تھے اور حضرت محمد ﷺ کے بارے جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ مغرب کی نماز میں آپ نے سورۃ والتین تلاوت فرمائی۔ میں نے آپ سے زیادہ عمدہ آواز کسی کی نہیں سنی اور آپ حکم الٰہی کے موافق صاف صاف اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے۔

عجب اعجاز : حضرت داؤد علیہ السلام کے ہمراہ پرندے بھی تسبیح کہتے ہیں اور ٹھوس پہاڑوں کا تسبیح کہنا اس سے بھی تعجب خیز ہے۔ گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی میں سنگریزوں نے تسبیحیں کہیں۔ ابن حامد الفقیہ کہتے ہیں یہ حدیث مشہور و معروف ہے کہ شجر' حجر اور مٹی کے ڈھیلے بھی آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور بخاری شریف میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے دستر خوان پر طعام اور کھانے کی تسبیحیں سنا کرتے تھے' زہر ملی ہوئی گوشت کی دستی آپ سے ہم کلام ہوئی اور آپ کو زہر کی بابت بتایا۔ پالتو جانوروں' وحشی درندوں اور جمادات تک نے آپ کی رسالت کی شہادت دی۔

توجیہ : چھوٹے چھوٹے ٹھوس سنگ ریزوں سے تسبیح کی آواز آنا' بڑے بڑے غاردار اور کھوکھلے پہاڑوں سے تسبیح کی آواز آنے سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔ کیونکہ کھوکھلے پن کی بنا پر ان کی آواز بازگشت اور گنبد کی صدا ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر امیر مکہ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو جبل ابی قیس اور زرود پہاڑ گونج اٹھتے تھے لیکن اس گونج میں تسبیح کی آواز نہ ہوتی تھی کیونکہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

بایں وصف حضرت محمد ﷺ' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں میں سنگ ریزوں سے تسبیح کی آواز اور بھی تعجب خیز اعجاز ہے۔

خود کمانا : حضرت داؤد علیہ السلام خود کما کر کھایا کرتے تھے (خود کما کر کھانا نہایت پاکیزہ رزق ہے)

اسی طرح حضرت محمد ﷺ بھی خود کما کر کھایا کرتے تھے اور قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چراتے رہے اور فرمایا ہر نبی بکریاں کا چرواہا رہا ہے اور شام کے تجارتی قافلہ میں بھی آپ تشریف لے گئے' سورت الفرقان میں ہے **یمشی فی الاسواق** (۷/) اور **یمشون فی الاسواق** (۲۰/)) یعنی انبیاء کرام پاک اور حلال روزی کی خاطر بازاروں میں کاروبار کیا کرتے تھے۔

جب جہاد شروع ہوا تو مال غنیمت میں سے جو آپ کا حصہ مقرر تھا اور مال فے پر گزر اوقات تھا۔

مسند احمد اور ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کے انتہا اور اختتام پر مجھے جہاد کا حکم دے کر مبعوث کیا گیا ہے توحید کے استحکام تک یہ جہاد جاری رہے گا اور میرا رزق میرے نیزے کے سایہ تلے ہے۔ ذلت و رسوائی میرے حریف اور مخالف کا مقدر ہے جو شخص کسی قوم کا

خصوصی شعار اختیار کر کے ان کی مشابہت اختیار کرے اس کا شمار اسی قوم میں ہو گا۔

زرہ بنانا : آگ میں گرم کئے بغیر لوہے کا آٹے کی طرح نرم ہونا (حضرت داؤد کا معجزہ تھا) آپ اس سے زرہیں تیار کیا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ لوہے کی کڑیوں کو ایسے انداز سے جوڑو کہ کیل باریک نہ ہو کہ تنگ ہو جائے اور موٹا بھی نہ ہو کہ ٹوٹ جائے بلکہ معتدل اور درمیانہ ہو جس طرح کہ امام بخاری نے بیان کیا ہے۔ اور قرآن میں ہے "اور ہم نے اسے تمہارے لئے زرہیں بنانا بھی سکھایا" (۲۱/۸۰)

... ج داود ما حمى صاحب الغا رو كان الفخار للعنكبوت

(داؤدی زرہ نے صاحب غار کی حفاظت نہ کی بلکہ یہ کارنامہ عنکبوت کو نصیب ہوا)

غرضیکہ لوہا حضرت داؤدؑ کے لئے (دھاگے کی طرح) نرم تھا اور حضرت محمد ﷺ کے لئے پتھر (جو لوہے سے سخت ہے) ریت کی طرح نرم تھا۔ ۴ھ یا ۵ھ میں خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت پتھر نمودار ہوا اور اسے کوئی بھی نہ توڑ سکا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' فاقہ کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ پہلی ضرب سے ایک روشنی پیدا ہوئی اور شام کے محلات نظر آئے' دوسری ضرب سے چنگاری اٹھی اور فارس کے محلات دکھائی دیئے' تیسری ضرب ماری تو وہ تودہ خاک اور ریت کا ٹیلہ تھا۔

پتھر کی چٹان کا (جس کو آگ بھی پگھلا نہیں سکتی) آپ کی ضرب خار اشگاف سے تودہ خاک بن جانا' لوہے کے نرم ہونے سے (جو آگ سے نرم ہو سکتا ہے) زیادہ تعجب انگیز ہے۔

پتھر لوہے سے زیادہ سخت اور ناقابل شکست ہوتا ہے۔

...و أن ما عالجت لين فؤادها بنفسي للان الجندل . . . .

(اگر اس کے دل کو نرم کرنے کی تدبیر کروں (تو وہ نرم نہ ہو گا) البتہ پتھر نرم ہو جائے گا)

یعنی شاعر کی نگاہ میں کوئی چیز پتھر سے زیادہ سخت ہوتی تو وہ ضرور بیان کرتا۔

سورہ بقرہ / ۷۴ میں ہے "اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔"

باقی رہا **قل کونوا حجارۃ او حدیدا او خلقا امما یکبر فی صدورکم** (۱۷/۵۰) کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور سخت مخلوق' تو اس سے مقصد اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے کسی مخلوق کا سخت اور نرم بیان کرنا مقصود نہیں۔ الغرض لوہا بغیر کسی قسم کی تدبیر کے پتھر سے سخت ہوتا ہے' اگر کوئی تدبیر بروئے کار لائی جائے تو لوہا فوراً متاثر ہوتا ہے۔

اور توجیہ : حافظ ابو نعیم اصبہانی کہتے ہیں لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے اس قدر نرم تھا کہ اس سے کڑیاں بنا کر زرہ تیار کر لیتے تھے اور حضرت محمدؐ کے لئے پتھر موم بن گئے۔ آپ کے اشارہ سے وہ غار کی شکل اختیار کر گئے اور یوم احد میں آپ اس میں چھپ گئے۔

پتھر کا نرم ہونا' لوہے کے نرم ہونے سے زیادہ حیرت انگیز ہے کہ لوہا آگ سے نرم ہو جاتا ہے اور پتھر آگ سے متاثر نہیں ہوتا' بقول ابو نعیم اصبہانی یہ غار اب تک باقی ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اسی

طرح مکہ کی کسی وادی میں آپ نے ایک پہاڑ کو ہاتھوں سے دھکیلا اور وہ نرم ہو گیا۔ یہ بھی مشہور واقعہ ہے۔ حجاج کرام کی زیارت گاہ ہے۔ اسی طرح معراج کی رات ایک پتھر آٹے کی طرح نرم ہو گیا' آپ نے اس کے سوراخ میں براق کا لگام باندھ دیا اور اس مقام کو لوگ آج تک متبرک سمجھ کر چھوتے ہیں۔

تبصرہ : جنگ احد اور مکہ کی کسی وادی کا واقعہ نہایت غریب ہے اور سیرت کی کسی مشہور و معروف کتاب میں مذکور نہیں۔ البتہ بیت المقدس میں براق کے باندھنے کا واقعہ درست ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے باندھا تھا جس طرح کہ صحیح مسلم میں بیان ہے۔

حکمت و دانائی : حضرت داؤد علیہ السلام کو حکمت و دانائی عطا ہوئی اور حضرت محمد ﷺ کو سب سابقہ انبیاء کرام سے اعلیٰ اور اکمل شریعت اور حکمت و دانائی عطا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کے محاسن اور مناقب آپ کو عطا فرما دیئے اور مزید وہ کچھ دیا جو کسی نبی کو بھی عطا نہیں ہوا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے جامع کلمات کا معجزہ عطا ہوا ہے۔ میرا کلام مختصر اور کوزہ میں دریا بند ہوتا ہے۔

یہ بات مسلم میں ہے کہ عرب تمام اقوام سے فصیح و بلیغ ہیں اور نبی علیہ السلام ان سب سے فصیح و بلیغ اور خلق جمیل سے آراستہ ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام : امام ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ ۳۶ تا ۴۰/۳۸' ۸۱ تا ۸۲/۲۱' ۱۲-۱۳/۳۴ کی متعدد آیات درج کرنے کے بعد حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص کی مرفوع روایت بیان کرتے ہیں جو مسند احمد' ترمذی صحیح ابن حبان اور مستدرک میں مذکور ہے کہ حضرت سلیمانؑ جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے تین سوال کئے۔ (۱) ایسی قوت فیصلہ جو منشا الٰہی کے موافق ہو' (۲) ایسی حکومت جو ان کے بعد کسی کو شایان نہ ہو' (۳) بیت المقدس کی زیارت کے لئے جو آئے وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جیسے وہ آج پیدا ہوا ہے۔

ہوا کا تابع ہونا : حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کا مسخر اور تابع ہونا ایک عظیم معجزہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنگ احزاب میں ہوا سے حضرت محمد ﷺ کی نصرت فرمائی **فارسلنا علیھم ریحا** (۹/۳۳) ہم نے ان پر آندھی بھیجی۔ مسلم شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ **نصرت بالصبا و اھلکت عاد بالدبور** اور متفق علیہ روایت میں ہے **نصرت بالرعب مسیرۃ شھر**

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کافر قوم سے نبرد آزما ہونا چاہتے تو ایک ماہ کی مسافت تک کافر قوم مرعوب اور لرزہ براندام ہو جاتی۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ کے لئے اللہ نے ہوا کو تابع کر دیا تھا جس کی صبح کی منزل مہینے بھر کی راہ اور شام کی منزل مہینے بھر کی راہ تھی (۳۴/۱۲) اور رسول اللہ ﷺ کے لئے باران رحمت برسانے کی خاطر ہوائیں مسخر تھیں' بارہا رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اور بارش ہوئی۔

ایک اور موازنہ : حافظ ابو نعیم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو تابع کیا' اس کا صبح کا سفر ایک ماہ کی مسافت تھا اور اسی طرح زوال کے بعد۔

سنئے! رسول اللہ ﷺ کو اس سے عظیم اور وقیع معجزہ سے نوازا گیا۔ آپ نے رات کے معمولی حصہ مکہ

سے بیت المقدس تک سفر کیا جو ایک ماہ کا سفر ہے اور آپ نے معراج کا پچاس ہزار سال کا سفر رات کے ایک تہائی سے بھی کم وقت میں طے کیا' ہر آسمان کے عجائبات دیکھے' جنت اور جہنم ملاحظہ فرمایا۔ انبیاء کرام اور ملائکہ کی امامت فرمائی اور یہ سب کچھ امت کے معمولی حصہ میں وقوع پذیر ہوا۔

شیطانوں کا تابع ہونا : اور حضرت سلیمانؑ کی حسب منشا مختلف مصنوعات تیار کرنا یہ بھی ایک معجزہ ہے اور حضرت محمد ﷺ کی نصرت و معاونت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے متعدد غزوات میں مقرب ملائکہ کو بھیجا اور یہ شیاطین کے تابع ہونے سے اہم اور افضل معجزہ ہے۔ ایک متفق علیہ روایت میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ رات ایک سرکش جن نے میری نماز میں خلل انداز ہونے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت بخشی میرا ارادہ ہوا کہ میں اسے پکڑ کر مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دوں کہ لوگ اسے دیکھ لیں مگر مجھے سلیمانؑ کی دعا یاد آئی کہ میرے جیسی حکومت کسی کو عطا نہ ہو' تو اللہ تعالیٰ نے مردود کو ذلیل و رسوا کر کے لوٹا دیا۔

مسلم شریف میں حضرت ابو الدرداءؓ سے بھی یہی روایت منقول ہے اور مسند احمد میں نہایت عمدہ سند سے حضرت ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے۔

حدیث کی دیگر متعدد کتب میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ماہ رمضان آجائے تو جہنم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں یہ محض روزے اور قیام رمضان کی برکت کا ثمرہ ہے۔

جنات کا اسلام لانا : اللہ تعالیٰ نے کچھ جن بھیجے قرآن کی سماعت کیلئے' وہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی تبلیغ کی اور رغبت دلائی اور مخالفت کے انجام سے آگاہ کیا کیونکہ آپؐ جن اور انسان دونوں کی طرف مبعوث ہیں' چنانچہ جنات کے اکثر گروہ مسلمان ہو گئے اور کچھ ان میں سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان کے سامنے سورۃ رحمٰن کی تلاوت کی' مومنوں کو جنت کی خوشخبری سنائی اور کافروں کو جہنم کی وعید بتائی' خود ان کے خوردونوش اور ان کے مال مویشی کے چارہ کی بابت بتایا اور ان کو ہر قسم کے اہم امور سے آگاہ کر دیا۔

جن کا واقعہ : بیت المال کی حفاظت و نگہداشت کے لئے رسول اللہ ﷺ نے چند صحابہ مقرر فرمائے مگر چور کایاں تھا کہ آنکھوں میں دھول جھونک جاتا بالآخر قابو آگیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لانے کی کوشش کی مگر وہ آپ کے سامنے حاضر ہونے سے خائف تھا۔ پھر اس نے ایک وظیفہ بتا کر اپنی خلاصی چاہی کہ آیت الکرسی کی تلاوت کرنے والے کا پاس شیطان نہیں بھٹک سکتا۔

حضرت جبرائیلؑ : ابوجہل رسول اللہ ﷺ کا بدترین مخالف تھا۔ آپ کے درپے آزاد رہنا تھا بارہا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کی حمایت و نصرت کی۔ اس طرح غزوہ احد میں حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہم السلام آپ کے تحت لڑتے رہے۔

نبوت و بادشاہت : اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہم السلام کو نبوت کے ساتھ حکمرانی سے بھی سرفراز فرمایا اور حضرت محمد ﷺ کو اختیار دیا کہ نبوت کے ساتھ ملوکیت پسند کرتے یا عبدیت تو حضرت جبرائیل سے

مشورہ طلب کیا تو انہوں نے اشارہ سے بتایا کہ تواضع اور انکساری اختیار کرو۔ چنانچہ آپ نے رسالت کے ساتھ عبد ہونے کو پسند فرمایا۔ یہ حدیث حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

زمین کے خزانے : رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زمین کے مدفون خزانے اور معدنیات پیش کئے گئے مگر آپ نے ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے پہاڑوں کو سونا بنا دیتا مگر میری خواہش ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن شکم سیر۔

حافظ ابو نعیم نے (عبدالرزاق' معمر' ہرہی' سعید) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خواب میں روئے زمین کے خزینوں کی چابیاں میرے سپرد کر دی گئی ہیں۔

حسین بن واقد' حضرت جابر سے مرفوعاً مروی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ریشمی لباس میں ملبوس' ابلق گھوڑے پر سوار' میرے پاس دنیا کے خزانوں کی چابیاں لائے ہیں۔

قاسم ابولبابہ سے مرفوع بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ پیشکش کی کہ وادی بطحا کو سونا بنا دے' میں نے عرض کیا' نہیں یارب! لیکن میری آرزو یہ ہے کہ ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز سیر ہو کر کھاؤں' بھوکا ہوں تو گریہ و زاری کروں شکم سیر ہوں تو شکر بجالاؤں۔

پرندوں کی بولی : حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں اور جانوروں کی بولی سمجھتے تھے۔ یہ ایک فقید المثال معجزہ ہے تو عرض ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو بھی اس اعجاز سے سرفراز فرمایا گیا بلکہ مزید نوازا گیا' جانوروں اور درندوں نے آپ سے بات کی' پتھر اور سنگ ریزوں نے آپ کے ہاتھ میں تسبیح کہی۔ اونٹ نے آپ سے مالک کی شکایت کی' کھجور کا تنا آپ کے درد فراق میں رویا' بکری کی دستی نے آپ کو بتایا کہ میں زہر آلود ہوں۔ قریش کے حلیف بنی بکر نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی' آپ کے حلیف عمرو بن سالم خزاعی نے آپ سے شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا یہ بادل آپ کی نصرت و حمایت کے لئے گرج رہا ہے۔ یاد رہے کہ یہی خلاف ورزی فتح مکہ کا باعث ہوئی۔

پتھر کا سلام کہنا : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک پتھر مجھے قبل از بعثت سلام کہا کرتا تھا اب بھی میں اس کو پہچانتا ہوں۔

یہ سلام زبان حال سے ہو اور رسول اللہ ﷺ نے سمجھ لیا ہو تو یہ جانوروں کی بولی سمجھنے سے بھی اعلیٰ اور افضل معجزہ ہے کیونکہ یہ پتھر جمادات کی نوع سے ہے جو بے زبان ہے۔ پرندے جاندار اور منہ میں زبان رکھنے والی مخلوق ہے۔ اگر یہ سلام زبان قال سے ہو (اور یہی قرین قیاس ہے) تو یہ بھی ایک انوکھا معجزہ ہے۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مکہ کی کسی شعب میں جا رہا تھا تو راستہ میں ہر شجر' حجر اور مدر آپ کو السلام علیک یارسول اللہ کہہ رہا تھا۔ یہ سلام زبان قال سے رسول اللہ ﷺ نے بھی سنا اور حضرت علیؓ نے بھی۔

یعفور گدھا : ابو نعیم' (احمد بن محمد بن حارث عنبری' احمد بن یوسف بن سفیان' ابراہیم بن سوید نخعی' عبداللہ بن ازینہ طائی' ثور بن یزید) خالد بن معلاۃ جبلؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک سیاہ فام

گدھا حاضر ہوا آپ نے پوچھا کیا نام ہے؟ عرض کیا عمرو بن فہران' ہم سات بھائی تھے اور انبیاء کرام کی سواری تھے' میں سب سے چھوٹا ہوں اور آپ کا خادم ہوں میرا مال یہودی تھا جب مجھے "آپ" یاد آتے تو میں اسے گرا دیتا تھا اور مجھے خوب پیٹتا تھا۔ یہ داستان سن کر آپ نے فرمایا تیرا نام یعفور ہے۔

تبصرہ : معجزات کی متعدد صحیح روایات کے دستیاب ہوتے ہوئے ایسی واہیات اور منکر روایت بیان کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں' اس کی اور سند بھی بیان کی گئی ہے' اس کو بھی ابن ابی حاتم نے منکر کہا ہے' واللہ اعلم۔

حضرت عیسیٰؑ کے معجزات : بقول حافظ ابو نعیم اصبہانی علیہ الرحمہ' مسیح کا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ عموماً سیروسیاحت میں رہتے تھے۔ آپ کے پاؤں سپاٹ تھے' بوقت ولادت آپ کے جسم پر تیل کی مالش تھی۔ حضرت جبرائیلؑ نے مبارک ہاتھوں سے چھوا' اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ معاف کر دیئے' جسے چھوتے وہ شفایاب ہو جاتا۔

خصائص : آپ باپ کے بغیر مریم کے مولود اور کلمہ کن کے ذریعہ مخلوق ہیں جیسے حواؑ آدمؑ سے بغیر ماں کے پیدا ہوئیں اور جس طرح حضرت آدم بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے' اللہ تعالیٰ نے آپ کا ڈھانچہ مٹی سے تیار کر کے "کن" کہا اور معرض وجود میں آگئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبرائیلؑ کی نفخ کے ذریعہ کلمہ کن کی پیداوار ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ ولادت کے وقت ابلیس ملعون کے وار سے محفوظ رہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے مارنے لگا تو وہ پردے میں لگا۔

حضرت عیسیٰؑ اب تک پہلے آسمان میں جسمانی طور پر زندہ ہیں اور قبل از قیامت دمشق میں سفید مشرقی منارہ پر نزول فرمائیں گے دنیا میں جس قدر ظلم و ستم روا ہو گا اسے ختم کر کے دنیا کو عدل و سلامتی کا گہوارہ بنائیں گے شریعت محمدیہ کے قانون کو بروئے کار لائیں گے اور روضہ اطہر میں دفن ہوں گے (کما رواہ الترمذی)

مردوں کو زندہ کرنا : یہ ایک عظیم معجزہ حضرت عیسیٰؑ کو عطا ہوا اور حضرت محمدؐ کے اس نوع کے اکثر معجزات ہیں۔ بلکہ جمادات کا زندہ کرنا مردہ انسان کے زندہ کرنے کی نسبت دقیع اور اعلیٰ معجزہ ہے۔

زہر آمیختہ بکری کی دستی کا گوشت آپ سے ہم کلام ہوا' یاد رہے کہ گوشت کے ٹکڑے کو زندہ کرنا ایک سالم انسان کے زندہ کرنے سے بوجوہ اعلیٰ معجزہ ہے۔ مردہ اور بے جان جانور کے ایک حصہ کو زندہ کرنا باقی ماندہ پر موت طاری رہنا اور زندگی بھی ایسی جو سابقہ زندگی سے عقل و ادراک کے لحاظ سے ممتاز ہو' بلکہ یہ ابراہیمؑ کے پرندے زندہ کرنے سے بھی اعلیٰ اور برتر معجزہ ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں شجر' حجر' مدر' درخت کی شاخوں' کھجور کے تنے میں زندگی اور عقل و ادراک کا حلول کر جانا جبکہ وہ قبل ازیں ایسی زندگی سے بالکل ناآشنا تھے بہ نسبت مردہ زندہ کرنے کے جو حیات و زندگی کا مرکز تھا بالکل ایک اعلیٰ معجزہ اور حیرت انگیز اعجاز ہے۔ "فی من عاش بعد الموت" میں ابن ابی الدنیا نے ایسے متعدد معجزات بیان کئے ہیں۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری مریض کی عیادت کے لئے گئے اور وہ فوت ہو گیا ہم نے نعش پر کپڑا پھیلا کر ڈھانپ دیا (اس کے سرہانے اس کی بوڑھی والدہ بیٹھی تھی (اور بیہقی میں ہے کہ وہ اندھی تھی) والدہ سے کسی نے کہا صبر کرو اور اللہ کے ہاں اجر طلب کرو تو اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے' ہم نے عرض کیا جی ہاں! بوڑھی نے پھر پوچھا کیا سچ مچ فوت ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا بالکل۔ پھر اس نے ہاتھ پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی الٰہی! تیری ذات کو خوب معلوم ہے کہ میں نے تیرے رسول کے پاس ہجرت محض اس امید سے کی تھی کہ تو ہی میرے مصائب میں کام آئے' خدایا اس ناقابل برداشت اور جانکاہ معیبت میں مجھے مبتلا نہ کر۔

چنانچہ وہ لڑکا سر سے کپڑا اتار کر بیٹھ گیا اور ہم سب نے ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھایا۔

یہ واقعہ ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے (صالح بن بشیر مری (ایک عابد زاہد اور کمزور راوی) ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے اس میں ہے۔ ان امه كانت عجوزاً عمياء

اور امام بیہقی نے (عیسیٰ بن یونس' عبداللہ بن عون' انسؓ) سے بھی نقل کیا ہے۔ اس میں ہے کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہوا' یہ راوی سب ثقہ ہیں مگر اس میں عبداللہ بن عون اور انسؓ کے درمیان انقطاع ہے' واللہ اعلم۔

گدھے کا زندہ ہونا : حسن بن عرفہ (عبداللہ بن ادریس' اسماعیل بن ابی خالد) ابو سبرہ نخعی سے بیان کرتے ہیں کسی یمنی کا راستہ میں گدھا مر گیا اس نے دو رکعت نماز کے بعد دعا کی الٰہی! میں گھر سے تیرے راستہ میں جہاد کرنے کی خاطر نکلا ہوں اور صرف تیری رضا نصب العین ہے اور میرا ایمان ہے کہ تو ہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔ آج مجھے کسی کا احسان مند نہ کر' آج میں اپنے گدھے کی زندگی کا طلب گار ہوں۔ چنانچہ گدھا کان پھڑکاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ امام بیہقی کہتے ہیں یہ سند درست ہے۔ اس طرح کی کرامت نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ اسماعیل بن ابی خالد یہ واقعہ شعبی سے بھی نقل کرتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے یہ واقعہ شعبی سے بیان کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے یہ گدھا کوفہ کے بازار میں فروخت ہوتا دیکھا۔ ابن ابی الدنیا نے ایک اور سند سے بھی یہ نقل کیا ہے' اس میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں رونما ہوا اور کسی یمنی کا شعر ہے۔

ومنا الذي أحيى الأله حماره وقد مات منه كل عضو ومفصل

زید بن خارجہ کا موت کے بعد کلام کرنا : امام بخاری کی تاریخ کبیر میں ہے زید بن خارجہ انصاری' بدری عہد عثمانؓ میں فوت ہوا اور وفات کے بعد اس نے کلام کی۔

مستدرک میں امام حاکم نے اور دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے (عتبی' سلیمان بن بلال' یحییٰ بن سعید انصاری) سعید بن مسیب سے بیان کیا ہے کہ زید بن خارجہ انصاری خزرجی' خلافت عثمانؓ میں فوت ہوا' اور اس کی نعش پر کپڑا ڈال دیا گیا۔ پھر حاضرین نے اس کے سینے سے آواز سنی پھر اس نے کہا واقعی احمد لوح

محفوظ میں مذکور ہے۔ اور وہ صادق ہے' ابوبکر خود ضعیف ہے مگر احکام الٰہی میں طاقتور ہے' یہ کتاب اول کی نوشت ہے اور درست ہے عمر بن خطاب طاقتور ہیں یہ لوح محفوظ میں ہے واقعی سچ ہے۔ عثمان بن عفان بھی ان کے طرز خلافت پر قائم ہیں۔ چار سال گزر چکے ہیں اور دو باقی ہیں پھر فتنہ فساد کا دور آئے گا۔ طاقتور کمزور کو کھا جائیں گے اور قیامت بپا ہو جائے گی۔ عنقریب تمہارے لشکر کے بارے خبر آئے گی۔

یحیٰی بن سعید انصاری' سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں پھر بنی حطمہ کا ایک آدمی فوت ہوا' اس کی نعش پر کپڑا ڈال دیا گیا۔ اس کے سینہ میں آواز پیدا ہوئی' پھر اس نے بات کی کہ واقعی انصاری خزرجی نے سچ کہا ہے۔ ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے اس واقعہ کو ایک دوسری سند سے اس سے بھی مفصل بیان کیا ہے اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ بعد از موت کلام کرنے کا واقعہ ایک جماعت سے صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے' واللہ اعلم۔

بکری کا زندہ ہونا : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں ایک بکری ذبح کر کے حضرت جابرؓ نے دعوت کی اور معمولی سے جو کا آٹا تھا' ہزار افراد دعوت میں شریک تھے سب نے خوب کھایا۔

العجائب والغرائب میں حافظ محمد بن منذر عرف یشکر نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ بکری کی ہڈیوں کو جمع کر کے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ بکری زندہ ہو گئی اور وہ اپنے گھر لے گئے' واللہ اعلم۔

دیوانے کا تندرست ہونا : حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پاگل کے تندرست ہونے کے بارے کوئی خاص واقعہ منقول نہیں۔ آپ مادر زاد اندھے اور ابرص کو تندرست فرماتے تھے۔ مگر بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جملہ امراض اور کہنہ بیماریوں کا علاج فرمایا کرتے تھے۔

امام احمد اور حافظ بیہقی نے متعدد اسناد سے یعلی بن مرۃؓ سے بیان کیا ہے کہ ایک عورت اپنے ننھے بچے کو لے کر آئی' وہ سخت قسم کی آسیب میں مبتلا تھا' اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا یہ بچہ بیمار ہے' مصیبت میں مبتلا ہے' ہمیں تنگ کرتا ہے' ایک ہی دن میں بار بار دورہ پڑتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بچہ مجھے پکڑا دو۔ آپؐ نے اسے پکڑا اور منہ کھول کر اس میں تین بار پھونکا اور فرمایا بسم اللّٰہ' انا عبداللّٰہ اخساء عدواللّٰہ' پھر اسے بچہ پکڑا دیا پھر بچہ فوراً تندرست ہو گیا اور یہ تکلیف کبھی نہ ہوئی۔

امام احمد' (یزید' حماد بن سلمہ' فرقد سبخی' سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یہ دیوانہ ہے۔ کھانے پینے کے وقت اسے دورہ پڑتا ہے اور کھانا پینا دوبھر کر دیتا ہے' رسول اللہ ﷺ نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر دعا کی اسے قے آئی اور کتے کے کالے بچے کی طرح اس کے پیٹ سے کوئی چیز نکلی اور وہ تندرست ہو گیا۔ (غریب من ھذا الوجہ) فرقد سبخی م ۱۳۱ھ گو صالح آدمی ہے مگر اس کا حافظہ درست نہیں۔ ہاں مذکور بالا واقعہ اس کا شاہد ہے۔ اگر قصہ ایک ہی ہو' واللہ اعلم۔

جن : مسند بزار میں فرقد از سعید از ابن عباس مذکور ہے کہ مکہ مکرمہ میں آنحضور ﷺ کے پاس ایک انصاری عورت آئی اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایک خبیث جن مجھ پر غالب ہے تو آپ نے فرمایا اگر

اس حالت پر صبر کرو تو قیامت کے روز تمہارا کوئی حساب کتاب نہ ہو گا۔ تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے میں صبر کروں گی۔ پھر اس نے عرض کیا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ خبیث برہنہ کر دے تو آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی جب اس کو دورے کا احساس ہوتا تو وہ کعبہ کے پردے سے چمٹ کر دعا کرتی "اخساء" دفع ہو جا' تو وہ چلا جاتا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ فرقد کو یہ واقعہ یاد ہے' مسلم اور بخاری میں عطاء بن ابی رباح سے اس کا شاہد موجود ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباسؓ نے کہا' میں آپ کو ایک جنتی عورت دکھاؤں؟ عرض کیا ضرور! تو انہوں نے کہا یہ سیاہ فام عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اس نے عرض کیا مجھے دورہ پڑتا ہے اور میں برہنہ ہو جاتی ہوں۔ آپ میرے لئے دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا صبر کرو تو اس کا صلہ جنت ہے۔ مرضی ہو تو میں دعا کرتا ہوں' اللہ شفا بخشے گا۔ اس نے کہا میں صبر کروں گی' بس آپ اتنی دعا کیجئے کہ میں برہنہ نہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی پھر وہ برہنہ نہیں ہوتی تھی۔

امام بخاری' ابن جریج سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے عطا نے بتایا کہ میں نے وہ دراز قامت سیاہ فام عورت ام زفر کعبہ کے پردے سے چمٹی ہوئی دیکھی ہے۔ اسد الغابہ میں حافظ ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ یہ ام زفر حضرت خدیجہ بنت خویلد کی مشاطہ اور کنگھی چوٹی کرتی تھی۔ اس کی عمر اس قدر دراز ہوئی کہ عطا ابن ابی رباح م ۱۱۴ھ نے اس کا زمانہ پایا' رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اکمہ : مادر زاد اندھے کو کہتے ہیں یا وہ شخص جسے رات کو دکھائی دے۔ ابرص وہ ہے جس کے جسم پر پھل بہری کے سفید داغ ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ کی دعا سے ایسے مریض شفایاب ہو جاتے تھے۔

جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ چشم خانہ سے باہر نکل کر رخسار پر لٹک گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے دست مبارک سے چشم خانہ میں رکھ دیا اور وہ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گئی۔ حضرت قتادہؓ کا پوتا عاصم بن عمر' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ تو اس نے کہا

أنا ابن الذی سالت علی الخد عینه فردت بکف المصطفی أحسن الرد
فعادت کما کانت لأول أمرها فیاحسن ما عین ویاحسن ماخد

(میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار سے ڈھلک گئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے وہ چشم خانہ میں رکھ دی تھی۔ وہ بالکل پہلے کی طرح خوبصورت ہو گئی۔ دیکھئے! وہ آنکھ کیسی خوبصورت تھی اور طریقہ علاج کیسا عمدہ تھا)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا

تلك المکارم لاقعبان من لبن شیبا بماء فعادا بعد أبوالا

(یہ فضائل اور خوبیاں ہیں جو تاریخ میں مثبت ہیں لسی کے دو پیالے نہیں کہ ادھر پیئے اور ادھر خارج ہو گئے)

پھر آپ نے اسے خوب انعام و اکرام سے نوازا۔ دار قطنی میں ہے کہ دونوں آنکھیں ڈھلک گئیں تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے درست فرمائیں مگر مشہور مذکور بالا ہی ہے جس طرح کہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔

اندھے کا واقعہ : امام احمد (روح و عثمان بن عمر' شعبہ' ابو جعفر مدینی' عمارہ بن خزیمہ بن ثابت) حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک نابینا نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزارش کی دعا فرمایئے اللہ مجھے عافیت بخشے' آپ نے فرمایا ارادہ ہو تو میں آپ کی آخرت کے لئے دعا کروں اور یہ تمہاری آخرت کے لئے بہتر ہے' چاہو تو عافیت کی دعا کر دیتا ہوں۔ اس نے عرض کیا' حضور! آپ دعا فرمایئے' (میری نگاہ بحال ہو جائے) چنانچہ آپ نے اسے فرمایا وضو کر کے دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے

اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک نبیک محمد نبی الرحمۃ' انی اتوجہ بہ فی حاجتی ھذہ فتقضی

اور بروایت عثمان بن عمر" فشفعہ فی" عثمان بن حنیف کہتے ہیں اور اس نے یہ عمل کیا اور شفایاب ہو گیا۔

امام ترمذی نے اسے بیان کر کے فرمایا ہے۔ حدیث حسن' صحیح غریب ہے ہمارے علم میں صرف ابو جعفر خطمی سے مروی ہے۔ امام بیہقی نے بھی ابو جعفر خطمی' ابوامامہ بن سہل بن حنیف' اس کے چچا عثمان بن حنیف سے اسی طرح روایت کی ہے۔ اس میں ہے کہ عثمان بن حنیف نے کہا' ہم اسی مجلس میں بیٹھے تھے' وہ معمولی دیر بعد آیا' بینائی بالکل درست تھی' کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ تھی۔

ابن ابی شیبہ (محمد بن بشر' عبدالعزیز بن عمر' یکے از بنی سلامان' اپنی والدہ سے' ماموں) حبیب بن قریط سے بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نابینا تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا میرا پاؤں سانپ کے انڈوں پر پڑ گیا ہے اور میری بینائی چلی گئی' رسول اللہ ﷺ نے اسکی آنکھوں پر دم کیا اور اسکی بینائی بحال ہو گئی وہ اسی (۸۰) سال کی عمر میں سوئی میں دھاگہ پرو لیتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ : صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خیبر میں آنکھیں درد کر رہی تھیں۔ آپ نے دم کیا' فوراً ٹھیک ہو گئے' پھر کبھی آنکھیں درد نہیں ہوئیں۔

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ : رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ہاتھ پھیرا اور وہ درست ہو گیا۔ جابرؓ نے ابو رافع یہودی کو جو رسول اکرم ﷺ کو سب و شتم کیا کرتا تھا' قتل کر کے کوٹھے کے اوپر سے چھلانگ لگائی اور پاؤں ٹوٹ گیا۔

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ : رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ کے جلے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ فوراً درست ہو گیا۔

سلمہ اور سعد : آپ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو چھوا جو جنگ خیبر میں ٹوٹ گیا تھا' وہ فوراً صحیح ہو گیا۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی وہ شفایاب ہو گئے۔

ابوطالب : بیہقی میں ہے کہ آپ کے چچا ابوطالب بیمار ہوئے۔ انہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو وہ فوراً شفایاب ہو گئے۔

ابو مسلم خولانی : حافظ ابن عساکر (ابو سعید بن اعرابی' ابوداؤد' عمر بن عثمان' بقیہ) محمد بن زیاد سے بیان کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی کی بیوی کو کسی عورت نے غلط رستے پر لگا دیا۔ آپ نے اس عورت کو بددعا دی اور اندھی ہو گئی پھر اس نے آپ سے گزارش کی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور آئندہ ایسا کرنے سے باز رہنے کی تسلی دلائی تو آپ نے دعا کی الٰہی! اگر یہ سچ کہتی ہے تو اس کی بینائی بحال کر دے' چنانچہ آپ کی دعا سے اس کی بینائی بحال ہو گئی۔

ابن ابی الدنیا (عبدالرحمٰن بن واقد' ضمرہ' عاصم) عطاء بن عطا سے بیان کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی کا دستور تھا' جب وہ گھر میں داخل ہو کر وسط صحن میں پہنچ جاتے تو اللہ اکبر کہتے ہیں اور ان کی بیوی بھی اسی طرح اللہ اکبر کہتی۔ پھر جب وہ کمرے میں داخل ہو کر بیٹھ جاتے تو وہ آپ کا جوتا اتارتی اور کھانا پیش کرتی۔

ایک رات آپ گھر تشریف لائے اور حسب دستور تکبیر کہی اور بیوی نے جواب نہ دیا پھر آپ نے کمرے میں داخل ہو کر تکبیر کے بعد سلام کہا تو پھر بھی جواب ندارد' وہ بھلی مانس اندر بیٹھی تنکے سے زمین کرید رہی ہے اور گھر میں کوئی دیا بتی بھی روشن نہیں تو آپ نے پوچھا' خیر تو ہے؟ اس نے کہا سب لوگ آرام و راحت سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمارا روکھی سوکھی پر گزر اوقات ہے' کیا اچھا ہوتا اگر آپ امیر معاویہ کے پاس جاتے وہ آپ کو ایک خادم عنایت کر دیتے اور کچھ اور نوازش کرتے اور ہم عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے۔ یہ کلام سن کر آپ نے دعا فرمائی الٰہی! جس نے میری بیوی کو غلط راستے پر ڈالا ہے' اس کی بینائی سلب کر دے۔

کوئی عورت خولانی کی بیوی کو یہ پٹی پڑھاتی تھی کہ تم اپنے خاوند سے مطالبہ کرو کہ وہ امیر معاویہ سے ملاقات کر کے اپنی ضروریات سے آگاہ کرے وہ لازماً تمہاری ضروریات پوری کر دیں گے۔

وہ عورت اپنے مکان پر ہے' دیا روشن ہے' اچانک اس کی بینائی چلی گئی۔ اس نے کہا تمہارا دیا بجھ گیا ہے۔ اہل خانہ نے کہا نہیں تو پھر اس نے کہا' بس میری بینائی چلی گئی ہے۔ وہ فوراً ابو مسلم خولانی کی خدمت میں حاضر ہوئی' اللہ کا واسطہ دینے لگی اور منت سماجت کرنے لگی تو آپ نے دعا فرمائی اور اس کی بینائی بحال ہو گئی اور آپ کی بیوی کی طبیعت بھی حسب سابق صحیح ہو گئی۔

مائدہ : دستر خوان جس کا تذکرہ سورۃ (۱۱۲ تا ۵/۱۱۵) کی چار آیات میں ہے' علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ دستر خوان اترا یا نہیں' جمہور کا مشہور قول ہے کہ نازل ہوا ہے اور اس کے اندر جو کھانے آئے تھے اس میں بھی اختلاف ہے۔

تاریخ میں ہے کہ اموی دور حکومت میں موسیٰ بن نصیر فاتح مغرب نے یہ دستر خواں کسی خزانے میں پایا تھا۔ یہ طلائی طشتری تھی جس پر موتی لگے ہوئے تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے یہ دستر خواں ولید بن عبدالملک کی خدمت میں ارسال کیا وہ ان کے پاس رہا ان کے بعد سلیمان بن عبدالملک کے قبضہ میں تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمانؑ کا دستر خواں تھا اور بعض مورخ یہ بتاتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کا دستر خوان تھا۔ بقول امام ابن کثیر یہ بات ذرا بعید از قیاس ہے کیونکہ عیسائی مائدہ کے قصہ سے قطعاً نابلد ہیں' واللہ اعلم۔ الغرض

مائدہ کے نزول میں اختلاف اپنی جگہ پر ہے' نازل ہوا یا نہ' مگر رسول اللہ ﷺ کے دستر خوان میں اللہ تعالیٰ کی برکت سے بارہا اضافہ ہوا' کھانے سے تناول کے وقت تسبیح کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور معمولی طعام سے متعدد دفعہ ہزارہا افراد نے کھانا تناول فرمایا اور کھانا جوں کا توں باقی بچا رہا تھا۔

ابو مسلم خولانی : کا ایک عجیب و غریب واقعہ حافظ ابن عساکر' اسحاق بن یحییٰ ملطی' اوزاعی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے قبیلے کے چند لوگوں نے پوچھا کیا حج کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہم خیال احباب ہوں تو ارادہ ہے۔ سب نے کہا واہ سبحان اللہ! ہم آپ کے ہم سفر ہیں تو ابو مسلم خولانی نے کہا آپ میرے رفیق سفر نہیں۔ میرے ساتھی اور رفیق سفر ایسے احباب ہیں جو زاد سفر اور سامان راہ سے بے نیاز ہیں۔ انہوں نے کہا واہ سبحان اللہ کیا بلا زاد بھی سفر طے ہو سکتا ہے؟ فرمایا' ہاں! پرندوں کو نہیں دیکھتے وہ صبح شام توشہ اور سامان کے بغیر چلتے پھرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کو رزق مہیا کرتا ہے۔ یہ خرید و فروخت سے بے نیاز ہیں کھیتی باڑی سے بالکل مستغنی ہیں' انہوں نے کہا اچھا ہم سب آپ کے ہمراہ سفر کے لئے تیار ہیں تو آپ نے فرمایا تیار ہو جاؤ' چنانچہ وہ غوطہ دمشق سے روانہ ہوئے تو بالکل بے سروسامان تھے' جب ایک منزل طے کی تو ابو مسلم خولانی سے عرض کیا کھانا اور جانوروں کے لئے چارہ درکار ہے' آپ نے فرمایا ہاں' ہاں ضرور ملے گا۔ پھر ذرا ٹھٹکے اور مسجد کا رخ کیا' اس میں دو رکعت نماز کے بعد دعا کی۔ الٰہی! تیری ذات میرے مقصد سفر سے آگاہ ہے۔ میں تیری طاعت و تابعداری کے لئے گھر سے نکلا ہوں۔ میں نے بڑے کنجوس اور بخیل دیکھے ہیں ان کے پاس مہمان آجائیں تو وہ بھی دل کھول کر مہمان نوازی کرتے ہیں' ہم تیرے مہمان اور زائر ہیں' ہمارے خورونوش کا اہتمام کر اور جانوروں کے لئے چارہ بھیج چنانچہ ان کے سامنے دستر خوان بچھا دیا گیا ثرید کا برتن رکھ دیا گیا بقدر کفایت پانی مہیا کر دیا گیا اور چارہ بھی پیش کر دیا گیا مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ کہاں سے انتظام ہو رہا ہے۔ واپسی تک مسلسل اسی طرح انتظام ہوتا رہا۔

روزانہ دو وقت سب پر مائدہ نازل ہوتا تھا اور سواریوں کے لئے چارہ وغیرہ۔ یہ سب نبی کریم ﷺ کی خالص اتباع و طاعت کا ثمرہ ہے۔

سابقہ امتوں کے واقعات بذریعہ وحی بتانا : میں تمہیں بتا دیتا ہوں جو تم کھا آئے ہو اور جو اپنے گھر میں رکھ کر آؤ (۳/۴۹) حضرت عیسیٰؑ نے یہ فرمایا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دو قیدیوں کو فرمایا جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے وہ ابھی آنے نہ پائے گا کہ اس سے پہلے میں تمہیں تعبیر بتا دوں گا۔ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے بتائی اور سکھائی ہیں (۱۲/۳۷)

یہ بات انبیاء پر آسان اور معمولی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ واقعات بتائے جن میں سرمو فرق نہیں اسی طرح حالات حاضرہ کے بارے بتایا جو من و عن صحیح ثابت ہوا۔ (یہ بات پیش نگاہ رہے کہ یہ پوشیدہ واقعات انبیاء وحی الٰہی کے ذریعے بتاتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا "یہ ان چیزوں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے بتائی اور سکھائی ہیں" (۱۲/۳۷)

ظالمانہ صحیفہ : قریش نے ایک ظالمانہ نوشت تحریر کی جب تک بنی ہاشم اور بنی مطلب رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد نہیں کر دیں گے ان سے مقاطعہ اور بائیکاٹ پر عمل پیرا رہیں گے اور یہ تحریر کعبہ کی چھت پر آویزاں کر دی' بامر الٰہی اسے دیمک چاٹ گئی صرف اللہ کا نام باقی رہا۔ ایک روایت میں ہے صرف اللہ تعالیٰ کا نام چاٹا عظمت و تقدس کی خاطر کہ ظالمانہ صحیفہ میں ثبت نہ رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے چچا ابو طالب کو یہ ماجرا بتایا اور ابو طالب نے قریش کو بتایا تو قریش نے کہا اگر بات اسی طرح ہے تو بہتر ورنہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد کرنا پڑے گا۔ آپ نے صاد کیا تو صحیفہ اتارا۔ واقعی صحیفہ ہو بہو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق نکلا' اس صادق پیش گوئی سے قریش بائیکاٹ سے باز آئے اور متعدد مسلمان ہوئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ : اسیران بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے' آپ نے اس سے فدیہ طلب فرمایا تو اس نے کہا تہی دست ہوں' کوئی مال نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "آپ نے اور چچی ام فضل نے دہلیز کے نیچے مال و دولت دبایا تھا اور آپ نے چچی سے کہا تھا اگر میں قتل ہو گیا تو بچوں کے لئے کافی ہے" تو عباس بے ساختہ بول اٹھے واللہ یا رسول اللہ ﷺ (بات سچی ہے) بجز اللہ تعالیٰ' میرے اور ام فضل کے اس بات کا کسی کو علم نہیں۔

نجاشی : جس روز حبشہ میں اصحمہ نجاشی فوت ہوا آپ نے اس کی موت کی خبر دی اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی اسی طرح آپ نے منبر پر جنگ موتہ کے امرا کی شہادت کی خبر دی اور آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ : حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک مکتوب بنام قریش مکہ ارسال کیا۔ آپ نے اس مکتوب کے بارے لوگوں کو بتایا۔ حضرت علیؓ' حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔ وہ مکتوب اس عورت (سارہ) نے اپنی چوٹی یا نیفہ سے نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔

کسریٰ کے قتل کی خبر : کسریٰ کے حاکم یمن باذان نے دو آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ کے بارے معلومات کے لئے بھیجا تھا۔ آپ نے ان کو بتایا "**ان ربی قد قتل الیلۃ ربکما**" کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آج رات کسریٰ قتل ہو گیا ہے۔ انہوں نے یہ تاریخ یاد رکھی اور معلوم ہوا اسی رات کسریٰ کو اس کے لڑکے نے قتل کر دیا۔ چنانچہ یہ دونوں قاصد اور حاکم یمن مسلمان ہو گئے اور یہی لوگ یمن کی فتح کے باعث ہوئے۔

زہد اور قناعت : ابن حامد الفقیہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے زہد اور دنیا سے نفرت کے بالمقابل رسول اللہ ﷺ کا زہد اور قناعت پیش کیا ہے کہ آپ کے سامنے دنیا کے خزانے پیش کئے گئے اور آپ نے ان سے اعراض کر کے فرمایا کہ مجھے ایک روز بھوک اور دوسرے روز کھانا پسند ہے۔ آپ کے ۱۳ حرم تھے ماہ دو ماہ تک چولہا نہیں جلتا تھا صرف پانی اور کھجور پر گذارہ تھا۔ رات کو دیا نہیں جلتا تھا اور بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا۔ مسلسل تین روز گندم کی روٹی نہیں کھائی۔ آپ کا بستر چرمی تھا اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ بسا اوقات بکری کا دودھ خود دوہا' جوتے اور لباس کو خود پیوند لگایا۔ آپ کی وفات ہوئی تو زرہ

ایک یہودی کے ہاں غلہ کے عوض گروی تھی۔

بشارت : حضرت مریم علیہما السلام کو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کی خوشخبری دی گئی اسی طرح حضرت آمنہ کو بھی حمل کے دوران بشارت ملی کہ آپ کے شکم مبارک میں اس قوم کا سردار ہے' اس کا نام محمدؐ رکھو۔ اس کو ابو نعیم نے بیان کیا ہے۔

ولادت مبارک کی روایات : اس روایت اور اس سے پہلی دو روایتوں میں سخت ناقابل اعتبار باتیں ہیں اور میں نے اپنی کتاب میں اس سے زیادہ ناقابل اعتبار روایات بیان نہیں کیں اور میرا دل ان کے لکھنے کو نہ چاہتا تھا مگر محض حافظ ابو نعیم کی پیروی کر کے لکھ دی ہیں۔ خصائص کبریٰ للسیوطی ص ۴۷/۴۹ ج ا سند میں ابوبکر بن ابی مریم م ۱۵۶ھ ضعیف ہے سعید بن عمرو انصاری اور اس کا والد عمرو انصاری دونوں غیر معروف ہیں' دلائل ابو نعیم ص ۳۴۰ ص ۵۳۵ م ۳۴ھ حاشیہ برروایت میلاد ص ۳۴۰

حافظ ابو نعیم اصبہانی نے میلاد کے بارے سے ایک طویل حدیث بیان کی ہے ہم وہ نقل کرتے ہیں کہ ہماری کتاب سیرت النبی کا اختتام اور افتتاح یکساں ہو جائے۔ **واللہ المستعان وعلیہ التکلان**

ابو نعیم' (سلیمان بن احمد' حفص بن عمرو صباح' یحییٰ بن عبداللہ بابلی' ابوبکر بن ابو مریم' سعید بن عمر انصاری) عمر انصاری سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات قریش کے جملہ جانوروں نے کہا' رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ مادر شکم میں آچکے ہیں' آپ جہان کی امان اور لوگوں کے لئے چراغ (ہدایت) ہیں۔ قریش اور دیگر قبائل کی کاہنہ عورتوں کے جن' ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور ان سے علم کہانت چھن گیا اور دنیا کے بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے اور سلاطین گونگے ہو گئے۔ مشرق کے وحشی جانوروں نے جا کر مغرب کے وحشی جانوروں کو مبارک باد دی۔ اسی طرح بحری مخلوق نے ایک دوسرے کو خوشخبری سنائی' حمل کے ہر ماہ کے اختتام پر زمین اور آسمان سے یہ صدا آتی تھی بشارت ہو کہ ابوالقاسم میمون و مبارک کے زمین پر ظہور کا وقت قریب آچکا ہے۔ آپ پورے نو ماہ والدہ کے شکم مبارک میں رہے' اسی اثنا آپ کے والد ماجد فوت ہو گئے تو ملائکہ نے کہا ہمارے الٰہ و معبود تیرا نبی یتیم ہو گیا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا میں اس کا ولی' محافظ اور مددگار ہوں' تم اس میمون و مبارک ہستی کی ولادت سے برکت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش کے وقت آسمان اور جنت کے دروازے کھول دیئے۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ حمل کے چھ ماہ گزرے تو خواب میں کسی نے میرے پاؤں پر ٹھوکر مار کر کہا آمنہ! سارے جہان کا سردار تیرے شکم میں ہے' جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمدؐ یا نبی رکھنا۔

حضرت آمنہ آپ بیتی سنایا کرتی تھیں کہ ولادت کے وقت جو تکلیف عورتوں کو پیش آتی ہے' وہ مجھے بھی پیش آئی میں گھر میں تنہا تھی' عبدالمطلب طواف کو گئے تھے' غرض میری اس حالت کا کسی فرد بشر کو علم نہ تھا۔ میں نے سوموار کے روز سخت دھماکے کی آواز سنی اور میں ڈر کر سہم گئی اور میں نے دیکھا کہ سفید پرندے نے اپنا پر میرے دل پر پھیرا ہے اور میرا دکھ درد کافور ہو گیا۔

پھر میں نے ایک طرف دیکھا کہ سفید رنگ کا شربت ہے' میں پیاسی تھی' دودھ سمجھ کر پی گئی اور مجھے عظیم نورانیت حاصل ہوئی پھر میں نے دیکھا کہ چند قد آور خواتین ہیں' عبدالمطلب کی لڑکیاں جیسی ہیں وہ مجھے غور سے دیکھ رہی ہیں' میں تعجب سے کہہ رہی ہوں' ہائے! ان کو میرا حال کیسے معلوم ہو گیا۔ میری حالت بگڑ گئی اور لحظہ بہ لحظہ میں زور دار آواز سن رہی تھی' اتنے میں مجھے ایک طویل عریض سفید ریشمی چادر نظر آئی جو فضا میں پھیلی ہوئی تھی اور کوئی کہہ رہا ہے اسے لوگوں کی آنکھوں سے چھپالو' میں نے فضا میں معلق چند مرد دیکھے ان کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں اور میرے بدن سے موتی کی طرح پسینے کے قطرے سے ٹپک رہے ہیں جو کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار ہیں اور میں دل میں کہہ رہی ہوں کاش عبدالمطلب آجائیں۔ میں نے پرندوں کا ایک غول دیکھا معلوم نہیں وہ کہاں سے آیا اور میرے کمرے میں آگیا ان کی چونچ زمرد کی ہے اور پر یاقوتی اللہ تعالیٰ نے میری بصیرت سے حجابات دور کر دیئے اور میں نے روئے زمین کا مشرق و مغرب دیکھ لیا اور مجھے تین علم نظر آئے۔ ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک کعبہ کی چھت پر۔

اب مجھے درد کی تکلیف کچھ زیادہ ہو گئی گویا مجھے چند عورتیں ٹیک لگائے بیٹھی ہیں پھر اتنی عورتیں جمع ہو گئیں کہ ان کے علاوہ گھر کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی۔ اس اثنا میں محمدؐ پیدا ہوئے۔ میں نے دیکھا وہ سجدہ میں ہے اور دو انگلیوں کو دعا کی طرح آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے۔ پھر میں نے ایک سفید بادل دیکھا جو آسمان سے نیچے آکر اس پر چھا گیا ہے اور بچہ مجھ سے اوجھل ہو گیا۔ اتنے میں ایک منادی کو سنا وہ کہہ رہا ہے کہ محمدؐ کو مشرق و مغرب میں گھمادو اور تمام سمندروں کے اندر لے جاؤ کہ وہ آپ کے اسم گرامی اور شکل و صورت کو پہچان لیں اور ان کو معلوم ہو جائے کہ ان کا نام "ماحی" ہے ان کی بدولت دنیا سے شرک اور کفر مٹا دیا جائے گا۔ پھر آناً فاناً" بادل چھٹ گیا' آپ دودھ سے زیادہ سفید لباس میں لپٹے نظر آئے' جس کے نیچے سبز ریشم ہے اور ہاتھ میں سفید موتی کی تین چابیاں ہیں اور کوئی کہہ رہا ہے کہ محمدؐ نے نصرت و عزت اور نبوت کی چابیاں پکڑی ہیں۔

حافظ ابو نعیم اسے بیان کر کے چپ سادھ گئے ہیں اور یہ روایت حد درجہ غریب ہے۔

صرصری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام : شیخ جمال الدین ابوزکریا' یحییٰ بن یوسف بن منصور بن عمر انصاری صرصری' حافظ حدیث' ماہر لغت' عاشق رسول' حسانؓ ثانی' بصارت سے محروم' بصیرت سے مالا مال تاتاریوں کے ہاتھوں ۶۵۶ھ میں بغداد میں شہید ہوئے۔ اپنے ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں

محمد المبعوث للناس رحمة ... يشيد ما أوهى الضلال ويصلح
لئن سبحت صم الجبال مجيبة ... لداود أولان الحديد المصفح
فان الصخور الصم لانت بكفه ... وإن الحصا في كفه ليسبح
وإن كان موسى أنبع الماء من العصا ... فمن كفه قد أصبح الماء يطفح

(محمدؐ رحمت عالم ہیں ضلالت و گمراہی نے جو فتنہ پھیلا دیا آپ اس کی اصلاح فرما رہے ہیں۔ اگر ٹھوس پہاڑوں سے

داؤدؑ کے لئے صدائے بازگشت آئی اور لوہا نرم ہوا۔ تو اس طرح ٹھوس پہاڑ آپؐ کی ہتھیلی سے نرم ہوئے اور سنگریزوں سے آپ کے ہاتھوں میں تسبیح کی آواز آئی۔ اگر موسیٰؑ نے عصا کی ضرب سے چشمہ پیدا کر دیا تو اسی طرح آپ کی ہتھیلی سے بھی پانی کے سوتے پھوٹے)

وإن كانت الريح الرخاء مطيعة سليمان لا تألو تروح وتسرح
فان الصبا كانت لنصر نبينا برعب على شهر به الخصم يكلح
وإن أوتي الملك العظيم وسخرت له الجن تشفي مارضيه وتلدح
فان مفاتيح الكنوز بأسرها أتته فرد الزاهد المترجح

(اگر سلیمانؑ کے لئے ہوا صبح شام تابع فرمان تھی۔ (پس باد صبا ہمارے نبی کی نصرت و فتح کے لئے رواں ہوئی ایک ماہ کی مسافت پر مخالف آپ سے مرعوب اور خوفزدہ تھا۔ اگر اُسے عظیم مملکت عطا ہوئی ہے اور جنات اس کے تابع ہیں جو مریضوں کے لئے تگ و دو کرتے ہیں۔ (جملہ خزانوں کی چابیاں آپ کو عطا ہوئیں لیکن قناعت پسند زاہد نے پھر واپس لوٹا دیں)

وإن كان إبراهيم أعطى خلة وموسى بتكليم على الطور يمنح
فهذا حبيب بل خليل مكلّم وخصص بالرؤيا وبالحق أشرح
وخصص بالحوض العظيم وباللوا ويشفع للعاصين والنار تلفح
وبالمقعد الأعلى المقرب عنده عطاء ببشراه أقر وأفرح

(اگر ابراہیم خلیل ہیں، اور موسیٰ کوہ طور پر اللہ سے ہم کلام ہیں۔ پس آپ حبیب خدا ہیں بلکہ خلیل ہیں ان سے خدا ہم کلام ہوا اور دیدار الٰہی نصیب ہوا اور حق بات ہی بیان کرتا ہوں۔ (روز محشر حمد کا علم اور حوض کوثر صرف آپ ہی کو عطا ہو گا جہنم کی شعلہ بار آگ سے آپ گناہ گاروں کی سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو مقام محمود عطا ہو گا میں اس بشارت پر فرحاں اور نازاں ہوں)

وبالرتبة العليا الأسيلة دونها مراتب أرباب المواهب تلمح
وفي جنة الفردوس أول داخل له سائر الأبواب بالخار تفتح

(آپ بلند رتبہ پر فائز ہیں اس کے ورے ارباب فضل و کرم کے مرتبے ہیں۔ جنت فردوس میں سب سے اول داخل ہوں گے اور آپ کے لئے جنت کے جملہ دروازے کھلے ہوں گے)

هذا آخر مايسر الله جمعه من الاخبار بالمغيبات التي وقعت الى زماننا مما يدخل في دلائل النبوة والله الهادي

(الحمد للہ سیرت النبی ﷺ مکمل ہوئی)